تفہیمُ الاحادیث

تفہیم القرآن اور مولانا مودودیؒ کی دوسری تحریروں میں مذکور
احادیث اور فقہی احکام و مسائل کی ترتیب و تخریج

جلد ہفتم

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

ترتیب و تخریج
مولانا عبدالوکیل علوی

ترتیب

کتاب المعاش

فصل:۱ اراضی کے متعلق احکامات

فصل:۲ مزارعت کا مسئلہ

فصل: ۳ زکوٰۃ

فصل: ۴ سود

فصل:۵ وراثت

فصل:۶ نذر

کتاب الاُداب

فصل:۱ اجتماعی زندگی کے اصول وآداب

فصل: ۲ لباس کے احکام

فصل: ۳ معاشرتی آداب

فصل: ۴ غیبت اور اس کے احکام

فصل: ۵ رشوت اور خیانت

کتاب الدعوات

فصل: ۱ دعا، اس کی اہمیت و فضیلت

فصل: ۲ دعا مانگنے کے طریقے

فصل سوم: ۳ دعا میں وسیلہ

فصل: ۴ ایصالِ ثواب

فصل: ۵ ذکر اللہ

فصل: ۶ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چند مخصوص دعائیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چند باتیں

قارئین محترم کی خدمت میں مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ کے فکر وقلم کے شاہ کار تفہیم الاحادیث کا زیرنظر حصہ پیش کرتے ہوئے ہمیں یک گونہ خوشی ومسرت محسوس ہورہی ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ کی اس عنایت کے لیے اس کے بے حد شکر گزار ہیں کہ اس نے ہمیں اکیسویں صدی کے بالکل آغاز میں اپنے رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ارشادات وفرمودات پر مشتمل ایک ضخیم کتاب پیش کرنے کی توفیق بخشی۔ ہمیں یقین ہے کہ ملت اسلامیہ ہند کی طرف سے مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز کی اس پیش کش کا خیر مقدم کیا جائے گا اور حدیث کے اس مبارک سلسلے کو تمام انسانوں تک پہنچانے اور انھیں پیغام رسولؐ سے روشناس کرانے میں مکتبے کے ساتھ بھرپور تعاون کا مظاہرہ ہوگا۔

تفہیم الاحادیث مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی کوئی مستقل تصنیف نہیں، بلکہ یہ ان احادیث کا مجموعہ ہے، جو مولانا محترم نے اپنی شہرۂ آفاق تفسیر ''تفہیم القرآن'' اور بعض دوسری تصانیف میں حسب موقع نقل کی ہیں۔

صورت واقعہ یہ ہے کہ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے جس نہج پر اپنی مقبول عام تفسیر ''تفہیم القرآن'' کی چھ جلدیں تحریر کی تھیں، بالکل اسی نہج پر وہ احادیث پر بھی کام کرنے کا عزم مصمّم کرچکے تھے۔ نہ صرف عزم مصمم کرچکے تھے، بلکہ انھوں نے اس کام کے لیے ایک ابتدائی خاکہ بھی تیار کرلیا تھا ــــــ لیکن اچانک وہ بیمار ہوگئے، پھر بیماری کا یہ سلسلہ اتنا طویل ہوتا گیا کہ انھیں اس سے نجات ہی نہ مل سکی۔ اسی بیماری میں ان کی مہلتِ عمر بھی ختم ہوگئی۔ اس کے بعد یہ کام التوا میں پڑ گیا۔ وفات کے کافی دنوں کے بعد مولانا محترم کے رفیق خاص مولانا خلیل احمد حامدیؒ ڈائریکٹر ادارۂ معارف اسلامی منصورہ کو اس کام کی فکر لاحق ہوئی۔ چنانچہ انھوں نے ذمے داروں اور دوسرے ارباب علم ودانش کے مشوروں سے علوم اسلامیہ اور عربی ادب کے فاضل مشہور عالم ومحقق مولانا عبدالوکیل علوی کو یہ ذمّے داری تفویض کی کہ وہ تفہیم القرآن اور دوسری تصانیف کی مدد سے مولانا محترم کے بنائے ہوئے خاکے میں رنگ بھریں۔ چنانچہ مولانا موصوف نے پورے کام کا از سر نو خاکہ تیار کیا اور ضروری کتب فراہم کرکے کام کا آغاز کردیا۔

مولانا عبدالوکیل علوی کا نام تحریکی حلقے کے لیے غیر معروف و اجنبی نہیں ہے۔ وہ عربی ادب کے مایۂ ناز فاضل، اسلامی علوم کے ذہین عالم اور صاحب طرز اہل قلم کی حیثیت سے تعارف رکھتے ہیں۔اس سے پہلے مولانا مودودیؒ کی تصانیف کی مدد سے وہ متعدد ترتیبی وتخریجی خدمات انجام دے چکے ہیں۔سیرت سرور عالمؐ کی دو جلدیں ان کی ترتیبی وتخریجی صلاحیتوں کی بہترین نمایندگی کرتی ہیں۔

مولانا عبدالوکیل علوی نے اس کام میں کتنا وقت صرف کیا ہے، اور انھوں نے احادیث کی چھان بین یا ترتیب و تخریج میں کتنی عرق ریزی اور دقّتِ نظر سے کام لیا ہے، یہ سب بتانے کی ضرورت نہیں۔ پڑھنے والے خود ہی اس کا ادراک کرلیں گے۔ ”مشک آنست کہ خود بہ بوید نہ کہ عطار بگوید“ اصلی مشک خود اپنی مہک سے پہچان لیا جاتا ہے، اس کے لیے کسی عطار کی تعریف وتوصیف کی ضرورت نہیں ہوتی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز کی اس کوشش کو شرفِ قبول سے نوازے، تمام انسانوں کے لیے اِسے نفع بخش بنائے اور اس کی تیاری میں جن رفقاء اور کارکنوں نے حصہ لیا ہے، انھیں حدیثِ رسولؐ کی خدمت کی برکات سے سرفراز کرے۔

ناشر

مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی

عرض مرتب

الحمد للہ تفہیم الاحادیث کے جس کارِ عظیم کو آج سے چند سال قبل شروع کیا تھا، اسے قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل ہورہی ہے ۔ یہ سعادت محض خالق ارض وسما کے فضل وکرم اور اس کی توفیق خاص کی مرہون منت ہے، ورنہ ایں سعادت بہ زور بازو نیست ۔حقیقت یہ ہے کہ بڑے کٹھن مراحل سے گزر کر ساحل تکمیل تک پہنچنے کی اپنی حد تک ایک کاوش کی ہے۔

جب یہ کام شروع کیا گیا تب اندازہ ہوا کہ ایک ٹھوس علمی وتحقیقی کتاب اپنی طرف سے مدون ومرتب کرنے کے مقابلے میں مولانا محترم رحمتہ اللہ علیہ کے پورے ذخیرۂ کتب میں سے عبارتیں نکال کر کوئی کتاب ترتیب دینے کا کام کتنا محنت طلب ہے۔ تفہیم القرآن کی چھے جلدوں کے ساتھ ساتھ مولانا کے وسیع لٹریچر کو ایک خاص نقطہ نظر سے پڑھنا، تمام احادیث کے متون، تراجم، تشریحات اور فقہی مسائل کی الگ الگ نشان زدگی، پھر اس کی تشریح کے لیے مفید مطلب مناسب و موزوں عبارات پر نشان لگانا، ان کی نقول تیار کرنا اور سب سے آخر میں ان کی بہ اعتبارِ ابواب وفصول ترتیب اور ان کی عنوان بندی، یہ سارا کام اتنا صبر آزما تھا کہ بار بار دامن ہمت تار تار ہوجانے کا اندیشہ لاحق ہوتا رہا۔ مگر ایسے مواقع پر فضل ایزدی نے ڈھارس بندھائی اور کام جاری رہا۔ الحمد للہ آج اس کاوش اور سعی وجہد کا ثمرہ آپ کے سامنے ہے۔

تالیف وتدوین کا یہ کام اپنی نوعیت اور اہمیت کے اعتبار سے جتنا اہم اور عظیم ہے، اپنے حجم کے لحاظ سے اُسی قدر ضخیم بھی۔ مولانا کی تصانیف میں سے انتخاب کر کے جو مواد نقل کیا گیا، وہ سیکڑوں نہیں بل کہ ہزاروں صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں وہ تمام احادیث جمع کی گئی ہیں، جنھیں مولانا محترم نے اپنے پورے لٹریچر میں استعمال کیا ہے۔ ظاہر بات ہے کہ اسے نقل کرنے سے پہلے پورے کا پورا لٹریچر ایک خاص نقطہ نظر سے پڑھا گیا، مفید مطلب عبارات پر نشان لگایا گیا اور واضح کیا گیا کہ یہ حدیث کا متن ہے اور یہ اس کا ترجمہ وتشریح۔ جن احادیث سے فقہی مسائل استنباط کیے گئے، ان پر الگ نشان لگایا گیا، متنِ حدیث کی بجائے کہیں محض ترجمہ ملا تو اسے بھی نکال لیا گیا۔

اس کام کی تکمیل پر کس قدر محنت کی گئی یا کتنی عرق ریزی سے یہ کام انجام پایا؟ اس کا صحیح اندازہ صرف انہیں کو ہوسکتا ہے، جنہوں نے کبھی اس وادئ پرخار میں قدم رکھا ہو۔ مولانا محترم نے زیادہ تر مقامات پر احادیث نقل کرتے وقت صرف اتنا کہہ دیا ہے کہ فلاں حدیث بخاری ومسلم میں ہے یا متفق علیہ یا ابوداؤد اور ترمذی وغیرہ نے اسے روایت کیا ہے۔ اسی طرح احادیث کی دوسری کتب کے حوالے بھی دیے ہیں، مگر بخاری ومسلم نے اس حدیث کو کس کتاب میں، کس فصل یا باب میں اور کس عنوان کے تحت یا کتاب کے کس صفحے پر روایت کیا ہے؟ اس کا التزام کم ہی کیا جاسکا ہے۔ پھر مولانا محترم نے اکثر

مقامات پر حدیث کا صرف اتنا ہی جز نقل کیا ہے جتنا انہیں اس مقام کے لحاظ سے استشہاد کے لیے مطلوب تھا۔ پوری حدیث نقل نہیں کی اور پوری سند تو بہت ہی کم نقل ہو سکی ہے۔

اس نقل شدہ مواد کو ایک مفید کتاب کی صورت میں مرتب ومدون کرنے کے لیے ان تمام نقل شدہ احادیث کی سندیں شامل کی گئیں۔ جہاں حدیث کا ایک جز استعمال کیا گیا، وہ پوری حدیث مع سند نقل کی گئی تاکہ قاری یہ جان سکے کہ یہ کس حدیث کا جز ہے یا کس محدث نے اپنی کس کتاب اور اس کتاب کے کس باب یا فصل میں اور کس عنوان کے تحت روایت کیا ہے وغیرہ اور حدیث کے بارے میں محدث کی محدثانہ رائے کہ یہ حدیث کس درجے کی ہے، صحیح، حسن یا ضعیف وغیرہ بھی درج کی گئی ہے۔ مزید برآں ایسی احادیث بھی شامل کی گئی ہیں، جو ان کے مفہوم کی تائید کرتی ہیں، جنہیں مویدات کہہ سکتے ہیں۔ اس مفید اضافے سے اصل مواد کی ضخامت تو واقعۃً بڑھ گئی مگر فوائد میں بے حساب اضافہ بھی ہوا ہے۔

حدیث کی تخریج کے لیے جو اصول پیش نظر رکھا گیا ہے وہ یہ ہے:

سب سے پہلے حدیث کو (بخاری ومسلم) میں تلاش کیا گیا۔ اگر وہ ان میں مل گئی اور دونوں کے الفاظ بھی یکساں ملے تو اس صورت میں سند اور متن حدیث صحیح بخاری کا لیا گیا اور حوالے میں متفق علیہ درج کیا گیا ہے۔ اگر صحیحین کی روایت میں معنوی یکسانی تو موجود ہے مگر لفظی اختلاف ہے تو اس صورت میں بھی سند اور متن حدیث صحیح بخاری کا لیا گیا ہے اور صحیح مسلم کا اختلاف اور فرق الگ سے واضح کر دیا گیا ہے۔ اگر مولانا محترم نے خود ہی صحیح مسلم کی روایت لی ہے تو پھر اصل متن اسی روایت کو قرار دیا گیا ہے اور صحیح بخاری کی روایت میں جو اختلاف ہے، اسے واضح کر کے اس کا حوالہ دیا ہے اور اگر مولانا نے صحیحین کے علاوہ باقی کتب اربعہ یعنی سنن ابی داؤد، ترمذی، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ میں سے کسی کا حوالہ دیا ہے اور وہ حدیث صحیحین میں سے کسی ایک میں بھی قدرے لفظی اختلاف یا فرق کے ساتھ موجود ہے تو اس صورت میں اصل ماخذ بیان کرنے کے بعد صحیحین کا حوالہ اور فرق واختلاف بھی درج کرنے کی محتاط کوشش کی گئی ہے۔ اگر کوئی حدیث صحیحین میں نہ ملی تو پھر ابوداؤد کی روایت کو ترجیحاً نقل کیا گیا ہے۔ اگر ابوداؤد اور دیگر کتب میں بھی کوئی حدیث موجود ہے تو اصل متن کے طور پر ابوداؤد کی روایت درج کی گئی ہے اور باقی ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ اور دیگر کتب کے حوالے درج کیے گئے ہیں۔ حوالوں کے بارے میں میری یہ کوشش رہی ہے کہ حتی الوسع ایک حدیث کے زیادہ سے زیادہ ممکن الحصول ماخذ ومصادر درج کیے جائیں۔ اصل کتب ماخذ جتنی مجھے دستیاب ہوسکیں، ان سب کے حوالے دینے کی بساط بھر کوشش کی ہے۔ تخریج مواد، اس کو نقل کرنے، عبارات پر اعراب لگانے اور اضافہ شدہ عربی عبارات کا ترجمہ کرنے کے بعد نقل شدہ مواد کی روشنی میں اسے ایک کتابی صورت میں لانے کے لیے اس کی پہلے ابواب بندی کی گئی اور پھر انہیں فصول اور مختلف عناوین کے تحت تقسیم کیا گیا، پھر ذیلی عنوانات قائم کیے گئے۔ بعد ازاں حوالے جات اور احادیث کے نمبر لگائے گئے اور ان حوالوں کو اپنے اپنے مقام پر درج کیا گیا تاکہ قاری کو اگر کسی عبارت کے اصل ماخذ کی ضرورت محسوس ہو تو وہ بغیر کسی دشواری اور پریشانی کے اصل ماخذ سے رجوع کر سکے۔

آخر میں بارگاہِ رب العزت میں دست بہ دعا ہوں کہ اس کام کو اللہ تعالیٰ کے حضور شرف قبول حاصل ہو اور یہ مولانا محترم کے لیے بلندی درجات کا باعث بنے۔

وما توفیقی الا باللہ

خاکسار

عبدالوکیل علوی

كتاب المعاش

وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ

وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا۔ (الحشر:۷)

”جو کچھ رسُولؐ تمہیں دے وہ لے لو اور جس چیز سے تم کو

روک دے اس سے رُک جاؤ۔“

فصل:۱

اراضی کے متعلق احکامات

ملکیت زمین

۱-اِنَّ الْقَوْمَ اِذَا اَسْلَمُوْا اَحْرَزُوْا دِمَاءَ هُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ۔ (ابو داؤد کتاب الخراج باب فی اقطاع الارضین)

''جب لوگ اسلام قبول کرلیں تو وہ اپنی جانوں اور مالوں کو محفوظ کر لیتے ہیں۔''

تخریج: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ اَبُو حَفْصٍ، ثَنَا الْفِرْيَابِیُّ، ثَنَا اَبَانٌ قَالَ عُمَرُ: وَ هُوَ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ حَازِمٍ قَالَ: حَدَّثَنِیْ عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ حَازِمٍ عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ جَدِّهٖ صَخْرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم غَزَا ثَقِيْفًا، فَلَمَّا اَنْ سَمِعَ ذٰلِكَ صَخْرٌ، رَكِبَ فِیْ خَيْلٍ يُمِدُّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم فَوَجَدَ نَبِیَّ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَدِ انْصَرَفَ وَلَمْ يَفْتَحْ فَجَعَلَ صَخْرٌ، يَوْمَئِذٍ عَهْدَ اللّٰهِ وَ ذِمَّتَهٗ، اَنْ لَّا يُفَارِقَ هٰذَا الْقَصْرَ حَتّٰى يَنْزِلُوْا عَلٰى حُكْمِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم، فَلَمْ يُفَارِقْهُمْ حَتّٰى نَزَلُوْا عَلٰى حُكْمِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَكَتَبَ اِلَيْهِ صَخْرٌ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ ثَقِيْفًا قَدْ نَزَلَتْ عَلٰى حُكْمِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، وَ اَنَا مُقْبِلٌ اِلَيْهِمْ وَ هُمْ فِیْ خَيْلٍ، فَاَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم بِالصَّلٰوةِ جَامِعَةً، فَدَعَا لِاَحْمَسَ عَشَرَ دَعَوَاتٍ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لِاَحْمَسَ فِیْ خَيْلِهَا وَ رِجَالِهَا وَ اَتَاهُ الْقَوْمُ فَتَكَلَّمَ الْمُغِيْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ فَقَالَ يَا نَبِیَّ اللّٰهِ اِنَّ صَخْرًا اَخَذَ عَمَّتِیْ وَ دَخَلَتْ فِيْمَا دَخَلَ فِيْهِ الْمُسْلِمُوْنَ فَدَعَاهُ فَقَالَ: يَا صَخْرُ اِنَّ الْقَوْمَ اِذَا اَسْلَمُوْا اَحْرَزُوْا دِمَآءَ هُمْ اَمْوَالَهُمْ فَادْفَعْ اِلَى الْمُغِيْرَةِ عَمَّتَهٗ فَدَفَعَهَا اِلَيْهِ، وَ سَاَلَ نَبِیَّ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَا لِبَنِیْ سُلَيْمٍ قَدْ هَرَبُوْا عَنِ الْاِسْلَامِ، وَ تَرَكُوْا ذٰلِكَ الْمَاءَ فَقَالَ يَا نَبِیَّ اللّٰهِ اَنْزِلْنِيْهِ اَنَا وَ قَوْمِیْ قَالَ: نَعَمْ، فَاَنْزَلَهٗ وَ اَسْلَمَ يَعْنِی السُّلَمِيِّيْنَ فَاَتَوْا صَخْرًا فَسَاَلُوْهُ اَنْ يَّدْفَعَ اِلَيْهِمِ الْمَآءَ، فَاَبٰى فَاَتَوُا النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالُوْا يَا نَبِیَّ اللّٰهِ، اَسْلَمْنَا وَ اَتَيْنَا صَخْرًا لِيَدْفَعَ اِلَيْنَا مَآءَ نَا، فَاَبٰى عَلَيْنَا فَاَتَاهُ فَقَالَ: يَا صَخْرُ اِنَّ الْقَوْمَ اِذَا اَسْلَمُوْا اَحْرَزُوْا اَمْوَالَهُمْ وَ دِمَآءَ هُمْ فَادْفَعْ اِلَى الْقَوْمِ

مَآءَ ھُمْ، قَالَ: نَعَمْ، یَا نَبِیَّ اللّٰہِ فَرَاَیْتُ وَجْهَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ یَتَغَیَّرُ حُمْرَةً حَیَاءً مِّنْ اَخْذِہِ الْجَارِیَةَ وَ اَخْذِہِ الْمَآءَ۔ (۱)

تشریح: یہ اصول جس طرح املاک منقولہ پر چسپاں ہوتا تھا، اسی طرح غیر منقولہ پر بھی چسپاں ہوتا تھا اور اس معاملہ میں جو برتاؤ غیر زرعی جائدادوں کے ساتھ تھا وہ زرعی جائدادوں کے ساتھ بھی تھا۔ حدیث اور آثار کا پورا ذخیرہ اس پر شاہد ہے کہ آنحضرت ﷺ نے عرب میں کسی جگہ بھی اسلام قبول کرنے والوں کے املاک سے ذرہ برابر کوئی تعرض نہیں فرمایا۔ جو جس چیز کا مالک تھا اسی کا مالک رہنے دیا گیا۔ اس باب میں اسلامی قانون کی تشریح امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ ان الفاظ میں کرتے ہیں:

''جو لوگ اسلام قبول کرلیں ان کا خون حرام ہے۔ قبول اسلام کے وقت جن اموال کے وہ مالک ہوں وہ انہی کی ملک رہیں گی، اسی طرح ان کی زمینیں بھی انہی کی ملک رہیں گی اور وہ زمینیں عُشری قرار دی جائیں گی۔ اس کی نظیر مدینہ ہے جس کے باشندوں نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور وہ اپنی زمینوں کے مالک رہے اور ان پر عشر لگا دیا گیا۔ ایسا ہی معاملہ طائف اور بحرین کے لوگوں سے بھی کیا گیا۔ اسی طرح بدویوں سے بھی جن جن لوگوں نے اسلام قبول کیا وہ اپنے اپنے چشموں اور اپنے اپنے علاقوں کے مالک تسلیم کیے گئے۔

ان کی زمین عشری زمین ہے وہ اُس سے بے دخل نہیں کیے جاسکتے اور انہیں اس پر بیع اور وراثت کے جملہ حقوق حاصل ہیں بالکل اسی طرح جن علاقوں کے باشندے اسلام قبول کرلیں وہ اپنی املاک کے مالک رہیں گے۔'' (کتاب الخراج، ص: ۳۵)

اراضی کے متعلق احکام اور اقسام

اسلامی قانون معیشت کے دوسرے جلیل القدر محقق امام ابوعبید القاسم بن سلام لکھتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے خلفاء سے جو آثار ہم تک پہنچے ہیں وہ اراضی کے بارے میں تین قسم کے احکام ہیں۔ ایک قسم ان اراضی کی جن کے مالک اسلام قبول کرلیں، تو قبول اسلام کے وقت وہ جن اراضی کے مالک ہوں وہ انہی کی ملک میں رہیں گی۔ اور وہ عشری زمینیں قرار پائیں گی۔ عشری کے سوا ان پر اور کچھ نہ لگے۔'' (کتاب الاموال، ص: ۵۵)

آگے چل کر پھر لکھتے ہیں:

''جس علاقے کے باشندے اسلام لے آئے وہ اپنی زمینوں کے مالک رہے جیسے مدینہ طائف یمن اور بحرین۔ اسی طرح مکہ اگرچہ بزور شمشیر فتح ہوا، لیکن رسول اللہ ﷺ نے اس کے باشندوں پر احسان کیا اور ان کی جانوں سے تعرض نہ کیا اور ان کے اموال کو غنیمت نہ ٹھہرایا... پس جب ان کے اموال ان کی ملک

میں چھوڑ دیے گئے، اور اس کے بعد وہ مسلمان ہو گئے تو ان کی املاک کا حکم بھی وہی ہو گیا جو دوسرے مسلمان ہونے والے لوگوں کی املاک کا تھا اور ان کی زمینیں بھی عُشری قرار دی گئیں۔'' (ص:۵۱۲)

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ زاد المعاد میں لکھتے ہیں:

''نبی ﷺ کا طریقہ یہ تھا کہ جو شخص اسلام لانے کے وقت جس چیز پر قابض تھا، وہ اسی کے قبضہ میں رہنے دی گئی۔ یہ نہیں دیکھا گیا کہ اسلام لانے سے پہلے وہ چیز کس ذریعہ سے اس کے قبضہ میں آئی تھی، بلکہ وہ اس کے ہاتھ میں اسی طرح رہنے دی گئی جس طرح وہ پہلے سے چلی آ رہی تھی۔'' (ج۲،ص:۹۶)

یہ ایک ایسا قاعدہ کلیہ ہے جس میں استثناء کی کوئی ایک مثال بھی عہد نبوت اور عہد خلافت راشدہ کے نظائر میں نہیں ملتی۔ اسلام نے اپنے پیروؤں کی معاشی زندگی میں جو اصلاحیں بھی جاری کیں، آئندہ کے لیے کیں، مگر جو ملکیتیں پہلے سے لوگوں کے قبضے میں چلی آ رہی تھیں ان سے کوئی تعرض نہ کیا۔ (معاشیات اسلام، ملکیت زمین کا مسئلہ ''دور رسالت اور خلافت...'')

صلح کرنے والے لوگوں کی زمین کا معاملہ

۲- لَعَلَّكُمْ تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا فَتَظْهَرُوْنَ عَلَيْكُمْ فَيَتَّقُوْنَكُمْ بِاَمْوَالِهِمْ دُوْنَ اَنْفُسِهِمْ وَ اَبْنَاءِ هِمْ فَتُصَالِحُوْنَهُمْ عَلٰى صُلْحٍ فَلَا تُصِيْبُوْا مِنْهُمْ فَوْقَ ذٰلِكَ فَاِنَّهٗ لَا يَصْلُحُ۔ (ابو داؤد، ابن ماجه)

''اگر کبھی ایسا ہو کہ کسی قوم سے تمہاری جنگ ہو، پھر وہ تمہارے سامنے آ کر اپنی اور اپنے بال بچوں کی جانیں بچانے کے لیے اپنے مال دینے پر تیار ہو جائیں، اور تم ان سے صلح کر لو، تو ایسی صورت میں جس چیز پر ان سے تمہاری صلح ہو اس سے زائد کچھ نہ لینا کیوں کہ وہ تمہارے لیے جائز نہیں۔''

تخریج: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ وَ سَعِيْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ قَالَا: ثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ هِلَالٍ، عَنْ رَجُلٍ مِنْ ثَقِيْفٍ، عَنْ رَجُلٍ مِّنْ جُهَيْنَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَعَلَّكُمْ تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا فَتَظْهَرُوْنَ عَلَيْهِمْ فَيَتَّقُوْنَكُمْ بِاَمْوَالِهِمْ دُوْنَ اَنْفُسِهِمْ وَ اَبْنَآءِ هِمْ، قَالَ سَعِيْدٌ: فِيْ حَدِيْثِهٖ فَيُصَالِحُوْنَكُمْ عَلٰى صُلْحٍ ثُمَّ اتَّفَقَا فَلَا تُصِيْبُوْا مِنْهُمْ شَيْئًا فَوْقَ ذٰلِكَ فَاِنَّهٗ لَا يَصْلُحُ لَكُمْ۔ (۲)

۳- اَلَا، مَنْ ظَلَمَ مُعَاهِدًا اَوِ انْتَقَصَهٗ اَوْ كَلَّفَهٗ فَوْقَ طَاقَتِهٖ اَوْ اَخَذَ مِنْهُ شَيْئًا بِغَيْرِ طِيْبِ نَفْسٍ فَاَنَا حَجِيْجُهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ (ابو داؤد)

''خبر دار رہو، جو شخص کسی معاہد ذمی پر ظلم کرے گا، یا از روئے معاہدہ اس کے جو حقوق ہوں ان کے اندر کوئی کمی کرے گا، یا اس

پر اس کی برداشت سے زیادہ بار ڈالے گا، یا اس سے اس کی رضامندی کے بغیر کوئی چیز لے گا، اس کے خلاف میں خود قیامت کے روز مدعی بنوں گا۔"

تخریج: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ، اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنِی اَبُو صَخْرٍ الْمَدِيْنِیُّ، اَنَّ صَفْوَانَ بْنَ سُلَيْمٍ اَخْبَرَهُ عَنْ عِدَّةٍ مِّنْ اَبْنَآءِ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ عَنْ اٰبَآءِ هِمْ دِنْيَةً، عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: اَلَا، مَنْ ظَلَمَ مُعَاهِدًا اَوِ انْتَقَصَهُ اَوْ كَلَّفَهُ فَوْقَ طَاقَتِهِ، اَوْ اَخَذَ مِنْهُ شَيْئًا بِغَيْرِ طِيْبِ نَفْسٍ فَاَنَا حَجِيْجُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ (۳)

اسی اصول کے مطابق نبی ﷺ نے نجران، ایلہ، اذرعات، ہجر اور دوسرے جن جن علاقوں اور قبیلوں کے ساتھ صلح کی ان سب کو ان کی زمینوں اور جائدادوں اور صنعتوں اور تجارتوں پر بدستور بحال رہنے دیا اور صرف وہ جزیہ وخراج اُن سے وصول کرنے پر اکتفا فرمایا، جس پر اُن سے معاہدہ ہوا تھا۔ پھر اُسی اصول پر خلفائے راشدین نے بھی عمل کیا عراق، شام، الجزیرہ، مصر، ارمینیہ غرض جہاں بھی کسی شہر اور کسی بستی کے لوگوں نے صلح کے طریقے پر اپنے آپ کو اسلامی حکومت کے حوالے کیا، ان کی املاک بدستور ان کے قبضے میں رہنے دی گئیں۔ اور اُن سے مال صلح کے سوا کوئی چیز کبھی وصول نہ کی گئی۔ حضرت عمرؓ کے زمانے میں بعض اہم مصلحتوں کی بنا پر نجران کے باشندوں کو اندرون عرب سے شام وعراق کی طرف منتقل کیا بھی گیا تو ان میں سے جس جس کے پاس نجران میں جتنی زرعی اور سکنی جائداد تھی اس کے بدلے میں نہ صرف اتنی ہی جائداد اس کو دوسری جگہ بھی دی گئی بلکہ حضرت عمرؓ نے اپنے شام وعراق کے گورنروں کے نام فرمان عام لکھا کہ جس کے علاقے میں بھی وہ جا کر آباد ہوں وہ **فليوسعهم من خريب الارض** فراخ دلی کے ساتھ افتادہ زمینوں میں سے ان کو دے۔

اس قاعدہ کلیہ میں بھی کسی استثناء کی مثال عہد نبوت اور عہد خلافت راشدہ کے نظائر سے پیش نہیں کی جاسکتی۔ چناں چہ یہ بھی فقہاء اسلام کا متفق علیہ قانون ہے جس میں کوئی اختلاف نہیں۔ امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ اس کو اپنی کتاب الخراج (ص: ۳۵) میں ایک قانونی دفعہ کے طور پر اس طرح ثبت فرماتے ہیں:

> "غیر مسلموں میں سے جس قوم سے اس بات پر امام کی صلح ہو جائے کہ وہ مطیع حکم ہو جائیں اور خراج ادا کریں وہ اہل ذمہ ہیں، اُن کی اراضی اراضی خراج ہیں، ان سے بس وہی کچھ لیا جائے گا جس پر اُن سے صلح ہوئی، اُن کے ساتھ عہد پورا کیا جائے گا اور اُن پر کسی چیز کا اضافہ نہ کیا جائے گا۔"

(ملکیت زمین کا مسئلہ "دور رسالت اور خلافت..")

بزور شمشیر فتح ہونے والوں کی اراضی

رہے وہ لوگ جو آخر وقت تک مقابلہ کریں اور بزور شمشیر مغلوب ہوں، تو ان کے بارے میں تین مختلف طرز عمل ہم کو عہد نبوت وخلافت راشدہ میں ملتے ہیں۔

ایک وہ طرزِ عمل جو نبی ﷺ نے مکہ میں اختیار فرمایا، یعنی فتح کے بعد (**لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ**) کا اعلان اور

مفتوحین کو جان و مال کی پوری معافی۔ اس صورت میں جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے اہل مکہ اپنی زمینوں اور جائدادوں کے بدستور مالک رہے، اور اسلام قبول کرنے کے بعد ان کی زمینیں عشری زمینیں قرار دے دی گئیں۔

دوسرا وہ طرزِ عمل جو آپؐ نے خیبر میں اختیار فرمایا، یعنی مفتوح علاقے کو مال غنیمت قرار دینا۔ اس صورت میں سابق مالکوں کی ملکیت ساقط کر دی گئی۔ ایک حصہ خدا اور رسول کے حق میں لے لیا گیا اور باقی زمین کو اُن لوگوں میں تقسیم کر دیا گیا جو فتح خیبر کے موقع پر لشکر اسلام میں شامل تھے۔ یہ تقسیم شدہ زمینیں جن جن لوگوں کے حصے میں آئیں وہ اُن کے مالک قرار پائے اور اُن پر عشر لگا دیا گیا۔

تیسرا وہ طرزِ عمل جو حضرت عمرؓ نے ابتداءً شام اور عراق میں اختیار فرمایا اور بعد میں تمام مفتوح ممالک کا بندوبست اسی کے مطابق ہوا۔ وہ یہ تھا کہ آپ نے مفتوح علاقے کو فاتح فوج میں تقسیم کرنے کے بجائے اُس کو تمام مسلمانوں کی اجتماعی ملکیت قرار دیا، اس کا انتظام مسلمانوں کی طرف سے نیابتاً اپنے ہاتھ میں لے لیا، اصل باشندوں کو حسب سابق اُن کی زمینوں پر بحال رہنے دیا، ان کو ذمی قرار دے کر ان پر جزیہ وخراج عائد کر دیا اور اس جزیہ وخراج کا مصرف یہ قرار دیا کہ وہ عام مسلمانوں کی فلاح و بہبود پر صرف ہو، کیوں کہ بنیادی نظریہ کے اعتبار سے وہی ان مفتوح علاقوں کے اصل مالک تھے۔

اس آخری صورت میں بظاہر اس اجتماعی ملکیت کے تصور کا ایک دھندلا سا شائبہ پایا جاتا ہے، مگر جس طرح یہ پورا معاملہ طے ہوا تھا۔ اس کی تفصیلات پر نظر ڈالنے سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ اس اجتماعی ملکیت کو اشتراکیت کے تصور سے دور کا تعلق بھی نہیں ہے۔ اصل یہ ہے کہ جب مصر و شام اور عراق کے وسیع علاقے فتح ہوئے تو حضرت زبیرؓ اور حضرت بلالؓ اور ان کے ہم خیال لوگوں نے حضرت عمرؓ سے مطالبہ کیا ان علاقوں کی تمام زمینیں اور جائدادیں خیبر کی طرح فاتح فوج میں تقسیم کر دی جائیں۔ لیکن حضرت عمرؓ نے اس سے انکار کیا۔ اور حضرت علیؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت معاذ بن جبلؓ جیسے اکابر صحابہ نے اس معاملہ میں ان کی تائید کی، اس کے وجوہ کیا تھے۔ اس پر وہ تقریریں روشنی ڈالتی ہیں جو اس موقع پر ہوئیں۔

حضرت معاذؓ نے کہا:

> ''اگر آپ اسے تقسیم کریں گے تو خدا کی قسم اس کا نتیجہ وہ ہوگا جو آپ ہرگز پسند نہ کریں گے۔ بڑی بڑی زرخیز زمینوں کے ٹکڑے فوج میں تقسیم ہو جائیں گے۔ پھر یہ لوگ مر کھپ جائیں گے اور کسی کا وارث کوئی عورت ہوگی اور کسی کا وارث کوئی بچہ ہوگا۔ پھر جو دوسرے لوگ اسلام کی سرحدوں کی حفاظت کے لیے اٹھیں گے، انہیں دینے کے لیے حکومت کے پاس کچھ نہ ہوگا۔ لہٰذا آپ وہ کام کیجیے جس میں آج کے لوگوں کے لیے بھی گنجائش ہو اور بعد والوں کے لیے بھی۔''

حضرت علیؓ نے فرمایا:

> ''ملک کی کاشت کار آبادی کو اس کے حال پر رہنے دیجیے تا کہ وہ سب مسلمانوں کے لیے معاشی قوت کا ذریعہ ہوں۔''

حضرت عمرؓ نے فرمایا:

''یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ میں اس زمین کو تم لوگوں پر تقسیم کردوں اور بعد کے آنے والوں کو اس حال میں چھوڑ دوں کہ ان کا اس میں کچھ حصہ نہ ہو۔ آخر بعد کی نسلوں کے لیے کیا رہے گا؟..... کیا تم لوگ چاہتے ہو کہ آئندہ آنے والوں کے لیے کچھ نہ رہے؟..... اور مجھے یہ بھی اندیشہ ہے کہ اگر میں اسے تمہارے درمیان تقسیم کردوں تو تم پانی پر آپس میں فساد کرنے لگو گے۔''

اس بنیاد پر جو فیصلہ کیا گیا وہ یہ تھا کہ زمین اس کے سابق باشندوں ہی کے پاس رہنے دی جائے، اور ان کو ذمی بنا کر ان پر جزیہ و خراج لگا دیا جائے، اور یہ خراج مسلمانوں کی عام فلاح پر صرف ہو۔ اس فیصلہ کی اطلاع حضرت عمرؓ نے اپنے عراق کے گورنر، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو جن الفاظ میں دی تھی وہ یہ ہیں: **فانظر ما اجلبوا به علیک فی العسکر من کراع او مال فاقسمه بین من حضر من المسلمین واترک الارضین والانهار لعمالها لیکون ذلک فی اعطیات المسلمین، فانا ان قسمناها بین من حضر لم یکن لمن بعدهم شیء۔**

''جو کچھ اموال منقولہ سپاہیوں نے دوران جنگ میں بطور غنیمت حاصل کیے ہیں اور لشکر میں جمع کرا دیئے ہیں انہیں تو انہی لوگوں میں تقسیم کردو جو جنگ میں شریک ہوئے تھے۔ مگر نہروں اور زمینوں کو انہی لوگوں کے ہاتھوں میں رہنے دو جو ان پر کام کرتے تھے تاکہ وہ مسلمانوں کی تنخواہوں کے لیے محفوظ رہیں۔ ورنہ اگر ہم ان کو بھی موجود لوگوں میں تقسیم کردیں تو پھر بعد والوں کے لیے کچھ نہ رہے گا۔[1]''

اس نئے بندوبست کا اساسی نظریہ تو یہی تھا کہ اب ان مفتوحہ اراضی کے مالک مسلمان ہیں، اور سابق مالکوں کی اصل حیثیت صرف کاشتکارانہ ہے۔ اور حکومت مسلمانوں کے ایجنٹ کی حیثیت سے ان کے ساتھ معاملہ کررہی ہے۔[2] لیکن عملاً ذمی بنا لینے کے بعد ان کو جو حقوق دیے گئے وہ مالکانہ حقوق سے کچھ بھی مختلف نہ تھے۔ وہ انہی رقبوں پر قابض رہے جن پر پہلے قابض تھے۔ ان پر خراج کے سوا کوئی دوسری چیز حکومت یا مسلمانوں کی طرف سے عائد نہ کی گئی اور ان کو اپنی زمینوں پر بیع اور رہن اور وراثت کے وہ تمام حقوق بدستور حاصل رہے جو پہلے حاصل تھے۔

اس معاملہ کو امام ابو یوسفؒ ایک قانونی ضابطہ کی شکل میں یوں بیان فرماتے ہیں:

''جس سرزمین کو امام بزور شمشیر فتح کرے، اس کے معاملہ میں وہ اختیار رکھتا ہے کہ اگر چاہے تو فاتح فوج میں اسے تقسیم کردے، اس صورت میں وہ عشری زمین ہوجائے گی۔ لیکن اگر وہ تقسیم کرنا مناسب

(۱) اس پوری بحث کے لیے ملاحظہ ہو کتاب الخراج صفحہ نمبر ۲۰، ۲۱ اور کتاب الاموال ص ۵۷-۶۳۔

(۲) اس نظریہ کی توضیح اس واقعے سے ہوتی ہے کہ ایک مرتبہ عتبہ بن فرقد حضرت عمرؓ سے ملنے آئے اور ان کو اطلاع دی کہ میں نے فرات کے کنارے زمین کا ایک ٹکڑا خریدا ہے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا کس سے؟ انہوں نے عرض کیا اس کے مالکوں سے۔ آپ نے مہاجرین و انصار کی طرف اشارہ کرکے فرمایا اس کے مالک تو یہاں بیٹھے ہیں۔ (کتاب الاموال ص: ۷۴) اور حضرت علیؓ کا وہ ارشاد بھی اس نظریہ پر روشنی ڈالتا ہے کہ جب عراق کے پرانے زمین داروں میں سے ایک نے آکر آپ کے سامنے قبول اسلام کا اعلان کیا تو آپ نے فرمایا کہ اب جزیہ تو تجھ سے ساقط ہوگیا لیکن تیری زمین خراجی ہی رہے گی، کیوں کہ وہ ہماری ہے۔ (کتاب الاموال ص: ۸۰)۔ (معاشیات اسلام، ملکیت زمین کا مسئلہ'' دور رسالت اور خلافت...'')

نہ سمجھے اور بہتر یہی خیال کرے کہ اسے اس کے پرانے باشندوں کے ہاتھوں میں رہنے دے جیسا کہ حضرت عمرؓ نے عراق میں کیا، تو وہ ایسا کرنے کا بھی اختیار رکھتا ہے۔ اس صورت میں وہ زمین خراجی زمین ہوگی اور خراج لگ جانے کے بعد پھر امام کو یہ حق باقی نہ رہے گا کہ اس کے باشندوں سے اس کو چھین لے۔ وہ ان کی ملک ہوگی، وہ اس کو وراثت میں ایک دوسرے کی طرف منتقل کریں گے، اس کی خرید وفروخت کرسکیں گے، ان پر خراج لگا دیا جائے گا۔ اور اُن کی طاقت سے زیادہ اُن پر بوجھ نہ ڈالا جائے گا۔'' (کتاب الخراج،ص:۳۵،۳۶)

حقوقِ ملکیت زمین بر بنائے آباد کاری

٤- عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَنْ عَمَّرَ اَرْضًا لَيْسَتْ لِاَحَدٍ فَهُوَ اَحَقُّ بِهَا۔ قَالَ عُرْوَةُ قَضٰى بِهٖ عُمَرُ فِيْ خِلَافَتِهٖ۔

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے کسی ایسی زمین کو آباد کیا جو کسی دوسرے کی ملک نہ ہو وہی اس کا زیادہ حق دار ہے۔ عروہ بن زبیر کہتے ہیں کہ اسی پر حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں عمل درآمد کیا۔''

تخریج: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، ثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بنِ اَبِیْ جَعْفَرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: مَنْ اَعْمَرَ اَرْضًا لَيْسَتْ لِاَحَدٍ فَهُوَ اَحَقُّ قَالَ عُرْوَةُ: قَضٰى بِهٖ عُمَرُ فِيْ خِلَافَتِهٖ۔ (٤)

٥- عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَنْ اَحْيٰى اَرْضًا مَيِّتَةً فَهِيَ لَهٗ۔

''جابر بن عبداللہؓ کی روایت ہے کہ جس کسی نے مردہ زمین کو زندہ کیا (یعنی بے کار پڑی ہوئی زمین کو کارآمد بنالیا) وہ زمین اسی کی ہے۔''

تخریج: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، اَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ اَخْبَرَنَا اَيُّوْبُ عَنْ هِشَامِ ابْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَنْ اَحْيٰى اَرْضًا مَيِّتَةً فَهِيَ لَهٗ وَ لَيْسَ لِعِرْقٍ ظَالِمٍ حَقٌّ۔ (٥)

٦- عَنْ سَمُرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَنْ اَحَاطَ حَائِطًا عَلٰى اَرْضٍ فَهِيَ لَهٗ۔

''سمرہ بن جندبؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس نے کسی افتادہ زمین پر احاطہ کھینچ لیا وہ اُسی کی ہے۔''

تخریج: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ، ثَنَا سَعِيْدٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ سَمُرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: مَنْ اَحَاطَ حَائِطًا عَلٰى اَرْضٍ فَهِيَ لَهٗ۔ (٦)

۷- عَنْ سَمُرَةَ بْنِ مُضَرِّسٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَنْ سَبَقَ اِلٰى مَاءٍ لَمْ يَسْبِقْهُ اِلَيْهِ مُسْلِمٌ فَهُوَ لَهُ۔

”سمرہ بن مضرس سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا جو شخص کسی ایسے کنوئیں کو پائے جس پر پہلے سے کوئی مسلمان قابض نہ ہو وہ کنواں اسی کا ہے۔“

تخریج: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنِي عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنِ عَبْدِ الْوَاحِدِ، حَدَّثَتْنِي اُمُّ جُنُوبٍ بِنْتُ نُمَيْلَةَ، عَنْ اُمِّهَا سُوَيْدَةَ بِنْتِ جَابِرٍ، عَنْ اُمِّهَا عَقِيلَةَ بِنْتِ اَسْمَرَ بْنِ مُضَرِّسٍ عَنْ اَبِيهَا اَسْمَرَ بْنِ مُضَرِّسٍ قَالَ: اَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ، فَبَايَعْتُهُ، فَقَالَ: مَنْ سَبَقَ اِلٰى مَآءٍ لَمْ يَسْبِقْهُ اِلَيْهِ مُسْلِمٌ فَهُوَ لَهُ۔ (۷)

۸-عَنْ عُرْوَةَ قَالَ اَشْهَدُ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَضٰى اَنَّ الْاَرْضَ اَرْضُ اللّٰهِ وَالْعِبَادَ عِبَادُ اللّٰهِ، وَ مَنْ اَحْيٰى مَوَاتًا فَهُوَ اَحَقُّ بِهٖ جَاءَ نَا بِهٰذَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ الَّذِيْنَ جَاءُ وْا بِالصَّلَوَاتِ عَنْهُ۔

”عروہ بن زبیر (تابعی) کہتے ہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا تھا کہ زمین خدا کی ہے اور بندے بھی خدا کے ہیں، جو شخص کسی مردہ زمین کو زندہ کرلے وہی اس کا زیادہ حق دار ہے۔ یہ قانون ہم تک نبی ﷺ سے انہی بزرگوں کے ذریعے پہنچا ہے جن کے ذریعے سے پانچ وقت کی نماز پہنچی ہے۔“ (یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم)

تخریج:⟨۱⟩ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنِ عَبْدَةَ الْاٰمُلِيُّ، ثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُثْمَانَ، ثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، اَخْبَرَنَا نَافِعُ بْنُ عُمَرَ، عَنِ ابْنِ اَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ عُرْوَةَ قَالَ: اَشْهَدُ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَضٰى اَنَّ الْاَرْضَ اَرْضُ اللّٰهِ، وَالْعِبَادَ عِبَادُ اللّٰهِ، وَ مَنْ اَحْيَا مَوَاتًا فَهُوَ اَحَقُّ بِهٖ جَآءَ نَا بِهٰذَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اَلَّذِيْنَ جَآءُ وْا بِالصَّلَوَاتِ عَنْهُ۔ (۸)

⟨۲⟩ حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ۔ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ مُحَمَّدٍ يَعْنِي ابْنَ اِسْحَاقَ۔ عَنْ يَحْيَى بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ اَبِيهِ، اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: مَنْ اَحْيَا اَرْضًا مَيِّتَةً فَهِيَ لَهُ۔ وَ ذَكَرَهُ مِثْلَهُ۔ قَالَ: فَلَقَدْ خَبَّرَنِي الَّذِي حَدَّثَنِي هٰذَا الْحَدِيثَ اَنَّ رَجُلَيْنِ اخْتَصَمَا اِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ غَرَسَ اَحَدُهُمَا نَخْلًا فِي اَرْضِ الْاٰخَرِ، فَقَضٰى لِصَاحِبِ الْاَرْضِ بِاَرْضِهٖ، وَ اَمَرَ صَاحِبَ النَّخْلِ اَنْ يُخْرِجَ نَخْلَهُ مِنْهَا۔ قَالَ: فَلَقَدْ رَاَيْتُهَا وَ اِنَّهَا لَتُضْرَبُ اُصُوْلُهَا بِالْفُؤُوْسِ، وَ اِنَّهَا لَنَخْلٌ عُمٌّ حَتّٰى اُخْرِجَتْ مِنْهَا۔ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الدَّارِمِيُّ، حَدَّثَنَا وَهْبٌ عَنْ اَبِيهِ، عَنِ ابْنِ اِسْحَاقَ، بِاِسْنَادِهٖ وَ مَعْنَاهُ، اِلَّا اَنَّهُ قَالَ عِنْدَ قَوْلِهٖ مَكَانَ الَّذِي حَدَّثَنِي هٰذَا فَقَالَ:

رَجُلٌ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم، وَ اَكْثَرُ ظَنِّي اَنَّهُ اَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ: فَاَنَا رَاَيْتُ الرَّجُلَ يَضْرِبُ فِيْ اُصُوْلِ النَّخْلِ۔ وَ يُرْوٰى عَنْ عُمَرَ وَ بْنِ عَوْفٍ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم وَ قَالَ فِيْ غَيْرِ حَقِّ مُسْلِمٍ وَ لَيْسَ لِعِرْقٍ ظَالِمٍ فِيْهِ حَقٌّ۔ وَ يُرْوٰى فِيْهِ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (۹)

تشریح: ''موات'' کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قدیم ترین اصول کی تجدید فرمائی جس سے دنیا میں ملکیت زمین کا آغاز ہوا ہے جب انسان نے اس کرہ خاکی کو آباد کرنا شروع کیا تو اصول یہی تھا کہ جو جہاں رہ پڑا ہے وہ جگہ اسی کی ہے، اور جس جگہ کو کسی نے کسی طور پر کارآمد بنالیا ہے اُس کے استعمال کا وہی زیادہ حق دار ہے۔ یہی قاعدہ تمام عطیات فطرت پر انسان کے مالکانہ حقوق کی بنیاد ہے، اور اسی کی توثیق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف مواقع پر اپنے ارشادات میں فرمائی ہے۔ احادیث میں جن کا ذکر آیا ہے۔ اسی فطری اصول کی تجدید و توثیق کرنے کے ساتھ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے دو ضابطے مقرر فرمادیے۔ ایک یہ کہ جو شخص دوسرے کی مملوکہ زمین کو آباد کرے وہ اس فعل آباد کاری کی بنا پر ملکیت کا حق دار نہ ہو جائے گا۔ دوسرے یہ کہ جو شخص خواہ مخواہ احاطہ کھینچ کر یا نشان لگا کر کسی زمین کو روک رکھے اور اس پر کوئی کام نہ کرے، اس کا حق تین سال کے بعد ساقط ہو جائے گا۔ پہلے ضابطہ کو آپ نے اس طرح بیان فرمایا ہے: عَنْ سَعِيْدِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ اَحْيٰى اَرْضاً مَيِّتَةً فَهِيَ لَهٗ وَ لَيْسَ لِعِرْقٍ ظَالِمٍ حَقٌّ۔

''سعید بن زید کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کسی نے کسی مردہ زمین کو زندہ کرلیا وہ اسی کی ہے اور دوسرے کی زمین میں ناروا طور پر آباد کاری کرنے والے کے لیے کوئی حق نہیں ہے۔''

دوسرے ضابطہ کا ماخذ یہ روایات ہیں: عَنْ طَاؤُسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَادِيُّ الْاَرْضِ لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ ثُمَّ لَكُمْ مِنْ بَعْدُ۔ فَمَنْ اَحْيَا اَرْضًا مَيِّتَةً فَهِيَ لَهٗ وَ لَيْسَ لِمُحْتَجِرٍ حَقٌّ بَعْدَ ثَلَاثِ سِنِيْنَ۔

(ابو یوسف، کتاب الخراج)

''طاؤس (تابعی) کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غیر مملوکہ زمین جس کا کوئی والی وارث نہ ہو خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے، پھر اُس کے بعد تمہارے لیے ہے پس جو کوئی مردہ زمین کو زندہ کرلے وہ اسی کی ہے اور بے کار روک کر رکھنے والے کے لیے تین سال کے بعد کوئی حق نہیں ہے۔'' عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ عَلَى الْمِنْبَرِ مَنْ اَحْيٰى اَرْضًا مَيِّتَةً فَهِيَ لَهٗ وَ لَيْسَ لِمُحْتَجِرٍ حَقٌّ بَعْدَ ثَلَاثِ سِنِيْنَ وَ ذٰلِكَ اَنَّ رِجَالاً كَانُوْا يَحْتَجِرُوْنَ مِنَ الْاَرْضِ مَالَا يَعْمَلُوْنَ۔ (ابو یوسف، کتاب الخراج)

''سالم بن عبداللہ (حضرت عمرؓ کے پوتے) روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے برسر منبر فرمایا کہ جس نے کسی مردہ زمین کو زندہ کیا وہ اسی کی ہے مگر خواہ مخواہ روک رکھنے والے کے لیے تین سال کے بعد کوئی حق نہیں ہے یہ اعلان کرنے کی ضرورت اس لیے پیش آئی تھی کہ بعض لوگ زمینوں کو یونہی روک رکھتے تھے اور ان پر کوئی کام نہ کرتے تھے۔''

یہ مسئلہ فقہاء اسلام کے درمیان متفق علیہ ہے اگر کوئی اختلاف ہے تو صرف اس امر میں ہے کہ آیا محض آباد کاری کا فعل کر لینے ہی سے کوئی شخص ارض موات کا مالک ہو جاتا ہے یا ثبوت ملکیت کے لیے حکومت کی منظوری و اجازت ضروری

ہے۔ امام ابوحنیفہؒ اس کے لیے حکومت کی منظوری کو ضروری سمجھتے ہیں لیکن امام ابو یوسف، امام محمد، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم کی رائے یہ ہے کہ اس معاملہ میں احادیث بالکل صاف ہیں لہٰذا آباد کاری کا حق ملکیت حکومت کی اجازت اور منظوری پر موقوف نہیں ہے وہ خدا اور رسول ﷺ کے دیے ہوئے حق کی بنا پر مالک ہو جائے گا اس کے بعد یہ حکومت کا کام ہے کہ جب معاملہ اُس کے سامنے آئے تو وہ اس حق کو تسلیم کرے اور نزاع کی صورت میں اس کا استقرار کرائے۔ امام مالکؒ بستی سے قریب کی زمینوں اور دور دراز کی افتادہ اراضی میں فرق کرتے ہیں پہلی قسم کی زمینیں اُن کے نزدیک اس حکم سے مستثنیٰ ہیں، رہیں دوسری قسم کی زمینیں تو اُن کے لیے امام کے عطیہ کی کوئی شرط نہیں وہ محض احیا سے آدمی کی ملک ہو جاتی ہیں۔

اس معاملہ میں حضرت عمرؓ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ دونوں کا عمل یہ تھا کہ اگر کوئی شخص کسی زمین کو افتادہ سمجھ کر آباد کر لیتا اور بعد میں کوئی دوسرا شخص آ کر ثابت کرتا کہ زمین اُس کی تھی تو اس کو اختیار دیا جاتا کہ یا تو آباد کار کے عمل کا معاوضہ ادا کر کے اپنی زمین لے لے یا زمین کی قیمت لے کر حق ملکیت اس کی طرف منتقل کر دے۔[1] (معاشیات اسلام، ملکیت زمین کا مسئلہ ''حقوق ملکیت بر بنائے آباد کاری'')

عطیہ زمین من جانب سرکار ﷺ

موات اور خالصہ دونوں طرح کی زمینوں میں سے بکثرت قطعات نبی ﷺ نے خود بھی لوگوں کو عطا فرمائے اور آپ ﷺ کے بعد خلفائے راشدین بھی برابر اسی طرح کے عطیے دیتے رہے، اس کی بہت سی نظیریں حدیث و آثار کے ذخیرے میں موجود ہیں جن میں سے چند یہاں نقل کی جاتی ہیں۔

(۱) عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے ان کو اور حضرت عمر بن خطابؓ کو چند زمینیں عطا کی تھیں پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے خاندان عمر رضی اللہ عنہ کے لوگوں سے ان کے حصے کی زمین خرید لی اور اس خریداری کی توثیق کے لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے اور اُن سے کہا کہ عبدالرحمٰن بن عوف کی شہادت یہ ہے کہ نبی ﷺ نے یہ زمینیں ان کو اور عمر بن خطابؓ کو عطا کی تھیں سو میں نے خاندان عمرؓ سے ان کا حصہ خرید لیا ہے اس پر حضرت عثمانؓ نے کہا کہ عبدالرحمٰن سچی شہادت دینے والے آدمی ہیں خواہ وہ ان کے حق میں پڑتی ہو یا ان کے خلاف۔ (مسند احمد)

(۲) علقمہ بن وائل اپنے والد (وائل بن حجر) سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ان کو حضر موت میں ایک زمین عطا کی تھی۔ (ابوداؤد، ترمذی)

(۳) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صاحب زادی حضرت اسماء بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے ان کے شوہر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو خیبر میں ایک زمین عطا فرمائی تھی جس میں کھجور کے درخت بھی تھے اور دوسرے درخت بھی۔ اس کے علاوہ عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ آپ ﷺ نے ان کو ایک نخلستان بنی نضیر کی زمینوں میں سے بھی دیا تھا نیز عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ ایک اور وسیع خطۂ زمین بھی آپ ﷺ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو دیا تھا اور اس کی صورت یہ تھی کہ آپ ﷺ

نے ان کو فرمایا گھوڑا دوڑاؤ جہاں جا کر تمہارا گھوڑا ٹھہر جائے گا وہاں تک کی زمین تمہیں دے دی جائے گی۔ چناں چہ انہوں نے گھوڑا دوڑایا اور جب ایک جگہ جا کر گھوڑا ٹھہر گیا تو وہاں سے انہوں نے کوڑا آگے پھینک دیا اس پر حضور ﷺ نے فرمایا اچھا جہاں ان کا کوڑا گرا ہے وہاں تک کی زمین انہیں دے دی جائے۔[1]

(بخاری، احمد، ابوداؤد، کتاب الخراج لابی یوسف کتاب الاموال لابی عبید)

(۴) عمرو بن دینار کہتے ہیں کہ نبی ﷺ جب مدینہ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ دونوں کو زمینیں عطا فرمائیں۔ (کتاب الخراج لابی یوسف)

(۵) ابورافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ان کے خاندان والوں کو ایک زمین عطا کی تھی۔ مگر وہ اسے آباد نہ کر سکے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں انہوں نے اسے آٹھ ہزار دینار میں فروخت کر دیا۔ (کتاب الخراج)

(۶) ابن سیرین کی روایت ہے کہ آں حضرت ﷺ نے انصار میں سے ایک صاحب سلیط کو ایک زمین عطا فرمائی۔ وہ اس کے انتظام کے لیے اکثر باہر جاتے رہتے اور بعد میں آکر ان کو معلوم ہوتا کہ ان کے پیچھے اتنا اتنا قرآن نازل ہوا اور رسول اللہ ﷺ نے یہ احکام دیئے اس سے ان کی بڑی دل شکنی ہوتی۔ آخر کار انہوں نے ایک روز آں حضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یہ زمین میرے اور آپ ﷺ کے درمیان حائل ہوگئی ہے آپ ﷺ اسے مجھ سے واپس لے لیں چناں چہ وہ واپس لے لی گئی بعد میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اس کے لیے درخواست کی اور آپ ﷺ نے وہ زمین ان کو دے دی۔ (کتاب الاموال)

(۷) بلال رضی اللہ عنہ بن حارث مزنی کی روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ان کو عقیق کی پوری زمین عطا فرمائی تھی۔ (کتاب الاموال)

(۸) عدی بن حاتم کی روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرات بن حیان عجلی کو یمامہ میں ایک زمین عطا کی تھی۔ (کتاب الاموال)

(۹) عرب کے مشہور طبیب حارث بن کلدہ کے بیٹے نافع نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے درخواست کی کہ بصرہ کے علاقے میں ایک زمین ہے جو نہ تو اراضی خراج میں شامل ہے اور نہ مسلمانوں میں سے کسی کا مفاد اس سے وابستہ ہے آپ وہ مجھے عطا کریں میں اپنے گھوڑوں کے لیے اس میں چارہ کی کاشت کروں گا۔ حضرت عمرؓ نے اپنے گورنر ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو فرمان لکھا کہ اگر اس زمین کی کیفیت وہی ہے جو نافع نے مجھ سے بیان کی ہے تو وہ ان کو دے دی جائے۔

(کتاب الاموال)

(۱۰) موسیٰ بن طلحہ کی روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں زبیر رضی اللہ عنہ بن عوام، سعد رضی اللہ عنہ بن ابی وقاص، عبداللہ رضی اللہ عنہ بن مسعود، اسامہ بن زیدؓ، خباب بن ارتؓ، عمار بن یاسر اور سعد بن مالکؓ کو زمینیں عطا کی تھیں۔

(کتاب الخراج، کتاب الاموال)

(۱۱) عبداللہ بن حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی درخواست پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو ینبع کا علاقہ عطا کیا تھا۔ (کنز العمال)

---

(۱) تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو کتاب الخراج لابی یوسف ۳۶، ۳۷ و کتاب الاموال لابی عبید ص ۲۸۵-۲۸۹ شیخ علی متقی نے کنز العمال میں اس مسئلے پر تمام احادیث و آثار کو یکجا کر دیا ہے جو اصحاب اس کی تفصیل دیکھنا چاہیں وہ کتاب مذکور کے جز دوم میں احیاء موات کی بحث ملاحظہ فرمائیں۔

(۱۲) امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ متعدد معتبر حوالوں سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سب زمینوں کو خالصہ قرار دیا تھا جو کسریٰ اور آل کسریٰ نے چھوڑی تھیں۔ یا جن کے مالک بھاگ گئے تھے یا جنگ میں مارے گئے تھے یا جو دلدل اور سیلاب اور جھاڑیوں کے نیچے آ گئی تھیں پھر جن لوگوں کو بھی آپ زمینیں عطا کرتے تھے انہی اراضی میں سے کرتے تھے۔ (کتاب الخراج)

تخریج: ﴿۱﴾ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، حَدَّثَنِیْ اَبِیْ، ثَنَا عُثْمَانُ، ثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، ثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ عُرْوَةَ، اَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ: اَقْطَعَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ اَرْضَ کَذَا وَ کَذَا۔ فَذَهَبَ الزُّبَیْرُ اِلٰی اٰلِ عُمَرَ، فَاشْتَرٰی نَصِیْبَهٗ مِنْهُمْ۔ فَاَتٰی عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ فَقَالَ: اِنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ زَعَمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اَقْطَعَهٗ وَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ اَرْضَ کَذَا وَ کَذَا وَ اِنِّیْ اشْتَرَیْتُ نَصِیْبَ اٰلِ عُمَرَ۔ فَقَالَ عُثْمَانُ، عَبْدُ الرَّحْمٰنِ جَائِزُ الشَّهَادَةِ لَهٗ وَ عَلَیْهِ۔ (۱۰)

﴿۲﴾ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَرْزُوْقٍ، اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ سِمَاکٍ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ، عَنْ اَبِیْهِ اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم اَقْطَعَهٗ اَرْضًا بِحَضْرِ مَوْتَ۔ (۱۱)

﴿۳﴾ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، ثَنَا حَمَّادُ بْنُ خَالِدٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم اَقْطَعَ الزُّبَیْرَ حُضْرَ فَرَسِهٖ، فَاَجْرٰی فَرَسَهٗ، حَتّٰی قَامَ، ثُمَّ رَمٰی بِسَوْطِهٖ، فَقَالَ: اَعْطُوْهُ مِنْ حَیْثُ بَلَغَ السَّوْطُ۔ (۱۲)

﴿۴﴾ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ بْنُ عُیَیْنَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِیْنَارٍ قَالَ: لَمَّا قَدِمَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم اَقْطَعَ لِاَبِیْ بَکْرٍ، وَ اَقْطَعَ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ۔ (۱۳)

﴿۵﴾ وَ حَدَّثَنَا اَشْعَثُ بْنُ سَوَّارٍ، عَنْ حَبِیْبِ بْنِ اَبِیْ ثَابِتٍ، عَنْ صَلْتِ الْمَکِّیِّ۔ عَنِ ابْنِ اَبِیْ رَافِعٍ قَالَ: اَعْطَاهُمُ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم اَرْضاً۔ فَعَجَزُوْا عَنْ عِمَارَتِهَا۔ فَبَاعُوْهَا فِیْ زَمَنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ بِثَمَانِیَةِ آلَافِ دِیْنَارٍ اَوْ ثَمَانِیَةِ آلَافِ دِرْهَمٍ۔ (۱۴)

عطیۂ زمین کے بارے میں شرعی ضابطہ

یہ عطائے زمین کا طریقہ محض شاہانہ بخشش و انعام کی نوعیت نہ رکھتا تھا بلکہ اس کے چند قواعد تھے جو ہم کو احادیث و آثار میں ملتے ہیں۔

(۱) پہلا قاعدہ یہ تھا کہ جو شخص زمین لے کر تین سال تک اس پر کچھ کام نہ کرے اس کا عطیہ منسوخ سمجھا جائے گا۔ اس کی نظیر میں امام ابو یوسفؒ یہ روایت لاتے ہیں کہ نبی ﷺ نے قبیلہ مزینہ کے اور جہینہ کے لوگوں کو کچھ زمین دی تھی، مگر انہوں نے بے کار رکھ چھوڑی۔ پھر کچھ اور لوگ آئے اور انہوں نے اسے آباد کر لیا۔ اس پر مزینہ اور جہینہ کے لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں دعویٰ لے کر آئے۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا اگر یہ میرا یا ابو بکر رضی اللہ عنہ کا عطیہ ہوتا تو میں اسے منسوخ کر دیتا۔ لیکن یہ عطیہ تو نبی ﷺ کا ہے اس لیے میں مجبور ہوں۔ البتہ قانون یہی ہے کہ **من کانت له ارض ثم ترکها ثلاث سنین فلم یعمرها فعمرها قوم آخرون فهم احق بها** جس کے پاس ایک زمین ہو اور وہ اس کو تین برس تک بیکار ڈال رکھے اور آباد نہ کرے، پھر کچھ لوگ آ کر اسے آباد کر لیں تو وہی اس زمین کے زیادہ حق دار ہیں۔"

(۲) دوسرا قاعدہ یہ تھا کہ جو عطیہ صحیح طور پر استعمال میں نہ آ رہا ہو اس پر نظر ثانی کی جا سکتی ہے، اس کی نظیر میں ابو عبید نے کتاب الاموال میں اور یحییٰ بن آدم نے الخراج میں یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ نبی ﷺ نے بلال بن حارث مزنی کو پوری وادی عقیق دے دی تھی مگر وہ اس کے بڑے حصے کو آباد نہ کر سکے۔ یہ دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں ان سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ زمین تم کو اس لیے نہیں دی تھی کہ تم نہ خود اس کو استعمال کرو اور نہ دوسروں کو استعمال کرنے دو اب تم اس میں سے بس اتنی رکھ لو جسے استعمال کر سکو تا کہ ہم اس کو مسلمانوں میں تقسیم کر دیں۔ بلال بن حارث نے اس سے انکار کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پھر اصرار کیا۔ آخر کار جتنا رقبہ ان کے زیر استعمال میں تھا، اسے چھوڑ کر باقی پوری زمین آپ نے ان سے واپس لے لی اور دوسرے مسلمانوں میں اس کے قطعات بانٹ دیے۔

(۳) تیسرا قاعدہ یہ تھا کہ حکومت صرف اراضی موات اور اراضی خالصہ میں سے زمینیں عطا کرنے کی مجاز ہے یہ حق اس کو نہیں ہے کہ ایک شخص کی زمین چھین کر دوسرے کو دیدے یا اصل مالکان اراضی کے سر پر خواہ مخواہ ایک شخص کو جاگیردار یا زمین دار بنا کر مسلط کر دے۔ اور اس کو مالکانہ حقوق عطا کر کے اصل مالکوں کی حیثیت اس کے ماتحت کاشتکاروں کی سی بنا دے۔

(۴) چوتھا قاعدہ یہ تھا کہ حکومت زمینیں انہی لوگوں کو دے گی جنہوں نے فی الحقیقت اجتماعی مفاد کے لیے کوئی قابل قدر خدمت انجام دی ہو یا جن سے اب اس نوعیت کی کوئی خدمت متعلق ہو یا جن کو عطیہ دینا کسی نہ کسی طور پر اجتماعی مفاد کے لیے مناسب ہو۔ رہیں شاہانہ غلط بخشیاں جن سے ڈوم ڈھاڑیوں اور خوشامدی لوگوں کو نوازا گیا ہو، یا وہ عطیے جو ظالموں اور جباروں نے اجتماعی مفاد کے برعکس خدمات انجام دینے والوں کو دیے ہوں، تو وہ کسی طرح جائز عطایا کی تعریف میں نہیں آتے۔

تخریج:⟨۱⟩ حَدَّثَنِی ابْنُ اَبِی نَجِیحٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ، عَنْ اَبِیهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَقْطَعَ نَاسًا مِنْ جُهَیْنَةَ اَوْ مُزَیْنَةَ اَرْضًا فَلَمْ یَعْمُرُوْهَا۔ فَجَاءَ قَوْمٌ فَعَمَرُوْهَا فَخَاصَمَ الْجُهَیْنِیُّوْنَ اَوِ الْمُزَیْنِیُّوْنَ اِلٰی عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، فَقَالَ: لَوْ کَانَتْ مِنِّی اَوْ مِنْ اَبِی بَکْرٍ لَرَدَدْتُهَا، وَ

لٰكِنَّهَا قَطِيْعَةً مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ قَالَ: مَنْ كَانَتْ لَهٗ اَرْضٌ ثُمَّ تَرَكَهَا ثَلَاثَ سِنِيْنَ فَلَمْ يَعْمُرْهَا فَعَمَرَهَا قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ۔ فَهُمْ اَحَقُّ بِهَا۔ (۱۵)

﴿۲﴾ حَدَّثَنِيْ بَعْضُ اَشْيَاخِنَا مِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ قَالَ: اَقْطَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِلَالَ بْنَ الْحَارِثِ الْمُزَنِيَّ مَا بَيْنَ الْبَحْرِ وَالصَّخَرِ۔ فَلَمَّا كَانَ زَمَنُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ لَهٗ: اِنَّكَ لَا تَسْتَطِيْعُ اَنْ تَعْمَلَ هٰذَا۔ فَطِيْبَ لَهٗ اَنْ يَّقْطَعَهَا مَا خَلَا الْمَعَادِنِ فَاِنَّهٗ اسْتَثْنَاهَا۔ (۱۶)

جاگیروں کے معاملہ میں صحیح شرعی رویہ

مؤخر الذکر دونوں اصولوں کی بنیاد اس پورے طرزِ عمل پر قائم ہے جو نبی ﷺ اور آپ کے خلفاء نے برتا تھا۔ اس کی تشریح امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب الخراج میں اس طرح فرماتے ہیں:

''امام عادل کو حق ہے کہ جو مال کسی کی ملک نہ ہو اور جس کا کوئی وارث بھی نہ ہو۔ اس میں سے ان لوگوں کو عطیے اور انعام دے جن کی اسلام میں خدمات ہوں جس شخص کو **ولاۃ مهديين** (راہ راست پر چلنے والے فرماں رواؤں) نے کوئی زمین عطا کی ہو اسے واپس لینے کا کسی کو حق نہیں ہے، لیکن جو زمین کسی حاکم نے ایک سے چھینی اور دوسرے کو بخشی تو اس کی حیثیت اس مال کی سی ہے جو ایک سے غصب کیا گیا اور دوسرے کو عطا کر دیا گیا۔''

کچھ دور آگے چل کر پھر لکھتے ہیں:

''پس جن جن اقسام کی زمینوں کا ہم نے ذکر کیا ہے کہ امام ان کو عطا کر سکتا ہے اُن میں سے جو زمین بھی عراق اور عرب اور الجبال اور دوسرے علاقوں میں **ولاۃ مهديين** نے کسی کو دی ہے بعد کے خلفاء کے لیے حلال نہیں ہے کہ اسے واپس لیں یا ان لوگوں کے قبضے سے نکالیں جن کے پاس ایسی زمینیں اس وقت موجود ہیں خواہ وہ انہوں نے وراثت میں پائی ہوں یا وارثوں سے خریدی ہوں۔''

آخر میں اس بحث کو ختم کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''پس یہ نظیریں ثابت کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے خود بھی زمینیں عطا کی ہیں اور آپ ﷺ کے بعد خلفاء بھی دیتے رہے ہیں۔ آں حضرت ﷺ نے جس کو بھی زمین دی یہ دیکھ کر دی کہ ایسا کرنے میں صلاح اور بہتری ہے مثلاً کسی نو مسلم کی تالیف قلب یا زمین کی آباد کاری۔ اسی طرح خلفاء راشدین نے بھی جس کو زمین دی یہ دیکھ کر دی کہ اس نے اسلام میں کوئی عمدہ خدمت انجام دی ہے یا وہ اعدائے اسلام کے مقابلہ میں کار آمد ہو سکتا ہے یا یہ کہ ایسا کرنے میں بہتری ہے۔'' (کتاب الخراج ص: ۳۲-۳۵)

یہ تصریحات امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے دراصل عباسی خلیفہ ہارون الرشید کے اس سوال کے جواب میں فرمائی ہیں

کہ جاگیروں کی شرعی حیثیت کیا ہے اور ایک فرماں روا کہاں تک ایسا کرنے کا مجاز ہے؟ اس کا جو کچھ جواب امام صاحب نے دیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ حکومت کی طرف سے عطائے زمین بجائے خود تو ایک جائز فعل ہے مگر نہ سب زمین دینے والے یکساں ہیں اور نہ سب لینے والے۔ ایک عطیہ وہ ہے جو عادل، متدین راست رو اور خدا ترس حکمرانوں نے دیا ہو، اعتدال کے ساتھ دیا ہو دین اور ملت کے سچے خادموں کو، یا کم سے کم مفید اور کار آمد لوگوں کو دیا ہو۔ کسی ایسی غرض کے لیے دیا ہو جس کا فائدہ بحیثیت مجموعی ملک اور ملت ہی کی طرف پلٹتا ہو اور ایسے مال میں سے دیا ہو جس کے دینے کے وہ مجاز تھے۔ دوسرا عطیہ وہ ہے جو ظالموں اور جباروں نے اور نفس پرستوں نے دیا ہو، برے لوگوں کو دیا ہو برے اغراض کے لیے دیا ہو، بے تحاشا دیا ہو، اور ایسے مال میں سے دیا ہو جس کے دینے کا ان کو حق نہ تھا۔ یہ دو مختلف طرح کے عطیے ہیں اور دونوں کا حکم یکساں نہیں ہے۔ پہلا عطیہ جائز ہے اور انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ اس کو برقرار رکھا جائے۔ دوسرا عطیہ ناجائز ہے اور انصاف چاہتا ہے کہ اسے منسوخ کیا جائے۔ بڑا ظالم ہے وہ جو دونوں طرح کے عطیوں کو ایک ہی لکڑی سے ہانک دے۔

(معاشیات اسلام، ملکیت زمین کا مسئلہ، جاگیروں کے معاملہ...)

حقوق ملکیت کا احترام

یہ شواہد و نظائر اُس پورے دور کے عمل درآمد کا نقشہ پیش کرتے ہیں جس میں قرآن کے منشا کی تفسیر خود قرآن کے لانے والے تھے اور اس کے براہ راست شاگردوں نے اپنے اقوال اور اعمال میں کی تھی۔ اس نقشے کو دیکھنے کے بعد کسی شخص کے لیے اس طرح کا کوئی شبہ تک کرنے کی گنجائش باقی نہیں رہتی، کہ زمین کے معاملہ میں اسلام کے پیش نظر یہ اُصول تھا کہ اسے شخصی ملکیتوں سے نکال کر اجتماعی ملکیت بنا دیا جائے اس کے بالکل برعکس اس نقشے سے یہ بات قطعی طور پر ثابت ہو جاتی ہے کہ اسلام کی نگاہ میں زمین سے انتفاع کی فطری اور صحیح صورت یہی ہے کہ وہ افراد کی ملکیت ہو۔ یہی وجہ ہے کہ نبی ﷺ نے محض اتنا ہی نہیں کیا کہ اکثر و بیشتر حالات میں سابق ملکیتوں کو برقرار رکھا، بلکہ جن صورتوں میں آپ ﷺ نے پچھلی ملکیتیں منسوخ کیں، ان میں بھی نئی انفرادی ملکیتیں پیدا کر دیں اور آئندہ کے لیے غیر مملوکہ اراضی پر نئی ملکیتوں کے قیام کا دروازہ کھول دیا اور خود سرکاری املاک کو بھی افراد میں تقسیم کر کے انہیں حقوق ملکیت عطا فرمایا۔ یہ اس بات کا صریح ثبوت ہے کہ سابق نظام ملکیت کو محض ایک ناگزیر برائی کے طور پر تسلیم نہیں کیا گیا تھا بلکہ ایک اصول برحق کی حیثیت سے اس کو باقی رکھا گیا اور آئندہ کے لیے اسی کو جاری کیا گیا۔

اس کا مزید ثبوت وہ احکام ہیں جو نبی ﷺ نے حقوق ملکیت کے احترام کے متعلق دیئے ہیں۔ مسلم نے متعدد حوالوں سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بہنوئی سعید بن زید رضی اللہ عنہ پر ایک عورت نے مروان بن حکم کے زمانے میں دعویٰ دائر کیا ہے کہ انھوں نے میری زمین کا ایک حصہ ہضم کر لیا ہے اس کے جواب میں حضرت سعیدؓ نے مروان کی عدالت میں جو بیان دیا وہ یہ تھا کہ میں اس کی زمین کیسے چھین سکتا تھا جب کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ سنے ہیں کہ **(من اخذ شبراً من الارض ظلما طوقه الی سبع ارضین)** ’’جس شخص نے بالشت بھر زمین از راہ ظلم لی اس کی گردن میں سات تہوں تک اسی زمین کو طوق بنا کر ڈال دیا جائے گا۔‘‘ اسی مضمون کی احادیث مسلم نے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی نقل کی ہیں۔

(مسلم، کتاب المساقاۃ والمزارعۃ، باب تحریم الظلم و غصب الارض)

ابوداؤد، نسائی اور ترمذی نے متعدد حوالوں سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

لیس لعرق ظالم حق۔

''دوسرے کی زمین میں بلا استحقاق آبادکاری کرنے والے کے لیے کوئی حق نہیں۔''

رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

من زرع فی ارض قوم بغیر اذنهم فلیس له من الزرع شیء و له نفقة۔

''جس نے دوسرے لوگوں کی زمین میں ان کی اجازت کے بغیر کاشت کی وہ اس کھیتی پر تو کوئی حق نہیں رکھتا البتہ اس کا خراج اسے دلوا دیا جائے گا۔'' (ابوداؤد، ابن ماجہ، ترمذی)

عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس ایک مقدمہ آیا جس میں ایک شخص نے ایک انصاری کی زمین میں کھجور کے درخت لگا دیئے تھے اس پر آں حضرت ﷺ نے فیصلہ دیا کہ وہ درخت اکھاڑ کر پھینک دیئے جائیں اور زمین اصل مالک کے حوالے کی جائے۔ (ابوداؤد)

یہ احکام کس چیز کی شہادت دیتے ہیں؟ کیا اس بات کی کہ زمین کی شخصی ملکیت کوئی برائی تھی جسے مٹانا مطلوب تھا مگر ناگزیر سمجھ کر مجبوراً اس کو برداشت کیا گیا؟ یا اس بات کی کہ یہ سراسر ایک جائز و معقول حق تھا جس کا احترام فرد اور حکومت دونوں پر فرض کر دیا گیا؟ (معاشیات اسلام، ملکیت زمین کا مسئلہ: حقوق ملکیت کا احترام'')

تخریج:‹ا› حَدَّثَنَا اَبُو الرَّبِيعِ الْعَتَكِيُّ. حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ اَبِيهِ. اَنَّ اَرْوٰى بِنْتَ اُوَيْسٍ ادَّعَتْ عَلٰى سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ اَنَّهُ اَخَذَ شَيْئًا مِنْ اَرْضِهَا، فَخَاصَمَتْهُ اِلٰى مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ. فَقَالَ سَعِيدٌ: اَنَا كُنْتُ اٰخُذُ مِنْ اَرْضِهَا شَيْئًا بَعْدَ الَّذِى سَمِعْتُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ؟ قَالَ: وَمَا سَمِعْتَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ؟ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: مَنْ اَخَذَ شِبْرًا مِنَ الْاَرْضِ ظُلْمًا طُوِّقَهُ اِلٰى سَبْعِ اَرَضِيْنَ. فَقَالَ لَهُ مَرْوَانُ: لَا اَسْأَلُكَ بَيِّنَةً بَعْدَ هٰذَا. فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ، اِنْ كَانَتْ كَاذِبَةً فَعَمِّ بَصَرَهَا وَاقْتُلْهَا فِىْ اَرْضِهَا. قَالَ: فَمَا مَاتَتْ حَتّٰى ذَهَبَ بَصَرُهَا. ثُمَّ بَيْنَا هِىَ تَمْشِىْ فِىْ اَرْضِهَا اِذَا وَقَعَتْ فِىْ حُفْرَةٍ فَمَاتَتْ.

انہی سے مروی ایک دوسری روایت میں ہے:

عَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِىَّ ﷺ يَقُوْلُ: مَنْ اَخَذَ شِبْرًا مِّنَ الْاَرْضِ ظُلْمًا، فَاِنَّهُ يُطَوَّقُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ سَبْعِ اَرَضِيْنَ۔ (۱۷)

〈۲〉 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ، اَخْبَرَنَا اَيُّوْبُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: مَنْ اَحْيَا اَرْضًا مَيِّتَةً فَهِيَ لَهٗ وَ لَيْسَ لِعِرْقِ ظَالِمٍ حَقٌّ۔ (۱۸)

〈۳〉 حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ۔ حَدَّثَنَا شَرِيْكُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النَّخَعِيُّ، عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ، اَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: مَنْ زَرَعَ فِيْ اَرْضِ قَوْمٍ بِغَيْرِ اِذْنِهِمْ فَلَيْسَ لَهٗ مِنَ الزَّرْعِ شَيْءٌ وَ لَهٗ نَفَقَتُهٗ۔ (۱۹)

زرعی اراضی کی تحدید

یہ بات اصولی طور پر جان لینے کی ہے کہ حکومت کی عطا کردہ جاگیروں کے حقوق ملکیت اس طرح قائم نہیں ہوجاتے جس طرح کسی شخص کو اپنی زرخرید املاک یا موروثی ملکیتوں پر حاصل ہوتے ہیں۔ جاگیروں کے معاملے میں حکومت کو ہر وقت نظر ثانی کرنے کا حق حاصل ہے اور کسی عطیہ کو نامناسب پا کر حکومت منسوخ بھی کرسکتی ہے اور اس میں ترمیم بھی کرسکتی ہے۔

اس کی کئی نظیریں احادیث و آثار میں موجود ہیں، ابیض بن حمال مآزنی کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مآرب میں ایک ایسی زمین دی جس سے نمک نکلتا تھا۔ بعد میں جب لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو توجہ دلائی کہ وہ تو نمک کی بڑی کان ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اجتماعی مفاد کے خلاف پا کر اپنا عطیہ منسوخ فرمادیا۔ اس سے صرف یہی بات معلوم نہیں ہوتی کہ سرکاری عطایا پر نظر ثانی کی جاسکتی ہے بلکہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کسی شخص کو حد اعتدال سے زیادہ دے دینا اجتماعی مفاد کے خلاف ہے اور اگر ایسا عطیہ دیا جاچکا ہو تو اس پر نظر ثانی کرنی چاہیے۔ یہی بات اُس روایت سے معلوم ہوتی ہے جس میں ذکر آتا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو ایک زمین کے عطیہ کا فرمان لکھ کردیا اور فرمایا کہ اس پر فلاں فلاں اصحاب کی شہادت ثبت کرالو جن میں سے ایک حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے جب حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو آپ نے اس پر اپنی مہر لگانے سے انکار کردیا اور کہا۔ **هذا كله لك دون الناس؟** ''کیا اتنی ساری زمین دوسروں کو چھوڑ کر تنہا تم اکیلے کو دے دی جائے؟''

(ملاحظہ ہو کتاب الاموال لابی عبید ص:۲۷۶-۲۷۵)

رہا حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا معاملہ تو جس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ زمین ان کو دی ہے اس وقت بے حساب زمینیں غیر آباد پڑی تھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بڑا مسئلہ یہ تھا کہ کسی طرح ان کو آباد کیا جائے۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس زمانہ میں بکثرت لوگوں کو افتادہ اراضی کے بڑے بڑے رقبے عطا فرمائے تھے۔ (معاشیات اسلام، زرعی اراضی کی تحدید کا مسئلہ)

تخریج: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ الثَّقَفِيُّ وَ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُتَوَكِّلِ الْعَسْقَلَانِيُّ، اَلْمَعْنٰى وَاحِدٌ اَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ يَحْيَى بْنِ قَيْسٍ الْمَارِبِيَّ حَدَّثَهُمْ، اَخْبَرَنِيْ اَبِيْ عَنْ ثُمَامَةَ بْنِ شَرَاحِيْلَ، عَنْ

سُمَيِّ بْنِ قَيْسٍ، عَنْ شَمِيْرٍ، قَالَ ابْنُ الْمُتَوَكِّلِ: ابْنُ عَبْدِ الْمَدَانِ، عَنْ اَبْيَضَ بْنِ حَمَّالٍ، اَنَّهُ وَفَدَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَاسْتَقْطَعَهُ الْمِلْحَ، قَالَ ابْنُ الْمُتَوَكِّلِ: الَّذِیْ بِمَارِبَ، فَقَطَعَهُ لَهُ، فَلَمَّا اَنْ وَلّٰى قَالَ رَجُلٌ مِنَ الْمَجْلِسِ: أَتَدْرِیْ مَا قَطَعْتَ لَهُ، اِنَّمَا قَطَعْتَ لَهُ الْمَاءَ الْعِدَّ، قَالَ: فَانْتَزَعَ مِنْهُ۔ الحديث۔ (۲۰)

ترجمہ: ابیض بن حمال کا بیان ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور نمک کی کان اپنے لیے جاگیر بنانے کی درخواست کی۔ (ابن متوکل نے کہا کہ یہ کان یمن میں واقع مارب میں تھی) آپ نے وہ کان اسے جاگیر کے طور پر عنایت فرما دی۔ یونہی وہ واپس ہوا تو مجلس میں موجود ایک شخص نے عرض کیا (اے اللہ کے رسولؐ) آپ کو معلوم ہے کہ آپ نے اسے کیا جاگیر عنایت فرمادی ہے... آپ نے تو اسے ایسا چشمۂ جاری عطا فرمادیا ہے جو کبھی بند نہیں ہوگا۔ راوی کا بیان ہے کہ (یہ سن کر) آپ نے اس سے اسے واپس لے لیا۔

قیمتوں میں تسعیر (Price Control)

۹-اِنَّ السَّعْرَ غَلَاؤُهٗ وَ رَخْصَهٗ بِيَدِ اللّٰهِ وَ اِنِّیْ اُرِيْدُ اَنْ اَلْقَى اللّٰهَ وَ لَيْسَ لِاَحَدٍ عِنْدِیْ مَظْلِمَةٌ يَطْلُبُنِیْ بِهَا۔

"قیمتوں کا چڑھنا اور گرنا اللہ کے ہاتھ میں ہے (یعنی قدرتی قوانین کے تحت ہے) اور میں چاہتا ہوں کہ اپنے خدا سے ملوں تو اس حال میں ملوں کہ کوئی شخص میرے خلاف ظلم و بے انصافی کی شکایت کرنے والا نہ ہو۔" (۱)

تخریج: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ الدِّمَشْقِیُّ اَنَّ سُلَيْمَانَ بْنَ بِلَالٍ حَدَّثَهُمْ، قَالَ حَدَّثَنِی الْعَلَاءُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ، اَنَّ رَجُلًا جَاءَ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، سَعِّرْ، فَقَالَ: بَلْ اَدْعُوْ: ثُمَّ جَاءَهٗ رَجُلٌ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، سَعِّرْ، فَقَالَ: بَلِ اللّٰهُ۔ يَخْفِضُ وَ يَرْفَعُ، وَ اِنِّیْ لَاَرْجُوْ اَنْ اَلْقَى اللّٰهَ وَ لَيْسَ لِاَحَدٍ عِنْدِیْ مَظْلِمَةٌ۔ (۲۱)

---

(۱) اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ نے برائی کو اس کے حال پر چھوڑ دیا اور اس کے علاج کی طرف توجہ نہیں فرمائی۔ دراصل جس چیز سے آپ ﷺ نے انکار کیا تھا وہ یہ تھی کہ حکومت اپنی مصنوعی مداخلت سے قیمتوں کے پیچیدہ نظام کو درہم برہم کرے۔ اس طریقہ کو چھوڑ کر آپ نے اپنی پوری قوت کاروباری لوگوں کی اخلاقی اصلاح پر صرف فرمائی اور مسلسل تبلیغ سے یہ بات ان کے ذہن نشین کی کہ جان بوجھ کر قیمتیں چڑھانا ایک بہت بڑا گناہ ہے یہ تبلیغ خوب کارگر ثابت ہوئی اور کچھ زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ قیمتیں اعتدال پر آنی شروع ہوگئیں اور یہ گنجائش کچھ اس فطری نظام ہی میں نکل سکتی ہے کہ ایک آدمی معاشرے کے اندر رہتے ہوئے بھی اپنی معیشت میں آزاد اور اپنی زندگی میں مستقل ہوسکے وہ بے شمار چھوٹے بڑے ازم جو نیم پختہ ذہن کے لوگ آئے دن تصنیف کرتے رہتے ہیں تو وہ سب ایک نہ ایک طرح کا مصنوعی نظام تجویز کرتے ہیں جس میں آدمی ایک مستقل ذی روح انسان ایک ذی شعور حیثیت اور ایک مقصدی اہمیت رکھنے والی ہستی کے بجائے محض اجتماعی مشین کا ایک پرزہ بن کر رہ جاتا ہے۔

(اسلام اور جدید معاشی نظریات، جدید معاشی پیچیدگیوں کا اسلامی حل")

پس منظر: نبی ﷺ کے زمانہ میں ایک مرتبہ مدینہ طیبہ میں قیمتیں چڑھ گئیں لوگوں نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ آپ ﷺ قیمتیں مقرر فرما دیں آپؐ نے مذکورہ بالا جواب دیا۔

اُس کے بعد آپ ﷺ نے مسلسل اپنے خطبوں میں، بات چیت میں اور لوگوں سے ملاقاتوں میں یہ فرمانا شروع کیا کہ:

۱۰- اَلْجَالِبُ مَرْزُوْقٌ وَالْمُحْتَكِرُ مَلْعُوْنٌ۔

''ضروریات زندگی کو بازار میں لانے والا خدا سے رزق اور رحمت پاتا ہے اور ان کو روک رکھنے والا خدا کی لعنت کا مستحق ہوتا ہے۔''

تخریج: حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيِّ الْجَهْضَمِيُّ۔ ثَنَا اَبُوْ اَحْمَدَ۔ ثنا اِسْرَآئِيْلُ عَنْ عَلِيِّ بْنِ سَالِمِ بْنِ ثَوْبَانَ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدِ بْنِ جُدْعَانَ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اَلْجَالِبُ مَرْزُوْقٌ وَالْمُحْتَكِرُ مَلْعُوْنٌ۔ (۲۲)

۱۱- مَنِ احْتَكَرَ طَعَاماً اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا يُرِيْدُ بِهِ الْغَلاَءَ فَقَدْ بَرِئَ مِنَ اللّٰهِ وَ بَرِئَ اللّٰهُ مِنْهُ۔

''جس نے چالیس دن تک غلہ روک کر رکھا تا کہ قیمتیں چڑھیں اللہ کا اس سے اور اس کا اللہ سے کوئی تعلق نہیں۔''

تخریج: عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَنِ احْتَكَرَ طَعَامًا اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا يُرِيْدُ بِهِ الْغَلاَءَ فَقَدْ بَرِئَ مِنَ اللّٰهِ وَ بَرِئَ اللّٰهُ مِنْهُ۔(۲۳)

۱۲- بِئْسَ الْعَبْدُ الْمُحْتَكِرُ اَنْ رَخَّصَ اللّٰهُ الْاِسْعَارَ حَزِنَ وَ اِنْ اَغْلاَهَا فَرِحَ۔

''کتنا برا ہے وہ شخص جو اشیاء ضرورت کو روک کر رکھتا ہے ارزانی ہوتی ہے تو اُس کا دل دکھتا ہے گرانی بڑھتی ہے تو وہ خوش ہوتا ہے۔''

تخریج: اَخْبَرَنَا اَبُوْ سَعْدٍ الْمَالِيْنِيُّ۔ اَنَا اَبُوْ اَحْمَدَ بْنُ عَدِيٍّ، ثَنَا عَلِيُّ بْنُ اَحْمَدَ بْنِ عَلِيِّ بْنِ عِمْرَانَ الْجُرْجَانِيُّ بِحَلَبٍ، ثَنَا عَطِيَّةُ بْنُ بَقِيَّةَ، حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ ثَوْرِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ، عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: بِئْسَ الْعَبْدُ الْمُحْتَكِرُ اِذَا رَخَّصَ اللّٰهُ الْاِسْعَارَ حَزِنَ وَ اِذَا غَلّٰى فَرِحَ۔ (۲٤)

۱۳- مَنِ احْتَكَرَ طَعَاماً اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا ثُمَّ تَصَدَّقَ بِهِ لَمْ يَكُنْ لَهُ كَفَّارَةٌ۔ (زرین)

''جس نے چالیس دن تک غلہ کو روک کر رکھا پھر اگر وہ اُس غلہ کو خیرات بھی کر دے تو اس گناہ کی تلافی نہ ہوگی جو اُن چالیس دنوں کے دوران میں وہ کر چکا ہے۔''

تخریج: عَنْ اَبِی اُمَامَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: مَنِ احْتَكَرَ طَعَامًا اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا ثُمَّ تَصَدَّقَ بِهٖ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ كَفَّارَةٌ۔ (۲۵)

تشریح: اس طرح نبی ﷺ احتکار کے خلاف مسلسل تبلیغ فرماتے رہے یہاں تک کہ تاجروں کے نفس کی اصلاح خود بخود ہوگئی۔ اور جو ذخیرے روکے گئے تھے وہ سب بازار میں آ گئے۔

یہ شان ہے اُس حکمران کی جس کی حکومت اخلاق فاضلہ کی بنیاد پر قائم ہو اُس کی اصل قوت پولس اور عدالت اور کنٹرول اور آرڈیننس نہیں ہوتے بلکہ وہ انسانوں کے قلب و روح کی تہوں میں برائی کی جڑوں کا استیصال کرتا ہے نیتوں کی اصلاح کرتا ہے، خیالات اور ذہنیتیں بدلتا ہے، معیار قدر بدلتا ہے اور لوگوں سے رضا کارانہ اپنے ان احکام کی پابندی کراتا ہے جو بجائے خود صحیح اخلاقی بنیادوں پر مبنی ہوتے ہیں برعکس اس کے یہ دنیوی حکام جن کی اپنی نیتیں درست نہیں ہیں، جن کے اپنے اخلاق فاسد ہیں اور جن کی حکمرانی کے لیے جابرانہ تسلط کے سوا کوئی دوسری بنیاد بھی موجود نہیں ہے انہیں جب کبھی اس طرح کے حالات سے سابقہ پیش آتا ہے جیسے آج کل درپیش ہیں تو یہ سارا کام جبر سے نکالنے کی کوشش کرتے ہیں اور اخلاق کی اصلاح کرنے کے بجائے عامۃ الناس کے اخلاقی بگاڑ میں جو تھوڑی بہت کسر رہ گئی ہے اسے بھی پورا کر کے چھوڑتے ہیں۔

اسلام جو ذہنیت اور اخلاقی نقطۂ نظر انسان کے اندر پیدا کرتا ہے اس کا سنگ بنیاد ہے خدا کا خوف اور خدا کے سامنے اپنی ذمے داری کا احساس یہ دونوں اوصاف جس شخص یا جس گروہ میں موجود ہوں اس پر اگر اجتماعی معاملات کی سربراہی کا بار ڈال دیا جائے تو وہ ایسا ایک نظام قائم کرنے اور چلانے کے لیے خود ہی تیار نہیں ہوسکتا جس میں اپنے ذاتی بوجھ کے ساتھ ساتھ لاکھوں کروڑوں انسانوں کی انفرادی ذمہ داریوں کا بوجھ بھی وہ ان کے سر سے اتار کر خود اپنے سر پر لاد لے۔ مزید برآں اسلام ہر معاملہ میں انسان کو فطری حالت سے قریب تر رکھنا چاہتا ہے اور زندگی کے کسی پہلو میں بھی مصنوعی پن کو پسند نہیں کرتا انسانی معیشت کے لیے فطری حالت یہی ہے کہ خدا نے رزق کے جو ذرائع اس زمین پر پیدا کیے ہیں ان کو افراد اپنے قبضے میں لائیں فرد فرد اور گروہ گروہ بن کر ان پر تصرف اور ان سے استفادہ کریں اور اپنے آپس میں اشیاء اور خدمات کا آزادانہ لین دین کرتے رہیں غیر معلوم مدت سے اسی طرز پر انسانی معیشت کا کارخانہ چلتا آ رہا ہے۔

کسی چیز کو قبضہ میں لینے سے پہلے فروخت کرنا

۱۴- لَا تَبِعْ مَا لَيْسَ عِنْدَكَ۔ (ترمذی، ابن ماجه، ابو داؤد، نسائی)

''کوئی ایسی چیز نہ بیچو جو فی الواقع تمہارے پاس موجود نہ ہو۔''

تخریج: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ، عَنْ اَبِیْ بِشْرٍ، عَنْ يُوْسُفَ بْنِ مَاهَكَ، عَنْ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ، قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، يَاْتِيْنِي الرَّجُلُ فَيُرِيْدُ مِنِّي الْبَيْعَ لَيْسَ عِنْدِیْ اَفَاَبْتَاعُهٗ لَهٗ مِنَ السُّوْقِ؟ فَقَالَ: لَا تَبِعْ مَا لَيْسَ عِنْدَكَ۔ (۲۶)

١٥- اِذَا اشْتَرَيْتَ شَيْئًا فَلَا تَبِعْهُ حَتّٰى تَقْبِضَهٗ۔

”جب تم کوئی چیز خریدو تو اسے اپنے قبضہ میں لینے سے پہلے آگے فروخت نہ کرو۔“

تخریج: ⟨١⟩ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ، ثَنَا يَحْيٰى بْنُ سَعِيْدٍ، ثَنَا هِشَامٌ يعني الدَّسْتَوَائِيُّ، حَدَّثَنِیْ يَحْيٰى بْنُ اَبِیْ كَثِيْرٍ عَنْ رَجُلٍ، اَنَّ يُوْسُفَ بْنَ مَاهَكَ اَخْبَرَهٗ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَصْمَةَ اَخْبَرَهٗ اَنَّ حَكِيْمَ بْنَ حِزَامٍ اَخْبَرَهٗ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ اَشْتَرِیْ بُيُوْعًا فَمَا يَحِلُّ لِیْ مِنْهَا وَ مَا يَحْرُمُ عَلَیَّ؟ فَاِذَا اشْتَرَيْتَ بَيْعًا فَلَا تَبِعْهُ حَتّٰى تَقْبِضَهٗ۔ (٢٧)

⟨٢⟩ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ وَ سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ ح، وَ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ وَ هٰذَا لَفْظُ مُسَدَّدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ طَاوٗسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اِذَا اشْتَرٰى اَحَدُكُمْ طَعَامًا فَلَا يَبِعْهُ حَتّٰى يَقْبِضَهٗ۔ الخ (٢٨)

١٦- نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اَنْ يَشْتَرِیَ الطَّعَامَ ثُمَّ يَبَاعَ حَتّٰى يَسْتَوْفِیَ۔ (احمد، مسلم)

”نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا کہ ایک شخص غلہ خریدے اور پورا پورا ناپ تول کر لینے سے پہلے اسے آگے کو فروخت کردے۔“

تخریج: عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم نَهٰى اَنْ يَّبِيْعَ اَحَدٌ طَعَامًا اشْتَرَاهُ بِكَيْلٍ حَتّٰى يَسْتَوْفِيَهٖ۔

ابن عباس سے مروی روایت میں ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَنِ ابْتَاعَ طَعَامًا فَلَا يَبِعْهُ حَتّٰى يَكْتَالَهٗ۔ (٢٩)

١٧- كَانُوْا يَتَبَايَعُوْنَ الطَّعَامَ جُزَافًا بِاَعْلَى السُّوْقِ فَنَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اَنْ يَبِيْعُوْهُ حَتّٰى يَنْقُلُوْهُ۔ (بخاری، مسلم، ابو داؤد)

”لوگ غلے کے ڈھیر منڈی میں کھڑے کھڑے خریدتے اور وہیں بیچ دیتے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ جب تک غلہ اس جگہ سے منتقل نہ کر دیا جائے اسے آگے نہ بیچا جائے۔“

تخریج: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، اَخْبَرَنِیْ نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ، كَانُوْا يَتَبَايَعُوْنَ الطَّعَامَ جُزَافًا بِاَعْلَى السُّوْقِ، فَنَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اَنْ يَّبِيْعُوْهُ حَتّٰى يَنْقُلُوْهُ۔ (٣٠)

تشریح: ان احادیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ایک چیز کو خرید کر قبضے میں لیے بغیر بیچنا ممنوع ہے۔ اس کے ممنوع ہونے کی عقلی دلیل یہ ہے کہ اول تو اس طرح کی خرید وفروخت میں جھگڑے کے امکانات زیادہ ہیں، دوسرے اس میں بغیر کسی حقیقی تمدنی خدمت کے ایک شخص سے دوسرا شخص ایک غائب چیز کو اپنا منافع لگا لگا کر بیچتا اور خریدتا چلا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ صارفین (Consumers) تک پہنچتے پہنچتے اس چیز کی قیمت چڑھ کر کہیں سے کہیں پہنچ جاتی ہے۔ یہ بہت سے بچولیوں کی منافع خوری بغیر اس کے کہ وہ واقعی کوئی خدمت اس مال کے پیدا کرنے یا فراہم کرنے میں انجام دیں، خواہ مخواہ اشیاء کی قیمتیں چڑھنے کی موجب بنتی ہے۔ (رسائل ومسائل حصہ دوم، چند کاروباری مسائل)

ادائے قرض سے عاجز شخص اور اسلامی عدالت

۱۸- ''ایک شخص کے کاروبار میں گھاٹا آ گیا اور اس پر قرضوں کا بار بہت چڑھ گیا معاملہ نبی ﷺ کے پاس آیا آپ نے لوگوں سے اپیل کی کہ اپنے اس بھائی کی مدد کرو۔ چناں چہ بہت سے لوگوں نے اس کو مالی امداد دی مگر قرضے پھر بھی صاف نہ ہو سکے۔ تب آپ نے اس کے قرض خواہوں سے فرمایا کہ جو کچھ حاضر ہے بس وہی لے کر اسے چھوڑ دو۔ اس سے زیادہ تمہیں نہیں دلوایا جا سکتا۔''

تخریج: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ بُكَيْرٍ، عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِی سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: اُصِيبَ رَجُلٌ فِی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِی ثِمَارٍ ابْتَاعَهَا۔ فَكَثُرَ دَيْنُهُ۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ تَصَدَّقُوْا عَلَيْهِ، فَتَصَدَّقَ النَّاسُ عَلَيْهِ۔ فَلَمْ يَبْلُغْ ذٰلِكَ وَفَاءَ دَيْنِهٖ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِغُرَمَائِهٖ، خُذُوْا مَا وَجَدْتُّمْ۔ وَ لَيْسَ لَكُمْ اِلَّا ذٰلِكَ۔ (۳۱)

تشریح: جو شخص ادائے قرض سے عاجز آ گیا ہو، اسلامی عدالت اس کے قرض خواہوں کو مجبور کرے گی کہ اسے مہلت دیں، اور بعض حالات میں وہ پورا قرض یا قرض کا ایک حصہ معاف بھی کرانے کی مجاز ہوگی۔

فقہاء نے تصریح کی ہے کہ ایک شخص کے رہنے کا مکان، کھانے کے برتن، پہننے کے کپڑے اور وہ آلات جن سے وہ اپنی روزی کماتا ہو، کسی حالت میں قرق نہیں کیے جا سکتے۔ (تفہیم القرآن: ج ۱، البقرہ حاشیہ: ۳۲۴)

رزق حلال موجب اجر وثواب

۱۹- مَثَلُ الَّذِیْ يَعْمَلُ وَ يَحْتَسِبُ فِیْ صَنْعَتِهِ الْخَيْرَ كَمَثَلِ اُمِّ مُوْسٰی تُرْضِعُ وَلَدَهَا وَ تَاْخُذُ اَجْرَهَا۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۳، القصص: ۳۸۲)

''جو شخص اپنی روزی کمانے کے لیے کام کرے اور اس کام میں اللہ کی خوشنودی پیش نظر رکھے اس کی مثال حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی سی ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹے کو دودھ پلایا اور اس کی اجرت بھی پائی۔''

تخریج: جَآءَ فِی الْحَدِیْثِ: مَثَلُ الَّذِیْ یَعْمَلُ وَ یَحْتَسِبُ فِیْ صَنْعَتِهِ الْخَیْرَ کَمَثَلِ اُمِّ مُوْسٰی تُرْضِعُ وَلَدَهَا وَ تَاْخُذُ اَجْرَهَا۔ (۳۲)

تشریح: یعنی ایسا شخص اگرچہ اپنا اور اپنے بال بچوں کا پیٹ بھرنے کے لیے کام کرتا ہے، جس کے ساتھ بھی معاملہ کرتا ہے اس کا حق ٹھیک ٹھیک ادا کرتا ہے اور رزق حلال سے اپنے نفس اور اپنے بال بچوں کی پرورش اللہ عزوجل کی عبادت سمجھتے ہوئے کرتا ہے اس لیے وہ اپنی روزی کمانے پر بھی اللہ عزوجل کے ہاں اجر کا مستحق ہوتا ہے۔ گویا روزی بھی کمائی اور اللہ سے اجر و ثواب بھی پایا۔

۲۰-اِنْ عَلِمْتُمْ فِیْهِمْ حِرْفَةً وَلَا تُرْسِلُوْهُمْ کَلًّا عَلَی النَّاسِ۔ (ابن کثیر، بحوالۂ ابو داؤد)

''اگر تمہیں معلوم ہو کہ وہ کما سکتا ہے تو مکاتبت کرو۔ یہ نہ ہو کہ اسے لوگوں سے بھیک مانگتے پھرنے کے لیے چھوڑ دو۔''

تخریج: وَ رَوٰی اَبُوْ دَاوٗدُ فِی الْمَرَاسِیْلِ عَنْ یَحْیَ بْنِ اَبِیْ کَثِیْرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ (فَکَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِیْهِمْ خَیْرًا۔ (النور:۳۳) قَالَ: اِنْ عَلِمْتُمْ فِیْهِمْ حِرْفَةً وَلَا تُرْسِلُوْهُمْ کَلًّا عَلَی النَّاسِ) (۳۳)

تشریح: گویا کہ اگر غلام مکاتبت کرنا چاہے تو اس میں مال کتابت ادا کرنے کی صلاحیت بھی ہونی چاہیے۔ یعنی وہ کما کر یا محنت کر کے اپنی آزادی کا فدیہ ادا کرسکتا ہے۔

ماخذ

(۱) ابو داؤد ج۳ کتاب الخراج والامارۃ والفئی۔ باب فی اقطاع الارضین۔

(۲) ابو داؤد ج۳ کتاب الخراج والامارۃ والفئی باب فی تعشیر اهل الذمة اذا اختلفوا بالتجارات۔

(۳) ابو داؤد ج۳ کتاب الخراج والامارۃ والفئی باب فی تعشیر اهل الذمة اذا اختلفوا بالتجارات۔

(٤) بخاری ج ۱ کتاب الحرث المزارعة وما جاء فیه باب من احیٰی ارضاً مواتاً۔

(٥) ترمذی ج ۱ ابواب الاحکام، باب ما ذکر فی احیاء ارض الموات☆ ابو داؤد ج۳ کتاب الخراج والامارۃ والفئی، باب فی احیاء الموات عن عروۃ☆ مؤطا امام مالك ج ۲ کتاب الاقضیة، باب القضاء فی عمارة الموات☆ سنن دارمی ج ۲ کتاب البیوع، باب من احیا ارضا میتة فهی له عن جابر بن عبد اللّٰه سنن دارمی نے من احیا ارضا میتة فله فیها اجر نقل کیا هے☆ مسند احمد ج۳ ص ۳۰٤- ۳۲۷- ۳۳۸- ۳٥٦- ۳٦۳- ۳۸۱☆ السنن الکبریٰ ج٦ کتاب الغصب باب لیس لعرق ظالم حق۔ عن سعید بن زید۔(هذا حدیث حسن غریب) وَ قَدْ رَوَاهُ بَعْضُهُمْ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِیْهِ، عَنِ النَّبِیِّ ﷺ مُرْسَلاً۔ وَالْعَمَلُ عَلٰی هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ ﷺ وَ

غَیْرِهِمْ۔ وَ هُوَ قَوْلُ اَحْمَدَ وَ اِسْحَاقَ، وَ قَالُوْا لَهٗ اَنْ یُّحْیِیَ الْاَرْضَ الْمَوَاتَ بِغَیْرِ اِذْنِ السُّلْطَانِ، وَ قَالَ بَعْضُهُمْ لَیْسَ لَهٗ اَنْ یُّحْیِیَهَا اِلَّا بِاِذْنِ السُّلْطَانِ وَالْقَوْلُ الْاَوَّلُ اَصَحُّ۔ وَ فِی الْبَابِ عَنْ جَابِرٍ، وَ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ الْمُزَنِیِّ جَدِّ کَثِیْرٍ وَ سَمُرَةَ۔

(۶) ابو داؤد ج۳ کتاب الخراج والامارۃ والفئی باب فی احیاء الموات☆مسند احمد ج۳ص ۳۸۱، ج۵ ص ۱۲-۲۱۔

(۷) ابو داؤد ج۳ کتاب الخراج والامارۃ والفئی باب فی اقطاع الارضین۔

(۸) ابو داؤد ج۳ کتاب الخراج والامارۃ والفئی باب فی احیاء الموات۔

(۹) ابو داؤد ج۳ کتاب الخراج والامارۃ والفئی باب فی احیاء الموات۔

عروہ سے منقول ایک اور روایت میں ھے:

عَنْ عُرْوَةَ، قَالَ: اَشْهَدُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَضٰی اَنَّ الْاَرْضَ اَرْضُ اللّٰهِ وَالْعِبَادَ عِبَادُ اللّٰهِ وَ مَنْ اَحْیَا مَوَاتًا فَهُوَ اَحَقُّ بِهٖ، جَآءَ نَا بِهٰذَا عَنِ النَّبِیِّ ﷺ الَّذِیْنَ جَآءُوْا بِالصَّلَوَاتِ عَنْهُ۔

سمرہ کی روایت کے الفاظ ھیں:

عَنْ سَمُرَةَ، عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: مَنْ اَحَاطَ حَائِطًا عَلٰی اَرْضٍ فَهِیَ لَهٗ۔

ترمذی نے ایک روایت حضرت جابر سے بھی روایت کی ھے:

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ۔ حَدَّثَنَا اَیُّوْبُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ وَهْبِ بْنِ کَیْسَانَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: مَنْ اَحْیٰی اَرْضًا مَیْتَةً فَهِیَ لَهٗ۔ قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ۔

☆ ترمذی ج۱ ابواب الاحکام باب ما ذکر فی احیاء ارض الموات۔☆ترمذی نے بھی سعید بن زید کے حوالہ سے روایت کیا ھے۔ عن النبی ﷺ قال: من احیا ارضا میتة فهی له ولیس لعرق ظالم حق۔ قال ابو عیسی: هذا حدیث حسن غریب۔ و قد رواه بعضهم عن هشام بن عروة عن ابیه، عن النبی ﷺ مرسلا۔ والعمل علی هذا الحدیث عند بعض اهل العلم، و هو قول احمد و اسحاق۔ قالوا: له ان یحی الارض الموات بغیر اذن السلطان۔ و قد قال بعضهم: لیس له ان یحییها الا باذن السلطان والقول الاول اصح: قال: و فی الباب عن جابر و عمرو بن عوف المزنی جد کثیر و سمرة۔ حدثنا ابو موسی محمد بن المثنی قال: سألت ابا الولید الطیالسی عن قوله (و لیس لعرق ظالم حق) فقال: العرق الظالم۔ الغاصب الذی یاخذ ما لیس له۔ قلت: هو الرجل الذی یغرس فی ارض غیره و قال: هو ذاک۔ حدثنی یحیی عن مالک، عن هشام بن عروة، عن ابیه، ان رسول اللّٰه ﷺ، قال: من احیا ارضا میتة فهی له، و لیس لعرق ظالم حق۔ مرسل باتفاق الرواة= قال مالک۔ والعرق الظالم کل ما احتفر او اخذ او غرس بغیر حق۔ (مؤطا امام مالک کتاب الاقضیة باب القضاء فی عمارة الموات)

☆مسند احمد ج۵ص ۳۲۷۔ پر صرف لیس لعرق ظالم حق کے الفاظ ھیں۔ بخاری ج۱ کتاب الحرث والمزارعة، باب من احیا ارضا میتة فهی له☆ ابو داؤد ج۳ کتاب الخراج والامارة والفئی، باب فی احیاء الموات ☆ابوداؤد نے سعید بن زید کے حوالہ سے من احیا ارضا میتة فهی له، و لیس لعرق ظالم حق۔☆ دارمی کتاب البیوع باب ۶۵☆ مؤطا امام مالک کتاب الاقضیة باب ۲۶-۲۷ مشکوٰة باب الغصب ص ۲۵۵۔ الفصل الثانی۔

(۱۰) مسند احمد ج۱ ص ۱۹۲۔

(۱۱) ابو داؤد ج ۳ کتاب الخراج والامارة والفئی، باب فی اقطاع الارضیین☆ ترمذی، ابواب الاحکام☆ مسند احمد ج ٦، ص ۳۹۹۔

(۱۲) ابو داؤد ج ۳ کتاب الخراج والامارة والفئی باب فی اقطاع الارضین☆ مسند احمد ج ۲ ص ۱۵٦۔ عن عبد اللّٰہ بن عمر۔

(۱۳) کتاب الخراج لابی یوسف: باب فی ان ارض البصرة و خراسان...

(۱٤) کتاب الخراج لابی یوسف: باب فی ان ارض البصرة و خراسان...

(۱۵) کتاب الخراج لابی یوسف: فصل فی ارض البصرة و خراسان...

(۱٦) کتاب الخراج لابی یوسف: فصل فی ارض البصرة و خراسان...

(۱۷) مسلم ج ۲ کتاب المساقاة۔ باب تحریم الظلم و غصب الارض و غیرھا☆ بخاری ج ۱ کتاب بدء الخلق، ماجاء فی سبع ارضین☆ دارمی ج ۲ کتاب البیوع۔ باب من اخذ شبرا من الارض۔ عن سعید بن زید۔

انہی سے مروی ایک اور روایت میں ہے:

عن سعید بن زید بن عمرو بن نفیل ان اروی خاصمته فی بعض داره، فقال: دعوھا و ایاہ، فانی سمعت رسول اللّٰہ ﷺ یقول: من اخذ شبرا من الارض بغیر حقه، طوقه فی سبع ارضین یوم القیامة اللھم ان کانت کاذبة فاعم بصرھا، واجعل قبرھا فی دارھا۔ قال: فرأیتھا عمیاء تلتمس الجدر۔ تقول: اصابتنی دعوة سعید بن زید۔ فبینما تمشی فی الدار فمرت علی بئر فی الدار فوقعت فیھا۔ فکانت قبرھا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت ہے:

عن ابی ھریرة قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ: لا یاخذ احد شبرا من الارض بغیر حقه، الا طوقه اللّٰہ الی سبع ارضین یوم القیامة۔

حضرت عائشہؓ سے مروی روایت میں ہے:

ان ابا سلمة حدثه، و کان بینه و بین قومه خصومة فی ارض و انه دخل علی عائشة فذکر ذلك لھا۔ فقالت: یا ابا سلمة۔ اجتنب الارض۔ فان رسول اللّٰہ ﷺ قال من ظلم قید شبر من الارض طوقه من سبع ارضین۔

☆مسلم ج ۲ کتاب المساقاة باب تحریم الظلم و غصب الارض و غیرھا☆ بخاری ج ۱ کتاب بدء الخلق باب ماجاء فی سبع ارضین۔ الخ۔ عن عائشة۔☆ بخاری ج ۱ کتاب المظالم، باب اثم من ظلم شیئا من الارض۔ عن عائشة۔

بخاری نے ایک روایت سالم سے روایت کی ہے۔

عن سالم عن ابیه قال: قال النبی ﷺ من اخذ من الارض شیئا بغیر حقه خسف به یوم القیامة الی سبع ارضین۔

☆دارمی کتاب البیوع، باب من اخذ شبرا من الارض۔ عن سعید بن زید☆ مسند احمد ج ۱ ص ۱۸۷- ۱۹۰۔ ج ۲ ص ۹۹- ۳۸۷- ۳۸۸۔ ج ٤ ص ۱٤۰- ۱۷٤- ۱۷۳۔

(۱۸) ترمذی ج ۱ ابواب الاحکام باب ما ذکر فی احیاء ارض الموات۔

(۱۹) ترمذی ابواب الاحکام باب ماجاء فیمن زرع فی ارض قوم بغیر اذنھم۔ قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ۔ لَا نَعْرِفُهٗ مِنْ حَدِیْثِ اَبِیْ اِسْحَاقَ اِلَّا مِنْ ھٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِیْثِ شَرِیْكِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ۔ وَالْعَمَلُ عَلٰی ھٰذَا الْحَدِیْثِ عِنْدَ

بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ۔ وَ هُوَ قَوْلُ اَحْمَدَ وَ اِسْحَاقَ وَ سَأَلْتُ مُحَمَّدَ بْنَ اِسْمَاعِيلَ عَنْ هٰذَا الْحَدِيثِ فَقَالَ: هُوَ حَدِيثٌ حَسَنٌ۔ وَ قَالَ: لَا اَعْرِفُهُ، مِنْ حَدِيثِ اَبِي اِسْحَاقَ اِلَّا مِنْ رِوَايَةِ شَرِيكٍ قَالَ مُحَمَّدٌ:حَدَّثَنَا مَعْقِلُ بْنُ مَالِكٍ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ الْاَصَمِّ عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، نَحْوَهُ۔ ☆ ابو داؤد ج ۳ كتاب البيوع باب فى زرع الارض بغير اذن صاحبها☆ ابن ماجه ج ۱ كتاب الرهون، باب من زرع فى ارض قوم بغير اذنهم۔

ابو داؤد مطبوعه استنبول کی جلد ۳ ص ۶۹۳ پر حاشیه نمبر ۱ کے تحت مندرجه ذیل عبارت درج هے۔

قال الشيخ: هٰذا الحديث لا يثبت عند اهل المعرفة بالحديث، و حدثنى الحسن بن يحيى عن موسى بن هارون الحمال: انه كان ينكر هٰذا الحديث و يضعفه و يقول لم يروه عن ابى اسحاق غير شريك، ولا عن عطاء غير ابى اسحاق۔ و عطاء: لم يسمع من رافع بن خديج شيئا، و ضعفه البخاى ايضا۔ و قال تفرد بذلك شريك عن ابى اسحاق، و شريك يهم كثيرا او احيانا۔

(۲۰) ابو داؤد ج۳ كتاب الخراج والامارة والفئى باب فى اقطاع الارضين☆ ترمذى ج ۱ابواب الاحكام، باب ماجاء فى القطائع☆ مشكوٰة۔ كتاب البيوع باب احياء الموات والشرب۔ الفصل الثانى قال: و فى الباب عن وائل و اسماء بنت ابى بكر۔ قال ابو عيسى: حديث ابيض حديث غريب والعمل على هٰذا عند اهل العلم من اصحاب النبى ﷺ و غيرهم فى القطائع، يرون جائزا ان يقطع الامام لمن رأى ذلك۔ ☆دارمى ج ۲ كتاب البيوع۔ باب فى القطائع۔

(۲۱) ابو داؤد ج۳ كتاب البيوع والاجارة باب فى التسعير☆ ترمذى ج ۱ابواب البيوع باب ماجاء فى التسعير۔

ترمذی نے حضرت انس سے روایت نقل کی ہے۔

عن انس، قال: غلا السعر على عهد رسول الله ﷺ۔ فقالوا: يا رسول الله! سعر لنا فقال: ان الله هو المسعر القابض الباسط الرزاق، و انى لارجو ان القى ربى و ليس احد منكم يطلبنى لمظلمة فى دم ولا مال قال ابو عيسى: هٰذا حديث حسن صحيح۔☆ ابن ماجه كتاب التجارات، باب من كره ان يسعر۔ عن انس۔

ابن ماجه نے ایك اور روایت ابو سعید خدری کے حواله سے مندرجه ذیل سند سے نقل کی هے۔

حدثنا محمد بن زياد، ثنا عبد الاعلى۔ ثنا سعيد عن قتادة، عن ابى نضرة، عن ابى سعيد، قال: غلا السعر على عهد رسول الله ﷺ: فقالوا: لو قومت، يا رسول الله! قال: انى لارجو ان افارقكم ولا يطلبنى احد منكم بمظلمة ظلمته۔☆ فى الزوائد: فى اسناده سعيد بن ابى عروبة۔ اختلط باخرة لكن عبد الاعلى الشامى روى عنه قبل الاختلاط، و محمد بن زياد۔ قال الذهبى روى له البخارى مقرونا بغيره۔ و قال ابن حبان۔ فى الثقات و ربما اخطأ۔ و باقى رجال الاسناد ثقات☆ دارمى كتاب البيوع، باب فى النهى عن ان يسعر فى المسلمين۔ عن انس ☆مسند احمد ج۲ ص ۳۳۷۔ عن ابى هريرة ج۳ص ۲۸۶۔ عن انس☆ مشكوٰة كتاب البيوع، باب الاحتكار۔ عن انس۔

(۲۲) ☆ ابن ماجه كتاب التجارات، باب الحكرة والجلب ☆دارمى كتاب البيوع باب ۱۲ فى النهى عن الاحتكار☆ مشكوٰة كتاب البيوع باب فى الاحتكار☆ شعب الايمان للبيهقى ج ۷ ص ۵۲۵۔ حديث نمبر ۱۱۱۲۱۳۔ فصل فى ترك الاحتكار۔

(۲۳) مشكوٰة كتاب البيوع باب فى الاحتكار۔

(۲٤) شعب الایمان للبیهقی ج۷ ص ٥٢٥۔ حدیث نمبر ١١٢١٥۔ فصل فی ترک الاحتکار☆ المصنف عبد الرزاق ج۲ ص ۵۳۰☆ مشکوٰة کتاب البیوع باب فی الاحتکار ص ٢٥١☆ رزین فی کتابه بحواله مشکوٰة کتاب البیوع باب فی الاحتکار۔

(۲٥) رزین بحواله مشکوٰة کتاب البیوع باب فی الاحتکار ص ٢٥١۔

(۲٦) ابو داؤد ج۳ کتاب البیوع والاجارات۔ باب فی الرجل یبیع ما لیس عنده☆ ترمذی ج۱ابواب البیوع، باب کراهیة بیع ما لیس عندك☆ نسائی ج۱ کتاب البیوع، باب بیع ما لیس عند البائع۔ اسناده صحیح☆ ابن ماجه ج۱ کتاب التجارات، باب النهی عن بیع ما لیس عندك☆ منسد احمد ج ۳ ص ٤٠٢- ٤٣٤۔

(۲۷) مسند احمد ج۳ ص ٤٠٢۔

(۲۸) ابو داؤد ج۳ کتاب البیوع، باب فی بیع الطعام قبل ان یستوفی☆ نسائی ج۷ کتاب البیوع، باب بیع الطعام قبل ان یستوفی☆ ترمذی ج۱ابواب البیوع، ماجاء فی کراهیة بیع الطعام حتی یستوفیه☆ ابن ماجه ج۱کتاب التجارات، باب النهی عن بیع الطعام قبل مالم یقبض☆ دارمی ج۲ کتاب البیوع، باب النهی عن بیع الطعام قبل القبض☆ مسند احمد ج۱ص ٢١٥ ☆مسلم ج۲ کتاب البیوع باب بطلان بیع المبیع قبل القبض☆ بخاری ج۱کتاب البیوع، باب ما یذکر فی بیع الطعام والحکرة۔ اور باب بیع الطعام قبل ان یقبض و یبیع ما لیس عندك۔

ترمذی نے ابن عباس سے مروی روایت کے الفاظ مندرجه ذیل نقل کیے هیں:

ان النبی ﷺ قال: من ابتاع طعاما فلا یبعه حتی یستوفیه قال ابن عباس: و احسب کل شیء مثله۔ قال: و فی الباب عن جابر وابن عمرو ابی هریرة۔ قال ابو عیسی: حدیث ابن عباس، حدیث حسن۔ والعمل علی هذا عند اکثر اهل العلم۔ کرهوا بیع الطعام حتی یقبضه المشتری۔ و قد رخص بعض اهل العلم فیمن ابتاع شیئا مما لا یکال ولا یوزن، مما لا یؤکل ولا یشرب، ان یبیعه قبل ان یستوفیه۔ و انما التشدید عند اهل العلم فی الطعام و هو قول احمد و اسحاق۔

بخاری نے کتاب البیوع میں باب ما یذکر فی بیع الطعام والحکرة میں ابن عباس سے روایت کیا هے۔

عن ابن عباس ان رسول الله ﷺ نهی ان یبیع الرجل طعاما حتی یستوفیه۔ ابن عمر کی روایت میں من ابتاع طعاما فلا یبیعه حتی یقبضه۔

ابن عباس والی روایت بخاری کے علاوه مسلم کتاب البیوع۔ ابو داؤد کتاب البیوع، اور مؤطا وغیره میں بهی هے۔ اور ابن ماجه کتاب التجارات باب النهی عن بیع الطعام قبل مالم یقبض۔

(۲۹) ابو داؤد ج۳ کتاب البیوع والاجارات۔ باب فی بیع الطعام قبل ان یستوفی☆ نسائی ج ۷ص۲۸۷۔ کتاب البیوع، باب بیع ما یشتری من الطعام جزافا قیل ان ینقل من مکانه☆ ابن ماجه ج۱ کتاب التجارات، باب بیع المجازفة۔ عن ابن عمر☆ مسند احمد ج۱ص٥٦۔ ج۲ ص ١٥- ٣١- ٤٠- ٥٣☆بخاری ج۱کتاب البیوع، باب من رای اذا اشتری طعاما جزافا ان لا یبیعه حتی یؤویه الی مرحله والادب فی ذلك☆ مسلم ج۲ کتاب البیوع باب بطلان بیع المبیع قبل القبض۔☆ بخاری کے الفاظ هیں: ان ابن عمر قال: لقد رایت الناس فی عهد رسول الله ﷺ یبتاعون جزافا یعنی الطعام یضربون ان یبیعوه فی مکانهم حتی یؤوه الی رحالهم۔ یهی الفاظ ابو داؤد کتاب البیوع باب فی بیع الطعام قبل ان یستوفی میں اور مسند احمد ج۱ ص٥٦۔ ج۲ص١٥- ٣١-

۴۰-۵۳ پر اور نسائی ج ۷ ص ۲۸۷۔ کتاب البیوع باب بیع ما یشتری من الطعام قبل ان ینقل من مکانہ۔
بخاری نے عبد اللہ سے مروی ایک روایت میں مندرجہ ذیل الفاظ نقل کیے ہیں۔
عن عبد اللّٰہ، قال: کانوا یبتاعون الطعام فی اعلی السوق فیبیعونہ فی مکانہم فنہاہم رسول اللّٰہ ﷺ ان یبیعوہ فی مکانہ حتی ینقلوہ۔ ☆بخاری ج ۱ کتاب البیوع، باب منتہی التلقی۔

(۳۰) ابو داؤد ج ۳ کتاب البیوع والاجارات باب فی بیع الطعام قبل ان یستوفی۔

(۳۱) مسلم ج ۲ کتاب المساقاۃ، باب استحباب الوضع من الدین☆ ابو داؤد ج ۳ کتاب البیوع والاجارات، باب فی وضع الجائحۃ☆ نسائی ج ۷ کتاب البیوع، باب الرجل یبتاع البیع فیغلس و یوجد المتاع بعینہ☆ ترمذی ج ۱ ابواب الزکوٰۃ، باب ماجاء من تحل لہ الصدقۃ من الغارمین وغیرہم۔ قال۔ و فی الباب عن عائشۃ و جویریۃ و انس، قال ابو عیسیٰ حدیث ابی سعید حدیث حسن صحیح ☆ابن ماجہ ج ۱ کتاب الاحکام، باب تفلیس المعدم والبیع علیہ لغرمائہ۔ عن ابی سعید خدری۔

(۳۲) ابن کثیر ج ۳ ص ۳۸۲۔ القصص: ۱۳۔

(۳۳) ابن کثیر ج ۳ ص ۳۸۷۔ النور: ۳۳۔

فصل : ۲

مزارعت کا مسئلہ

ہمیں ان احادیث کی تحقیق کرنی چاہیے جن سے یہ گمان ہوتا ہے کہ شریعت زمین کی شخصی ملکیت کو صرف کاشتی کی حد تک محدود کردینا چاہتی ہے اور اسی غرض کے لیے اس نے بٹائی اور نقد لگان کی ممانعت کی ہے اس مسئلے کی پوری تحقیق کے لیے پہلے ہم ان احادیث کو بتمام وکمال نقل کریں گے جن پر اس گمان کی بنا قائم ہے پھر ان پر تنقید کرکے یہ معلوم کرنے کی کوشش کریں گے کہ اس معاملہ میں اصل احکام شریعت کیا ہیں۔

احادیث کا تتبع کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جن روایات میں مزارعت یا کرایۂ زمین کی ممانعت وارد ہوئی ہے یا جن میں یہ حکم آیا ہے کہ آدمی کے پاس خود کاشت سے زائد جتنی زمین ہو اسے دوسروں کو مفت دے دے یا روک رکھے وہ ۶ صحابیوں سے مروی ہیں۔ رافع بن خدیجؓ، جابر بن عبداللہؓ، ابو ہریرہؓ، ابوسعید خدریؓ، زید بن ثابتؓ اور ثابت بن ضحاکؓ، سہولت بیان کی خاطر ہم ان میں سے ہر ایک کی روایات کو الگ الگ نقل کرتے ہیں۔

رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کی روایات

۲۱- اس مسئلے نے سب سے پہلے اور سب سے زیادہ جن صحابی کے ذریعے سے شہرت پائی ہے وہ حضرت رافع بن خدیجؓ ہیں اس لیے پہلے انہی کی روایات کو لیجیے۔

حضرت رافعؓ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں زراعت کے لیے زمینیں لیتے تھے اور تہائی، چوتھائی اور ایک خاص مقدار غلہ کرایہ کے طور پر مقرر کرتے تھے۔ ایک روز میرے چچاؤں میں سے ایک آئے اور انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو ایک ایسے کام سے روک دیا ہے جو ہمارے لیے نافع تھا مگر ہمارے لیے اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی تابع داری زیادہ نافع ہے۔

نَهَانَا اَنْ نُحَاقِلَ بِالْاَرْضِ فَنُكْرِيْهَا عَلَى الثُّلُثِ وَالرُّبُعِ وَالطَّعَامِ الْمُسَمّٰى وَ اَمَرَ رَبَّ الْاَرْضِ اَنْ يَّزْرَعَهَا اَوْ يُزْرِعَهَا وَ كَرِهَ كِرَائَهَا وَمَا سِوٰى ذٰلِكَ.

”آپ ﷺ نے ہم کو اس بات سے منع کردیا کہ ہم زمینوں میں مزارعت کا معاملہ کریں اور تہائی، چوتھائی اور مقرر مقدار غلہ کے عوض انہیں کرایہ پر دیں اور آپ ﷺ نے حکم دیا ہے کہ مالک زمین یا تو خود کاشت کرے یا دوسرے کو کاشت کرنے کے لیے دے دے اور آپ ﷺ نے زمین کے کرایہ کو اور اس کے سوا دوسری صورتوں کو ناپسند فرمایا۔“ (مسلم)

تخریج: حَدَّثَنِی عَلِیُّ بْنُ حُجْرِ السَّعْدِیُّ، وَ یَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ، قَالَا: نَا اِسْمَاعِیلُ وَ هُوَ ابْنُ عُلَیَّةَ عَنْ اَیُّوْبَ، عَنْ یَعْلَی بْنِ حَکِیْمٍ، عَنْ سُلَیْمَانَ بْنِ یَسَارٍ، عَنْ نَافِعِ بْنِ خَدِیْجٍ، قَالَ: کُنَّا نُحَاقِلُ الْاَرْضَ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَنُکْرِیْهَا بِالثُّلُثِ وَالرُّبُعِ وَالطَّعَامِ الْمُسَمّٰی، فَجَاءَ نَا ذَاتَ یَوْمٍ رَجُلٌ مِنْ عُمُوْمَتِیْ فَقَالَ: نَهَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ اَمْرٍ کَانَ لَنَا نَافِعًا، وَ طَوَاعِیَةُ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ اَنْفَعُ لَنَا نَهَانَا اَنْ نُحَاقِلَ بِالْاَرْضِ فَنُکْرِیْهَا عَلَی الثُّلُثِ وَالرُّبُعِ وَالطَّعَامِ الْمُسَمّٰی، وَ اَمَرَ رَبَّ الْاَرْضِ اَنْ یَّزْرَعَهَا اَوْ یُزْرِعَهَا وَ کَرِهَ کِرَائَهَا وَمَا سِوٰی ذٰلِکَ۔ (۱)

۲۲– ایک اور روایت میں حضرت رافع رضی اللہ عنہ اپنے چچا کا نام ظہیر بن رافع بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان سے نبی ﷺ نے پوچھا تم لوگ اپنی کھیتی باڑی کا معاملہ کس طرح کرتے ہو؟ انہوں نے مزارعت کی تفصیل بتائی اس پر آپ ﷺ نے فرمایا:

فَلَا تَفْعَلُوْا، اِزْرَعُوْهَا اَوْ اَزْرِعُوْهَا اَوْ اَمْسِکُوْهَا۔

’’ایسا نہ کیا کرو، یا خود زراعت کرو، یا دوسروں کو زراعت کے لیے دے دو، یا اپنی زمینوں کو روک رکھو۔‘‘

(بخاری، ابن ماجہ)

تخریج: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ، اَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، اَنَا الْاَوْزَاعِیُّ، عَنْ اَبِی النَّجَاشِیِّ مَوْلٰی رَافِعِ بْنِ خَدِیْجٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَافِعَ بْنَ خَدِیْجِ بْنِ رَافِعٍ عَنْ عَمِّهٖ ظُهَیْرِ بْنِ رَافِعٍ، لَقَدْ نَهَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ اَمْرٍ کَانَ بِنَا رَافِقًا قُلْتُ: مَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَهُوَ حَقٌّ قَالَ: دَعَانِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: مَا تَصْنَعُوْنَ بِمَحَاقِلِکُمْ؟ قُلْتُ: نُوَاٰجِرُهَا عَلَی الرُّبَیْعِ وَ عَلَی الْاَوْسَقِ مِنَ التَّمْرِ وَالشَّعِیْرِ، قَالَ: لَا تَفْعَلُوْا، اِزْرَعُوْهَا وَ اَزْرِعُوْهَا اَوْ اَمْسِکُوْهَا قَالَ رَافِعٌ: قُلْتُ: سَمْعًا وَ طَاعَةً۔ (۲)

۲۳– ایک اور روایت میں حضرت رافع رضی اللہ عنہ خود اپنا قصہ بیان کرتے ہیں کہ وہ اپنی کھیتی کو پانی دے رہے تھے۔ وہاں سے رسول اللہ ﷺ کا گزر ہوا۔ آپ ﷺ نے پوچھا یہ کس کی کھیتی ہے اور کس کی زمین ہے؟ انہوں نے عرض کیا:

زَرْعِیْ بِبَذْرِیْ وَ عَمَلِیْ۔ لِیَ الشَّطْرُ وَ لِبَنِیْ فُلَانٍ الشَّطْرُ۔

’’میری کھیتی ہے۔ اس میں تخم اور عمل میرا ہے، آدھی پیداوار میری ہوگی اور آدھی بنی فلاں کی۔‘‘

اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

اَرْبَیْتُمَا، فَرُدَّ الْاَرْضَ عَلٰی اَهْلِهَا وَ خُذْ نَفَقَتَکَ۔

’’تم نے سودی معاملہ کیا۔ زمین اس کے مالکوں کو واپس کر دو، اور اپنا خرچ ان سے وصول کر لو۔‘‘ (ابوداؤد) (۱)

---

(۱) اس حدیث کے سلسلہ سند میں ایک راوی بکر بن عامر البجلی ہے جس کے معتبر ہونے میں کلام کیا گیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: نیل الاوطار ج ۵ ص: ۲۳۴)

تخریج: حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، ثَنَا الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ، ثَنَا بُكَيْرٌ، يعنى ابْنُ عَامِرٍ۔ عَنِ ابْنِ اَبِىْ نُعَيْمٍ، حَدَّثَنِىْ رَافِعُ بْنُ خَدِيْجٍ اَنَّهٗ زَرَعَ اَرْضًا فَمَرَّ بِهِ النَّبِىُّ صلی اللہ علیہ وسلم وَ هُوَ يَسْقِيْهَا، فَسَاَلَهٗ لِمَنِ الزَّرْعُ؟ وَ لِمَنِ الْاَرْضُ؟ فَقَالَ: زَرْعِىْ بِبَذْرِىْ وَ عَمَلِىْ، لِىَ الشَّطْرُ وَ لِبَنِىْ فُلَانٍ الشَّطْرُ فَقَالَ: اَرْبَيْتُمَا، فَرُدَّ الْاَرْضَ عَلٰى اَهْلِهَا وَ خُذْ نَفَقَتَكَ۔ (٣)

۲۴– مجاہد کی روایت ہے کہ رافع بن خدیج نے کہا:

نَهَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَنْ اَمْرٍ كَانَ لَنَا نَافِعًا اِذَا كَانَتْ لِاَحَدِنَا اَرْضٌ اَنْ يُعْطِيَهَا بِبَعْضِ خَرَاجِهَا وَ بِدَرَاهِمَ۔ وَ قَالَ اِذَا كَانَتْ لِاَحَدِكُمْ اَرْضٌ فَلْيَمْنَحْهَا اَخَاهُ اَوْ لِيَذْرَعْهَا۔

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو ایسے کام سے روک دیا جو ہمارے لیے نافع تھا، یعنی اس بات سے کہ اگر ہم میں سے کسی کے پاس کوئی زمین ہو تو وہ اسے اس کی پیداوار اور نقدی کے عوض زراعت کے لیے کسی دوسرے شخص کو دے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم میں سے کسی کے پاس کوئی زمین ہو تو یا وہ اپنے کسی بھائی کو یونہی دے دے یا خود کاشت کرے۔“ (ترمذی)

تخریج: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ ثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ، عَنْ اَبِىْ حُصَيْنٍ عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ، قَالَ: نَهَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَنْ اَمْرٍ كَانَ لَنَا نَافِعًا اِذَا كَانَتْ لِاَحَدِنَا اَرْضٌ اَنْ يُّعْطِيَهَا بِبَعْضِ خَرَاجِهَا وَ بِدَرَاهِمَ وَ قَالَ: اِذَا كَانَتْ لِاَحَدِكُمْ اَرْضٌ فَلْيَمْنَحْهَا اَخَاهُ اَوْ لِيَزْرَعْهَا۔ (٤)

۲۵– سعید بن مسیّب نے رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے:

نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَنِ الْمُحَاقَلَةِ وَالْمُزَابَنَةِ وَ قَالَ اِنَّمَا يَزْرَعُ ثَلَاثَةٌ، رَجُلٌ لَّهٗ اَرْضٌ فَيَزْرَعُهَا، وَ رَجُلٌ مُنِحَ اَرْضًا فَهُوَ يَزْرَعُ مَا مُنِحَ، وَ رَجُلٌ اسْتَكْرٰى اَرْضًا بِذَهَبٍ اَوْ فِضَّةٍ۔

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محاقلہ (بٹائی پر کاشت کرانے) اور مزابنہ (درختوں پر کھجور کی بیع) سے منع فرمایا اور فرمایا کہ زراعت تین ہی آدمی کرسکتے ہیں۔ ایک وہ جس کی اپنی زمین ہو اور وہ اس میں خود کاشت کرے۔ دوسرا وہ جسے کوئی زمین یونہی دے دی جائے اور وہ اس میں کھیتی باڑی کرے۔ تیسرا وہ جو سونے اور چاندی کے عوض زمین کرائے پر لے۔“

(ابوداؤد، ابن ماجہ، نسائی)

تخریج: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، ثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ، ثَنَا طَارِقُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ، قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَنِ الْمُحَاقَلَةِ وَالْمُزَابَنَةِ، وَ قَالَ: اِنَّمَا يَزْرَعُ ثَلَاثَةٌ: رَجُلٌ لَّهٗ اَرْضٌ فَهُوَ يَزْرَعُهَا، وَ رَجُلٌ مُنِحَ اَرْضًا فَهُوَ يَزْرَعُ مَا مُنِحَ، وَ رَجُلٌ اسْتَكْرٰى اَرْضًا بِذَهَبٍ اَوْ فِضَّةٍ۔ (٥)

مگر نسائی نے ایک دوسری روایت کے ذریعہ سے یہ بتایا ہے کہ ''اصل اس حدیث کا صرف پہلا ٹکڑا یعنی (**نھی عن المحاقلة والمزابنة**) ہی نبی ﷺ کا فرمایا ہوا ہے۔ باقی کلام سعید بن مسیّب کا اپنا تشریحی کلام ہے جو بعد میں اصل حدیث کے ساتھ خلط ملط ہو گیا۔

۲۶– سلیمان بن یسار نے رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے جو روایت نقل کی ہے اس میں وہ اپنے کسی چچا کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے آ کر کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ كَانَتْ لَهٗ اَرْضٌ فَلَا يُكْرِيهَا بِطَعَامٍ مُّسَمًّى۔

''جس کے پاس کوئی زمین ہو وہ غلے کی ایک مقدار ٹھہرا کر اسے کرائے پر نہ دے۔'' (ابن ماجہ، ابوداؤد، نسائی)

تخریج: حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ ثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ، ثَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِي عَرُوْبَةَ، عَنْ يَعْلَى بْنِ حَكِيْمٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ، قَالَ كُنَّا نُحَاقِلُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَزَعَمَ اَنَّ بَعْضَ عُمُوْمَتِهٖ اَتَاهُمْ، فَقَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ كَانَتْ لَهٗ اَرْضٌ فَلَا يُكْرِيهَا بِطَعَامٍ مُسَمًّى۔ (٦)

۲۷– اور دوسری روایت کی رو سے ان کے چچا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

مَنْ كَانَتْ لَهٗ اَرْضٌ فَلْيَزْرَعْهَا اَوْ لِيُزْرِعْهَا اَخَاهُ وَلَا يُكَارِيهَا بِثُلُثٍ وَلَا بِرُبُعٍ وَلَا بِطَعَامٍ مُّسَمًّى۔

''جس کے پاس کوئی زمین ہو اسے چاہیے کہ یا خود زراعت کرے یا اپنے کسی بھائی کو زراعت کے لیے دے دے مگر کرائے پر نہ دے، نہ تہائی پیداوار پر، نہ چوتھائی پر اور نہ ایک مقرر مقدار غلہ پر۔'' (ابن ماجہ، ابوداؤد، نسائی)

تخریج: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ، ثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ، ثَنَا سَعِيْدٌ، عَنْ يَعْلَى بْنِ حَكِيْمٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ اَنَّ رَافِعَ بْنَ خَدِيْجٍ، قَالَ: كُنَّا نُخَابِرُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَذَكَرَ اَنَّ بَعْضَ عُمُوْمَتِهٖ اَتَاهُ فَقَالَ: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ اَمْرٍ كَانَ لَنَا نَافِعًا وَ طَوَاعِيَةُ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ اَنْفَعُ لَنَا وَ اَنْفَعُ، قَالَ قُلْنَا: وَمَا ذَاكَ؟ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ كَانَتْ لَهٗ اَرْضٌ فَلْيَزْرَعْهَا اَوْ فَلْيُزْرِعْهَا اَخَاهُ وَلَا يُكَارِيهَا بِثُلُثٍ وَلَا بِرُبُعٍ وَلَا بِطَعَامٍ مُسَمًّى۔ (٧)

۲۸– رافع بن خدیج کے صاحب زادے اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ابو رافع نے رسول اللہؐ کے پاس سے آ کر ہم لوگوں کو بتایا کہ:

نَهَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ اَمْرٍ كَانَ يَرْفُقُ بِنَا، وَ طَاعَةُ اللّٰهِ وَ طَاعَةُ رَسُوْلِهٖ اَرْفَقُ بِنَا، نَهَانَا اَنْ يَّزْرَعَ اَحَدُنَا اِلَّا اَرْضًا يَمْلِكُ رَقَبَتَهَا اَوْ مَنِيْحَةً يَمْنَحُهَا رَجُلٌ۔

”آپ ﷺ نے ہمیں اس بات سے منع فرمایا کہ کوئی شخص کسی زمین میں زراعت کرے، الا یہ کہ یا تو وہ خود اس زمین کا مالک ہو، یا کوئی دوسرا شخص اس کو بلا معاوضہ زراعت کے لیے دے دے۔“ (ابوداؤد)

تخریج: حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ، ثَنَا وَكِيْعٌ، ثَنَا عُمَرُ بْنُ ذَرٍّ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ، عَنْ اَبِيْهِ، قَالَ: جَاءَ نَا اَبُوْ رَافِعٍ مِنْ عِنْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: نَهَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ اَمْرٍ كَانَ يَرْفُقُ بِنَا، وَ طَاعَةُ اللّٰهِ وَ طَاعَةُ رَسُوْلِهٖ اَرْفَقُ بِنَا، نَهَانَا اَنْ يَّزْرَعَ اَحَدُنَا اِلَّا اَرْضًا يَّمْلِكُ رَقَبَتَهَا اَوْ مَنِيْحَةً يَمْنَحُهَا رَجُلٌ۔ (۸)

۲۹- ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ہم اپنی زمین کرائے پر دے دیا کرتے تھے۔ پھر جب ہم نے رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کی حدیث سنی تو یہ کام چھوڑ دیا۔

دوسری روایت میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم مخابرہ (یعنی بٹائی پر کاشت کا معاملہ کرتے تھے اور اس میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے تھے۔ پھر رافع نے دعویٰ کیا کہ اللہ کے نبی ﷺ نے اس سے منع کیا تھا۔ لہٰذا ان کے قول کی وجہ سے ہم نے اسے چھوڑ دیا۔ (مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ)

تخریج: حَدَّثَنِىْ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: حَدَّثَنِىْ اَبِىْ عَنْ جَدِّىْ، قَالَ: حَدَّثَنِىْ عُقَيْلُ بْنُ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَنَّهٗ، قَالَ: اَخْبَرَنِىْ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ يُكْرِىْ اَرَضِيْهِ حَتّٰى بَلَغَهٗ اَنَّ رَافِعَ بْنَ خَدِيْجٍ الْاَنْصَارِىَّ كَانَ يَنْهٰى عَنْ كِرَاءِ الْاَرْضِ فَلَقِيَهٗ عَبْدُ اللّٰهِ، فَقَالَ: يَا ابْنَ خَدِيْجٍ مَاذَا تُحَدِّثُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِىْ كِرَاءِ الْاَرْضِ؟ قَالَ رَافِعُ بْنُ خَدِيْجٍ لِعَبْدِ اللّٰهِ: سَمِعْتُ عَمَّىَّ وَ كَانَا قَدْ شَهِدَا بَدْرًا يُحَدِّثَانِ اَهْلَ الدَّارِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَهٰى عَنْ كِرَاءِ الْاَرْضِ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: لَقَدْ كُنْتُ اَعْلَمُ فِىْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَنَّ الْاَرْضَ تُكْرٰى ثُمَّ خَشِىَ عَبْدُ اللّٰهِ اَنْ يَّكُوْنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَحْدَثَ فِىْ ذٰلِكَ شَيْئًا لَمْ يَكُنْ عِلْمَهٗ فَتَرَكَ كِرَاءَ الْاَرْضِ۔ (۹)

جابر بن عبداللہؓ کی روایات

۳۰- رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کے بعد اس مضمون کے احکام کا دوسرا بڑا ماخذ جابر بن عبداللہؓ کی روایات ہیں۔ ان میں حسب ذیل احادیث وارد ہوئی ہیں۔

نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ كِرَاءِ الْاَرْضِ۔

”رسول اللہ ﷺ نے زمین کے کرائے سے منع فرمادیا۔“

تخریج: حَدَّثَنِىْ اَبُوْ كَامِلٍ الْجَحْدَرِىُّ، قَالَ: نَا حَمَّادٌ يعنى ابْنُ زَيْدٍ عَنْ مَطَرٍ الْوَرَّاقِ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَهٰى عَنْ كِرَاءِ الْاَرْضِ۔ (۱۰)

۳۱- نَهٰى عَنِ الْمُخَابَرَةِ۔

''آں حضرت ﷺ نے مخابرہ (بٹائی پر کاشت کرانے) سے منع فرمادیا۔'' (مسلم)

تخریج: حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ، قَالَ: نَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو، عَنْ جَابِرٍ، اَنَّ النَّبِىَّ ﷺ نَهٰى عَنِ الْمُخَابَرَةِ۔ (۱۱)

۳۲- نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنْ تُؤْخَذَ الْاَرْضُ اَجْرًا اَوْ حَظًّا۔

''رسول اللہ ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا کہ زمین اجرت پر یا پیداوار کے حصے پر کاشت کے لیے لی جائے۔'' (مسلم)

تخریج: حَدَّثَنِىْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ، قَالَ: نَا مُعَلَّى بْنُ مَنْصُوْرٍ الرَّازِىُّ قَالَ: نَا خَالِدٌ، قَالَ: اَنَا الشَّيْبَانِىُّ، عَنْ بُكَيْرِ بْنِ الْاَخْنَسِ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنْ تُؤْخَذَ الْاَرْضُ اَجْرًا وَ حَظًّا۔ (۱۲)

۳۳- مَنْ كَانَتْ لَهٗ اَرْضٌ فَلْيَزْرَعْهَا فَاِنْ لَّمْ يَزْرَعْهَا فَلْيُزْرِعْهَا اَخَاهُ۔

''جس کے پاس کوئی زمین ہو اسے چاہیے کہ خود کاشت کرے۔ اور اگر خود نہ کرتا ہو تو اپنے کسی بھائی کو کاشت کے لیے دے دے۔''

تخریج: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، قَالَ: نَا مُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ لَقَبُهٗ عَارِمٌ وَ هُوَ اَبُو النُّعْمَانِ السَّدُوْسِىُّ، قَالَ: نَا مَهْدِىُّ بْنُ مَيْمُوْنٍ، قَالَ: نَا مَطَرُ الْوَرَّاقُ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ كَانَتْ لَهٗ اَرْضٌ فَلْيَزْرَعْهَا، فَاِنْ لَّمْ يَزْرَعْهَا فَلْيُزْرِعْهَا اَخَاهُ۔ (۱۳)

۳۴- یہ حدیث مختلف روایتوں میں مختلف الفاظ کے ساتھ آئی ہے۔ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

مَنْ كَانَتْ لَهٗ فَضْلُ اَرْضٍ فَلْيَزْرَعْهَا اَوْ لِيَمْنَحْهَا اَخَاهُ فَاِنْ اَبٰى فَلْيُمْسِكْ اَرْضَهٗ۔

''جس کے پاس فاضل زمین ہو اسے چاہیے کہ یا خود کاشت کرے یا اپنے کسی بھائی کو دے دے، لیکن اگر وہ نہ دینا چاہے تو پھر اپنی زمین کو روک رکھے۔''

تخریج: حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ مُوْسٰى، قَالَ: نَا هِقْلٌ يعنى ابن زِيَادٍ، عَنِ الْاَوْزَاعِىِّ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ: كَانَ لِرِجَالٍ فُضُوْلُ اَرَضِيْنَ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ كَانَتْ لَهٗ فَضْلُ اَرْضٍ فَلْيَزْرَعْهَا اَوْ لِيَمْنَحْهَا اَخَاهُ، فَاِنْ اَبٰى فَلْيُمْسِكْ اَرْضَهٗ۔ (۱۴)

۳۵- دوسری روایت میں ہے:

فَلْيَهَبْهَا اَوْ لِيُعْرِهَا۔

''اسے چاہیے کہ ہبہ کردے یا عاریتاً دے دے۔''

تخریج: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰی، قَالَ: نَا يَحْيَ بْنُ حَمَّادٍ، قَالَ: نَا اَبُوْ عَوَانَةَ، عَنْ سُلَيْمَانَ، قَالَ: نَا اَبُوْ سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُوْلُ: مَنْ كَانَتْ لَهٗ اَرْضٌ فَلْيَهَبْهَا اَوْ لِيُعْرِهَا۔ (۱۵)

۳۶- وَلَا يُؤَاجِرْهَا اِيَّاهُ۔

''اس کو اجرت پر نہ دے۔''

تخریج: حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ، قَالَ: نَا اَبِيْ، قَالَ: نَا عَبْدُ الْمَلِكِ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: مَنْ كَانَتْ لَهٗ اَرْضٌ فَلْيَزْرَعْهَا، فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ اَنْ يَّزْرَعَهَا وَ عَجَزَ عَنْهَا فَلْيَمْنَحْهَا اَخَاهُ الْمُسْلِمَ وَلَا يُؤَاجِرْهَا اِيَّاهُ۔ (۱۶)

۳۷- نَهٰى عَنْ بَيْعِ اَرْضِ الْبَيْضَاءِ سَنَتَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا۔

''آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خالی زمین کو دو تین سال کے لیے بیچنے سے منع فرمایا۔''

تخریج: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى، قَالَ: اَنَا اَبُوْ خَيْثَمَةَ، عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَنْ بَيْعِ اَرْضِ الْبَيْضَاءِ سَنَتَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا۔ (۱۷)

دوسری روایت میں ہے:

۳۸-عَنْ بَيْعِ السِّنِيْنِ۔

''چند سال کے لیے بیع کرنے سے۔''

ایک اور روایت میں ہے:

عَنْ بَيْعِ ثَمَرِ سِنِيْنَ۔ ''چند سال کے ثمرہ کی بیع سے۔'' (مسلم)

تخریج: حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ، وَ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَ عَمْرُو النَّاقِدُ، وَ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالُوْا: نَا سُفْيَانُ بْنِ عُيَيْنَةَ، عَنْ حُمَيْدِ الْاَعْرَجِ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ عَتِيْقٍ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَنْ بَيْعِ السِّنِيْنَ۔ (۱۸)

۳۹- سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَنْهٰى عَنِ الْمُزَابَنَةِ وَالْحُقُوْلِ۔

''جابرؓ نے رسول اللہ ﷺ کو مزابنہ اور حقول سے منع کرتے ہوئے سنا۔''

پھر حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے خود ہی ''مزابنہ'' کی تشریح یہ کی کہ اس سے مراد ''کھجوروں کے بدلے ثمرہ بیچنا ہے اور ''حقول'' کی تشریح میں کہا کہ اس سے مراد زمین کو کرایہ پر دینا ہے۔'' (مسلم)

تخریج: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ الْحُلْوَانِيُّ، قَالَ: نَا اَبُوْ تَوْبَةَ، عَنْ مُعَاوِيَةَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِىْ كَثِيْرٍ اَنَّ يَزِيْدَ بْنَ نُعَيْمٍ اَخْبَرَهُ اَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَنْهٰى عَنِ الْمُزَابَنَةِ وَالْحُقُوْلِ۔ فَقَالَ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْمُزَابَنَةُ الثَّمَرُ وَ بِالتَّمْرِ وَالْحُقُوْلُ كِرَاءُ الْاَرْضِ۔ (۱۹)

۴۰- سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ مَنْ لَمْ يَذَرِ الْمُخَابَرَةَ فَلْيَاْذَنْ بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ۔

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جو شخص مخابرہ نہ چھوڑے اس کو اللہ اور رسول کی طرف سے اعلان جنگ ہے۔''

(ابوداؤد)

تخریج: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَعِيْنٍ، ثَنَا ابْنُ رَجَاءٍ، يعنى المكى، قَالَ ابْنُ خُثَيْمٍ: حَدَّثَنِىْ، عَنْ اَبِى الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: مَنْ لَّمْ يَذَرِ الْمُخَابَرَةَ فَلْيَاْذَنْ بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ۔ (۲۰)

مزید تائیدی روایات

باقی چار صحابیوں کی روایات جو مذکورہ بالا احادیث کی مزید تصدیق وتائید کرتی ہیں حسب ذیل ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے

۴۱- قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ كَانَتْ لَهٗ اَرْضٌ فَلْيَزْرَعْهَا اَوْ لِيَمْنَحْهَا اَخَاهُ فَاِنْ اَبٰى فَلْيُمْسِكْ اَرْضَهٗ۔ (بخاری، مسلم، ابن ماجہ)

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کے پاس زمین ہو وہ یا تو خود کاشت کرے، یا اپنے بھائی کو بلا معاوضہ دے دے، لیکن اگر وہ نہ دینا چاہے تو اپنی زمین کو روک رکھے۔'' (بخاری)

تخریج: وَ قَالَ الرَّبِيْعُ بْنُ نَافِعٍ اَبُوْ تَوْبَةَ۔ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ عَنْ يَحْيٰى، عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ، عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ كَانَتْ لَهٗ اَرْضٌ فَلْيَزْرَعْهَا اَوْ لِيَمْنَحْهَا اَخَاهُ، فَاِنْ اَبٰى فَلْيُمْسِكْ اَرْضَهٗ۔ (۲۱)

۴۲- نَهٰى عَنِ الْمُحَاقَلَةِ وَالْمُزَابَنَةِ۔ (مسلم، ترمذی)

''آں حضرت ﷺ نے محاقلہ اور مزابنہ سے منع فرمایا۔''

تخریج: حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ بْنُ سَعِیْدٍ، قَالَ: نَا یَعْقُوْبُ یعنی بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْقَارِیُّ، عَنْ سُهَیْلِ بْنِ اَبِیْ صَالِحٍ، عَنْ اَبِیْهِ، عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ، قَالَ: نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الْمُحَاقَلَةِ وَالْمُزَابَنَةِ۔ (۲۲)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے

۴۳– نَهٰی عَنِ الْمُزَابَنَةِ وَالْمُحَاقَلَةِ۔وَالْمُزَابَنَةُ:اِشْتِرَاءُ الثَّمَرِ فِیْ رُؤُسِ النَّخْلِ، وَالْمُحَاقَلَةُ: کِرَاءُ الْاَرْضِ۔ (مسلم، ابن ماجه)

''حضور ﷺ نے مزابنہ اور محاقلہ سے منع فرمایا۔ مزابنہ سے مراد درختوں پر کھجور کے ثمرہ کی خریداری ہے اور محاقلہ سے مراد زمین کا کرایہ ہے۔''

تخریج: حَدَّثَنِی اَبُو الطَّاهِرِ، قَالَ: اَنَا بْنُ وَهْبٍ، قَالَ: اَخْبَرَنِیْ مَالِکُ بْنُ اَنَسٍ، عَنْ دَاوٗدَ بْنِ الْحُصَیْنِ، اَنَّ اَبَا سُفْیَانَ مَوْلٰی بْنِ اَبِیْ اَحْمَدَ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا سَعِیْدٍ الْخُدْرِیَّ یَقُوْلُ: نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الْمُزَابَنَةِ وَالْمُحَاقَلَةِ۔

وَالْمُزَابَنَةُ: اِشْتِرَاءُ الثَّمَرِ فِیْ رُؤُسِ النَّخْلِ۔

وَالْمُحَاقَلَةُ: کِرَاءُ الْاَرْضِ۔ (۲۳)

ثابت رضی اللہ عنہ بن ضحاک سے

۴۴– نَهٰی عَنِ الْمُزَارَعَةِ۔

''حضور ﷺ نے مزارعت سے منع فرمادیا۔''

تخریج: حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی، قَالَ اَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِیَادٍ، ح قَالَ وَ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ، قَالَ: نَا عَلِیُّ بْنُ مُسْهِرٍ کِلَیْهِمَا عَنِ الشَّیْبَانِیِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ السَّائِبِ، قَالَ: سَاَلْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَعْقِلٍ عَنِ الْمُزَارَعَةِ، فَقَالَ: اَخْبَرَنِیْ ثَابِتُ بْنُ الضَّحَّاکِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَهٰی عَنِ الْمُزَارَعَةِ۔ (۲۴)

زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے

۴۵–نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الْمُخَابَرَةِ۔ قُلْتُ وَمَا الْمُخَابَرَةُ قَالَ أَنْ تَأْخُذَ الْاَرْضَ بِنِصْفٍ اَوْ ثُلُثٍ اَوْ رُبُعٍ۔ (ابو داؤد)

’’رسول اللہ ﷺ نے مخابرہ سے منع فرمایا۔ ثابت بن حجاج نے حضرت زید بن ثابت سے پوچھا کہ مخابرہ کے کیا معنی ہیں؟ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تم آدھی یا تہائی یا چوتھائی پیداوار کے عوض زمین لو۔‘‘

تخریج: حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ، ثَنَا عُمَرُ بْنُ اَيُّوْبَ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ بَرْقَانٍ، عَنْ ثَابِتِ بْنِ الْحَجَّاجِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، قَالَ: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الْمُخَابَرَةِ، قُلْتُ: وَمَا الْمُخَابَرَةُ؟ قَالَ: اَنْ تَاْخُذَ الْاَرْضَ بِنِصْفٍ اَوْ ثُلُثٍ اَوْ رُبُعٍ۔ (۲۵)

تنقید بلحاظ نقل وروایت

اوپر ہم نے وہ تمام روایات لفظ بلفظ نقل کر دی ہیں جن پر اس مسئلے کا مدار ہے کہ اسلام میں بٹائی اور نقد لگان کی ممانعت کی گئی ہے اور خود کاشت کرنے یا مفت زمین عطا کر دینے کا حکم دیا گیا ہے۔ غالباً اس سلسلے کی کوئی قابل ذکر اور لائق اعتناء روایت ہم سے چھوٹ نہیں گئی ہے۔ آیئے اب ہم ذرا ان پر ایک تنقیدی نگاہ ڈال کر یہ معلوم کرنے کی کوشش کریں کہ آیا فی الواقع اس معاملے میں اسلام کا مسلک وہی ہے جو ان کثیر التعداد روایات سے ظاہر ہوتا ہے؟

ہر شخص جانتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ محض ایک مفتی اور معلم ہی نہ تھے، بلکہ ملک کے حاکم بھی تھے اور عملاً پورا نظم ونسق آپ کے ہاتھ میں تھا۔

ہر شخص یہ بھی جانتا ہے کہ زمین کا معاملہ دو چار یا دس پانچ افراد کی نجی اور شخصی زندگی کا کوئی اتفاقی وہنگامی معاملہ نہیں ہے کہ اس کا حکم بس چند آدمیوں کے کان میں چپکے سے کہہ دیا جاتا۔ یہ تو ایک پوری سلطنت کے نظم ونسق سے تعلق رکھنے والی چیز ہے جس سے لاکھوں آدمیوں کی معیشت مستقل طور پر متاثر ہوتی ہے۔ لہٰذا اس معاملہ میں جو پالیسی بھی آں حضرت ﷺ نے اختیار کی تھی وہ آپ کے زمانے میں اور آپ کے خلفاء کے زمانے میں ایک نہایت مشہور ومعروف بات ہونی چاہیے تھی۔

پھر کوئی ایسا شخص جو نبی ﷺ کی سیرت وشخصیت اور آپ کے خلفاء راشدین کی زندگی اور آپ کے صحابۂ کرام کے حالات سے کچھ بھی واقفیت رکھتا ہو۔ یہ گمان بھی نہیں کر سکتا کہ نبی ﷺ معاذ اللہ ان لوگوں میں سے تھے جو زبان سے ایک چیز کو غلط کہیں اور اسے رائج رہنے دیں اور زبان سے ایک دوسرے طریقہ کو برحق کہیں اور عملاً اس کو جاری نہ کریں۔ یا یہ کہ حضور ﷺ ایک طریقہ کو روکنا اور دوسرے طریقے کو رائج کرنا چاہتے ہوں اور صحابۂ کرام مان کر نہ دیں یا یہ کہ خلفاء راشدین کو یہ معلوم ہو چکا ہو کہ حضور ﷺ کسی رواج کا انسداد کر کے ایک دوسرا اصلاحی طریقہ جاری کرنا چاہتے تھے اور پھر وہ اپنے تمام زمانۂ خلافت میں آپ کے منشا کو عملی جامہ پہنانے سے باز رہ جائیں۔

یہ تین حقیقتیں ایسی ظاہر وباہر ہیں جن سے کسی صاحب عقل وفکر اور صاحب علم ونظر آدمی کے لیے مجال انکار نہیں ہے۔ اب اگر آپ یہ سنیں کہ نبی ﷺ کے زمانے سے لے کر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے وسط تک، یعنی تقریباً ۵۰ سال تک مذکور بالا پانچ چھ اصحاب کے سوا کسی کو یہ معلوم نہ تھا کہ آں حضرت ﷺ نے بٹائی اور لگان پر زمین کاشت کے لیے دینے کو منع فرمایا ہے، اور یہ کہ نبی ﷺ خود اور تمام اکابر صحابہ اور آپ ﷺ سے قریب ترین تعلق رکھنے والے تمام بڑے بڑے گھرانے

بٹائی پر زمینیں دیتے رہے، اور یہ کہ خلافت راشدہ کے پورے عہد میں یہی طریقہ رائج رہا، تو کیا آپ حیرت سے ھک دک نہ رہ جائیں گے؟ حقیقت میں یہ ہے نہایت حیرت انگیز بات، مگر واقعہ یہی ہے کہ ہم ان روایات کو یہاں نمبروار نقل کرتے ہیں جن سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔

۴۶– نافع کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنی زمینیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے زمانے میں برابر کرائے پر دیتے رہے۔ امیر معاویہؓ کی خلافت کے ابتدائی زمانے میں بھی ان کا یہی طریقہ رہا۔ یہاں تک کہ جب امیر معاویہؓ کی خلافت کا آخری زمانہ آیا (یعنی تقریباً ۵۰ ہجری یا اس کے بعد کا زمانہ) تو ان کو یہ خبر پہنچی کہ رافع بن خدیجؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس فعل کی ممانعت کرنے کا حکم روایت کرتے ہیں۔ یہ سن کر وہ رافع بن خدیج سے ملنے گئے اور میں ان کے ساتھ تھا۔ انہوں نے رافع سے پوچھا کہ یہ کیا روایت ہے جو تم بیان کرتے ہو؟ رافع نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زمینوں کے کرائے سے منع فرماتے تھے۔ اس پر ابن عمرؓ نے زمینیں کرائے پر دینی بند کر دیں۔ اور جب کبھی ان سے اس کے متعلق پوچھا جاتا تو وہ جواب دیتے کہ رافع بن خدیج کا دعویٰ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرما دیا تھا۔

تخریج:⟨۱⟩ حَدَّثَنَا يَحيٰی بْنُ يَحْيٰى، قَالَ: اَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ نَافِعٍ، اَنَّ ابْنَ عُمَرَ، كَانَ يُكْرِىْ مَزَارِعَهٗ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيّ صلی اللہ علیہ وسلم وَ فِیْ اِمَارَةِ اَبِیْ بَكْرٍ وَ عُمَرَ وَ عُثْمَانَ وَ صَدْرًا مِنْ خَلَافَةِ مُعَاوِيَةَ حَتّٰى بَلَغَهٗ فِیْ اٰخِرِ خِلَافَةِ مُعَاوِيَةَ۔ اَنَّ رَافِعَ بْنَ خَدِيْجٍ يُحَدِّثُ فِيْهَا بِنَهْىٍ عَنِ النَّبِيّ صلی اللہ علیہ وسلم فَدَخَلَ عَلَيْهِ وَ اَنَا مَعَهٗ، فَسَاَلَهٗ، فَقَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَنْهٰى عَنْ كِرَاءِ الْمَزَارِعِ فَتَرَكَهَا ابْنُ عُمَرَ بَعْدُ، فَكَانَ اِذَا سُئِلَ عَنْهَا بَعْدُ قَالَ، زَعَمَ رَافِعُ بْنُ خَدِيْجٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم نَهٰى عَنْهَا۔ (۲۶)

۴۷– اسی سے ملتی جلتی روایت خود حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے صاحب زادے حضرت سالمؒ روایت کرتے ہیں۔ ان کے الفاظ یہ ہیں کہ حضرت عبداللہؓ کے سوال پر حضرت رافعؓ نے ان کو جواب دیا کہ میں نے اپنے دو چچاؤں کو، جو بدری صحابی تھے، گھر والوں سے یہ کہتے سنا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین کے کرائے سے منع کیا ہے۔ اس پر حضرت عبداللہ نے فرمایا:

لَقَدْ كُنْتُ اَعْلَمُ فِیْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اَنَّ الْاَرْضَ تُكْرٰى۔

"مجھے معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں زمینیں کرائے پر دی جاتی تھیں"

مگر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اس ڈر سے کہ شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع کیا ہو اور مجھے نہ معلوم ہوا ہو، اپنی زمینیں کرائے پر دینی بند کر دیں۔ (بخاری، مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ)

⟨۲⟩ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، ثَنَا حَمَّادٌ عَنْ اَيُّوْبَ، عَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يُكْرِىْ مَزَارِعَهٗ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيّ صلی اللہ علیہ وسلم وَ اَبِیْ بَكْرٍ وَّ عُمَرَ وَ عُثْمَانَ وَ صَدْرًا مِنْ اِمَارَةِ مُعَاوِيَةَ ثُمَّ حُدِّثَ عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم۔ نَهٰى عَنْ كِرَاءِ الْمَزَارِعِ۔ فَذَهَبَ ابْنُ عُمَرَ

اِلٰی رَافِعٍ وَ ذَهَبْتُ مَعَهٗ فَسَاَلَهٗ، فَقَالَ: نَهَی النَّبِیُّ ﷺ عَنْ كِرَاءِ الْمَزَارِعِ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: قَدْ عَلِمْتَ اَنَّا كُنَّا نُكْرِیْ مَزَارِعَنَا عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بِمَا عَلَی الْاَرْبَعَاءِ وَ شَیْءٌ مِنَ التِّبْنِ۔ (۲۷)

دیکھیے عبداللہ بن عمرؓ وہ شخص ہیں جن کی حقیقی بہن رسول اللہ ﷺ کے نکاح میں تھیں۔ جن کے والد، حضرت عمرؓ، نبی ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے معتمد ترین وزیر رہے۔ اور پھر خود دس سال تک اسلامی حکومت کے خلیفہ رہے کیا یہ ممکن تھا کہ ان کو پورے زمانۂ نبوت اور پورے زمانۂ خلافت راشدہ میں یہ خبر نہ ہوتی کہ زمینوں کے بارے میں اسلام کا قانون کیا ہے؟ اور کیا یہ ممکن ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زندگی میں ان کا اپنا بیٹا خود ان کی طرف سے ان کے گھر کی زمینداری کا انتظام ایسے طریقے پر کرتا رہتا جو اسلامی قانون میں ممنوع تھا؟ (۱)

۴۸— ابن عمر رضی اللہ عنہما ہی کی روایت ہے، اور عبداللہ بن عباسؓ اور انس بن مالکؓ کی روایات اس کی تصدیق کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے خیبر پر حملہ کیا۔ اس کا کچھ حصہ صلحاً فتح ہوا اور کچھ بزور شمشیر مغلوب ہوا۔ آں حضرت ﷺ نے آدھے علاقے کو حکومت کی ضروریات کے لیے مخصوص فرما دیا اور آدھے علاقے کو اٹھارہ سو حصوں میں تقسیم کر کے ان پندرہ سو مجاہدین پر بانٹ دیا جو غزوۂ خیبر میں شریک تھے۔ (یعنی بارہ سو پیادوں کا اکہرا حصہ اور تین سو سواروں کا دوہرا حصہ) پھر آپ نے ارادہ فرمایا کہ یہودی باشندوں کو علاقہ مفتوحہ سے نکال دیں۔ مگر یہودیوں نے آ کر عرض کیا کہ آپ ہمیں یہاں رہنے دیں۔ ہم آپ کی طرف سے یہاں کاشت کریں گے، آدھی پیداوار آپ لے لیجیے گا اور آدھی ہم لے لیں گے۔ آں حضرت ﷺ نے یہ دیکھ کر

---

(۱) یہاں یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ اگر حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو یہ اطمینان تھا کہ مزارعت اور کرایۂ زمین ناجائز نہیں ہے تو پھر رافع بن خدیج کی روایت سن کر انہوں نے یہ طریقہ چھوڑ کیوں دیا؟ یہ بظاہر ایک شبہ میں ڈالنے والی بات ہے۔ لیکن جو شخص حضرت ابن عمرؓ کی طبیعت اور ان کے مزاج سے واقف ہو وہ اس طرح کی کسی غلط فہمی میں نہیں پڑ سکتا۔ واقعہ یہ ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کے مزاج میں احتیاط ورع کی حد سے گزر کر تشدد تک پہنچ گئی تھی، اور آخر عمر میں تو اس نے ایک حد تک وہم کی سی صورت اختیار کر لی تھی۔ مثلاً وہ وضو میں اتنا مبالغہ کرتے تھے کہ آنکھوں کے اندرونی حصوں کو بھی دھویا کرتے تھے، یہاں تک کہ آخر کار اسی وجہ سے ان کی بینائی جاتی رہی۔ اپنے بچوں کو اگر پیار کر لیتے تو پھر کلی کیے بغیر نماز نہ پڑھتے۔ اگر دوران نماز میں امام کے ساتھ آ کر شامل ہوتے تو بعد میں صرف چھوٹی ہوئی نماز ہی ادا نہ کرتے بلکہ سجدۂ سہو بھی کرتے تھے۔ (تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو زادالمعاد ج ۱ ص ۲۲۶) اس شدت احتیاط کی بنا پر اگر انہوں نے رافع بن خدیج کی حدیث سن کر اپنی زمینیں کرائے پر دینی بند کر دیں تو اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ انہیں اس عمل کی صحت میں واقعی کوئی شک ہو گیا تھا جسے وہ پچاس برس تک زمانۂ نبوت وخلافت راشدہ میں کرتے رہے تھے اور جس پر اکابر صحابہ وخلفائے راشدین اور خود نبی ﷺ کو عمل کرتے دیکھ چکے تھے۔ اگر ان کے دل میں مزارعت کے جواز کے متعلق ذرا برابر بھی کوئی شک ہوتا تو کیسے ممکن تھا کہ ان کی زبان سے یہ شکایت آمیز فقرہ نکلتا (جیسا کہ مسلم کی ایک روایت میں ہے) کہ:

لَقَدْ مَنَعَنَا رَافِعٌ نَفْعَ اَرْضِنَا۔ (مسلم کتاب البیوع باب کراء الارض)

''رافع نے ہم کو ہماری زمین کے نفع سے محروم کر دیا۔''

کیا کوئی شخص یہ توقع کر سکتا ہے کہ ابن عمرؓ کو اگر کسی درجہ بھی یہ گمان ہوتا کہ یہ واقعی رسول اللہ ﷺ کا حکم ہے تو ان کی زبان اس پر حرف شکایت سے آلودہ ہو سکتی تھی؟

کہ آپ کے پاس کام کرنے والے آدمیوں کی کمی ہے، ان کی بات مان لی، اور ان سے فرمایا کہ ہم جب تک چاہیں گے، تم کو رکھیں گے، اور جب چاہیں گے تمہیں یہاں سے نکال دیں گے۔ چناں چہ ان شرائط پر آپ نے ان سے معاملہ طے کرلیا۔ وہ کاشت کاروں کی حیثیت سے خیبر میں کام کرتے تھے۔ آدھی زمین کی مالک حکومت تھی اور بقیہ نصف کے مالک وہ پندرہ سو حصہ دار تھے جن پر اٹھارہ سو قطعات تقسیم کیے گئے تھے۔ بٹائی کے معاہدے کی رو سے جو نصف پیداوار وہاں سے آتی تھی اس کو حکومت اور حصہ داروں کے درمیان تقسیم کردیا جاتا تھا۔ نبی ﷺ کا اپنا حصہ بھی عام حصہ داروں کے ساتھ تھا۔ چناں چہ آپ اس میں سے ہر سال ایک خاص مقدار میں غلہ اور کھجوریں اپنی ازواج مطہرات کو برابر برابر دیا کرتے تھے۔ یہ بندوبست حضور ﷺ کے آخر حیات تک جاری رہا۔ اسی پر حضرت ابوبکرؓ نے اپنے زمانۂ خلافت میں عمل کیا۔ اسی پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ابتدائی زمانے میں کاربند رہے۔ پھر جب یہودیوں نے خیبر میں پیہم شرارتیں کیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے یہ ہوئی کہ معاہدے کے مطابق ان کو وہاں سے نکال دیا جائے، تو آپ نے اعلان کیا کہ خیبر میں جس جس کا حصہ ہے وہ جاکر اپنی اپنی زمین سنبھال لے۔ ازواج مطہرات کے سامنے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ تجویز پیش کی کہ آپ میں سے جو جو پسند کریں وہ اتنی زمین لے لیں جس کی پیداوار اسی قدر ہو جس قدر غلہ اور ثمرہ آپ کو نبی ﷺ کے زمانے میں ملتا آرہا ہے، اور جو چاہیں اپنے حصہ کی زمین حکومت کے انتظام میں رہنے دیں اور اتنا ہی غلہ اور ثمرہ حکومت سے لیتی رہیں۔ اس تجویز کے مطابق بعض ازواج مطہرات نے غلہ اور ثمرہ پسند کیا۔ اور حضرت عائشہ اور حفصہ رضی اللہ عنہما نے زمین لے لی۔(۱) اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہودیوں کو خیبر سے منتقل کرکے تیماء اور اریحاء میں بسادیا۔ (بخاری، مسلم، احمد، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ)

تخریج:〈۱〉 حَدَّثَنَا اَحۡمَدُ بۡنُ حَنۡبَلٍ، وَ زُهَيۡرُ بۡنُ حَرۡبٍ وَاللَّفۡظُ لِزُهَيۡرٍ، قَالَا نَا يَحۡيٰى وَ هُوَ الۡقَطَّانُ عَنۡ عُبَيۡدِ اللّٰهِ، قَالَ: اَخۡبَرَنِىۡ نَافِعٌ عَنِ ابۡنِ عُمَرَ، اَنَّ رَسُوۡلَ اللّٰهِ ﷺ عَامَلَ اَهۡلَ خَيۡبَرَ بِشَطۡرِ مَا يَخۡرُجُ مِنۡهَا مِنۡ ثَمَرٍ اَوۡ زَرۡعٍ۔ (۲۸)

〈۲〉 حَدَّثَنَا ابۡنُ رُمۡحٍ، قَالَ: اَنَا اللَّيۡثُ، عَنۡ مُحَمَّدِ بۡنِ عَبۡدِ الرَّحۡمٰنِ عَنۡ نَافِعٍ، عَنۡ عَبۡدِ اللّٰهِ بۡنِ عُمَرَ، عَنۡ رَّسُوۡلِ اللّٰهِ ﷺ اَنَّهٗ دَفَعَ اِلٰى يَهُوۡدَ خَيۡبَرَ نَخۡلٍ وَ اَرۡضَهَا عَلٰى اَنۡ يَّعۡتَمِلُوۡهَا مِنۡ اَمۡوَالِهِمۡ وَ لِرَسُوۡلِ اللّٰهِ ﷺ شَطۡرُ ثَمَرِهَا۔ (۲۹)

〈۳〉 حَدَّثَنَا اَحۡمَدُ بۡنُ الۡمِقۡدَامِ، ثَنَا فُضَيۡلُ بۡنُ سُلَيۡمَانَ، ثَنَا مُوۡسٰى، اَخۡبَرَنِىۡ نَافِعٌ عَنِ ابۡنِ عُمَرَ، قَالَ: كَانَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ ﷺ ح وَ قَالَ عَبۡدُ الرَّزَّاقِ اَنَا ابۡنُ جُرَيۡجٍ، ثَنِىۡ مُوۡسَى بۡنُ عُقۡبَةَ عَنۡ نَافِعٍ، عَنِ ابۡنِ عُمَرَ اَنَّ عُمَرَ بۡنَ الۡخَطَّابِ اَجۡلَى الۡيَهُوۡدَ وَالنَّصَارٰى مِنۡ اَرۡضِ

---

(۱) واضح رہے کہ یہ نبی ﷺ کی میراث نہیں تھی جو آپ ﷺ کی ازواج مطہرات میں تقسیم ہوئی، بلکہ آں حضرت ﷺ کی بیویوں کو چوں کہ تمام امت کی مائیں قرار دیا گیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو آپ ﷺ کے بعد نکاح سے روک دیا تھا اس لیے ان کا نفقہ امت پر واجب تھا۔

الْحِجازِ وَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَمَّا ظَهَرَ عَلٰى خَيْبَرَ اَرَادَ اِخْرَاجَ الْيَهُوْدِ مِنْهَا وَ كَانَتِ الْاَرْضُ حِيْنَ ظَهَرَ عَلَيْهَا لِلّٰهِ وَ لِرَسُوْلِهٖ وَ لِلْمُسْلِمِيْنَ فَاَرَادَ اِخْرَاجَ الْيَهُوْدِ مِنْهَا فَسَاَلَتِ الْيَهُوْدُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لِيُقِرَّهُمْ بِهَا عَلٰى اَنْ يَّكْفُوْا عَمَلَهَا وَ لَهُمْ نِصْفُ الثَّمَرِ، وَ قَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ نُقِرُّكُمْ بِهَا عَلٰى ذٰلِكَ مَا شِئْنَا فَقَرُّوْا بِهَا حَتّٰى اَجْلَاهُمْ عُمَرُ اِلٰى تَيْمَآءَ وَ اَرِيْحَآءَ۔ (۳۰)

﴿۴﴾ حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَ اِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ، وَاللَّفْظُ لِابْنِ رَافِعٍ، قَالَا: نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، قَالَ: اَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، قَالَ: حَدَّثَنِیْ مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ اَجْلَى الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى مِنْ اَرْضِ الْحِجَازِ، وَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَمَّا ظَهَرَ عَلٰى خَيْبَرَ اَرَادَ اِخْرَاجَ الْيَهُوْدِ مِنْهَا، وَكَانَتِ الْاَرْضُ حِيْنَ ظَهَرَ عَلَيْهَا لِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَ لِرَسُوْلِهٖ ﷺ وَ لِلْمُسْلِمِيْنَ فَاَرَادَ اِخْرَاجَ الْيَهُوْدِ مِنْهَا، فَسَاَلَتِ الْيَهُوْدُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَنْ يُّقِرَّهُمْ بِهَا عَلٰى اَنْ يَّكْفُوْا عَمَلَهَا، وَ لَهُمْ نِصْفُ الثَّمَرِ، فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: نُقِرُّكُمْ بِهَا عَلٰى ذٰلِكَ مَا شِئْنَا فَقَرُّوْا بِهَا حَتّٰى اَجْلَاهُمْ عُمَرُ اِلٰى تَيْمَآءَ وَ اَرِيْحَآءَ۔ (۳۱)

﴿۵﴾ حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِیُّ، قَالَ: نَا عَلِیٌّ وَ هُوَ ابْنُ مُسْهِرٍ قَالَ: نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: اَعْطٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ خَيْبَرَ بِشَطْرِ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا مِنْ ثَمَرٍ اَوْ زَرْعٍ، فَكَانَ يُعْطِیْ اَزْوَاجَهٗ كُلَّ سَنَةٍ مِائَةَ وَسْقٍ، ثَمَانِيْنَ وَسْقًا مِنْ تَمْرٍ، وَ عِشْرِيْنَ وَسْقًا مِنْ شَعِيْرٍ۔ فَلَمَّا وَلِیَ عُمَرُ قَسَمَ خَيْبَرَ خَيَّرَ اَزْوَاجَ النَّبِیِّ ﷺ اَنْ يَّقْطَعَ لَهُنَّ الْاَرْضَ وَالْمَاءَ اَوْ يَضْمَنَ لَهُنَّ الْاَوْسَاقَ كُلَّ عَامٍ فَاخْتَلَفْنَ فَمِنْهُنَّ مَنِ اخْتَارَ الْاَرْضَ وَالْمَاءَ وَ مِنْهُنَّ مَنِ اخْتَارَ الْاَوْسَاقَ كُلَّ عَامٍ، فَكَانَتْ عَائِشَةُ وَ حَفْصَةُ مِمَّنْ اخْتَارَتَا الْاَرْضَ وَالْمَاءَ۔ (۳۲)

﴿۶﴾ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيْسٰى، ثَنَا اَشْعَثُ بْنُ شَيْبَةَ، ثَنَا اَرْطَاةُ بْنُ الْمُنْذِرِ، قَالَ: سَمِعْتُ حَكِيْمَ بْنَ عُمَيْرٍ اَبَا الْاَحْوَصِ، يُحَدِّثُ عَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ السُّلَمِیِّ، قَالَ: نَزَلْنَا مَعَ النَّبِیِّ ﷺ خَيْبَرَ وَ مَعَهٗ، مَنْ مَّعَهٗ مِنْ اَصْحَابِهٖ، وَكَانَ صَاحِبُ خَيْبَرَ رَجُلًا مَارِدًا مُنْكَرًا فَاَقْبَلَ اِلَى النَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ! اَلَكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا حُمُرَنَا، وَ تَاْكُلُوْا ثَمَرَنَا وَ تَضْرِبُوْا

نِسَآءَ نَا؟ فَغَضِبَ یعنی النَّبِیَّ ﷺ وَ قَالَ: یَا ابْنَ عَوْفٍ ارْکَبْ فَرَسَکَ ثُمَّ نَادِ اَلاَ، اِنَّ الْجَنَّةَ لاَ تَحِلُّ اِلاَّ لِمُؤْمِنٍ وَ اَنِ اجْتَمِعُوْا لِلصَّلاَةِ، قَالَ: فَاجْتَمَعُوْا، ثُمَّ صَلَّی بِهِمُ النَّبِیَّ ﷺ ثُمَّ قَامَ، فَقَالَ اَیَحْسَبُ اَحَدُکُمْ مُتَّکِئًا عَلٰی اَرِیْکَتِهٖ قَدْ یَظُنُّ اَنَّ اللّٰهَ لَمْ یُحَرِّمْ شَیْئًا اِلاَّ مَا فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ؟ اَلاَ، وَ اِنِّیْ وَاللّٰهِ، قَدْ وَعَظْتُ وَ اَمَرْتُ وَ نَهَیْتُ عَنْ اَشْیَاءَ اِنَّهَا لَمِثْلُ الْقُرْاٰنِ اَوْ اَکْثَرَ، وَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی لَمْ یَحِلَّ لَکُمْ اَنْ تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ اَهْلِ الْکِتَابِ اِلاَّ بِاِذْنٍ وَلاَ ضَرْبَ نِسَآئِهِمْ، وَلاَ اَکْلَ ثِمَارِهِمْ اِذَا اَعْطُوْکُمُ الَّذِیْ عَلَیْهِمْ۔ (۳۳)

یہ عہد نبوت وخلافت کے مشہور ترین واقعات میں سے ہے اور اس کی صحت میں کسی شک کی گنجائش نہیں ہے۔اس میں صریح طور پر دیکھا جاسکتا ہے کہ نبی ﷺ نے خود بٹائی پر زمین کاشت کے لیے دی ہے، اپنی طرف سے بھی، حکومت کی طرف سے بھی اور ان پندرہ سو افراد کی طرف سے بھی جن کا حصہ خیبر میں تھا۔ اس طریقہ پر آپ اپنے آخری لمحۂ حیات تک عامل رہے، اور آپ کے بعد شیخین کا عمل بھی اسی پر رہا۔ کیا اس کے بعد بھی کسی کو یہ گمان ہوسکتا ہے کہ اسلامی قانون میں بٹائی پر زمین کاشت کے لیے دینا ممنوع تھا؟

اس کے جواب میں جو لوگ کہتے ہیں کہ خیبر کا معاملہ بٹائی کا نہیں بلکہ خراج کا معاملہ تھا، ان کی بات صحیح نہیں ہے۔ خیبر کی آدھی زمین جو حکومت کی ملک قرار دی گئی تھی، اس کی بٹائی تو بے شک خراج تھی، لیکن جو بقیہ نصف اراضی مجاہدین کے درمیان تقسیم کردی گئی تھیں۔ ان کی بٹائی کو ''خراج'' کا نام کیسے دیا جاسکتا ہے؟

اسی طرح جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ''خیبر کے یہودی باقاعدہ ذمی رعایا نہ تھے، کیوں کہ ان پر جزیہ نہیں لگایا گیا تھا، اس لیے مسلمان مجاز تھے کہ ان سے جو چاہتے لیتے'' ان کی بات بھی صحیح نہیں ہے سب کو معلوم ہے کہ قرآن مجید میں جزیہ کے احکام غزوۂ خیبر کے وقت نازل ہی نہ ہوئے تھے۔ پھر بھلا احکام جزیہ کی غیر موجودگی میں جزیہ نہ عاید کیے جانے پر کسی قانونی استدلال کی بنا کیسے رکھی جاسکتی ہے؟ اہل خیبر کا ذمی ہونا تو اس سے ظاہر ہے کہ اسلامی حکومت نے ان کو ایک باضابطہ قرارداد کے مطابق اپنے ملک میں آباد رہنے دیا، ان پر خراج عائد کیا۔ اور ان پر دیوانی وفوج داری قوانین اسی طرح نافذ کیے جس طرح وہ مسلمان رعایا پر نافذ کیے جارہے تھے۔ ابوداؤد کی روایت ہے کہ جب خیبر کی قرارداد ہوچکی اور مسلمان یہودیوں کی بستیوں میں چلنے پھرنے لگے تو بعض مسلمان یہودیوں پر کچھ دست درازی کر بیٹھے۔ اس کی شکایت یہودیوں نے نبی ﷺ سے کی۔ اس پر آپ ﷺ نے ایک خطبہ دیا اور اس میں فرمایا کہ ''اللہ نے تمہارے لیے یہ حلال نہیں کیا ہے کہ اہل کتاب کے گھروں میں بلا اجازت گھسو اور ان کے بال بچوں کو مارو پیٹو اور ان کے پھل کھا جاؤ، حالاں کہ جو کچھ ان پر واجب تھا وہ انہوں نے تم کو ادا کردیا ہے۔'' کیا یہ اہل خیبر کے ذمی ہونے کی کھلی دلیل نہیں ہے۔ اسلامی قانون فوج داری میں قسامت کے قاعدہ کا تو ماخذ ہی وہ واقعہ ہے جو خیبر میں ایک مسلمان کے خفیہ قتل کا پیش آیا تھا۔ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ یہودیوں کو قانون کی نگاہ میں مسلمان کے برابر حیثیت حاصل تھی۔ اگر کہا جائے کہ جب یہ بات تھی تو آیت جزیہ کے نزول کے بعد ان پر جزیہ کیوں نہ

لگایا گیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جن لوگوں کے ساتھ نزول آیت سے پہلے ایک معاہدہ طے ہو چکا تھا ان پر ایک نئی شرط کا اضافہ کر دینا کیوں کر جائز ہو سکتا تھا۔ اگر کہا جائے کہ جب وہ ذمی تھے تو پھر ان کو خیبر سے نکالا کیوں گیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان کا اخراج اس قرارداد کے مطابق تھا جو انہیں ذمی بناتے وقت ان سے طے ہو چکی تھی۔ نیز یہ بھی یاد رہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو صرف حجاز سے نکالا تھا، سلطنت سے نہیں نکال دیا تھا۔ آپ نے سلطنت کے ایک حصہ سے ان کو منتقل کیا اور دوسرے حصے یعنی (تیماء اور اریحا) میں لے جا کر بسا دیا۔[1]

پھر جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ معاملہ مزارعت کا نہیں تھا، کیوں کہ اس میں مدت کا تعین نہ ہوا تھا، ان کی بات بھی صحیح نہیں ہے۔ نبی ﷺ نے جو معاملہ ان سے طے کیا تھا اس میں منجملہ شرائط کے ایک شرط یہ بھی تھی کہ:

نقركم بها على ذلك ما شئنا۔ ''ہم اس قرارداد پر جب تک چاہیں گے، تم کو یہاں رکھیں گے۔''

اس میں مدت کا تعین بلحاظ وقت نہیں، بلکہ بلحاظ مشیت مالک کیا گیا تھا، اور یہ ان مخصوص حالات کی وجہ سے تھا، جن میں اس وقت یہودیوں سے معاملہ طے ہوا تھا۔ اتنی سی بات کی وجہ سے یہ فیصلہ کر دینا درست نہیں ہے کہ خیبر کا معاملہ سرے سے مزارعت کا معاملہ ہی نہ تھا، حالاں کہ اپنی دوسری تفصیلات میں وہ صریحاً ایک مزارعت کا معاملہ نظر آتا ہے۔[2]

۴۹— حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے (اور خیال رہے کہ یہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہی ہیں جن سے اوپر بٹائی اور لگان کی ممانعت اور خود کاشت کرنے یا مفت زمین دینے کی ہدایت نقل کی جا چکی ہے) کہ جب نبی ﷺ مدینہ تشریف لائے تو انصار نے آ کر عرض کیا۔

اَقْسِمْ بَيْنَنَا وَ بَيْنَ اِخْوَانِنَا النَّخْلَ۔

''آپ ہمارے نخلستانوں کو ہمارے درمیان اور ہمارے مہاجر بھائیوں کے درمیان بانٹ دیں۔''

مگر آں حضرت ﷺ نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ پھر انصار نے مہاجرین سے کہا:

تَكْفُوْنَا الْعَمَلَ وَ نُشْرِكُكُمْ فِي الثَّمَرَةِ۔

''آپ لوگ ہماری طرف سے ان نخلستانوں میں کام کریں۔ اور ہم آپ کو ثمرہ میں شریک کریں گے۔''

اس پر مہاجرین نے کہا:

سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا۔ (بخاری) ''یہ بات بہ خوشی منظور ہے۔''

تخریج: حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ، اَنَا شُعَيْبٌ، ثَنَا اَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ،

---

(۱) اس پر مفصل بحث کے لیے علامہ ابن القیم کی زاد المعاد جلد دوم میں حسب ذیل مقامات ملاحظہ ہوں۔ ص ۹، ۱۰۸، ۱۱۱، ۲۰۱، ۲۰۶۔

(۲) واضح رہے کہ حنفیہ کے نزدیک مزارعت کے لیے مدت کا تعین ضروری نہیں ہے۔ چناں چہ لسان الحکام میں ہے **و فی النوازل عن محمد بن سلمة المزارعة من غير بيان المدة جائزة ايضاً ص ۱۹۵ ۔** اور **الفقه على المذاهب الاربعة** میں مذہب حنفی کے احکام بیان کرتے ہوئے لکھا ہے۔ **و يصح عقد المزارعة بدون بيان المدة اذا كان وقت الزرع معروفا۔ (جلد ۳ ص: ۱۹)**

قَالَ: قَالَتِ الْاَنْصَارُ لِلنَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم، اَقْسِمْ بَيْنَنَا وَ بَيْنَ اِخْوَانِنَا النَّخِيْلَ، قَالَ: لَا فَقَالُوْا: فَتَكْفُوْنَا الْمَؤُنَةَ وَ نُشْرِكُكُمْ فِي الثَّمَرَةِ، قَالُوْا: سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا۔ (۳۴)

۵۰- قیس بن مسلم حضرت ابوجعفر (یعنی امام محمد باقر رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ مدینے میں مہاجرین کا کوئی گھرانہ ایسا نہ تھا جو تہائی یا چوتھائی حصہ پیداوار کے عوض کاشت نہ کرتا ہو۔ امام بخاری اس روایت کو نقل کرنے کے بعد پھر اس کی تائید میں مزید نظائر پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ بٹائی پر معاملہ حضرت علیؓ نے کیا ہے۔ سعد بن مالک اور عبداللہ بن مسعودؓ نے کیا ہے، عمر بن عبدالعزیز اور قاسم اور عروہ نے کیا ہے۔[1] آل ابوبکرؓ، آل علیؓ، آل عمرؓ[2] سب بٹائی پر کاشت کراتے رہے ہیں۔ حضرت عمرؓ لوگوں سے اس طرح معاملہ کیا کرتے تھے کہ اگر عمرؓ اپنے پاس سے بیج دے گا تو آدھی پیداوار لے گا اور اگر کاشت کار اپنا بیج لائیں تو ان کا حصہ اتنا ہوگا۔[3] (بخاری باب المزارعة بالشطر و نحوه)

تخریج: قَالَ قَيْسُ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنْ اَبِيْ جَعْفَرٍ، قَالَ: مَا بِالْمَدِيْنَةِ اَهْلُ بَيْتٍ هِجْرَةٍ اِلَّا يَزْرَعُوْنَ عَلَى الثُّلُثِ وَالرُّبُعِ وَ زَارَعَ عَلِيٌّ وَ سَعْدُ بْنُ مَالِكٍ وَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ وَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ وَالْقَاسِمُ وَ عُرْوَةُ وَ 'الُ اَبِيْ بَكْرٍ وَ 'الُ عُمَرَ وَ 'الَ عَلِيٍّ وَابْنُ سِيْرِيْنَ وَ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْاَسْوَدِ، كُنْتُ اُشَارِكُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ يَزِيْدَ فِي الزَّرْعِ، وَ عَامَلَ عُمَرُ النَّاسَ عَلٰى اِنْ جَاءَ عُمَرُ بِالْبَذْرِ مِنْ عِنْدِهٖ فَلَهُ الشَّطْرُ، وَ اِنْ جَاءُوْا بِالْبَذْرِ فَلَهُمْ كَذَا۔ وَ قَالَ الْحَسَنُ: لَا بَاْسَ اَنْ تَكُوْنَ الْاَرْضُ لِاَحَدِهِمَا فَيُنْفِقَانِ جَمِيْعًا فَمَا خَرَجَ فَهُوَ بَيْنَهُمَا وَرَاٰى ذٰلِكَ الزُّهْرِيُّ۔ وَ قَالَ الْحَسَنُ لَا بَاْسَ اَنْ يُجْتَنٰى الْقُطْنُ عَلَى النِّصْفِ وَ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ وَابْنُ سِيْرِيْنَ وَ عَطَاءٌ وَالْحَكَمُ وَالزُّهْرِيُّ وَ قَتَادَةُ: لَا بَاْسَ اَنْ يُّعْطَى الثَّوْبُ بِالثُّلُثِ اَوِ الرُّبُعِ وَ نَحْوِهٖ، وَ قَالَ مَعْمَرٌ: لَا بَاْسَ اَنْ تُكْرَى الْمَاشِيَةُ عَلَى الثُّلُثِ وَالرُّبُعِ اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى۔ (۳۵)

حضرت ابوجعفر (امام محمد باقر) کی ایک اور روایت ہے جس میں وہ تصریح کرتے ہیں کہ:

کان ابو بکر یعطی الارض علی الشطر۔ ''حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنی زمین نصف نصف کی بٹائی پر زراعت کے لیے دیتے تھے۔'' (طحاوی)

ابن ابی شیبہ نے حضرت علیؓ کا قول نقل کیا ہے:

لا باس بالمزارعة بالنصف۔ ''نصف نصف کی بٹائی پر زمین کاشت کے لیے دینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔'' (کنز العمال)

---

(۱) قاسم بن ابی بکر کے اثر کو پوری سند کے ساتھ عبدالرزاق نے اور باقی پانچوں بزرگوں کے آثار کو سند کے ساتھ ابن ابی شیبہ نے بیان کیا ہے۔

(۲) ان تینوں خاندانوں میں مزارعت کا رواج ہونے کی پوری سند عبدالرزاق اور ابن ابی شیبہ نے دی ہے۔

(۳) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس عمل کو پوری سند کے ساتھ ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے بیان کیا ہے

۵۱- طاؤس کی روایت ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اپنی زمین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اور آپ کے بعد حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، اور حضرت عثمان کے زمانے میں تہائی اور چوتھائی پیداوار کی بٹائی پر زراعت کے لیے دیتے رہے۔ (ابن ماجہ)

تخریج: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ ثَابِتٍ الْجَحْدَرِیُّ، ثَنَا عَبْدُ الْوَھَّابِ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ مُجَاھِدٍ، عَنْ طَاؤسٍ، اَنَّ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ اَکْرَی الْاَرْضَ عَلٰی عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم وَ اَبِیْ بَکْرٍ وَ عُمَرَ وَ عُثْمَانَ، عَلَی الثُّلُثِ وَالرُّبُعِ فَھُوَ یُعْمَلُ بِہٖ اِلٰی یَوْمِکَ ھٰذَا۔ (۳۶)

اس حدیث میں غلطی صرف اتنی ہے کہ طاؤس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد کا بھی ذکر کر دیا ہے، حالاں کہ حضرت معاذؓ کا انتقال حضرت عمرؓ کے زمانے میں ہو چکا تھا۔ لیکن محض اس غلطی کی بنا پر طاؤس جیسے شخص کی پوری روایت کو غلط نہیں کہا جا سکتا۔(۱) خصوصاً جب کہ اس سند کی روایت میں سب ثقہ لوگ ہیں۔ اب یہ سوچنے کی بات ہے کہ حضرت معاذ بن جبلؓ وہ شخص ہیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کا قاضی اور عامل زکوٰۃ مقرر فرمایا تھا، جن کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد تھا:

اعلمهم بالحلال والحرام۔ ''وہ صحابہ میں سب سے زیادہ حلال وحرام کی واقفیت رکھتے ہیں۔''

اور جنہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے بعد پورے شام کا فوجی گورنر مقرر کیا تھا۔ کیا یہ ممکن تھا کہ ایسے شخص کو یہ بھی معلوم نہ ہوتا کہ زمین کے بارے میں اسلام کا قانون کیا ہے۔

موسیٰ بن طلحہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، عمار بن یاسرؓ، خباب بن ارت رضی اللہ عنہ اور سعد بن مالک کو زمینیں عطا کی تھیں۔ ان میں سے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور سعد بن مالکؓ اپنی زمینیں تہائی اور چوتھائی پیداوار کی بٹائی پر کاشت کے لیے دیتے تھے۔ (کتاب الخراج لابی یوسف)

ان شواہد ونظائر سے یہ بات قطعی طور پر ثابت ہو جاتی ہے کہ مزارعت کا طریقہ عہد نبوت وخلافت راشدہ میں بالعموم رائج تھا۔ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدینؓ، اور صحابہؓ کے تمام زراعت پیشہ گھرانے اس پر عامل تھے، اور رافع بن خدیجؓ وغیرہ حضرات کی روایات پھیلنے تک پورے ۵۰ سال کے دوران میں کسی کو یہ بات سرے سے معلوم ہی نہ تھی کہ اس معاملے میں کسی قسم کے امتناعی احکام موجود ہیں۔

تنقید بلحاظ عقل ودرایت

اب ذرا اس معاملے کو ایک دوسرے رخ سے بھی دیکھیے۔ اسلام کے احکام ایک دوسرے کی ضد اور ایک دوسرے سے متناقض ومتصادم نہیں ہیں۔ اس کی ہدایات اور اس کے قوانین میں سے ہر چیز اس کے ممنوعی نظام میں اس طرح ٹھیک بیٹھتی ہے کہ دوسرے تمام احکام وقوانین کے ساتھ اس کا جوڑ مل جاتا ہے۔ یہ وہ خوبی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اس دین کے من جانب اللہ ہونے کا ایک نمایاں ثبوت قرار دیا ہے۔ لیکن اگر ہم یہ مان لیں کہ شریعت میں مزارعت ناجائز ہے اور یہ کہ شارع زمین کی

(۱) طاؤس کے متعلق محدثین بالعموم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت معاذؓ کے حالات سے وہ خوب واقف تھے۔ اور ان کے بارے میں ان کی روایات مستند ہیں اگر چہ وہ ان سے ملے نہیں تھے۔ چناں چہ امام شافعیؒ کہتے ہیں۔ **طاؤس عالم بامر معاذ و ان لم یلقه لکثرة من لقیه ممن ادرک معاذا۔** اور ابن حجر اس قول کو نقل کرنے کے بعد اس پر اضافہ کرتے ہیں کہ **و هذا مما لا اعلم عن احد فیه خلافا۔**

ملکیت کو خود کاشتی تک محدود کرنا چاہتا ہے، اور یہ کہ شارع آدمی کو اس بات پر مجبور کرتا ہے کہ خود کاشتی کی حد سے زائد جتنی زمین اس کے پاس موجود ہو اسے یا تو دوسروں کو مفت دے دے یا بیکار ڈال رکھے۔ تو ذرا سا غور کرنے پر ہمیں علانیہ محسوس ہونے لگتا ہے کہ یہ احکام اسلام کے دوسرے اصول اور قوانین سے مناسبت نہیں رکھتے اور ان کو اسلامی نظام میں ٹھیک بٹھانے کے لیے دور دور تک ہمیں اس نظام کی بہت سی چیزوں میں ترمیم ناگزیر ہو جاتی ہے۔ مثال کے طور پر تناقض کی چند نہایت صریح صورتیں ملاحظہ ہوں۔

(۱) اسلامی نظام میں ملکیت کے حقوق صرف ہٹے کٹے مردوں تک ہی محدود نہیں ہیں بلکہ عورتوں، بچوں، بیماروں اور بوڑھوں کو بھی یہ حقوق پہنچتے ہیں۔ اگر مزارعت ممنوع ہو تو ان سب کے لیے زرعی ملکیت بالکل بے معنی ہو کر رہ جاتی ہے۔

(۲) اسلامی قانون وراثت کی رو سے جس طرح ایک آدمی کی میراث اس کے مرنے پر بہت سے آدمیوں کے درمیان بٹ جاتی ہے، اسی طرح بسا اوقات بہت سے مرنے والوں کی میراث ایک آدمی کے پاس جمع بھی ہو سکتی ہے۔ اب یہ کتنی عجیب بات ہے کہ اسلام کا قانون وراثت تو بیسیوں اور سینکڑوں ایکڑ تک زمین ایک شخص کے پاس سمیٹ لائے، مگر اس کا قانون زراعت اس کے لیے ایک محدود رقبے کے سوا باقی تمام ملکیت سے انتفاع کو حرام قرار دے۔

(۳) اسلامی قانون بیع وشراء نے کسی نوعیت کی جائز اشیاء کے معاملے میں بھی انسان پر یہ پابندی عائد نہیں کی ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ ایک مخصوص حد تک ہی ان کو خرید سکتا ہو اور اس حد سے زیادہ کی خریداری کا مجاز نہ ہو۔ خرید وفروخت کا یہ غیر محدود حق جس طرح تمام جائز چیزوں کے معاملے میں آدمی کو حاصل ہے اسی طرح زمین کے معاملے میں بھی حاصل ہے۔ لیکن یہ بات پھر نہایت عجیب معلوم ہوتی ہے کہ دیوانی قانون کی رو سے تو ایک شخص جتنی چاہے زمین خرید سکے، مگر قانون زراعت کی رو سے وہ ایک حد خاص سے زائد ملکیت کا نفع اٹھانے کا حق دار نہ ہو۔

(۴) اسلام نے کسی نوع کی ملکیت پر بھی مقدار اور کمیت کے لحاظ سے کوئی حد نہیں لگائی ہے۔ جائز ذرائع سے جائز چیزوں کی ملکیت، جب کہ اس سے تعلق رکھنے والے شرعی حقوق و واجبات ادا کیے جاتے رہیں، بلا حد ونہایت رکھی جا سکتی ہے۔ روپیہ، پیسہ، جانور، استعمالی اشیاء، مکانات، سواری، غرض کسی چیز کے معاملے میں وہ کون سی خصوصیت ہے جس کی بنا پر صرف اس ایک معاملہ میں شریعت کا میلان یہ ہو کہ آدمی کے حقوق ملکیت کو مقدار کے لحاظ سے محدود کر دیا جائے، یا انتفاع کے مواقع سلب کر کے ایک حد خاص سے زائد ملکیت کو آدمی کے لیے عملاً بیکار کر دیا جائے۔[۱]

(۵) اسلام نے احسان اور فیاضی کی تعلیم تو زندگی کے ہر معاملے میں دی ہے۔ لیکن واجبی حقوق وصول کر لینے کے بعد پھر کسی معاملے میں بھی ہم اس کا یہ طریقہ نہیں دیکھتے کہ وہ فیاضی کو آدمی پر فرض قرار دیتا ہو۔ مثلاً جو شخص زکوٰۃ ادا کر چکا ہے اسلام اس کو یہ ترغیب تو ضرور دیتا ہے کہ وہ اپنا ضرورت سے زائد روپیہ حاجت مند لوگوں کو بخش دے۔ مگر

---

(۱) اس مقام پر یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ اسلام کا اصولی قانون تو یہی ہے جو اوپر ہم نے بیان کیا ہے۔ البتہ کسی خاص حالت میں یہ ضرورت محسوس ہو کہ زمین کی زیادہ سے زیادہ ملکیت کے لیے مقدار کی ایک حد مقرر کی جائے تو عارضی طور پر اتنی مدت کے لیے ایسا کیا جا سکتا ہے جب تک وہ ضرورت باقی رہے۔ لیکن اس طرح کے کسی فیصلے سے اسلام کے اصولی قانون میں کوئی ترمیم نہیں ہو سکتی۔ آگے چل کر ہم اس مسئلے پر مفصل بحث کر رہے ہیں۔

وہ اس بخشش وسخاوت کو فرض نہیں کرتا۔ اور نہ یہ کہتا ہے کہ حاجت مند کو قرض کی شکل میں روپیہ دینا یا مضاربت کے اصول پر روپیہ دے کر اس کے کاروبار میں شریک ہو جانا حرام ہے، بلکہ مدد صرف عطا اور بخشش ہی کی شکل میں ہونی چاہیے۔ اسی طرح مثلاً جس شخص کے پاس ضرورت سے زائد مکانات ہوں یا ایک بڑا مکان اس کی ذاتی ضرورت سے زیادہ کی گنجائش رکھتا ہو، اسلام بہت پسند کرتا ہے کہ آدمی اپنے ایسے مکانات اور گنجائشوں سے ان لوگوں کو فائدہ اٹھانے کا مفت موقع دے دے جو گھر نہ رکھتے ہوں۔ لیکن اس نے یہ نہیں کہا کہ یہ موقع لازماً مفت ہی دیا جانا چاہیے، کرایہ پر مکان دینا حرام ہے۔ ایسا ہی معاملہ ضرورت سے زائد کپڑوں اور برتنوں اور سواریوں وغیرہ کا بھی ہے کہ ان میں سے ہر ایک کو فیاضانہ طریقہ سے مفت دے دینا پسند تو ضرور کیا گیا ہے مگر فرض نہیں کیا گیا اور فروخت کرنے یا کرایہ پر دینے کو حرام نہیں ٹھہرایا گیا۔ اب آخر زرعی زمین میں وہ کیا خصوصیت ہے جس کی بنا پر صرف اس کے معاملے میں اسلام اپنے اس عام اصول کو بدل دے اور آدمی سے اس کی پیداوار پر زکوٰۃ وصول کر لینے کے بعد اسے اس بات پر مجبور کرے کہ وہ اپنی ضرورت سے زائد زمین لازماً دوسروں کو مفت دے دے اور شرکت یا مضاربت کے اصول پر ان سے معاملہ ہرگز نہ کرے۔

(۶) اسلامی قانون نے تجارت، صنعت اور معاشی کاروبار کے تمام شعبوں میں آدمی کو اس بات کی کھلی اجازت دی ہے کہ وہ نفع ونقصان کی شرکت کے اصول پر دوسروں کے ساتھ معاملہ کر لے۔ ایک شخص دوسرے کو اپنا روپیہ دے سکتا ہے اور طے کر سکتا ہے کہ تو اس سے کاروبار کر، نفع ہو تو اس میں آدھے یا چوتھائی کا میں حق دار ہوں۔ ایک شخص دوسرے کو اپنا سرمایہ کسی عمارت کی شکل میں کسی مشین یا انجن کی شکل میں۔ کسی موٹر یا کشتی یا جہاز کی شکل میں بھی دے سکتا ہے اور کہہ سکتا ہے کہ تو اس پر کام کر، جو نفع ہو اس میں میرا اتنا حصہ ہے۔ لیکن آخر اس بات کے لیے کون سے معقول وجوہ ہیں کہ ایک شخص اپنا سرمایہ زمین کی شکل میں دوسرے کو دے کر یہ نہ کہہ سکے کہ تو اس میں کاشت کر، پیداوار میں تہائی یا چوتھائی یا نصف کا میں شریک ہوں۔

یہ چند نمایاں ترین مثالیں ہیں جن پر نگاہ ڈال کر آدمی بیک نظر دیکھ سکتا ہے کہ یہ مزارعت کی حرمت اور یہ خود کاشتی کی قید اور یہ ملکیت زمین کے لیے رقبے کی حد بندی اسلام کے مجموعی نظام میں کسی طرح ٹھیک نہیں بیٹھتی۔ اسے کھپانا ہو تو دوسرے بہت سے اصول وقوانین کو بدلنا پڑے گا۔ دوسرے اصول وقوانین اپنی جگہ رہیں تو یہ ہر قدم پر ان سے متصادم ہوتی رہے گی۔

امتناعی احکام کا اصل مفہوم

پھر کیا نقل اور عقل کے ان دلائل کی بنا پر یہ فیصلہ کر دیا جائے کہ وہ تمام احادیث غلط ہیں جو اس کثرت سے ثقہ راویوں نے اتنے صحابیوں سے روایت کی ہیں۔ نہیں، اصل بات یہ نہیں ہے کہ یہ روایتیں جھوٹی یا ضعیف ہیں۔ اصل حقیقت صرف یہ ہے کہ ان میں ادھوری بات بیان ہوئی ہے جس کی وجہ سے غلط فہمیاں پیدا ہو گئی ہیں۔ خود رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ اور جابر بن عبد اللہ وغیرہ حضرات کی دوسری روایتیں جب ہمارے سامنے آتی ہیں اور بعض دوسرے جلیل القدر صحابہ کی توضیحات کو جب ہم دیکھتے ہیں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ دراصل نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کچھ اور تھا اور وہ روایات میں بیان کسی اور طرح ہو گیا۔

رافع بن خدیجؓ کی توضیحات

جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں، امیر معاویہؓ کے ابتدائی دور حکومت تک تمام بلاد اسلامیہ میں بالعموم سب ہی بٹائی اور لگان کا معاملہ کرتے تھے اور کسی کو یہ گمان تک نہ تھا کہ اس میں کسی قسم کی شرعی قباحت ہے۔ اس لیے جب ۵۰ ہجری کے لگ بھگ زمانے میں یکایک یہ خبر مشہور ہوئی کہ بعض صحابی اس چیز کی ممانعت کا حکم نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں تو ہر طرف ایک کھلبلی سی مچ گئی اور لوگ مجبور ہوئے کہ صحابہ کرامؓ کے پاس جا کر تحقیق کریں کہ نبی ﷺ نے فی الواقع کیا حکم دیا ہے، کن حالات میں دیا ہے اور کس چیز کے متعلق دیا ہے؟ اس سلسلہ میں خود ان صحابیوں سے بھی پوچھ گچھ کی گئی جن سے مزارعت اور کرایۂ زمین کی ممانعت کے احکام مروی ہوئے تھے اور دوسرے صحابہ سے بھی پوچھا گیا۔ اس طرح جو بات کھلی وہ ہم ذیل میں خود انہی بزرگوں کی زبان سے نقل کرتے ہیں۔

۵۲- حنظلہ بن قیس کہتے ہیں کہ میں نے رافع بن خدیج سے پوچھا، سونے اور چاندی کی شکل میں زمین کا کرایہ طے کرنا کیسا ہے؟ انہوں نے کہا کہ کوئی مضائقہ نہیں۔ اس کے بعد انہوں نے مزید تشریح کے طور پر فرمایا:

اِنَّمَا کَانَ النَّاسُ یُؤَاجِرُوْنَ عَلٰی عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ عَلَی الْمَاذِیَانَاتِ وَ اَقْبَالِ الْجَدَاوِلِ وَ اَشْیَاءِ مِنَ الزَّرْعِ فَیَھْلِکُ ھٰذَا وَ یَسْلَمُ ھٰذَا وَ یَسْلَمُ ھٰذَا وَ یَھْلِکُ ھٰذَا۔ فَلَمْ یَکُنْ لِلنَّاسِ کِرَاءٌ اِلَّا ھٰذَا فَلِذٰلِکَ زَجَرَ عَنْہُ۔ وَ اَمَّا شَیْءٌ مَعْلُوْمٌ مَضْمُوْنٌ فَلَا بَأْسَ بِہٖ۔ (مسلم، ابو داؤد، نسائی)

''اصل بات یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں لوگ اپنی زمینیں اجرت پر دیتے ہوئے یہ طے کیا کرتے تھے کہ پانی کی نالیوں کے سرے پر اور ان کے کناروں پر اور کھیت کے بعض مخصوص حصوں میں جو پیداوار ہوگی وہ مالک زمین لے گا۔ اب کبھی ایسا ہوتا کہ ایک جگہ کی کھیتی برباد ہوتی اور دوسری جگہ کی بچ جاتی اور کبھی اس جگہ کی بچ جاتی اور اس جگہ کی برباد ہو جاتی۔ اس زمانے میں زمین کرائے پر دینے کا کوئی دوسرا دستور اس کے سوا نہ تھا۔ اس کو نبی ﷺ نے سختی کے ساتھ منع فرمایا۔ رہا ایک واضح اور متعین حصہ، تو اس پر معاملہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔''

تخریج: **حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ، قَالَ: اَنَا عِیْسَی بْنُ یُوْنُسَ، قَالَ: نَا الْاَوْزَاعِیُّ عَنْ رَبِیْعَۃَ بْنِ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، قَالَ: حَدَّثَنِیْ حَنْظَلَۃُ بْنُ قَیْسِ الْاَنْصَارِیُّ، قَالَ: سَأَلْتُ رَافِعَ بْنَ خَدِیْجٍ عَنْ کِرَاءِ الْاَرْضِ بِالذَّھَبِ وَالْوَرِقِ، فَقَالَ: لَا بَأْسَ بِہٖ اِنَّمَا کَانَ النَّاسُ یُوَاجِرُوْنَ عَلٰی عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ عَلَی الْمَاذِیَانَاتِ وَ اَقْبَالِ الْجَدَاوِلِ وَ اَشْیَاءِ مِنَ الزَّرْعِ فَیَھْلِکُ ھٰذَا وَ یَسْلَمُ ھٰذَا، وَ یَسْلَمُ ھٰذَا وَ یَھْلِکُ ھٰذَا فَلَمْ یَکُنْ لِلنَّاسِ کِرَاءٌ اِلَّا ھٰذَا، فَلِذَالِکَ زَجَرَ عَنْہُ فَاَمَّا شَیْءٌ مَعْلُوْمٌ مَضْمُوْنٌ فَلَا بَأْسَ بِہٖ۔** (۳۷)

۵۳– حنظلہ بن قیس کی دوسری روایت میں رافع بن خدیج کے الفاظ یہ ہیں:

كُنَّا نُكْرِى الْاَرْضَ بِالنَّاحِيَةِ مِنهَا مُسَمًّى لِسَيِّدِ الْاَرْضِ قَالَ فَمِمَّا يُصَابُ ذٰلِكَ وَ تَسْلَمُ الْاَرْضُ وَ مِمَّا يُصَابُ الْاَرْضُ وَ يَسْلَمُ ذٰلِكَ فَنُهِينَا۔ وَ اَمَّا الذَّهَبُ وَالْوَرِقُ فَلَمْ يَكُنْ يَوْمَئِذٍ۔ (بخاری)

''ہم لوگ زمین اس طرح کرایہ پر دیتے تھے کہ مالک زمین کھیت کے ایک خاص حصے کی پیداوار کو اپنے لیے مخصوص کر لیتا تھا۔ اب کبھی ایسا ہوتا کہ اسی حصہ پر آفت آجاتی اور باقی زمین بچ جاتی اور کبھی ایسا ہوتا کہ وہی حصہ بچ جاتا اور ساری زمین پر آفت آجاتی۔ اسی لیے ہم کو ایسا معاملہ کرنے سے روک دیا گیا۔ رہا سونا چاندی تو اس پر معاملہ کرنے کا اس زمانے میں دستور ہی نہ تھا۔''

تخریج: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ، اَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، اَنَا يَحْىَ بْنُ سَعِيْدٍ، عَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ قَيْسٍ الْاَنْصَارِىُّ سَمِعَ رَافِعَ بْنَ خَدِيْجٍ، قَالَ: كُنَّا اَكْثَرُ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مُزْدَرَعًا كُنَّا نُكْرِى الْاَرْضَ بِالنَّاحِيَةِ مِنْهَا مُسَمًّى لِسَيِّدِ الْاَرْضِ، قَالَ: فَمِمَّا يُصَابُ ذَالِكَ وَ تَسْلَمُ الْاَرْضُ، وَ مِمَّا تُصَابُ الْاَرْضُ وَ يَسْلَمُ ذَالِكَ، فَنُهِينَا، وَ اَمَّا الذَّهَبُ وَالْوَرِقُ فَلَمْ يَكُنْ يَوْمَئِذٍ۔ (۳۸)

۵۴– حنظلہ بن قیس کی تیسری روایت میں یہ ذکر ہے کہ حضرت رافعؓ نے فرمایا:

حَدَّثَنِى عَمَّاىَ اَنَّهُمْ كَانُوْا يُكْرُوْنَ الْاَرْضَ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بِمَا يَنْبُتُ عَلَى الْاَرْبَعَاءِ، اَوْ شَىْءٌ يَسْتَثْنِيهِ صَاحِبُ الْاَرْضِ فَنَهَانَا ﷺ عَنْ ذٰلِكَ۔ فَقُلْتُ لِرَافِعٍ فَكَيْفَ هِىَ بِالدِّيْنَارِ وَالدِّرْهَمِ فَقَالَ رَافِعٌ لَيْسَ بِهَا بَأْسٌ بِالدِّيْنَارِ وَالدِّرْهَمِ۔

(بخاری، احمد، نسائی)

''میرے دو چچاؤں نے مجھ سے بیان کیا کہ نبی ﷺ کے زمانے میں لوگ اپنی زمینوں کو اس پیداوار کے عوض کرائے پر دیتے تھے جو پانی کی نالیوں پر پیدا ہو یا زمین کے کسی ایسے حصے میں پیدا ہو جسے مالک زمین مستثنیٰ کر لیتا تھا۔ اس طریقے کو نبی ﷺ نے منع فرما دیا۔ اس پر میں نے رافع سے پوچھا کہ دینار اور درہم کے عوض معاملہ کرنا کیسا ہے؟ رافع نے کہا اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔''

تخریج: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ، ثَنَا اللَّيْثُ عَنْ رَبِيْعَةَ بْنِ اَبِىْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ قَيْسٍ، عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ حَدَّثَنِىْ عَمَّاىَ اَنَّهُمْ كَانُوْا يُكْرُوْنَ الْاَرْضَ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، بِمَا يَنْبُتُ عَلَى الْاَرْبَعَاءِ اَوْ بِشَىْءٍ يَسْتَثْنِيْهِ صَاحِبُ الْاَرْضِ فَنَهَانَا النَّبِىُّ ﷺ عَنْ ذَالِكَ فَقُلْتُ لِرَافِعٍ: فَكَيْفَ هِىَ بِالدِّيْنَارِ وَالدِّرْهَمِ؟ فَقَالَ رَافِعٌ: لَيْسَ بِهَا بَأْسٌ بِالدِّيْنَارِ وَالدِّرْهَمِ۔ الخ (۳۹)

۵۵۔ حضرت رافع کی ایک اور روایت جو حنظلہ الزرقی کے واسطہ سے آئی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں:

كُنَّا اَكْثَرُ الْاَنْصَارِ حَقْلًا، قَالَ كُنَّا نُكْرِى الْاَرْضَ عَلٰى اَنَّ لَنَا هٰذِهٖ وَ لَهُمْ هٰذِهٖ فَرُبَمَا اَخْرَجَتْ هٰذِهٖ وَ لَمْ تَخْرُجْ هٰذِهٖ فَنَهَانَا عَنْ ذٰلِكَ وَ اَمَّا الْوَرِقُ فَلَمْ يَنْهَنَا۔

(مسلم، ابن ماجہ، بخاری۔ مگر بخاری میں **اما الورق فلم ينهنا** کے الفاظ نہیں ہیں)

''ہم لوگ انصار میں سب سے زیادہ کھیتی باڑی کرنے والے تھے۔ ہم زمین اس طرح کرایہ پر دیا کرتے تھے کہ کھیت کے اس حصہ کی پیداوار ہماری اور اس حصے کی پیداوار تمہاری۔ اب کبھی ایسا ہوتا کہ ایک حصے میں فصل ہوتی اور دوسرے میں نہ ہوتی۔ اس وجہ سے نبی کریم ﷺ نے ہم کو یہ معاملہ کرنے سے منع فرما دیا۔ رہا چاندی کے عوض معاملہ کرنا تو اس سے آپ ﷺ نے منع نہیں فرمایا۔''

تخریج: حَدَّثَنَا عَمْرُو نِ النَّاقِدُ، قَالَ: نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ يَحْيٰى وَ هُوَ ابْنُ سَعِيْدٍ، عَنْ حَنْظَلَةَ الزُّرَقِيِّ اَنَّهٗ سَمِعَ رَافِعَ بْنَ خَدِيْجٍ، يَقُوْلُ: كُنَّا اَكْثَرُ الْاَنْصَارِ حَقْلًا، قَالَ: كُنَّا نُكْرِى الْاَرْضَ عَلٰى اَنَّ لَنَا هٰذِهٖ، وَ لَهُمْ هٰذِهٖ فَرُبَمَا اَخْرَجَتْ هٰذِهٖ وَلَمْ تَخْرُجْ هٰذِهٖ۔ فَنَهَانَا عَنْ ذَالِكَ وَ اَمَّا الْوَرِقُ فَلَمْ يَنْهَنَا۔ (۴۰)

۵۶۔ خود رافع بن خدیج کے چچا زاد بھائی اسید بن ظہیر روایت کرتے ہیں:

كَانَ اَحَدُنَا اِذَا اسْتَغْنٰى عَنْ اَرْضِهٖ اَوْ اِفْتَقَرَ اِلَيْهَا اَعْطَاهَا بِالثُّلُثِ وَالرُّبُعِ وَالنِّصْفِ وَاشْتَرَطَ ثَلَاثَ جَدَاوِلَ وَالْقُصَارَةَ وَمَا يَسْقِى الرَّبِيْعُ وَكَانَ الْعَيْشُ اِذْ ذَاكَ شَدِيْدًا وَ كَانَ يَعْمَلُ فِيْهَا بِالْحَدِيْدِ وَ بِمَا شَاءَ اللّٰهُ وَ يُصِيْبُ مِنْهَا مَنْفَعَةً فَاَتَانَا رَافِعُ بْنُ خَدِيْجٍ فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَهَاكُمْ عَنْ اَمْرٍ كَانَ لَكُمْ نَافِعًا وَ طَاعَةُ اللّٰهِ وَ طَاعَةُ رَسُوْلِهٖ اَنْفَعُ لَكُمْ۔ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ يَنْهَاكُمْ عَنِ الْحَقْلِ وَ يَقُوْلُ مَنِ اسْتَغْنٰى عَنْ اَرْضِهٖ فَلْيَمْنَحْهَا اَخَاهُ اَوْ لِيَدَعْ۔

(ابو داؤد، احمد، نسائی، ابن ماجہ)

''ہم میں سے کوئی شخص جب اپنی زمین سے بے نیاز ہوتا یا اسے کرائے پر دینے کا حاجت مند ہوتا تو اسے تہائی یا چوتھائی یا نصف پیداوار کی بٹائی پر دوسرے کو دے دیتا تھا اور ساتھ ہی شرط کر لیتا تھا کہ تین نالیاں اور گانٹھیں (یا گھنڈیاں[1]) اور بڑی نالی کے کنارے کی پیداوار اس کی ہے۔ اس زمانے میں زندگی بڑی سخت تھی۔ آدمی دن بھر ہل چلاتا یا دوسرا کام کرتا، تب

(۱) لغت میں قصارئ اور قصری سے مراد ہے۔ **بقية الحب فى سنبل بعد ما يد اس**۔ یعنی وہ غلہ جو کھلیان کے بعد بالوں میں بچا رہتا ہے۔ میں خود ایک ''غیر زراعت پیشہ'' آدمی ہوں، اس لیے معلوم نہیں کہ اسے اردو میں کیا کہتے ہیں۔ میرے جیل کے دونوں رفیق ماشاءاللہ زراعت پیشہ ہیں، ان کے اعتماد پر میں نے اس لفظ کا ترجمہ ''گانٹھ'' یا ''گھنڈی'' لکھ دیا ہے۔ گانٹھ کے راوی امین احسن صاحب ہیں اور گھنڈی کے راوی طفیل محمد صاحب۔ غالبًا یہ فرق پنجاب اور یو۔ پی کی اصطلاحوں کا ہے

تھوڑا سا فائدہ حاصل کرتا تھا۔ ایک روز رافع بن خدیج ہمارے پاس آئے اور کہنے لگے کہ رسول اللہ ﷺ نے تم کو ایسے کام سے روک دیا ہے جو تمہارے لیے نافع تھا، مگر اللہ اور رسول کی اطاعت تمہارے لیے زیادہ نافع ہے۔ رسول اللہ ﷺ تم کو زمینیں کرایہ پر دینے سے منع فرماتے ہیں۔ اور آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو اپنی زمین سے مستغنی ہو وہ یا تو اپنے بھائی کو مفت دے دے یا یونہی رہنے دے۔[1]

تخریج: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى، اَنْبَانَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، اَنَا الثَّوْرِيُّ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ اُسَيْدِ بْنِ ظُهَيْرٍ، ابْنِ اَخِيْ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ، قَالَ: كَانَ اَحَدُنَا اِذَا اسْتَغْنٰى عَنْ اَرْضِهٖ اَعْطَاهَا بِالثُّلُثِ وَالرُّبُعِ وَالنِّصْفِ. وَاشْتَرَطَ ثَلَاثَ جَدَاوِلَ وَالْقُصَارَةَ، وَمَا يَسْقِي الرَّبِيْعُ. وَكَانَ الْعَيْشُ اِذْ ذَاكَ شَدِيْدًا. وَ كَانَ يَعْمَلُ فِيْهَا بِالْحَدِيْدِ، وَ بِمَا شَآءَ اللّٰهُ، وَ يُصِيْبُ مِنْهَا مَنْفَعَةً، فَاَتَانَا رَافِعُ بْنُ خَدِيْجٍ فَقَالَ: اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَهَاكُمْ عَنْ اَمْرٍ كَانَ لَكُمْ نَافِعًا، وَ طَاعَةُ اللّٰهِ وَ طَاعَةُ رَسُوْلِهٖ اَنْفَعُ لَكُمْ. اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَنْهَاكُمْ عَنِ الْحَقْلِ، وَ يَقُوْلُ: مَنِ اسْتَغْنٰى عَنْ اَرْضِهٖ فَلْيَمْنَحْهَا اَخَاهُ، اَوْ لِيَدَعْ۔(٤١)

جابر بن عبداللہؓ کی توضیح

٥٧ — رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کی طرح حضرت جابر بن عبداللہؓ سے بھی جب معاملہ کی تفصیلات دریافت کی گئیں تو اصل معاملہ جس سے نبی ﷺ نے منع فرمایا تھا یہ کھلا:

قَالَ كُنَّا نُخَابِرُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَنُصِيْبُ مِنَ الْقِصْرِيِّ وَ مِنْ كَذَا وَ مِنْ كَذَا؟ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ مَنْ كَانَ لَهٗ اَرْضٌ فَلْيَزْرَعْهَا اَوْ لِيُحْرِثْهَا اَخَاهُ وَ اِلَّا فَلْيَدَعْهَا۔

(احمد، مسلم)

”ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں بٹائی پر زمینیں کاشت کے لیے دیتے تھے۔ اور کچھ گانٹھوں (یا گھنڈیوں) میں سے اور کچھ اس چیز میں سے اور کچھ اس چیز میں سے بھی وصول کرتے تھے۔ اس پر نبی ﷺ نے فرمایا کہ جس کے پاس زمین ہو اسے چاہیے کہ یا خود کاشت کرے یا اپنے کسی بھائی کو کاشت کرا دے۔ ورنہ اپنی زمین پڑی رہنے دے۔“

تخریج: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ، قَالَ: نَا زُهَيْرٌ، قَالَ: نَا اَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ: كُنَّا نُخَابِرُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَنُصِيْبُ مِنَ الْقِصْرِيِّ وَ مِنْ كَذَا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ كَانَتْ لَهٗ اَرْضٌ فَلْيَزْرَعْهَا اَوْ فَلْيُحْرِثْهَا اَخَاهُ وَ اِلَّا فَلْيَدَعْهَا۔ (٤٢)

---

(١) اس جگہ یہ معلوم کرنا بھی دلچسپی سے خالی نہ ہو کہ رافع بن خدیج کی عمر نبی ﷺ کی وفات کے وقت بہ مشکل ٢٢ سال کی تھی۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ایک انیس بیس سال کے نوجوان کا آں حضرت ﷺ کی بات کو سننے اور سمجھنے اور دوسروں سے جا کر روایت کرنے میں تھوڑی بہت غلطی کر جانا کچھ زیادہ مستبعد امر نہ تھا۔

زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی توضیح

۵۸– حضرت زید بن ثابتؓ سے جب عروہ بن زبیر نے معاملہ کی تحقیق کی تو انہوں نے فرمایا:

یَغۡفِرُ اللّٰہُ لِرَافِعِ بۡنِ خَدِیۡجٍ اَنَا وَاللّٰہِ اَعۡلَمُ بِالۡحَدِیۡثِ مِنۡہُ اِنَّمَا اَتَاہُ رَجُلَانِ وَ قَدۡ اقۡتَتَلَا فَقَالَ اِنۡ کَانَ ھٰذَا شَاۡنُکُمۡ فَلَا تُکۡرُوا الۡمَزَارِعَ فَسَمِعَ قَوۡلَہٗ فَلَا تُکۡرُوا الۡمَزَارِعَ۔

(ابو داؤد، ابن ماجہ)

''خدا معاف کرے رافع بن خدیج کو، میں اس بات کو ان سے زیادہ جانتا ہوں۔ اصل بات یہ تھی کہ دو آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے جن کے درمیان سخت جھگڑا ہوا تھا۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم لوگوں کا یہ حال ہے تو اپنی زمینیں کرایہ پر نہ دیا کرو۔ رافع بن خدیج نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بس اتنی بات سن لی کہ ''اپنی زمینیں کرایہ پر نہ دیا کرو۔''

تخریج: حَدَّثَنَا اَبُو بَکۡرِ بۡنُ اَبِیۡ شَیۡبَۃَ، ثَنَا ابۡنُ عُلَیَّۃَ ح وَ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، ثَنَا بِشۡرٌ المعنی عَنۡ عَبۡدِ الرَّحۡمٰنِ بۡنِ اِسۡحَاقَ عَنۡ اَبِیۡ عُبَیۡدَۃَ بۡنِ مُحَمَّدِ بۡنِ عَمَّارٍ، عَنِ الۡوَلِیۡدِ بۡنِ اَبِی الۡوَلِیۡدِ، عَنۡ عُرۡوَۃَ بۡنِ الزُّبَیۡرِ، قَالَ: قَالَ زَیۡدُ بۡنُ ثَابِتٍ: یَغۡفِرُ اللّٰہُ لِرَافِعِ بۡنِ خَدِیۡجٍ، اَنَا وَاللّٰہِ اَعۡلَمُ بِالۡحَدِیۡثِ مِنۡہُ اِنَّمَا اَتَاہُ رَجُلَانِ، قَالَ مُسَدَّدٌ: مِنَ الۡاَنۡصَارِ، ثُمَّ اتَّفَقَا وَ قَدِ اقۡتَتَلَا، فَقَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم: اِنۡ کَانَ ھٰذَا شَانُکُمۡ فَلَا تُکۡرُوا الۡمَزَارِعَ زَادَ مُسَدَّدٌ فَسَمِعَ قَوۡلَہٗ فَلَا تُکۡرُوا الۡمَزَارِعَ۔ (۴۳)

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی توضیحات

۵۹– حضرت سعدؓ نے اس معاملہ کی جو حقیقت بیان کی وہ یہ ہے:

اِنَّ اَصۡحٰبَ الۡمَزَارِعِ فِیۡ زَمَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم کَانُوۡا یُکۡرُوۡنَ مَزَارِعَھُمۡ بِمَا یَکُوۡنُ عَلَی السَّوَاقِیۡ وَمَا سَعِدَ بِالۡمَاءِ مِمَّا حَوۡلَ النَّبۡتِ فَجَاءُوۡا رَسُوۡلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم فَاخۡتَصَمُوۡا فِیۡ بَعۡضِ ذٰلِکَ فَنَھَاھُمۡ اَنۡ یُّکۡرُوۡا بِذٰلِکَ وَ قَالَ اَکۡرُوۡا بِالذَّھَبِ وَالۡفِضَّۃِ۔ (احمد، نسائی)

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مالکان زمین کا طریقہ یہ تھا کہ وہ اپنی زمینیں اس شرط پر زراعت کے لیے دیتے تھے کہ نالیوں کے دونوں جانب کی پیداوار اور کھیتی کے اس حصہ کی پیداوار جس پر پانی خود پہنچ جائے مالک زمین کی ہوگی۔ اس پر لوگوں کے جھگڑے ہوئے اور ان کے مقدمات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ تب آپ نے ایسی شرطوں پر زمین دینے سے منع فرما دیا اور فرمایا کہ سونے اور چاندی کی شکل میں کرایہ طے کرو۔''

تخریج: اَخۡبَرَنَا عُبَیۡدُ اللّٰہِ بۡنُ سَعۡدِ بۡنِ اِبۡرَاھِیۡمَ، قَالَ: حَدَّثَنِیۡ عَمِّیۡ، قَالَ: حَدَّثَنَا اَبِیۡ عَنۡ مُحَمَّدِ بۡنِ عِکۡرِمَۃَ، عَنۡ مُحَمَّدِ بۡنِ عَبۡدِ الرَّحۡمٰنِ بۡنِ لَبِیۡبَۃَ، عَنۡ سَعِیۡدِ بۡنِ الۡمُسَیَّبِ، عَنۡ

سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ قَالَ: کَانَ اَصْحَابُ الْمَزَارِعِ یُکْرُوْنَ فِیْ زَمَانِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ مَزَارِعَھُمْ بِمَا یَکُوْنُ عَلَی السَّاقِیْ مِنَ الزَّرْعِ، فَجَآءُوْا رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ فَاخْتَصَمُوْا فِیْ بَعْضِ ذَالِکَ، فَنَھَاھُمْ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَنْ یُکْرُوْا بِذَالِکَ وَ قَالَ: اَکْرُوْا بِالذَّھَبِ وَالْفِضَّۃِ۔ (۴۴)

۶۰- دوسری روایت میں فرماتے ہیں:

کُنَّا نُکْرِی الْاَرْضَ بِمَا عَلَی السَّوَاقِیْ مِنَ الزَّرْعِ وَمَا سَعِدَ بِالْمَاءِ مِنْھَا فَنَھَانَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ عَنْ ذٰلِکَ وَ اَمَرَنَا اَنْ نُکْرِیَھَا بِالذَّھَبِ اَوْ فِضَّۃٍ۔ (ابو داؤد)

''ہم لوگ زمینیں اس شرط پر زراعت کے لیے دیتے تھے کہ کھیتی کا جو حصہ نالیوں کے کناروں پر ہے، اور جس پر پانی خود پہنچ جائے، اس کی پیداوار مالک کی ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے ایسا معاملہ طے کرنے سے ہم کو روک دیا اور حکم دیا کہ سونے اور چاندی کی شکل میں کرایہ طے کریں۔''

تخریج: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ، ثَنَا یَزِیْدُ بْنُ ھَارُوْنَ، اَخْبَرَنَا اِبْرَاھِیْمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عِکْرِمَۃَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ ھِشَامٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ لَبِیْبَۃَ، عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ، عَنْ سَعْدٍ، قَالَ: کُنَّا نُکْرِی الْاَرْضَ بِمَا عَلَی السَّوَاقِیْ مِنَ الزَّرْعِ، وَمَا سَعِدَ بِالْمَاءِ مِنْھَا، فَنَھَانَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ عَنْ ذَالِکَ، وَ اَمَرَنَا اَنْ نُّکْرِیَھَا بِذَھَبٍ اَوْ فِضَّۃٍ۔ (۴۵)

ابن عباسؓ کی توضیحات

۶۱- تابعین میں جو فقہاء سب سے زیادہ مشہور ہیں ان میں سے ایک حضرت طاؤس ہیں۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے جو معلومات حاصل کی ہیں، وہ اس مسئلے پر باقی ماندہ پردے بھی اٹھا دیتی ہیں۔

لَمَّا سَمِعَ اِکْثَارَ النَّاسِ فِیْ کِرَاءِ الْاَرْضِ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰہِ اِنَّمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَلَا مَنَحَھَا اَحَدُکُمْ اَخَاہُ (اَیْ قَالَہٗ تَحْرِیْضًا لِلنَّاسِ عَلَی الْاِحْسَانِ) وَلَمْ یَنْہَ عَنْ کِرَائِھَا۔

(ابن ماجہ)

''ابن عباسؓ نے جب کرایہ زمین کے بارے میں سنا کہ لوگوں میں بہت چہ می گوئیاں ہو رہی ہیں تو انہوں نے کہا کہ سبحان اللہ، رسول اللہ ﷺ نے تو صرف یہ فرمایا تھا کہ تم میں سے کوئی شخص اپنی زمین اپنے بھائی کو مفت کیوں نہیں دے دیتا (یعنی آپ لوگوں کو احسان کی ترغیب دینا چاہتے تھے) آپ ﷺ نے کرایہ پر دینے سے منع نہیں فرمایا تھا۔''

تخریج: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ، اَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ طَاؤُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ. اَنَّهُ لَمَّا سَمِعَ اِكْثَارَ النَّاسِ فِيْ كِرَاءِ الْاَرْضِ. قَالَ: سُبْحَانَ اللّٰهِ! اِنَّمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اَلَّا مَنَحَهَا اَحَدُكُمْ اَخَاهُ، وَلَمْ يَنْهَ عَنْ كِرَائِهَا. (۴۶)

۶۲- دوسری مفصل روایت میں یہ ہے کہ طاؤس اپنی زمینیں بٹائی پر دیا کرتے تھے۔ اس پر مجاہد نے ان سے کہا کہ چلو رافع بن خدیج کے بیٹے کے پاس چلیں، وہ اپنے والد سے ایک حدیث روایت کرتے ہیں۔ مگر طاؤس نے ان کو ڈانٹ دیا اور کہا خدا کی قسم، اگر مجھے معلوم ہوتا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کام سے منع فرمایا ہے تو میں اسے ہرگز نہ کرتا۔ لیکن جو شخص رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے زیادہ علم رکھتا ہے۔ یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہ اس نے مجھ سے کہا کہ:

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لَاَنْ يَمْنَحَ الرَّجُلُ اَخَاهُ اَرْضَهُ خَيْرٌ لَّهُ مِنْ اَنْ يَّأْخُذَ عَلَيْهَا خَرْجًا مَعْلُوْمًا.

”رسول اللہ ﷺ نے دراصل یہ منع فرمایا تھا کہ کوئی شخص اپنے بھائی کو، یونہی زمین دے دے تو یہ اس سے زیادہ بہتر ہے کہ وہ اس پر ایک مقرر لگان لے۔“ (مسلم)

تخریج: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى، قَالَ: اَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ عَمْرٍو اَنَّ مُجَاهِدًا، قَالَ لِطَاؤُسٍ: انْطَلِقْ بِنَا اِلَى ابْنِ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ فَاسْمَعْ مِنْهُ الْحَدِيْثَ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: فَانْتَهَرَهُ قَالَ: اِنِّيْ وَاللّٰهِ لَوْ اَعْلَمُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَهٰى عَنْهُ مَا فَعَلْتُهُ، وَ لٰكِنْ حَدَّثَنِيْ مَنْ هُوَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنْهُمْ يعنى ابْنَ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: لَاَنْ يَمْنَحَ الرَّجُلُ اَخَاهُ اَرْضَهُ خَيْرٌ لَّهُ مِنْ اَنْ يَّأْخُذَ عَلَيْهَا خَرْجًا مَعْلُوْمًا. (۴۷)

۶۳- دوسری روایت میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کے الفاظ یہ ہیں:

اِنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمْ يَنْهَ عَنْهَا، اِنَّمَا قَالَ يَمْنَحُ اَحَدُكُمْ اَخَاهُ خَيْرٌ لَّهُ مِنْ اَنْ يَّأْخُذَ عَلَيْهَا خَرْجًا مَعْلُوْمًا.

”نبی ﷺ نے اس سے منع نہیں فرمایا تھا۔ آپ نے تو صرف یہ فرمایا تھا کہ تم میں سے کوئی اپنے بھائی کو یونہی زمین دے دے تو یہ اس کے حق میں زیادہ بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ وہ اس پر ایک مقرر لگان وصول کرے۔“

تخریج: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ، قَالَ: نَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو، وَابْنِ كَاؤُسٍ، عَنْ طَاؤُسٍ، اَنَّهُ كَانَ يُخَابِرُ، قَالَ عَمْرٌو: فَقُلْتُ: لَهُ: يَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ! لَوْ تَرَكْتَ هٰذِهِ الْمُخَابَرَةَ، فَاِنَّهُمْ يَزْعُمُوْنَ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهٰى عَنِ الْمُخَابَرَةِ فَقَالَ: اَيْ عَمْرُو! اَخْبَرَنِيْ اَعْلَمُهُمْ بِذَالِكَ يعنى ابْنَ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمْ يَنْهَ عَنْهَا، اِنَّمَا قَالَ: يَمْنَحُ اَحَدُكُمْ اَخَاهُ خَيْرٌ لَّهُ مِنْ اَنْ يَّأْخُذَ عَلَيْهَا خَرْجًا مَعْلُوْمًا. (۴۸)

۶۴— ایک اور روایت میں ابن عباسؓ کے یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں:

لَمْ يُحَرِّمِ الْمُزَارَعَةَ وَ لٰكِنْ اَمَرَ اَنْ يَّرْفُقَ بَعْضُهُمْ بِبَعْضٍ۔

"حضور ﷺ نے مزارعت کو حرام نہیں کیا تھا۔ بلکہ آپؐ نے یہ ہدایت فرمائی تھی کہ لوگ ایک دوسرے کے ساتھ رفاقت کا برتاؤ کریں۔" (بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ترمذی)

تخریج: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ، ثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوْسَى الشَّيْبَانِيُّ، ثَنَا شَرِيْكٌ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ طَاوٗسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَمْ يُحَرِّمِ الْمُزَارَعَةَ وَ لٰكِنْ اَمَرَ اَنْ يَّرْفُقَ بَعْضُهُمْ بِبَعْضٍ۔ (۴۹)

تحقیق مسئلہ: ان تمام شہادتوں اور عقلی و نقلی دلائل پر ایک جامع نگاہ ڈالنے سے مسئلے کی جو حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے وہ یہ ہے:

☆ اسلام اس تخیل سے قطعی نا آشنا ہے کہ زرعی جائداد کی ملکیت دوسری اقسام کی املاک اور جائدادوں سے الگ کوئی نوعیت رکھتی ہے، جس کی بنا پر ان سب کے برعکس اس کی جائز ملکیت کے لیے کسی رقبے کے لحاظ سے کوئی حد مقرر کردی جائے۔ یا یہ فیصلہ کردیا جائے کہ ہر شخص اور خاندان کے قبضے میں صرف اتنی ہی زمین رہنی چاہیے جس میں وہ خو کاشت کرسکے یا خود کاشتی سے زائد ملکیت کا حق دینے کے بعد دوسری ایسی پابندیاں لگادی جائیں جن کی وجہ سے یہ حق بے معنی ہو کر رہ جائے۔ ایسی حد بندیوں کے لیے فی الحقیقت کتاب وسنت میں کوئی اصل موجود نہیں ہے۔

☆ جو شخص خود کاشت نہ کرے، یا نہ کرسکتا ہو یا خود کاشتی کی حد سے زائد زمین رکھتا ہو اس کو شریعت نے یہ حق دیا ہے کہ اپنی زمین دوسرے لوگوں کو زراعت کے لیے دے اور پیداوار میں تہائی یا چوتھائی یا نصف، جس پر بھی فریقین میں معاہدہ ہو اپنا حصہ مقرر کرلے۔ جس طرح تجارت اور صنعت اور دوسرے کاروباری معاملات میں مضاربت جائز ہے بالکل اسی طرح زراعت میں مزارعت بھی جائز ہے۔

☆ لیکن مضاربت کی طرح مزارعت بھی صرف اپنی سادہ صورت ہی میں جائز ہے، یعنی یہ کہ مالک زمین اور کاشت کار کے درمیان حصے کا تعین سیدھے سیدھے طریقہ سے اس طرح ہو کہ زمین میں جتنی پیداوار بھی ہوگی وہ اس تناسب سے فریقین میں تقسیم ہوجائے گی۔ اس کے ساتھ ایسی کوئی شرط لگانا جس سے ایک فریق کا حصہ متعین اور دوسرے کا مشتبہ ہو، یا جس میں کسی ایک کا یا دونوں کا حصہ محض بخت و اتفاق پر منحصر ہوجائے پورے معاملہ کو ناجائز کردیتا ہے، کیوں کہ اس طرح کی شرطیں مزارعت میں سودخواری اور قمار بازی کی خصوصیات پیدا کردیتی ہیں۔

☆ رہا نقد لگان، تو اگر وہ کرایۂ زمین کی نوعیت رکھتا ہو تو جائز ہے، لیکن اگر پیداوار کا تخمینہ کرکے مالک زمین اس میں اپنا حصہ پیشگی ایک مخصوص رقم کی شکل میں وصول یا معین کرلے تو اصولاً اس میں اور سودخواری میں کوئی فرق نہیں۔ کرایہ میں لحاظ صرف اس امر کا ہونا چاہیے کہ مالک اپنی چیز کو کرایہ دار کے لیے مہیا کرنے اور مہیا رکھنے کا، اور اس نقصان کا جو کرایہ دار کے استعمال سے اس کی چیز کو پہنچتا ہے، معاوضہ طلب کرے وہ چیز خواہ مکان ہو، یا فرنیچر، یا سواری یا

زمین، بہر حال اس پہلو سے اس کا معاوضہ یقیناً لیا جاسکتا ہے، اور زیادہ نقصان دہ یا کم نقصان دہ استعمال کے لحاظ سے اس معاوضہ میں کمی وبیشی بھی ہوسکتی ہے۔لیکن اگر چیز کا مالک معاوضہ کا تعین اسی لحاظ سے کرے کہ کرایہ دار میری چیز کو جس معاشی کاروبار میں استعمال کر رہا ہے اس میں اندازاً اس کو اتنا نفع ہوگا، لہٰذا اس میں سے مجھے اتنا معاوضہ لازماً ملنا چاہیے، تو یہ پورا معاوضہ قطعی سود ہوجائے گا۔خواہ وہ اس طریقے پر مکان کے معاملہ میں طے کیا جائے یا سواری کے معاملہ میں یا زمین کے معاملہ میں۔کرایہ دار کے منافع میں حصہ لینے کی نیت جو شخص رکھتا ہو، اسے سیدھی طرح مضاربت کرنی چاہیے اگر وہ تجارت وصنعت کے نفع میں شریک ہونا چاہتا ہے یا مزارعت کرنی چاہیے اگر وہ زراعت کے نفع میں حصہ بٹانا چاہتا ہے۔لیکن ایک فریق کا حصہ ایک مخصوص رقم کی شکل میں معین ہو اور دوسرے کا حصہ مشتبہ اور بخت واتفاق پر منحصر رہے، یہ نہ تجارت وصنعت میں جائز ہے اور نہ زراعت میں۔

فقہاء کے مذاہب

آخر میں ایک نظر یہ بھی دیکھ لیجیے کہ اس مسئلے میں فقہائے اسلام کے مختلف مذاہب کا فتویٰ کیا ہے۔

علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب نیل الاوطار میں لکھتے ہیں:

''حازمی کہتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ، سعید بن مسیّب، محمد بن سیرین، عمر بن عبدالعزیز، ابن ابی لیلیٰ، ابن شہاب زہری اور حنفیہ میں سے قاضی ابویوسف، اور محمد بن حسن کہتے ہیں کہ کھیت کی پیداوار اور باغ کے ثمرے، دونوں کی بٹائی پر مالک زمین اور کاشتکار کے درمیان اور مالک باغ اور باغبان کے درمیان معاملہ ہوسکتا ہے۔[1] یہ دونوں معاملے ایک ساتھ بھی ہوسکتے ہیں جس طرح خیبر میں کیے گئے تھے کہ ایک ہی گروہ سے باغوں کی رکھوالی اور زمینوں کی کاشت کا معاملہ یکجا طے ہوا تھا اور الگ الگ بھی ہوسکتے ہیں۔جن احادیث میں مزارعت کی نہی وارد ہوئی ہے ان کا جواب وہ یہ دیتے ہیں کہ وہ دراصل تنزیہ پر مبنی ہیں، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان سے مراد وہ صورت ہے جب کہ مالک زمین نے زمین کے کسی خاص حصہ کی پیداوار اپنے لیے مخصوص کی ہو۔

طاؤس اور ایک قلیل گروہ کہتا ہے کہ زمین کا کرایہ مطلقاً ناجائز ہے خواہ وہ زمین کی پیداوار کے ایک حصے کی شکل میں ہو، یا سونے اور چاندی کی شکل میں، یا کسی اور صورت میں۔[2] اسی رائے کی طرف ابن حزم گئے ہیں اور انہوں نے بڑے زور سے اس کی تائید کی ہے اور اپنی حجت میں ان احادیث سے استدلال کیا ہے جو اس کی مطلقاً ممانعت کرتی ہیں۔[3]

---

(۱) ان بزرگوں کے علاوہ صحابہ میں سے حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، سعد بن ابی وقاصؓ، زبیر بن العوامؓ، اسامہ بن زیدؓ، معاذ بن جبلؓ، ابن عمرؓ، خباب بن ارتؓ اور ابن عباسؓ سے اور فقہاء میں طاؤس، اوزاعی اور ثوری سے بھی یہی مذہب منقول ہے۔ان میں سے اکثر کے دعوے ہماری پچھلی نقل کردہ روایات میں گزر چکے ہیں۔

(۲) تعجب ہے کہ طاؤس کی طرف مزارعت کے عدم جواز کا مسلک یہاں کیسے منسوب کر دیا گیا۔طاؤس کا مذہب تو یہ تھا کہ وہ بٹائی کو جائز اور نقدلگان کو ناجائز کہتے تھے۔نیل الاوطار جلد ۵ ص ۲۴۶۔

(۳) ابن حزم کی طرف بھی اس مذہب کی نسبت صحیح نہیں ہے۔محلی میں ابن حزم خود لکھتے ہیں: '' زمین کو نصف، ثلث یا ربع پیداوار کے بدلے بٹائی پر دینا حدیث خیبر سے ثابت ہے۔یہ آپ کا آخری عمل تھا جو وفات تک جاری رہا اور آپ ﷺ کے بعد ابوبکرؓ، عمرؓ، اور تمام صحابہؓ نے اس پر عمل درآمد کیا۔لہٰذا یہ آپ کا آخری فعل ان تمام احادیث کے اس حصے کا ناسخ ہوگا جن میں مزارعت کی مطلقاً ممانعت آئی ہے۔باقی رہا نہی روایات کا وہ حصہ جس میں زمین کو نقدلگان پر دینے سے منع کیا گیا ہے، تو یہ ممانعت علیٰ حالہ قائم رہے گی، کیوں کہ ان کا ناسخ کوئی عمل یا حکم نہیں ملتا۔(المحلی ج ۸ ص ۲۱۴)

اور شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (یعنی فقہائے امامیہ) اور بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ زمین کا کرایہ ان تمام شکلوں میں طے کرنا جائز ہے جو اشیاء کی خرید وفروخت کے لیے قیمت کا کام دے سکتی ہیں، خواہ وہ سونا ہو، چاندی ہو، استعمالی سامان ہو یا غلہ ہو۔ لیکن یہ کرایہ خود اس زمین کی پیداوار کے ایک حصہ کی صورت میں طے نہیں کیا جاسکتا جو کرایہ پر دی جارہی ہو۔ ابن المنذر کہتا ہے کہ سونے اور چاندی کی شکل میں زمین کا کرایہ طے کرنے کے جواز پر تو تمام صحابہ متفق ہیں۔ اور ابن بطال کہتا ہے کہ تمام فقہاء امصار بھی اس کے جواز پر متفق ہیں۔ لیکن پیداوار کی بٹائی کے ناجائز ہونے پر مذکورہ بالا اصحاب ان احادیث سے استدلال کرتے ہیں، جو اس کی ممانعت میں وارد ہوئی ہیں۔ اور خیبر کے معاملہ کا جواب وہ یہ دیتے ہیں کہ خیبر تو بزور شمشیر فتح ہوا تھا اور اس کے باشندے آں حضرت ﷺ کے غلام بن چکے تھے، اس لیے اس کی پیداوار میں سے جو کچھ بھی آپ نے لیا وہ بھی آپ ہی کا تھا اور جو کچھ چھوڑ دیا وہ بھی آپ ہی کا تھا۔ حازمی کہتا ہے کہ یہ مذہب عبداللہ بن عمرؓ، اور عبداللہ بن عباسؓ اور رافع بن خدیجؓ اور اسید بن حضیرؓ اور ابوہریرہؓ اور نافعؒ سے مروی ہے[1] اور اسی کی طرف مالکؒ، شافعیؒ اور کوفیوں میں سے ابوحنیفہؒ گئے ہیں۔

امام مالکؒ کا مذہب یہ ہے کہ غلے اور ثمرے کے سوا ہر دوسری صورت میں زمین کا کرایہ طے کرنا جائز ہے۔ غلے اور ثمرے کی شکل میں کرایہ لینے سے وہ اس لیے منع کرتے ہیں کہ یہ معاملہ غلے سے غلے کی بیع نہ بن جائے، اور ان کے نزدیک ممانعت کے احکام کا اصل منشا یہی ہے۔ فتح الباری کے مصنف نے ان کا مذہب اسی طرح نقل کیا ہے۔ مگر ابن المنذر کہتا ہے کہ امام مالک کے قول کا مطلب یہ لینا چاہیے کہ اگر کرایہ اس غلے میں سے طے ہو جو کرایہ پر دی جانے والی زمین سے پیدا ہوگا تو یہ ناجائز ہے، رہی یہ صورت کہ کرایہ پر لینے والا شخص ایک مقرر مقدار غلہ ادا کرنے کا ذمہ لے یا موجودہ غلہ میں سے ادا کردے تو اس کے جواز میں کوئی چیز مانع نہیں ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ خود زمین ہی کی پیداوار میں سے ایک حصہ کرایہ کے طور پر مقرر کرنا جائز ہے۔ بشرطے کہ تخم مالک زمین کا ہو۔ امام احمدؒ کا یہ مذہب حازمی نے نقل کیا ہے۔ (نیل الاوطار، ج ۵، ص: ۲۳۲)

حال میں **الفقہ علی المذاہب الاربعۃ** کے نام سے ایک نفیس کتاب مصر سے شائع ہوئی ہے، جس میں اسلامی فقہ کے چاروں مذاہب کے احکام نہایت عمدہ ترتیب اور تفصیل کے ساتھ ان کی اصل کتابوں سے لے کر درج کیے گئے ہیں۔ اس کی تیسری جلد کے آغاز میں مزارعت کے مسئلے پر مفصل بحث کی گئی ہے۔ ذیل میں ہم اس کا ایک ضروری خلاصہ درج کرتے ہیں تاکہ ہر شخص خود دیکھ لے کہ اس مسئلے میں فقہائے اسلام کے مختلف مذاہب کا فتویٰ کیا ہے؟

مذہب حنفی

''مزارعت'' (یعنی بٹائی) دراصل مالک زمین اور عامل (کاشت کار) کے درمیان ایک ایسا معاہدہ ہے جس کی رو سے یا تو عامل زمین کو اجرت پر لیتا ہے اس شرط کے ساتھ کہ وہ اس کی زمین میں کام کرے گا اور پیداوار کا ایک حصہ اپنے کام کی اجرت میں پائے گا۔ اس نوعیت کا معاملہ حنفیہ میں مختلف فیہ ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ ناجائز ہے۔

---

(۱) ان میں سے اکثر بزرگوں کی طرف اس مذہب کی نسبت صحیح نہیں ہے۔

امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کہتے ہیں کہ یہ جائز ہے۔ اور مذہب حنفی میں فتویٰ انہی دونوں بزرگوں کے قول پر ہے نہ کہ امام ابوحنیفہؒ کے قول پر۔ لیکن خود امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی مزارعت کو مطلقاً ناجائز نہیں فرماتے، بلکہ ان کے نزدیک اگر مالک زمین صرف زمین ہی دے کر الگ نہ ہو جائے بلکہ تخم اور ہل بیل وغیرہ میں بھی عامل کے ساتھ شریک ہو تو اس صورت میں پیداوار کی بٹائی پر معاملہ کرنا جائز ہے۔

امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک (جس پر مذہب حنفی میں فتویٰ ہے) مزارعت کی جائز صورتیں یہ ہیں:

(۱) یہ کہ زمین ایک کی ہو اور تخم، آلات زراعت اور عمل دوسرے کا ہو اور فریقین میں یہ قرارداد ہو جائے کہ زمین کا مالک پیداوار کا اتنا حصہ (مثلاً آدھا، تہائی یا چوتھائی) لے گا۔

(۲) یہ کہ زمین اور تخم اور آلات زراعت سب کچھ مالک کا ہو اور صرف عمل دوسرے شخص کا ہو اور پھر یہ طے ہو جائے کہ عامل کو پیداوار میں سے اتنا حصہ ملے گا۔

(۳) یہ کہ زمین اور تخم مالک دے اور آلات زراعت اور عمل دوسرے کا ہو، اور پھر بٹائی میں دونوں کے حصے کا تناسب طے ہو جائے۔

(۴) یہ کہ زمین بھی دونوں کی ہو، تخم بھی دونوں لائیں، آلات اور عمل میں بھی دونوں شریک ہوں، اور پھر آپس میں حصے مقرر کر لیں۔

اور اس معاملہ کی ناجائز صورتیں یہ ہیں:

(۱) یہ کہ زمین دونوں فریقوں کی ہو، اور ایک فریق زمین کے ساتھ صرف بیج دے اور دوسرا فریق زمین کے ساتھ صرف ہل بیل دے۔ (بعض علماء نے اس صورت کے جواز کا فتویٰ دیا ہے اگر کسی علاقے میں اس طریقے کا رواج عام ہو)

(۲) یہ کہ ایک کی زمین ہو، دوسرے کا تخم ہو، تیسرے کے ہل بیل ہوں اور چوتھے کا عمل ہو۔ یا ہل بیل اور عمل تیسرے کا ہو۔

(۳) یہ کہ تخم اور ہل بیل ایک کا ہو اور عمل اور زمین دوسرے کی ہو۔

(۴) یہ کہ زمین ایک کی ہو، اور تخم میں دونوں شریک ہوں، اور عمل کے بارے میں یہ شرط ہو کہ وہ مالک زمین کے سوا کوئی اور کرے گا۔

(۵) یہ کہ کسی ایک فریق کا حصہ مقدار کی شکل میں (مثلاً ۵۰ من یا ۱۰۰ من) معین کیا جائے، یا وہ بٹائی کے حصے کے علاوہ ایک خاص مقدار غلہ زائد لے، یا اس زمین کی پیداوار کے علاوہ کوئی اور جنس باہر سے فراہم کر کے دینے کی ذمہ داری کسی فریق پر ڈالی جائے۔

مذہب حنبلی

حنابلہ کا مذہب اس معاملے میں تقریباً وہی ہے جو امام یوسفؒ، اور امام محمدؒ کا ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ وہ اس بات کو ضروری سمجھتے ہیں کہ تخم مالک زمین مہیا کرے۔

لیکن معلوم ایسا ہوتا ہے کہ بعد میں مذہب حنبلی کے علماء نے اس شرط میں کچھ ترمیم کر دی۔ چناں چہ آگے چل کر

جہاں الفقه علی المذاهب الاربعة کا مصنف مذہب حنبلی کے تفصیلی احکام بیان کرتا ہے وہاں وہ کہتا ہے:

”صحیح یہ ہے کہ تخم کا مالک زمین کی طرف سے ہونا شرط نہیں ہے دراصل شرط یہ ہے کہ فریقین میں سے ہر ایک کچھ رأس المال دے۔ پس یہ صورت بھی صحیح ہے کہ ایک شخص صرف زمین دے اور دوسرا شخص تخم اور عمل اور آلات زراعت کے ساتھ شریک ہو۔ اور یہ بھی درست ہے کہ تخم یا ہل بیل یا دونوں مالک زمین کے ذمہ ہوں اور دوسرے کے ذمہ عمل اور تخم یا عمل اور ہل بیل ہوں۔“

مذہب مالکی

مالکیہ کے نزدیک مزارعت کی یہ صورت جائز نہیں ہے کہ ایک شخص زمین دے اور دوسرا تخم اور عمل اور آلات کے ساتھ شریک ہو، اور پیداوار کو دونوں فریق کسی طے شدہ تناسب کے مطابق آپس میں بانٹ لیں۔ اس کے بجائے مزارعت کی جو شکل وہ تجویز کرتے ہیں وہ یہ ہے، کہ زمین، عمل، اور آلات زراعت میں سے ہر ایک کی ایک قیمت، روپے یا اموال تجارت (باستناء غلہ) کے حساب سے مشخص کی جائے۔ مثلاً یہ کہ زمین کو اتنی مدت تک استعمال کرنے کی قیمت پچاس روپے یا اتنے گز کپڑا ہے۔ اور اس مدت کے دوران میں جو زراعت کا عمل اس پر کیا جائے گا اس کی قیمت اتنے روپے یا اتنا کپڑا ہے اور اس مدت میں آلات زراعت جن سے کام لیا جائے گا، ان کے استعمال کی قیمت اس قدر ہے۔ پھر جو فریق ان میں سے جس جس چیز کے ساتھ شریک ہوگا اس کے متعلق یہ قرار دیا جائے گا کہ وہ گویا اتنے سرمایہ کے ساتھ اس مشترک کاروبار میں حصہ دار بن رہا ہے۔ مگر تخم لازماً دونوں فریق برابر لائیں گے۔ اور جو کچھ منافع اس مشترک کاروبار سے حاصل ہوگا وہ اس سرمایہ کی نسبت سے فریقین کے درمیان تقسیم ہو جائے گا، جس کے ساتھ وہ شریک ہوئے ہیں۔

مذہب شافعی

شافعیہ کے نزدیک بٹائی کی تمام صورتیں ناجائز ہیں۔ خواہ بیج اور زمین مالک دے، یا بیج اور عمل کاشت کار کا ہو۔ ان کا خیال یہ ہے کہ زمین کی اجرت خود اسی زمین کی پیداوار میں سے مقرر کرنا جائز نہیں ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اس صورت میں کاشت کار یہ جانے بغیر عمل کرتا ہے کہ اس کے حصے میں کتنا غلہ آئے گا، اس لیے یہ دھوکے کا سودا ہے اس کے بجائے صحیح صورت یہ ہے کہ یا تو مالک زمین کاشت کار کی خدمات ایک مقرر اجرت پر حاصل کرے اور کھیتی مالک کی ہو۔ یا پھر کاشت کار ایک مقرر اجرت پر مالک سے زمین لے لے اور کھیتی کاشت کار کی ہو۔ یہ صاف صاف معاملہ کرنے کے بجائے ایسا معاملہ کیوں کیا جائے جس میں فریقین کو کچھ معلوم نہ ہو کہ ان کے حصے میں کتنا کچھ غلہ آئے گا؟ شافعیہ کا کہنا ہے کہ احادیث میں مخابرہ اور مزارعت کی جو ممانعت وارد ہوئی ہے اس کا مطلب یہی ہے۔

لیکن شافعیہ کے نزدیک یہ جائز ہے کہ ایک شخص اپنا باغ دوسرے کو رکھوالی کے لیے دے اور اس کے عمل کی اجرت مقرر کرنے کے بجائے ثمرے میں اس کا حصہ طے کرے۔ نیز ان کے نزدیک یہ بھی جائز ہے کہ اگر باغ میں کچھ زمین زراعت کے لیے فارغ ہو تو اسی باغبان کو اس میں زراعت کی بھی اجازت دے دی جائے اور باغ کا مالک اس کی پیداوار میں سے اپنا حصہ بٹائی کے طریقے پر طے کرے۔ البتہ شرط یہ ہے کہ یہ مزارعت بجائے خود ایک مستقل معاملہ کے طور پر نہ ہو

بلکہ اسی باغبانی کے معاملہ میں شامل اور اس کی تابع ہو، اور اسی شخص کے ساتھ طے ہو جس سے باغبانی کا معاملہ کیا گیا ہے۔

ان تفصیلات پر نگاہ ڈالنے سے یہ بات صاف صاف ظاہر ہو جاتی ہے کہ فرقۂ ظاہریہ کی ایک ذراسی جماعت کو چھوڑ کر پوری امت کے ماہرین قانون میں سے کسی کا بھی یہ مسلک نہیں ہے کہ زرعی جائداد کی ملکیت کو صرف خود کاشتی کی حد تک محدود ہونا چاہیے۔ یا یہ کہ خود کاشتی کی حد سے زائد جتنی زمین آدمی کے پاس ہو مفت دینے یا ڈال رکھنے کے سوا کوئی تیسری صورت اس کے استعمال کی شریعت میں نہیں ہے۔ زائد زمین کی کاشت دوسروں سے کرانے کی کیا صورت جائز ہے اور کیا ناجائز۔ اس میں تو ضرور مختلف مذاہب کے درمیان اختلاف ہے، مگر فقہ کے ہر مذہب میں کوئی نہ کوئی صورت ایسی ضرور جائز ہے جس سے ایک آدمی اپنی زمین کی کاشت دوسرے سے کراسکتا ہے۔ (مسئلہ ملکیت زمین، مزارعت کا مسئلہ)

بیع سلم کی شرائط

۶۵— اسلام میں پیشگی سودے کی صرف ایک شکل جائز ہے اور اس کا نام بیع سلم ہے۔ بیع سلم میں چند شرائط کا پورا ہونا ضروری ہے۔

(۱) جس چیز کی خرید و فروخت ہو رہی ہو اس کا نام اور اس کی جنس کی نوعیت بالکل متعین ہونی چاہیے اور اس کا نمونہ بازار میں دستیاب ہونا چاہیے۔

(۲) لینے اور دینے والے کا تعین ہونا چاہیے۔

(۳) شے کی مقدار، قیمت، اور شرح متعین ہونی چاہیے۔

(۴) اس وقت کا بھی تعین ہونا ضروری ہے جس وقت بائع مشتری کے سپرد مال کرے گا۔

(۵) پیشگی سودا کرتے وقت ساری قیمت کا ادا ہو جانا بھی لازمی ہے۔ اگر ان شرائط میں سے کوئی ایک شرط بھی پوری نہ ہوگی تو یہ بیع فاسد قرار پائے گی۔ (رسائل و مسائل حصہ چہارم، پیشگی سودے بازی)

تخریج: حَدَّثَنَا صَدَقَةُ، اَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، اَنَا ابْنُ اَبِيْ نَجِيْحٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَثِيْرٍ، عَنْ اَبِي الْمِنْهَالِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْمَدِيْنَةَ وَ هُمْ يُسْلِفُوْنَ بِالثَّمَرِ السَّنَتَيْنِ وَالثَّلٰثَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ۔ مَنْ اَسْلَفَ فِيْ شَيْءٍ، فَفِيْ كَيْلٍ مَعْلُوْمٍ وَ وَزْنٍ مَعْلُوْمٍ اِلٰى اَجَلٍ مَّعْلُوْمٍ۔ (۵۰)

سرکاری عطایا کی ملکیت کا مسئلہ

۶۶— ابیض بن حمال مآزنی کو نبی ﷺ نے مآرب میں ایک ایسی زمین دے دی جس سے نمک نکلتا تھا بعد میں جب لوگوں نے حضور ﷺ کو توجہ دلائی کہ وہ تو نمک کی بڑی کان ہے تو آپ ﷺ نے اسے اجتماعی مفاد کے خلاف پا کر اپنا عطیہ منسوخ فرما دیا۔

تخریج: حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ بْنُ سَعِیْدٍ الثَّقَفِیُّ، وَ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُتَوَکِّلِ الْعَسْقَلَانِیُّ، اَلْمَعْنٰی وَاحِدٌ، اَنْ مُحَمَّدَ بْنَ یَحْیَ بْنِ قَیْسٍ الْمأرِبِیَّ حَدَّثَهُمْ، اَخْبَرَنِیْ اَبِیْ عَنْ ثُمَامَةَ بْنِ شُرَاحِیْلَ، عَنْ سُمَیِّ بْنِ قَیْسٍ، عَنْ شَمِیْرٍ، قَالَ ابْنُ الْمُتَوَکِّلِ ابْنِ عَبْدِ الْمَدَانِ عَنْ اَبْیَضَ بْنِ حَمَّالٍ، اَنَّهُ وَفَدَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَاسْتَقْطَعَهُ الْمِلْحَ، قَالَ ابْنُ الْمُتَوَکِّلِ: الَّذِیْ بِمأرِبَ، فَقَطَعَهُ، فَلَمَّا اَنْ وَلّٰی قَالَ رَجُلٌ مِنَ الْمَجْلِسِ: اَتَدْرِیْ مَا قَطَعْتَ لَهٗ؟ اِنَّمَا قَطَعْتَ لَهُ الْمَاءَ الْعِدَّ قَالَ: فَانْتَزَعَ مِنْهُ، قَالَ: وَ سَاَلَهٗ عَمَّا یُحْمٰی مِنَ الْاَرَاکِ، قَالَ: مَالَمْ تَنَلْهُ خِفَافٌ، وَ قَالَ ابْنُ الْمُتَوَکِّلِ: اَخْفَافُ الْاِبِلِ۔ (۵۱)

تشریح: حکومت کی عطا کردہ جاگیروں پر جاگیرداروں کے حقوق ملکیت اس طرح قائم نہیں ہوجاتے جس طرح کسی شخص کو اپنی زرخرید املاک یا موروثی ملکیتوں پر حاصل ہوتے ہیں۔ جاگیروں کے معاملے میں حکومت کو ہر وقت نظر ثانی کرنے کا حق حاصل ہے اور کسی عطیہ کو نا مناسب پاکر حکومت منسوخ بھی کرسکتی ہے اور اس میں ترمیم بھی کرسکتی ہے۔ اس کی کئی نظیریں احادیث وآثار میں موجود ہیں۔

اس (حدیث) سے صرف یہی بات معلوم نہیں ہوتی کہ سرکاری عطایا پر نظر ثانی کی جاسکتی ہے بلکہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کسی شخص کو حد اعتدال سے زیادہ دے دینا اجتماعی مفاد کے خلاف ہے، اور اگر ایسا عطیہ دیا جاچکا ہو تو اس پر نظر ثانی کرنی چاہیے۔ یہی بات اس روایت سے معلوم ہوتی ہے، جس میں ذکر آتا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو ایک زمین کے عطیہ کا فرمان لکھ کر دیا اور فرمایا کہ اس پر فلاں فلاں اصحاب کی شہادت ثبت کرالو جن میں سے ایک حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ جب حضرت طلحہؓ، حضرت عمرؓ کے پاس پہنچے تو آپ نے اس پر اپنی مہر لگانے سے انکار کردیا اور کہا **أهذا كله لک دون الناس**؟ کیا اتنی ساری زمین دوسروں کو چھوڑ کر تنہا تم ایک کو دے دی جائے۔ (ملاحظہ ہو کتاب الاموال لابی عبید ص: ۲۷۶-۲۷۵)

رہا حضرت زبیرؓ کا معاملہ تو جس وقت حضور ﷺ نے وہ زمین ان کو دی ہے اس وقت بے حساب زمینیں غیر آباد پڑی تھیں۔ اور حضور ﷺ کے سامنے بڑا مسئلہ یہ تھا کہ کسی طرح ان کو آباد کیا جائے۔ اس لیے آپ ﷺ نے اس زمانہ میں بکثرت لوگوں کو افتادہ اراضی کے بڑے بڑے رقبے عطا فرمائے تھے۔ (رسائل ومسائل حصہ دوم، اسلام کے قانون اراضی...)

ماٰخذ

(۱) مسلم ج۲ کتاب البیوع، باب فی کراء الارض☆ ابو داؤد ج۳ کتاب البیوع، باب فی التشدید فی ذالک ☆نسائی ج ۷ کتاب المزارعة۔ باب ذکر الاحادیث المختلفة فی النهی عن کراء الارض بالثلث والربع۔ الخ ☆السنن الکبرٰی للبیهقی ج۶ کتاب المزارعة باب بیان المنهی عنه و انه مقصور علی کراء الارض۔ الخ

(۲) بخاری ج۱ ابواب الحرث والمزارعة و ماجاء فیه۔ باب ما کان اصحاب النبی ﷺ یواسی بعضهم بعضا فی

الزراعة والثمر☆ مسلم ج۲ کتاب البیوع باب کراء الارض☆ ابن ماجه کتاب الرهون، باب ما یکره من المزارعة۔ عن ظهیر۔ ابن ماجه میں من البر والشعیر ہے☆ نسائی ج۷ کتاب المزارعة، باب ذکر الاحادیث المختلفة فی النهی عن کراء الارض بالثلث والربع۔ الخ☆ السنن الکبریٰ للبیهقی ج٦ کتاب المزارعة باب بیان المنهی عنه و انه مقصور علی کراء الارض۔ الخ۔

(۳) ابو داؤد ج۳ کتاب البیوع، باب فی التشدید فی ذالك☆ السنن الکبریٰ للبیهقی ج٦ کتاب المزارعة باب المنهی عنه و انه مقصور علی کراء الارض۔ الخ

(٤) ترمذی ج۱ ابواب الاحکام، باب..... و فی الباب عن زید بن ثابت۔ حدیث رافع حدیث فیه اضطراب یروی هذا الحدیث عن رافع بن خدیج، عن عمر منه و یروی عنه عن ظهیر بن رافع و هو احد عمومته و قد روی هذا الحدیث عنه علی روایات مختلفة☆ السنن الکبریٰ ج٦ کتاب المزارعة۔ باب بیان المنهی عنه و انه مقصور علی کراء الارض۔الخ۔

(٥) ابو داؤد ج۳ کتاب البیوع باب فی التشدید فی ذالك☆ نسائی ج۷ کتاب البیوع، باب بیع الکرم بالزبیب نسائی نے صرف (عن رافع بن خدیج قال نهی رسول اللّٰه ﷺ عن المحاقلة والمزابنة) نقل کیا ہے۔☆ابن ماجه کتاب الرهون۔ باب المزارعة بالثلث والربع السنن الکبریٰ للبیهقی ج٦ کتاب المزارعة، باب بیان المنهی عنه و انه مقصور علی کراء الارض۔الخ۔

(٦) ابن ماجه کتاب الرهون، باب استکراء الارض بالطعام☆ ابو داؤد ج۳ کتاب البیوع باب فی التشدید فی ذالك☆ نسائی ج ۷ کتاب البیوع☆ السنن الکبریٰ ج٦ کتاب المزارعة۔ باب بیان المنهی عنه و انه مقصور علی کراء الارض۔ الخ۔

(۷) ابو داؤد ج۳ کتاب البیوع، باب فی التشدید فی ذلك☆ ابن ماجه کتاب الرهون باب استکراء الارض☆ السنن الکبریٰ ج٦ کتاب المزارعة۔ باب بیان المنهی عنه و انه مقصور علی کراء الارض۔ الخ۔

(۸) ابو داؤد ج۳ کتاب البیوع، باب فی التشدید فی ذالك۔

(۹) مسلم ج۲ کتاب البیوع باب کراء الارض☆ ابو داؤد ج۳ کتاب البیوع، باب فی التشدید فی ذلك☆ ابن ماجه کتاب الرهون باب کراء الارض☆ نسائی ج۷ کتاب المزارعة باب ذکر الاحادیث المختلفة فی النهی عن کراء الارض...☆ بخاری ج۱ ابواب الحرث والمزارعة وما جاء فیه باب ما کان اصحاب النبی ﷺ: یواسی بعضهم بعضا فی الزراعة والثمر بخاری نے صرف ان عبد اللّٰه بن عمر قال: کنت اعلم فی عهد رسول اللّٰه ﷺ، فترك کراء الارض نقل کیا ہے۔☆ السنن الکبریٰ ج٦ کتاب المزارعة باب ماجاء فی النهی عن کراء الارض۔ ☆مسند احمد ج۳ ص ۳۳۸۔ جابر بن عبد اللّٰه۔

(۱۰) مسلم ج۲ کتاب البیوع، باب کراء الارض۔☆ مسند احمد ج۳ص۳۳۸۔ جابر بن عبد اللّٰه۔☆ نسائی ج ۷ کتاب المزارعة۔ باب ذکر الاحادیث المختلفة فی النهی عن کراء الارض بالثلث والربع الخ☆ السنن الکبریٰ للبیهقی ج٦ کتاب المزارعة باب ماجاء فی النهی عن کراء الارض۔

(۱۱) مسلم ج۲ کتاب البیوع۔ باب کراء الارض☆ نسائی ج۷ کتاب المزارعة، باب ذکر الاحادیث المختلفة فی النهی عن کراء الارض بالثلث والربع۔ الخ۔

(۱۲) مسلم ج۲ کتاب البیوع، باب کراء الارض☆ السنن الکبریٰ للبیهقی ج٦ کتاب المزارعة۔ باب ماجاء فی النهی عن کراء الارض۔

(۱۳) مسلم ج۲ کتاب البیوع، باب کراء الارض☆ السنن الکبریٰ للبیھقی ج۶ کتاب المزارعۃ۔ باب ماجاء فی النھی عن کراء الارض۔

(۱٤) مسلم ج۲ کتاب البیوع باب کراء الارض☆ بخاری ج۱ کتاب الحرث والمزارعۃ، باب ماکان اصحاب النبی ﷺ یواسی بعضھم بعضا فی الزراعۃ والثمر۔ بخاری نے مندرجہ ذیل الفاظ نقل کیے ھیں:

من کانت لہ ارض فلیزرعھا او لیمنحھا فان لم یفعل فلیمسک ارضہ۔

☆ ابن ماجہ کتاب الرھون باب ۷ المزارعۃ بالثلث والربع☆ مسند احمد ج۳ ص ۳۵٤۔ جابر بن عبد اللّٰہ ☆السنن الکبریٰ للبیھقی ج٦ کتاب المزارعۃ باب بیان المنھی عنہ و انہ مقصور علی کراء الارض۔ الخ۔

(۱۵) مسلم ج۲ کتاب البیوع، باب کراء الارض۔

(۱٦) مسلم ج۲ کتاب البیوع، باب کراء الارض☆ السنن الکبریٰ ج٦ کتاب المزارعۃ باب ماجاء فی النھی عن کراء الارض۔

(۱۷) مسلم ج۲ کتاب البیوع، باب کراء الارض۔

(۱۸) مسلم ج۲ کتاب البیوع، باب کراء الارض۔☆و فی روایۃ ابن ابی شیبۃ عن بیع ثمر سنین...☆نسائی ج۷ کتاب البیوع، باب بیع السنین☆ السنن الکبریٰ ج۵ کتاب البیوع۔ باب النھی عن بیع السنین۔الخ☆ السنن الکبریٰ ج ۵ کتاب البیوع باب ماجاء فی وضع الجائحۃ۔

(۱۹) مسلم ج۲ کتاب البیوع، باب کراء الارض۔

(۲۰) ابو داؤد ج۳ کتاب البیوع، باب فی المخابرۃ☆ السنن الکبریٰ ج٦ کتاب المزارعۃ۔ باب ماجاء فی النھی عن المخابرۃ والمزارعۃ۔

(۲۱) بخاری ج۱ کتاب الحرث والمزارعۃ۔ باب ماکان اصحاب النبی ﷺ یواسی بعضھم بعضاً فی المزارعۃ والثمر۔ ☆مسلم ج۲ کتاب البیوع، باب کراء الارض☆ ابن ماجہ کتاب الرھون، باب ۷ المزارعۃ بالثلث والربع۔

(۲۲) مسلم ج۲ کتاب البیوع باب کراء الارض☆ ترمذی ج۱ ابواب البیوع، باب ماجاء فی المحاقلۃ والمزابنۃ عن ابی ھریرۃ و فی الباب عن ابن عمر، وابن عباس، و زید بن ثابت، و سعد، و جابر و رافع بن خدیج و ابی سعید۔ حدیث ابی ھریرۃ حدیث حسن صحیح۔ والمحاقلۃ۔ بیع الزرع بالحنطۃ، والمزابنۃ، بیع الثمر علی رؤس النخل بالتمر۔ والعمل علی ھذا عند اھل العلم کرھوا بیع المحاقلۃ والمزابنۃ۔☆ السنن الکبریٰ للبیھقی ج۵ کتاب البیوع باب المزابنۃ والمحاقلۃ۔ عن ابی ھریرۃ۔

(۲۳) مسلم ج۲ کتاب البیوع باب کراء الارض☆ ابن ماجہ کتاب الرھون، باب کراء الارض۔ عن ابی سعید خدری۔ ابن ماجہ کی روایت میں صرف عن المحاقلۃ ھے۔☆ السنن الکبریٰ للبیھقی ج۵ کتاب البیوع باب المزابنۃ والمحاقلۃ۔ عن ابی سعید خدری۔

(۲٤) مسلم ج۲ کتاب البیوع، باب کراء الارض☆ السنن الکبریٰ للبیھقی ج٦ کتاب المزارعۃ۔ باب ماجاء فی النھی عن المخابرۃ والمزارعۃ عن عبد اللّٰہ ابن معقل۔

(۲۵) ابو داؤد ج۳ کتاب البیوع، باب فی المخابرۃ☆ السنن الکبریٰ للبیھقی ج٦ کتاب المزارعۃ۔ باب بیان المنھی عنہ و انہ مقصور علی کراء الارض۔ الخ عن زید بن ثابت۔

(۲۶) مسلم ج ۲ کتاب البیوع باب کراء الارض☆ نسائی ج ۷ کتاب المزارعۃ باب ذکر الاحادیث المختلفۃ۔ الخ ☆السنن الکبریٰ للبیھقی ج ٦ کتاب المزارعۃ باب ماجاء فی النھی عن کراء الارض۔ عن نافع۔

(۲۷) بخاری ج ۱ ابواب الحرث والمزارعۃ۔ باب ماکان اصحاب النبی ﷺ یواسی بعضھم بعضا فی الزراعۃ والثمر۔

(۲۸) مسلم ج ۲ کتاب المساقاۃ والمزارعۃ☆ بخاری ج ۱ کتاب الحرث والمزارعۃ و ماجاء فیہ باب المزارعۃ مع الیھود۔ اور باب اذا لم یشترط السنین فی المزارعۃ☆ السنن الکبریٰ ج ٦ کتاب المساقاۃ۔ باب المعاملۃ علی النخل بشطر ما یخرج منھا۔

(۲۹) مسلم ج ۲ کتاب المساقاۃ والمزارعۃ☆ بخاری ج ۲ کتاب المغازی باب معاملۃ النبی ﷺ اھل خیبر بخاری نے اس مقام پر من ثمر او زرع نقل نہیں کیا۔

(۳۰) بخاری ج ۱ کتاب المزارعۃ باب اذا قال رب الارض اقرك ما اقرك اللّٰہ ولم یذکر اجلا معلوماً فھما علی تراضیھما۔

(۳۱) مسلم ج ۲ کتاب المساقاۃ والمزارعۃ☆ السنن الکبریٰ ج ٦ کتاب المساقاۃ باب المعاملۃ علی النخل بشطر ما یخرج منھا او ما تشارطا علیہ من جزء معلوم۔

(۳۲) مسلم ج ۲ کتاب المساقاۃ والمزارعۃ☆ بخاری ج ۱ کتاب الحرث والمزارعۃ و ماجاء فیہ باب المزارعۃ، بالشطر و نحوہ۔

(۳۳) ابو داؤد ج ۳ کتاب الخراج والفئی۔ باب فی تعشیر اھل الذمۃ اذا اختلفوا بالتجارات۔

(۳٤) بخاری ج ۱ ابواب الحرث والمزارعۃ و ماجاء فیہ۔ باب اذا قال اکفنی مؤنۃ النخل او غیرہ و تشرکنی فی الثمرۃ اور بخاری ج ۱ ص ۳۷۵۔ کتاب الشروط، باب الشروط فی المعاملۃ۔

(۳۵) بخاری ج ۱ ابواب الحرث والمزارعۃ و ماجاء فیہ باب المزارعۃ بالشطر و نحوہ۔

(۳٦) ابن ماجہ کتاب الرھون، باب الرخصۃ فی المزارعۃ بالثلث والربع۔

(۳۷) مسلم ج ۲ کتاب البیوع، باب کراء الارض☆ ابو داؤد ج ۳ کتاب البیوع، باب فی المزارعۃ ☆ السنن الکبریٰ للبیھقی ج ٦ کتاب المزارعۃ باب بیان المنھی عنہ و انہ مقصور علی کراء الارض۔ الخ۔

(۳۸) بخاری ج ۱ کتاب البیوع، باب... ☆ مسلم ج ۲ کتاب البیوع باب کراء الارض☆السنن الکبریٰ للبیھقی ج ٦ کتاب المزارعۃ۔ باب بیان المنھی عنہ و انہ مقصور علی کراء الارض۔الخ

(۳۹) بخاری ج ۱ کتاب الحرث والمزارعۃ و ماجاء فیہ۔ باب کراء الارض بالذھب والفضۃ۔☆السنن الکبریٰ للبیھقی ج ٦ کتاب المزارعۃ۔ باب بیان المنھی عنہ و انہ مقصور علی کراء الارض۔الخ۔

(٤۰) مسلم ج ۲ کتاب البیوع، باب کراء الارض☆ بخاری ج ۱ کتاب الحرث والمزارعۃ باب ۹ ما یکرہ من الشروط فی المزارعۃ، بخاری نے کتاب الشروط باب فی المزارعۃ میں بھی اس روایت کو نقل کیا ھے۔ اس میں ھے فنھینا عن ذالك و لم ننہ عن الورق ھے۔☆ ابن ماجہ کتاب الرھون باب الرخصۃ فی کراء الارض البیضاء بالذھب والفضۃ۔☆ السنن الکبریٰ للبیھقی ج ٦ کتاب المزارعۃ۔ باب بیان المنھی عنہ و انہ مقصور علی کراء الارض۔ الخ۔

(٤۱) ابن ماجہ کتاب الرھون، باب ما یکرہ من المزارعۃ☆ ابو داؤد ج ۳ کتاب البیوع، باب فی التشدید فی ذالك۔ (مختصر)☆ مسند احمد ج ۳ ص ٤٦٤۔ رافع بن خدیج☆ السنن الکبریٰ للبیھقی ج ٦ کتاب المزارعۃ باب بیان المنھی عنہ و انہ مقصور علی کراء الارض۔

(۴۲) مسلم ج۲ کتاب البیوع باب کراء الارض☆ مسند احمد ج۳ ص ۳۱۲۔ عن جابر بن عبد اللّٰہ۔ ☆السنن الکبریٰ للبیھقی ج٦ کتاب المزارعۃ باب بیان المنھی عنہ و انہ مقصور علی کراء الارض۔الخ۔

(۴۳) ابو داؤد ج۳ کتاب البیوع، باب فی المزارعۃ☆ ابن ماجہ کتاب الرھون، باب ما یکرہ من المزارعۃ ☆نسائی ج۷ کتاب المزارعۃ باب ذکر الاحادیث المختلفۃ فی النھی عن کراء الارض بالثلث والربع۔ الخ۔☆السنن الکبریٰ للبیھقی ج٦ کتاب المزارعۃ باب من اباح المزارعۃ بجزء معلوم مشاع۔الخ۔

(۴۴) نسائی ج ۷ کتاب المزارعۃ، باب ذکر الاحادیث المختلفۃ فی النھی عن کراء الارض بالثلث والربع۔ الخ۔

(۴۵) ابو داؤد ج۳ کتاب البیوع، باب فی المزارعۃ☆ السنن الکبریٰ للبیھقی ج٦ کتاب المزارعۃ۔ باب بیان المنھی عنہ و انہ مقصور علی کراء الارض۔الخ۔

(۴۶) ابن ماجہ کتاب الرھون باب ۹ الرخصۃ فی کراء الارض البیضاء بالذھب والفضۃ۔☆السنن الکبریٰ للبیھقی ج٦ کتاب المزارعۃ باب من اباح المزارعۃ بجزء معلوم مشاع۔الخ۔

(۴۷) مسلم ج۲ کتاب البیوع، باب کراء الارض☆ بخاری ج۱ کتاب الحرث والمزارعۃ و ماجاء فیہ باب...☆ ابن ماجہ کتاب الرھون، باب۹ الرخصۃ فی کراء الارض البیضاء بالذھب والفضۃ۔ (مختصر ھے) ☆السنن الکبریٰ للبیھقی ج٦ کتاب المزارعۃ۔ باب من اباح المزارعۃ بجزء معلوم مشاع۔ الخ

(۴۸) مسلم ج۲ کتاب البیوع، باب کراء الارض☆ بخاری ج۱ کتاب الحرث والمزارعۃ و ماجاء فیہ باب... بخاری میں علیہ ھے یعنی یاخذ علیھا کی جگہ۔☆ابو داؤد ج۳ کتاب البیوع باب فی المزارعۃ۔ ابو داؤد نے ان یاخذ علیھا ھی روایت کیا ھے۔☆ نسائی ج ۷ کتاب المزارعۃ باب ذکر الاحادیث المختلفۃ فی النھی عن کراء الارض بالثلث والربع۔الخ۔☆ابن ماجہ کتاب الرھون باب۹، الرخصۃ فی کراء الارض البیضاء بالذھب والفضۃ۔☆ السنن الکبریٰ ج ٦ کتاب المزارعۃ۔ باب من اباح المزارعۃ بجزء معلوم۔ الخ۔

(۴۹) ترمذی ج۱ ابواب الاحکام باب من المزارعۃ ھذا حدیث حسن صحیح۔☆ السنن الکبریٰ للبیھقی ج٦ کتاب المزارعۃ۔ باب من اباح المزارعۃ بجزء معلوم مشاع۔الخ۔ ھذا حدیث حسن صحیح۔

(۵۰) بخاری ج۱ کتاب السلم، باب السلم فی وزن معلوم بخاری کی ایک روایت میں سنتین کے بجائے عام والعامین او قال عامین اور ثلاثۃ کے الفاظ بھی مروی ھیں۔☆ مسلم ج۲ کتاب المساقاۃ والمزارعۃ باب السلم۔ عن ابن عباس☆ ابو داؤد ج۳ کتاب البیوع، باب فی السلف۔ عن ابن عباس ☆ترمذی ج۱ ابواب البیوع، باب ماجاء فی السلف فی الطعام والتمر۔ حدیث ابن عباس حدیث حسن صحیح۔ والعمل علی ھذا عند اھل العلم من اصحاب النبی ﷺ و غیرھم اجازوا السلف فی الطعام والثیاب و غیر ذلک مما یعرف حدہ و صفتہ☆ نسائی ج۷ کتاب البیوع باب السلف فی الثمار۔ عن ابن عباس۔☆ ابن ماجہ کتاب التجارات، باب ۵۹ السلف فی کیل معلوم و وزن معلوم الی اجل معلوم ☆السنن الکبریٰ للبیھقی ج٦ کتاب البیوع، باب جواز السلف المضمون بالصفۃ۔

(۵۱) ابو داؤد ج۳ کتاب الخراج والامارۃ والفئی☆ ترمذی ج۱ ابواب الاحکام، باب ماجاء فی القطائع☆ دار قطنی ج۴ کتاب فی الاقضیۃ والاحکام و غیر ذالک☆ ابن ماجہ کتاب الرھون باب ۱۷ اقطاع الانھار والعیون۔ ترمذی ابن ماجہ وغیرہ میں قال رجل من المجلس کی جگہ اقرع بن جالس کا نام ذکر کیا ھے☆ سنن دارمی ج۲ کتاب البیوع باب فی القطائع عن ابیض بن حمال☆ السنن الکبریٰ للبیھقی ج٦ کتاب احیاء الموات باب مالایجوز اقطاعہ من المعادن الظاھرۃ۔

فصل: ۳

زکوٰۃ

اسلامی معاشرے میں زکوٰۃ کی حیثیت

مسلمانوں کو جو تعلیم دی گئی وہ یہ تھی کہ آدمی اپنی کمائی کو صرف اپنے لیے مخصوص نہ رکھے بلکہ اپنی ضروریات اعتدال کے ساتھ پوری کرنے کے بعد اپنے رشتے داروں، اپنے ہمسایوں اور دوسرے حاجت مند لوگوں کے حقوق بھی ادا کرے۔ اجتماعی زندگی میں تعاون، ہمدردی اور حق شناسی وحق رسانی کی روح جاری وساری ہو ہر رشتے دار دوسرے رشتے دار کا معاون، اور ہر مستطیع انسان اپنے پاس کے محتاج انسان کا مددگار رہو۔ ایک مسافر جس بستی میں بھی جائے، اپنے آپ کو مہمان نواز لوگوں کے درمیان پائے۔ معاشرے میں حق کا تصور اتنا وسیع ہو کہ ہر شخص ان سب انسانوں کے حقوق اپنی ذات پر اور اپنے مال پر محسوس کرے جن کے درمیان وہ رہتا ہو ان کی خدمت کرے تو یہ سمجھتے ہوئے کرے کہ ان کا حق ادا کر رہا ہے، نہ یہ کہ احسان کا بوجھ ان پر لاد رہا ہے۔ اگر کسی کی خدمت سے معذور ہو تو اس سے معافی مانگے اور خدا سے فضل طلب کرے تا کہ وہ بندگان خدا کی خدمت کرنے کے قابل ہو۔

مندرجہ بالا انفرادی اخلاق کی تعلیم آگے چل کر مدینہ طیبہ کے معاشرے اور ریاست میں انہی کی بنیاد پر صدقات واجبہ اور صدقات نافلہ کے احکام دیے گئے، وصیت اور وراثت اور وقف کے طریقے مقرر کیے گئے، یتیموں کے حقوق کی حفاظت کا انتظام کیا گیا۔ ہر بستی پر مسافر کا یہ حق قائم کیا گیا کہ کم از کم تین دن تک اس کی ضیافت کی جائے، اور پھر اس کے ساتھ ساتھ معاشرے کا اخلاقی نظام عملاً ایسا بنایا گیا کہ پورے اجتماعی ماحول میں فیاضی، ہمدردی اور تعاون کی روح جاری وساری ہوگئی، حتیٰ کہ لوگ آپ ہی آپ قانونی حقوق کے ماسوا ان اخلاقی حقوق کو بھی سمجھنے اور ادا کرنے لگے جنھیں نہ قانون کے زور سے مانگا جا سکتا ہے نہ دلوایا جا سکتا ہے۔ (تفہیم القرآن، ج ۲، بنی اسرائیل حاشیہ: ۲۸)

انسان کا اپنا مال کون سا ہے؟

۶۷- اَيُّكُمْ مَالُهُ اَحَبُّ اِلَيْهِ مِنْ مَالِ وَارِثِهٖ؟

’’حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا ’’تم میں سے کون ہے جس کو اپنا مال اپنے وارث کے مال سے زیادہ محبوب ہے؟‘‘ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جسے اپنا مال اپنے وارث کے مال سے زیادہ محبوب نہ ہو۔ فرمایا (اِعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ) ’’سوچ لو کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔‘‘ لوگوں نے

عرض کیا ہمارا حال واقعی یہی ہے۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا (اِنَّمَا مَالُ اَحَدِکُمْ مَا قَدَّمَ وَ مَالُ وَارِثِهٖ مَا اَخَّرَ) تمہارا اپنا مال تو وہ ہے جو تم نے اپنی آخرت کے لیے آگے بھیج دیا اور جو کچھ تم نے روک رکھا وہ تو وارث کا مال ہے۔''

(بخاری، نسائی، مسند ابو یعلیٰ)

تخریج: ⟨۱⟩ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِیْ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ حَدَّثَنِیْ اِبْرَاهِیْمُ التَّیْمِیُّ، عَنِ الْحَارِثِ بْنِ سُوَیْدٍ، قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: قَالَ النَّبِیُّ ﷺ: اَیُّکُمْ مَالُ وَارِثِهٖ اَحَبُّ اِلَیْهِ مِنْ مَّالِهٖ؟ قَالُوْا: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مَامِنَّا اَحَدٌ، اِلَّا مَالُهٗ اَحَبُّ اِلَیْهِ، قَالَ: فَاِنَّ مَالَهٗ مَا قَدَّمَ، وَ مَالُ وَارِثِهٖ مَا اَخَّرَ۔(۱)

⟨۲⟩ قَالَ الْحَافِظُ اَبُوْ یَعْلَی الْمَوْصِلِیُّ: حَدَّثَنَا اَبُوْ خَیْثَمَةَ، حَدَّثَنَا جَرِیْرٌ، عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ اِبْرَاهِیْمَ، عَنِ الْحَارِثِ بْنِ سُوَیْدٍ، قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اَیُّکُمْ مَالُهٗ اَحَبُّ اِلَیْهِ مِنْ مَّالِ وَارِثِهٖ؟ قَالُوْا: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مَا مِنَّا مِنْ اَحَدٍ اِلَّا مَالُهٗ اَحَبُّ اِلَیْهِ مِنْ مَّالِ وَارِثِهٖ قَالَ: اِعْلَمُوْا، مَا تَقُوْلُوْنَ؟ قَالُوْا: مَا نَعْلَمُ اِلَّا ذَالِکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ، قَالَ: اِنَّمَا مَالُ اَحَدِکُمْ مَا قَدَّمَ وَ مَالُ وَارِثِهٖ مَا اَخَّرَ۔(۲)

تشریح: اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان نے جو کچھ آگے اپنی آخرت کے لیے بھیج دیا وہ اس سے زیادہ نافع ہے جو اس نے دنیا میں روک رکھا ہے اور کسی بھلائی کے کام میں اللہ کی رضا کی خاطر خرچ نہ کیا۔ (تفہیم القرآن ج ۶، المزمل حاشیہ: ۲۶)

کون سا صدقہ باعث فضیلت ہے؟

۶۸ــ ترمذی کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ آپ کے ہاں ایک بکری ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کیا گیا، آپ ﷺ گھر میں تشریف لائے تو پوچھا بکری میں سے کیا باقی رہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا (ما بقی الا کتفها) ''ایک شانے کے سوا کچھ نہیں بچا'' فرمایا (بقی کلها غیر کتفها) ''ایک شانے کے سوا ساری بکری بچ گئی۔''

تخریج: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، نَا یَحْیَی بْنُ سَعِیْدٍ، عَنْ سُفْیَانَ، عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ، عَنْ اَبِیْ مَیْسَرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، اَنَّهُمْ ذَبَحُوْا شَاةً، فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ: مَا بَقِیَ مِنْهَا؟ قَالَتْ: مَا بَقِیَ مِنْهَا اِلَّا کَتِفُهَا، قَالَ بَقِیَ کُلُّهَا غَیْرَ کَتِفِهَا۔(۳)

۶۹ــ اَنْ تَصَدَّقَ وَ اَنْتَ صَحِیْحٌ شَحِیْحٌ تَخْشَی الْفَقْرَ تَأْمُلُ الْغِنٰی، وَلَا تُمْهِلُ حَتّٰی اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ قُلْتَ لِفُلَانٍ کَذَا وَ لِفُلَانٍ کَذَا وَ قَدْ کَانَ لِفُلَانٍ۔

''ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ کس صدقے کا اجر سب سے زیادہ ہے؟ فرمایا'' یہ کہ تو صدقہ کرے اس حال میں کہ تو صحیح و

تندرست ہو، مال کی کمی کے باعث اسے بچا کر رکھنے کی ضرورت محسوس کرتا ہو اور اسے کسی کام میں لگا کر زیادہ کما لینے کی امید رکھتا ہو، اس وقت کا انتظار نہ کر کہ جب جان نکلنے لگے تو تو کہے کہ یہ فلاں کو دیا جائے اور یہ فلاں کو، اس وقت تو یہ مال فلاں کو جانا ہی ہے۔'' (بخاری و مسلم)

حضور ﷺ نے فرمایا:

يَقُوْلُ ابْنُ آدَمَ مَالِىْ مَالِىْ، وَ هَلْ لَّكَ مِنْ مَّالِكَ اِلَّا مَا اَكَلْتَ فَاَفْنَيْتَ، اَوْ لَبِسْتَ فَاَبْلَيْتَ، اَوْ تَصَدَّقْتَ فَاَمْضَيْتَ؟ وَمَا سِوٰى ذَالِكَ فَذَاهِبٌ وَ تَارِكُهٗ لِلنَّاسِ۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ ''آدمی کہتا ہے میرا مال میرا مال، حالاں کہ تیرے مال میں سے تیرا حصہ اس کے سوا کیا ہے جو تو نے کھا کر ختم کر دیا، یا پہن کر پرانا کر دیا، یا صدقہ کر کے آگے بھیج دیا؟ اس کے سوا جو کچھ بھی ہے وہ تیرے ہاتھ سے جانے والا ہے اور اسے تو دوسرے لوگوں کے لیے چھوڑ جائے گا۔'' (مسلم)

تخریج: **﴿۱﴾ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُمَارَةُ بْنُ الْقَعْقَاعِ، قَالَ: حَدَّثَنَا اَبُوْ زُرْعَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا اَبُوْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَىُّ الصَّدَقَةِ اَعْظَمُ اَجْرًا؟ قَالَ: اَنْ تَصَدَّقَ وَ اَنْتَ صَحِيْحٌ شَحِيْحٌ تَخْشَى الْفَقْرَ، وَ تَاْمُلُ الْغِنٰى، وَلَا تُمْهِلُ حَتّٰى اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ، قُلْتَ لِفُلَانٍ: كَذَا وَ كَذَا، وَ قَدْ كَانَ لِفُلَانٍ۔** (٤)

﴿۲﴾ حَدَّثَنَا هَدَّابُ بْنُ خَالِدٍ، نَا هَمَّامٌ، نَا قَتَادَةُ، عَنْ مُطَرِّفٍ، عَنْ اَبِيْهِ، قَالَ: اَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَ هُوَ يَقْرَاُ اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ، قَالَ: يَقُوْلُ ابْنُ آدَمَ: مَالِىْ مَالِىْ، قَالَ: وَ هَلْ لَّكَ يَا ابْنَ آدَمَ مِنْ مَّالِكَ اِلَّا مَا اَكَلْتَ، فَاَفْنَيْتَ، اَوْ لَبِسْتَ فَاَبْلَيْتَ اَوْ تَصَدَّقْتَ فَاَمْضَيْتَ۔ (٥)

﴿۳﴾ حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيْدٍ، حَدَّثَنِىْ حَفْصُ بْنُ مَيْسَرَةَ، عَنِ الْعَلَاءِ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: يَقُوْلُ الْعَبْدُ: مَالِىْ مَالِىْ، اِنَّ مَالَهٗ مِنْ مَالِهٖ ثَلَاثٌ: مَا اَكَلَ فَاَفْنٰى اَوْ لَبِسَ فَاَبْلٰى، اَوْ اَعْطٰى فَاقْتَنٰى مَا سِوٰى ذَالِكَ فَهُوَ ذَاهِبٌ وَ تَارِكُهٗ لِلنَّاسِ۔ (٦)

تشریح: یہاں حضور ﷺ نے یہ وضاحت فرمائی ہے کہ جو مال انسان کے پاس ہے وہ دراصل اس کا ذاتی مال نہیں ہے، بلکہ اللہ کا بخشا ہوا مال ہے۔ وہ بذات خود اس کا مالک نہیں ہے، اللہ نے اپنے خلیفہ کی حیثیت سے یہ اس کے تصرف میں دیا ہے۔ لہٰذا مال کے اصل مالک کی خدمت میں اسے صرف کرنے سے دریغ نہ کرنا چاہیے۔ نائب کا یہ کام نہیں ہے کہ مالک کے مال کو مالک ہی کے کام میں خرچ کرنے سے جی چرائے۔ دوسرے یہ مال نہ ہمیشہ سے اس کے پاس تھا نہ ہمیشہ اس کے پاس رہنے

والا ہے، کل یہ کچھ دوسرے لوگوں کے پاس تھا، پھر اللہ نے اس کو ان کا جانشین بنا کر یہ مال اس کے حوالے کیا، پھر ایک وقت ایسا آئے گا کہ جب یہ اس کے پاس نہ رہے گا اور کچھ دوسرے لوگ اس پر اس کے جانشین بن جائیں گے، اس عارضی جانشینی کی تھوڑی سی مدت میں، جب کہ یہ اس کے قبض و تصرف میں ہے، اسے اللہ کے کام میں خرچ کرنا چاہیے، تا کہ آخرت میں اس کا مستقل اور دائمی اجر اسے حاصل ہو، کیوں کہ جو کچھ خدا کی راہ میں خرچ ہو وہی باقی رہنے والا ہے۔

(تفہیم القرآن، ج ۵، الحدید حاشیہ: ۹)

مال حرام کا صدقہ

۷۰- رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''جس نے جمع کیا مال حرام سے، اور پھر اس کو صدقہ دے دیا تو اس کے لیے کوئی اجر نہیں بلکہ اس کا اجر اس کو جائے گا جس کا مال اس شخص نے چرا لیا اور اس کو صدقہ کر دیا۔''

تخریج: (اَخْبَرَنَا) اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ الْحَافِظُ، ثَنَا اَبُو الْعَبَّاسِ مُحَمَّدُ بْنُ يَعْقُوْبَ، ثَنَا بَحْرُ بْنُ نَصْرٍ، ثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ عَنْ دَرَّاجٍ اَبِى السَّمْحِ، عَنِ ابْنِ حُجَيْرَةَ الْاَكْبَرِ الْخَوْلَانِيِّ، عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ، قَالَ: اِذَا اَدَّيْتَ الزَّكٰوةَ فَقَدْ قَضَيْتَ مَا عَلَيْكَ وَ مَنْ جَمَعَ مَالاً حَرَامًا ثُمَّ تَصَدَّقَ بِهٖ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ فِيْهِ اَجْرٌ وَ كَانَ اِصْرُهٗ عَلَيْهِ۔ (۷)

سوال: اس حدیث کی رو سے یہ کیسے جائز ہو سکتا ہے کہ وہ بینک سے سود لے اور پھر غریبوں میں تقسیم کر دے؟ میں سمجھتا ہوں کہ شاید آپ نے اس فعل کو کسی عارضی حل کے طور پر پیش کیا ہوگا۔ کیا آپ اس کی وضاحت فرمائیں گے؟

جواب: میں بار بار اس بات کو واضح کر چکا ہوں کہ بینک کے سودی اکاؤنٹ میں اس غرض سے روپیہ رکھنا کہ جو سود اس سے وصول ہوگا اس کو غریبوں میں تقسیم کر دیا جائے گا بالکل ایسا ہی ہے جیسے ایک شخص جیب اس لیے کاٹے کہ جو روپیہ اسے ملے گا اس کو وہ کسی یتیم یا کسی بیوہ کو دے دے گا۔ جس طرح جیب کاٹ کر خیرات کرنا غلط ہے اسی طرح بینک سے سود لے کر خیرات کرنا بھی غلط ہے۔ میری جس بات کا آپ حوالہ دے رہے ہیں وہ دراصل یہ ہے کہ اگر آپ غلطی سے بینک کے سودی حساب میں روپیہ رکھ چکے ہوں اور اس پر آپ کو سود مل گیا ہو تو اس کو خود نہ استعمال کیجیے بلکہ غریبوں کو دے دیجیے۔ یہ بات میں اس وجہ سے کہتا ہوں کہ سود کے ذریعے سے جو روپیہ آتا ہے وہ صرف اسی شخص کے لیے حرام ہے جس نے سودی حساب میں روپیہ رکھا اور اس کو وصول کیا۔ لیکن اگر وہ شخص کسی اور آدمی کو یہ روپیہ ہبہ کر دیتا ہے یا کسی چیز کی قیمت یا اجرت میں دے دیتا ہے تو اس شخص کے لیے یہ حرام نہیں ہے کیوں کہ اس کو جائز طریقے سے یہ روپیہ ملا ہے اور سود لینے والے کے پاس یہ ناجائز طریقے سے آیا تھا۔ مثال کے طور پر سود لینے والا آدمی اگر کسی ٹیکسی پر سوار ہوتا ہے اور ٹیکسی والے کو اجرت دیتا ہے تو وہ روپیہ ٹیکسی والے کے لیے حرام نہیں ہے، البتہ اس شخص کے لیے حرام ہے جس نے سودی روپے سے ٹیکسی پر سفر کیا۔ اسی طرح اگر وہ کسی کو ہبہ کر دیتا ہے یا صدقہ کر دیتا ہے تو یہ ایک شخص سے دوسرے کی طرف مال منتقل ہونے کی جائز شرعی صورتیں ہیں، اس لیے صدقہ یا ہبہ لینے والے کے لیے یہ روپیہ حرام نہیں ہے۔ (تصریحات: سود اور بیمہ)

شریعت میں ٹیکس کی حیثیت

۷۲-اِنَّ فِی الْمَالِ حَقًّا سِوَی الزَّکٰوۃِ۔

''لوگوں کے مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی ایک حق ہے۔''

تخریج: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَدُّوِیَۃٌ، نَا الْاَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ، عَنْ شَرِیْکٍ، عَنْ اَبِیْ حَمْزَۃَ، عَنِ الشَّعْبِیِّ، عَنْ فَاطِمَۃَ بِنْتِ قَیْسٍ، قَالَتْ: سَاَلْتُ اَوْ سُئِلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ الزَّکٰوۃِ فَقَالَ: اِنَّ فِی الْمَالِ لَحَقًّا سِوَی الزَّکٰوۃِ۔ ثُمَّ تَلَا ھٰذِہِ الْاٰیَۃَ الَّتِیْ فِی الْبَقَرَۃِ ''لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْھَکُمْ۔'' البقرۃ:۱۷۷ (۹)

تشریح: زکوٰۃ دراصل ٹیکس نہیں ہے بلکہ عبادت ہے اور نماز کی طرح اسلام کا ایک اہم رکن ہے۔ زکوٰۃ اور ٹیکس میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ٹیکس وہ ہوتا ہے جو زبردستی کسی انسان پر عائد کیا جاتا ہے۔ اس کے لیے ضروری نہیں کہ وہ بہ خوشی اس کو قبول کرے۔ اس کے عائد کرنے والوں کا کوئی شخص معتقد نہیں ہوتا۔ ان کے برحق ہونے پر ایمان نہیں لاتا۔ ان کے ڈالے ہوئے اس بار کو زبردستی کی چٹی سمجھتا ہے۔ اس پر ناک بھوں چڑھاتا ہے۔ اس سے بچنے کے لیے ہزار حیلے کرتا ہے۔ اس کو ادا نہ کرنے کی تدبیریں نکالتا ہے اور اس سے اس کے ایمان میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ پھر ان دونوں میں اصولی فرق یہ ہے کہ ٹیکس دراصل ان خدمات کے مصارف پورے کرنے کے لیے عائد کیا جاتا ہے جن کا فائدہ خود ٹیکس ادا کرنے والے کی طرف پلٹتا ہے۔ اس کے پیچھے بنیادی تصور یہ کارفرما ہوتا ہے کہ آپ جن سہولتوں کی ضرورت محسوس کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ حکومت کے ذریعے سے وہ سہولتیں آپ کو بہم پہنچائی جائیں ان کے لیے آپ اپنی دولت کے لحاظ سے متناسب چندہ دیں۔ یہ ٹیکس درحقیقت ایک طرح کا چندہ ہی ہے جو قانونی جبر کے تحت ان اجتماعی خدمات کے لیے آپ سے لیا جاتا ہے جن کے فوائد سے متمتع ہونے والوں میں آپ خود بھی شامل ہیں۔ زکوٰۃ اس کے برعکس ایک عبادت ہے بالکل اسی طرح جیسے نماز ایک عبادت ہے۔ کوئی پارلیمنٹ یا قانون ساز اسمبلی اس کی عائد کرنے والی نہیں ہے۔ بلکہ اسے خدا نے عائد کیا ہے، جسے ایک مسلمان اپنا معبود برحق مانتا ہے۔ کوئی شخص اگر اپنے ایمان کو محفوظ رکھنا چاہتا ہو تو وہ زکوٰۃ سے بچنے یا اس میں خورد برد کرنے کی کبھی کوشش نہیں کرسکتا۔ بلکہ اگر کوئی خارجی طاقت اس سے حساب لینے اور زکوٰۃ وصول کرنے والی نہ بھی ہو تو ایک مومن اپنی زکوٰۃ کا حساب خود کرکے اپنی مرضی سے نکالے گا۔ پھر یہ زکوٰۃ سرے سے اس غرض کے لیے ہے ہی نہیں کہ ان اجتماعی ضروریات کو پورا کیا جائے، جن سے متمتع ہونے میں آپ خود بھی شامل ہیں، بلکہ یہ صرف ان لوگوں کے لیے مخصوص کی گئی ہے، جو کسی نہ کسی طرح سے دولت کی تقسیم میں اپنا حصہ پانے سے، یا پورا حصہ پانے سے محروم رہ گئے ہیں یا اور کسی وجہ سے مدد کے محتاج ہیں، خواہ عارضی طور پر یا مستقل طور پر۔ اس طرح زکوٰۃ اپنی حقیقت، اپنے بنیادی اصول اور اپنی روح اور شکل کے اعتبار سے ٹیکس سے بالکل ایک مختلف چیز ہے۔ یہ آپ کے لیے سڑکیں اور ریلیں اور نہریں بنانے اور ملک کا نظم ونسق چلانے کے لیے نہیں ہے۔ بلکہ چند مخصوص حق داروں کے حقوق ادا کرنے کے لیے خدا کی طرف سے ایک عبادت کے طور پر فرض کی گئی ہے، اسلام کے پانچ

ارکان میں سے ایک رکن ہے اور اس کا کوئی فائدہ اللہ کی خوشنودی اور آخرت کے اجر کے سوا آپ کی ذات کی طرف پلٹ کر نہیں آتا۔

بعض لوگوں کو یہ غلط فہمی بھی ہے کہ اسلام میں زکوٰۃ اور خراج کے سوا کوئی ٹیکس نہیں ہے۔ حالاں کہ رسول اللہ ﷺ نے واضح طور پر فرمایا ہے کہ **ان فی المال حقًا سوی الزکوٰۃ** ''لوگوں کے مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی ایک حق ہے۔'' دراصل جن ٹیکسوں کو شریعت میں ناروا قرار دیا گیا ہے وہ قیصروں اور کسراؤں اور ان کے امراء کے لگائے ہوئے وہ ٹیکس تھے جنہیں بادشاہ اور امیر کی ذاتی ملک بنالیا جاتا تھا۔ اور جن کی آمد و خرچ کا حساب دینے کے وہ ذمہ دار نہ تھے۔ رہے وہ ٹیکس جو شوریٰ کے طریقے سے چلنے والی حکومت لوگوں کی مرضی اور مشورے سے لگائے، جن کی آمدنی پبلک کے خزانے میں جمع ہو، جن کو خرچ بھی لوگوں کے مشورے سے کیا جائے، اور جن کا حساب دینے کی حکومت ذمہ دار ہو، تو ایسے ٹیکس عائد کرنے پر شریعت میں مطلقاً کوئی پابندی نہیں ہے۔ اگر معاشرے میں اسلامی حکومت کے قیام سے پہلے کوئی بے جا اونچ نیچ پیدا ہو چکی ہو، یا حرام طریقوں سے کمائی ہوئی دولت بعض طبقوں نے بے تحاشا فراہم کر لی ہو، تو ایک اسلامی حکومت ضبطی جائداد کے طریقے اختیار کرنے کے بجائے ٹیکس عائد کر کے اس بیماری کا مداوا کر سکتی ہے۔ اور دوسرے اسلامی قوانین کی مدد سے دولت کے اس ارتکاز کو ختم کر سکتی ہے۔ ضبطی جائداد کا طریقہ استعمال کرنے کے لیے حکمرانوں کو ایسے جابرانہ اختیارات دینا ناگزیر ہو جاتا ہے، جنہیں پا کر وہ کسی حد پر روکے نہیں جاسکتے اور ایک ظلم کی جگہ اس سے بدتر ظلم قائم ہو جاتا ہے۔

(معاشیات اسلام، اسلامی نظم معیشت کے اصول ''زکوٰۃ'')

حدیث میں اصول بیان کیا گیا ہے'' آدمی کے مال میں زکوٰۃ کے سوا اور بھی حق ہے۔ اس اصولی ارشاد کی موجودگی میں یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ کیا ایک اسلامی حکومت زکوٰۃ کے سوا دوسرے محاصل عائد کر سکتی ہے۔ پھر جب کہ قرآن میں زکوٰۃ کے چند مخصوص مصارف معین کر دیے گئے ہیں تو لامحالہ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ان مصارف کے ماسوا جو دوسرے فرائض حکومت کے ذمے عائد ہوں ان کو بجالانے کے لیے وہ دوسرے محاصل پبلک پر عائد کرے۔ نیز قرآن میں یہ اصولی ہدایت بھی دی گئی ہے۔ کہ **يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۥ قُلِ الْعَفْوَ** (البقرۃ: ۲۱۹) ''تم سے پوچھتے ہیں کہ ہم کیا خرچ کریں؟ کہو عفو'' عفو کا لفظ (Economic Surplus) کا ہم معنی ہے۔ اور اس میں نشان دہی کی گئی ہے کہ ''عفو'' ٹیکس کا صحیح محل ہے۔ مزید برآں ایسے نظائر بھی موجود ہیں کہ خلفائے راشدین کے عہد میں دوسرے محاصل عائد کیے گئے ہیں۔ مثلاً حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں محصول درآمد مقرر کیا گیا اور اس کا شمار زکوٰۃ میں نہیں بلکہ ''فے'' (حکومت کی عام آمدنیوں) میں تھا۔ علاوہ بریں شریعت میں کوئی ایسی ہدایت موجود نہیں ہے جس سے یہ نتیجہ نکالا جا سکے کہ حکومت اجتماعی ضروریات کے لیے کوئی دوسرا ٹیکس نہیں لگا سکتی، اور اصول یہ ہے کہ جس چیز سے منع نہ کیا گیا ہو وہ مباح ہے۔ فقہائے اسلام میں سے بھی، جہاں تک ہم کو معلوم ہے، ایک غیر معروف شخصیت ضحاک بن مزاحم کے سوا کوئی اس بات کا قائل نہیں ہے کہ **نسخت الزکوٰۃ کل حق فی المال** (زکوٰۃ نے مال میں ہر دوسرے حق کو منسوخ کر دیا ہے) ضحاک کی اس رائے کو کسی قابل ذکر فقیہ نے تسلیم نہیں کیا ہے۔

(المحلی لابن حزم ج ۲، ص: ۱۵۸۔ اور کتاب الاموال لابی عبید۔ باب مال میں زکوٰۃ کے علاوہ دیگر واجب حقوق ص: ۹۳۰) (معاشیات اسلام، زکوٰۃ کے اصولی احکام)

سوال: کیا زکوٰۃ ایک طرح کا انکم ٹیکس نہیں ہے؟ کیا ہم زکوٰۃ کو فلاح عامہ کے کاموں مثلاً مدارس اور ہسپتالوں کے لیے استعمال نہیں کر سکتے؟

جواب: زکوٰۃ کو ٹیکس قرار دینا سرے سے ہی غلط ہے وہ تو اسی طرح ارکان اسلام میں سے ایک رکن ہے جس طرح نماز ایک رکن ہے زکوٰۃ انہی عبادتوں کی طرح ایک عبادت ہے اور اس عبادت کو مقرر کرنے کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے اس کے مصارف بھی متعین کر دیئے ہیں جن کے سوا کسی اور مصرف میں اسے استعمال نہیں کیا جا سکتا۔ آپ جتنے ٹیکس دیتے ہیں خواہ وہ انکم ٹیکس ہو یا کسی اور قسم کا ٹیکس، ہر ایک کا نفع آپ کی طرف پلٹ کر آتا ہے۔ لیکن زکوٰۃ ایک ایسی چیز ہے جس کا نفع آپ کی طرف آخرت میں پلٹ کر آئے گا۔ اس دنیا میں آپ بس خدا کے بتائے ہوئے حق داروں کو زکوٰۃ دے دیجیے اور سمجھ لیجیے کہ یہ نیکی خدا کے دفتر میں درج ہوگئی۔ اگر آپ اس سے سڑکیں بنائیں گے یا ریلیں بنائیں گے یا مدرسے اور ہسپتال بنائیں گے تو ان سے امیر اور غریب سب فائدہ اٹھائیں گے درآں حالے کہ زکوٰۃ غریبوں کے لیے ہے، امیروں کے لیے نہیں ہے۔ ان چیزوں سے آپ خود بھی فائدہ اٹھائیں گے درآں حالے کہ زکوٰۃ سے آپ کو خود فائدہ اٹھانے کا حق نہیں پہنچتا۔ اس لیے زکوٰۃ کو صرف عبادت سمجھ کر ادا کیجیے، اس کو رکن اسلام سمجھیے۔ انکم ٹیکس نہ سمجھیے۔ ٹیکس کی خاصیت یہ ہوتی ہے کہ وہ خواہ کتنے ہی انصاف کے ساتھ لگایا جائے اور کتنی ہی ایمان داری سے وصول اور خرچ کیا جائے، بہ ہر حال جن لوگوں پر اس کا بار پڑتا ہے وہ کبھی اس کو خوش دلی سے نہیں دیتے بلکہ اس سے بچنے کی بے شمار راہیں تلاش کرتے ہیں اب کیا خدا کی فرض کی ہوئی ایک عبادت کو بھی ٹیکس سمجھ کر اس کے ساتھ آپ یہی سلوک کرنا چاہتے ہیں؟ یہ طرز عمل آپ زکوٰۃ کے ساتھ اختیار کریں گے تو اپنے مال کے ساتھ اپنے ایمان کو بھی کھو دیں گے۔ یہ تو وہ چیز ہے جو خوش دلی سے دینی چاہیے، خدا کی خاطر دینی چاہیے، جتنی آپ پر واجب ہو اس سے بھی کچھ بڑھ کر دینا چاہیے تا کہ خدا کی خوشنودی اور زیادہ حاصل ہو سکے۔ (تصریحات: سود، بیمہ)

کیا زکوٰۃ کے علاوہ انکم ٹیکس عائد کرنا جائز ہے؟

اسلامی ریاست میں یہ دونوں چیزیں جائز ہو سکتی ہیں۔ زکوٰۃ کے مصارف بالکل متعین ہیں جو کہ سورہ توبہ میں بیان کر دیئے گئے ہیں۔ اسی طرح اس کا نصاب اور اس کی شرح بھی نبی ﷺ نے متعین فرما دی ہے۔ ان امور میں کوئی ترمیم و تنسیخ جائز نہیں ہے۔ اب ظاہر ہے کہ ریاست کو اگر دوسری مزید ضروریات درپیش ہوں تو ان کے لیے وہ قوم سے مالی مدد حاصل کر سکتی ہے۔ اگر یہ وصولی جبری ہو تو ٹیکس ہے۔ اگر رضا کارانہ ہو تو چندہ ہے اور واپسی کی شرط ہو تو (Loan) قرضہ ہے۔ زکوٰۃ اور یہ دوسری قسم کی وصولیاں نہ ایک دوسرے کی جگہ لے سکتی ہیں اور نہ ایک دوسرے کو ساقط کر سکتی ہیں۔ یہ تو اس مسئلے کا اصولی جواب ہے لیکن اس کے ساتھ ہی میں آپ کو یہ اطمینان بھی دلاتا ہوں کہ اگر ہمارے ملک میں ایک صحیح اسلامی حکومت قائم ہو جائے اور دیانت داری سے اس کا نظام چلایا جائے تو اتنے ٹیکسوں کی ضروریات باقی نہیں رہے گی جتنے آج موجود ہیں۔ موجودہ زمانے میں ٹیکسوں کے معاملے میں جتنی بدعنوانیاں اور بددیانتیاں ہوتی ہیں وہ آپ خوب جانتے ہیں۔ ایک طرف تو جس مقصد کے لیے ٹیکس لگایا جاتا ہے اس کا بہ مشکل دس فیصد اس مقصد کے لیے صرف ہوتا ہے۔ دوسری طرف ٹیکس سے بچنے (Evasion) کی ایک عام ذہنیت پیدا ہوگئی ہے۔ اگر نظام درست ہو جائے تو موجودہ ٹیکسوں کا ایک چوتھائی حصہ بھی کفایت کرے گا اور افادیت چار پانچ گنی زیادہ ہو جائے گی۔ (رسائل و مسائل حصہ چہارم، کیا زکوٰۃ کے علاوہ...)

کیا زکوٰۃ کے نصاب اور شرح کو بدلا جاسکتا ہے؟

اگر اسلامی ریاست کو زیادہ ضروریات پیش ہوں تو وہ حدیث (**ان فی المال حقًا سوی الزکوٰۃ**) کی رو سے مزید رقوم وصول کرسکتی ہے خود یہی حدیث زکوٰۃ کی شرح کے مستقل ہونے پر اشارتاً دلالت بھی کرتی ہے، اگر زکوٰۃ کی شرح بدلی جاسکتی تو اس حدیث کی ضرورت ہی کیا تھی۔

شارع کے مقرر کردہ حدود اور مقادیر میں ردوبدل کرنے کے ہم مجاز نہیں ہیں۔ یہ دروازہ اگر کھل جائے تو پھر ایک زکوٰۃ ہی کے نصاب اور شرح پر زد نہیں پڑتی، بلکہ نماز، روزہ، حج، نکاح، طلاق، وراثت وغیرہ کے بہت سے معاملات ایسے ہیں جن میں ترمیم و تنسیخ شروع ہوجائے گی اور یہ سلسلہ کہیں جاکر ختم نہ ہوسکے گا۔ نیز یہ کہ اس دروازے کے کھلنے سے وہ توازن و اعتدال ختم ہوجائے گا جو شارع نے فرد اور جماعت کے درمیان انصاف کے لیے قائم کردی۔ اس کے بعد پھر افراد اور جماعت کے درمیان کھینچ تان شروع ہوجائے گی۔ افراد چاہیں گے کہ نصاب اور شرح میں تبدیلی ان کے مفاد کے مطابق ہو اور جماعت چاہے گی کہ اس کے مفاد کے مطابق۔ انتخابات میں یہ چیز ایک مسئلہ بن جائے گی۔ نصاب گھٹا کر اور شرح بڑھا کر اگر کوئی قانون بنایا گیا تو جن افراد کے مفاد پر اس کی زد پڑے گی وہ اسے خوش دلی کے ساتھ نہ دیں گے جو عبادت کی اصل روح ہے، بلکہ ٹیکس کی طرح چٹی سمجھ کر دیں گے اور حیلہ سازی (Tactics) اور گریز (Evasion) دونوں ہی کا سلسلہ شروع ہوجائے گا۔ یہ بات جواب ہے کہ حکم خدا اور رسول سمجھ کر ہر شخص سر جھکا دیتا ہے اور عبادت کے جذبے سے بہ خوشی رقم نکالتا ہے، اس صورت میں کبھی باقی رہ بھی نہیں سکتی جبکہ پارلیمنٹ کی اکثریت اپنے حسب منشا کوئی نصاب اور کوئی شرح لوگوں پر مسلط کرتی رہے۔ (رسائل ومسائل حصہ دوم، کیا زکوٰۃ کے نصاب اور شرح کو بدلا جاسکتا ہے؟)

زکوٰۃ اور معاشی بہبود

زکوٰۃ اور صدقہ تو ہے ہی معاشی بہبود کے لیے۔ لیکن اس بات کو خوب سمجھ لیجیے کہ معاشی بہبود کا اگر تصور یہ ہو کہ بحیثیت مجموعی پورے ملک کی معاشی ترقی کے لیے زکوٰۃ کو استعمال کیا جائے تو یہ جائز نہیں ہے۔ زکوٰۃ دراصل اس غرض کے لیے ہے کہ معاشرے میں کوئی شخص اپنی لازمی ضروریات زندگی غذا، لباس، مکان، علاج اور بچوں کی تعلیم سے محروم نہ رہنے پائے اور ہم اپنے معاشرے کے ان تمام لوگوں کی معاشی ضروریات فراہم کریں جو یا تو اپنی معاش کے لیے جدوجہد کرنے کے قابل ہی نہ ہوں۔ مثلاً یتیم بچے، بوڑھے اور معذور لوگ، یا عارضی طور پر بے روزگار ہوگئے ہوں، یا ذرائع کی کمی کے باعث اپنی روزی کمانے کی کوشش نہ کرسکتے ہوں اور کچھ مدد پاکر اپنے پاؤں پر کھڑے ہوسکیں، یا کسی نقصان کے چکر میں آگئے ہوں۔ زکوٰۃ اس طرح کے لوگوں کی دستگیری کے لیے مقرر کی گئی ہے۔ عام معاشی ترقی کے لیے آپ کو دوسرے ذرائع تلاش کرنے ہوں گے۔ (معاشیات اسلام، اسلامی نظم معیشت کے اصول اور مقاصد ''زکوٰۃ اور معاشی...'')

کیا ہر سائل مستحق زکوٰۃ ہے؟

۷۳- لِلسَّائِلِ حَقٌّ وَ اِنْ جَآءَ عَلَى الْفَرَسِ۔

''سائل کا حق ہے اگرچہ وہ گھوڑے پر سوار ہوکر آیا ہو۔''

تخریج: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ کَثِیْرٍ، اَخْبَرَنَا سُفْیَانُ، ثَنَا مُصْعَبُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ شُرَحْبِیْلَ، حَدَّثَنِیْ یَعْلٰی بْنُ اَبِیْ یَحْیٰی عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ حُسَیْنٍ، عَنْ حُسَیْنِ بْنِ عَلِیٍّ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لِلسَّائِلِ حَقٌّ وَ اِنْ جَآءَ عَلٰی فَرَسٍ۔(۱۰)

تشریح: بعض بزرگوں کا خیال ہے کہ جس شخص کے پاس دو وقت کے کھانے کا سامان ہو اسے زکوٰۃ نہ لینی چاہیے۔ بعض بزرگ فرماتے ہیں کہ جس کے پاس دس روپے اور بعض فرماتے ہیں کہ جس کے پاس ساڑھے بارہ روپے موجود ہوں اسے زکوٰۃ نہ لینی چاہیے۔ لیکن امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور تمام حنفیہ کی رائے یہ ہے کہ جس کے پاس پچاس روپے سے کم ہوں وہ زکوٰۃ لے سکتا ہے۔ اس میں مکان اور گھر کا سامان اور گھوڑا اور خادم شامل نہیں ہیں۔ یعنی یہ سب سامان رکھتے ہوئے بھی جو شخص پچاس روپے سے کم مال رکھتا ہو وہ زکوٰۃ لینے کا حق دار ہے۔ اس معاملے میں ایک چیز تو ہے قانون اور دوسری چیز ہے درجۂ فضیلت۔ ان دونوں میں فرق ہے درجۂ فضیلت تو یہ ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص صبح و شام کی روٹی کا سامان رکھتا ہو وہ اگر سوال کے لیے ہاتھ پھیلاتا ہے تو اپنے حق میں آگ جمع کرتا ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اس کو پسند کرتا ہوں کہ ایک شخص لکڑیاں کاٹے اور اپنا پیٹ بھرے۔ بہ نسبت اس کے کہ سوال کے لیے ہاتھ پھیلاتا پھرے۔ تیسری حدیث میں ہے کہ جس کے پاس کھانے کو ہو یا جو کمانے کی طاقت رکھتا ہو، اس کا یہ کام نہیں ہے کہ زکوٰۃ لے۔ لیکن یہ اولوالعزمی کی تعلیم ہے۔ رہا قانون تو اس میں ایک آخری حد بتانی ضروری ہے کہ کہاں تک آدمی زکوٰۃ لینے کا حق دار ہوسکتا ہے۔ سو وہ دوسری حدیثوں میں ملتا ہے مثلاً آپؐ نے فرمایا کہ (**للسائل حق و ان جاء علی الفرس**) یعنی سائل کا حق ہے، اگرچہ وہ گھوڑے پر سوار آیا ہو۔ ایک شخص نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ میرے پاس دس روپے ہیں۔ کیا میں مسکین ہوں، آپؐ نے فرمایا ''ہاں'' ایک مرتبہ دو آدمیوں نے آکر حضورؐ سے زکوٰۃ مانگی۔ آپؐ نے نظر اٹھا کر انہیں غور سے دیکھا، پھر فرمایا: ''اگر تم لینا چاہتے ہو تو میں دے دوں گا لیکن اس مال میں غنی اور کمانے کے قابل ہٹے کٹے لوگوں کا حصہ نہیں ہے۔ ان سب احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص بقدر نصاب مال سے کم رکھتا ہو وہ فقراء کے ذیل میں آجاتا ہے اور اسے زکوٰۃ دی جاسکتی ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ زکوٰۃ لینے کا حق دراصل اصلی حاجت مندوں ہی کو پہنچتا ہے۔

(معاشیات اسلام، مصارف زکوٰۃ)

۷۴۔ اُمِرْتُ اَنْ آخُذَ الصَّدَقَةَ مِنْ اَغْنِیَاءِ کُمْ وَ اُرُدَّھَا فِیْ فُقَرَائِکُمْ۔

''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ تمہارے مالداروں سے زکوٰۃ وصول کروں اور تمہارے فقراء میں تقسیم کردوں۔''

تخریج: حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ الضَّحَّاکُ بْنُ مَخْلَدٍ، عَنْ زَکَرِیَّا بْنِ اِسْحَاقَ، عَنْ یَحْیَی بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ صَیْفِیٍّ، عَنْ اَبِیْ مَعْبَدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ بَعَثَ مُعَاذًا اِلَی الْیَمَنِ، فَقَالَ: اُدْعُھُمْ اِلٰی شَھَادَةِ اَنْ لَّآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ، فَاِنْ ھُمْ اَطَاعُوْا لِذٰلِکَ، فَاَعْلِمْھُمْ اَنَّ اللّٰہَ افْتَرَضَ عَلَیْھِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِیْ کُلِّ یَوْمٍ وَّ لَیْلَةٍ، فَاِنْ ھُمْ اَطَاعُوْا لِذَالِکَ فَاَعْلِمْھُمْ اَنَّ اللّٰہَ افْتَرَضَ عَلَیْھِمْ صَدَقَةً فِیْ اَمْوَالِھِمْ، تُؤْخَذُ مِنْ اَغْنِیَاءِ ھِمْ وَ تُرَدُّ فِیْ فُقَرَاءِ ھِمْ۔(۱۱)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت معاذ کو یمن کی طرف عامل بنا کر بھیجا تو فرمایا کہ یمنی لوگوں کو اس بات کی طرف دعوت دو کہ وہ اس کی شہادت دیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا الٰہ نہیں ہے اور میں اس کا رسول ہوں۔ اگر انہوں نے اس کو مان لیا تو پھر انھیں بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں پھر وہ اس کو بھی تسلیم کرلیں تو پھر انہیں بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر زکوٰۃ بھی فرض کی ہے جو ان کے مالداروں سے وصول کی جائے گی اور ان کے فقراء میں تقسیم کردی جائے گی۔

تشریح: زکوٰۃ صرف مسلمان کا حق ہے، غیر مسلم کا حق نہیں ہے حدیث میں زکوٰۃ کی تعریف یہ آتی ہے کہ **(تؤخذ من اغنیائکم و ترد فی فقرائکم)** ''یعنی وہ تمہارے مال داروں سے لی جائے گی اور تمہارے ہی فقیروں میں تقسیم کردی جائے گی۔'' البتہ غیر مسلم کو عام خیرات میں سے حصہ دیا جاسکتا ہے۔ بلکہ عام خیرات میں یہ تمیز کرنا اچھا نہیں ہے کہ مسلمان کو دی جائے اور کوئی غیر مسلم مدد کا محتاج ہو تو اس سے ہاتھ روک لیا جائے۔

اسی طریقے پر نبی ﷺ اور خلفائے راشدین کا عمل بھی تھا۔ تمام زکوٰۃ حکومت اسلامی کے کارکن جمع کرتے تھے اور مرکز کی طرف سے اس کو تقسیم کیا جاتا تھا۔ (معاشیات اسلام، مصارف زکوٰۃ)

۷۵- لَا تَحِلُّ الصَّدَقَةُ لِغَنِيٍّ وَلَا لِذِیْ مِرَّةٍ سَوِيٍّ۔ (تفہیم القرآن ج ۵، النجم حاشیہ: ۶)

''صدقہ لینا نہ کسی غنی کے لیے حلال ہے اور نہ تندرست وتوانا کے لیے۔'' (مرتب)

تخریج: **حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ مُوْسَى الْاَنْبَارِيُّ الْخَتَلِيُّ، ثَنَا اِبْرَاهِيْمُ۔ يعني ابْنُ سَعْدٍ۔ قَالَ: اَخْبَرَنِیْ اَبِیْ عَنْ رَيْحَانَ بْنِ يَزِيْدَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: لَا تَحِلُّ الصَّدَقَةُ لِغَنِيٍّ، وَلَا لِذِیْ مِرَّةٍ سَوِيٍّ۔** (۱۲)

نابالغ بچوں کے اموال پر زکوٰۃ

۷۶- اَلَا مَا وَلِیَ يَتِيْمًا لَهٗ مَالٌ فَلْيَتَّجِرْ لَهٗ فِيْهِ وَلَا يَتْرُكْهُ فَتَاكُلَهُ الصَّدَقَةُ۔

(ترمذی، دار قطنی، بیہقی، کتاب الاموال، لابی عبید)

''خبردار جو شخص کسی ایسے یتیم کا ولی ہو جو مال رکھتا ہو تو اسے چاہیے کہ اس کے مال سے کوئی کاروبار کرے اور اسے یونہی نہ رکھ چھوڑے کہ اس کا سارا مال زکوٰۃ کھا جائے۔''

تخریج: **حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ، نَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى، نَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنِ الْمُثَنّٰى بْنِ الصَّبَّاحِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَطَبَ النَّاسَ فَقَالَ: اَلَا مَنْ وَلِیَ يَتِيْمًا، لَهٗ مَالٌ، فَلْيَتَّجِرْ فِيْهِ، وَلَا يَتْرُكْهُ حَتّٰى تَاكُلَهُ الصَّدَقَةُ۔** (۱۳)

تشریح: نابالغ بچوں کے بارے میں اختلاف ہے ایک مسلک یہ ہے کہ یتیم پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ دوسرا مسلک یہ ہے

کہ یتیم کے سن رُشد کو پہنچنے پر اس کا ولی اس کا مال اس کے حوالے کرتے وقت اس کو زکوٰۃ کی تفصیل بتادے۔ پھر یہ اس کا اپنا کام ہے کہ اپنے ایام یتیمی کی پوری زکوٰۃ ادا کرے۔ تیسرا مسلک یہ ہے کہ یتیم کا مال اگر کسی کاروبار میں لگایا گیا ہے اور نفع دے رہا ہے تو اس کا ولی اس کی زکوٰۃ ادا کرے ورنہ نہیں۔ چوتھا مسلک یہ ہے کہ یتیم کے مال کی زکوٰۃ واجب ہے اور اس کو ادا کرنا اس کے ولی کے ذمے ہے ہمارے نزدیک یہی چوتھا مسلک زیادہ صحیح ہے۔ یہ حدیث بھی اسی کی تائید کرتی ہے۔

(مندرجہ بالا حدیث) کے ہم معنی ایک حدیث امام شافعیؒ نے مرسلاً اور ایک دوسری حدیث طبرانی اور ابوعبید نے مرفوعاً نقل کی ہے اور اس کی تائید صحابہ و تابعین کے متعدد آثار و اقوال سے ہوتی ہے جو حضرت عمر، حضرت عائشہ، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت علی، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم اور تابعین میں سے مجاہد، عطاء، حسن بن یزید، مالک بن انس اور زہری سے منقول ہیں۔

فاترالعقل لوگوں کے معاملے میں بھی اسی نوعیت کا اختلاف ہے، جو اوپر مذکور ہوا ہے اور اس میں بھی میرے نزدیک قول راجح یہی ہے کہ مجنون کے مال میں زکوٰۃ واجب ہے اور اس کا ادا کرنا مجنون کے ولی کے ذمے ہے۔ امام مالک اور ابن شہاب زہری نے اس رائے کی تصریح کی ہے۔ (رسائل و مسائل حصہ دوم، زکوٰۃ کی حقیقت اور اس کے...)

زکوٰۃ اور مسئلہ تملیک

۷۷- اِذَا اَدَّيْتَهَا اِلٰى رَسُوْلِىْ فَقَدْ بَرِئْتَ مِنْهَا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ فَلَكَ اَجْرُهَا وَاِثْمُهَا عَلٰى مَنْ بَدَّلَهَا۔

"جب تو نے اسے میرے فرستادہ عامل کے حوالے کر دیا تو تو اللہ اور اس کے رسول کے آگے اپنے فرض سے بری الذمہ ہو گیا۔ اس کا اجر تیرے لیے ہے۔ اور جو اس میں ناجائز تصرف کرے اس کا گناہ اسی پر ہے۔"

تخریج: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، حَدَّثَنِىْ اَبِىْ ثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ، ثَنَا لَيْثٌ، عَنْ خَالِدِ بْنِ يَزِيْدَ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِىْ هِلَالٍ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّهٗ قَالَ: اَتٰى رَجُلٌ مِنْ بَنِىْ تَمِيْمٍ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنِّىْ ذُوْ مَالٍ كَثِيْرٍ، وَ ذُوْ اَهْلٍ وَ وَلَدٍ وَ حَاضِرَةٍ فَاَخْبِرْنِىْ كَيْفَ اُنْفِقُ وَ كَيْفَ اَصْنَعُ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم۔ تُخْرِجُ الزَّكٰوةَ مِنْ مَالِكَ، فَاِنَّهَا طُهْرَةٌ تُطَهِّرُكَ وَ تَصِلُ اَقْرِبَائَكَ، وَ تَعْرِفُ حَقَّ السَّائِلِ وَالْجَارِ وَالْمِسْكِيْنِ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اَقْلِلْ لِىْ، قَالَ: فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلَ، وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا، فَقَالَ: حَسْبِىْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اِذَا اَدَّيْتُ الزَّكٰوةَ اِلٰى رَسُوْلِكَ فَقَدْ بَرِئْتُ مِنْهَا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: نَعَمْ۔ اِذَا اَدَّيْتَ اِلٰى رَسُوْلِىْ فَقَدْ بَرِئْتَ مِنْهَا فَلَكَ اَجْرُهَا وَ اِثْمُهَا عَلٰى مَنْ بَدَّلَهَا۔ (۱۴)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ بنی تمیم کا ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت

میں حاضر ہوا اور عرض کیا اے رسول اللہ ﷺ میں مال کثیر کا مالک ہوں، اہل وعیال والا ہوں حاضر باش رہنے والی اولاد ہے۔ مجھے بتائیں کہ میں مال کیسے خرچ کروں اور اسے کہاں لگاؤں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پہلے تو تو اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کر کیوں کہ زکوٰۃ پاکیزگی ہے۔ جو مال کو پاک وصاف کر دیتی ہے۔ اور اپنے اعزہ واقربا سے صلہ رحمی کر اور سائل، ہمسایہ اور مسکین کے حقوق سے معرفت حاصل کر۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ کچھ کمی فرمادیں۔ فرمایا اقرباء کا حق ادا کر اور مسکین اور مسافر کے حقوق کا خیال رکھ۔ اور فضول خرچ نہ بن اس نے عرض کیا اے اللہ کے رسول بس میرے لیے یہ کافی ہے کہ جب میں نے آپ کے فرستادہ عامل کو اپنے مال کی زکوٰۃ دے دی تو میں زکوٰۃ کی ادائیگی کے فرض سے اللہ اور اس کے رسول کے آگے بری الذمہ ہو گیا۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ جب تو نے اسے میرے فرستادہ عامل کے حوالے کر دیا تو تو اللہ اور اس کے رسول کے آگے اپنے فرض سے بری الذمہ ہو گیا۔ اس کا اجر تیرے لیے ہے اور جو اس میں ناجائز تصرف کرے اس کا گناہ اسی پر ہے۔

پس منظر: امام احمد رحمۃ اللہ علیہ حضرت انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ **اذا ادیت الزکوٰۃ الی رسولک فقد برئت منھا الی اللّٰہ و رسولہ**؟ جب میں نے آپ کے بھیجے ہوئے عامل کو زکوٰۃ ادا کر دی تو میں اللہ اور اس کے رسول کے سامنے اپنے فرض سے بری الذمہ ہو گیا نا؟ حضور ﷺ نے جواب دیا" ہاں! جب تو نے اسے میرے فرستادہ عامل کے حوالے کر دیا تو تو اللہ اور اس کے رسول کے آگے اپنے فرض سے بری الذمہ ہو گیا۔ اس کا اجر تیرے لیے اور جو اس میں ناجائز تصرف کرے اس کا گناہ اسی پر ہے۔

تشریح: اس سے یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ زکوٰۃ دینے والا اپنی زکوٰۃ عاملین علیہا کے سپرد کر کے بری الذمہ ہو جاتا ہے۔ بالفاظ دیگر لام تملیک کا تقاضا جس طرح کسی فقیر یا مسکین کو زکوٰۃ دینے سے پورا ہوتا ہے۔ اسی طرح عاملین علیہا کو دے دینے سے بھی پورا ہو جاتا ہے۔ اب یہ فتویٰ کس بنیاد پر دیا جاتا ہے کہ عاملین علیہا اگر آگے تملیک ہی کے طریقے پر اموال زکوٰۃ کو صرف کرتے ہیں تو انہیں زکوٰۃ دو ورنہ نہیں؟ زکوٰۃ دینے والوں پر یہ دیکھنا کس نے فرض کیا ہے کہ عاملین کس طریقے پر عمل کرتے ہیں؟ ان کا فرض صرف یہ ہے کہ زکوٰۃ کو مستحقین کو، یا ان کے لیے کام کرنے والے عاملین کو اپنے اموال زکوٰۃ کا مالک بنا دیں۔ عاملین کے بارے میں زیادہ سے زیادہ جو بات کہی جاسکتی ہے وہ یہ کہ جس شخص کو اس حیثیت سے زکوٰۃ دی جارہی ہو، اس کے بارے میں زکوٰۃ دینے والا یہ اطمینان کرلے کہ وہ واقعی "عامل" ہے یا نہیں؟ حکومت اسلامی موجود ہو، اور اس نے عاملین زکوٰۃ مقرر کیے ہوں تو ان کے پاس حکومت کی طرف سے تحصیل زکوٰۃ کا پروانہ موجود ہونا ہی اس اطمینان کے لیے کافی ہے۔ لیکن اگر یہ صورت نہ ہو اور مسلمانوں کو کسی اجتماعی تنظیم نے بطور خود زکوٰۃ کی تحصیل وصرف کا بندوبست کیا ہو تو اس کے بارے میں بس یہ تحقیق کر لینا چاہیے کہ وہ واقعی مستحقین زکوٰۃ پر اس مال کو صرف کرتی ہے، اور "عمل" کے مصارف اسی حد تک لیتی ہے جنہیں جائز ومعقول کہا جاسکے۔ تحقیق سے ان باتوں کا اطمینان ہو جائے تو اس کو زکوٰۃ دینے والا یقیناً اپنے فرض سے سبکدوش ہو جائے گا۔ کوئی شرعی دلیل مجھے ایسی نظر نہیں آتی جس کی بنا پر زکوٰۃ دینے والوں کو یہ حکم دیا جائے کہ وہ عاملین علیہا کو زکوٰۃ دینے سے پہلے یہ بھی تحقیق کریں کہ وہ اموال زکوٰۃ کو بطریق تملیک صرف کرتے ہیں یا نہیں؟

(رسائل ومسائل حصہ سوم، زکوٰۃ اور مسئلہ تملیک)

کرائے پر دی جانے والی اشیاء پر زکوٰۃ

کرایہ پر چلانے کے کاروبار کی زکوٰۃ کا معاملہ اچھا خاصا پیچیدہ ہے۔ اس میں متعدد اصولی مشکلات کو میں خود بھی محسوس کرتا ہوں اور اس باب میں احادیث و آثار سے بھی کوئی واضح رہ نمائی نہیں ملتی۔ اس میں بڑی مشکل یہ ہے کہ جس سامان کو کرایہ پر چلایا جاتا ہے وہ مال تجارت کی تعریف میں نہیں آتا۔ بلکہ آلات پیدائش سے اشبہ ہے۔ اس لیے اس کی قیمت پر زکوٰۃ عائد کرنا درست نہیں معلوم ہوتا۔ اس کو خارج کرنے کے بعد اس کاروبار میں ختم سال پر بجز ''نقد موجود'' (Cash in hand) یا بینک بیلنس کے کوئی چیز بھی نہیں ہوتی جس پر زکوٰۃ عائد ہو۔ حالاں کہ کاروبار لاکھوں کا ہوتا ہے۔ بلکہ اب تو اس نوعیت کے کاروبار بہت بڑے پیمانے پر چل رہے ہیں۔ ان وجوہ میں میں نے کاروبار کی مالیت کا ایک فارمولا سوچا ہے۔ یہ اجتہادی چیز ہے اور اس پر دوسرے اہل علم کو بھی غور کرنا چاہیے۔

میرا مدعا یہ ہے کہ جو لوگ فرنیچر یا موٹریں یا ایسی ہی دوسری چیزیں کرائے پر چلانے کا کاروبار کرتے ہیں، ان کے کاروبار کی مالیت اس منافع کے لحاظ سے مشخص کرنی چاہیے جو اس کاروبار میں ان کو حاصل ہوتا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس فرنیچر یا ان موٹروں کی قیمت پر زکوٰۃ محسوب کی جائے، جسے وہ کرائے پر چلاتے ہیں۔ کیوں کہ یہ تو وہ آلات ہیں جن سے وہ کام کرتے ہیں اور آلات کی قیمت پر زکوٰۃ نہیں لگتی۔ دراصل اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک کاروبار جو منافع دے رہا ہو، اس کی بنا پر یہ رائے قائم کی جائے گی کہ اس قدر منافع دینے والے کاروبار کی مالیت کیا قرار پانی چاہیے۔ رہے کرایہ کے مکانات تو ان کے بارے میں مجھے بھی اس بنا پر تامل ہے کہ سلف سے ان پر زکوٰۃ لگائے جانے کا ثبوت نہیں ملتا۔

''**الابل العوامل**'' (کام کرنے والے اونٹوں) پر زکوٰۃ نہ لگنے کی وجہ وہی ہے جو میں نے پہلے بیان کی ہے کہ ایک آدمی جن آلات یا حیوانات کے ذریعہ سے کام کرتا ہو ان پر زکوٰۃ نہیں لگتی۔ مثلاً ہل چلانے والے بیل، یا بار برداری کے جانور، ان پر زکوٰۃ مواشی عائد نہ ہوگی۔ اسی طرح ڈیری فارم کے جانوروں پر زکوٰۃ مواشی عائد نہ ہوگی۔ ان کی زکوٰۃ تو اس پیداوار پر زکوٰۃ لگنے کی صورت میں وصول ہو جاتی ہے جو ان کے ذریعہ سے حاصل کی گئی ہو۔ کرائے پر چلائے جانے والے اونٹوں پر بھی عوامل کا اطلاق ہوتا ہے۔ اس لیے ان پر بھی زکوٰۃ مواشی عائد نہ ہونی چاہیے اور نہ ان کی مالیت پر زکوٰۃ لگنی چاہیے۔ بلکہ اس کرایہ کے کاروبار کی جو (Good Will) مشخص ہو، اس پر زکوٰۃ لگنی چاہیے۔

(رسائل و مسائل حصہ سوم، تجارتی حصص اور...)

تجارتی حصص کی زکوٰۃ

تجارتی حصص کی زکوٰۃ اس اصول پر نہیں نکالی جائے گی کہ گویا حصے کی رقم آپ کے پاس جمع ہے اور آپ جمع شدہ روپے کی زکوٰۃ نکال رہے ہیں۔ بلکہ ان کی زکوٰۃ تجارتی مال کی زکوٰۃ کے اصول پر نکالی جائے گی۔ اس کا قاعدہ یہ ہے کہ کاروبار شروع ہونے کی تاریخ پر جب ایک سال گزر جائے تو آپ دیکھیں گے کہ آپ کے پاس تجارتی مال (Stock in Trade) کس قدر موجود ہے اور کس مالیت کا ہے اور نقد روپیہ (Cash in hand) کتنا ہے۔ دونوں کے مجموعہ پر ڈھائی فیصد کے حساب سے زکوٰۃ نکالی جائے گی۔ اسی قاعدے پر دیکھا جائے گا کہ کمپنی یا کمپنیوں میں آپ کے جو حصے ہیں، اس وقت بازاری

قیمت کے لحاظ سے ان کی قیمت کیا ہے۔ سال کے دوران میں آدمی نے خواہ کتنی ہی مرتبہ پہلا حصہ فروخت کیا ہو اور دوسرا خریدا ہو، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ پہلا حصہ جب آپ نے خریدا اس وقت سے سال شمار کیا جائے گا اور سال کے خاتمہ پر آپ کے حصوں کی جو بازاری قیمت ہو اس کے لحاظ سے زکوٰۃ کا تعین کیا جائے گا۔ اس کے ساتھ یہ بھی دیکھا جائے گا کہ آپ کے پاس نقد کس قدر موجود ہے۔ دونوں کے مجموعے کا ۱/۴۰ کی شرح سے زکوٰۃ نکالی جائے گی۔

(دوسری شکل یہ بھی ہے کہ کمپنی اپنے طور پر زکوٰۃ نکال دے) کمپنی جب زکوٰۃ نکال دے گی تو ایک ایک حصہ دار کی الگ الگ زکوٰۃ نکلنے کا پھر کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔ البتہ کمپنی کے لیے یہ مشکل ہے کہ ایک ایک حصہ دار کے متعلق یہ تحقیق کرے کہ وہ بہ جائے خود صاحب زکوٰۃ ہے کہ نہیں۔ یہ تو ایسے حصہ داروں کا اپنا کام ہے کہ وہ کمپنی کو اپنے صاحب نصاب نہ ہونے کی اطلاع دیں، تاکہ ان کے ذمہ کی زکوٰۃ محسوب نہ ہو۔

تحصیل زکوٰۃ اگر سرکاری انتظام میں ہو تو محصل زکوٰۃ سے یہ بات نہیں چھپ سکتی کہ کمپنی نے اپنی نکالی ہوئی زکوٰۃ کو اپنے کاروباری مصارف میں شمار کر کے قیمتیں بڑھائی ہیں۔ اس چیز کی روک تھام سرکاری طور پر ہو سکتی ہے اگر سرکاری انتظام نہ ہو تو اس صورت میں صرف وہی کمپنی بطور خود اپنی زکوٰۃ نکالے گی جس کے چلانے والوں میں کوئی دینی حس موجود ہو گی۔ ایسے لوگوں سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ ایک ہاتھ سے زکوٰۃ نکال کر دوسرے ہاتھ سے اس کو وصول کرنے کی تدبیریں اختیار کریں گے۔ اور بالفرض اگر وہ ایسا کریں تو دوسرے سال ان پر زکوٰۃ زیادہ لگ جائے گی پھر قیمتیں بڑھائیں گے تو زکوٰۃ کے حساب میں مزید اضافہ ہوگا۔ یہاں تک کہ آخر کار قیمتیں بڑھانا ممکن نہ رہے گا۔

(رسائل و مسائل حصہ سوم، تجارتی حصص اور کرائے پر...)

کمپنیوں کی زکوٰۃ کے معاملے میں دو ہی شکلیں ممکن ہیں۔ یا تو اسلامی حکومت موجود ہوگی اور تحصیل کا باقاعدہ انتظام کرے گی یا کوئی اجتماعی انتظام نہ ہوگا اور احساس فرض رکھنے والے افراد کو خود اپنی زکوٰۃ نکالنی ہوگی۔ پہلی صورت میں کمپنی کے سارے حسابات دیکھ کر فیصلہ کیا جائے گا۔ اور جن اثاثوں پر زکوٰۃ عائد نہیں ہوتی، ان کو حساب سے ساقط کر دیا جائے گا۔ لیکن دوسری صورت میں منفرد حصہ داروں کے لیے اس طرح کے حسابات معلوم کرنا مشکل ہے۔ وہ تو لامحالہ اپنے لگائے ہوئے سرمایہ کی ہی زکوٰۃ نکالیں گے۔ (رسائل و مسائل حصہ سوم، تجارتی حصص اور کرائے پر...)

شرح زکوٰۃ

رسول اللہ نے مختلف اقسام کی ملکیتوں کے بارے میں ایک کم سے کم حد مقرر فرمادی جس سے کم پر فرض زکوٰۃ عائد نہ ہوگی۔ پھر بقدر نصاب یا اس سے زائد ملکیتوں پر مختلف اموال کے معاملہ میں زکوٰۃ کی حسب ذیل شرح مقرر فرمائی۔

۷۸۔ ''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب تو نے اپنے مال میں سے زکوٰۃ نکال دی تو جو حق تجھ پر واجب تھا، وہ ادا ہو گیا۔''

تخریج: ﴿ا﴾ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ الشَّيْبَانِيُّ، نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ نَا عُمْرُو بْنُ الْحَارِثِ،

عَنْ دَرَّاجٍ، عَنِ ابْنِ حُجَيْرَةَ، عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ، اَنَّ النَّبِىَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: اِذَا اَدَّيْتَ زَكٰوةَ مَالِكَ، فَقَدْ قَضَيْتَ مَا عَلَيْكَ۔(۱۵)

﴿۲﴾ اَخْبَرَنَا اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ الْحَافِظُ، قَالَ: ثَنَا اَبُوْ جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ صَالِحِ بْنِ هَانِيءٍ، ثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ مُهَاجِرٍ، ثَنَا هَارُوْنُ بْنُ سَعِيْدٍ الايلىُّ، ثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ، اَخْبَرَنِى ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ اَبِى الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنِ النَّبِىِّ صلی اللہ علیہ وسلم، قَالَ: اِذَا اَدَّيْتَ زَكٰوةَ مَالِكَ، فَقَدْ اَذْهَبْتَ عَنْكَ شَرَّهٗ۔(۱۶)

سونے اور چاندی کی زکوٰۃ

۷۹– سونے چاندی اور زرِ نقد کی صورت میں جو دولت جمع[1] ہو اس پر اڑھائی فیصد سالانہ۔

تخریج: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوٗدَ الْمَهْرِىُّ، اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، اَخْبَرَنِىْ جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ وَ سَمّٰى آخَرَ، عَنْ اَبِىْ اِسْحَاقَ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ ضَمْرَةَ وَالْحَارِثِ الْاَعْوَرِ، عَنْ عَلِىٍّ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِىِّ صلی اللہ علیہ وسلم، بِبَعْضِ اَوَّلِ هٰذَا الْحَدِيْثِ قَالَ: فَاِذَا كَانَتْ لَكَ مِائَتَا دِرْهَمٍ وَ حَالَ عَلَيْهَا الْحَوْلُ فَفِيْهَا خَمْسَةُ دَرَاهِمَ۔ وَ لَيْسَ عَلَيْكَ شَىْءٌ۔ يَعْنِىْ فِى الذَّهَبِ۔ حَتّٰى يَكُوْنَ لَكَ عِشْرُوْنَ دِيْنَارًا، فَاِذَا كَانَ لَكَ عِشْرُوْنَ دِيْنَارًا وَ حَالَ عَلَيْهَا الْحَوْلُ فَفِيْهَا نِصْفُ دِيْنَارٍ، فَمَا زَادَ فَبِحِسَابِ ذٰلِكَ، قَالَ: فَلَا اَدْرِىْ أَعَلِىٌّ يَقُوْلُ: فَبِحِسَابِ ذَالِكَ اَوْ رَفَعَهٗ اِلَى النَّبِىِّ صلی اللہ علیہ وسلم؟ وَ لَيْسَ فِىْ مَالٍ زَكٰوةٌ حَتّٰى يَحُوْلَ عَلَيْهِ الْحَوْلُ اِلَّا اَنَّ جَرِيْرًا قَالَ: ابْنُ وَهْبٍ يَزِيْدُ فِى الْحَدِيْثِ عَنِ النَّبِىِّ صلی اللہ علیہ وسلم: لَيْسَ فِىْ مَالٍ زَكٰوةٌ حَتّٰى يَحُوْلَ عَلَيْهِ الْحَوْلُ۔(۱۷)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تیرے پاس دوسو درہم ہوں اور ان پر سال پورا بھی گزر جائے تو ان میں پانچ درہم زکوٰۃ ہے۔ اور سونا جب تک بیس دینار کی تعداد میں نہ ہو تو تجھ پر اس کی کوئی زکوٰۃ نہیں جب تک کہ اس پر سال نہ گزر جائے۔ اس تعداد سے زائد پر اسی حساب سے زکوٰۃ ہوگی (جو اوپر بیان ہوئی) راوی کہتا ہے کہ مجھے معلوم نہیں **فبحساب ذالک** حضرت علی کے الفاظ ہیں یا انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا ہے۔ کہ کسی مال پر اس وقت تک کوئی زکوٰۃ نہیں جب تک کہ اس پر سال پورا نہ گزر جائے۔

۸۰– ''حدیث میں آتا ہے کہ جب سونا اور چاندی جمع کرنے والوں پر عذاب کی دھمکی آئی تو مسلمان سخت پریشان ہوئے۔

---

(۱) بعد میں اجماع سے یہ طے کیا گیا کہ تجارتی اموال پر بھی اڑھائی فیصد سالانہ کے حساب سے زکوٰۃ عائد کی جائے۔ الشوکانی ج ۴ ص ۱۱۷۔ تجارتی زکوٰۃ کا یہ اصول ان کارخانوں پر بھی عائد ہوگا جو فروخت کے لیے مختلف قسم کے سامان تیار کرتے ہیں۔

کیوں کہ اس کے معنی یہ ہوتے تھے کہ ایک درہم بھی اپنے پاس نہ رکھو، سب خرچ کرڈالو۔ آخر کار حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور قوم کی پریشانی کا حال عرض کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کو تم پر اسی لیے فرض کیا ہے کہ باقی اموال تمہارے لیے پاک ہو جائیں۔

تخریج: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ، ثَنَا یَحْیَی بْنُ یَعْلَی الْمُحَارِبِیُّ، ثَنَا اَبِیْ، ثَنَا غَیْلَانُ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ اِیَاسٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰیَةُ "وَالَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ" (التوبة: ۳۴) قَالَ: کَبُرَ ذَالِکَ عَلَی الْمُسْلِمِیْنَ، فَقَالَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَا اُفَرِّجُ عَنْکُمْ، فَانْطَلَقَ، فَقَالَ: یَا نَبِیَّ اللّٰهِ! اِنَّهٗ کَبُرَ عَلٰی اَصْحَابِکَ هٰذِهِ الْاٰیَةُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: اِنَّ اللّٰهَ لَمْ یَفْرِضِ الزَّکٰوةَ اِلَّا لِیُطَیِّبَ مَا بَقِیَ مِنْ اَمْوَالِکُمْ، وَ اِنَّمَا فَرَضَ الْمَوَارِیْثَ لِتَکُوْنَ لِمَنْ بَعْدَکُمْ، فَکَبَّرَ عُمَرُ ثُمَّ قَالَ لَهٗ: اَلَا اُخْبِرُکَ وَ بِخَیْرِ مَا یَکْنِزُ الْمَرْءُ؟ اَلْمَرْاَةُ الصَّالِحَةُ: اِذَا نَظَرَ اِلَیْهَا سَرَّتْهُ، وَ اِذَا اَمَرَهَا اَطَاعَتْهُ، وَ اِذَا غَابَ عَنْهَا حَفِظَتْهُ۔ (۱۸)

ترجمه: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب (وَالَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ) آیت کا نزول ہوا تو مسلمانوں پر یہ گراں گزری۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں تمہارے لیے عقدہ کشائی کرتا ہوں یہ کہہ کر وہ چلے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی یا نبی اللہ یہ آیت تو آپ کے ساتھیوں پر گراں گزری ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ تو محض اس لیے فرض کی ہے کہ تمہارے بقیہ اموال پاک ہو جائیں اس سے وارثوں کے حصے بھی مقرر کیے تا کہ تمہارے بعد آنے والوں کے کام آئیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اللہ اکبر کہا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تجھے وہ چیز نہ بتاؤں جو مرد کا بہترین خزانہ ہے۔ وہ صالحہ عورت ہے جب اسے دیکھے تو اسے خوش کردے اور جب حکم دے تو فرماں برداری کرے۔ خاوند کی عدم موجودگی میں اس کی حفاظت کرے۔

زیور کی زکوٰۃ

۸۱- فِیْ رِقَّةٍ رُبُعُ الْعُشْرِ وَ لَیْسَ فِیْمَا دُوْنَ خَمْسِ اَوَاقٍ صَدَقَةٌ۔

"چاندی میں اڑھائی فیصد زکوٰۃ ہے اور پانچ اوقیہ سے کم پر زکوٰۃ نہیں ہے۔"

تخریج: ﴿۱﴾ قَوْلُهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ فِی الرِّقَّةِ رُبُعُ الْعُشْرِ وَ لَیْسَ فِیْمَا دُوْنَ خَمْسِ اَوَاقٍ زَکٰوةٌ۔ (۱۹)

﴿۲﴾ حَدَّثَنَا مُوْسَی بْنُ اِسْمَاعِیْلَ، ثَنَا حَمَّادٌ، قَالَ: اَخَذْتُ مِنْ ثُمَامَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَنَسٍ کِتَابًا زَعَمَ اَنَّ اَبَا بَکْرٍ کَتَبَهٗ لِاَنَسٍ، وَ عَلَیْهِ خَاتَمُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم حِیْنَ بَعَثَهٗ مُصَدِّقًا، وَ

كَتَبَهُ لَهُ، فَإِذَا فِيهِ: هٰذِهِ فَرِيضَةُ الصَّدَقَةِ الَّتِي فَرَضَهَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَلَى الْمُسْلِمِينَ الَّتِي اَمَرَ اللّٰهُ (عَزَّوَجَلَّ) بِهَا نَبِيَّهُ ﷺ...وَ فِي الرِّقَّةِ رُبُعُ الْعُشْرِ: فَاِنْ لَّمْ يَكُنِ الْمَالُ اِلَّا تِسْعِينَ وَ مِائَةً فَلَيْسَ فِيهَا شَيْءٌ اِلَّا اَنْ يَّشَآءَ رَبُّهَا۔(۲۰)

ترجمه: حماد نے بیان کیا ہے کہ میں نے ثمامہ بن عبداللہ بن انس سے ایک مکتوب لیا جس کے متعلق ان کا خیال تھا کہ یہ خط حضرت ابوبکرؓ نے انس کے نام لکھا ہے اور اس پر رسول اللہ ﷺ کی مہر بھی لگی ہوئی تھی جو آپ عامل زکوٰۃ کو بھیجتے وقت لگایا کرتے تھے۔ اس خط میں تحریر تھا کہ یہ زکوٰۃ کے متعلق وہ ضابطہ ہے جسے رسول اللہ ﷺ نے حکم الٰہی کے مطابق مسلمانوں پر فرض کیا ہے اور اس میں تھا کہ چاندی میں چالیسواں حصہ زکوٰۃ ہے۔ اگر ایک سو نوے کی تعداد ہو تو اس پر کوئی زکوٰۃ نہیں۔ ہاں اگر صاحب مال اپنی مرضی سے دینا چاہے تو (دے سکتا ہے)

﴿۳﴾ حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ يَزِيدَ، قَالَ: اَخْبَرَنَا شُعَيْبُ بْنُ اِسْحَاقَ قَالَ: اَنَا الْاَوْزَاعِيُّ، قَالَ: اَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ اَبِي كَثِيرٍ، اَنَّ عَمْرَو بْنَ يَحْيَى بْنِ عُمَارَةَ، اَخْبَرَهُ عَنْ اَبِيهِ يَحْيَى بْنِ عُمَارَةَ بْنِ اَبِي الْحَسَنِ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا سَعِيدٍ، يَقُولُ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: لَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسِ اَوَاقٍ صَدَقَةٌ، وَلَا فِيمَا دُونَ خَمْسِ ذَوْدٍ صَدَقَةٌ، وَ لَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسَةِ اَوْسُقٍ صَدَقَةٌ۔(۲۱)

ترجمه: حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: پانچ اوقیہ سے کم پر کوئی زکوٰۃ نہیں اور پانچ اونٹوں سے کم پر بھی زکوٰۃ نہیں اور پانچ وسق سے کم پر بھی زکوٰۃ نہیں۔

﴿۴﴾ حَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ الرَّبِيعِ، قَالَ: نَا اَبُو الْاَحْوَصِ، عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِي وَائِلٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ زَيْنَبَ امْرَاَةِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: تَصَدَّقْنَ يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ وَ لَوْ مِنْ حُلِيِّكُنَّ قَالَتْ: فَرَجَعْتُ اِلَى عَبْدِ اللّٰهِ، فَقُلْتُ: اِنَّكَ رَجُلٌ خَفِيفُ ذَاتِ الْيَدِ، وَ اِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَدْ اَمَرَنَا بِالصَّدَقَةِ فَاْتِهِ، فَاسْاَلْهُ، فَاِنْ كَانَ ذٰلِكَ يَجْزِي عَنِّي وَ اِلَّا صَرَفْتُهَا اِلَى غَيْرِكُمْ۔ قَالَتْ: فَقَالَ لِي عَبْدُ اللّٰهِ: بَلْ اِئْتِيهِ اَنْتِ، قَالَتْ: فَانْطَلَقْتُ فَاِذَا امْرَاَةٌ مِنَ الْاَنْصَارِ بِبَابِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ حَاجَتِي حَاجَتُهَا، قَالَتْ: وَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ، قَدْ اُلْقِيَتْ عَلَيْهِ الْمَهَابَةُ، قَالَتْ: فَخَرَجَ عَلَيْنَا بِلَالٌ فَقُلْنَا لَهُ: اِئْتِ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ، فَاَخْبِرْهُ، اِنَّ امْرَاَتَيْنِ بِالْبَابِ تَسْاَلَانِكَ: اَتُجْزِئُ الصَّدَقَةُ عَنْهُمَا عَلَى اَزْوَاجِهِمَا وَ عَلَى اَيْتَامٍ فِي حُجُورِهِمَا، وَلَا تُخْبِرْهُ مَنْ نَحْنُ، قَالَتْ: فَدَخَلَ بِلَالٌ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَسَاَلَهُ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ هُمَا؟ فَقَالَ: امْرَاَةٌ مِنَ الْاَنْصَارِ،

وَ زَيْنَبُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: اَیُّ الزَّیَانِبِ؟ قَالَ امْرَأَةُ عَبْدِ اللّٰهِ، فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: لَهُمَا اَجْرَانِ: اَجْرُ الْقَرَابَةِ وَ اَجْرُ الصَّدَقَةِ۔(۲۲)

ترجمہ: حضرت زینب زوجہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے گروہ نسواں! صدقہ وخیرات کروخواہ تمہیں اپنے زیور سے کچھ دینا پڑے۔ زینب کا بیان ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس واپس آئی اوران سے کہا کہ آپ مالی اعتبار سے کم زور ہیں اوررسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں صدقہ دینے کا حکم فرمایا ہے آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جائیں اوران سے دریافت کریں کہ اگر میں آپ (کو اپنا صدقہ دے دوں) تو مجھے کفایت کرجائے گا۔ ورنہ میں پھر دوسروں کو دے دوں گی۔ حضرت زینبؓ کا بیان ہے کہ عبداللہ نے مجھے کہا کہ تم خود ہی چلی جاؤ۔ وہ کہتی ہیں کہ میں چلی اور درِرسالت پر پہنچی تو دیکھا کہ ایک انصاری عورت وہاں پہلے سے کھڑی انتظار میں ہے۔ اس کی ضرورت بھی وہی تھی جو میری تھی۔ وہ بیان کرتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بڑی بارعب شخصیت کے مالک تھے اس وجہ سے ہم براہ راست جرأت کرنے سے گھبرا رہی تھیں کہ اتنے میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ نکل کر ہمارے سامنے آئے تو ہم نے اسے کہا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جاؤ اور بتاؤ کہ دوعورتیں دروازے پرآپ سے کچھ دریافت کرنے کے لیے کھڑی ہیں (درپیش مسئلہ یہ ہے) کہ آیاوہ اپنے غریب شوہروں اورشوہر کی دوسری بیوی سے اولاد جوان کی سرپرستی وکفایت میں ہیں کو اپنی زکوٰۃ دے سکتی ہیں۔ یہ ذرا خیال رکھیں کہ یہ نہ بتائیں کہ ہم کون ہیں۔ بلال اندر داخل ہوئے اوررسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو آپؐ نے پوچھا کہ وہ کون ہیں (یعنی ان کے نام کیا ہیں) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ ایک تو انصاری عورت ہے اوردوسری زینب، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کون سی زینب؟ عرض کیا عبداللہ کی بیوی۔ آپ نے فرمایا ان دونوں کے لیے دوہرا اجر ہے۔ ایک اجر قرابت داری کا دوسرا صدقہ کا۔

〈۵〉 حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، نَا ابْنُ لَهِيْعَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ جَدِّهٖ، اَنَّ امْرَاَتَيْنِ اَتَتَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم، وَ فِيْ اَيْدِيْهِمَا سِوَارَانِ مِنْ ذَهَبٍ، فَقَالَ لَهُمَا: أَتُؤَدِّيَانِ زَكٰوتَهٗ؟ فَقَالَتْ: لَا، فَقَالَ لَهُمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: أَتُحِبَّانِ اَنْ يُّسَوِّرَكُمَا اللّٰهُ بِسِوَارَيْنِ مِنْ نَّارٍ؟ قَالَتَا: لَا، قَالَ: فَاَدِّيَا زَكٰوتَهٗ۔(۲۳)

〈۶〉 حَدَّثَنَا اَبُوْ كَامِلٍ وَ حُمَيْدُ بْنُ مُسْعِدَةَ، اَلْمَعْنٰى، اَنَّ خَالِدَ بْنَ الْحَارِثِ حَدَّثَهُمْ، ثَنَا حُسَيْنٌ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ جَدِّهٖ، اَنَّ امْرَأَةً اَتَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَ مَعَهَا ابْنَةٌ لَهَا، وَ فِيْ يَدِهَا ابْنَتِهَا مَسَكَتَانِ غَلِيْظَتَانِ مِنْ ذَهَبٍ، فَقَالَ لَهَا: أَتُعْطِيْنَ زَكٰوةَ هٰذَا؟ قَالَتْ: لَا، قَالَ: أَيَسُرُّكِ اَنْ يُّسَوِّرَكِ اللّٰهُ بِهِمَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ سِوَارَيْنِ مِنَ النَّارِ؟ قَالَ: فَخَلَعَتْهُمَا فَاَلْقَتْهُمَا اِلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم، وَ قَالَتْ: هُمَا لِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَ لِرَسُوْلِهٖ۔(۲۴)

﴿۷﴾ حَدَّثَنَا مُؤَمَّلٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا اِسمَاعِيلُ، عَنْ اَيُّوبَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِىْ رَبَاحٍ، قَالَ: قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: اَشْهَدُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ لَصَلّٰى قَبْلَ الْخُطْبَةِ فَرَاٰى اَنَّهُ لَمْ يُسْمِعِ النِّسَآءَ، فَاَتَاهُنَّ، وَ مَعَهُ بِلَالٌ نَاشِرٌ ثَوْبَهُ، فَوَعَظَهُنَّ وَ اَمَرَهُنَّ اَنْ يَّتَصَدَّقْنَ فَجَعَلَتِ الْمَرْاَةُ تُلْقِىْ، وَ اَشَارَ اَيُّوْبُ اِلٰى اُذُنِهٖ وَ اِلٰى حَلْقِهٖ۔(۲۵)

ترجمہ: حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے (نماز عید) خطبہ سے پہلے پڑھی ہے تو آپ ﷺ نے محسوس فرمایا کہ وہ اپنا خطبہ عورتوں کو نہیں سنا سکے تو ان کے پاس تشریف لائے۔ آپ ﷺ کے ساتھ حضرت بلال تھے جو اپنا کپڑا پھیلائے ہوئے تھے۔ نبی ﷺ نے عورتوں کو وعظ و نصیحت فرمائی اور ان کو حکم دیا کہ وہ صدقہ کریں تو عورتوں نے اپنے کانوں اور گلے کے زیور ڈال دیئے۔

﴿۸﴾ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِدْرِيْسَ الرَّازِىُّ، ثَنَا عَمْرُو بْنُ الرَّبِيْعِ بْنِ طَارِقٍ، ثَنَا يَحْىَ بْنُ اَيُّوْبَ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِىْ جَعْفَرٍ اَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ اَخْبَرَهُ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَدَّادِ بْنِ الْهَادِ، اَنَّهُ قَالَ: دَخَلْنَا عَلٰى عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِىِّ ﷺ، فَقَالَتْ: دَخَلَ عَلَىَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَرَاٰى فِىْ يَدَىَّ فَتَخَاتٍ مِنْ وَرِقٍ فَقَالَ: مَا هٰذَا يَا عَائِشَةُ؟ فَقُلْتُ: صَنَعْتُهُنَّ اَتَزَيَّنُ لَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ: اَتُؤَدِّيْنَ زَكٰوتَهُنَّ؟ قُلْتُ: لَا، اَوْ مَا شَآءَ اللّٰهُ، قَالَ: هُوَ حَسْبُكِ مِنَ النَّارِ۔(۲۶)

ترجمہ: عبداللہ بن شداد روایت کرتے ہیں کہ ہم حضور ﷺ کی اہلیہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے فرمایا کہ ایک موقع پر حضور ﷺ میرے ہاں تشریف لائے تو انہوں نے دیکھا کہ میرے ہاتھوں میں چاندی کے زیورات ہیں۔ آپؐ نے پوچھا عائشہ یہ کیا ہے۔ کہتی ہیں میں نے عرض کیا میں نے آپ کے لیے آرائش وزیبائش کے لیے ان کو بنوایا ہے۔ آپؐ نے پوچھا کیا تم اس کی زکوٰۃ دیتی ہو تو میں نے عرض کیا نہیں یا کہا ماشاء اللہ آپ نے فرمایا پھر تو جہنم کی آگ سے تمہارے لیے یہی کافی ہیں۔

﴿۹﴾ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيْسٰى، ثَنَا عَتَّابٌ۔ يعنى ابْنُ بَشِيْرٍ۔ عَنْ ثَابِتِ بْنِ عَجْلَانَ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ: كُنْتُ اَلْبَسُ اَوْضَاحًا مِنْ ذَهَبٍ، فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اَكَنْزٌ هُوَ؟ فَقَالَ: مَا بَلَغَ اَنْ تُؤَدّٰى زَكٰوتُهُ فَزُكِّىَ، فَلَيْسَ بِكَنْزٍ۔(۲۷)

ترجمہ: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں سونے کے کچھ زیورات پہنتی تھی۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا۔ کیا یہ کنز کی تعریف میں تو نہیں آتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا جو نصاب زکوٰۃ کو پہنچ جائے اور اس کی زکوٰۃ دے دی جائے تو وہ کنز شمار نہیں ہوگا۔

تشریح: زیور کی زکوٰۃ کے بارے میں کئی مسلک ہیں۔ ایک مسلک یہ ہے کہ اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے اسے عاریتاً دینا ہی اس کی زکوٰۃ ہے۔ یہ انس بن مالک، سعید بن مسیب، قتادہ اور شعبی کا قول ہے۔ دوسرا مسلک یہ ہے کہ عمر بھر میں صرف ایک مرتبہ زیور پر زکوٰۃ دے دینا کافی ہے۔ تیسرا مسلک یہ ہے کہ جو زیور عورت ہر وقت پہنے رہتی ہو اس پر زکوٰۃ نہیں ہے اور جو زیادہ تر رکھا رہتا ہو اس پر زکوٰۃ واجب ہے چوتھا مسلک یہ ہے کہ ہر قسم کے زیور پر زکوٰۃ ہے۔ ہمارے نزدیک یہی آخری قول صحیح ہے۔ اول تو جن احادیث میں چاندی سونے پر زکوٰۃ کے وجوب کا حکم بیان ہوا ہے ان کے الفاظ عام ہیں۔ مثلاً یہ کہ **فی رقة ربع العشر و لیس فیما دون خمس اواق صدقة**۔ پھر متعدد احادیث و آثار میں تصریح ہے کہ زیور پر زکوٰۃ واجب ہے۔ چناں چہ ابوداؤد، ترمذی اور نسائی میں قوی سند کے ساتھ یہ روایت آئی ہے کہ ایک عورت نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس کے ساتھ اس کی ایک لڑکی تھی جس کے ہاتھوں میں سونے کے کنگن تھے۔ آپ ﷺ نے اس سے پوچھا کہ تم اس کی زکوٰۃ دیتی ہو؟ اس نے کہا نہیں۔ اس پر آپؐ نے فرمایا: **ایسرک ان یسورک اللّٰہ بھما یوم القیمة سوارین من نار**۔ کیا تجھے پسند ہے کہ خدا قیامت کے روز تجھے ان کے بدلے آگ کے کنگن پہنائے؟ نیز مؤطا، ابوداؤد، اور دارقطنی میں نبی ﷺ کا یہ ارشاد منقول ہے **ما ادیت زکوٰته فلیس بکنز**۔ جس زیور کی زکوٰۃ تو نے ادا کر دی۔ وہ کنز نہیں ہے۔

ابن حزم نے محلی میں بیان کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے گورنر حضرت ابوموسیٰؓ اشعری رضی اللہ عنہ کو جو فرمان بھیجا تھا اس میں یہ ہدایت بھی تھی **مر نساء المسلمین یزکین عن حلیھن**۔ ''مسلمان عورتوں کو حکم دو کہ اپنے زیوروں کی زکوٰۃ ادا کریں۔'' حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے فتویٰ پوچھا گیا کہ زیور کا کیا حکم ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا **اذا بلغ مائتین ففیه الزکوٰة** ''جب وہ دوسو درہم کی مقدار کو پہنچ جائے تو اس میں زکوٰۃ ہے۔'' اسی مضمون کے اقوال صحابہ میں سے ابن عباسؓ عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ اور حضرت عائشہؓ سے، تابعین میں سے سعید بن مسیب، سعید بن جبیر، عطاء، مجاہد، ابن سیرین اور زہری سے اور ائمہ فقہ میں سے سفیان ثوری، ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب سے منقول ہیں۔

(رسائل و مسائل حصہ دوم، زکوٰۃ کی حقیقت اور اس کے ...)

سونا اور چاندی اگر زیور کی صورت میں ہوں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن مسعود کے نزدیک ان کی زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہی قول لیا ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دو عورتوں کے ہاتھ میں سونے کے کنگن دیکھے اور پوچھا کیا تم ان کی زکوٰۃ نکالتی ہو؟ ایک نے عرض کیا کہ نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کیا تو اسے پسند کرے گی کہ قیامت کے روز اس کے بدلے آگ کے کنگن تجھے پہنائے جائیں؟ اسی طرح حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے کہ میرے پاس سونے کی پازیب تھی۔ میں نے حضور ﷺ سے پوچھا کیا یہ کنز ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر اس میں سے سونے کی مقدار نصاب زکوٰۃ تک پہنچتی ہے اور اس میں سے زکوٰۃ نکال دی گئی ہے تو یہ کنز نہیں ہے۔ ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ سونا چاندی اگر زیور کی شکل میں ہوں تب بھی اسی طرح زکوٰۃ فرض ہے جس طرح نقد کی صورت میں ہونے پر ہے۔ البتہ جواہر اور نگینوں پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ (معاشیات اسلام، زکوٰۃ کا حکم)

حضرت عمرو بن عاص کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ دو عورتیں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور وہ سونے کے

کنگن پہنے ہوئے تھیں۔ آپ نے فرمایا کیا تم پسند کرتی ہو کہ اللہ تمہیں ان کے بدلے آگ کے کنگن پہنائے؟ انہوں نے عرض کیا نہیں۔ آپ نے فرمایا تو ان کا حق ادا کرو یعنی ان کی زکوٰۃ نکالو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے کہ زیور پہننے میں کوئی مضائقہ نہیں بشرطے کہ اس کی زکوٰۃ ادا کی جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری کو لکھا کہ تمہاری عمل داری میں جو مسلمان عورتیں رہتی ہیں ان کو حکم دو کہ اپنے زیوروں کی زکوٰۃ نکالیں۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے عمرو بن دینار کے حوالہ سے یہ روایات نقل کی ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی بہنوں کو اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اپنی بیٹیوں کو سونے کے زیور پہنائے تھے۔

ان تمام روایات کو نقل کرنے کے بعد علامہ جصاص لکھتے ہیں کہ ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ سے جو روایات عورتوں کے لیے سونے اور ریشم کے حلال ہونے کے متعلق وارد ہوئی ہیں وہ عدم جواز کی روایات سے زیادہ مشہور اور نمایاں ہیں۔ پھر امت کا عمل بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے زمانے سے ہمارے زمانے (یعنی چوتھی صدی کے آخری دور) تک یہی رہا ہے، بغیر اس کے کہ کسی نے اس پر اعتراض کیا ہو۔ اس طرح کے مسائل میں اخبار آحاد کی بنا پر کوئی اعتراض تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔''

(تفہیم القرآن ج ۴، الزخرف حاشیہ: ۱۷)

سونے کا الگ اور چاندی کا الگ نصاب

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں چاندی اور سونے کی قیمتوں میں وہی نسبت تھی جو نصاب کی مقدار سے معلوم ہوتی ہے۔ یعنی ساڑھے باون تولے چاندی اور ساڑھے سات تولے سونا۔ لیکن آپ کے اس خیال سے مجھے اتفاق نہیں ہے کہ اب نسبتوں میں جو فرق عظیم ہو گیا ہے اس کی وجہ سے سونے کے نصاب کو بدل کر اس کے لیے بھی چاندی ہی کی قیمت کو نصاب بنا دیا جائے۔ اس کے وجوہ یہ ہیں:

(۱) یہ طے کرنا مشکل ہے کہ اصل سونے کو قرار دیا جائے یا چاندی کو؟ سونے کا نصاب چاندی کی قیمت کے معیار پر کم و بیش کیا جائے یا چاندی کے نصاب کو سونے کی قیمت کے معیار پر گھٹایا اور بڑھایا جاتا رہے؟ ان میں سے جس کو بھی اصل اور معیار قرار دیا جائے گا وہ ایک غیر شرعی فعل ہوگا، کیوں کہ شارع نے دونوں کا حکم الگ الگ مستقلاً بیان کیا ہے اور اشارۃً و کنایۃً بھی کوئی بات ایسی نہیں فرمائی ہے جس سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہو کہ سونے اور چاندی میں سے کسی ایک کو دوسرے کے لیے اصل اور معیار قرار دینا شارع کا منشا تھا۔

(۲) محض انفع للفقراء ہونا کوئی ایسی قطعی اور ثابت شدہ اصل نہیں ہے جس پر اعتماد کر کے شارع کے ایک منصوص حکم میں ترمیم کرنے کی جرأت کر ڈالی جائے۔

(۳) سونے اور چاندی کی نسبتوں میں آئے دن تغیر ہوتا رہتا ہے اگر ان کی مقداروں کا الگ الگ مستقل نصاب نہ ہو اور ایک کے نصاب کو دوسرے کی آئے دن بدلنے والی قیمتوں پر موقوف کر دیا جائے تو ان دائمی تغیرات کی وجہ سے کوئی ایک مستقل شرعی حکم باقی نہ رہے گا، اور عوام الناس کو تعمیل حکم میں عملی زحمتیں بھی پیش آئیں گی۔

(۴) جو مشکل آپ سونے اور چاندی کے معاملہ میں پیش کر رہے ہیں وہی بکریوں، اونٹوں، گائیوں، بھینسوں اور گھوڑوں کے نصاب میں بھی پیش آتی ہے۔ان کی قیمتوں کی باہمی نسبتوں میں بھی مختلف زمانوں اور مختلف ملکوں میں بہت بڑا فرق ہوتا رہتا ہے۔اوران کے بارے میں بھی یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ کس کی قیمت کو اصل قرار دے کر دوسری سب انواع کے نصاب کو اس کے مطابق بدلا جاتا رہے۔

ان وجوہ سے مناسب یہی ہے کہ مختلف اشیاء کی زکوٰۃ کے لیے خود شارع نے جو نصاب مقرر کر دیا ہے اور جس مقدار یا تعداد پر جو زکوٰۃ عائد کر دی ہے، اسی کو جوں کا توں برقرار رکھا جائے۔ (رسائل و مسائل حصہ اول، کنوز کا نصاب...)

زمین کی پیداوار کی زکوٰۃ

۸۲– حدیث میں آتا ہے کہ جو پیداوار آسمانی بارش سے ہو اس میں اللہ کا حق دسواں حصہ ہے اور جو پیداوار انسان کی اپنی کوشش (آبپاشی) سے ہو۔ اس میں اللہ کا حق بیسواں حصہ ہے۔اور یہ حصہ پیداوار کٹنے کے ساتھ ہی واجب ہو جاتا ہے۔

(۱) زرعی پیداوار پر، جب کہ وہ بارانی زمینوں سے ہو۔ ۱۰ فیصد۔

(۲) زرعی پیداوار پر، جب کہ وہ مصنوعی آبپاشی سے ہو۔ ۵ فیصد۔

تخریج: حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِىْ مَرْيَمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ، قَالَ: اَخْبَرَنِىْ يُوْنُسُ بْنُ يَزِيْدَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: فِيْمَا سَقَتِ السَّمَآءُ، وَالْعُيُوْنُ، اَوْ كَانَ عَثَرِيًّا، الْعُشْرُ، وَمَا سُقِىَ بِالنَّضْحِ نِصْفُ الْعُشْرِ۔(۲۸)

جانور کا نصاب

۸۳– مواشی پر، جو افزائش نسل اور فروخت کی غرض سے پالے جائیں۔زکوٰۃ کی شرح بھیڑ، بکری، گائے، اونٹ وغیرہ جانوروں کے معاملہ میں مختلف ہے۔

تخریج: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِىُّ ثَنَا زُهَيْرٌ ثَنَا اَبُوْ اِسْحَاقَ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ ضَمْرَةَ وَ عَنِ الْحَارِثِ الْاَعْوَرِ عَنْ عَلِيٍّ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ زُهَيْرٌ: اَحْسِبُهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اَنَّهُ قَالَ هَاتُوْا رُبُعَ الْعُشُوْرِ مِنْ كُلِّ اَرْبَعِيْنَ دِرْهَمًا دِرْهَمٌ وَ لَيْسَ عَلَيْكُمْ شَىْءٌ حَتّٰى تَتِمَّ مِأَتَىْ دِرْهَمٍ فَإِذَا كَانَتْ مِأَتَىْ دِرْهَمٍ فَفِيْهَا خَمْسَةُ دَرَاهِمَ، فَمَا زَادَ فَعَلٰى حِسَابِ ذٰلِكَ وَ فِى الْغَنَمِ فِىْ كُلِّ اَرْبَعِيْنَ شَاةً شَاةٌ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ اِلَّا تِسْعٌ وَ ثَلَاثُوْنَ، فَلَيْسَ عَلَيْكَ فِيْهَا شَىْءٌ وَ سَاقَ صَدَقَةَ الْغَنَمِ مِثْلَ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: وَ فِى الْبَقَرِ فِىْ كُلِّ ثَلَاثِيْنَ تَبِيْعٌ وَ فِى الْاَرْبَعِيْنَ مُسِنَّةٌ۔الخ (۲۹)

چند اشیاء کا نصاب

چاندی کا نصاب دوسو درہم یعنی ساڑھے باون تولے کے قریب ہے۔

سونے کا نصاب ساڑھے سات تولہ۔

اونٹ کا نصاب ۵ اونٹ۔
بکریوں کا نصاب ۴۰ بکریاں۔
گائے کا نصاب ۔ ۳۰ گائیں۔

جس شخص کے پاس اتنا مال موجود ہو اور اس پر سال گزر جائے تو اس میں سے چالیسواں حصہ زکوٰۃ کا نکالنا واجب ہے۔ چاندی اور سونے کے متعلق حنفیہ فرماتے ہیں کہ اگر یہ دونوں الگ الگ بقدر نصاب نہ ہوں لیکن دونوں مل کر کسی ایک کے نصاب کی حد تک ان کی قیمت پہنچ جائے تو ان میں سے بھی زکوٰۃ نکالنی واجب ہے۔

اگر کسی کے پاس مقدار نصاب سے کم سونا ہو تو اس پر زکوٰۃ نہیں ہے خواہ اس کی قیمت چاندی کے نصاب کی قیمت سے کتنی ہی زیادہ ہو۔ (رسائل ومسائل حصہ چہارم، کیا اقامت دین فرض عین ہے۔)

یہ مقدار زکوٰۃ آں حضرت نے اللہ کے حکم سے اسی طرح مسلمانوں پر فرض کی ہے جس طرح روزانہ پانچ وقت کی نمازیں آپ نے اس کے حکم سے فرض کی ہیں۔ دینی فریضے اور لزوم کے اعتبار سے ان دونوں کی اہمیت میں کوئی فرض نہیں ہے۔ (معاشیات اسلام، لازمی زکوۃ اور اس کی شرح)

کارخانوں کی زکوٰۃ

٨٤- لَيسَ فِیْ اِبلِ الْعَوَامِلِ صَدَقَةٌ۔

تخریج: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، ثَنَا زُهَيْرٌ، ثَنَا اَبُوْ اِسْحَاقَ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ ضَمْرَةَ وَ عَنِ الْحَارِثِ الْاَعْوَرِ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ زُهَيْرٌ: اَحْسِبُهُ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم اَنَّهُ قَالَ هَاتُوْا رُبُعَ الْعُشُوْرِ، مِنْ كُلِّ اَرْبَعِيْنَ دِرْهَمًا دِرْهَمٌ، وَ لَيْسَ عَلَيْكُمْ شَیْءٌ حَتّٰى تَتِمَّ مِأَتَیْ دِرْهَمٍ فَاِذَا كَانَتْ مِأَتَیْ دِرْهَمٍ فَفِيْهَا خَمْسَةُ دَرَاهِمَ، فَمَا زَادَ فَعَلٰى حِسَابِ ذَالِكَ، وَ فِی الْغَنَمِ فِیْ كُلِّ اَرْبَعِيْنَ شَاةً، شَاةٌ، فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ اِلَّا تِسْعٌ وَ ثَلَاثُوْنَ، فَلَيْسَ عَلَيْكَ فِيْهَا شَیْءٌ وَ سَاقَ صَدَقَةَ الْغَنَمِ مِثْلَ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: وَ فِی الْبَقَرِ فِیْ كُلِّ ثَلَاثِيْنَ تَبِيْعٌ وَ فِی الْاَرْبَعِيْنَ مُسِنَّةٌ، وَ لَيْسَ عَلَى الْعَوَامِلِ شَیْءٌ وَ فِی الْاِبِلِ فَذَكَرَ الصَّدَقَةَ كَمَا ذَكَرَ الزُّهْرِيُّ۔ الخ۔(۳۰)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ زہیر کا خیال ہے کہ حضرت علیؓ نے اس روایت کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپؐ نے فرمایا۔ چالیسواں حصہ میرے پاس لاؤ یعنی ہر چالیس درہم میں سے ایک درہم مگر یہ اس وقت ہے جب تمہارے پاس دوسو درہم پورے ہوں۔ پس جب دوسو درہم پورے ہوں تو ان میں پانچ درہم زکوٰۃ ہے اور اس سے زیادہ ہونے کی صورت میں مذکورہ حساب سے۔ اور بکریوں میں زکوٰۃ اس طرح ہوگی کہ چالیس بکریوں میں ایک بکری زکوٰۃ میں لی جائے گی۔ اگر ان میں ایک بھی کم ہو اور ان کی تعداد ایک کم چالیس ہو تو ایسی صورت میں تم پر کوئی زکوٰۃ نہیں۔ گائیوں کی زکوٰۃ

بکریوں کی طرح بیان کرتے ہوئے کہا کہ تیس گائیں ہوں تو ایک تبیعہ (ایک سالہ) اور اگر تعداد چالیس ہو تو ایک مسنّہ۔ اور جن جانوروں سے پیداواری خدمت لی جائے ان پر بھی زکوٰۃ نہیں۔

تشریح: کارخانوں کی مشینوں اور آلات پر زکوٰۃ عائد نہیں ہوتی صرف اس مال کی قیمت پر جو آخر سال میں ان کے پاس خام یا مصنوعی شکل میں اور اس نقد روپے پر، جو ان کے خزانے میں موجود ہو عائد ہوتی۔ اسی طرح تاجروں کے فرنیچر، اسٹیشنری، دوکان یا مکان اور اس نوعیت کی دوسری اشیاء پر زکوٰۃ عائد نہ ہوگی۔ صرف اس مال کی قیمت پر جو ان کی دکان میں، اور اس نقد روپے پر جو ان کے خزانے میں ختم سال پر موجود ہو، عائد ہوتی ہے۔[1] اس معاملے میں اصول یہ ہے کہ ایک شخص اپنے کاروبار میں جن عوامل پیدائش سے کام لے رہا ہو، وہ زکوٰۃ سے مستثنیٰ ہیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ (**لیس فی اہل العوامل صدقة**) یعنی کوئی شخص جن اونٹوں سے آبپاشی کا کام لیتا ہو ان پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ کیوں کہ ان کی زکوٰۃ اس زرعی پیداوار سے وصول کر لی جاتی ہے جو ان کے عمل سے حاصل کی گئی ہو۔ اس پر قیاس کر کے فقہاء نے بالاتفاق دوسرے تمام آلات پیدائش کو زکوٰۃ سے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ (رسائل ومسائل حصہ دوم): زکوٰۃ کی حقیقت اور اس کے ...)

برآمد شدہ دفینہ کی زکوٰۃ

۸۵- فِی الرِّکَازِ الْخُمُسُ۔

''برآمد شدہ دفینہ (رکاز) میں خمس (۲۰ فی صد) لیا جائے گا۔''

تخریج: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدٌ، اَخْبَرَنِی عُبَیْدُ اللّٰہِ عَنْ اِسْرَائِیْلَ، عَنْ اَبِیْ حَصِیْنٍ، عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ، عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: اَلْمَعْدِنُ جُبَارٌ، وَالْبِئْرُ جُبَارٌ، وَالْعَجْمَاءُ جُبَارٌ، وَ فِی الرِّکَازِ الْخُمُسُ۔ (۳۱)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کان کنی کے (دوران جانی نقصان پر) تاوان نہیں۔ کنوئیں میں (گر جانے کی صورت میں) تاوان نہیں۔ جانور کے (زخمی کرنے کی صورت میں) کوئی تاوان نہیں اور رکاز میں پانچواں حصہ ہے۔

شہد کی زکوٰۃ

تخریج: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اَبِیْ شُعَیْبِ الْحَرَّانِیُّ، ثَنَا مُوْسَی بْنُ اَعْیَنَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ الْمِصْرِیِّ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ، عَنْ اَبِیْهِ، عَنْ جَدِّهٖ، قَالَ: جَآءَ هِلَالٌ اَحَدُ بَنِیْ مُتْعَانَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ بِعُشُوْرِ نَحْلٍ لَّهٗ، وَ کَانَ سَاَلَهٗ اَنْ یُّحْمٰی (لَهٗ) وَادِیًا یُقَالُ لَهٗ سَلَبَةٌ۔ فَحَمٰی لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ ذَالِکَ الْوَادِیَ۔ فَلَمَّا وَلِیَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِیَ

---

(۱) جو کاروبار اس نوعیت کے ہوں کہ ان کی زکوٰۃ کا حساب اس طرح نہ لگایا جا سکے (مثلاً اخبار) ان کے کاروبار کی مالیت ان کی سالانہ آمدنی کے لحاظ سے رائج الوقت قاعدوں کے مطابق مشخص کی جائے اور اس پر زکوٰۃ عائد کی جائے۔

اللّٰهُ عَنهُ كَتَبَ سُفْيَانُ بْنُ وَهْبٍ اِلٰى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ يَسْأَلُهُ عَنْ ذَالِكَ، فَكَتَبَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهُ اَنْ اَدّٰى اِلَيْكَ مَا كَانَ يُوَدِّىْ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مِنْ عُشُوْرِ نَحْلِهٖ فَاَحْمِ لَهٗ سَلْبَةٌ وَ اِلَّا فَاِنَّمَا هُوَ ذُبَابُ غَيْثٍ يَاْكُلُهٗ مَنْ يَّشَآءُ۔ (۳۲)

ترجمہ: حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد کے واسطہ سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ بنی متعان کا ایک ہلال نامی شخص اپنے شہد کا عشر لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اس نے سلبہ نامی وادی کو اس کے لیے حمی (چراگاہ) قرار دینے کی درخواست کی۔ حضور ﷺ نے اس وادی کو اس کے لیے چراگاہ قرار دے دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب سربراہ مقرر ہوئے تو سفیان بن وہب نے اس وادی کو (ذاتی چراگاہ مقرر کیے جانے) کے متعلق استفسار کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے جواب میں لکھا کہ وہ تجھے اپنے شہد کا وہی عشر ادا کرے جو وہ رسول اللہ ﷺ کو ادا کرتا تھا تو سلبہ نامی وادی کو اس کے لیے ذاتی چراگاہ کے طور پر دے دو بصورت دیگر وہ مکھیوں کی خوراک ہوگا جو چاہے اسے کھالے۔

تشریح: شہد کے بارے میں یہ بات مختلف فیہ ہے کہ آیا بجائے خود شہد کی ایک مقدار میں سے زکوٰۃ وصول کی جانی چاہیے یا اس کی تجارت پر وہی زکوٰۃ عائد کی جائے گی جو تجارتی مال پر ہے۔ حنفیہ اس بات کے قائل ہیں کہ شہد بہ جائے خود محل زکوٰۃ ہے اور یہی مسلک احمدؒ، اسحاق بن راہویہؒ، عمر بن عبدالعزیزؒ، ابن عمرؓ اور ابن عباسؓ کا ہے، اور امام شافعیؒ کا بھی ایک قول اس کے حق میں ہے۔ بخلاف اس کے امام مالک اور سفیان ثوری کہتے ہیں کہ شہد بہ جائے خود محل زکوٰۃ نہیں ہے۔ امام شافعیؒ کا بھی مشہور قول یہی ہے۔ اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ **لیس فی زکوٰۃ العسل شیء یصح۔** "شہد کی زکوٰۃ کے معاملے میں کوئی حدیث صحیح موجود نہیں ہے۔" ہمارے نزدیک بہتر یہ ہے کہ شہد کی تجارت پر زکوٰۃ عائد کی جائے۔

(معاشیات اسلام، زکوٰۃ کے اصولی احکام)

مآخذ

(۱) بخاری ج ۲ کتاب الرقاق، باب ما قدم من ماله فهو له☆نسائی ج ٦ کتاب الوصایا۔ باب الکراهیة فی تاخیر الوصیة☆ مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۲۔ عبد اللّٰه بن مسعود۔

(۲) ابو یعلی۔ بحواله تفسیر ابن کثیر ج ٤ المزمل: ۲۰

(۳) ترمذی ج ۲ ابواب صفة القیامة باب ۳۳ هذا حدیث صحیح و ابو میسرة هو الهمدانی اسمه عمرو بن شُرحبیل۔ ☆مسند احمد ج ٦ ص ۵۰۔ عن عائشة۔ مسند احمد نے قلت یا رسول اللّٰه! ما بقی الا کتفها، قال: کلها قد بقی الا کتفها بیان کیے هیں۔

(٤) بخاری ج ۱ کتاب الزکوٰة، باب فضل صدقة الشحیح الصحیح۔ الخ۔☆ بخاری ج ۱ کتاب الوصایا، باب الصدقة عند الموت، کتاب الوصایا میں امام بخاری نے و انت صحیح حریص نقل کیا هے☆ مسلم ج ۱ کتاب

الزکوٰۃ، باب ان افضل الصدقة، الصدقة الصحیح الشحیح☆ ابو داؤد ج ۳ کتاب الوصایا، باب ماجاء فی کراھیة الاضرار فی الوصیة۔☆ نسائی ج ٦ کتاب الوصایا، باب الکراھیة فی تاخیر الوصیة☆ ابن ماجه کتاب الوصایا باب ٤ النهی عن الامساك فی الحیاة والتبذیر عند الموت۔ ابن ماجه نے و هو لهم و ان کرهت بهی نقل کیا هے۔☆ السنن الکبریٰ للبیهقی ج ٤ کتاب الزکوٰۃ باب فضل صدقة الصحیح الشحیح☆ مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۱- ۲۵۰- ٤۱۵- ٤٤۷۔ وغیرہ عن ابی هریرة۔

(۵) مسلم ج ۲ کتاب الزهد، فصل لا ینبغی للانسان ان یتلهی بالتکاثر ولیس له من المال شیء الا ما اکل فافنی او لبس فابلیٰ او اعطی فاقتنیٰ۔

(٦) مسلم ج ۲ کتاب الزهد، فصل لا ینبغی للانسان ان یتلهی بالتکاثر ولیس له من المال شیء الا ما اکل فافنیٰ او لبس فابلیٰ او اعطی فاقتنیٰ۔☆ ترمذی ج ۲ ابواب الزهد باب ماجاء فی الزهادة فی الدنیا ☆بخاری ج ۲ ابواب التفسیر سورة الهٰکم التکاثر عن عبد اللّٰه بن شخیر عن ابیه۔ ترمذی نے دونوں مقامات پر یقول ابن ادم: مالی، مالی، و هل لك من مالك الا ما تصدقت فامضیت، او اکلت فافنیت، او لبست فابلیت بیان کیا هے۔ هذا حدیث حسن صحیح☆ نسائی ج ٦ کتاب الوصایا باب الکراهیة فی تاخیر الوصیة۔ ترمذی والی روایت هے۔ ☆مسند احمد ج ۲ ص ۳٦۸- ٤۱۲۔ عن ابی هریرة۔

(۷) السنن الکبریٰ للبیهقی ج ٤ کتاب الزکوٰۃ، باب الدلیل علی من ادا فرض اللّٰه فی الزکوة فلیس علیه اکثر منه۔ الخ☆ المستدرك ج ۱ کتاب الزکوٰۃ۔ باب من تصدق من مال حرام لم یکن له فیه اجر و کان اصره علیه☆ کنز العمال ج ٤ ص ۱۵ حدیث نمبر ۹۲٦۹۔

(۸) تفسیر ابن کثیر ج ٤ الحدید: ۱۱

(۹) ترمذی ج ۱ ابواب الزکوٰۃ، باب ماجاء فی المال حقا سوی الزکوٰۃ ایك دوسری روایت میں : ان فی المال حقا سوی الزکوة بهی مروی هے قال ابو عیسٰی: هذا حدیث اسناده لیس بذالك و ابو حمزه میمون الاعور یضعف، و روی بیانٌ و اسماعیل بن سالم عن الشعبی هذا الحدیث قوله و هذا اصح۔☆ سنن دارمی ج ۱ کتاب الزکوٰۃ، باب ما یجب فی مال سوی الزکوٰۃ۔ دارمی نے فاطمه بنت قیس کے حواله سے ان فی اموالکم حقا سوی الزکوٰۃ نقل کیا هے☆ السنن الکبریٰ ج ٤ کتاب الزکوٰۃ باب الدلیل علی من ادی فرض اللّٰه فی الزکوٰۃ۔ الخ۔

سنن دار قطنی ابو بکر هذلی[۱] کے حوالے سے نقل کیا هے:

قلت: یا رسول اللّٰه ﷺ! فی المال حق سوی الزکوة۔ قال: نعم، ثم قرأ و اتی المال علی حبه۔☆دار قطنی ج ۱ کتاب الزکوٰۃ باب زکوة الحلی☆ دار قطنی ج ۲ کتاب الزکوٰۃ باب تعجیل الصدقة قبل الحول۔

(۱۰) ابو داؤد ج ۲ کتاب الزکوٰۃ باب حق السائل☆ مؤطا امام مالك ج ۲ کتاب الجامع باب الترغیب فی الصدقة۔ عن زید بن اسلم۔ مؤطا میں اعطو السائل و ان جاء علی فرس هے۔

☆ مسند احمد ج ۱ ص ۲۰۱۔ عن حسین بن علی☆ السنن الکبریٰ للبیهقی ج ۷ کتاب الصدقات، باب لا وقت فیما یعطی الفقراء والمساکین الی ما یخرجون به من الفقر والمسکنة عن فاطمة بنت حسین بن علی۔ ایك روایت میں علی فرسه کے الفاظ بهی مروی هیں☆ مشکوٰۃ ج ۱ کتاب البیوع باب الاجاره۔ عن حسین بن

---

(۱) صاحب دار قطنی نے ابوبکر ہذلی کو متروک کہا ہے۔

علی مشکوٰۃ میں بھی للسائل حق و ان جاء علی فرس ہے۔

(۱۱) بخاری ج ۱ کتاب الزکوٰۃ، باب وجوب الزکوٰۃ☆ مسلم ج ۱ کتاب الایمان باب الدعاء الی الشھادتین و شرائع الاسلام☆ ابو داؤد ج ۲ کتاب الزکوٰۃ، باب فی زکوٰۃ السائمۃ۔ عن ابن عباس ☆ترمذی ج ۱ ابواب الزکوٰۃ، باب ماجاء فی کراھیۃ اخذ خیار المال فی الصدقۃ۔ عن ابن عباس۔ (قال ابو عیسٰی! حدیث ابن عباس، حدیث حسن صحیح و ابو معبد مولٰی ابن عباس اسمہ نافذ)

☆نسائی ج ۵ کتاب الزکوٰۃ، باب وجوب الزکوٰۃ۔ عن ابن عباس☆ ترمذی اور نسائی دونوں میں فقرائھم کی جگہ علی فقراء ھم ہے۔☆ ابن ماجہ کتاب الزکوٰۃ باب فرض الزکوٰۃ، عن ابن عباس۔☆ سنن دارمی ج ۱ کتاب الزکوٰۃ باب فی فضل الزکوٰۃ۔ عن ابن عباس☆ مسند احمد ج ۱ ص ۲۳۳۔ عن ابن عباس۔☆ دار قطنی ج ۲ ص ۱۳۶۔ کتاب الزکوٰۃ۔ باب الحث علی اخراج الصدقۃ و بیان قسمتھا☆ السنن الکبرٰی للبیھقی ج ٤ کتاب الزکوٰۃ، باب لا یأخذ الساعی فوق ما یجب ولا ماخضا الا ان یتطوع اور ص ۱۰۱۔ باب لا یوخذ کرائم اموال الناس۔ دونوں مقامات پر علی فقراء ھم ہے۔

(۱۲) ابو داؤد ج ۲ کتاب الزکوٰۃ، باب من یعطی من الصدقۃ؟ و حد الغِنٰی قال: ابو داؤد: رواہ سفیان عن سعد بن ابراھیم کما قال ابراھیم، و رواہ شعبۃ عن سعد، قال: لذی مرۃ قوی، والاحادیث الاخر عن النبی ﷺ بعضھا لذی مرۃ قوی، و بعضھا لذی مرۃ سوی۔ و قال عطاء بن زھیر: انہ لقی عبد اللّٰہ بن عمرو: فقال: ان الصدقۃ لا تحل لقوی ولا لذی مرۃ سوی۔☆ ترمذی ج ۱ ابواب الزکوٰۃ، باب ماجاء من لا تحل لہ الصدقۃ۔ و فی الباب: عن ابی ھریرۃ، و حبشی بن جُنادۃ و قبیصۃ بن المُخارق قال ابو عیسٰی: حدیث عبد اللّٰہ بن عمرو، حدیث حسن، و قد روی شعبۃ عن سعد بن ابراھیم ھذا الحدیث بھذا الاسناد و لم یرفعہ، و قد روی فی غیر ھذا الحدیث عن النبی ﷺ: لا تحل المسألۃ لغنی ولا لذی مرۃ سوی۔ و اذا کان الرجل قویا محتاجا ولم یکن عندہ شیء فتصدق علیہ۔ اجزأ عن المتصدق عند اھل العلم۔ ووجہ ھذا الحدیث عند بعض اھل العلم علی المسألۃ۔ نسائی نے کتاب الزکوٰۃ میں ان المسالۃ لا تحل لغنی۔ الخ نقل کیا ہے۔☆ ابن ماجہ کتاب الزکوٰۃ باب من سأل عن ظھر غنی☆ مسند احمد ج ۲ ص ١٦٤۔ ۱۹۲۔ ۳۷۷۔ ۳۸۹۔ ج ۳ ص ۳۱۔ ٤۰۔ ٥٦۔ ۹۷۔ ج ٥ ص ۳۷٥۔☆ مؤطا امام مالک ج ۱ کتاب الزکوٰۃ باب آخذ الصدقۃ وما یجوز لہ اخذھا ☆مؤطا میں (لا تحل الصدقۃ لغنی الا لخمسۃ ہے☆ سنن دارمی ج ۱ کتاب الزکوٰۃ، باب من تحل لہ الصدقۃ۔ عن عبد اللّٰہ بن عمرو☆ دار قطنی ج ۲ کتاب الزکوٰۃ، باب لا تحل الصدقۃ لغنی ولا لذی مرۃ سوی۔ عن ابی ھریرۃ۔

(۱۳) ترمذی ج ۱ ابواب الزکوٰۃ، باب ماجاء فی زکوٰۃ مال الیتیم قال ابو عیسٰی: و انما روی ھذا الحدیث من ھذا الوجہ، و فی اسنادہ مقال، لان المثنی بن الصَّبَّاح یضعف فی الحدیث و روی بعضھم ھذا الحدیث عن عمرو بن شعیب ان عمر بن الخطاب فذکر ھذا الحدیث۔ و قد اختلف اھل العلم فی ھذا الباب: فرای غیر واحد من اصحاب النبی ﷺ فی مال الیتیم زکوٰۃ۔ منھم عمرو علی و عائشۃ وابن عمر، و بہ یقول مالک والشافعی و احمد و اسحاق۔ و قالت طائفۃ من اھل العلم لیس فی مال الیتیم زکوٰۃ۔ و بہ یقول سفیان الثوری و عبد اللّٰہ بن المبارک۔ و عمرو بن شعیب ھو ابن محمد بن عبد اللّٰہ بن عمرو بن العاص۔ و شعیب قد سمع من جدہ عبد اللّٰہ بن عمرو۔ و قد تکلم یحیٰی بن سعید فی حدیث عمرو بن شعیب و قال: ھو عندنا واہ، ومن ضعفہ من قبل انہ

یحدث من صحیفة جده عبد اللّٰه بن عمرو۔ و اما اکثر اهل الحدیث فیحتجون بحدیث عمرو بن شعیب، و یثبتونه منهم احمد و اسحاق و غیرهما۔☆ سنن دار قطنی ج ۱ کتاب الزکوٰة۔ باب وجوب الزکوٰة فی مال الصبی والیتیم☆ السنن الکبریٰ للبیهقی ج ٤ کتاب الزکوٰة، باب من تجب علیه الصدقة۔ عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده۔

(١٤) مسند احمد ج ۳ ص ١٣٦☆ السنن الکبریٰ للبیهقی ج ٤ کتاب الزکوٰة، باب الزکوٰة تتلف فی یدی الساعی فلا یکون علی رب المال ضمانها☆ ترمذی ج ۱ ابواب الزکوٰة۔ باب ماجاء اذا ادیت الزکوٰة فقد قضیت ما علیك اور ابن ماجه نے کتاب الزکوٰة باب ما ادی زکاته لیس بکنز کے تحت حضرت ابوھریرہؓ کے حوالہ سے حضورﷺ کا ارشاد اذا ادیت زکوٰة مالك، فقد قضیت ما علیك نقل کیا ھے☆ السنن الکبریٰ ج ٤ کتاب الزکوٰة باب الدلیل علی ان من ادی فرض اللّٰه۔الخ۔

(١٥) ترمذی ج ۱ ابواب الزکوٰة، باب ماجاء اذا ادیت الزکوٰة فقد قضیت ما علیك قال اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حدیث حسن غریب، و قد روی عن النبی ﷺ غیر وجه، انه ذکر الزکوٰة، فقال رجل: یا رسول اللّٰه! هَلْ عَلَیَّ غَیْرُهَا، فقال: لا، الا ان تطوع، وابن حجیرة هو عبد الرحمن بن حجیرة البصری۔☆ ابن ماجه کتاب الزکوٰة باب ما ادی زکوٰته لیس بکنز☆ السنن الکبریٰ للبیهقی ج ٤ کتاب الزکوٰة باب الدلیل علی ان من ادی فرض اللّٰه فی الزکوٰة فلیس علیه اکثر منه الا ان یتطوع سوی ما مضی فی الباب قبله☆ السنن الکبریٰ میں فقد قضیت ما علیك کے بعد و من جمع مالا حراما ثم تصدق به لم یکن له فیه اجر، و کان اصره علیه۔ کا اضافه بھی منقول ھے۔☆ احکام القرآن للجصاص ج ۳ ص ٤١١۔

(١٦) السنن الکبریٰ للبیهقی ج ٤ کتاب الزکوٰة باب الدلیل علی ان من ادی فرض اللّٰه فی الزکوٰة فلیس علیه اکثر منه الاان یتطوع سوی ما مضی فی الباب قبله اسی باب کے تحت و فیما ذکر ابو داؤد فی المراسیل عن محمد بن صباح عن هشیم، عن عذافر البصری عن الحسن عن النبی ﷺ مرسلا۔ من ادی زکوٰة ماله فقد ادی الحق الذی علیه۔ و من زاد فهو افضل۔ کذا رواه ابن وهب بهذا الاسناد مرفوعا۔ و کذلك رواه یونس بن عبد الاعلی عن ابن وهب، و رواه عیسی ابن مثرود عن ابن وهب من قول ابی الزبیر۔

(١٧) ابو داؤد ج ۲ کتاب الزکوٰة، باب فی زکوٰة السائمة☆ ترمذی ج ۱ ابواب الزکوٰة، باب ماجاء لا زکوٰة علی المال المستفاد حتی یحول علیه الحول☆ ابن ماجه کتاب الزکوٰة باب ٥ من استفاد مالا☆مؤطا امام مالك ج ۱ کتاب الزکوٰة باب ما تجب فیه الزکوة☆ مسند احمد ج ۱ ص ١٤٨۔ ج ۳ ص ٨٥- ٣١٠☆سنن دار قطنی ج ۲ باب الزکوٰة باب وجوب الزکوة بالحول☆ ابن ماجه کے اسی باب کے تحت مرقوم ھے۔ فی الزوائد۔ اسناده ضعیف لضعف حارثه بن محمد۔ و هو ابن ابی الرجال۔ والحدیث رواه الترمذی من حدیث ابن عمر مرفوعاً و موقوفاً۔

قال السندی: قلت: لفظه من استفاد مالاً فلا زکوٰة علیه حتی یحول علیه الحول، رواه عن ابن عمر مرفوعاً باسناد فیه عبد الرحمن بن زید بن اسلم، و قال: و هو ضعیف فی الحدیث، کثیر الغلط۔ ضعفهٗ غیر واحد، و رواه عنه موقوفاً قال: هذا اصح و رواه غیر واحد موقوفاً۔☆السنن الکبریٰ للبیهقی ج ٤ کتاب الزکوٰة باب لا زکوٰة فی مال حتی یحول علیه الحول۔ عن عائشه۔ اور باب لا یعد علیهم بما استفادوه من غیر نتهاجها حتی یحول علیه

الحول عن عائشة۔

(۱۸) ابو داؤد ج ۲ کتاب الزکوٰۃ، باب فی حقوق المال☆ السنن الکبریٰ للبیهقی ج ٤ کتاب الزکوٰۃ باب تفسیر الکنز الذی ورد الوعید فیه☆ احکام القرآن للجصاص ج ۳ ص ۱۰٦۔

(۱۹) احکام القرآن للجصاص ج ۳ ص ١٤۔

(۲۰) ابو داؤد ج ۲ کتاب الزکوٰۃ، باب فی زکوٰۃ السائمة☆ مسند احمد ج ۱ ص ۱۲ عن ابی بکر☆ السنن الکبریٰ للبیهقی ج ٤ کتاب الزکوٰۃ، باب کیف فرض الصدقة۔ عن ابی بکر الصدیق اور ص ۱۳٤۔ باب قدر الواجب فی الورق اذا بلغ نصابا☆ سنن دار قطنی ج ۲ کتاب الزکوٰۃ باب زکوٰۃ الابل والغنم۔

(۲۱) بخاری ج ۱ کتاب الزکوٰۃ، باب ما ادی زکوٰته۔ فلیس بکنز لقول النبی ﷺ لیس فیما دون خمس اواق صدقة☆ مسلم ج ۱ کتاب الزکوٰۃ (مسلم کی ایك روایت میں من ثمر بھی ھے)☆ابو داؤد، ج ۲ کتاب الزکوٰۃ، باب ما تجب فیه الزکوٰۃ☆ ترمذی ج ۱ ابواب الزکوٰۃ، باب ماجاء فی صدقة الزرع والثمر والحبوب۔ و فی الباب عن ابی هریرة، وابن عمر، و جابر، و عبد اللّٰہ بن عمرو قال ابو عیسیٰ: حدیث ابی سعید حدیث حسن صحیح ☆نسائی ج ٥ کتاب الزکوٰۃ، باب زکوٰۃ الابل۔☆ نسائی ج ٥ باب الزکوٰۃ الورق۔

ایك روایت حضرت ابو سعید خدری سے مندرجه ذیل الفاظ میں بھی مروی ھے۔

ان رسول اللّٰہ ﷺ قال: لیس فیما دون خمس اوسق من التمر صدقة، و لیس فیما دون خمس اواق من الورق صدقة، و لیس فیما دون خمس ذود من الابل صدقة۔

”حضرت ابو سعید خدری سے مروی ھے که رسول اللّٰہ ﷺ نے فرمایا پانچ وسق کھجوروں سے کم پر زکوٰۃ نھیں، اور پانچ اوقیه چاندی سے کم پر زکوٰۃ نھیں ھے اور پانچ اونٹوں سے کم پر بھی زکوٰۃ نھیں ھے۔“

☆ابن ماجه کتاب الزکوٰۃ، باب ما تجب فیه الزکوٰۃ من الاموال، عن ابی سعید خدری۔☆ مؤطا امام مالك ج ۱ کتاب الزکوٰۃ باب ما تجب فیه الزکوٰۃ۔ عن ابی سعید خدری۔ (دونوں روایتیں نقل کی ھیں) ☆سنن دارمی ج ۱ کتاب الزکوٰۃ، باب مالا تجب فیه الصدقة من الحبوب۔☆ سنن دار قطنی ج ۲ ص ۹۳۔ حدیث نمبر ٥ کتاب الزکوٰۃ۔ باب وجوب زکوٰۃ الذهب والورق۔ الخ۔☆ مسند احمد ج ۳ ص ٦ عن ابی سعید خدری۔ ☆السنن الکبریٰ للبیهقی ج ٤ کتاب الزکوٰۃ، باب العدد۔ الذی اذا بلغته الابل کانت فیها صدقة۔ عن ابی سعید خدری۔ اور ص ۱۳۰ باب النصاب فی زکوٰۃ الثمار۔

(۲۲) مسلم ج ۱ کتاب الزکوٰۃ، باب فضل النفقة والصدقة علی الاقربین والزوج والاولاد والوالدین و لو کانوا مشرکین☆ السنن الکبریٰ للبیهقی ج ٤ کتاب الزکوة باب الاختیار فی صدقة التطوع۔

حدثنا هناد، نا ابو معاویة عن الاعمش، عن ابی وائل، عن عمرو بن الحارث بن المصطلق، عن بن اخی زینب امراة عبد اللّٰہ، عن زینب امراة عبد اللّٰہ، قالت: خطبنا رسول اللّٰہ ﷺ فقال: یا معشر النساء! تصدقن و لو من حلیکن، فانکن اکثر اهل جهنم یوم القیامة۔

حدثنا محمود بن غیلان، نا ابو داوٗد، عن شعبة، عن الاعمش، قال: سمعت ابا وائل یحدث عن عمرو بن الحارث ابن اخی زینب امرأة عبد اللّٰہ، عن زینب امرأة عبد اللّٰہ عن النبی ﷺ نحوه۔ و هذا اصح من حدیث ابی معاویة و ابو معاویة وهم فی حدیثه، فقال عمرو بن الحارث عن ابن اخی زینب، والصحیح انما هو عمرو بن الحارث بن

اخی زینب قد روی عن عمرو بن شعیب، عن ابیه، عن جده، عن النبی ﷺ انه رای فی الحلی زکوة، و فی اسناده مقال، واختلف اهل العلم فی ذالک۔ فرای بعض اهل العلم من اصحاب النبی ﷺ والتابعین فی الحلی زکوة ماکان منه ذهب و فضة، و به یقول سفیان الثوری و عبد اللّٰه بن المبارك، و قال بعض اصحاب النبی ﷺ منهم ابن عمرو عائشة و جابر بن عبد اللّٰه، و انس بن مالك لیس فی الحلی زکوة و هکذا روی عن بعض فقاء التابعین و به یقول مالك بن انس، والشافعی و احمد و اسحاق۔

☆ ترمذی ج ۱ ابواب الزکوٰة، باب ماجاء فی زکوٰة الحلی۔

☆ ابن ماجه کتاب الزکوٰة باب الصدقة علی ذی قرابة کے تحت زینب امرأة عبد اللّٰه۔ سے جو روایت نقل کی ہے اس میں ہے۔

قالت: سالت رسول اللّٰه ﷺ أیجزئ عنی من الصدقة النفقة علی زوجی و ایتام فی حجری؟ قال رسول اللّٰه ﷺ: لها اجران: اجر الصدقة، و اجر القرابة۔

ایك دوسری روایت میں ہے۔

عن زینب بنت ام سلمة، عن ام سلمة قالت: امرنا رسول اللّٰه ﷺ بالصدقة فقالت زینب امرأة عبد اللّٰه: أیجزینی من الصدقة ان اتصدق علی زوجی و هو فقیر و بنی اخ لی، ایتام، و انا انفق علیهم هکذا و هکذا، و علی کل حال؟ قال، قال: نعم، قال: و کانت صناع الیدین۔

☆السنن الکبریٰ ج ۷ کتاب الصدقات، باب المرأة تصرف من زکوٰتها فی زوجها اذا کان محتاجا۔ السنن نے بخاری و مسلم کے حوالہ سے لك اجر الصدقة و اجر الصلة نقل کیا ہے۔

(۲۳) ترمذی ج ۱ ابو اب الزکوٰة، باب ماجاء فی زکوٰة الحلی ۔قال ابو عیسٰی: هذا حدیث قد رواه المثنی بن الصباح عن عمرو بن شعیب نحو هذا۔ والمثنی بن الصباح وابن لهیعة یضعفان فی الحدیث، ولا یصح فی هذا عن النبی ﷺ شیء۔☆ سنن دار قطنی ج ۲ ص۱۰۸۔

احکام القرآن میں مذکور ہے۔ عمرو بن شعیب عن ابیه، عن جده، ان النبی ﷺ رای امرأتین علیهما اسورة من ذهب، فقال: اتحبان ان یسورکما اللّٰه باسورة من نار؟

قالتا: لا، قال: فادیا حق هذا۔

و قالت عائشة: لا باس بلبس الحلی اذا اعطی زکوٰته و کاتب عمر الی ابی موسٰی ان مر من قبلك من نساء المؤمنین ان یصدقن من الحلی۔ و روی ابو حنیفة عن عمر بن دینار۔ ان عائشة حلت اخواتها الذهب، و ان ابن عمر حلی بناته الذهب۔

☆احکام القرآن للجصاص ج ۵ فصل فی اباحة لبس الحلی للنساء۔ الزخرف۔

(۲۴) ابو داؤد ج۲ کتاب الزکوٰة، باب الکنز ما هو؟ و زکوٰة الحلی☆ نسائی ج ۵ کتاب الزکوٰة، باب زکوٰة الحلی۔ عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده۔ نسائی نے ان امرأة من اهل الیمن روایت کیا ہے اور تعطین کی جگہ أتؤدین نقل کیا ہے۔☆ دار قطنی ج ۲ کتاب الزکوٰة باب استقراض الوصی من مال الیتیم۔دار قطنی نے بھی من اهل الیمن بیان کیا ہے۔☆ السنن الکبریٰ للبیهقی ج ٤ کتاب الزکوٰة، باب سیاق اخبار وردت فی زکوٰة الحلی۔ امام بخاریؒ نے اپنی الجامع الصحیح میں حدیث کا مندرجه ذیل جز نقل کیا ہے۔

و قال النبی ﷺ تصدقن و لو من حلیکن، فلم یستثن صدقة العروض من غیرھا۔ فجعلت المرأة تلقی خرصھا و سخابھا ولم یخص الذھب والفضة من العروض۔

"نبی ﷺ نے فرمایا۔ صدقہ کرو خواہ اپنے زیورات میں سے ہو۔" آپ نے باقی سامان کو مستثنٰی قرار نہیں دیا۔ عورتوں نے اپنے سونے کے گلے کے ہار اور پاؤں کی پا زیب تک اتار کر ڈال دیں۔ عروض میں سونا اور چاندی ہی مخصوص نہیں ہیں۔

☆ بخاری ج ۱ کتاب الزکوٰة، باب العرض فی الزکوٰة۔

(۲۵) بخاری ج ۱ کتاب الزکوٰة، باب العرض فی الزکوٰة۔

(۲۶) ابو داؤد ج ۲ کتاب الزکوٰة باب الکنز ما ھو؟ و زکوة الحلی☆ دار قطنی ج ۲ کتاب الزکوٰة باب زکوٰة الحلی ☆المستدرك للحاکم ج ۱ کتاب الزکوٰة۔ ھذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین و لم یخرجاہ☆السنن الکبریٰ للبیھقی ج ٤ کتاب الزکوٰة، باب سیاق اخبار وردت فی زکوٰة الحلی۔ عن عائشة۔

(۲۷) ابو داؤد ج ۲ کتاب الزکوٰة، باب الکنز ما ھو؟ و زکوٰة الحلی☆ سنن دار قطنی ج ۲ کتاب الزکوٰة، باب ما ادی زکوٰته فلیس بکنز۔ دار قطنی نے مندرجہ ذیل الفاظ نقل کیے ہیں:

(ثنا عطاء عن ام سلمة، انھا کانت تلبس اوضاحا من ذھب فسالت عن ذالك رسول اللّٰہ ﷺ، فقالت: اکنز ھو؟ فقال: اذا ادیت زکوته، فلیس بکنز) اسے السنن الکبریٰ نے ج ٤ ص ۸۳ پر نقل کیا ہے اور ص ۱٤۰ پر بھی۔

(۲۸) بخاری ج ۱ کتاب الزکوٰة، باب العشر فیما یسقی من ماء السماء الجاری☆ مسلم ج ۱ کتاب الزکوٰة☆ ابو داؤد ج ۲ کتاب الزکوٰة باب صدقة الزرع۔☆ ترمذی ج ۱ ابواب الزکوٰة، باب ماجاء فی الصدقة فیما یسقی بالانھار و غیرھا☆ نسائی ج ٥ کتاب الزکوٰة، باب ما یوجب العشر وما یوجب نصف العشر☆ابن ماجه کتاب الزکوٰة باب صدقة الزرع والثمار☆ مؤطا امام مالك ج ۱ کتاب الزکوٰة، زکوٰة ما یخرص من ثمار النخیل والاعناب ☆دار قطنی ج ۲ ص ۱۲۹ ۔ حدیث نمبر ٥ ۔ کتاب الزکوٰة باب فی قدر الصدقة فیما اخرجت الارض و خرص الثمار۔

بخاری کے علاوہ ابو داؤد، مؤطا، نسائی اور دار قطنی نے فیما سقت السماء والانھار والعیون او کان بعلا العشر، و فیما سقی بالسوانی او النضح نصف العشر۔ روایت کیا ہے، مسلم کے الفاظ اس سے قدرے مختلف ہیں۔ ترمذی نے والعیون اور عثیریا والی روایت بھی نقل کی ہے اور حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی روایت فیما سقت السماء والعیون والانھار او کان بعلا العشر و فیما سقی بالسوانی او النضح نصف العشر روایت کیا ہے۔ اور اسے ھذا الحدیث اصح اور دو سری کو ھذا حدیث حسن صحیح قرار دیا ہے۔ دار قطنی نے بخاری والی روایت بھی نقل کی ہے۔☆ السنن الکبریٰ للبیھقی ج ٤ کتاب الزکوٰة، باب قدر الصدقة فیما اخرجت الارض☆ احکام القرآن للجصاص ج ۳ ص ۱۱ ۔ حدیث معاذ وابن عمرو جابر عن النبی ﷺ قال: ما سقت السماء ففیه العشر وما سقی بالسانیة فنصف العشر۔

(۲۹) ابو داؤد ج ۲ کتاب الزکوٰة، باب فی زکوٰة السائمة۔

(۳۰) ابو داؤد ج ۲ کتاب الزکوٰة، باب فی زکوٰة السائمة☆ السنن الکبریٰ للبیھقی ج ٤ کتاب الزکوٰة باب وجوب ربع العشر فی نصابھا و فیما زاد علیه و ان قلت الزیادة۔

اخبرنا ابو سعد المالینی، انبا ابو احمد بن عدی، ثنا احمد بن الحسن الصوفی، ثنا ابراھیم بن موسی المروزی، ثنا محمد بن حمزة الرقی عن غالب القطان، عن عمرو بن شعیب، عن ابیه، عن جده، عن النبی ﷺ، قال: لیس فی

الابل العوامل صدقة۔ کذا قال غالب القطان، و روی فی ذلک فی البقر عن ابن عباس مرفوعا، و عن معاذ بن جبل موقوفا و فی اسنادھما ضعف و اشھر ما روی فیه مسندا و موقوفًا۔

السنن الکبریٰ للبیھقی ج ٤ کتاب الزکوٰة باب ما یسقط الصدقة عن الماشیة☆ سنن دار قطنی ج ۲ کتاب الزکوٰة باب لیس فی العوامل صدقة۔

اخبرنا ابو الحسین بن الفضل القطان ببغداد، انبا ابو عمرو و عثمان بن احمد بن السماك، ثنا محمد بن عبد اللّٰه بن ابی داوٗد، ثنا ابو بدر، ثنا زھیر، ان ابی اسحاق حدثھم عن عاصم بن ضمرة، عن علی رضی اللّٰه عنه ان النبی ﷺ، قال: لیس فی البقر العوامل شیء۔[1] ☆ سنن دار قطنی ج ۱ کتاب الزکوٰة۔

(۳۱) بخاری ج ۱ کتاب المساقاة، باب من حفر بئرا فی ملکه لم یضمن اور بخاری ج ۱ کتاب الزکوٰة باب فی الرکاز الخمس اور باب ما یستخرج من البحر☆ مسلم ج ۲ کتاب الحدود باب جرح العجماء والمعدن والبئر جبار۔ عن ابی ھریرة۔☆ ابو داؤد ج ۳ کتاب الاماره، باب ماجاء فی الرکاز (وما فیه) عن ابی ھریرة اور ابو داؤد ج ۲ کتاب اللقطة اور ج ٤ کتاب الدیات باب العجماء والمعدن والبئر جبار۔☆ ترمذی ج ۱ ابواب الاحکام، باب ماجاء فی العجماء ان جرحھا جبار۔ و فی الباب عن جابر و عمرو ابن عوف المزنی و عبادة بن الصامت۔ حدیث ابی ھریرة، حدیث حسن صحیح۔ و فی الرکاز الخمس، فالرکاز ما وجد عن دفن اھل الجاھلیة فمن وجد رکازا ادی منه الخمس الی السلطان وما بقی منه فھو له۔☆ ابن ماجه کتاب اللقطه، باب من اصاب رکازا۔ عن ابی ھریرة وابن عباس۔☆ مؤطا امام مالك ج ۱ کتاب الزکوٰة، باب زکوٰة الشرکاء☆ مؤطا امام مالك ج ۲ کتاب العقول باب جامع العقول۔ عن ابی ھریرة☆ سنن دارمی ج ۱ ۔ کتاب الزکوٰة، باب فی الرکاز۔ عن ابی ھریرة☆ السنن الکبریٰ للبیھقی ج ٤ ۔ کتاب الزکوٰة، باب من قال: المعدن رکاز فیه الخمس۔ عن ابی ھریرة اور ص ۱۵۵ باب زکوٰة الرکاز۔ عن ابی ھریرة، عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده۔☆ کتاب الخراج لابی یوسف۔ خمس المعادن۔

(۳۲) ابو داؤد ج ۲ کتاب الزکوٰة، باب زکوٰة العسل☆ السنن الکبریٰ ج ٤ ۔ کتاب الزکوٰة باب ما ورد فی العسل۔

ترمذی نے مندرجہ ذیل اسناد سے ایك اور روایت نقل کی ھے۔

حدثنا محمد بن یحیی النیسابوری، نا عمرو بن ابی سلمة التنیسی، عن صدقة بن عبد اللّٰه، عن موسی ابن یسار، عن نافع، عن ابن عمر، قال: قال رسول اللّٰه ﷺ فی العسل فی کل عشرة ازق زق... و فی الباب عن ابی ھریرة، و ابی سیارة المتعی، و عبد اللّٰه بن عمرو۔ و قال ابو عیسی: حدیث ابن عمر فی اسناده مقال، ولا یصح عن النبی ﷺ فی ھذا الباب کبیر شیء۔

☆ ترمذی ج ۱ ۔ ابواب الزکوٰة، باب ماجاء فی زکوٰة العسل☆ ابن ماجه کتاب الزکوٰة، باب زکوٰة العسل۔ عن عبد اللّٰه بن عمرو۔ ابن ماجه نے عن النبی ﷺ انه اخذ من العسل العشر۔ بیان کیا ھے۔☆ السنن الکبریٰ للبیھقی ج ٤ ۔ کتاب الزکوٰة، باب ما ورد فی العسل۔

ابن عمر کی روایت کے بارے میں امام بیھقی نے مندرجہ ذیل جرح کی ھے۔

تفرد به ھکذا صدقة بن عبد اللّٰه السمین و ھو ضعیف و ضعفه احمد بن حنبل و یحی بن معین و غیرھما و قال

---

(۱) جس گائے سے پیداواری خدمت لی جائے اس پر بھی کوئی زکوٰۃ نہیں۔

ابو عیسٰی الترمذی: سألت محمد بن اسماعیل البخاری عن هذا الحدیث، فقال: هو عن نافع عن النبی ﷺ مرسل۔
اور ابو سیارۃ المتعی کے واسطہ سے مروی روایت کے بارے میں امام بیہقی فرماتے ہیں۔
و هذا اصح ما رُوی فی وجوب العشر فیه و هو منقطع قال ابو عیسٰی الترمذی: سألت محمد بن اسماعیل البخاری عن هذا، فقال: هذا حدیث مرسل۔ و سلیمان ابن موسٰی لم یدرك احدا من اصحاب النبی ﷺ و لیس فی زکوٰۃ العسل شیء یصح قال البخاری و عبد اللّٰه بن محرر متروك الحدیث یعنی بذلك تضعیف۔ و روایته عن الزهری عن ابی سلمة عن ابی هریرة مرفوعا فی العسل۔ اور مندرجه ذیل ہے۔
اخبرنا ابو عبد اللّٰه الحافظ، انبأ ابو اسحاق ابراهیم ابن محمد بن حاتم الزاهد ثنا اسحاق بن ابراهیم ابن عباد الدبری، انبأ عبد الرزاق، عن عبد اللّٰه بن محرر عن الزهری، عن ابی سلمة، عن ابی هریرة قال: کتب رسول اللّٰه ﷺ الی اهل الیمن ان یؤخذ من العسل العشر۔
"حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللّٰہ ﷺ نے اہل یمن کو لکھا کہ عسل کی زکوٰۃ عشر کی صورت میں لی جائے گی۔"

فصل: ۴

سود

ربٰوکی تعریف

۸۶- كُلُّ قَرْضٍ جَرَّ مَنْفَعَةً فَهُوَ وَجْهٌ مِنْ وُّجُوْهِ الرِّبٰو۔ (بیہقی)

''ہر وہ قرض جس سے نفع اٹھایا جائے ربٰو ہے۔''

تخریج: اَخْبَرَنَا اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ الْحَافِظُ، وَ اَبُوْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِیْ عَمْرٍو، قَالَا: ثَنَا اَبُو الْعَبَّاسِ مُحَمَّدُ بْنُ يَعْقُوْبَ، ثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُنْقِذٍ، حَدَّثَنِیْ اِدْرِيْسُ بْنُ يَحْيٰى عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَيَّاشٍ، قَالَ: حَدَّثَنِیْ يَزِيْدُ بْنُ اَبِیْ حَبِيْبٍ عَنْ اَبِیْ مَرْزُوْقٍ التَّجِيْبِیِّ، عَنْ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ صَاحِبِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم اَنَّهٗ قَالَ: كُلُّ قَرْضٍ جَرَّ مَنْفَعَةً فَهُوَ وَجْهٌ مِنْ وُّجُوْهِ الرِّبَا۔ (۱)

تشریح: بعض لوگ اس حدیث کی صحت پر اس دلیل سے کلام کرتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے۔ لیکن جو اصول اس حدیث میں بیان کیا گیا ہے اسے تمام فقہائے امت نے بالاتفاق تسلیم کیا ہے۔ یہ قول عام حدیث کے مضمون کو قوی کر دیتا ہے۔ خواہ روایت کے اعتبار سے اس کی سند ضعیف ہو۔ (سود: کیا تجارتی قرضوں پر سود جائز ہے؟)

ربٰو کا مفہوم

قرآن مجید میں سود کے لیے ''ربٰو'' کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ اس کا مادہ ''ر ب و'' جس کے معنی ہیں زیادتی، نمو، بڑھوتری، اور چڑھنے کا اعتبار سے۔ رَبَا بڑھا اور زیادہ ہوا۔ **ربا فلان الرابیة**۔ وہ ٹیلے پر چڑھ گیا۔ **ربا فلان السویق**۔ اس نے ستو پر پانی ڈالا اور ستو پھول گیا۔ **ربا فی حجرہ** اس نے فلاں کی آغوش میں نشو ونما پایا۔ **اربی الشیء**۔ چیز کو بڑھایا۔ **ربوۃ**۔ بلندی۔ **رابیة**۔ وہ زمین جو عام سطح ارض سے بلند ہو۔ قرآن مجید میں جہاں جہاں اس مادے کے مشتقات آئے ہیں سب جگہ زیادتی اور علو اور نمو کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ مثلاً:

فَاِذَا اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَ رَبَتْ۔ (الحج: ۵)

''جب ہم نے اس پر پانی برسایا تو وہ لہلہا اٹھی اور برگ و بار لانے لگی۔''

يَمۡحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَ يُرۡبِى الصَّدَقٰتِ۔ (البقرہ: ۲۷۶)

”اللہ سود کا مٹھ مار دیتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔“

فَاحۡتَمَلَ السَّيۡلُ زَبَدًا رَّابِيًا۔ (الرعد: ۱۷)

”جھاگ جو اوپر اٹھ آیا تھا، اس کو سیلاب بہالے گیا۔“

فَاَخَذَهُمۡ اَخۡذَةً رَّابِيَةً۔ (الحاقۃ: ۱۰)

”اس نے ان کو پھر زیادہ سختی کے ساتھ پکڑا۔“

اَنۡ تَكُوۡنَ اُمَّةٌ هِىَ اَرۡبٰى مِنۡ اُمَّةٍ۔ (النحل: ۹۲)

”تا کہ ایک قوم دوسری قوم سے بڑھ جائے۔“

آوَيۡنٰهُمَاۤ اِلٰى رَبۡوَةٍ۔ (المومنون: ۵۰)

”ہم نے مریم اور مسیح کو ایک اونچی جگہ پر پناہ دی۔“

اسی مادے سے ”ربو“ ہے اور اس سے مراد مال کی زیادتی، اور اس کا اصل سے بڑھ جانا ہے۔ چناں چہ اس معنی کی تصریح بھی خود قرآن میں کر دی گئی ہے:

وَ ذَرُوۡا مَا بَقِىَ مِنَ الرِّبٰوا... وَ اِنۡ تُبۡتُمۡ فَلَكُمۡ رُءُوۡسُ اَمۡوَالِكُمۡ۔ (البقرہ: ۲۷۹)

”اور جو کچھ تمہارا سود لوگوں پر باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو... اور اگر تم توبہ کر لو تو تمہیں اپنے راس المال (یعنی اصل رقم) لینے کا حق ہے۔“

وَمَاۤ اٰتَيۡتُمۡ مِّنۡ رِّبًا لِّيَرۡبُوَا۟ فِىۡۤ اَمۡوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرۡبُوۡا عِنۡدَ اللّٰهِ۔ (الروم: ۳۹)

”اور جو سود تم نے دیا تھا تا کہ لوگوں کے اموال بڑھیں تو اللہ کے نزدیک اس سے مال نہیں بڑھتا۔“

ان آیات سے صاف ظاہر ہے کہ اصل رقم پر جو زیادتی بھی ہوگی وہ ربٰو کہلائے گی۔ لیکن قرآن مجید نے مطلق ہر زیادتی کو حرام نہیں کیا ہے۔ زیادتی تو تجارت میں بھی ہوتی ہے۔ قرآن مجید جس زیادتی کو حرام قرار دیتا ہے وہ ایک خاص قسم کی زیادتی ہے، اسی لیے وہ اس کو ”الربوا“ کے نام سے یاد کرتا ہے۔ اہل عرب کی زبان میں اسلام سے پہلے بھی معاملہ کی اس خاص نوعیت کو اس اصطلاحی نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ مگر وہ ”الربوا“ کو بیع کی طرح جائز سمجھتے تھے۔ جس طرح موجودہ جاہلیت میں سمجھا جاتا ہے۔ اسلام نے آ کر بتایا کہ راس میں جو زیادتی بیع سے ہوتی ہے وہ اس زیادتی سے مختلف ہے جو ”الربوا“ سے ہوا کرتی ہے۔ پہلی قسم کی زیادتی حلال ہے اور دوسری قسم کی زیادتی حرام۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمۡ قَالُوۡۤا اِنَّمَا الۡبَيۡعُ مِثۡلُ الرِّبٰوا ۘ وَاَحَلَّ اللّٰهُ الۡبَيۡعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا۔ (البقرہ: ۲۷۵)

”سود خواروں کا یہ حشر اس لیے ہوگا کہ انہوں نے کہا کہ بیع بھی ”الربوا“ کے مانند ہے، حالاں کہ اللہ نے بیع کو حلال اور ربٰو کو حرام کیا ہے۔“

چوں کہ ''الربوا'' ایک خاص قسم کی زیادتی کا نام تھا، اور وہ معلوم ومشہور تھی، اس لیے قرآن مجید میں اس کی کوئی تشریح نہیں کی گئی، اور صرف یہ کہنے پر اکتفا کیا گیا کہ اللہ نے اس کو حرام کیا ہے۔ اسے چھوڑ دو۔

جاہلیت کا ربٰو

زمانہ جاہلیت میں ''الربوا'' کا اطلاق جس طرز معاملہ پر ہوتا تھا، اس کی متعدد صورتیں روایات میں آئی ہیں۔ قتادہ کہتے ہیں کہ جاہلیت کا ''ربو'' یہ تھا کہ ایک شخص، ایک شخص کے ہاتھ کوئی چیز فروخت کرتا اور ادائے قیمت کے لیے ایک وقت مقررہ تک مہلت دیتا اگر وہ مدت گزر جاتی اور قیمت ادا نہ ہوتی تو پھر وہ مزید مہلت دیتا اور قیمت میں اضافہ کر دیتا۔

مجاہد کہتے ہیں جاہلیت کا ''ربو'' یہ تھا کہ ایک شخص کسی سے قرض لیتا اور کہتا اگر تو مجھے اتنی مہلت دے تو میں اتنا زیادہ دوں گا۔ (ابن جریر۔ جلد سوم، صفحہ: ۶۲)

ابوبکر جصاص کی تحقیق یہ ہے کہ اہل جاہلیت ایک دوسرے سے قرض لیتے تو باہم یہ طے ہو جاتا کہ اتنی مدت میں اتنی رقم اصل راس المال سے زیادہ ادا کی جائے گی۔ (احکام القرآن، جلد اول)

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق میں اہل جاہلیت کا یہ دستور تھا کہ وہ ایک شخص کو معین مدت کے لیے روپیہ دیتے اور اس سے ماہ بہ ماہ ایک مقررہ رقم سود کے طور پر وصول کرتے رہتے۔ جب وہ مدت ختم ہو جاتی تو مدیون سے راس المال کا مطالبہ کیا جاتا۔ اگر وہ ادا نہ کر سکتا تو پھر ایک مزید مدت کے لیے مہلت دی جاتی اور سود میں اضافہ کر دیا جاتا۔
(تفسیر کبیر جلد دوم، صفحہ: ۳۵۱)

کاروبار کی یہ صورتیں عرب میں رائج تھیں۔ انہی کو اہل عرب اپنی زبان میں ''الربو'' کہتے تھے۔ اور یہی وہ چیز تھی جس کی تحریم کا حکم قرآن مجید میں نازل ہوا۔

حرمت سود کی شدت

۸۷— قرآن میں اور بھی بہت سے گناہوں کی ممانعت کا حکم آیا ہے اور ان پر سخت وعیدیں بھی ہیں۔ لیکن اتنے سخت الفاظ کسی دوسرے گناہ کے بارے میں وارد نہیں ہوئے۔[۱] اسی بنا پر نبی ﷺ نے اسلامی قلم رو میں سود کو روکنے کے لیے سخت کوشش فرمائی۔ آپ ﷺ نے نجران کے عیسائیوں سے جو معاہدہ کیا اس میں صاف طور پر لکھ دیا کہ اگر تم سودی کاروبار کرو گے تو معاہدہ کالعدم ہو جائے گا۔ اور ہم کو تم سے جنگ کرنی پڑے گی۔ بنو مغیرہ کے سود خوار عرب میں مشہور تھے، فتح مکہ کے بعد حضور ﷺ نے ان کی تمام سودی رقمیں باطل کر دیں۔ اور اپنے عامل مکہ کو لکھا کہ اگر وہ باز نہ آئیں تو ان سے جنگ کرو۔ خود حضور ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ ایک بڑے مہاجن تھے۔ حجۃ الوداع میں آپ ﷺ نے اعلان فرمادیا کہ جاہلیت کے تمام سود ساقط کیے جاتے ہیں اور سب سے پہلے میں خود اپنے چچا عباس کا سود باطل کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے یہاں تک فرمادیا کہ سود لینے والے اور دینے والے، اور اس کی دستاویز کے کاتب اور اس پر گواہی دینے والے، سب پر اللہ کی لعنت!

تخریج:〈۱〉 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، وَ عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ، وَ هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ،

---

(۱) ایک حدیث میں ہے کہ سود کا گناہ اپنی ماں کے ساتھ زنا کرنے سے ستر درجہ زیادہ ہے۔ (ابن ماجہ)

وَ سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدِّمَشْقِيَانِ وَ رُبَما زَادَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضِ الْكَلِمَةَ وَالشَّيْءَ، قَالُوْا: ثَنَا حَاتِمُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ، ثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْهِ، قَالَ دَخَلْنَا عَلٰى جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، فَلَمَّا انْتَهَيْنَا اِلَيْهِ، سَالَ عَنِ الْقَوْمِ حَتّٰى انْتَهٰى اِلَيَّ، فَقُلْتُ: اَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ، فَاَهْوٰى بِيَدِهٖ اِلٰى رَاْسِيْ فَنَزَعَ زِرِّيَ الْاَعْلٰى، ثُمَّ نَزَعَ زِرِّيَ الْاَسْفَلِ، ثُمَّ وَضَعَ كَفَّهُ بَيْنَ ثَدْيَيَّ، وَ اَنَا يَوْمَئِذٍ غُلَامٌ شَابٌّ، فَقَالَ: مَرْحَبًا بِكَ وَ اَهْلًا يَابْنَ اَخِيْ سَلْ عَمَّا شِئْتَ، فَسَاَلْتُهُ وَ هُوَ اَعْمٰى وَ جَاءَ وَقْتُ الصَّلَاةِ، فَقَامَ فِيْ نِسَاجَةٍ مُلْتَحِفًا بِهَا، يعنى ثوبًا مُلَتَّفًا، كُلَّمَا وَضَعَهَا عَلٰى مَنْكِبِهٖ، رَجَعَ طَرْفَاهَا اِلَيْهِ مِنْ صِغْرِهَا۔ فَصَلّٰى بِنَا وَرِدَاؤُهُ اِلٰى جَنْبِهٖ عَلَى الْمِشْجَبِ، فَقُلْتُ: اَخْبِرْنِيْ عَنْ حَجَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَقَالَ بِيَدِهٖ فَعَقَدَ تِسْعًا، ثُمَّ قَالَ: اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مَكَثَ تِسْعَ سِنِيْنَ لَمْ يَحُجَّ، ثُمَّ اَذَّنَ فِي النَّاسِ فِي الْعَاشِرَةِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ حَاجٌّ...فَرَكِبَ حَتّٰى اَتٰى بَطْنَ الْوَادِيِّ، فَخَطَبَ النَّاسَ... وَ رِبَا الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوْعٌ، وَ اَوَّلُ رِبًا اَضَعُهُ رِبَانَا: رِبَا عَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَاِنَّهٗ مَوْضُوْعٌ كُلُّهٗ۔(۲)

﴿۲﴾ وَ رَوٰى اَبُوْ عُبَيْدِ الْقَاسِمُ بْنُ سَلَّامٍ۔ قَالَ: حَدَّثَنِيْ اَيُّوْبُ الدِّمَشْقِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ سَعْدَانُ بْنُ يَحْيٰى عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ حُمَيْدٍ، عَنْ اَبِيْ مَلِيْحِ الْهُذَلِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ صَالَحَ اَهْلَ نَجْرَانَ فَكَتَبَ اِلَيْهِمْ كِتَابًا فِيْ آخِرِهٖ عَلٰى اَنْ لَّا تَاْكُلُوْا الرِّبَا فَمَنْ اَكَلَ الرِّبَا فَذِمَّتِيْ مِنْهُ بَرِيْئَةٌ۔(۳)

﴿۳﴾ حَدَّثَنَا مُصَرِّفُ بْنُ عَمْرٍو الْيَامِيُّ، ثَنَا يُوْنُسُ۔ يعنى ابْنَ بُكَيْرٍ، ثَنَا اَسْبَاطُ بْنُ نَصْرٍ الْهَمْدَانِيْ، عَنْ اِسْمَاعِيْلَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْقُرَشِيِّ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: صَالَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَهْلَ نَجْرَانَ عَلٰى اَلْفَيْ حُلَّةٍ، النِّصْفُ فِيْ صَفَرٍ، وَالْبَقِيَّةُ فِيْ رَجَبٍ، يُؤَدُّوْنَهَا اِلَى الْمُسْلِمِيْنَ، وَ عَارِيَةً ثَلَاثِيْنَ دِرْعًا، وَ ثَلَاثِيْنَ فَرَسًا، وَ ثَلَاثِيْنَ مِنْ كُلِّ صِنْفٍ مِنْ اَصْنَافِ السِّلَاحِ، يَغْزُوْنَ بِهَا، وَالْمُسْلِمُوْنَ ضَامِنُوْنَ لَهَا حَتّٰى يَرُدُّوْهَا عَلَيْهِمْ اِنْ كَانَ بِالْيَمَنِ كَيْدٌ اَوْ غَدْرَةٌ عَلٰى اَنْ لَّا تُهْدَمَ لَهُمْ بِيْعَةٌ۔ وَلَا يُخْرَجَ لَهُمْ قَسٌّ، وَلَا يُفْتَنُوْا عَنْ دِيْنِهِمْ مَالَمْ يُحْدِثُوْا حَدَثًا اَوْ يَاْكُلُوا الرِّبَا۔ قَالَ اِسْمَاعِيْلُ: فَقَدْ اَكَلُوْا الرِّبَا۔ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: اِذَا نَقَضُوْا بَعْضَ مَا اشْتَرَطَ عَلَيْهِمْ فَقَدْ اَحْدَثُوْا۔(۴)

﴿۴﴾ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ، وَ اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِیْم جَمِیْعًا عَنْ حَاتِمٍ، قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ: حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ اِسْمَاعِیْلَ الْمَدَنِیُّ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ اَبِیْهِ، قَالَ: دَخَلْنَا عَلٰی جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ فَسَاَلَ عَنِ الْقَوْمِ حَتّٰی انْتَهٰی اِلَیَّ...فَاَتٰی بَطْنَ الْوَادِی فَخَطَبَ النَّاسَ وَ قَالَ: اِنَّ دِمَآءَ كُمْ وَ اَمْوَالَكُمْ حَرَامٌ عَلَیْكُمْ كَحُرْمَةِ یَوْمِكُمْ هٰذَا فِیْ شَهْرِكُمْ هٰذَا فِیْ بَلَدِكُمْ هٰذَا۔ اَلَا كُلُّ شَیْءٍ مِنْ اَمْرِ الْجَاهِلِیَّةِ تَحْتَ قَدَمَیَّ مَوْضُوْعٌ وَ دِمَاءُ الْجَاهِلِیَّةِ مَوْضُوْعَةٌ۔ وَ اِنَّ اَوَّلَ دَمٍ اَضَعُ مِنْ دِمَآءِ نَا دَمُ ابْنِ رَبِیْعَةَ بْنِ الْحَارِثِ كَانَ مُسْتَرْضِعًا فِیْ بَنِیْ سَعْدٍ فَقَتَلَتْهُ هُذَیْلٌ وَ رِبَا الْجَاهِلِیَّةِ مَوْضُوْعَةٌ وَ اَوَّلُ رِبَا اَضَعُ رِبَانَا رِبَا عَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَاِنَّهٗ مَوْضُوْعٌ كُلُّهٗ۔ (الحدیث) (۵)

﴿۵﴾ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ، وَ زُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ وَ عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ، قَالُوْا: نَا هُشَیْمٌ: اَنَا اَبُو الزُّبَیْرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اٰكِلَ الرِّبَا وَ مُوْكِلَهٗ، وَ كَاتِبَهٗ وَ شَاهِدَیْهِ، وَ قَالَ هُمْ سَوَاءٌ۔ (۶)

﴿۶﴾ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِیْدٍ، ثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اِدْرِیْسَ عَنْ اَبِیْ مَعْشَرٍ، عَنْ سَعِیْدٍ الْمَقْبُرِیِّ، عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اَلرِّبَا سَبْعُوْنَ حُوْبًا۔ اَیْسَرُهَا اَنْ یَّنْكِحَ الرَّجُلُ اُمَّهٗ۔ (۷)

تشریح: ان تمام احکام کا منشا یہ تھا کہ محض سود کی ایک خاص قسم یعنی یوژری (مہاجنی سود) کو بند کیا جائے اور اس کے سوا تمام اقسام کے سود کا دروازہ کھلا رہے۔ بلکہ ان سے اصل مقصد سرمایہ دارانہ اخلاق، سرمایہ دارانہ ذہنیت، سرمایہ دارانہ نظام تمدن اور سرمایہ دارانہ نظم معیشت کا کلی استیصال کر کے وہ نظام قائم کرنا تھا، جس میں بخل کے بہ جائے فیاضی ہو، خودغرضی کے بہ جائے ہمدردی اور امداد باہمی ہو، سود کے بجائے زکوٰۃ ہو، بینک کی جگہ بیت المال ہو، اور وہ حالات ہی سرے سے پیش نہ آئیں جن سے معاملہ کرنے کے لیے نظام سرمایہ داری میں کوآپریٹو سوسائٹیوں اور انشورنس کمپنیوں اور پراویڈنٹ فنڈس وغیرہ کی ضرورت پیش آتی ہے اور آخر کار اشتراکیت کا غیر فطری پروگرام اختیار کرنا پڑتا ہے۔ (سود، سود کے متعلق اسلامی احکام ''حرمت سود کی شدت'')

الربٰو کے مفہوم کا ماخذ اور قدر مشترک

الربٰوا کا مفہوم متعین کرنے اور اس کی علت حرمت معلوم کرنے میں ہمارا انحصار صرف ان معاملات کی نوعیت پر ہی نہیں ہے جو اس وقت عرب میں رائج تھے۔ بلکہ لغت، بیان قرآن، حدیث اور فقہائے امت کی توضیحات اس کے اصل ماخذ ہیں، اور ان کے ساتھ ایک مددگار چیز یہ بھی ہے کہ اس وقت جن معاملات پر ربٰو کا اطلاق ہوتا تھا ان میں قدر مشترک معلوم کی جائے۔

آپ فرماتے ہیں کہ ان میں قدر مشترک صرف اصل سے زائد ایک رقم لینا ہی نہ تھا بلکہ یہ بھی تھا کہ یہ زائد رقم حاجت مندوں کی ذاتی ضروریات کے لیے قرض دے کر وصول کی جاتی تھی۔ لیکن اول تو اس کا اعتبار علت حکم مشخص کرنے میں اس لیے نہیں کیا جا سکتا کہ نہ قرآن نے اس کی طرف کوئی اشارہ کیا ہے اور نہ سنت میں کوئی چیز ایسی ملتی ہے جس کی بنا پر یہ فرض کیا جائے کہ حاجت مندوں سے زائد رقم وصول کرنا وجہ حرمت ہے۔ دوسرے ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ اس وقت قرض کے معاملات صرف اسی نوعیت تک محدود تھے۔ جہاں تک عرب کے تجارتی معاملات کا تعلق ہے، ان کے بارے میں نہ یہ تصریح ہمارے علم میں آئی ہے کہ وہ قرض کے سرمائے سے چلتے تھے، اور نہ یہ تصریح ہم تک پہنچی ہے کہ ان میں قرض کا عنصر بالکل ہی شامل نہ ہوتا تھا۔ (سود، کیا تجارتی قرضوں...)

۸۸-اِنَّ الرِّبَا وَ اِنْ کَثُرَ فَاِنَّ عَاقِبَتَهٗ تَصِیْرُ اِلٰی قُلٍّ۔ (ابن ماجه، بیهقی، احمد)

''سود اگر چہ کتنا ہی زیادہ ہو مگر انجام کار وہ کمی کی طرف پلٹتا ہے۔''

تخریج: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، حَدَّثَنِیْ اَبِیْ، ثَنَا حَجَّاجٌ، ثَنَا شَرِیْکٌ عَنِ الرُّکَیْنِ بْنِ الرَّبِیْعِ، عَنْ اَبِیْهِ، عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ، اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ: الرِّبَا، وَ اِنْ کَثُرَ، فَاِنَّ عَاقِبَتَهٗ تَصِیْرُ اِلٰی قُلٍّ۔ (۸)

تشریح: یہ ایک نیا نظریہ ہے جو سرمایہ داری کے نظریہ کی بالکل ضد ہے۔ خرچ کرنے سے دولت کا بڑھنا اور خرچ کیے ہوئے مال کا ضائع نہ ہونا بلکہ اس کا پورا بدل کچھ زائد فائدے کے ساتھ واپس آنا، سود سے دولت میں اضافہ ہونے کے بجائے الٹا گھاٹا ہونا، زکوٰۃ وصدقات سے دولت میں کمی واقع ہونے کے بجائے اضافہ ہونا، یہ ایسے نظریات ہیں جو بظاہر عجیب معلوم ہوتے ہیں۔ سننے والا سمجھتا ہے کہ شاید ان سب باتوں کا تعلق محض ثواب آخرت سے ہوگا۔ اس میں شک نہیں کہ ان باتوں کا تعلق ثواب آخرت سے بھی ہے، اور اسلام کی نگاہ میں اصلی اہمیت اسی کی ہے، لیکن اگر غور سے دیکھا جائے۔ تو معلوم ہوگا کہ اس دنیا میں بھی معاشی حیثیت سے یہ نظریات ایک نہایت مضبوط بنیاد پر قائم ہیں۔ دولت کو جمع کرنے اور اس کو سود پر چلانے کا آخری نتیجہ یہ ہے کہ دولت سمٹ سمٹ کر چند افراد کے پاس اکٹھی ہو جائے۔ جمہور کی قوت خرید (Purchasing Power) روز بروز گھٹتی چلی جائے۔ صنعت اور تجارت اور زراعت میں کساد بازاری رونما ہو، قوم کی معاشی زندگی تباہی کے سرے پر جا پہنچے، اور آخر کار خود سرمایہ دار افراد کے لیے بھی اپنی جمع شدہ دولت کو افزائش دولت کے کاموں میں لگانے کا کوئی موقع باقی نہ رہے۔ (سود، اسلامی نظم معیشت ''خرچ کرنے کا حکم'')

سود کے متعلقات

۸۹-عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلذَّهَبُ بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ وَالشَّعِیْرُ بِالشَّعِیْرِ وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ وَالْمِلْحُ بِالْمِلْحِ مِثْلًا بِمِثْلٍ سَوَاءً بِسَوَاءٍ یَدًا بِیَدٍ، فَاِذَا اخْتَلَفَتْ هٰذِهِ الْاَصْنَافُ فَبِیْعُوْا کَیْفَ شِئْتُمْ اِذَا کَانَ یَدًا بِیَدٍ۔

(مسلم کتاب البیوع باب الربا)

''عبادہ بن صامت سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا سونے کا مبادلہ سونے سے اور چاندی کا چاندی سے اور گیہوں کا گیہوں سے اور جو کا جو سے اور کھجور کا کھجور سے اور نمک کا نمک سے اس طرح ہونا چاہیے کہ جیسے کا تیسا، اور برابر برابر اور دست بدست ہو۔ البتہ اگر مختلف اصناف کی چیزوں کا ایک دوسرے سے مبادلہ ہو تو پھر جس طرح چاہو بشرطے کہ لین دین دست بدست ہو جائے۔'' (احمد، مسلم، والنسائی، احمد و ابن ماجه و ابی داؤد نحوه و فی آخره) ان نبیع البر بالشعیر والشعیر بالبر یدا بید کیف شئنا۔

(مسند احمد اور صحیح مسلم۔ یہی حدیث نسائی اور ابن ماجہ اور ابوداؤد میں بھی آئی ہے اور اس کے آخر میں اتنا اضافہ اور ہے) ''اور آپ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم گیہوں کا مبادلہ جو سے اور جو کا گیہوں سے دست بدست جس طرح چاہیں کریں۔''

تخریج:﴿۱﴾ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ، وَ عَمْرٌو النَّاقِدُ، وَ اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ وَاللَّفْظُ لِاِبْنِ اَبِیْ شَيْبَةَ، قَالَ اِسْحَاقُ: اَنَا وَ قَالَ الْاٰخَرَانِ: نَا وَكِيْعٌ قَالَ: نَا سُفْيَانُ عَنِ الْحَذَّاءِ، عَنْ اَبِیْ قِلَابَةَ، عَنْ اَبِی الْاَشْعَثِ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ، وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ، وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ وَالشَّعِيْرُ بِالشَّعِيْرِ، وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ، وَالْمِلْحُ بِالْمِلْحِ مِثْلًا بِمِثْلٍ سَوَاءً بِسَوَاءٍ، يَدًا بِيَدٍ، فَاِذَا اخْتَلَفَتْ هٰذِهِ الْاَصْنَافُ فَبِيْعُوْا كَيْفَ شِئْتُمْ اِذَا كَانَ يَدًا بِيَدٍ۔(۹)

﴿۲﴾ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بَزِيْعٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيْدُ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَلَمَةُ وَ هُوَ ابْنُ عَلْقَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ، عَنْ مُسْلِمِ بْنِ يَسَارٍ، وَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَتِيْكٍ، قَالَا: جَمَعَ الْمَنْزِلُ بَيْنَ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ وَ مُعَاوِيَةَ حَدَّثَهُمْ عُبَادَةُ قَالَ: نَهَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ بَيْعِ الذَّهَبِ بِالذَّهَبِ وَالْوَرِقِ بِالْوَرِقِ، وَالْبُرِّ بِالْبُرِّ، وَالشَّعِيْرِ بِالشَّعِيْرِ، وَالتَّمْرِ بِالتَّمْرِ، قَالَ اَحَدُهُمَا: وَالْمِلْحِ بِالْمِلْحِ۔ وَلَمْ يَقُلْهُ الْاٰخَرُ اِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ يَدًا بِيَدٍ وَ اَمَرَنَا نَبِيْعَ الذَّهَبَ بِالْوَرِقِ، وَالْوَرِقَ بِالذَّهَبِ وَالْبُرَّ بِالشَّعِيْرِ، وَالشَّعِيْرَ بِالْبُرِّ يَدًا بِيَدٍ كَيْفَ شِئْنَا۔ الخ۔(۱۰)

﴿۳﴾ حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، ثَنَا ضَحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ، ثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، اَخْبَرَنِیْ عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ اَنَّ اَبَا صَالِحِ الزَّيَّاتِ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِیَّ يَقُوْلُ: الدِّيْنَارُ بِالدِّيْنَارِ، وَالدِّرْهَمُ بِالدِّرْهَمِ، فَقُلْتُ لَهٗ. فَاِنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ لَا يَقُوْلُهٗ، فَقَالَ اَبُوْ سَعِيْدٍ: سَاَلْتُهٗ، فَقُلْتُ: سَمِعْتَهٗ مِنَ النَّبِیِّ ﷺ اَوْ وَجَدْتَّهٗ فِیْ كِتَابِ اللّٰهِ؟ فَقَالَ: كُلَّ ذٰلِكَ لَا اَقُوْلُ وَ اَنْتُمْ اَعْلَمُ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مِنِّیْ وَ لٰكِنْ اَخْبَرَنِیْ اُسَامَةُ: اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ: لَا رِبٰى اِلَّا فِی النَّسِيْئَةِ۔ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ: سَمِعْتُ سُلَيْمَانَ بْنَ حَرْبٍ، يَقُوْلُ: لَا رِبٰى اِلَّا فِی النَّسِيْئَةِ،

قَالَ: هٰذَا عِنْدَنَا فِي الذَّهَبِ بِالْوَرِقِ وَالْحِنْطَةِ بِالشَّعِيْرِ مُتَفَاضِلاً وَلَا بَاْسَ بِهٖ يَدًا بِيَدٍ، وَلَا خَيْرَ فِيْهِ نَسِيْئَةً۔(۱۱)

〈۴〉 حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ وَ عَمْرُو النَّاقِدُ، وَ اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ، وَابْنُ اَبِىْ عُمَرَ، وَاللَّفْظُ لِعَمْرٍو، قَالَ اِسْحَاقُ: اَنَا، وَ قَالَ الْاٰخَرُوْنَ: نَا، سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ ابْنِ اَبِىْ يَزِيْدَ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُوْلُ: اَخْبَرَنِىْ اُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: اِنَّمَا الرِّبَا فِي النَّسِيْئَةِ۔ اور ایک دوسری روایت میں جو انہی سے مروی ہے، میں اَلرِّبَا فِي النَّسِيْئَةِ ہے۔(۱۲)

تشریح: شریعت اسلامی کے قواعد میں سے ایک قاعدہ یہ بھی ہے کہ جس چیز کو حرام کیا جاتا ہے اس کی طرف جانے کے جتنے رستے ممکن ہیں ان سب کو بند کر دیا جاتا ہے، بلکہ اس کی طرف پیش قدمی کی ابتدا جس مقام سے ہوتی ہے وہیں روک لگا دی جاتی ہے تاکہ انسان اس کے قریب بھی نہ جانے پائے۔ نبی ﷺ نے اس قاعدے کو ایک لطیف مثال میں بیان فرمایا ہے۔ عرب کی اصطلاح میں حمٰی اس چراگاہ کو کہتے ہیں جو کسی شخص نے اپنے جانوروں کے لیے مخصوص کر لی ہو اور جس میں دوسروں کے لیے اپنے جانور چرانا ممنوع ہو حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ ”ہر بادشاہ کی ایک حمٰی ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی حمٰی اس کے وہ حدود ہیں جن سے باہر قدم نکالنے کو اس نے حرام قرار دیا ہے۔ جو جانور حمٰی کے اردگرد چرتا پھرتا ہے۔ بعید نہیں کہ کسی وقت چرتے چرتے وہ حمٰی کے حدود میں بھی داخل ہو جائے۔ اسی طرح جو شخص اللہ تعالیٰ کی حمٰی یعنی اس کے حدود کے اطراف میں چکر لگاتا رہتا ہے اس کے لیے ہر وقت یہ خطرہ ہے کہ کب اس کا پاؤں پھسل جائے اور وہ حرام میں مبتلا ہو جائے۔ لہٰذا جو امور حلال وحرام کے درمیان واسطہ ہیں، ان سے بھی پرہیز لازم ہے تاکہ تمہارا دین محفوظ رہے۔

یہی مصلحت ہے جس کو مدنظر رکھ کر شارع حکیم نے ہر ممنوع چیز کے اطراف میں حرمت اور کراہیت کی ایک مضبوط باڑھ لگا دی ہے۔ اور ارتکاب ممنوعات کے ذرائع پر بھی ان کے قرب وبعد کے لحاظ سے سخت یا نرم پابندیاں عائد کر دی ہیں۔

سود کے مسئلہ میں ابتدائی حکم صرف یہ تھا کہ قرض کے معاملات میں جو سودی لین دین ہوتا ہے وہ قطعاً حرام ہے۔ چناں چہ اسامہ بن زید سے جو حدیث مروی ہے اس میں حضور ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ (**انما الربا النسیئة او فی بعض الالفاظ لا ربا الا فی النسیئة**) یعنی سود صرف قرض کے معاملات میں ہے۔ لیکن بعد میں آں حضرت ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی اس حمٰی کے اردگرد بندشیں لگانا ضروری سمجھا تاکہ لوگ اس کے قریب بھی نہ پھٹک سکیں۔ اسی قبیل سے وہ فرمان نبوی ہے جس میں سود کھانے اور کھلانے کے ساتھ سود کی دستاویز لکھنے اور اس پر گواہی دینے کو بھی حرام کیا گیا ہے۔ اور اسی قبیل سے وہ احادیث ہیں جن میں ربوا الفضل کی تحریم کا حکم دیا گیا ہے۔(۱)

---

(۱) حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے ابتدا میں اسی حدیث کی بنا پر یہ فتویٰ دیا تھا کہ سود صرف قرض کے معاملات میں ہے۔ دست بدست لین دین میں نہیں ہے۔ لیکن جب بعد میں ان کو متواتر روایات سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ نے نقد معاملات میں بھی تفاضل کو منع فرمایا ہے تو انہوں نے اپنے پہلے قول سے رجوع کر لیا۔ چناں چہ حضرت جابرؓ کی روایت ہے کہ رجع ابن عباس من قولہ فی الصرف وعن قولہ فی المتعۃ اسی طرح حاکم نے حیان العدوی کے طریق سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے بعد میں اپنے سابق فتوے پر توبہ واستغفار کی اور نہایت سختی کے ساتھ ربٰو الفضل سے منع کرنے لگے۔

ربوٰا الفضل کا مفہوم

ربوٰا الفضل اس زیادتی کو کہتے ہیں جو ایک ہی جنس کی دو چیزوں کی دست بدست لین دین میں ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کو حرام قرار دیا ہے۔ کیوں کہ اس سے زیادہ ستانی کا دروازہ کھلتا ہے اور انسان میں وہ ذہنیت پرورش پاتی ہے جس کا آخری ثمرہ سودخواری ہے۔ چناں چہ حضور ﷺ نے خود ہی اس مصلحت کو اس حدیث میں بیان فرمادیا ہے جس کو ابوسعید خدریؓ نے بدیں الفاظ نقل کیا ہے کہ (لَا تَبِيعُوا الدِّرْهَمَ بِدِرْهَمَيْنِ فَاِنِّی اَخَافُ عَلَيْكُمُ الرِّمَا۔ وَالرِّمَا هُوَا الرِّبَا) ''ایک درہم کو دو درہموں کے عوض فروخت نہ کرو کیوں کہ مجھے خوف ہے کہ کہیں تم سودخواری میں نہ مبتلا ہو جاؤ۔''

سود کی اس قسم کے متعلق نبی ﷺ سے جو دیگر احکام منقول ہیں ان کو یہاں لفظ بلفظ نقل کیا جاتا ہے:

۹۰-عَنْ اَبِی سَعِيدٍ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ اَلذَّهَبُ بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ وَالشَّعِيرُ بِالشَّعِيرِ وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ وَالْمِلْحُ بِالْمِلْحِ مِثْلًا بِمِثْلٍ يَدًا بِيَدٍ فَمَنْ زَادَ اَوِ اسْتَزَادَ فَقَدْ اَرْبٰی، اَلْاٰخِذُ وَالْمُعْطِی فِيهِ سَوَاءٌ۔ (بخاری و احمد و مسلم و فی لفظ) لَا تَبِيعُوا الذَّهَبَ بِالذَّهَبِ وَلَا الْوَرِقَ بِالْوَرِقِ اِلَّا وَزْنًا بِوَزْنٍ مِثْلًا بِمِثْلٍ سَوَاءً بِسَوَاءٍ۔

(احمد و مسلم)

''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا سونے کا مبادلہ سونے سے، چاندی کا چاندی سے، گیہوں کا گیہوں سے، جو کا جو سے، کھجور کا کھجور سے نمک کا نمک سے، جیسے کا تیسا اور دست بدست ہونا چاہیے۔ جس نے زیادہ دیا یا لیا، اس نے سودی معاملہ کیا، لینے والا اور دینے والا دونوں گناہ میں برابر ہیں۔'' (بخاری، احمد، مسلم اور ایک دوسری روایت میں ہے)
''سونے کو سونے کے عوض اور چاندی کو چاندی کے عوض فروخت نہ کرو مگر وزن میں مساوی، جوں کا توں اور برابر سرابر۔''
(احمد و مسلم)

تخریج:〈۱〉 حَدَّثَنَا اَبُو بَكْرِ بْنُ اَبِی شَيْبَةَ، قَالَ: نَا وَكِيعٌ، قَالَ: نَا اِسْمَاعِيلُ بْنُ مُسْلِمٍ الْعَبْدِیُّ، قَالَ: نَا اَبُو الْمُتَوَكِّلِ النَّاجِیُّ، عَنْ اَبِی سَعِيدٍ الْخُدْرِیِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: اَلذَّهَبُ بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ، وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ، وَالشَّعِيرُ بِالشَّعِيرِ، وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ، وَالْمِلْحُ بِالْمِلْحِ مِثْلًا بِمِثْلٍ يَدًا بِيَدٍ، فَمَنْ زَادَ اَوِاسْتَزَادَ فَقَدْ اَرْبٰی الْاٰخِذُ وَالْمُعْطِی فِيهِ سَوَاءٌ۔ (۱۳)

〈۲〉 حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: نَا يَعْقُوبُ يعنی ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْقَارِیُّ، عَنْ سُهَيْلٍ، عَنْ اَبِيهِ عَنِ ابْنِ سَعِيدٍ الْخُدْرِی، اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: لَا تَبِيعُوا الذَّهَبَ بِالذَّهَبِ، وَلَا الْوَرِقَ بِالْوَرِقِ اِلَّا وَزْنًا بِوَزْنٍ مِثْلًا بِمِثْلٍ سَوَاءً بِسَوَاءٍ۔ (۱٤)

۹۱– وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا تَبِيْعُوا الذَّهَبَ بِالذَّهَبِ اِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ وَلَا تُشِفُّوْا بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ وَلَا تَبِيْعُوْا مِنْهَا غَائِبًا بِحَاضِرٍ۔ (بخاری و مسلم)

''حضرت ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا سونے کو سونے کے عوض نہ بیچو مگر جوں کا توں اور چاندی کو چاندی کے عوض نہ بیچو مگر جوں کا توں۔ کوئی کسی کو زیادہ نہ دے اور نہ غائب کا تبادلہ حاضر سے کرو۔'' (بخاری و مسلم)

تخریج: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ اَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ، عَنْ اَبِىْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: لَا تَبِيْعُوا الذَّهَبَ بِالذَّهَبِ اِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ وَلَا تُشِفُّوْا بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ، وَلَا تَبِيْعُوا الْوَرِقَ بِالْوَرِقِ اِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ، وَلَا تُشِفُّوْا بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ، وَلَا تَبِيْعُوْا مِنْهَا غَائِبًا بِنَاجِزٍ۔(۱۵)

۹۲–عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ التَّمْرُ بِالتَّمْرِ وَالْحِنْطَةُ بِالْحِنْطَةِ وَالشَّعِيْرُ بِالشَّعِيْرِ وَالْمِلْحُ بِالْمِلْحِ مِثْلًا بِمِثْلٍ يَدًا بِيَدٍ فَمَنْ زَادَ اَوِ اسْتَزَادَ فَقَدْ اَرْبٰى اِلَّا مَا اخْتَلَفَتْ اَلْوَانُهٗ۔
(مسلم)

''ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کھجور کا مبادلہ کھجور سے گیہوں کا گیہوں سے، جو کا جو سے اور نمک کا نمک سے جوں کا توں اور دست بدست ہونا چاہیے۔ جس نے زیادہ دیا یا زیادہ لیا اس نے سودی معاملہ کیا۔ سوائے اس صورت کے جب کہ ان اشیاء کے رنگ مختلف ہوں۔''

تخریج: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ وَوَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰى قَالَا: نَا ابْنُ فُضَيْلٍ عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ اَبِىْ زُرْعَةَ، عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اَلتَّمْرُ بِالتَّمْرِ، وَالْحِنْطَةُ بِالْحِنْطَةِ، وَالشَّعِيْرُ بِالشَّعِيْرِ، وَالْمِلْحُ بِالْمِلْحِ، مِثْلًا بِمِثْلٍ، يَدًا بِيَدٍ، فَمَنْ زَادَ اَوِ اسْتَزَادَ فَقَدْ اَرْبٰى اِلَّا مَا اخْتَلَفَتْ اَلْوَانُهٗ۔(۱۶)

۹۳– عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِىْ وَقَّاصٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ سُئِلَ عَنْ شِرَاءِ التَّمْرِ بِالرُّطَبِ فَقَالَ اَيَنْقُصُ الرُّطَبُ اِذَا يَبِسَ فَقَالَ نَعَمْ فَنَهَاهُ عَنْ ذٰلِكَ۔

(مالک، والترمذی، و ابو داؤد، والنسائی، وابن ماجه)

''سعد بن ابی وقاصؓ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ سے پوچھا گیا اور میں سن رہا تھا کہ خشک کھجور کا تر کھجور کے ساتھ مبادلہ کس طریقہ پر کیا جائے۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کیا تر کھجور سوکھنے کے بعد کم ہو جاتی ہے؟ سائل نے عرض کیا ہاں۔ تب آپ نے سرے سے اس مبادلہ ہی کو منع فرما دیا۔''

تخریج: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَزِيْدَ، اَنَّ زَيْدًا اَبَا عَيَّاشٍ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ سَاَلَ سَعْدَ بْنَ اَبِىْ وَقَّاصٍ عَنِ الْبَيْضَاءِ بِالسُّلْتِ، فَقَالَ لَهٗ سَعْدٌ: اَيُّهُمَا

اَفْضَلُ؟ قَالَ الْبَيْضَاءُ: فَنَهَاهُ عَنْ ذَالِكَ، وَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يُسْأَلُ عَنْ شِرَاءِ التَّمْرِ بِالرُّطَبِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: اَيَنْقُصُ الرُّطَبُ اِذَا يَبِسَ؟ قَالُوْا: نَعَمْ، فَنَهَاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَنْ ذَالِكَ۔ (۱۷)

۹۴- عَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ قَالَ كُنَّا نُرْزَقُ تَمْرَ الْجَمْعِ وَ هُوَ الْخِلْطُ مِنَ التَّمْرِ وَ كُنَّا نَبِيْعُ صَاعَيْنِ بِصَاعٍ فَقَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم لَا صَاعَيْنِ بِصَاعٍ وَلَا دِرْهَمَيْنِ بِدِرْهَمٍ۔

"ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم لوگوں کو بالعموم اجرتوں اور تنخواہوں میں مخلوط قسم کی کھجوریں ملا کرتی تھیں۔ اور ہم دو دو صاع مخلوط کھجوریں دے کر ایک صاع اچھی قسم کی کھجوریں لے لیا کرتے تھے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ دو صاع کا مبادلہ ایک صاع سے کرو اور نہ دو درہم کا ایک درہم سے۔" (بخاری)

تخریج: حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ، ثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيٰى، عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ، عَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ، قَالَ: كُنَّا نُرْزَقُ تَمْرَ الْجَمْعِ وَ هُوَ الْخِلْطُ مِنَ التَّمْرِ، وَ كُنَّا نَبِيْعُ صَاعَيْنِ بِصَاعٍ، فَقَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم: لَا صَاعَيْنِ بِصَاعٍ، وَلَا دِرْهَمَيْنِ بِدِرْهَمٍ۔ (۱۸)

۹۵- عَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ وَ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اِسْتَعْمَلَ رَجُلاً عَلٰى خَيْبَرَ فَجَآءَهٗ بِتَمْرٍ جَنِيْبٍ فَقَالَ اَكُلُّ تَمْرِ خَيْبَرَ هٰكَذَا۔ قَالَ لَا وَاللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا لَنَا خُذُ الصَّاعَ مِنْ هٰذَا بِالصَّاعَيْنِ وَالصَّاعَيْنِ بِالثَّلَاثِ فَقَالَ لَا تَفْعَلْ بِعِ الْجَمْعَ بِالدَّرَاهِمِ ثُمَّ ابْتَعْ بِالدَّرَاهِمِ جَنِيْباً وَ قَالَ فِی الْمِيْزَانِ مِثْلُ ذٰلِكَ۔ (بخاری و مسلم)

"ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو خیبر کا تحصیل دار مقرر کر کے بھیجا۔ وہ وہاں سے (مال گزاری) میں عمدہ قسم کی کھجوریں لے کر آیا۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا خیبر کی ساری کھجوریں ایسی ہی ہوتی ہیں؟ اس نے کہا، نہیں یارسول اللہ ہم جو ملی جلی کھجوریں وصول کرتے ہیں انہیں کبھی دو صاع کے بدلے ایک صاع کے حساب سے اور کبھی تین صاع کے بدلے دو صاع کے حساب سے ان اچھی کھجوروں سے بدل لیا کرتے ہیں۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسا نہ کرو پہلے ان مخلوط کھجوروں کو درہموں کے عوض فروخت کر دو، پھر اچھی قسم کی کھجوریں درہموں کے عوض خرید لو یہی بات آپ نے وزن کے حساب سے مبادلہ کرنے کی صورت میں بھی ارشاد فرمائی۔" (بخاری و مسلم)

تخریج: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، اَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ الْمَجِيْدِ بْنِ سُهَيْلِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ اَبِیْ سَعِيْدِ الْخُدْرِیِّ وَ اَبِیْ هُرَيْرَةَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اسْتَعْمَلَ رَجُلاً عَلٰى خَيْبَرَ، فَجَآءَهُمْ بِتَمْرٍ جَنِيْبٍ، قَالَ: اَكُلُّ تَمْرِ خَيْبَرَ هٰكَذَا؟ قَالَ: اِنَّا لَنَا خُذُ الصَّاعَ بِالصَّاعَيْنِ، وَالصَّاعَيْنِ بِالثَّلَاثَةِ، فَقَالَ: لَا تَفْعَلْ، بِعِ الْجَمْعَ بِالدَّرَاهِمِ، ثُمَّ ابْتَعْ بِالدَّرَاهِمِ جَنِيْبًا۔ وَ قَالَ فِی الْمِيْزَانِ مِثْلُ ذٰلِكَ۔ (۱۹)

۹۶۔عَنْ سَعِیْدٍ قَالَ جَآءَ بِلَالٌ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ بِتَمْرٍ بَرْنِیٍّ فَقَالَ لَهُ النَّبِیُّ ﷺ مِنْ اَیْنَ هٰذَا۔ قَالَ کَانَ عِنْدَنَا تَمْرٌ رَدِیٌّ فَبِعْتُ مِنْهُ صَاعَیْنِ بِصَاعٍ فَقَالَ اَوَّهْ، عَیْنُ الرِّبَا عَیْنُ الرِّبَا۔ لَا تَفْعَلْ وَ لٰکِنْ اِذَا اَرَدْتَّ اَنْ تَشْتَرِیَ فَبِعِ التَّمْرَ بِبَیْعٍ آخَرَ ثُمَّ اشْتَرِ بِهٖ۔ (بخاری و مسلم)

''ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ بلال نبی ﷺ کی خدمت میں برنی کھجوریں لے کر آئے (جو کھجور کی ایک بہترین قسم ہوتی ہے) آپؐ نے پوچھا یہ کہاں سے لے آئے۔ انہوں نے عرض کیا ہمارے پاس گھٹیا قسم کی کھجور تھی۔ میں نے وہ دو صاع دے کر یہ ایک صاع خرید لی۔ فرمایا ہائیں، قطعی سود، قطعی سود، ایسا ہرگز نہ کیا کرو۔ جب تمہیں اچھی کھجوریں خریدنی ہوں تو اپنی کھجوریں درہم یا کسی اور چیز کے عوض بیچ دو۔ پھر اس قیمت سے اچھی کھجوریں خرید لو۔'' (بخاری و مسلم)

تخریج: حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ، اَنَا یَحْیَ بْنُ صَالِحٍ، ثَنَا مُعَاوِیَةُ هُوَ ابْنُ سَلَّامٍ عَنْ یَحْیٰی، قَالَ: سَمِعْتُ عُقْبَةَ بْنَ عَبْدِ الْغَافِرِ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ: جَاءَ بِلَالٌ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ بِتَمْرٍ بَرْنِیٍّ، فَقَالَ لَهُ النَّبِیُّ ﷺ: مِنْ اَیْنَ هٰذَا؟ قَالَ بِلَالٌ: کَانَ عِنْدَنَا تَمْرٌ رَدِیٌّ، فَبِعْتُ مِنْهُ صَاعَیْنِ بِصَاعٍ لِیُطْعِمَ النَّبِیَّ ﷺ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ عِنْدَ ذٰلِکَ اَوَّهْ اَوَّهْ، عَیْنُ الرِّبَا عَیْنُ الرِّبَا، لَا تَفْعَلْ ذَالِکَ، وَ لٰکِنْ اِذَا اَرَدْتَّ اَنْ تَشْتَرِیَ فَبِعِ التَّمْرَ بِبَیْعٍ اٰخَرَ ثُمَّ اشْتَرِ بِهٖ۔ (۲۰)

۹۷۔ عَنْ فَضَالَةَ بْنِ عُبَیْدٍ قَالَ اشْتَرَیْتُ یَوْمَ خَیْبَرَ قِلَادَةً بِاثْنَیْ عَشَرَ دِیْنَارًا فِیْهَا ذَهَبٌ وَ خَرَزٌ فَفَصَّلْتُهَا فَوَجَدْتُ فِیْهَا اَکْثَرَ مِنْ اثْنَیْ عَشَرَ دِیْنَارًا فَذَکَرْتُ ذٰلِکَ لِلنَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ لَا تُبَاعُ حَتّٰی تُفَصَّلَ۔ (مسلم، نسائی، ابو داؤد، ترمذی)

''فضالہ بن عبیدؓ کہتے ہیں کہ میں نے جنگ خیبر کے موقع پر ایک جڑاؤ ہار ۱۲ دینار میں خریدا۔ پھر جو میں نے اس ہار کو توڑ کر نگ اور سونا الگ الگ کیا تو اس کے اندر ۱۲ دینار سے زیادہ کا سونا نکلا[1] میں نے اس کا ذکر نبی ﷺ سے کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا آئندہ سے سونے کا جڑاؤ زیور سونے کے عوض نہ بیچا جائے جب تک کہ نگ اور سونے کو الگ الگ نہ کر دیا جائے۔''

(مسلم، نسائی، ابوداؤد، ترمذی)

تخریج:〈ا〉 حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ بْنُ سَعِیْدٍ، قَالَ: نَا لَیْثٌ عَنْ اَبِیْ شُجَاعٍ، سَعِیْدِ بْنِ یَزِیْدَ عَنْ خَالِدِ بْنِ اَبِیْ عِمْرَانَ، عَنْ حَنَشٍ الصَّنْعَانِیِّ، عَنْ فَضَالَةَ بْنِ عُبَیْدٍ، قَالَ: اشْتَرَیْتُ یَوْمَ خَیْبَرَ قِلَادَةً بِاثْنَیْ عَشَرَ دِیْنَارًا، فِیْهَا ذَهَبٌ وَ خَرَزٌ، فَفَصَّلْتُهَا، فَوَجَدْتُّ فِیْهَا اَکْثَرَ مِنْ اثْنَیْ عَشَرَ دِیْنَارًا، فَذَکَرْتُ ذٰلِکَ لِلنَّبِیِّ ﷺ، فَقَالَ: لَا تُبَاعُ حَتّٰی تُفَصَّلَ۔ (۲۱)

(ا) یہ خیال رہے کہ اس زمانے میں درہم اور دینار خالص چاندی اور سونے کے ہوتے تھے اور ان کی قیمت ان کی چاندی اور سونے ہی کے وزن کے لحاظ سے ہوتی تھی۔ لہٰذا اس زمانہ میں دینار کے عوض سونا اور درہم کے عوض چاندی خریدنا بالکل یہ معنی رکھتا تھا کہ آدمی نے سونے کے عوض سونا خریدا اور چاندی کے عوض چاندی حاصل کی۔

﴿۲﴾ حَدَّثَنِیْ اَبُو الطَّاهِرِ اَحمَدُ بُنُ عَمرِو بُنِ سَرحٍ، قَالَ: اَنَا ابنُ وَهبٍ، قَالَ: اَخبَرَنِیْ اَبُو هَانِئٍ الخَولَانِیُّ اَنَّهٗ سَمِعَ عَلِیَّ بُنَ رَبَاحِ اللَّخمِیَّ یَقُولُ: سَمِعتُ فَضَالَةَ بُنَ عُبَیدٍ الاَنصَارِیَّ یَقُولُ: اُتِیَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَ هُوَ بِخَیبَرَ بِقِلَادَةٍ، فِیهَا خَرَزٌ وَ ذَهَبٌ وَ هِیَ مِنَ المَغَانِمِ تُبَاعُ، فَاَمَرَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بِالذَّهَبِ الَّذِیْ فِی القِلَادَةِ فَنُزِعَ وَحدَهٗ ثُمَّ قَالَ لَهُم رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ وَزنًا بِوَزنٍ۔ (۲۲)

۹۸- عَن اَبِیْ بَکرَةَ قَالَ نَهَی النَّبِیُّ ﷺ عَنِ الفِضَّةِ بِالفِضَّةِ وَالذَّهَبِ بِالذَّهَبِ اِلَّا سَوَاءً بِسَوَاءٍ وَ اَمَرَنَا اَن نَشتَرِیَ الفِضَّةَ بِالذَّهَبِ کَیفَ شِئنَا وَ نَشتَرِیَ الذَّهَبَ بِالفِضَّةِ کَیفَ شِئنَا۔ (بخاری و مسلم)

''ابو بکرہؓ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے حکم دیا کہ چاندی کا چاندی سے اور سونے کا سونے سے مبادلہ نہ کیا جائے مگر برابری کے ساتھ۔ نیز آپ ﷺ نے فرمایا کہ چاندی کو سونے سے اور سونے کو چاندی سے جس طرح چاہو بدل سکتے ہو۔'' (بخاری و مسلم)

تخریج: حَدَّثَنَا اَبُو الرَّبِیعِ العَتَکِیُّ قَالَ: نَا عُبَّادُ بُنُ العَوَّامِ قَالَ: اَنَا یَحیٰی بُنُ اَبِیْ اِسحَاقَ، قَالَ: نَا عَبدُ الرَّحمٰنِ بُنُ اَبِیْ بَکرَةَ عَن اَبِیهِ، قَالَ: نَهٰی رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الفِضَّةِ بِالفِضَّةِ، وَالذَّهَبِ بِالذَّهَبِ اِلَّا سَوَآءً بِسَوَآءٍ وَ اَمَرَنَا اَن نَشتَرِیَ الفِضَّةَ بِالذَّهَبِ کَیفَ شِئنَا، وَ نَشتَرِیَ الذَّهَبَ بِالفِضَّةِ کَیفَ شِئنَا قَالَ: فَسَاَلَهٗ رَجُلٌ، فَقَالَ: یَدًا بِیَدٍ فَقَالَ: هٰکَذَا سَمِعتُ۔ (۲۳)

۹۹- وَلَا بَاسَ بِبَیعِ الذَّهَبِ بِالفِضَّةِ وَالفِضَّةُ اَکثَرُهُمَا یَدًا بِیَدٍ وَ اَمَّا النَّسِیئَةُ فَلَا۔ وَلَا بَاسَ بِبَیعِ البُرِّ بِالشَّعِیرِ وَالشَّعِیرُ اَکثَرُهُمَا یَدًا بِیَدٍ وَ اَمَّا النَّسِیئَةُ فَلَا۔

''اور کوئی مضائقہ نہیں اگر سونے کو چاندی کے عوض بیچا جائے اور چاندی زیادہ ہو بشرطے کہ معاملہ دست بدست ہو جائے۔ رہا قرض تو وہ جائز نہیں ہے اور کوئی مضائقہ نہیں اگر گیہوں کو جو کے عوض بیچا جائے اور جو زیادہ ہو، بشرطے کہ معاملہ دست بدست ہو جائے۔ رہا قرض تو وہ جائز نہیں ہے۔''

تخریج: حَدَّثَنَا الحَسَنُ بُنُ عَلِیٍّ، ثَنَا بِشرُ بُنُ عُمَرَ، ثَنَا هَمَّامٌ عَن قَتَادَةَ، عَن اَبِی الخَلِیلِ، عَن مُسلِمٍ المَکِّیِّ، عَن اَبِی الاَشعَثِ الصَّنعَانِیِّ، عَن عُبَادَةَ بُنِ الصَّامِتِ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ تِبرُهَا وَ عَینُهَا، وَالفِضَّةُ بِالفِضَّةِ تِبرُهَا وَ عَینُهَا، وَالبُرُّ بِالبُرِّ مُدیٌ بِمُدیٍ، وَالشَّعِیرُ بِالشَّعِیرِ مُدیٌ بِمُدیٍ، وَالتَّمرُ بِالتَّمرِ مُدیٌ بِمُدیٍ، وَالمِلحُ بِالمِلحِ مُدیٌ بِمُدیٍ، فَمَن زَادَ اَوِ ازدَادَ فَقَد اَربٰی، وَلَا بَاسَ بِبَیعِ الذَّهَبِ بِالفِضَّةِ

وَالْفِضَّةُ اَكْثَرُهُمَا يَدًا بِيَدٍ، وَ اَمَّا نَسِيْئَتُهُ فَلَا، وَلَا بَاْسَ بِبَيْعِ الْبُرِّ بِالشَّعِيْرِ وَالشَّعِيْرُ اَكْثَرُهُمَا يَدًا بِيَدٍ، وَ اَمَّا نَسِيْئَتُهُ فَلَا۔ (٢٤)

۱۰۰–اِنَّ آيَةَ الرِّبَا مِنْ آخَرِ مَا نَزَلَ مِنَ الْقُرْآنِ وَ اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم قُبِضَ قَبْلَ اَنْ يُبَيِّنَهُ لَنَا فَدَعُوا الرِّبَا وَالرِّيْبَةَ۔

’’ آیت ربٰو قرآن کی ان آیات میں سے ہے جو آخر زمانہ میں نازل ہوئی ہیں اور نبیؐ کا وصال ہوگیا قبل اس کے کہ آپ اس کے تمام احکام ہم پر واضح فرماتے۔ لہٰذا تم اس چیز کو بھی چھوڑ دو، جو یقیناً سود ہے، اور اس چیز کو بھی جس میں سود کا شبہ ہو۔‘‘

تخریج: حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ، ثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ، ثَنَا سَعِيْدٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، قَالَ: اِنَّ اٰخِرَ مَا نَزَلَتْ، اٰيَةُ الرِّبَا وَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قُبِضَ وَ لَمْ يُفَسِّرْهَا لَنَا، فَدَعُوا الرِّبَا وَالرِّيْبَةَ۔ (٢٥)

احکام بالا کا ماحصل

مذکورہ بالا احادیث کے الفاظ اور معانی پر اور ان حالات پر جن میں یہ احادیث ارشاد ہوئی ہیں، غور کرنے سے حسب ذیل اصول اور احکام حاصل ہوتے ہیں:

(۱) یہ ظاہر ہے کہ ایک ہی جنس کی دو چیزوں کو بدلنے کی ضرورت صرف اسی صورت میں پیش آتی ہے جب کہ اتحاد جنس کے باوجود ان کی نوعیتیں مختلف ہوں۔ مثلاً چاول اور گیہوں کی ایک قسم اور دوسری قسم، عمدہ سونا اور گھٹیا سونا، یا معدنی نمک اور سمندری نمک وغیرہ۔ ان مختلف اقسام کی ہم جنس چیزوں کو ایک دوسرے کے ساتھ بدلنا، اگرچہ بازار کے نرخ ہی کو ملحوظ رکھ کر ہو بہ ہر حال ان میں کمی بیشی کے ساتھ مبادلہ کرنے سے اس ذہنیت کے پرورش پانے کا اندیشہ ہے جو بالآخر سود خواری اور ناجائز نفع اندوزی تک جا پہنچتی ہے۔

اس لیے شریعت نے قاعدہ مقرر کر دیا کہ ہم جنس اشیاء کے مبادلہ کی اگر ضرورت پیش آئے تو لازماً حسب ذیل دو شکلوں میں سے ہی کوئی ایک شکل اختیار کرنی ہوگی۔ ایک یہ کہ ان کے درمیان قدر و قیمت کا جو تھوڑا سا فرق ہو اسے نظر انداز کر کے برابر سرابر مبادلہ کر لیا جائے۔ دوسرے یہ کہ چیز کا چیز سے برابر راست مبادلہ کرنے کے بہ جائے ایک شخص اپنی چیز روپے کے عوض بازار کے بھاؤ بیچ دے اور دوسرے شخص سے اس کی چیز روپے کے عوض بازار کے بھاؤ خرید لے۔

(۲) جیسا کہ ابھی ہم بیان کر چکے ہیں، قدیم زمانے میں تمام سکے خالص چاندی سونے کے ہوتے تھے۔ اور ان کی قیمت دراصل ان کی چاندی اور ان کے سونے کی قیمت ہوتی تھی۔ اس زمانے میں درہم کو درہم سے اور دینار کو دینار سے بدلنے کی ضرورت ایسے مواقع پر پیش آتی تھی جب کہ مثلاً کسی شخص کو عراقی درہم کے عوض رومی درہم درکار ہوتے یا رومی دینار کے بدلے ایرانی دینار کی حاجت ہوتی۔ ایسی ضرورتوں کے مواقع پر یہودی ساہوکار اور دوسرے ناجائز نفع کمانے والے لوگ کچھ اسی طرح کا ناجائز منافع وصول کرتے تھے، جیسا موجودہ زمانے میں بیرونی سکوں کے مبادلہ پر بٹاون لی جاتی ہے، یا اندرون ملک میں روپیہ کی ریزگاری مانگنے والوں، یا دس اور پانچ روپے کے نوٹ

بھنانے والوں سے کچھ پیسے یا آنے وصول کر لیے جاتے ہیں۔ یہ چیز بھی چوں کہ سود خورانہ ذہنیت ہی کی طرف لے جانے والی ہے اس لیے نبی ﷺ نے حکم دے دیا کہ نہ تو چاندی کا مبادلہ چاندی سے اور سونے کا تبادلہ سونے سے کمی بیشی کے ساتھ کرنا جائز ہے اور نہ ایک درہم کو دو درہم کے عوض بیچنا درست ہے۔

(۳) ہم جنس اشیاء کے درمیان مبادلہ کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ ایک شخص کے پاس ایک چیز خام شکل میں ہو، اور دوسرے کے پاس اسی جنس سے بنی ہوئی کوئی شے ہو۔ اور دونوں آپس میں ان کا مبادلہ کرنا چاہیں۔ اس صورت میں دیکھا جائے گا کہ آیا صنعت نے اس شے کی ماہیت بالکل ہی تبدیل کر دی ہے یا اس کے اندر صنعت کے تصرف کے باوجود ابتدائی خام صورت کی بہ نسبت کوئی بڑا فرق واقع نہیں ہوا۔ پہلی صورت میں تو کمی بیشی کے ساتھ مبادلہ ہوسکتا ہے، لیکن دوسری صورت میں شریعت کا منشا یہ ہے کہ یا تو سرے سے مبادلہ ہی نہ ہو، یا اگر ہو تو برابری کے ساتھ ہو تا کہ زیادہ ستانی کے مرض کو غذا نہ مل سکے۔ مثال کے طور پر ایک تو وہ عظیم الشان تغیرات ہیں جو روئی سے کپڑا اور لوہے سے انجن بننے کی صورت میں رونما ہوتے ہیں اور دوسرے وہ خفیف تغیرات ہیں جو سونے سے ایک چوڑی یا کنگن بنائے جانے کی صورت میں ہوتے ہیں۔ ان میں سے پہلی صورت میں تو کوئی مضائقہ نہیں اگر ہم زیادہ مقدار میں روئی دے کر کم مقدار میں کپڑا اور بہت سے وزن کا خام لوہا دے کر تھوڑے سے وزن کا ایک انجن خرید لیں۔ لیکن دوسری صورت میں یا تو سونے کے کنگن کا مبادلہ ہم وزن سونے ہی سے کرنا ہوگا[1] یا پھر سونے کو بازار میں بیچ کر اس کی قیمت کے کنگن خریدنے پڑیں گے۔

(۴) مختلف اجناس کی چیزوں کا باہم مبادلہ کمی بیشی کے ساتھ ہوسکتا ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ معاملہ دست بدست ہو جائے۔ اس شرط کی وجہ یہ ہے کہ دست بدست جو لین دین ہوگا وہ تو لامحالہ بازار کے نرخوں ہی پر ہوگا، مثلاً جو شخص چاندی دے کر سونا لے گا وہ نقد کی صورت میں سونے کے بالمقابل اتنی ہی چاندی دے گا جتنی اسے بازار کے بھاؤ کے لحاظ سے دینی چاہیے۔ لیکن قرض کی صورت میں کمی بیشی کا معاملہ اس اندیشہ سے خالی نہیں ہوسکتا کہ اس کے اندر سود کا غبار شامل ہو جائے۔ مثال کے طور پر جو شخص آج ۸۰ تولہ چاندی دے کر یہ طے کرتا ہے کہ ایک مہینہ بعد سونے اور چاندی کی باہمی نسبت ۱:۴۰ کے بجائے ۱:۳۵ ہو۔

اسی بنا پر شارع نے یہ قانون مقرر کیا ہے کہ مختلف اجناس کا مبادلہ کمی بیشی کے ساتھ کرنا ہو تو وہ صرف دست بدست ہی ہوسکتا ہے۔ رہا قرض تو وہ لازماً دو طریقوں میں سے کسی ایک طریقہ پر ہونا چاہیے۔ یا تو جو چیز جتنی مقدار میں قرض دی گئی ہے، وہی چیز اسی مقدار میں واپس قبول کی جائے۔ یا پھر معاملہ اجناس اور اشیاء کی شکل میں طے کرنے کے بجائے روپے کی شکل میں طے کیا جائے۔ مثلاً یہ کہ آج زید نے بکر سے ۸۰ روپے یا ۸۰ روپے کے گیہوں قرض لیے اور ایک مہینہ بعد وہ بکر کو ۸۰ روپے یا ۸۰ روپے کے جو واپس دے گا۔ اس قانون کو ابوداؤد کی اس روایت میں بالکل واضح طور پر بیان کیا گیا ہے۔

---

(۱) یہاں کسی کو یہ شبہ نہ ہو کہ ''اس طرح تو پھر سنار کا سارا کاروبار بند ہو جائے گا، کیوں کہ اسے سونے کی بنی ہوئی چیزیں ہم وزن سونے کے عوض فروخت کرنی ہوں گی اور وہ اپنی صنعت کی کوئی اجرت نہ لے سکے گا۔'' یہ شبہ اس لیے غلط ہے کہ سنار سے دراصل ہم مبادلہ کا معاملہ نہیں کرتے ہیں بلکہ اپنا سونا دے کر اس سے اپنے مطلب کی کوئی چیز بنواتے ہیں۔ لہٰذا وہ اسی طرح اپنے عمل کی اجرت لینے کا حق دار ہے جس طرح ایک درزی یا ایک نانبائی۔ البتہ اگر ہم کسی زیور فروش سے سونے کا بنا ہوا کوئی زیور خریدیں تو یقیناً اسے قیمت میں زیادہ سونا دینا جائز نہ ہوگا، بلکہ ہمیں لازماً اسے چاندی یا کاغذ کے سکے ہی قیمت دینی ہوگی۔

ولا بأس ببیع الذهب بالفضة والفضة اکثرهما یدا بید، و اما النسیئة فلا۔ ولا باس ببیع البر بالشعیر والشعیر اکثرهما یدًا بید و اما النسیئة فلا۔ ’’اور کوئی مضائقہ نہیں اگر سونے کو چاندی کے عوض بیچا جائے اور چاندی زیادہ ہو بشرطے کہ معاملہ دست بدست ہو جائے۔ رہا قرض تو وہ جائز نہیں ہے اور کوئی مضائقہ نہیں اگر گیہوں کو جو کے عوض بیچا جائے اور جو زیادہ ہوں بشرطے کہ معاملہ دست بدست ہو جائے۔ رہا قرض تو وہ جائز نہیں ہے۔‘‘

نبی کے یہ احکام مجمل ہیں اور معاملات کی تمام جزئی صورتوں کی ان میں تصریح نہیں ہے۔ اس لیے بہت سے جزئیات ایسے پائے جاتے ہیں جن میں شک کیا جا سکتا ہے کہ آیا وہ ربٰو کی تعریف میں آتے ہیں یا نہیں۔ یہی بات ہے جس کی طرف حضرت عمر نے اشارہ کیا کہ:

ان آیة الربا من آخر ما نزل من القراٰن و ان النبی ﷺ قبض قبل ان یبینه لنا فدعوا الربا والریبة۔ ’’آیت ربٰو قرآن کی ان آیات میں سے ہے جو آخر زمانہ میں نازل ہوئی ہیں اور نبی ﷺ کا وصال ہو گیا قبل اس کے کہ آپ اس کے تمام احکام ہم پر واضح فرماتے۔ لہٰذا تم اس چیز کو بھی چھوڑ دو، جو یقیناً سود ہے، اور اس چیز کو بھی جس میں سود کا شبہ ہو۔‘‘

فقہاء کے اختلافات

احکام کا یہ اجمال ہی ان اختلاف کا مبنیٰ ہے جو سودی اجناس کے تعین، اور ان میں تحریم کی علت، اور حکم تحریم کے اجزاء میں فقہائے امت کے درمیان ہوئے ہیں:

ایک گروہ کی رائے یہ ہے کہ ربٰو صرف ان چھ اجناس میں ہے جن کا ذکر نبی ﷺ نے فرمادیا ہے۔ یعنی سونا، چاندی، گیہوں، جو، خرما، نمک اور ان کے سوا دوسری تمام چیزوں میں تفاضل کے ساتھ بلا کسی قید کے ہم جنس اشیاء کا لین دین ہو سکتا ہے۔ یہ مذہب قتادہ اور طاؤس اور عثمان البتی اور ابن عقیل حنبلی اور ظاہریہ کا ہے۔

دوسرا گروہ کہتا ہے کہ یہ حکم ان تمام چیزوں میں جاری ہوگا جن کا لین دین پیمانہ اور وزن کے لحاظ سے ہوتا ہے۔ یہ سعید بن المسیب کا مذہب ہے، اور ایک ایک روایت اس باب میں امام شافعی اور امام احمد سے بھی منقول ہے۔

چوتھا گروہ کہتا ہے کہ یہ حکم مخصوص ہے ان چیزوں کے ساتھ جو غذا کے کام آتی ہیں اور ذخیرہ کر کے رکھی جاتی ہیں۔ یہ امام مالک کا مذہب ہے۔

درہم و دینار کے بارے میں امام ابوحنیفہ اور امام احمد کا مذہب یہ ہے کہ ان میں علت تحریم ان کا وزن ہے۔ اور شافعی و مالک اور ایک روایت کے مطابق امام احمد کی رائے یہ ہے کہ قیمت اس کی علت ہے۔

مذاہب کے اس اختلاف سے جزئی معاملات میں حکم تحریم کا اجرا بھی مختلف ہو گیا ہے۔ ایک چیز ایک مذہب میں سرے سے سودی جنس ہی نہیں ہے اور دوسرے مذہب میں اس کا شمار سودی اجناس میں ہوتا ہے۔ ایک مذہب کے نزدیک ایک شے میں علت تحریم کچھ ہے اور دوسرے مذہب کے نزدیک کچھ اور۔ اس لیے بعض معاملات ایک مذہب کے لحاظ سے سود کی زد میں آجاتے ہیں اور دوسرے مذہب کے لحاظ سے نہیں آتے۔ لیکن یہ تمام اختلافات ان امور میں نہیں ہیں جو کتاب و سنت کے صریح احکام کی رو سے ربٰو کے حکم میں داخل ہیں۔ بلکہ ان کا تعلق صرف مشتبہات سے ہے، اور ایسے امور سے ہے جو

حلال وحرام کی درمیانی سرحد پر واقع ہیں۔ اب اگر کوئی شخص ان اختلافی مسائل کو حجت بنا کر ان معاملات میں شریعت کے احکام کو مشتبہ ٹھہرانے کی کوشش کرے جن کے سود ہونے پر نصوص صریحہ وارد ہو چکی ہیں، اور اس طریق استدلال سے رخصتوں اور حیلوں کا دروازہ کھولے۔ اور پھر ان دروازوں سے بھی گزر کر امت کو سرمایہ داری کے راستوں پر چلنے کی ترغیب دے، خواہ وہ اپنی جگہ نیک نیت اور خیر خواہ ہی کیوں نہ ہو، حقیقت میں اس کا شمار ان لوگوں میں ہو گا جنہوں نے کتاب وسنت کو چھوڑ کر ظن و تخمین کی پیروی کی، خود بھی گم راہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گم راہ کیا۔

جانوروں کے مبادلہ میں تفاضل

اس سلسلے میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ ہم جنس اشیاء کے مبادلہ میں تفاضل کی ممانعت کا جو حکم دیا گیا ہے اس سے جانور مستثنیٰ ہیں۔ ایک ہی جنس کے جانوروں کا مبادلہ ایک دوسرے کے ساتھ تفاضل کے ساتھ کیا جا سکتا ہے، نبیؐ نے خود کیا ہے اور آپ کے بعد صحابہ نے بھی کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جانور اور جانور میں قدر و قیمت کے اعتبار سے بہت بڑا فرق ہوتا ہے۔ مثلاً ایک معمولی قسم کا گھوڑا اور ایک اعلیٰ نسل کا گھوڑا، جو ریس میں دوڑایا جاتا ہے، یا ایک عام کتا اور ایک اعلیٰ قسم کا کتا، اور ان کی قیمتوں میں اتنا فرق ہوتا ہے کہ ایک جانور کا تبادلہ اسی جنس کے سو جانوروں سے بھی کیا جا سکتا ہے۔

(سود، سود کے متعلقات)

تجدید کے لیے چند ضروری شرطیں

اسلام میں اس امر کی پوری وسعت رکھی گئی ہے کہ تغیر احوال اور خصوصیات حوادث کے لحاظ سے احکام میں اصول شرع کے تحت تغیر کیا جا سکے، اور جیسی جیسی ضرورتیں پیش آتی جائیں، ان کو پورا کرنے کے لیے قوانین مرتب کیے جا سکیں۔ اس معاملے میں ہر زمانے اور ہر ملک کے مجتہدین کو اپنے زمانی اور مکانی حالات کے لحاظ سے استنباط احکام اور تفریع مسائل کے پورے اختیارات حاصل ہیں، اور ایسا ہرگز نہیں ہے کہ کسی خاص دور کے اہل علم کو تمام زمانوں اور تمام قوموں کے لیے وضع قانون کا چارٹر دے کر دوسروں کے اختیارات کو سلب کر لیا گیا ہو۔ لیکن اس کے معنی یہ بھی نہیں ہیں کہ ہر شخص کو اپنے منشا اور اپنی اہواء کے مطابق احکام کو بدل ڈالنے اور اصول کو توڑ موڑ کر ان کی الٹی سیدھی تاویلیں کرنے، اور قوانین کو شارع کے اصل مقصد سے پھیر دینے کی آزادی حاصل ہو۔ اس کے لیے بھی ایک ضابطہ ہے اور وہ چند شرائط پر مشتمل ہے:

پہلی شرط

فروعی قوانین مدون کرنے کے لیے سب سے پہلے جس چیز کی ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ مزاج شریعت کو اچھی طرح سمجھ لیا جائے۔ یہ بات صرف قرآن مجید کی تعلیم اور نبی ﷺ کی سیرت میں تدبر کرنے ہی سے حاصل ہو سکتی ہے۔[1] ان دونوں

---

(۱) یہاں اشارتاً یہ کہہ دینا بے جا نہ ہو گا کہ اس زمانے میں اجتہاد کا دروازہ بند ہونے کی اصل وجہ یہ ہے کہ ہماری دینی تعلیم سے قرآن اور سیرت محمدیؐ کا مطالعہ خارج ہو گیا ہے اور اس کی جگہ محض فقہ کے کسی ایک سسٹم کی تعلیم نے لے لی ہے، اور یہ تعلیم بھی اس طرح دی جاتی ہے کہ ابتدا ہی سے خدا اور رسول کے منصوص احکام اور ائمہ کے اجتہادات کے درمیان حقیقی فرق و امتیاز طالب علم کے پیش نظر نہیں رہتا۔ حالاں کہ کوئی شخص جب تک حکیمانہ طریق پر قرآن میں بصیرت حاصل نہ کرے اور رسول اللہ کے طرز عمل کا بغور مطالعہ نہ کرے، اسلام کے مزاج اور اسلامی قانون کے اصول کو نہیں سمجھ سکتا۔ اجتہاد کے لیے یہ چیز ضروری ہے اور تمام عمر فقہ کی کتابیں پڑھتے رہنے سے بھی یہ حاصل نہیں ہو سکتی۔

چیزوں پر جس شخص کی نظر وسیع اور عمیق ہوگی وہ شریعت کا مزاج شناس ہو جائے گا، اور ہر موقع پر اس کی بصیرت اس کو بتا دے گی کہ مختلف طریقوں میں سے کون سا طریقہ اس شریعت کے مزاج سے مناسبت رکھتا ہے، اور کس طریقہ کو اختیار کرنے سے اس کے مزاج میں بے اعتدالی پیدا ہو جائے گی۔ اس بصیرت کے ساتھ احکام میں جو تغیر و تبدل کیا جائے گا وہ نہ صرف مناسب اور معتدل ہوگا، بلکہ اپنے محل خاص میں شارع کے اصل مقصد کو پورا کرنے کے لیے وہ اتنا ہی بجا ہوگا جتنا خود شارع کا حکم ہوتا۔ اس کی مثال میں بہت سے واقعات پیش کیے جا سکتے ہیں مثلاً حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ حکم کہ دوران جنگ میں کسی مسلمان پر حد نہ جاری کی جائے، اور جنگ قادسیہ میں حضرت سعد بن ابی وقاص کا ابومحجن ثقفی کو شرب خمر پر معاف کر دینا، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فیصلہ کہ قحط کے زمانہ میں کسی سارق کا ہاتھ نہ کاٹا جائے۔ یہ امور اگرچہ بظاہر شارع کے صریح احکام کے خلاف معلوم ہوتے ہیں لیکن جو شخص شریعت کا مزاج داں ہے وہ جانتا ہے کہ ایسے خاص حالات میں حکم عام کے امتثال کو چھوڑ دینا مقصود شارع کے عین مطابق ہے۔ اسی قبیل سے وہ واقعہ ہے جو حاطب بن ابی بلتعہ کے غلاموں کے ساتھ پیش آیا۔ قبیلہ مزینہ کے ایک شخص نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے شکایت کی کہ حاطب کے غلاموں نے اس کا اونٹ چرا لیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پہلے تو ان کے ہاتھ کاٹے جانے کا حکم دے دیا۔ پھر فوراً ہی آپ کو تنبہ ہوا، اور آپ نے فرمایا کہ تم نے ان غریبوں سے کام لیا مگر ان کو بھوکا مار دیا اور اس حال کو پہنچایا کہ اگر ان میں سے کوئی شخص حرام چیز کھا لے، تو اس کے لیے جائز ہو جائے۔ یہ کہہ کر آپ نے ان غلاموں کو معاف کر دیا اور ان کے مالک سے اونٹ والے کو تاوان دلوایا۔ اسی طرح تطلیقات ثلاثہ کے مسئلہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو حکم صادر فرمایا وہ بھی عہد رسالت کے عمل درآمد سے مختلف تھا۔ مگر چوں کہ احکام میں یہ تغیرات شریعت کے مزاج کو سمجھ کر کیے گئے تھے۔ اس لیے ان کو کوئی نامناسب نہیں کہہ سکتا۔ بخلاف اس کے جو تغیر اس فہم اور بصیرت کے بغیر کیا جاتا ہے وہ مزاج شرع میں بے اعتدالی پیدا کر دیتا ہے اور باعث فساد بن جاتا ہے۔

دوسری شرط

مزاج شریعت کو سمجھنے کے بعد دوسری اہم شرط یہ ہے کہ زندگی کے جس شعبہ میں قانون بنانے کی ضرورت ہو اس کے متعلق شارع کے جملہ احکام پر نظر ڈالی جائے اور ان میں غور و فکر کر کے یہ معلوم کیا جائے کہ ان سے شارع کا مقصد کیا ہے؟ شارع کس نقشہ پر اس شعبہ کی تنظیم کرنا چاہتا ہے، اسلامی زندگی کی وسیع تر اسکیم میں اس شعبۂ خاص کا کیا مقام ہے، اور اس مقام کی مناسبت سے اس شعبہ میں شارع نے کیا حکمت عملی اختیار کی ہے۔ اس چیز کو سمجھے بغیر جو قانون بنایا جائے گا، یا پچھلے قانون میں جو حذف و اضافہ کیا جائے گا، وہ مقصود شارع کے مطابق نہ ہوگا اور اس سے قانون کا رخ اپنے مرکز سے منحرف ہو جائے گا۔ قانون اسلامی میں ظواہر احکام کی اہمیت اتنی نہیں ہے جتنی مقاصد احکام کی ہے۔ فقیہ کا اصل کام یہی ہے کہ شارع کے مقصود اور اس کی حکمت و مصلحت پر نظر رکھے۔ بعض خاص مواقع ایسے آتے ہیں جن میں اگر ظواہر احکام پر (جو عام حالات کو مدنظر رکھ کر کیے گئے تھے) پر عمل کیا جائے تو اصل مقصد فوت ہو جائے۔ ایسے وقت میں ظاہر کو چھوڑ کر اس طریق پر عمل کرنا ضروری ہے جس سے شارع کا مقصد پورا ہوتا ہو۔ قرآن مجید میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی جیسی کچھ تاکید کی گئی ہے، معلوم ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس پر بہت زور دیا ہے، مگر اس کے باوجود آپ نے ظالم و جابر امراء کے مقابلہ میں خروج سے منع فرما دیا کیوں کہ شارع کا اصل مقصد تو فساد کو صلاح سے بدلنا ہے۔ جب کسی فعل سے اور زیادہ فساد پیدا ہونے کا اندیشہ ہو اور

صلاح کی امید نہ ہو تو اس سے احتراز بہتر ہے۔ علامہ ابن تیمیہؒ کے حالات میں لکھا ہے کہ فتنۂ تاتار کے زمانے میں ایک گروہ پر ان کا گزر ہوا، جو شراب و کباب میں مشغول تھا۔ علامہ کے ساتھیوں نے ان لوگوں کو شراب سے منع کرنا چاہا مگر علامہ نے ان کو روک دیا اور فرمایا کہ اللہ نے شراب کو فتنہ و فساد کا دروازہ بند کرنے کے لیے حرام کیا ہے اور یہاں یہ حال ہے کہ شراب ان ظالموں کو ایک بڑے فتنے یعنی قتل نفوس اور نہب اموال سے روکے ہوئے ہے۔ لہٰذا ایسی حالت میں ان کو شراب سے روکنا مقصود شارع کے خلاف ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حوادث کی خصوصیات کے لحاظ سے احکام میں تغیر کیا جاسکتا ہے۔ مگر تغیر ایسا ہونا چاہیے جس سے شارع کا اصل مقصد پورا ہو نہ کہ الٹا فوت ہو جائے۔

اسی طرح بعض احکام ایسے ہیں جو خاص حالات کی رعایت سے خاص الفاظ دیئے گئے تھے۔ اب فقیہہ کا کام یہ نہیں ہے کہ تغیر احوال کے باوجود انہی الفاظ کی پابندی کرے، بلکہ اس کو ان الفاظ سے شارع کے اصل مقصد کو سمجھنا چاہیے اور اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے حالات کے لحاظ سے مناسب احکام وضع کرنے چاہییں۔ مثلاً نبی ﷺ نے صدقۂ فطر میں ایک صاع کھجور، یا ایک صاع جو، یا ایک صاع کشمش دینے کا حکم فرمایا تھا۔ اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ اس وقت مدینہ میں جو صاع رائج تھا اور یہ اجناس جن کا حضور ﷺ نے ذکر فرمایا یہی بعینہ منصوص ہیں۔ شارع کا اصل مقصد صرف یہ ہے کہ عید کے روز ہر مستطیع شخص اتنا صدقہ دے کہ اس کا ایک غیر مستطیع بھائی اس صدقہ میں اپنے بال بچوں کے ساتھ کم از کم عید کا زمانہ خوشی کے ساتھ گزار سکے۔ اس مقصد کو کسی دوسری صورت سے بھی پورا کیا جاسکتا ہے جو شارع کی تجویز کردہ صورت سے اقرب ہو۔

تیسری شرط

پھر یہ بھی ضروری ہے کہ شارع کے اصول تشریع اور طرز قانون سازی کو خوب سمجھ لیا جائے تاکہ موقع و محل کے لحاظ سے احکام وضع کرنے میں انہی اصولوں کی پیروی اور اسی طرز کی تقلید کی جاسکے۔ یہ چیز اس وقت تک حاصل نہیں ہوسکتی جب تک کہ انسان مجموعی طور پر شریعت کی ساخت اور پھر فرداً فرداً اس کے احکام کی خصوصیات پر غور نہ کرلے۔ شارع نے کس طرح احکام میں عدل اور توازن قائم کیا ہے۔ کس کس طرح اس نے انسانی فطرت کی رعایت کی ہے، دفع مفاسد اور جلب مصالح کے لیے اس نے کیا طریقے اختیار کیے ہیں، کس ڈھنگ پر وہ انسانی معاملات کی تنظیم اور ان میں انضباط پیدا کرتا ہے کس طریقہ سے وہ انسان کو اپنے بلند مقاصد کی طرف لے جاتا ہے اور پھر ساتھ ساتھ اس کی فطری کمزوریوں کو ملحوظ رکھ کر اس کے راستہ میں مناسب سہولتیں بھی پیدا کرتا ہے، یہ سب امور تفکر و تدبر کے محتاج ہیں اور ان کے لیے نصوص قرآنی کی لفظی و معنوی دلالتوں اور نبی ﷺ کے افعال و اقوال کی حکمتوں پر غور کرنا ضروری ہے۔ جو شخص اس علم اور تفقہ سے بہرہ ور ہو وہ موقع و محل کے لحاظ سے احکام میں جزوی تغیر و تبدل بھی کرسکتا ہے اور جن معاملات کے حق میں نصوص موجود نہیں ہیں ان کے لیے نئے احکام بھی وضع کرسکتا ہے۔ کیوں کہ ایسا شخص اجتہاد میں جو طریقہ اختیار کرے گا وہ اسلام کے اصول تشریع سے منحرف نہ ہوگا۔ مثال کے طور پر قرآن مجید میں صرف اہل کتاب سے جزیہ لینے کا حکم ہے۔ مگر اجتہاد سے کام لے کر صحابہ نے اس حکم کو عجم کے مجوسیوں، ہندستان کے بت پرستوں اور افریقہ کے بربری باشندوں پر بھی وسیع کردیا۔ اسی طرح خلفائے راشدین کے عہد میں جب ممالک فتح ہوئے تو غیر قوموں کے ساتھ بکثرت ایسے معاملات پیش آئے جن کے متعلق کتاب و سنت میں صریح

احکام موجود نہ تھے۔ صحابہ کرامؓ نے ان کے لیے خود ہی قوانین مدون کیے اور وہ اسلامی شریعت کی اسپرٹ اور اس کے اصول سے پوری مطابقت رکھتے تھے۔

چوتھی شرط

احوال اور حوادث کے جو تغیرات، احکام میں تغیر یا جدید احکام وضع کرنے کے مقتضی ہوں، ان کو دو حیثیتوں سے جانچنا ضروری ہے۔ ایک یہ حیثیت کہ وہ حالات بہ جائے خود کس قسم کے ہیں، ان کی خصوصیات کیا ہیں، اور ان کے اندر کون سی قوتیں کام کر رہی ہیں۔ دوسری یہ حیثیت کہ اسلامی قانون کے نقطۂ نظر سے ان میں کس کس نوع کے تغیرات ہوئے ہیں اور ہر نوع کا تغیر احکام میں کس طرح کا تغیر چاہتا ہے۔

مثال کے طور پر اسی سود کے مسئلہ کو لیجیے جو اس وقت زیر بحث ہے۔ معاشی قوانین کی تدوین جدید کے لیے ہم کو سب سے پہلے زمانۂ حال کی معاشی دنیا کا جائزہ لینا ہوگا۔ ہم گہری نظر سے معاشیات، مالیات اور لین دین کے جدید طریقوں کا مطالعہ کریں گے۔ معاشی زندگی کے باطن میں جو قوتیں کام کر رہی ہیں ان کو سمجھیں گے۔ ان کے نظریات اور اصول سے واقفیت حاصل کریں گے، اور ان اصول و نظریات کا ظہور جن عملی صورتوں میں ہو رہا ہے ان پر اطلاع حاصل کریں گے۔ اس کے بعد ہم یہ دیکھیں گے کہ زمانۂ سابق کی بہ نسبت ان معاملات میں جو تغیرات ہوئے ہیں ان کو اسلامی قانون کے نقطۂ نظر سے کن اقسام پر منقسم کیا جا سکتا ہے، اور ہر قسم پر شریعت کے مزاج اور اس کے مقاصد اور اصول تشریع کی مناسبت سے کس طرح کے احکام جاری ہونے چاہئیں۔

جزئیات سے قطع نظر کر کے اصولاً ان تغیرات کو ہم دو قسموں پر منقسم کر سکتے ہیں:

(۱) وہ تغیرات جو در حقیقت تمدنی احوال کے بدل جانے سے رونما ہوئے ہیں اور جو دراصل انسان کے علمی و عقلی نشو و ارتقاء اور خزائن الٰہی کے مزید اکتشافات اور مادی اسباب و وسائل کی ترقی اور حمل و نقل اور مخابرات (Communication) کی سہولتوں اور ذرائع پیداوار کی تبدیلی اور بین الاقوامی تعلقات کی وسعتوں کے طبعی نتائج ہیں۔ ایسے تغیرات اسلامی قانون کے نقطۂ نظر سے طبعی اور حقیقی تغیرات ہیں۔ ان کو نہ تو مٹایا جا سکتا ہے اور نہ مٹانا مطلوب ہے، بلکہ ضرورت اس امر کی ہے کہ ان کے اثر سے معاشی احوال اور مالی معاملات اور تجارتی لین دین کی جو نئی صورتیں پیدا ہو گئی ہیں، ان کے لیے اصول شریعت کے تحت نئے احکام وضع کیے جائیں تاکہ ان کے بدلے ہوئے حالات میں مسلمان اپنے عمل کو ٹھیک ٹھیک اسلامی طرز پر ڈھال سکیں۔

(۲) وہ تغیرات جو دراصل تمدنی ترقی کے فطری نتائج نہیں ہیں، بلکہ دنیا کے معاشی نظام اور مالی معاملات پر ظالم سرمایہ داروں کے حاوی ہو جانے کی وجہ سے رونما ہوئے ہیں۔ وہی ظالمانہ سرمایہ داری جو عہد جاہلیت میں پائی جاتی تھی[1] اور جس کو

(۱) یہاں سرمایہ داری کے لفظ کو ہم اس محدود معنی میں استعمال نہیں کر رہے ہیں جس میں وہ آج کل اصطلاحاً استعمال کیا جاتا ہے بلکہ اس وسیع معنی میں لے رہے ہیں جو سرمایہ داری کی حقیقت میں پوشیدہ ہے۔ اصطلاحی ''سرمایہ داری'' یورپ کے صنعتی انقلاب کی پیداوار ہے، مگر حقیقت سرمایہ داری ایک قدیم چیز ہے اور اپنی مختلف شکلوں میں اس وقت سے موجود چلی آ رہی ہے جب سے انسان نے اپنے تمدن و اخلاق کی رہنمائی شیطان کے حوالہ کی۔

اسلام نے صدیوں تک مغلوب کیے رکھا تھا۔ اب دوبارہ معاشی دنیا پر غالب آ گئی ہے اور تمدن کے ترقی یافتہ اسباب و وسائل سے کام لے کر اس نے اپنے انہی پرانے نظریات کو نت نئی صورتوں سے معاشی زندگی کے مختلف معاملات میں پھیلا دیا ہے۔ سرمایہ داری کے اس غلبہ سے جو تغیرات واقع ہوئے ہیں وہ اسلامی قانون کی نگاہ میں حقیقی اور طبعی تغیرات نہیں ہیں، بلکہ جعلی تغیرات ہیں جنہیں قوت سے مٹایا جا سکتا ہے، اور جن کا مٹا دیا جانا نوع انسانی کی فلاح و بہبود کے لیے ضروری ہے۔ مسلمان کا اصل فرض یہ ہے کہ اپنی پوری قوت ان کے مٹانے میں صرف کر دے اور معاشی نظام کو اسلامی اصول پر ڈھالنے کی کوشش کرے۔ سرمایہ داری کے خلاف جنگ کرنے کا فرض کمیونسٹ سے بڑھ کر مسلمان پر عائد ہوتا ہے۔ کمیونسٹ کے سامنے محض روٹی کا سوال ہے، اور مسلمان کے سامنے دین واخلاق کا سوال۔ کمیونسٹ محض صعالیک (Proletariates) کی خاطر جنگ کرنا چاہتا ہے، اور مسلمان تمام نوع بشری کے حقیقی فائدے کے لیے جنگ کرتا ہے جس میں خود سرمایہ دار بھی شامل ہیں۔ کمیونسٹ کی جنگ خود غرضی پر مبنی ہے اور مسلمان کی جنگ للّٰہیت پر۔ لہٰذا مسلمان تو موجودہ ظالمانہ سرمایہ داری نظام سے کبھی مصالحت کر ہی نہیں سکتا۔ اگر وہ مسلم ہے اور اسلام کا پابند ہے تو اس کے خدا کی طرف سے اس پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ اس ظالمانہ نظام کو مٹانے کی کوشش کرے، اور اس جنگ میں جو ممکن نقصان اس کو پہنچ سکتا ہو اسے مردانہ وار برداشت کرے۔ معاشی زندگی کے اس شعبہ میں اسلام جو قانون بھی بنائے گا اس کی غرض یہ ہرگز نہ ہوگی کہ مسلمانوں کے لیے سرمایہ داری نظام میں جذب ہونے اور اس کے ادارات میں حصہ لینے اور اس کی کامیابی کے اسباب فراہم کرنے میں سہولتیں پیدا کی جائیں، بلکہ اس کی واحد غرض یہ ہوگی کہ مسلمانوں اور تمام دنیا کو اس گندگی سے محفوظ رکھا جائے، اور ان تمام دروازوں کو بند کیا جائے جو ظالمانہ اور ناجائز سرمایہ داری کو فروغ دیتے ہیں۔ (سود، تجدید کے لیے چند ضروری شرطیں)

عرب میں کون سا سود رائج تھا

یہ بات کسی کتاب میں صراحت کے ساتھ تو نہیں لکھی گئی ہے کہ عرب جاہلیت میں ''تجارتی سود'' رائج تھا، لیکن اس امر کا ذکر ضرور ملتا ہے کہ مدینہ کے زراعت پیشہ لوگ یہودی سرمایہ داروں سے سود پر قرض لیا کرتے تھے، اور خود یہودیوں میں باہم بھی سودی لین دین ہوتا تھا نیز قریش کے لوگ، جو زیادہ تر تجارت پیشہ تھے، سود پر قرض لیتے دیتے تھے۔ قرض کی ضرورت لازماً صرف نادار آدمیوں ہی کو اپنی ذاتی ضروریات پوری کرنے کے لیے پیش نہیں آتی بلکہ زراعت پیشہ افراد کو اپنے زرعی کاموں کے لیے اور سوداگر لوگوں کو اپنے کاروبار کے لیے بھی پیش آتی ہے، اور یہ آج کوئی نئی صورت نہیں ہے بلکہ قدیم زمانے سے چلی آ رہی ہے۔ اسی چیز نے رفتہ رفتہ ترقی کر کے وہ شکل اختیار کی ہے جو زمانۂ جدید میں پائی جاتی ہے۔ قدیم صورت زیادہ تر انفرادی لین دین تک محدود تھی، جدید صورت میں فرق صرف یہ ہو گیا کہ بڑے پیمانے پر قرض سے سرمایہ اکٹھا کرنے اور اسے کاروبار میں لگانے کا طریقہ رائج ہو گیا۔

ربٰو االفضل کی احادیث سورہ بقرہ والی آیت حرمت سود سے تو پہلے کی ہیں، مگر سورۂ آل عمران والی آیت کے بعد کی

ہیں۔سورہ آل عمران کی آیت نے قرآن کا یہ منشا واضح کر دیا تھا کہ سود ایک برائی ہے جس کو بالآخر مٹانا پیش نظر ہے۔ نبی ﷺ نے اسی کے لیے ماحول تیار کرنے کی خاطر معاشی معاملات میں وہ اصطلاحات فرمائی تھیں جن کے لیے ربوا الفضل کا عنوان تجویز کیا گیا۔ان احادیث میں صاف طور پر لفظ ربٰو استعمال ہوا ہے۔اور ممانعت کے الفاظ خود اس کی حرمت پر دلالت کرتے ہیں۔البتہ یہ صحیح ہے کہ قرآن میں جس سود کی حرمت کا حکم دیا گیا ہے وہ قرض والا سود ہے نہ کہ دست بدست لین دین والا سود اور فقہاء نے یہ تصریح بھی کی ہے کہ ربوا الفضل بعینہ وہ ربٰو نہیں ہے جو قرآن میں حرام کیا گیا ہے، بلکہ یہ دراصل سود کا سد باب کرنے کے لیے ایک پیش قدمی ہے جسے فقہی اصطلاح میں ''سد باب ذریعہ'' کہا جاتا ہے۔

نبی ﷺ نے صرف اس ربٰو کی حرمت پر اکتفا نہیں فرمایا جو قرض کی صورت میں لیا جاتا ہے، بلکہ دست بدست لین دین کی صورت میں بھی ایک ہی جنس کی اشیاء کے درمیان تفاضل کا معاملہ کرنا حرام کر دیا۔ظاہر ہے کہ اس میں حاجت مندی کا کوئی سوال نہیں ہے۔اور اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم کا جو منشا سمجھا تھا وہ لامحالہ یہی تھا کہ زیادہ ستانی کو اللہ حرام کرنا چاہتا ہے۔اسی کے رجحانات کو ختم کرنے کے لیے حضور ﷺ نے قرض کے علاوہ دست بدست لین دین میں بھی زیادہ ستانی سے منع فرمادیا۔ (سود، کیا تجارتی قرضوں پر سود جائز...)

تخفیفات کے عام اصول

۱۰۱-اَحَبُّ الدِّیۡنِ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی اَلۡحَنِیۡفِیَّۃُ السُّمۡحَۃُ وَلَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ فِی الۡاِسۡلَامِ۔

''اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ دین وہ ہے جو سیدھا سادھا اور نرم ہو، اسلام میں ضرر اور ضرار نہیں۔''

تخریج:〈۱〉 حَدَّثَنِیۡ یَحۡیٰی عَنۡ مَالِکٍ عَنۡ عَمۡرِو بۡنِ یَحۡیَی الۡمَازِنِیِّ عَنۡ اَبِیۡهِ اَنَّ رَسُوۡلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ: لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ۔(۲۶)

〈۲〉 قَالَ النَّبِیُّ ﷺ: اَحَبُّ الدِّیۡنِ اِلَی اللّٰہِ الۡحَنِیۡفِیَّۃُ السَّمۡحَۃُ۔ (۲۷)

تشریح: اسلامی قانون میں حالات اور ضروریات کے لحاظ سے احکام کی سختی کو نرم کرنے کی بھی کافی گنجائش رکھی گئی ہے۔ چناں چہ فقہ کے اصول میں سے ایک یہ بھی ہے کہ **الضرورات تبیح المحظورات** اور **المشقة تجلب التیسیر**(۱)۔

قرآن مجید اور احادیث نبوی میں بھی متعدد مواقع پر شریعت کے اس قاعدہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے مثلاً:

لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفۡسًا اِلَّا وُسۡعَهَا۔ (البقرہ:۲۸۶)

''اللہ کسی پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا۔''

یُرِیۡدُ اللّٰہُ بِکُمُ الۡیُسۡرَ وَلَا یُرِیۡدُ بِکُمُ الۡعُسۡرَ۔ (البقرہ:۱۸۵)

''اللہ تمہارے ساتھ نرمی کرنا چاہتا ہے سختی نہیں کرنا چاہتا۔''

---

(۱)''ضرورتوں کی بنا پر بعض ناجائز چیزیں جائز ہو جاتی ہیں۔''اور''جہاں شریعت کے کسی حکم پر عمل کرنے میں مشقت ہو وہاں آسانی پیدا کر دی جاتی ہے۔''

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ۔ (الحج:۷۸)

''اس نے تم پر دین میں سختی نہیں کی۔''

پس یہ قاعدہ اسلام میں مسلم ہے کہ جہاں مشقت اور ضرر ہو وہاں احکام میں نرمی کر دی جائے۔ لیکن اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ ہر خیال اور وہمی ضرورت پر شریعت کے احکام اور خدا کی مقرر کردہ حدود کو بالائے طاق رکھ دیا جائے۔ اس کے لیے بھی چند اصول اور ضوابط ہیں جو شریعت کی تحقیقات پر غور کرنے سے بآسانی سمجھ میں آسکتے ہیں۔

اولاً: یہ دیکھنا چاہیے کہ مشقت کس درجہ کی ہے۔ مطلقاً ہر مشقت پر تو تکلیف شرعی رفع نہیں کی جاسکتی، ورنہ سرے سے کوئی قانون ہی باقی نہ رہے گا۔ جاڑے میں وضو کی تکلیف، گرمی میں روزے کی تکلیف، سفر حج اور جہاد کی تکالیف، یقیناً یہ سب مشقت کی تعریف میں آتی ہیں، مگر یہ ایسی مشقتیں نہیں ہیں جن کی وجہ سے تکلیفات ہی کو سرے سے ساقط کر دیا جائے۔ تخفیف یا اسقاط کے لیے مشقت ایسی ہونی چاہیے جو موجب ضرر ہو مثلاً سفر کی مشکلات، مرض کی حالت، کسی ظالم کا جبر و اکراہ، تنگ دستی، کوئی غیر معمولی مصیبت، فتنۂ عام، یا کوئی جسمانی نقص۔ ایسے مخصوص حالات میں شریعت نے بہت سے احکام میں تخفیفات کی ہیں اور ان پر دوسری تخفیفات کو بھی قیاس کیا جاسکتا ہے۔

ثانیاً: تخفیف اسی درجہ کی ہونی چاہیے جس درجہ کی مشقت اور مجبوری ہے۔ مثلاً جو شخص بیماری میں بیٹھ کر نماز پڑھ سکتا ہے اس کے لیے لیٹ کر پڑھنا جائز نہیں۔ جس بیماری کے لیے رمضان میں دس روزوں کا قضا کرنا کافی ہے اس کے لیے پورے رمضان کا افطار نا جائز ہے۔ جس شخص کی جان شراب کا ایک چلو پی کر یا حرام چیز کے ایک دو لقمے کھا کر بچ سکتی ہے، وہ اس حقیقی ضرورت سے بڑھ کر پینے یا کھانے کا مجاز نہیں ہے۔ اسی طرح طبیب کے لیے جسم کے پوشیدہ حصوں میں سے جتنا دیکھنے کی واقعی ضرورت ہے اس سے زیادہ دیکھنے کا اس کو حق نہیں۔ اس قاعدہ کے لحاظ سے تمام تخفیفات کی مقدار، مشقت اور ضرورت کی مقدار پر مقرر کی جائے گی۔

ثالثاً: کسی ضرر کو دفع کرنے کے لیے کوئی ایسی تدبیر اختیار نہیں کی جاسکتی جس میں اتنا ہی یا اس سے زیادہ ضرر ہو۔ بلکہ صرف ایسی تدبیر کی اجازت دی جاسکتی ہے جس کا ضرر نسبتاً خفیف ہو۔ اسی کے قریب قریب یہ قاعدہ بھی ہے کہ کسی مفسدہ سے بچنے کے لیے اس سے بڑے یا اس کے برابر مفسدہ میں مبتلا ہو جانا جائز نہیں۔ البتہ یہ جائز ہے کہ جب انسان دو مفسدوں میں گھر جائے اور کسی ایک میں مبتلا ہونا بالکل ناگزیر ہو تو بڑے مفسدہ کو دفع کرنے کے لیے چھوٹے مفسدہ کو اختیار کر لے۔

رابعاً: جلب مصالح پر دفع مفاسد مقدم ہے، شریعت کی نگاہ میں بھلائیوں کے حصول اور مامورات و واجبات کے ادا کرنے کی بہ نسبت برائیوں کو دور کرنا اور حرام سے بچنا، اور فساد کو دفع کرنا زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ اسی لیے وہ مشقت کے مواقع پر مامورات میں جس فیاضی کے ساتھ تخفیف کرتی ہے، اتنی فیاضی ممنوعات کی اجازت دینے میں نہیں برتتی۔ سفر اور مرض کی حالتوں میں، نماز روزے اور دوسرے واجبات کے معاملہ میں جتنی تخفیفیں کی گئی ہیں، اتنی تخفیفیں ناپاک اور حرام چیزوں کے استعمال میں نہیں کی گئیں۔

خامساً: مشقت یا ضرر کے زائل ہوتے ہی تخفیف بھی ساقط ہو جاتی ہے۔ مثلاً بیماری رفع ہو جانے کے بعد تیمّم کی اجازت باقی نہیں رہتی۔ (سود، تخفیفات کے عام اصول)

مسئلہ سود میں شریعت کی تخفیفات

مذکورہ بالا قواعد کو ذہن نشین کر لینے کے بعد غور کیجیے کہ موجودہ حالات میں سود کے مسئلہ میں احکام شریعت کے اندر کس حد تک تخفیف کی جا سکتی ہے؟

(۱) سود لینے اور سود دینے کی نوعیت یکساں نہیں ہے۔ سود پر قرض لینے کے لیے تو انسان بعض حالات میں مجبور ہو سکتا ہے لیکن سود کھانے کے لیے درحقیقت کوئی مجبوری پیش نہیں آسکتی۔ سود تو وہی لے گا جو مال دار ہو، اور مال دار کو ایسی کیا مجبوری پیش آسکتی ہے جس میں اس کے لیے حرام حلال ہو جائے؟

(۲) سودی قرض لینے کے لیے بھی ہر ضرورت مجبوری کی تعریف میں نہیں آتی۔ شادی بیاہ اور خوشی وغمی کی رسموں میں فضول خرچی کرنا کوئی حقیقی ضرورت نہیں ہے۔ موٹر خریدنا یا مکان بنانا کوئی واقعی مجبوری نہیں ہے۔ عیش وعشرت کے سامان فراہم کرنا، یا کاروبار کو ترقی دینے کے لیے روپیہ فراہم کرنا کوئی ضروری امر نہیں ہے۔ یہ اور ایسے ہی دوسرے امور جن کو ''ضرورت'' اور ''مجبوری'' سے تعبیر کیا جاتا ہے، اور جن کے لیے مہاجنوں سے ہزاروں روپے قرض لیے جاتے ہیں، شریعت کی نگاہ میں ان کی قطعاً کوئی وقعت نہیں۔ اور ان اغراض کے لیے جو لوگ سود دیتے ہیں وہ سخت گنہگار ہیں۔ شریعت اگر کسی مجبوری پر سودی قرض لینے کی اجازت دے سکتی ہے تو وہ اس قسم کی مجبوری ہے جس میں حرام حلال ہو سکتا ہے۔ یعنی کوئی سخت مصیبت جس میں سود پر قرض لیے بغیر کوئی چارہ نہ ہو، جان یا عزت پر آفت آگئی ہو، یا کسی ناقابل برداشت مشقت یا ضرر کا حقیقی اندیشہ ہو۔ ایسی صورت میں ایک مجبور مسلمان کے لیے سودی قرض لینا جائز ہوگا۔ مگر وہ تمام ذی استطاعت مسلمان گناہگار ہوں گے جنہوں نے اس مصیبت میں اپنے اس بھائی کی مدد نہ کی اور اس کو فعل حرام کے ارتکاب پر مجبور کر دیا۔ بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ اس گناہ کا وبال پوری قوم پر ہوگا، کیوں کہ اس نے زکوٰۃ وصدقات اور اوقاف کی تنظیم سے غفلت کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے افراد بے سہارا ہو گئے اور ان کے لیے اپنی ضرورتوں کے وقت ساہوکاروں کے آگے ہاتھ پھیلانے کے سوا کوئی ذریعہ باقی نہیں رہا۔

(۳) شدید مجبوری کی حالت میں بھی صرف بقدر ضرورت قرض لیا جا سکتا ہے۔ اور لازم ہے کہ استطاعت بہم پہنچتے ہی سب سے پہلے اس سے سبکدوشی حاصل کی جائے۔ کیوں کہ ضرورت رفع ہو جانے کے بعد سود کا ایک پیسہ دینا بھی حرام مطلق ہے۔ یہ سوال کہ آیا ضرورت شدید ہے کہ نہیں، اور اگر شدید ہے تو کس قدر ہے اور کس وقت وہ رفع ہوگی، اس کا تعلق اس شخص کی عقل اور احساس دین داری سے ہے، جو اس حالت میں مبتلا ہوا ہو۔ وہ جتنا زیادہ دین دار اور خدا ترس ہوگا اور اس کا ایمان جتنا زیادہ قوی ہوگا، اتنا ہی زیادہ وہ اس باب میں محتاط ہوگا۔

(۴) جو لوگ تجارتی مجبوریوں کی بنا پر یا اپنے مال کی حفاظت یا موجودہ انتشار قومی کی وجہ سے اپنے مستقبل کی طمانیت کے لیے بینکوں میں روپیہ جمع کرائیں، یا انشورنس کمپنی میں بیمہ کرائیں، یا جن کو کسی قاعدہ کے تحت پراویڈنٹ فنڈ میں

حصہ لینا پڑے، ان کے لیے لازم ہے کہ صرف اپنے راس المال ہی کو اپنا مال سمجھیں اور اس راس المال سے بھی ڈھائی فی صد سالانہ کے حساب سے زکوٰۃ ادا کریں، کیوں کہ اس کے بغیر وہ جمع شدہ روپیہ ان کے لیے ایک نجاست ہوگی، بشرطے کہ وہ خدا پرست ہوں، زر پرست نہ ہوں۔

(۵) بینک میں یا انشورنس کمپنی یا پراویڈنٹ فنڈ سے سود کی جو رقم ان کے حساب میں نکلتی ہو، اس کو سرمایہ داروں کے پاس چھوڑنا جائز نہیں ہے۔ کیوں کہ یہ ان مفسدوں کے لیے مزید تقویت کی موجب ہوگی۔ صحیح طریقہ یہ ہے کہ اس رقم کو لے کر ان مفلس لوگوں پر خرچ کر دیا جائے جن کی حالت قریب قریب وہی ہے جس میں حرام کھانا انسان کے لیے جائز ہو جاتا ہے۔[1]

(۶) مالی لین دین اور تجارتی کاروبار میں جتنے منافع سود کی تعریف میں آتے ہوں، یا جن میں سود کا اشتباہ ہو، ان سب سے حتی الامکان احتراز ممکن نہ ہو تو وہی طریقہ اختیار کرنا چاہیے جو نمبر ۵ میں بیان کیا گیا ہے۔ اس معاملے میں ایک ایمان دار مسلمان کی نظر جلب منفعت پر نہیں، بلکہ دفع مفاسد پر ہونی چاہیے۔ اگر وہ خدا سے ڈرتا ہے اور یوم آخرت پر اعتقاد رکھتا ہے تو حرام سے بچنا اور خدا کی پکڑ سے محفوظ رہنا اس کے لیے کاروبار کی ترقی اور مالی فوائد کے حصول سے زیادہ عزیز ہونا چاہیے۔

یہ تخفیفات صرف افراد کے لیے ہیں اور بدرجۂ آخر ان کو ایک قوم تک بھی اس حالت میں وسیع کیا جا سکتا ہے جب کہ وہ غیروں کی محکوم ہو اور اپنا نظام مالیات و معیشت خود بنانے پر قادر نہ ہو۔ لیکن ایک آزاد و خود مختار مسلمان قوم، جو اپنے مسائل خود حل کرنے کے لیے اختیارات رکھتی ہو۔ سود کے معاملہ میں کسی تخفیف کا مطالبہ اس وقت تک نہیں کر سکتی جب تک یہ ثابت نہ ہو جائے کہ سود کے بغیر مالیات اور بینکنگ اور تجارت و صنعت وغیرہ کا کوئی معاملہ چل ہی نہیں سکتا اور اس کا کوئی بدل ممکن ہی نہیں ہے۔ یہ چیز اگر علمی اور عملی حیثیت سے غلط ہو، فی الواقع ایک نظام مالیات سود کے بغیر نہایت کامیابی کے ساتھ بنایا اور چلایا جا سکتا ہو تو پھر مغربی سرمایہ داری کے طریقوں پر اصرار کیے چلے جانا بجز اس کے کوئی معنی نہیں رکھتا کہ خدا سے بغاوت کا فیصلہ کر لیا گیا ہے۔ (سود، مسئلہ سود میں شریعت کی تخفیفات)

الربا کا اطلاق ''تجارتی اغراض کے لیے سود'' پر بھی ہوتا ہے

۱۰۲- بخاری میں سات[2] مقامات پر اور نسائی میں ایک مقام[3] پر صحیح سندوں کے ساتھ یہ روایت نقل ہوئی ہے کہ نبی ﷺ نے بیان فرمایا:

---

(۱) اس تجویز کو میں اس لیے بھی صحیح سمجھتا ہوں کہ حقیقت میں سود غریبوں کی جیب ہی سے آتا ہے۔ حکومت کا خزانہ ہو یا بینک، یا انشورنس کمپنی، سب کے سود کا اصل منبع غریب کی جیب ہی ہے۔

(۲) بخاری، کتاب الزکوٰۃ (باب ما یستخرج من البحر۔ کتاب الشروط، کتاب الاستقراض، کتاب الکفالۃ، کتاب اللقطۃ، کتاب الاستیذان اور کتاب البیوع باب التجارۃ فی البحر)

(۳) نسائی کتاب اللقطۃ۔

''بنی اسرائیل میں سے ایک شخص نے دوسرے شخص سے تجارت کے لیے ایک ہزار دینار قرض(۱) لیے اور کہا کہ میرے اور تیرے درمیان اللہ گواہ اور اللہ ہی کفیل ہے۔ پھر وہ بحری سفر پر چلا گیا۔ وہاں جب وہ اپنے کاروبار سے فارغ ہوا تو واپسی کے لیے اسے کوئی جہاز نہ ملا اور وہ مدت پوری ہوگئی جس کی قرارداد کر کے اس نے قرض لیا تھا۔ آخر اس نے یہ کیا کہ ایک لکڑی کے اندر سوراخ کر کے ایک ہزار دینار اس میں رکھ دیئے اور قرض خواہ کے نام ایک خط بھی لکھ کر ساتھ رکھا اور سوراخ بند کر کے لکڑی سمندر میں چھوڑ دی۔ اور اللہ سے دعا کی کہ میں نے تجھی کو گواہ اور کفیل بنا کر یہ رقم اس شخص سے قرض لی تھی۔ اب تو ہی اسے اس تک پہنچا دے۔ خدا کا کرنا یہ ہوا کہ قرض خواہ ایک روز اپنے ملک میں سمندر کے کنارے کھڑا تھا، یکا یک لکڑی کا ایک لٹھا اس کے سامنے آ کر رکا۔ اس نے لکڑی کو اٹھا کر دیکھا تو قرض دار کا خط بھی اسے ملا اور ایک ہزار دینار بھی مل گئے۔ بعد میں جب یہ شخص اپنے وطن واپس پہنچا تو ایک ہزار دینار لے کر اپنا قرض ادا کرنے کے لیے دائن کے پاس گیا۔ مگر اس نے یہ کہہ کر لینے سے انکار کر دیا کہ مجھے میری رقم مل گئی ہے۔''

یہ روایت اس بات کا قطعی ثبوت ہے کہ تجارت کے لیے قرض لینے کا تخیل اس وقت عربوں میں غیر معروف نہ تھا۔

تخریج:‹۱› وَ قَالَ اللَّيْثُ: ثَنِیْ جَعْفَرُ بْنُ رَبِيْعَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ هُرْمُزَ، عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ، عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اَنَّهٗ ذَكَرَ رَجُلًا مِنْ بَنِیْ اِسْرَائِيْلَ، سَاَلَ بَعْضَ بَنِیْ اِسْرَائِيْلَ اَنْ يُّسْلِفَهٗ اَلْفَ دِيْنَارٍ، فَقَالَ ائْتِنِیْ بِالشُّهَدَآءِ اُشْهِدُهُمْ، فَقَالَ: كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا فَقَالَ: فَائْتِنِیْ بِالْكَفِيْلِ، قَالَ: كَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا، قَالَ: صَدَقْتَ، فَدَفَعَهَا اِلَيْهِ اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى، فَخَرَجَ فِی الْبَحْرِ، فَقَضٰى حَاجَتَهٗ، ثُمَّ الْتَمَسَ مَرْكَبًا يَرْكَبُهَا يَقْدَمُ عَلَيْهِ لِلْاَجَلِ الَّذِیْ اَجَّلَهٗ، فَلَمْ يَجِدْ مَرْكَبًا، فَاَخَذَ خَشَبَةً، فَنَقَرَهَا، فَاَدْخَلَ فِيْهَا اَلْفَ دِيْنَارٍ وَ صَحِيْفَةً مِنْهُ اِلٰى صَاحِبِهٖ ثُمَّ زَجَّجَ مَوْضِعَهَا، ثُمَّ اَتٰى بِهَا اِلَى الْبَحْرِ، فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ تَعْلَمُ اَنِّیْ كُنْتُ تَسَلَّفْتُ فُلَانًا اَلْفَ دِيْنَارٍ، فَسَاَلَنِیْ كَفِيْلًا فَقُلْتُ: كَفٰى بِاللّٰهِ كَفِيْلًا، فَرَضِیَ بِكَ، فَسَاَلَنِیْ شَهِيْدًا فَقُلْتُ: كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا، فَرَضِیَ بِكَ، وَ اِنِّیْ جَهَدْتُّ اَنْ اَجِدَ مَرْكَبًا اَبْعَثُ اِلَيْهِ الَّذِیْ لَهٗ فَلَمْ اَقْدِرْ، وَ اِنِّیْ اسْتَوْدَعْتُكَهَا، فَرَمٰى بِهَا فِی الْبَحْرِ حَتّٰى وَلَجَتْ فِيْهِ ثُمَّ انْصَرَفَ وَ هُوَ فِیْ ذٰلِكَ يَلْتَمِسُ مَرْكَبًا يَخْرُجُ اِلٰى بَلَدِهٖ، فَخَرَجَ الرَّجُلُ الَّذِیْ كَانَ اَسْلَفَهٗ يَنْظُرُ لَعَلَّ مَرْكَبًا جَآءَ بِمَالِهٖ، فَاِذَا بِالْخَشَبَةِ الَّتِیْ فِيْهَا الْمَالُ، فَاَخَذَهَا لِاَهْلِهٖ حَطَبًا،

---

(۱) اعتراض کیا جا سکتا ہے کہ روایت میں ''تجارت کے لیے'' کے الفاظ نہیں ہیں۔ لیکن یہ اعتراض کئی وجوہ سے غلط ہوگا۔ اول یہ کہ روایت میں قرض کے لیے اسلف یسلف کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے جو قریب قریب روپیہ ''ایڈوانس'' کرنے کا ہم معنی ہے۔ اور زیادہ تر تجارتی معاملات کے بارے میں ہی استعمال ہوتا ہے۔ پھر قرض بھی اس نے ایک ہزار دینار (تقریباً دس ہزار روپیہ) لیا۔ ظاہر ہے کہ اتنی بڑی رقم فاقہ کشی دور کرنے یا بے گور و کفن مردہ دفن کرنے کے لیے تو نہ لی گئی ہوگی۔ مزید برآں وہ یہ رقم لے کر بحری سفر پر روانہ ہوا اور وہاں اس نے اتنا روپیہ کمایا کہ ایک ہزار دینار تو اس نے لکڑی کے لٹھے میں رکھ کر قرض خواہ کو بھیجے اور پھر مزید ایک ہزار دینار لے کر خود اس کے پاس پہنچا۔ کیا اس سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ وہ عیاشی کے لیے نہیں بلکہ تجارت کے لیے روپیہ لے گیا تھا؟

فَلَمَّا نَشَرَهَا وَجَدَ الْمَالَ وَالصَّحِيفَةَ، ثُمَّ قَدِمَ الَّذِي كَانَ اَسْلَفَهُ فَاتٰى بِالْاَلْفِ دِيْنَارٍ، وَ قَالَ: وَاللّٰهِ! مَازِلْتُ جَاهِدًا فِي طَلَبِ مَرْكَبٍ لِآتِيَكَ بِمَالِكَ، فَمَا وَجَدْتُ مَرْكَبًا قَبْلَ الَّذِي اَتَيْتُ فِيهِ، قَالَ: هَلْ كُنْتَ بَعَثْتَ اِلَيَّ شَيْئًا قَالَ: اُخْبِرُكَ اَنِّي لَمْ اَجِدْ مَرْكَبًا قَبْلَ الَّذِي جِئْتُ بِهِ، قَالَ: فَاِنَّ اللّٰهَ قَدْ اَدّٰى عَنْكَ الَّذِي بَعَثْتَ فِي الْخَشَبَةِ فَانْصَرِفْ بِالْاَلْفِ دِيْنَارٍ رَاشِدًا۔ (۲۸)

۱۰۳– ’’ابن ماجہ[۱] اور نسائی[۲] میں روایت ہے کہ نبی ﷺ نے جنگ حنین کے موقع پر عبداللہ بن ربیعہ مخزومی سے ۳۰ یا ۴۰ ہزار درہم قرض لیے تھے اور جنگ سے واپسی پر یہ قرض آپ ﷺ نے ادا فرمایا۔‘‘ یہ ریاستی اغراض کے لیے قرض کی صریح مثال ہے۔

تخریج: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، قَالَ: ثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ اِسْمَاعِيلَ بْنِ اِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِي رَبِيعَةَ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: اسْتَقْرَضَ مِنِّي النَّبِيُّ ﷺ اَرْبَعِيْنَ اَلْفًا، فَجَآءَهُ مَالٌ، فَدَفَعَهُ اِلَيَّ وَ قَالَ: بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ فِي اَهْلِكَ وَ مَالِكَ. اِنَّمَا جَزَاءُ السَّلَفِ الْحَمْدُ وَالْاَدَاءُ۔ (۲۹)

تشریح: مسلمان کسی ملک میں سودی کاروبار کی ممانعت کا عام حکم صرف اسی وقت جاری کریں گے، جب کہ وہ اس ملک پر قابض و متصرف ہوں، اور اپنے احکام کو غیر مسلموں پر بھی نافذ کرنے کی قوت رکھتے ہوں۔ ہر ذی فہم سمجھ سکتا ہے کہ ملک پر قبضہ ہونے سے پہلے ملک میں قانون کے نفاذ کا حکم دینا صریح غیر معقول بات ہے۔ رسول اللہؐ سے کس طرح یہ امید کی جاسکتی ہے کہ آپ ربا الجاہلیت کے سقوط کا اعلان فرما دیتے جب کہ درحقیقت ربا الجاہلیت لینے اور دینے والے آپ کے تحت حکم آتے ہی نہ ہوں۔ البتہ جو لوگ آپ کے تحت تھے (یعنی مسلمان) ان کو آپ نے سودی لین دین سے منع فرما دیا تھا قبل اس کے کہ ملک عرب میں سودی کاروبار مسدود ہو۔ (سود، اسلامی حکومتوں اور...)

سود کے اخلاقی و روحانی نقصانات

سب سے پہلے اخلاق و روحانیت کے نقطۂ نظر سے دیکھیے کیوں کہ اخلاق اور روح ہی اصل جوہر انسانیت ہے۔ اور اگر کوئی چیز ہمارے اس جوہر کو نقصان پہنچانے والی ہو تو بہ ہر حال وہ قابل ترک ہے، خواہ کسی دوسرے پہلو سے اس میں کتنے ہی فوائد ہوں۔ اب اگر آپ سود کا نفسیاتی تجزیہ کریں گے تو آپ کو بیک نظر معلوم ہو جائے گا کہ روپیہ جمع کرنے کی خواہش سے لے کر سودی کاروبار کے مختلف مرحلوں تک پورا ذہنی عمل خود غرضی، بخل، تنگ دلی، سنگ دلی اور زر پرستی جیسی صفات کے زیر اثر جاری رہتا ہے، اور جتنا جتنا آدمی اس کاروبار میں آگے بڑھتا جاتا ہے یہی صفات اس کے اندر نشو و نما پاتی چلی جاتی ہیں۔ اس کے برعکس زکوٰۃ و صدقات کی ابتدائی نیت سے لے کر ان کے عملی ظہور تک پورا ذہنی عمل فیاضی، ایثار، ہمدردی، فراخ دلی، عالی ظرفی اور خیر اندیشی جیسی صفات کے زیر اثر واقع ہوتا ہے اور اس طریق کار پر مسلسل عمل کرتے رہنے

---

(۱) تاریخ طبری، بسلسلۂ واقعات ۲۳ھ، عنوان شیء من سیره مما لم یمض ذکره۔

(۲) کتاب البیوع باب الاستقراض۔

نوٹ: ابن ماجہ میں یہ روایت نہیں ملی۔ (مرتب)

سے یہی صفات انسان کے اندر نشو و نما پاتی ہیں۔ کیا کوئی انسان دنیا میں ایسا ہے جس کا دل یہ شہادت نہ دیتا ہو کہ اخلاقی صفات کے ان دونوں مجموعوں میں سے پہلا مجموعہ بدترین اور دوسرا مجموعہ بہترین ہے۔

تمدنی و اجتماعی نقصانات

اب تمدنی حیثیت سے دیکھیے۔ ایک ذرا سے غور و خوض سے یہ بات ہر شخص کی سمجھ میں بآسانی آسکتی ہے کہ جس معاشرے میں افراد ایک دوسرے کے ساتھ خود غرضی کا معاملہ کریں، کوئی اپنی ذاتی غرض اور اپنے ذاتی فائدے کے بغیر کسی کے کام نہ آئے۔ ایک کی حاجت مندی دوسرے کے لیے نفع اندوزی کا موقع بن جائے اور مال دار طبقوں کا مفاد نادار طبقوں کے مفاد کی ضد ہو جائے، ایسا معاشرہ کبھی مستحکم نہیں ہوسکتا۔ اس کے اجزاء کا باہم متصادم ہو جانا بھی کچھ مشکل نہیں ہے۔ اس کے برعکس جس معاشرے کا اجتماعی نظام آپس کی ہمدردی پر مبنی ہو، جس کے افراد ایک دوسرے کے ساتھ فیاضی کا معاملہ کریں، جس میں ہر شخص دوسرے کی احتیاج کے موقع پر فراخ دلی کے ساتھ مدد کا ہاتھ بڑھائے۔ اور جس میں مال دار لوگ نادار لوگوں کے ساتھ ہمدردانہ اعانت، یا کم از کم منصفانہ تعاون کا طریقہ برتیں۔ ایسے معاشرے میں آپس کی محبت اور خیر خواہی اور دلچسپی نشو و نما پائے گی۔ اس کے اجزاء ایک دوسرے کے ساتھ پیوستہ اور ایک دوسرے کے پشتیبان ہوں گے۔ اس میں اندرونی نزاع و تصادم کو راہ پانے کا موقع نہ مل سکے گا۔ اس میں باہمی تعاون اور خیر خواہی کی وجہ سے ترقی کی رفتار پہلے معاشرے کی بہ نسبت بہت زیادہ تیز ہوگی۔

ایسا ہی حال بین الاقوامی تعلقات کا بھی ہے۔ ایک قوم دوسری قوم کے ساتھ فیاضی و ہمدردی کا معاملہ کرے اور اس کی مصیبت کے وقت کھلے دل سے مدد کا ہاتھ بڑھائے۔ ممکن نہیں ہے کہ دوسری طرف سے اس کا جواب محبت اور شکر گزاری اور مخلصانہ خیر خواہی کے سوا کسی اور صورت میں ملے۔ اس کے برعکس وہی قوم اگر اپنی ہمسایہ قوم کے ساتھ خود غرضی و تنگ دلی کا برتاؤ کرے، اور اس کی مشکلات کا ناجائز فائدہ اٹھائے تو ہوسکتا ہے کہ مال کی صورت میں وہ بہت کچھ نفع اس سے حاصل کرلے۔ لیکن یہ کسی طرح ممکن ہی نہیں ہے کہ پھر اپنے اس شائیلاک قسم کے ہمسایہ کے لیے اس قوم کے دل میں کوئی اخلاص اور محبت خیر خواہی باقی رہ جائے۔[1] یہ سود کا فطری اثر اور اس کا لازمی نفسیاتی ردعمل ہے جو ہمیشہ ہر حال میں رونما ہوگا، ایک قوم

---

(۱) ابھی کچھ زیادہ مدت نہیں گزری ہے۔ پچھلی جنگ عظیم کے زمانہ کی بات ہے۔ کہ انگلستان نے امریکہ سے ایک بھاری قرض کا معاملہ طے کیا، جو (Bretton Wood Agreement) کے نام سے مشہور ہے۔ انگلستان چاہتا تھا کہ اس کا خوش حال دوست، جو اس لڑائی میں اس کا رفیق تھا، اسے بلاسود قرض دے دے۔ لیکن امریکہ سود چھوڑنے پر راضی نہ ہوا اور انگلستان اپنی مشکلات کی وجہ سے مجبور ہوگیا کہ سود دینا قبول کرے۔ اس کا جو اثر انگریزی قوم پر مرتب ہوا، وہ ان تحریروں اور تقریروں سے معلوم ہوسکتا ہے جو اس زمانے میں انگلستان کے مدبرین اور اخبار نویسوں کی زبان اور قلم سے نکلیں۔ مشہور ماہر معاشیات لارڈ کینز آں جہانی، جنہوں نے انگلستان کی طرف سے یہ معاملہ طے کیا تھا، جب اپنے مشن کو پورا کر کے پلٹے تو انہوں نے برطانوی دارالامراء میں اس پر تقریر کرتے ہوئے کہا کہ ''میں تمام عمر اس رنج کو نہ بھولوں گا جو مجھے اس بات سے ہوا کہ امریکہ نے ہم کو بلاسود قرض دینا گوارا نہ کیا۔'' مسٹر چرچل جیسے زبردست امریکہ پسند شخص نے کہا کہ ''یہ بنئے پن کا برتاؤ جو ہمارے ساتھ ہوا ہے، مجھے اس کی گہرائی میں بڑے خطرات نظر آتے ہیں، سچی بات یہ ہے کہ اس کا ہمارے باہمی تعلقات پر بہت ہی برا اثر پڑا ہے'' اس وقت کے وزیر خزانہ ڈاکٹر ڈالٹن نے پارلیمنٹ میں اس معاملے کو منظوری کے لیے پیش کرتے ہوئے کہا، کہ یہ بھاری بوجھ، جسے لادے ہوئے ہم جنگ سے نکل رہے ہیں ہماری ان قربانیوں اور جفاکشیوں کا بڑا ہی عجیب صلہ ہے، جو ہم نے مشترک مقاصد کے لیے برداشت کیں۔ اس نرالے ستم ظریفانہ انعام پر آئندہ زمانے کے مؤرخین ہی کچھ بہتر رائے زنی کرسکیں گے...ہم نے درخواست کی تھی کہ ہم کو قرض حسن دیا جائے، مگر جواب میں ہم سے کہا گیا کہ یہ عملی سیاست نہیں ہے۔

دوسری قوم کے ساتھ یہ معاملہ کرے یا ایک شخص دوسرے شخص کے ساتھ۔ انگلستان کے لوگ یہ ماننے کے لیے تیار نہ تھے اور آج بھی وہ اسے نہیں مانتے کہ انفرادی معاملات میں سودی لین دین کوئی بری چیز ہے۔ آپ کسی انگریز سے بلاسودی قرض کی بات کریں وہ فوراً آپ کو جواب دے گا کہ جناب یہ عملی کاروبار (Practical Business) کا طریقہ نہیں ہے۔ لیکن جب اس کی قومی مصیبت کے موقع پر اس کی ہمسایہ قوم نے اس کے ساتھ یہ "عملی کاروبار" کا طریقہ برتا تو ہر انگریز چیخ اٹھا اور اس نے تمام دنیا کے سامنے اس حقیقت پر گواہی دی کہ سود دلوں کو پھاڑنے والی اور تعلقات کو خراب کرنے والی چیز ہے۔

معاشی نقصانات

اب اس کے معاشی پہلو پر نگاہ ڈالیے۔ سود کا تعلق معاشی زندگی کے ان معاملات سے ہے جن میں کسی نہ کسی طور پر قرض کا لین دین ہوتا ہے۔ قرض مختلف اقسام کے ہوتے ہیں:

ایک قسم کے قرضے وہ ہیں جو حاجت مند لوگ اپنی ذاتی ضروریات کے لیے لیتے ہیں۔ دوسری قسم کے قرضے وہ ہیں جو تاجر اور صنّاع اور زمین دار اپنے نفع آور کاموں میں استعمال کرنے کے لیے لیتے ہیں۔

تیسری قسم ان قرضوں کی ہے جو حکومتیں اپنے اہل ملک سے لیتی ہیں اور ان کی نوعیتیں بھی مختلف ہوتی ہیں۔ ان میں سے بعض قرضے غیر نفع آور اغراض کے لیے ہوتے ہیں مثلاً جنگی قرضے۔ اور بعض نفع آور اغراض کے لیے ہوتے ہیں مثلاً وہ نہریں اور ریلیں اور برق آبی کی اسکیمیں جاری کرنے کے لیے حاصل کیے جاتے ہیں۔

چوتھی قسم ان قرضوں کی ہے جو حکومتیں اپنی ضروریات کی خاطر غیر ممالک کے بازار زر سے لیتی ہیں۔ (سود، ایجابی پہلو)

نقد کی قیمت اور ادھار کی اور

۱۰۴– دَعُوا الرِّبٰوا وَالرِّيبَةَ۔

"تم سود کو چھوڑ دو اور جس میں سود کا شبہ ہو۔"

تخریج: حَدَّثَنَا نَصرُ بنُ عَلِيِّ الجَهضَمِيُّ، ثَنَا خَالِدُ بنُ الحَارِثِ، ثَنَا سَعِيدٌ عَن قَتَادَةَ، عَن سَعِيدِ بنِ المُسَيَّبِ، عَن عُمَرَ بنِ الخَطَّابِ، قَالَ: اِنَّ اٰخِرَ مَا نَزَلَت اٰيَةُ الرِّبَا وَ اِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قُبِضَ وَ لَم يُفَسِّرهَا لَنَا۔ فَدَعُوا الرِّبَا وَالرِّيبَةَ۔ (۳۰)

تشریح: سوال: اگر کوئی دوکان دار اس اصول پر عمل پیرا ہو کہ وہ نقد خریدنے والے گاہک سے اشیاء کی کم قیمت لے اور ادھار لینے والے سے زیادہ تو کیا وہ سود خواری کا مرتکب ہوگا؟ ایک دوسری صورت یہ بھی ہوتی ہے کہ فروخت پر کچھ معمولی سا کمیشن رکھا جاتا ہے، مثلاً ایک پیسہ فی روپیہ اور یہ صرف نقد خریداری کی صورت میں گاہک کو ادا کیا جاتا ہے اس کی کیا حیثیت ہے؟

جواب: پہلی صورت تو صریحاً سود کی ہے۔ رہی دوسری شکل تو اگرچہ اصطلاحاً یہ سود کی تعریف میں نہیں آتی، لیکن اس کے اندر روح تو سود ہی کی موجود ہے۔ فقہ کی زبان میں یہ "ربوا" نہیں مگر "ریبہ" ضرور ہے اور ریبہ بھی پرہیز کے لائق چیز ہے۔ **دعوا الربٰوا والريبة۔** (الحدیث)۔ (رسائل ومسائل حصہ اول، نقد کی قیمت اور...)

بیمہ کا جواز و عدم جواز

انشورنس کے بارے شرع اسلامی کی رو سے تین اصولی اعتراضات ہیں جن کی بنا پر اسے جائز نہیں ٹھہرایا جاسکتا۔

اول: یہ کہ انشورنس کمپنیاں جو روپیہ پریمیم (Premium) کی شکل میں وصول کرتی ہیں اس کے بہت بڑے حصے کو سودی کاموں میں لگا کر فائدہ حاصل کرتی ہیں اور اس ناجائز کاروبار میں وہ لوگ آپ سے آپ حصہ دار بن جاتے ہیں جو کسی نہ کسی شکل میں اپنے آپ کو یا اپنی کسی چیز کو ان کے پاس انشور کراتے ہیں۔

دوم: یہ کہ موت یا حوادث یا نقصان کی صورت میں جو رقم دینے کی ذمہ داری کمپنیاں اپنے ذمہ لیتی ہیں اس کے اندر قمار کا اصول پایا جاتا ہے۔

سوم: یہ کہ ایک آدمی کے مرجانے کی صورت میں جو رقم ادا کی جاتی ہے، اسلامی شریعت کی رو سے اس کی حیثیت مرنے والے کے ترکے کی سی ہے، جسے شرعی وارثوں میں تقسیم ہونا چاہیے۔ مگر یہ رقم ترکے کی حیثیت میں تقسیم نہیں کی جاتی بلکہ اس شخص یا ان اشخاص کو مل جاتی ہے جن کے لیے پالیسی ہولڈرز نے وصیت کی ہو۔ حالاں کہ وارث کے حق میں شرعاً وصیت ہی نہیں کی جاسکتی۔

رہا یہ سوال کہ انشورنس کے کاروبار کو اسلامی اصول پر کس طرح چلایا جاسکتا ہے۔ تو اس کا جواب اتنا آسان نہیں جتنا یہ سوال آسان ہے۔ اس کے لیے ضرورت ہے کہ ماہرین کی ایک مجلس جو اسلامی اصول کو بھی جانتی ہو اور انشورنس کے معاملات کو بھی سمجھتی ہو، اس پورے مسئلے کا جائزہ لے۔ اور انشورنس کے کاروبار میں ایسی اصطلاحات تجویز کرے جن سے کاروبار چل بھی سکتا ہو اور شریعت کے اصولوں کی خلاف ورزی بھی نہ ہو۔ جب تک یہ نہیں ہوتا ہمیں کم ازکم یہ تسلیم تو کرنا چاہیے کہ ہم ایک غلط کام کر رہے ہیں۔ غلطی کا احساس بھی اگر ہم میں باقی نہ رہے تو پھر اصلاح کی کوشش کا کوئی سوال نہیں رہتا۔

بے شک موجودہ زمانے میں انشورنس کی بڑی اہمیت ہے، اور ساری دنیا میں اس کا چلن ہے، مگر نہ اس دلیل سے کوئی حرام چیز حلال ہوسکتی ہے اور نہ کوئی شخص یہ دعویٰ کرسکتا ہے کہ جو کچھ دنیا میں ہو رہا ہے وہ سب حلال ہے یا اسے اس بنا پر حلال ہونا چاہیے کہ دنیا میں اس کا چلن ہوگیا ہے۔ ایک مسلمان قوم ہونے کی حیثیت سے ہمارا فرض ہے کہ ہم جائز و ناجائز میں فرق کریں اور اپنے معاملات کو جائز طریقوں سے چلانے پر اصرار کریں۔

(رسائل و مسائل حصہ سوم، فقہی مسائل ''بیمہ کا جواز...)

بیمہ (انشورنس)

سوال: کیا آپ صحت، زندگی یا حادثات کے بیمے کو ایک طرح کا بیت المال نہیں سمجھتے؟ اس میں تو ہر شخص جو اپنے آپ کو انشور کراتا ہے وہ ایک طرح کا چندہ دیتا ہے، اور حاجت منداس کا فائدہ حاصل کرتے ہیں۔''

جواب: آپ نے تو انشورنس کا کاروبار کرنے والوں کو بالکل جنت ہی میں پہنچادیا۔ یہ غلط فہمی آپ کو کہاں سے لاحق ہوگئی کہ یہ ایک بیت المال ہے جس میں مالدار ایک چندہ دیتا ہے اور حاجت مند لوگ اس کا فائدہ اٹھاتے ہیں؟ حالاں کہ یہ ایک

باقاعدہ کاروبار (بزنس) ہے جس کو سرمایہ دار اپنے فائدہ کے لیے چلاتے ہیں نہ کہ آفت رسیدہ لوگوں کے فائدے کے لیے، سرمایہ داروں نے سارے معاشرے کی بچتیں (Savings) کھینچ کر اپنے قبضے میں لے لینے کے لیے دو طریقے اختیار کیے ہیں۔ ایک بینک جو سود کا لالچ دے کر لوگوں کے بچے ہوئے مال (Saving) اپنے قبضے میں لیتا ہے اور دوسرے انشورنس کمپنی، جو لوگوں کو نقصانات کی صورت میں مدد دینے کا لالچ دے کر پریمیم کی صورت میں ان کا سرمایہ اپنی طرف کھینچ لیتی ہے ان دو طریقوں سے تمام قوم کے بچے ہوئے مال ان سرمایہ داروں کے پاس جمع ہو جاتے ہیں اور پھر یہ اپنی شرائط پر اس ساری دولت کو معاشرے کے ان کاموں میں لگاتے ہیں جو ان کے لیے زیادہ سے زیادہ مفید ہوں۔ بینک کی طرح انشورنس کمپنی بھی کوئی فلاح عام کا ادارہ نہیں ہے۔ کمپنی والے پورا حساب لگا کر دیکھتے ہیں کہ جتنے لوگ ہم سے انشور کراتے ہیں ان سے ہم کو پریمیم کتنا وصول ہوگا اور کتنے نقصانات کی تلافی کرنے کے لیے ہم کو کتنی رقم دینی ہوگی۔ اس حساب سے وہ یہ اندازہ کر لیتے ہیں کہ کتنا نفع ہم کو حاصل ہوگا۔ جب تک انھیں بھاری نفع کی امید نہ ہو وہ انشورنس کا کاروبار ہرگز نہ کریں...اب آپ خود بتائیے کہ اگر وہ آپ کے ایسے ہی خیر خواہ ہیں اور خدمت خلق ہی کے لیے کام کر رہے ہیں تو اتنا بھاری منافع کیسے کماتے ہیں؟ اتنی عظیم الشان کوٹھیاں کیسے بناتے ہیں اتنے عالی شان دفتر کیسے قائم کرتے ہیں؟ اتنی بڑی بڑی تنخواہوں والے ملازم اور ایجنٹ کیسے رکھتے ہیں؟ کیا یہ سب کچھ اپنی جیب سے خیرات کے طور پر ہو رہا ہے یا آپ کی جیب سے وصول کیا جاتا ہے؟ یہ بیت المال نہیں ہے، محض ناجائز نفع اندوزی ہے۔ (تصریحات، سود، بیمہ)

۱۰۵- لَا رِبٰو بَیْنَ الْمُسْلِمِ وَالْحَرْبِیِّ.

تخریج: لَا رِبَا بَیْنَ الْمُسْلِمِ وَالْحَرْبِیِّ فِیْ دَارِ الْحَرْبِ۔ (۳۱)

تشریح: اولاً: اس میں لفظ حربی سے مراد محض غیر ذمی کافر نہیں بلکہ برسر جنگ قوم کا فرد ہے۔

ثانیاً: لا ربٰو کا یہ مفہوم نہیں ہے کہ حربی کافر سے جو سود لیا جائے گا وہ سود ہی نہیں ہے بلکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ گو وہ صورتاً و حقیقتاً سود ہی ہے، لیکن اس کو قانون میں حرمت سے مستثنیٰ کر دیا گیا ہے، اور اس کی حیثیت ایسی ہو گئی ہے کہ گویا وہ سود ہی نہیں ہے ورنہ کسی سود کو یہ کہنا کہ وہ سود ہے ہی نہیں، اس قدر مہمل اور بے معنی بات ہے کہ نبی ﷺ کی طرف اسے منسوب کرنے کو میں گناہ سمجھتا ہوں۔ یہ بالکل ایک معقول بات ہے کہ کسی خاص حالت میں سود کو تعزیراً اور حرمت سے مستثنیٰ کر دیا جائے۔ جس طرح خود قرآن نے اضطرار کی حالت میں مردار اور سور اور ایسی ہی دوسری حرام چیزیں کھا لینے کو مستثنیٰ کیا ہے۔ لیکن یہ ایک نہایت غیر معقول بات ہے کہ سود کی حقیقت جوں کی توں باقی ہو اور ہم ایک جگہ اس کو ربٰو کہیں اور دوسری جگہ سرے سے اس کو ربٰو ہونے ہی سے انکار کر دیں۔ اس طرح تو دنیا کے ہر فعل حرام کو محض تغیر اسم سے حلال کیا جا سکتا ہے۔ جس خیانت کو جی چاہے کہہ دیجیے کہ یہ خیانت ہی نہیں ہے۔ جس جھوٹ کو جائز کرنا ہو کہہ دیجیے کہ اس پر لفظ جھوٹ کا اطلاق ہی نہیں ہوتا۔ جس غیبت اور فحش اور حرام خوری کی طرف طبیعت مائل ہو اس کا نام بدل کر سمجھ لیجیے کہ اس کی حقیقت بدل گئی۔ سرکار رسالت مآب ﷺ کا مرتبہ اس سے بہت بلند تھا کہ آپ اس قسم کے لفظی حیلے اپنی امت کو سکھاتے۔

ثالثاً: اس حدیث میں جو حکم بیان ہوا ہے اس کی حیثیت محض ایک رخصت اور رعایت کی ہے۔ نہ یہ کہ اس کو مسلمانوں کا دستور العمل بنانا مقصود ہو میں اس بحث کو بالکل غیر ضروری سمجھتا ہوں کہ یہ حدیث کس درجہ کی ہے کیوں کہ حدیثوں کے ردو قبول میں فقیہ کے اصول محدث کے اصول سے ذرا مختلف ہوتے ہیں۔ امام اعظم اور امام محمد جیسے ائمہ مجتہدین نے جس حدیث کو قابل استناد سمجھا ہو اس کو بالکل نا قابل اعتبار قرار دینا درست نہیں۔ مگر اس مختصر اور غیر واضح اور مختلف فیہ خبر واحد[1] کو اتنا پھیلانا بھی درست نہیں کہ قرآن اور حدیث اور آثار صحابہ کی متفقہ شہادت ایک طرف ہو، اور دوسری طرف یہ حدیث ہو، اور پھر اس ایک حدیث کی تاویل ان سب کے مطابق کرنے کے بجائے، ان سب کو اس ایک حدیث پر ڈھالنے کی کوشش کی جائے۔ قرآن اور تمام احادیث صحیح میں مطلقاً ربٰو کو حرام کہا گیا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ مسلمان نہ آپس میں اس کا لین دین کر سکتے ہیں نہ غیر قوموں کے ساتھ ایسا کاروبار کرنا ان کے لیے جائز ہے۔ نبی ﷺ نے اہل نجران سے جو معاہدہ کیا تھا اس سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان نہ صرف خود سودی لین دین سے پرہیز کریں گے بلکہ جن جن غیر مسلموں پر ان کا بس چلے گا، ان کو بھی بجبر اس فعل سے روک دیں گے۔ تحریم ربٰو کے بعد ایک واقعہ بھی ایسا پیش نہیں آیا کہ نبی کے علم و اجازت سے کسی مسلمان نے کسی ذمی یا غیر ذمی کافر کے ساتھ سودی معاملہ کیا ہو۔ خلفاء راشدین کے دور میں بھی اس کی کوئی نظیر پیش نہیں کی جا سکتی۔ اور یہ بات صرف سود ہی پر موقوف نہیں، عقود فاسدہ میں سے کوئی ایک عقد فاسد بھی ایسا نہیں جس کی تحریم کا حکم نازل ہو جانے کے بعد نبی نے اس کے انعقاد کی کسی مسلمان کو اجازت دی ہو۔ نظری اور اصولی اہل حرب تو درکنار، جو لوگ عملاً برسر جنگ تھے، انہوں نے عین معرکۂ جنگ میں رسول اللہ ﷺ سے ایک عقد فاسد پر معاملہ کرنا چاہا اور کافی رقم پیش کی۔ مگر آپ نے اس کو لینے سے انکار کر دیا[2] ایک طرف آیت قرآنی اور نبی ﷺ کے متعدد صریح و صحیح اقوال اور عہد نبوی کا ثابت شدہ عمل درآمد ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے لیے نہ صرف سود بلکہ تمام عقود فاسدہ مطلقاً ناجائز ہیں۔ اور اس میں مسلم و غیر مسلم یا حربی و ذمی کا کوئی امتیاز نہیں۔ دوسری طرف صرف ایک مرسل حدیث ہے جو ان سب کے خلاف حربی اور مسلم کے درمیان صرف سود کو حلال ثابت کر رہی ہے۔ آپ نے اس حدیث کو اتنی حیثیت اہمیت دی کہ اس کی بنیاد پر نہ صرف سود کو بلکہ تمام عقود فاسدہ کو تمام غیر ذمی کفار کے ساتھ عمومیت کے ساتھ حلال کر ڈالا۔ مگر ہم اس کو صحیح تسلیم کر کے اس سے صرف اتنی اجازت نکالتے ہیں کہ جنگ کی اضطراری حالتوں میں اگر کوئی مسلمان دشمن سے سود لے لے یا کسی اور عقد فاسدہ پر معاملہ کر لے تو اس سے مواخذہ نہ ہوگا۔

---

(۱) یہ بات نظر انداز نہ کرنی چاہیے کہ امام یوسف، امام شافعی، امام مالک، امام احمد، اور اکثر اصحاب حدیث نے اس روایت کو رد کر دیا ہے۔

(۲) یہ واقعہ غزوۂ خندق کا ہے اور حضرت عبد اللہ بن عباسؓ اس کے راوی ہیں۔ مشرکین میں سے ایک بڑے آدمی کی لاش خندق میں گر پڑی تھی۔ انہوں نے مسلمانوں کو روپیہ دے کر وہ لاش ان سے خرید لینی چاہی۔ مسلمانوں نے حضور ﷺ سے دریافت کیا تو آپ ﷺ نے ایسا کرنے سے منع کر دیا۔ (کتاب الخراج لابی یوسف، طبع امیریہ ص: ۱۲۳) اس سے معلوم ہوا کہ اگر جنگ کے موقع پر مسلمانوں کو دشمنوں سے عقود فاسدہ پر معاملہ کرنے کی اجازت دی بھی گئی ہے تو وہ کراہت سے خالی نہیں۔ اور یہ بات مسلمان کے شایان شان نہیں ہے کہ شدید حالت اضطرار کے بغیر اس سے فائدہ اٹھائے۔ اسی بات پر وہ واقعہ بھی دلالت کرتا ہے جو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ پیش آیا۔ انہوں نے مکہ میں تحریم قمار سے پہلے مشرکین سے ایک شرط کی تھی، پھر اس کا روپیہ انہوں نے اس زمانہ میں ان سے وصول کیا جب مسلمانوں اور مشرکین کے درمیان حالت جنگ قائم تھی اور صرف عارضی التوائے جنگ ہوا تھا۔ لیکن حضور ﷺ نے اس کو بھی حلال طیب نہیں ٹھہرایا اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اسے صدقہ کر دو۔

یہ محض ایک رخصت ہے اور ایسی رخصت ہے جس سے اولو العزم مسلمانوں نے کبھی فائدہ نہیں اٹھایا۔ اسلامی غیرت کا تقاضا یہ ہے کہ مسلمان کسی حال میں بھی حرام کی کمائی لینے پر آمادہ نہ ہو۔ خصوصاً کفار اور دشمنوں کے مقابلہ میں تو اس کے اپنے قومی اخلاق کی بلندی اور بھی زیادہ شان کے ساتھ ظاہر کرنی چاہیے۔ اس لیے کہ مسلمان کی لڑائی دراصل تیر و تفنگ کی نہیں اصولی اور اخلاق کی لڑائی ہے۔ اس کا مقصد زر و زمین حاصل کرنا نہیں ہے بلکہ وہ دنیا میں اپنے اصول پھیلانا چاہتا ہے۔ اب اگر اس نے اپنے مکارم اخلاق ہی کو کھو دیا، اور خود ہی ان اصولوں کو قربان کر دیا جن کو پھیلانے کے لیے وہ کھڑا ہوا ہے، تو پھر دوسری قوموں پر اس کی فوقیت ہی کیا باقی رہی؟ کس چیز کی بنا پر اس کو دوسروں پر فتح حاصل ہوگی اور کس طاقت سے وہ دلوں اور روحوں کو مسخر کر سکے گا؟ (سود: تنقید ’’کیا عقود فاسدہ صرف مسلمانوں کے درمیان ممنوع ہیں؟)

دار الکفر میں سود خواری

سود کی حرمت قرآن اور حدیث کی قطعی نصوص سے بالتصریح ثابت ہے، فقہ کی کوئی اصطلاحی بحث ان نصوص کی ناسخ نہیں ہوسکتی۔ قانون کی پیچیدہ بحثوں سے قطع نظر کر کے اگر ہم ایک سیدھے سادھے مسلمان کے نقطۂ نظر سے اس مسئلے کو دیکھیں تو بداہتاً یہ بات ہماری سمجھ میں آتی ہے کہ مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہمارا کام دین و اخلاق اور تمدن و تہذیب کے ان اصولوں کی علم برداری کرنا ہے، جنہیں خدا کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت میں حق کہا گیا ہے اور دنیا کے ان خیالات اور طریقوں کو مٹانے کی کوشش کرنا ہے جنہیں قرآن اور سنت نے باطل ٹھہرایا ہے۔ جس سرزمین میں باطل کا غلبہ ہو اور احکام کفر جاری ہو رہے ہوں وہاں ہمارا کام باطل طریقوں کو اختیار کر لینا نہیں ہے بلکہ ہمارا اصلی منصب یہ ہے کہ ہم وہاں رہ کر قرآن کے قانون حیات کی تبلیغ کریں اور نظام کفر کی جگہ نظام اسلامی قائم کرنے کے لیے ساعی ہوں۔ اب غور کیجیے کہ اگر ہم سود کھائیں گے تو کفار کی سود خواری کے خلاف آواز کس منہ سے اٹھائیں گے؟ کفار اگر ناجائز طریقوں سے ہمارے اموال لے رہے ہیں یا حکومت کفر ہمارے اموال سے اگر بلا استحقاق (یعنی خدا کی سند پر مبنی حق کے بغیر) کوئی حصہ لے اڑتی ہے تو ہمارے لیے یہ کیسے روا ہوسکتا ہے کہ ہم ان اموال کو واپس لینے کے لیے ویسی ہی ناجائز کارروائیاں کرنے لگیں اور کسب حرام کو اپنا حق لینے کا ذریعہ بنائیں؟ اس طرح تو سود خواری کے ساتھ شراب فروشی، مزامیر سازی، فحش فلم بنانا، عصمت فروشی، کاروبار رقص و سرود، بت تراشی، فحش نگاری، سٹہ بازی، جوئے بازی اور سارے ہی حرام کاموں کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ پھر ہم میں اور کفار میں وہ کون سا اخلاقی فرق باقی رہ جاتا ہے جس کے بل پر ہم دار الکفر کو دار السلام میں تبدیل کرنے کی جدوجہد کرسکیں؟

اصل میں مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ حکومت کفر کے آئین کی رو سے آپ پر یہ سب حرام ہیں۔ اگر آپ شریعت اسلام کے پیرو ہیں تو آپ حکومت کفر کے آئین کی ڈھیل سے فائدہ اٹھانے کا حق نہیں رکھتے۔ اور اگر آپ ایک طرف دنیا کو شریعت اسلام کی دعوت دیتے ہیں اور دوسری طرف کچھ فائدوں کے لیے یا کچھ نقصانات سے بچنے کے لیے حرام خوری کی ان گنجائشوں سے بھی فائدہ اٹھاتے ہیں جو آئین کفر نے دی ہیں مگر آئین اسلام نے جن کی سخت مذمت کی ہے تو چاہے فقیہہ شہر آپ کے اس طرز عمل کے جواز کا فتویٰ دے دے، لیکن عام انسانی رائے اتنی بیوقوف نہیں ہے کہ پھر بھی وہ آپ کی تبلیغ کا کوئی اخلاقی اثر قبول کرے گا۔

حقیقتاً اس طرزِ فکر کو فقہ اسلامی میں استعمال کرنا ہی غلط ہے کہ مسلمانوں کو فلاں تکلیف یا فلاں نقصان جو حکومت کفر کے تحت رہتے ہوئے پہنچ رہا ہے اسے روکنے کے لیے نظام باطل ہی کے کچھ شرعی وسائل پیدا کیے جائیں یہ طریق فکر مسلمانوں کو بدلنے کے بجائے اسلام کو بدلتا ہے، یعنی تجدید دین کی جگہ تجدد کا دروازہ کھولتا ہے جو نظام دینی کے لیے حد درجہ تباہ کن ہے، اور افسوس یہ ہے کہ غلبۂ کفر کے زمانے میں فتویٰ نویسی کچھ اسی راہ پر چلتی رہی ہے۔ اس طریقے نے مسلمانوں کو نظام باطل کے اندر راضی اور مطمئن زندگی بسر کرنے کا خوگر بنا دیا ہے، حالاں کہ یہ دین حق کے عین منشا ہی کے خلاف ہے۔ ہم اس طرزِ فکر کو ہرگز گوارا نہیں کر سکتے، خواہ کیسے ہی بڑے بڑے علماء اس کے حامی ہوں۔ نظام باطل کے تحت مسلمانوں کے لیے تکلیف اور نقصان کے سوا اور ہو ہی کیا سکتا ہے؟ اس تکلیف اور نقصان کا تقاضا یہ ہونا چاہیے کہ مسلمان اس نظام کو بدلنے کے لیے جدوجہد کریں، نہ یہ کہ کفر کے زیر سایہ کسی قدر سہولت سے جینے کے لیے شریعت کو موافق حال بنائیں۔

(رسائل ومسائل حصہ اول: دار الکفر میں سود خواری)

انعامی بانڈز کی شرعی حیثیت

انعامی بانڈز کے معاملے میں صحیح صورت واقعہ یہ ہے کہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے یہ بانڈز بھی اسی نوعیت کے قرضے ہیں، جو حکومت اپنے مختلف کاموں میں لگانے کے لیے لوگوں سے لیتی ہے اور ان پر سود ادا کرتی ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ پہلے ہر وثیقہ دار کو اس کی دی ہوئی رقم پر فرداً فرداً سود دیا جاتا تھا، مگر اب جملہ رقم کا سود جمع کر کے اسے چند وثیقہ داروں کو بڑے بڑے ''انعامات'' کی شکل میں دیا جاتا ہے، اور اس امر کا فیصلہ کہ یہ ''انعام'' کن کو دیئے جائیں، قرعہ اندازی کے ذریعہ سے کیا جاتا ہے۔ پہلے ہر وثیقہ دار کو سود کا لالچ دے کر اس سے قرض لیا جاتا تھا، اب اس کے بجائے ہر ایک کو یہ لالچ دیا جاتا ہے کہ شاید ہزاروں روپے کا ''انعام'' تیرے ہی نام نکل آئے، اس لیے قسمت آزمائی کر لے۔

یہ صورت واقعہ صاف بتاتی ہے کہ اس میں سود بھی ہے، اور روح قمار بھی، جو شخص یہ وثائق خریدتا ہے، وہ اولاً اپنا روپیہ جان بوجھ کر ایسے کام میں قرضے کے طور پر دیتا ہے جس میں سود لگایا جاتا ہے۔ ثانیاً جس کے نام پر ''انعام'' نکلتا ہے اسے دراصل وہ سود اکٹھا ہو کر ملتا ہے جو عام سودی معاملات میں فرداً فرداً ایک ایک وثیقہ دار کو دیا جاتا تھا۔ ثالثاً جو شخص بھی یہ وثیقے خریدتا ہے، وہ مجرد قرض نہیں دیتا بلکہ اس لالچ میں قرض دیتا ہے، کہ اسے اصل سے زائد ''انعام'' ملے گا۔ اور یہی لالچ دے کر قرض لینے والا اس کو قرض دینے پر آمادہ کرتا ہے۔ اس لیے اس میں نیت سودی لین دین ہی کی ہوتی ہے۔ رابعاً، جمع شدہ سود کی وہ رقم جو بہ صورت ''انعام'' دی جاتی ہے اس کا کسی وثیقہ دار کو ملنا اسی طریقے پر ہوتا ہے جس پر لاٹری میں لوگوں کے نام ''انعامات'' نکلا کرتے ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ لاٹری میں انعام پانے والے کے سوا باقی تمام لوگوں کے ٹکٹوں کی رقم ماری جاتی ہے، اور سب کے ٹکٹوں کا روپیہ ایک انعام دار کو مل جاتا ہے۔ لیکن یہاں انعام پانے والوں کے سوا باقی سب وثیقہ داروں کی اصل رقم قرض نہیں ماری جاتی، بلکہ صرف وہ سود، جو سودی کاروبار کے عام قاعدے کے مطابق دائن کو اس کی دی ہوئی رقم قرض پر ملا کرتا ہے، انہیں نہیں ملتا، بلکہ قرعہ کے ذریعے سے نام نکل آنے کا اتفاقی حادثہ ان سب کے حصوں کا سود ایک یا چند آدمیوں تک اس کے پہنچنے کا سبب بن جاتا ہے۔ اس بنا پر یہ بعینہٖ قمار تو نہیں ہے، مگر اس میں روح قمار ضرور موجود ہے۔

(رسائل ومسائل حصہ سوم، فقہی مسائل ''انعامی بانڈز'')

ماٰخذ

(۱) السنن الکبریٰ للبیهقی ج ٥۔ کتاب البیوع، باب کل قرض جر منفعة فهو ربا۔

(۲) ابو داؤد ج ۲۔ کتاب المناسك (الحج) باب صفة حجة النبی ﷺ☆ ابن ماجه کتاب المناسك باب حجة رسول اللّٰه ﷺ☆ مسند احمد ج ٥ص ۷۳☆ سنن دارمی ج ۲۔ کتاب البیوع۔ باب فی الربا الذی کان فی الجاهلیة۔ ☆السنن الکبریٰ ج ٥۔ کتاب البیوع باب تحریم الربا و انه موضوع۔ الخ۔☆احکام القرآن للجصاص ج ۱۔ باب البیع۔

(۳) احکام القرآن للجصاص ج ۱۔ باب البیع۔

(٤) ابو داؤد ج ۳ کتاب الخراج والامارة والفئی باب فی اخذ الجزیة۔

(٥) مسلم ج ۱ کتاب الحج باب حجة النبی ﷺ☆ السنن الکبریٰ للبیهقی ج ٥ کتاب البیوع، باب تحریم الربا و انه موضوع مردود الی رأس المال۔

(٦) مسلم ج ۲ کتاب المساقاة و المزارعة باب الربا۔☆ امام بخاریؒ نے کتاب البیوع باب موکل الربا کے تحت ایک روایت بیان کی ھے جس میں و اکل الربا و موکله بیان کیا ھے☆ بخاری ج ۱ کتاب البیوع، باب موکل الربا۔ الخ اور ص ۲۷۹ پر باب اکل الربا و شاهده و کاتبه۔ الخ ھے۔☆ ابو داؤد ج ۳ کتاب البیوع، باب فی اکل الربا و موکله☆ ترمذی ج ۱ ابواب البیوع باب ماجاء فی اکل الربا۔ عن عبد اللّٰه بن مسعود و فی الباب عن عمرو علی و جابر۔ حدیث عبد اللّٰه حدیث حسن صحیح۔☆ ابن ماجه کتاب التجارات، باب التغلیظ فی الربا ☆مسند احمد ج ۱ ص ۳۹۳ عن عبد اللّٰه بن مسعود☆ السنن الکبریٰ للبیهقی ج ٥۔ کتاب البیوع، باب ماجاء من التشدید فی تحریم الربا۔☆ سنن دارمی ج ۲ کتاب البیوع باب فی لعن اکل الربا و موکله۔ (مختصر)

(۷) ابن ماجه کتاب التجارات، باب التغلیظ فی الربا☆ کنز العمال ج ٤ حدیث ۹۷٥٥۔ و فی الزوائد، فی اسناده نجیح بن عبد الرحمٰن، ابو معشر متفق علیه تضعیفه۔

(۸) مسند احمد ج ۱ ص ۳۹۳، ٤۲٤☆ ابن ماجه کتاب التجارات، باب التغلیظ فی الربا۔☆ ابن ماجه نے عن ابن مسعود، عن النبی ﷺ قال: ما احد اکثر من الربا الا کان عاقبة امره الی قلة۔

فی الزوائد۔ اسناده صحیح و رجاله موثقون۔ لان العباس بن جعفر و ثقه ابن ابی حاتم وابن المدینی، و ذکره ابن حبان فی الثقات، و باقی رجال الاسناد علی شرط مسلم۔ و فی الفتح اسناده حسن☆ کنز العمال ج ٤ حدیث نمبر ۹۷٥۸۔ اور مزید ۹۷۸٦ اور ۹۷۸۷ – ۹۷۸۸۔☆ روح المعانی ج ۱ پ ۳ سوره بقره آیت یمحق اللّٰه الربا۔

(۹) مسلم ج ۲ کتاب المساقاة والمزارعة، باب الربا☆ ابو داؤد ج ۳ کتاب البیوع باب فی الصَّرف۔ عن عبادة بن صامت☆ ترمذی ج ۱ ابواب البیوع باب ماجاء ان الحنطة بالحنطة مثلا بمثل و کراهیة التفاضل۔ عن عباده بن الصامت☆ نسائی ج ۷ کتاب البیوع، باب بیع البر بالبر۔ عن عباده نسائی میں نهانا رسول اللّٰه ﷺ عن بیع الذهب بالذهب۔ الخ نقل کیا ھے۔☆ ابن ماجه کتاب التجارات، باب ٤۸۔ الصرف و مالا یجوز متفاضلا یدًا

بید عن عبادة بن الصامت۔ اس نے بھی نہانا سے آغاز کیا ھے۔ اور فضة کی بجائے ورق بیان کیا ھے☆ دار قطنی ج ۳ کتاب البیوع حدیث نمبر ۸۲۔ عن عبادة بن الصامت☆ سنن دارمی ج ۲ کتاب البیوع، باب فی النھی عن الصرف عن عبادہ بن الصامت۔ اس میں ان رسول اللّٰہ ﷺ نھی عن بیع الذھب۔ الخ سے آغاز روایت کیا گیا ھے☆ السنن الکبریٰ للبیھقی ج ۵ کتاب البیوع، باب الاجناس التی ورد النص بجریان الربا فیھا۔ عن عبادہ بن الصامت۔

امام ترمذی نے عبادہ بن الصامت نقل کرنے کے بعد فرمایا ھے:

و فی الباب عن ابی سعید، و ابی ھریرة و بلال۔ حدیث عبادہ بن الصامت حدیث حسن صحیح و قد روی بعضھم ھذا الحدیث عن خالد بھذا الاسناد قال: بیعوا البر بالشعیر کیف شئتم یدا بید۔ و روی بعضھم ھذا الحدیث عن خالد عن ابی قلابة عن ابی الاشعث عن عبادة عن النبی ﷺ الحدیث و زاد فیه قال خالد، قال ابو قلابة: بیعوا البر بالشعیر کیف شئتم، فذکر الحدیث، والعمل علی ھذا عند اھل العلم لا یرون ان یباع البر بالبر الا مثلا بمثل، والشعیر بالشعیر الا مثلا بمثل فاذا اختلف الاصناف فلا بأس ان یباع متفاضلا۔ اذا کان یدا بید و ھو قول اکثر اھل العلم من اصحاب النبی ﷺ و غیرھم و ھو قول سفیان الثوری والشافعی و احمد و اسحاق۔

و قال الشافعی والحجة فی ذلك قول النبی ﷺ بیعوا الشعیر بالبر کیف شئتم یدا بید۔ و قد کرہ قوم من اھل العلم ان یباع الحنطة بالشعیر الا مثلا بمثل و ھو قول مالك بن انس والقول الاول اصح۔

(۱۰) نسائی ج ۷ کتاب البیوع باب بیع البر بالبر۔☆ ابن ماجه کتاب التجارات باب الصرف و مالا یجوز متفاضلا یدا بید۔ ابن ماجه نے جمع المنزل کے بعد اما فی کنیسة واما فی بیعة نقل کیا ھے۔

امام بخاریؒ نے ابوبکرہ سے مندرجه ذیل الفاظ روایت کیے ھیں۔

حدثنا عمران بن میسرة، ثنا عباد بن العوام، انا یحی بن ابی اسحاق، ثنا عبد الرحمن بن ابی بکرة، عن ابیه قال: نھی النبی ﷺ عن الفضة بالفضة والذھب بالذھب الا سواء بسواء۔ و امرنا ان نبتاع الذھب فی الفضة کیف شئنا، والفضة فی الذھب کیف شئنا۔

بخاری ج ۱ کتاب البیوع باب بیع الذھب بالورق یداً بید☆ مسلم ج ۲ کتاب البیوع باب الربا☆ نسائی ج ۷ کتاب البیوع باب بیع الفضة بالذھب و بیع الذھب بالفضة☆ السنن الکبریٰ للبیھقی ج ۵ کتاب البیوع باب جواز التفاضل فی الجنسین و ان البر والشعیر جنسان۔ الخ۔

(۱۱) بخاری ج ۱ کتاب البیوع باب بیع الذھب بالورق یداً بید☆ مسلم ج ۲ کتاب البیوع باب بیع الدینار۔ بالدینار ☆نسائی ج ۷ کتاب البیوع باب بیع الفضة بالذھب و بیع الذھب بالفضة☆ کنز العمال ج ٤ حدیث نمبر ۹۸۱۸☆ الاحکام القرآن للجصاص ج ٤۔

(۱۲) مسلم ج ۲ کتاب المساقاة والمزارعة باب الربا☆ ابن ماجه کتاب التجارات، باب من قال: لا ربا الا فی النسیئة۔ عن ابن عباس☆ السنن الکبریٰ للبیھقی ج ۵ کتاب البیوع باب من قال الربا فی النسیئة۔ عن اسامة بن زید ☆نسائی ج ۷ کتاب البیوع، باب بیع الفضة بالذھب و بیع الذھب بالفضة☆ کنز العمال ج ۵ حدیث نمبر ۹۸۱۷- ۹۸۱۸☆ الاحکام القرآن للجصاص ج ٤ و من ابواب الربا الشرعی السلم فی الحیوان۔ سورہ بقرہ۔

(۱۳) مسلم ج ۲ کتاب المساقاة والمزارعة باب الربا☆ السنن الکبریٰ للبیھقی ج ۵ کتاب البیوع باب تحریم

التفاضل فی الجنس الواحد مما یجری فیه الربا مع تحریم النساء۔ عن ابی هریرة۔

(۱٤) مسلم ج ۲ کتاب المساقاة والمزارعة باب الربا۔

(۱۵) بخاری ج ۱ کتاب البیوع، باب بیع الفضة بالفضة۔☆ مسلم ج ۲ کتاب المساقاة والمزارعة باب الربا۔ ☆ترمذی ج ۱ ابواب البیوع، باب ماجاء فی الصرف☆ نسائی ج ۷ کتاب البیوع باب بیع الذهب بالذهب۔

امام ترمذی نے روایت نقل کرنے کے بعد بیان کیا ھے۔

و فی الباب عن ابی بکره و عمر، و عثمان، و ابی هریرة و هشام بن عامر، والبراء، و زید بن ارقم، و فضالة ابن عبید، و ابی بکره، وابن عمر، و ابی الدرداء و بلال، حدیث ابی سعید عن النبی ﷺ حدیث حسن صحیح۔ والعمل علی هذا عند اهل العلم من اصحاب النبی ﷺ و غیرهم۔ الا ما روی عن ابن عباس انه کان لا یری باسًا ان یباع الذهب بالذهب متفاضلا، والفضة بالفضة متفاضلا اذا کان یدا بید، و قال: انما الربا فی النسیئة و کذلك روی عن بعض اصحابه شیء من هذا۔ و قد روی عن ابن عباس انه رجع عن قوله حین حدثه ابو سعید الخدری عن النبی ﷺ۔ والقول الاول اصح۔ والعمل علی هذا عند اهل العلم و هو قول سفیان الثوری، وابن المبارك والشافعی، و احمد، و اسحاق، و روی عن ابن المبارك انه قال: لیس فی الصرف اختلاف۔ ☆السنن الکبریٰ للبیهقی ج ۵ کتاب البیوع باب الاجناس التی ورد النص بجریان الربا فیها۔ عن ابی سعید خدری ☆مؤطا امام مالك ج ۲ کتاب البیوع باب بیع الذهب بالفضة تبرًا و عینا☆ مسند احمد ج ۳ ص ٦۱ عن ابی سعید خدری۔

(۱٦) مسلم ج ۲ کتاب المساقاة والمزارعة باب الربا۔☆ نسائی ج ۷ کتاب البیوع، باب بیع التمر بالتمر۔☆السنن الکبریٰ للبیهقی ج ۵ کتاب البیوع، باب جواز التفاضل فی الجنسین و ان البر والشعیر جنسان۔ الخ۔ عن ابی هریرة اور باب لا یباع المصوغ من الذهب والفضة بجنسه باکثر من وزنه۔

(۱۷) ابو داؤد ج ۳ کتاب البیوع، باب فی التمر بالتمر☆ ترمذی ج ۱ ابواب البیوع، باب ماجاء فی النهی عن المحاقلة والمزابنة هذا حدیث حسن صحیح☆ نسائی ج ۷ کتاب البیوع، باب اشتراء التمر بالرطب۔ ابن ماجه کتاب التجارات، باب بیع الرطب بالتمر۔☆ مؤطا امام مالك ج ۲ کتاب البیوع باب ما یکره من بیع التمر☆السنن الکبریٰ للبیهقی ج ۵ کتاب البیوع، باب ماجاء فی النهی عن بیع الرطب بالتمر۔ عن سعد بن ابی وقاص ☆سنن دار قطنی ج ۳ حدیث نمبر ۲۰۵ ۔ کتاب البیوع۔ عن سعد۔

(۱۸) بخاری ج ۱ کتاب البیوع، باب بیع الخلط من التمر☆ مسلم ج ۲ کتاب المساقاة والمزارعة باب الربا۔ عن ابی سعید خدری☆ نسائی ج ۷ کتاب البیوع۔ باب بیع التمر بالتمر متفاضلاً۔ عن ابی سعید☆ ابن ماجه کتاب التجارات باب الصرف و مالا یجوز متفاضلا یدا بید۔☆ السنن الکبریٰ للبیهقی ج ۵ کتاب البیوع، باب اعتبار التماثل فیما کان موزونا علی عهد النبی ﷺ بالوزن و فیما کان مکیلا علی عهده بالکیل اذا بیع الجنس الواحد فیما یجری فیه الربا بعضه ببعض۔ عن ابی سعید خدری۔

(۱۹) بخاری ج ۱ کتاب الوکالة، باب الوکالة فی الصرف والمیزان۔الخ ☆مسلم ج ۲ کتاب المساقاة والمزارعة باب الربا۔ عن ابی سعید خدری ☆مؤطا امام مالك ج ۲ کتاب البیوع، باب ما یکره من بیع التمر عن ابی سعید خدری اور ابی هریرة۔☆ نسائی ج ۷ کتاب البیوع باب بیع التمر بالتمر متفاضلا☆ السنن الکبریٰ للبیهقی ج ۵ کتاب البیوع، باب اعتبار التماثل فیما کان موزونا علی عهد النبی ﷺ بالوزن۔ الخ۔ عن ابی سعید خدری و ابی هریرة☆ سنن دارمی ج ۲ کتاب البیوع باب فی النهی عن بیع الطعام الا مثلا بمثل۔

(۲۰) بخاری ج ۱ کتاب الوکالۃ، باب اذا باع الوکیل شیئا فاسدا، فبیعہ مردود۔ ☆مسلم ج ۲ کتاب المساقاۃ والمزارعۃ، باب الربا☆ نسائی ج ۷ کتاب البیوع، باب بیع التمر بالتمر متفاضلاً☆ مسند احمد ج۳ص ۶۲ ابو سعید خدری۔

(۲۱) مسلم ج۲ کتاب المساقاۃ والمزارعۃ، باب الربا☆ ابو داؤد ج۳ کتاب البیوع، باب فی حلیۃ السیف تباع بالدراھم☆ ترمذی ج ۱ ابواب البیوع، باب ماجاء فی شراء القلادۃ و فیھا ذھب و خرز۔ ھذا حدیث حسن صحیح☆ نسائی ج ۷ کتاب البیوع بیع القلادۃ فیھا الخرز والذھب بالذھب۔☆ ترمذی اور نسائی دونوں حتی تفصل یعنی باب تفعیل کا صیغہ نقل کیا ھے جب کہ مسلم نے باب افعال کا صیغہ بیان کیا☆السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۵ باب لا یباع ذھب بذھب مع احد الذھبین شیء غیر الذھب☆ سنن دار قطنی ج۳ کتاب البیوع، حدیث نمبر ۱۔

(۲۲) مسلم ج۲ کتاب المساقاۃ والمزارعۃ، باب الربا☆ السنن الکبریٰ ج ۵ کتاب البیوع، باب لا یباع ذھب بذھب مع احد الذھبین شیء غیر الذھب۔

(۲۳) مسلم ج۲ کتاب المساقاۃ والمزارعۃ، باب الربا۔☆ بخاری ج ۱ کتاب البیوع، باب بیع الذھب بالورق یداً بید ☆نسائی ج ۷ کتاب البیوع، باب بیع الفضۃ بالذھب، و بیع الذھب بالفضۃ☆ السنن الکبریٰ ج ۵ کتاب البیوع۔ باب جواز التفاضل فی الجنسین وان البر والشعیر جنسان مع تحریم النساء اذا جمعتھما علۃ واحدۃ فی الربا عن ابی بکرہ۔

بخاری میں حضرت ابو بکرہ سے ولا تبیعوا الذھب بالذھب الا سواء بسواء، والفضۃ بالفضۃ الا سواء بسواء، و بیعوا الذھب بالفضۃ، والفضۃ بالذھب کیف شئتم۔ مروی ھے۔

نسائی ج ۷ کتاب البیوع باب بیع الفضۃ۔ بالذھب، و بیع الذھب بالفضۃ۔ نسائی میں و امرنا ان نبتاع ھے۔ ☆السنن الکبریٰ ج ۵ کتاب البیوع، باب جواز التفاضل فی الجنسین و ان البر والشعیر جنسان مع تحریم النساء اذا جمعتھما علۃ واحدۃ فی الربا۔ عن ابی بکرہ۔

(۲۴) ابو داؤد ج۳ کتاب البیوع، باب فی الصَّرف☆ نسائی ج ۷ کتاب البیوع۔ باب بیع الشعیر بالشعیر عن عبادۃ بن الصامت☆ السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۵ کتاب البیوع، باب جواز التفاضل فی الجنسین۔ الخ۔ عن عبادۃ بن الصامت☆ سنن دار قطنی ج ۳ حدیث نمبر ۵۹۔ کتاب البیوع۔ عن عبادۃ بن الصامت☆ کنز العمال ج ۵ حدیث نمبر ۹۷۹۸۔

(۲۵) ابن ماجہ کتاب التجارات، باب التغلیظ فی الربا☆ مسند احمد ج ۱ ص ۳۶ عن عمر بن الخطاب☆احکام القرآن للجصاص ج ۱ باب الربا سورہ بقرہ آیت (الذین یاکلون الربا۔ الایۃ)☆ روح المعانی ج ۱ پ ۳ سورہ بقرہ ☆مشکوٰۃ ج ۱☆کنز العمال ج ٤ حدیث نمبر ۱۰۰۸۲۔

(۲۶) مؤطا امام مالک ج ۲ کتاب الاقضیۃ۔ باب القضاء فی المرفق۔☆ مسند احمد ج۵ ص ۳۲۷ عبادہ بن صامت۔☆سنن دار قطنی ج ٤ کتاب الاحکام۔ عن عائشۃ☆ ابن ماجہ کتاب الاحکام باب من بنی فی حقہ ما یضر بجارہ ☆السنن الکبریٰ ج ٦ کتاب الصلح باب لا ضرر ولا ضرار۔

ابن ماجہ نے ایک روایت ابن عباس سے روایت کی ھے اس سند میں جابر جعفی نامی ایک راوی ھے جسے کذاب شمار کیا گیا ھے اور ایک دوسری روایت عبادہ بن صامت کے حوالہ سے نقل کی ھے مگر اس سند کو بھی منقطع قرار دیا گیا ھے کیوں کہ اس کی سند میں ایک راوی اسحاق بن الولید ھے۔

قال الترمذی وابن عدی: لم یدرك عبادة بن الصامت۔ و قال البخاری: لم یلق عبادة۔ ☆مسند احمد ج ۱ پر لا ضرر ولا اضرار بھی ھے جسے دار قطنی نے بھی ج ٤ ص ۲۲۸ پر کتاب الاحکام میں بیان کیا ھے۔☆کنز العمال ج ٤ حدیث نمبر ۹٤۹۸۔

(۲۷) بخاری ج ۱، کتاب الایمان باب الدین یسر☆ مسند احمد ج ۱ ص ۲۳٦ پر ای الادیان احب الی اللّٰہ؟ قال: الحنیفیة السمحة۔

(۲۸) بخاری ج ۱ کتاب الکفالة باب الکفالة فی القرض والدیون بالابدان و غیرھا☆بخاری ج ۱ کتاب الزکوٰة۔ باب ما یستخرج من البحر☆ بخاری ج ۱ کتاب الشروط۔ باب الشروط فی القرض☆ بخاری ج ۱ کتاب الاستقراض باب اذا اقرضه الی اجل مسمی۔ الخ☆ بخاری ج ۱ کتاب اللقطة باب اذا وجد خشبة فی البحر اوسوطا او نحوه۔ ☆بخاری ج ۱ کتاب البیوع باب التجارة فی البحر۔☆بخاری ج ۲ کتاب الاستیذان باب بمن یبدأ فی الکتاب☆ مسند احمد ج ۲ ص ۳٤۸، ۳٤۹ عن ابی ھریرة☆ السنن الکبریٰ للبیھقی ج ٦ کتاب الضمان، باب ماجاء فی الکفالة ببدن من علیه حق۔☆ ابن کثیر ج ۱ ☆ احکام القرآن لابن الربی ج ۱۔

(۲۹) نسائی ج ۷ کتاب البیوع باب الاستقراض۔

(۳۰) ابن ماجه کتاب التجارات، باب التغلیظ فی الربا۔ اسناده صحیح، و رجاله موثقون، الا ان سعیدًا، و ھو ابن عروبة، اختلط بأخرہٖ۔ کذا فی الزوائد☆ احکام القرآن للجصاص ج ۱ باب الربا۔

(۳۱) نصب الرایه ج ٤ کتاب البیوع، باب الربا۔

فصل:۵

وراثت

اسلام کا قانون وراثت

اپنی ضروریات پر خرچ کرنے اور راہ خدا میں دینے اور زکوٰۃ ادا کرنے کے بعد جو دولت کسی ایک جگہ سمٹ کر رہ گئی ہو، اس کو پھیلانے کے لیے ایک تدبیر اسلام نے اختیار کی ہے اور وہ اس کا قانون وراثت ہے۔ اس قانون کا منشا یہ ہے کہ جو شخص مال چھوڑ کر مر جائے خواہ وہ زیادہ ہو یا کم، اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے نزدیک و دور کے تمام رشتہ داروں میں درجہ بدرجہ پھیلا دیا جائے۔ اور اگر کسی کا کوئی وارث نہ ہو یا نہ ملے تو بجائے اس کے کہ اسے متبنیٰ بنانے کا حق دیا جائے اس کے مال کو مسلمانوں کے بیت المال میں داخل کر دینا چاہیے تاکہ اس سے پوری قوم فائدہ اٹھائے۔ تقسیم وراثت کا یہ قانون جیسا اسلام میں پایا جاتا ہے، کسی اور معاشی نظام میں نہیں پایا جاتا۔ دوسرے معاشی نظاموں کا میلان اس طرف ہے کہ دولت ایک شخص نے سمیٹ کر جمع کی ہے وہ اس کے بعد بھی ایک یا چند اشخاص کے پاس ہی سمٹی رہے۔[1] مگر اسلام دولت سمٹنے کو پسند ہی نہیں کرتا۔ وہ اس کو پھیلانا چاہتا ہے تاکہ دولت کی گردش میں آسانی ہو۔

قانون میراث کے بارے میں اسلام نے تمام دنیا کے قوانین وراثت سے ہٹ کر جو مسلک اختیار کیا ہے، پہلے اس کی حکمتوں سے بکثرت لوگ ناواقف تھے اور طرح طرح کے اعتراضات اس پر کرتے تھے، لیکن اب بتدریج ساری دنیا اس کی طرف رجوع کرتی جا رہی ہے حتیٰ کہ روسی اشتراکیت کو بھی اس کی خوشہ چینی کرنی پڑی ہے۔[2]

تقسیم میراث کا قانون

۱۰۶– ’’تیرا اپنے وارثوں کو خوش حال چھوڑنا اس سے بہتر ہے کہ تو انہیں اس حال میں چھوڑے کہ وہ محتاج ہوں اور لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلائیں۔‘‘ (نیل الاوطار عن بخاری، مسلم اور دیگر کتب حدیث)

---

(۱) اولاد اکبر کی جانشینی کا قانون (Primogeniture) اور مشترک خاندان کا طریقہ (Joint Family System) اسی مقصد پر مبنی ہے۔ (سود، قانون وراثت)

(۲) سوویت روس کے تازہ ترین قانون وراثت میں اولاد، بیوی، شوہر، والدین، بھائیوں، بہنوں متبنیٰ کو وارث ٹھہرایا گیا ہے۔ نیز یہ قاعدہ بھی مقرر کیا گیا ہے کہ آدمی اپنا ترکہ اپنے حاجت مند قریبی رشتہ داروں اور پبلک اداروں میں تقسیم کرنے کی وصیت کر سکتا ہے۔ مگر رشتہ داروں کا حق مقدم ہے۔ اس کے ساتھ ایسی وصیت ممنوع ٹھہرائی گئی ہے جس کا مقصود نابالغ اولاد یا غریب وارثوں کو حق وراثت سے محروم کرنا ہو۔ اس قانون کو دیکھ کر کوئی شخص یہ محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اشتراکی ’’ترقی پسندوں‘‘ نے ۱۹۴۵ء میں اس قانون کی طرف ’’رجعت‘‘ فرمائی ہے جو ۶۲۵ء میں بنایا گیا تھا۔ (سود: حرمت سود ’’سلبی پہلو‘‘)

تخریج: حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَیمٍ، ثَنا سُفیانُ، عَنْ سَعْدِ بْنِ اِبْراھیمَ، عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ، قَالَ: جَآءَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم یَعُوْدُنِیْ وَ اَنَا بِمَکَّۃَ وَ ھُوَ یَکْرَہُ اَنْ یَّمُوْتَ بِالْاَرْضِ الَّتِیْ ھَاجَرَ مِنْھَا، فَقَالَ یَرْحَمُ اللّٰہُ ابْنَ عَفْرَاءَ۔ قُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! اُوْصِیْ بِمَالِیْ کُلِّہٖ، قَالَ: لَا، قُلْتُ: فَالشَّطْرُ، قَالَ: لَا، قُلْتُ: فَالثُّلُثُ، قَالَ: الثُّلُثُ، وَالثُّلُثُ کَثِیْرٌ، اِنَّکَ اَنْ تَدَعَ وَرَثَتَکَ اَغْنِیَاءَ خَیْرٌ مِنْ اَنْ تَدَعَھُمْ عَالَۃً یَتَکَفَّفُوْنَ النَّاسَ فِیْ اَیْدِیْھِمْ۔ وَ اِنَّکَ مَھْمَا اَنْفَقْتَ مِنْ نَفَقَۃٍ، فَاِنَّھَا صَدَقَۃٌ حَتَّی اللُّقْمَۃُ الَّتِیْ تَرْفَعُھَا اِلٰی فِیْ اِمْرَاَتِکَ، وَ عَسَی اللّٰہُ اَنْ یَّرْفَعَکَ فَیَنْتَفِعُ بِکَ النَّاسُ، وَ یَضُرُّ بِکَ اٰخَرُوْنَ۔ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ یَوْمَئِذٍ اِلَّا ابْنَۃٌ۔(۱)

تشریح: نبی نے اس قانون کی جوتشریح فرمائی ہے اس کی رو سے قریب ترین رشتہ داروں کی غیر موجودگی میں میراث قریب تر رشتہ داروں کو پہنچے گی اوران کی غیر موجودگی میں بدرجۂ آخر اسے ان لوگوں میں تقسیم کیا جائے گا جو غیروں کی بہ نسبت میت سے کوئی قرابت رکھتے ہوں۔ لیکن اگر کوئی رشتہ دار سرے سے موجود ہی نہ ہو تو پھر یہ مال اسلامی حکومت کے خزانہ میں داخل ہوگا۔

اس معاملے میں نبی کی تشریح سے قرآن کا جو منشا معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ آدمی کے لیے رشتہ داروں کو غریب و محتاج چھوڑ کر رفاہ عام پر خرچ کرنے کی وصیت کرنا پسندیدہ نہیں ہے۔ (معاشیات اسلام، تقسیم میراث کا قانون)

''آدمی کے اولین حق دار اس کے والدین، اس کے بیوی بچے اور اس کے بہن بھائی ہیں۔ پھر وہ جوان کے بعد قریب تر ہوں، اور پھر وہ جوان کے بعد قریب تر ہوں۔'' صلہ رحمی رشتہ داروں کے معاملے میں احسان کی ایک خاص صورت ہے۔ اس کا مطلب صرف یہی نہیں ہے کہ آدمی اپنے رشتہ داروں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے اور خوشی وغمی میں ان کا شریک حال ہو اور جائز حدود کے اندر ان کا حامی و مددگار بنے۔ بلکہ اس کے معنی یہ بھی ہیں کہ ہر صاحب استطاعت شخص اپنے مال پر صرف اپنی ذات اور اپنے بال بچوں ہی کے حقوق نہ سمجھے بلکہ اپنے رشتہ داروں کے حقوق بھی تسلیم کرے۔ شریعت الٰہی ہر خاندان کے خوش حال افراد کو اس امر کا ذمہ دار قرار دیتی ہے کہ وہ اپنے خاندان کے لوگوں کو بھوکا ننگا نہ چھوڑیں۔ اس کی نگاہ میں ایک معاشرے کی اس سے بدتر کوئی حالت نہیں ہے کہ اس کے اندر ایک شخص عیش کر رہا ہو اور اسی کے خاندان میں اس کے اپنے بھائی بند روٹی کپڑے تک کو محتاج ہوں۔ وہ خاندان کو معاشرے کا ایک اہم عنصر ترکیبی قرار دیتی ہے اور یہ اصول پیش کرتی ہے کہ ہر خاندان کے غریب افراد کا پہلا حق اپنے خاندان کے خوشحال افراد پر ہے، پھر دوسروں پر ان کے حقوق عائد ہوتے ہیں۔ یہی بات ہے جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مختلف ارشادات میں وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ حضرت عمرؓ نے اسی بنا پر ایک یتیم بچے کے چچا زاد بھائیوں کو مجبور کیا کہ وہ اس کی پرورش کے ذمہ دار ہوں اور ایک دوسرے یتیم کے حق میں فیصلہ کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ اگر اس کا کوئی بعید ترین رشتہ دار بھی موجود ہوتا تو میں اس پر اس کی پرورش لازم کر دیتا۔ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ جس معاشرے کا ہر واحدہ (Unit) اس طرح اپنے اپنے افراد کو سنبھال لے اس میں معاشی حیثیت سے

کتنی خوش حالی، معاشرتی حیثیت سے کتنی حلاوت اور اخلاقی حیثیت سے کتنی پاکیزگی و بلندی پیدا ہو جائے گی۔
(تفہیم القرآن ج ۲، النحل حاشیہ: ۸۸)

اصول وراثت

۱۰۷- اَلْخَالُ وَارِثُ مَنْ لَا وَارِثَ لَهٗ۔

''جس کا کوئی وارث نہ ہو، اس کا وارث اس کا ماموں ہے۔'' (تفہیمات حصہ سوم، میراث کے متعلق قرآن...)

تخریج: حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ عَتِيْقٍ الدِّمَشْقِيُّ، ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُبَارَكِ، ثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ حُجْرٍ، عَنْ صَالِحِ بْنِ يَحْيَى بْنِ الْمِقْدَامِ عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ جَدِّهٖ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: اَنَا وَارِثُ مَنْ لَا وَارِثَ لَهٗ اَفُكُّ عَانِيَهٗ، وَاَرِثُ مَالَهٗ، وَالْخَالُ وَارِثُ مَنْ لَا وَارِثَ لَهٗ يَفُكُّ عَانِيَهٗ، وَيَرِثُ مَالَهٗ۔ (۲)

مختلف ملتوں کے لوگ ایک دوسرے کے وارث نہیں ہو سکتے

۱۰۸- لَا يَتَوَارَثُ اَهْلُ مِلَّتَيْنِ شَتّٰى۔

(مسند احمد، ابو داؤد، ابن ماجہ، دار قطنی)

''حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دو مختلف ملتوں کے لوگ ایک دوسرے کے وارث نہیں ہو سکتے۔''

تخریج: حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ، ثَنَا حَمَّادٌ عَنْ حَبِيْبِ الْمُعَلِّمِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ جَدِّهٖ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لَا يَتَوَارَثُ اَهْلُ مِلَّتَيْنِ شَتّٰى۔ (۳)

۱۰۹- لَا يَرِثُ الْمُسْلِمُ الْكَافِرَ وَلَا الْكَافِرُ الْمُسْلِمَ۔

(بخاری، مسلم، نسائی، احمد، ترمذی، ابن ماجہ، ابو داؤد)

''حضرت اسامہ بن زیدؓ سے روایت ہے کہ مسلمان کافر کا وارث نہیں ہو سکتا اور نہ کافر مسلمان کا وارث ہو سکتا ہے۔''

تخریج: حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ، عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: لَا يَرِثُ الْمُسْلِمُ الْكَافِرَ وَلَا الْكَافِرُ الْمُسْلِمَ۔ (٤)

تشریح: امام مالک، امام اوزاعی اور امام احمد اس بات کے قائل ہیں کہ ایک مذہب کے پیرو دوسرے مذہب کے پیرو کی

وراثت نہیں پا سکتے ان کا استدلال مندرجہ بالا پہلی حدیث سے ہے۔ (اسی سے ایک ملتے جلتے مضمون کی ایک حدیث ترمذی نے حضرت جابرؓ سے اور ابن حبان نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور بزار نے حضرت ابو ہریرۃؓ سے نقل کی ہے) اس کے برعکس امام ابو حنیفہؒ اور امام شافعیؒ نے یہ استدلال کیا ہے کہ کافروں کے مذاہب خواہ باہم کتنے ہی مختلف ہوں، لیکن کفر بحیثیت مجموعی ایک ہی ملت ہے، اس لیے یہودی عیسائی، اور عیسائی یہودی کا، اور اسی طرح ایک مذہب کا کافر دوسرے مذہب کے کافر کا وارث ہو سکتا ہے اگر ان کے نسب یا نکاح یا کسی سبب کی بنا پر کوئی ایسا تعلق ہو جو ایک کی وراثت دوسرے کو پہنچنے کا مقتضی ہو۔ اس مسلک پر مفصل بحث کرتے ہوئے مسلک حنفی کے مشہور امام شمس الائمہ سرخسی لکھتے ہیں: ''کفار آپس میں ان سب اسباب کی بنا پر بھی ایک دوسرے کے وارث ہو سکتے ہیں جن کی بنا پر مسلمان آپس میں ایک دوسرے کے وارث ہوتے ہیں، اور ان کے درمیان بعض ایسی صورتوں میں بھی توارث ہو سکتا ہے، جن میں مسلمانوں کے درمیان نہیں ہوتا۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے بس دو ہی دین قرار دیئے ہیں ایک دین حق، دوسرے دین باطل، چناں چہ فرمایا **لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ** (الکافرون (کافرون: ٦) اور اس نے لوگوں کے دو ہی فریق رکھے ہیں ایک فریق جنّتی ہے اور وہ مومن ہے اور دوسرا فریق دوزخی ہے اور وہ بحیثیت مجموعی تمام کفار ہیں۔ اور اس نے دو ہی گروہوں کو ایک دوسرے کا مخالف قرار دیا ہے چناں چہ فرمایا **هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ** (الحج: ١٩) ''یہ دو مد مقابل فریق ہیں جن کے درمیان اپنے رب کے معاملے میں جھگڑا ہے'' یعنی ایک فریق تمام کفار بحیثیت مجموعی ہیں اور ان کا جھگڑا اہل ایمان سے ہے۔

ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ وہ اپنے اعتقاد کے مطابق باہم الگ الگ ملتیں ہیں، بلکہ مسلمانوں کے مقابلے میں وہ سب ایک ہی ملت ہیں، کیوں کہ مسلمان محمد ﷺ کی رسالت اور قرآن کا اقرار کرتے ہیں اور وہ اس کا انکار کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے وہ کافر قرار پائے ہیں اور مسلمانوں کے معاملے میں وہ سب ایک ملت ہیں۔ (تفہیم القرآن ج ٦، الکافرون حاشیہ: ٥)

وراثت میں دادی کا حصہ

۱۱۰— ایک دادی اپنے پوتے کی میراث کا مطالبہ لے کر آئی جس کی ماں مر چکی تھی۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا میں کتاب اللہ میں کوئی حکم نہیں پاتا جس کی رو سے تجھ کو ماں کا حصہ پہنچتا ہو۔ پھر انہوں نے لوگوں سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ نے تو اس معاملہ میں کوئی حکم نہیں دیا ہے۔ اس پر مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ اور محمد بن مسلمہ نے اٹھ کر شہادت دی کہ حضور ﷺ نے دادی کو چھٹا حصہ (یعنی حصہ مادری) دلوایا ہے۔ چناں چہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اسی کے مطابق فیصلہ کر دیا۔ (بخاری ومسلم)

(سنت کی آئینی حیثیت میں، خلفائے راشدین پر بہتان)

تخریج: ⟨ا⟩ **حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ اِسْحَاقَ بْنِ خَرَشَةَ، عَنْ قَبِيْصَةَ بْنِ ذُؤَيْبٍ، اَنَّهُ قَالَ: جَاءَ تِ الْجَدَّةُ اِلٰى اَبِيْ بَكْرِ الصِّدِّيْقِ. تَسْاَلُهُ مِيْرَاثَهَا، فَقَالَ: مَالَكِ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى شَيْءٌ، وَمَا عَلِمْتُ لَكِ فِيْ سُنَّةِ نَبِيِّ اللّٰهِ ﷺ شَيْئًا، فَارْجِعِيْ حَتّٰى اَسْاَلَ النَّاسَ، فَسَاَلَ النَّاسَ، فَقَالَ الْمُغِيْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ: حَضَرْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَعْطَاهَا السُّدُسَ، فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ: هَلْ مَعَكَ غَيْرُكَ؟ فَقَامَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ فَقَالَ مِثْلَ مَا قَالَ الْمُغِيْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ، فَاَنْفَذَهُ لَهَا اَبُوْ بَكْرٍ، ثُمَّ جَاءَ تِ الْجَدَّةُ الْاُخْرٰى اِلٰى عُمَرَ بْنِ**

الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ تَسْأَلُهُ مِیْرَاثَهَا، فَقَالَ: مَالَکِ فِیْ کِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰی شَیْءٌ، وَمَا کَانَ الْقَضَاءُ الَّذِیْ قَضٰی بِهٖ اِلَّا لِغَیْرِکِ، وَمَا اَنَا بِزَائِدٍ فِی الْفَرَائِضِ، وَ لٰکِنْ هُوَ ذَالِکَ السُّدُسُ، فَاِنِ اجْتَمَعْتُمَا فِیْهِ فَهُوَ بَیْنَکُمَا، وَ اَیَّتُکُمَا خَلَتْ بِهٖ فَهُوَ لَهَا۔(۵)

﴿۲﴾ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِیْزِ بْنِ اَبِیْ رِزْمَةَ، اَخْبَرَنِیْ اَبِیْ، ثَنَا عُبَیْدُ اللّٰهِ (اَبُو الْمُنِیْبِ) الْعَتَکِیُّ عَنِ ابْنِ بُرَیْدَةَ، عَنْ اَبِیْهِ، اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ جَعَلَ لِلْجَدَّةِ السُّدُسَ اِذَا لَمْ یَکُنْ دُوْنَهَا اُمٌّ۔(٦)

انبیاء کی میراث سے کیا مراد ہے؟

۱۱۱-اِنَّ النَّبِیَّ لَا یُوْرَثُ وَ اِنَّمَا مِیْرَاثُهٗ فِیْ فُقَرَآءِ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمَسَاکِیْنِ۔

”نبی کا وارث کوئی نہیں ہوتا جو کچھ وہ چھوڑتا ہے وہ مسلمانوں کے فقراء اور مساکین میں تقسیم کیا جاتا ہے۔“

(مسند احمد، مرویات ابوبکر صدیق حدیث نمبر ٦٠ - نمبر ۷۸)

تخریج: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْبَلٍ، قَالَ: حَدَّثَنِیْ اَبِیْ، قَالَ: ثَنَا یَحْیَ بْنُ حَمَّادٍ، قَالَ: ثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ کُلَیْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنِیْ شَیْخٌ مِنْ قُرَیْشٍ مِنْ بَنِیْ تَمِیْمٍ، قَالَ: حَدَّثَنِیْ فُلَانٌ وَ فُلَانٌ فَعَدَّ سِتَّةً اَوْ سَبْعَةً کُلُّهُمْ مِنْ قُرَیْشٍ، فِیْهِمْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الزُّبَیْرِ، قَالَ: نَحْنُ جُلُوْسٌ عِنْدَ عُمَرَ اِذْ دَخَلَ عَلِیٌّ وَالْعَبَّاسُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَدْ اَرْتَفَعَتْ اَصْوَاتُهُمَا۔ فَقَالَ: مَهْ یَا عَبَّاسُ۔ قَدْ عَلِمْتُ مَا تَقُوْلُ؟ تَقُوْلُ: ابْنُ اَخِیْ، وَلِیَ شَطْرُ الْمَالِ، وَ قَدْ عَلِمْتُ مَا تَقُوْلُ یَا عَلِیُّ، تَقُوْلُ: ابْنَتُهٗ تَحْتِیْ وَلَهَا شَطْرُ الْمَالِ۔ هٰذَا مَا کَانَ فِیْ یَدَیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ۔ فَقَدْ رَاَیْنَا کَیْفَ کَانَ یَصْنَعُ فِیْهِ۔ فَوَلِیَهٗ اَبُوْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ مِنْ بَعْدِهٖ۔ فَعَمِلَ فِیْهِ بِعَمَلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ وُلِّیْتُهٗ مِنْ بَعْدِ اَبِیْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فَاَحْلِفُ بِاللّٰهِ لَاَجْهَدَنَّ اَنْ اَعْمَلَ فِیْهِ بِعَمَلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَ عَمَلِ اَبِیْ بَکْرٍ، ثُمَّ قَالَ: حَدَّثَنِیْ اَبُوْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَ حَلَفَ بِاَنَّهٗ لَصَادِقٌ اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِیَّ ﷺ یَقُوْلُ: اِنَّ النَّبِیَّ (ﷺ) لَا یُوْرَثُ وَ اِنَّمَا مِیْرَاثُهٗ فِیْ فُقَرَآءِ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمَسَاکِیْنِ۔ الخ۔(۷)

تشریح: اس حدیث کی بعض لوگ اس آیت قرآنی کی روشنی میں تردید کرتے ہیں جس میں ”حضرت داؤد علیہ السلام کو حضرت سلیمانؑ کا وارث“ قرار دیا گیا ہے۔ مگر داؤد علیہ السلام مال و جائداد کے وارث نہ تھے بلکہ ان کی جانشینی نبوت اور خلافت کی تھی۔ مال و جائداد کی میراث اگر بالفرض منتقل ہوئی بھی ہو تو وہ تنہا حضرت سلیمانؑ ہی کی طرف منتقل نہیں ہوسکتی تھی۔ کیوں کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی دوسری اولاد بھی موجود تھی۔ (تفہیم القرآن ج ۳۔ النمل حاشیہ: ۲۰)

رسول اللہ ﷺ کی میراث کا مسئلہ

۱۱۲- نَحنُ لَا نُورَثُ، مَا تَرَكنَا صَدَقَةٌ۔

''ہم لوگ وراثت نہیں چھوڑا کرتے۔ جو کچھ بھی ہم چھوڑیں وہ صدقہ ہے۔''

تخریج:〈۱〉 حَدَّثَنَا اِسمَاعِيلُ بنُ اَبَانَ، قَالَ: اَخبَرَنَا ابنُ المُبَارَكِ، عَن يُونُسَ، عَنِ الزُّهرِيِّ، عَن عُروَةَ، عَن عَائِشَةَ، اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: اِنَّا لَا نُورَثُ، مَا تَرَكنَا صَدَقَةٌ۔ (۸)

〈۲〉 حَدَّثَنَا عَبدُ اللّٰهِ بنِ مَسلَمَةَ، عَن مَالِكٍ، عَنِ ابنِ شِهَابٍ، عَن عُروَةَ، عَن عَائِشَةَ، اَنَّ اَزوَاجَ النَّبِيِّ ﷺ حِينَ تُوُفِّيَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ اَرَدنَ اَن يَّبعَثنَ عُثمَانَ اِلٰى اَبِي بَكرٍ يَسئَلنَهُ مِيرَاثَهُنَّ فَقَالَت عَائِشَةُ: اَلَيسَ قَد قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ لَا نُورَثُ مَا تَرَكنَا صَدَقَةٌ۔ (۹)

۱۱۳- اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ اِذَا اَطعَمَ نَبِيًّا طُعمَةً فَهِيَ لِلَّذِي يَقُومُ مِن بَعدِهٖ۔

''یعنی اللہ تعالیٰ کسی نبی کو بسر اوقات کے لیے جو ذریعہ مُعاش عطا کرتا ہے وہ اس کے بعد اس شخص کا حصہ ہے جو اس کی جگہ اس کا کام سنبھالے۔''

تخریج: حَدَّثَنَا عُثمَانُ بنُ اَبِي شَيبَةَ، ثَنَا مُحَمَّدُ بنُ الفُضَيلِ، عَنِ الوَلِيدِ بنِ جُمَيعٍ، عَن اَبِي الطُّفَيلِ، قَالَ: جَاءَ تْ فَاطِمَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهَا اِلٰي اَبِي بَكرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهُ تَطلُبُ مِيرَاثَهَا مِنَ النَّبِيِّ ﷺ! قَالَ: فَقَالَ اَبُو بَكرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهُ سَمِعتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ: اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ اِذَا اَطعَمَ نَبِيًّا طُعمَةً فَهِيَ لِلَّذِي يَقُومُ مِن بَعدِهٖ۔ (۱۰)

تشریح: واقعہ یہ ہے کہ نبی ﷺ اپنی ذاتی املاک اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی دولت کو تو نبوت کے ابتدائی دس گیارہ سال میں خرچ کر چکے تھے، اور تبلیغ دین کی مصروفیت نے آپ کے لیے اس امر کا بھی کوئی موقع باقی نہ چھوڑا تھا کہ اپنی کسب معاش کے لیے کچھ کر سکیں۔ اس کے بعد مکہ کے آخری اور مدینہ کے ابتدائی دور میں آپ کی معیشت کا انحصار ان فتوح پر رہا جو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے آپؐ کو عطا کرتا تھا۔ پھر جب اسلامی حکومت کی فتوحات کا سلسلہ شروع ہوا تو ایک طرف حکمران کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ نے بنی نضیر کی فئے میں آپؐ کا حصہ مقرر فرما دیا، اور دوسری طرف خیبر اور فدک کی زمینوں میں، جن کو مال غنیمت کے طور پر تقسیم کیا گیا تھا، دوسرے شرکاء جنگ کے ساتھ آپ کو بھی حصہ ملا۔ ان میں سے پہلے حصے کے متعلق حضور ﷺ نے جو ہدایت فرمائی وہ یہ تھی کہ:

اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ اِذَا اَطعَمَ نَبِيًّا طُعمَةً فَهِيَ لِلَّذِي يَقُومُ مِن بَعدِهٖ۔ ''یعنی اللہ تعالیٰ کسی نبی کو بسر اوقات کے لیے جو ذریعہ مُعاش عطا کرتا ہے وہ اس کے بعد اس شخص کا حصہ ہے جو اس کی جگہ اس کا کام سنبھالے۔''

اور دوسرے حصے کے متعلق حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

نَحْنُ لَا نُوْرَثُ، مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ۔ (بخاری) ''ہم لوگ وراثت نہیں چھوڑا کرتے۔ جو کچھ بھی ہم چھوڑیں، وہ صدقہ ہے۔''

اس کی وجہ ذرا سا غور کرنے سے بآسانی سمجھ میں آسکتی ہے کہ حضور ﷺ نے اسے صدقہ کیوں کر دیا اور پچھلے تمام انبیاء کا طریقہ یہ کیوں رہا ہے کہ نبوت کے زمانے کی کمائی کو وہ صرف بسر اوقات ہی کا ذریعہ بناتے تھے۔ ذاتی ملک بنا کر میراث میں منتقل نہ کرتے تھے، انبیاء علیہم السلام کو جس نازک منصب پر اللہ تعالیٰ قائم کرتا تھا، اس کا تقاضا یہ تھا کہ ان کی اپنی ذات ایسے ہر شبہ سے بالاتر رہے کہ وہ یہ کام کسی ذاتی غرض سے کر رہے ہیں۔ اسی لیے ہر نبی کی زبان سے اللہ تعالیٰ یہ اعلان کراتا تھا کہ:

وَمَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (الشعراء: ۱۱۰) ''میں تم سے اس کام پر کوئی اجر نہیں چاہتا، میرا اجر تو صرف اللہ کے ذمہ ہے۔''

پس حضور ﷺ کا یہ صدقہ اس بنیاد پر تھا کہ آپ ﷺ زمانۂ رسالت کی کمائی کو اجر رسالت بنانا پسند نہ فرماتے تھے۔ اس چیز کو ''کمیونزم'' سے کوئی دور کا واسطہ بھی نہیں ہے۔ (مسئلہ ملکیت زمین، اہل قلم کی طرف....)

۱۱۴- لَا تَقْسِمُ وَرَثَتِيْ دِيْنَارًا وَلَا دِرْهَمًا، مَا تَرَكْتُ بَعْدَ نَفَقَةِ نِسَائِيْ وَ مَؤُنَةِ عَامِلِيْ، فَهُوَ صَدَقَةٌ۔ (بخاری، مسلم، مؤطا، مسند احمد)

''میرے وارث کوئی دینار و درہم آپس میں تقسیم نہ کریں۔ میں نے جو کچھ چھوڑا ہے، میری بیویوں کا نفقہ اور میرے عامل کا حق الخدمت ادا کرنے کے بعد سب صدقہ ہے۔''

تخریج: حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ، عَنْ اَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْاَعْرَجِ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: لَا يَقْتَسِمُ وَرَثَتِيْ دِيْنَارًا، مَا تَرَكْتُ بَعْدَ نَفَقَةِ نِسَائِيْ وَ مَؤُنَةِ عَامِلِيْ فَهُوَ صَدَقَةٌ۔(۱۱)

تشریح: پہلے یہ دیکھنا چاہیے کہ آیا سرکار رسالت مآب ﷺ کے پاس آپ کی وفات کے وقت کوئی ذاتی جائداد تھی بھی کہ اس میں میراث جاری ہوتی؟ یہ بات سب کو معلوم ہے کہ نبوت کے منصب پر سرفراز ہونے کے بعد حضور ﷺ کا تمام وقت دعوت حق کے کام پر صرف ہونے لگا تھا اور کاروبار تجارت بند ہو چکا تھا۔ مکہ معظّمہ میں جب تک قیام رہا، اس اثاثے پر گزر بسر ہوتی رہی جو آپ کے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہلے کا بچا بچایا موجود تھا۔ ہجرت فرمائی تو گویا دامن جھاڑ کر اٹھ کھڑے ہوئے اور مدینہ طیبہ پہنچ کر آپ بالکل بے سروسامان تھے۔ ابتدائی زمانہ انتہائی عسرت اور تنگ دستی کے ساتھ گزرا۔ پھر جب غزوات کا سلسلہ شروع ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اموال غنیمت میں سے پانچواں حصہ نکالنے کا حکم دیا، اور رسول اللہ ﷺ کو یہ حق عطا فرمایا کہ جس قدر مناسب سمجھیں، اور ضرورت محسوس فرمائیں اپنی ذات پر اور اپنے قرابت داروں کی حاجات پر صرف کرنے کے لیے اس حصے میں سے لے لیا کریں، باقی اللہ کے کام میں اور یتامیٰ، مساکین اور مسافروں کی خبر گیری میں صرف فرمائیں۔

وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَ لِلرَّسُوْلِ وَ لِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ ۔(الانفال : ۴۱) یہ پہلا ذریعۂ معاش تھا جو آپ ﷺ کو عطا کیا گیا۔اس کے بعد ہجرت کے چوتھے سال اللہ تعالیٰ نے مدینہ کے یہودی قبیلے بنی النضیر پر آپ کو فتح عطا فرمائی اور وہ اپنی جائدادیں چھوڑ کر شہر سے چلے گئے۔اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَیْهِ مِنْ خَیْلٍ وَّلَا رِکَابٍ وَّ لٰکِنَّ اللّٰهَ یُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ، وَاللّٰهُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌo مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰی فَلِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ وَ لِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ کَیْ لَا یَکُوْنَ دُوْلَةً بَیْنَ الْاَغْنِیَآءِ مِنْکُمْ۔ (الحشر: ۶،۷) ’’اور جو کچھ دلوایا اللہ نے ان سے اپنے رسول کو، نہیں دوڑائے اس پر تم نے گھوڑے اور اونٹ، مگر اللہ مسلط کر دیتا ہے اپنے رسولوں کو جس پر چاہتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ جو کچھ دلوا دے اللہ (اس طریقے پر) اپنے رسول کو بستیوں کے لوگوں سے تو وہ اللہ کے لیے ہے اور رسول کے لیے اور قرابت داروں اور یتامیٰ اور مساکین اور مسافروں کے لیے تاکہ یہ مال تمہارے دولت مندوں ہی کے درمیان گردش نہ کرتا رہے۔‘‘

اس آیت کی رو سے اللہ تعالیٰ نے ان تمام اموال، جائدادوں اور علاقوں کو جو براہ راست جنگی کارروائی کے ذریعے سے فتح نہ ہوئے ہوں بلکہ اسلامی حکومت کے رعب اور دبدبے سے مسخر ہو جائیں، غنیمت سے الگ کر کے حکومت کی ملک قرار دے دیا۔اور رسول اللہ ﷺ کو یہ حق عطا فرمایا کہ وہ اپنی اور اپنے قرابت داروں کی ضروریات کے لیے اس سرکاری مال میں سے جس قدر مناسب سمجھیں لے لیں۔

ان احکام کے مطابق حضور ﷺ نے مدینہ طیبہ میں بنی النضیر کے چھوڑے ہوئے باغوں میں سے چند نخلستان، خیبر میں سے کچھ اراضی اور فدک میں سے کچھ اراضی اپنے لیے مخصوص کر لی تھی۔اس جائداد کی آمدنی سے حضور ﷺ اپنی اور اپنے اہل وعیال کی ضروریات پوری کرتے تھے، اپنے قرابت داروں کی مدد فرماتے تھے، اور جو کچھ بچتا تھا، اسے اللہ کی راہ میں صرف فرما دیتے تھے۔

غور کیا جائے تو صاف سمجھ میں آجاتا ہے کہ ان دونوں ذرائع (غنیمت اور فے) سے جو کچھ حضور ﷺ کو عطا کیا گیا اس کی نوعیت یہ نہیں تھی کہ آپؐ نے اپنے ذاتی کاروبار سے کوئی جائداد پیدا کی ہو اور وہ آپ ﷺ کے بعد بھی آپ کی ملک رہے۔اور آپؐ کے وارثوں میں تقسیم ہو، بلکہ اس کی نوعیت یہ تھی کہ آپ ﷺ اسلامی حکومت کے سربراہ کی حیثیت سے اپنا سارا وقت سرکاری کام پر صرف فرماتے تھے اور اپنا کوئی ذاتی ذریعہ معاش نہ رکھتے تھے۔اس لیے آپؐ کو یہ حق عطا فرمایا گیا کہ حکومت کی املاک میں سے اتنی جائداد اپنے تصرف میں رکھیں جس سے آپ کی ضروریات پوری ہوسکیں۔ظاہر ہے کہ اللہ کے رسولؐ نے نبوت کا یہ کارِ عظیم اپنے لیے جائدادیں اور جاگیریں پیدا کرنے کے لیے تو نہیں کیا تھا۔یہ تو ایک خدمت تھی جو خالص اللہ کے لیے آپ انجام دے رہے تھے اور اس کا اجر اللہ ہی کے ذمہ تھا۔ریاست کے مال میں آپ کا حصہ بس اتنا تھا

کہ آپ اپنے نفس کے اور اپنے اہل وعیال کے اور حاجت مند قرابت داروں کے حقوق ادا کرسکیں۔ یہ حصہ آپؐ کی حیاتِ طیبہ تک ہی باقی رہ سکتا تھا۔ آپؐ کی وفات کے بعد اس کو ذاتی املاک کی طرح وارثوں میں تقسیم کرنے کی کوئی وجہ نہ تھی۔ اس بات کو حضور ﷺ نے خود اپنی زندگی ہی میں صاف کردیا تھا۔

لَا تَقْسِمُ وَرَثَتِیْ دِیْنَارًا وَلَا دِرْهَمًا، مَا تَرَكْتُ بَعْدَ نَفَقَةِ نِسَائِیْ وَ مُؤْنَةِ عَامِلِیْ، فَهُوَ صَدَقَةٌ۔

(بخاری، مسلم، مؤطا، مسند احمد) ''میرے وارث کوئی دینار و درہم آپس میں تقسیم نہ کریں۔ میں نے جو کچھ چھوڑا ہے، میری بیویوں کا نفقہ اور میرے عامل کا حق الخدمت ادا کرنے کے بعد وہ سب صدقہ ہے۔''

۱۱۵–لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا فَهُوَ صَدَقَةٌ، اِنَّمَا یَأْكُلُ آلُ مُحَمَّدٍ مِنْ هٰذَا الْمَالِ لَیْسَ لَهُمْ اَنْ یَّزِیْدُوْا عَلَى الْمَأْكِلِ۔ (بخاری، مسند احمد، مسلم)

''ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا، جو کچھ ہم نے چھوڑا، وہ صدقہ ہے۔ محمد ﷺ کے گھر والے تو اس مال میں سے بس کھا لیتے ہیں۔ کھانے بھر سے زیادہ لینے کا انہیں حق نہیں ہے۔''

تخریج: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ الْحِمْصِیُّ، ثَنَا اَبِیْ، شُعَیْبُ بْنُ اَبِیْ حَمْزَةَ، عَنِ الزُّهْرِیِّ، حَدَّثَنِیْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَیْرِ اَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِیِّ ﷺ اَخْبَرَتْهُ بِهٰذَا الْحَدِیْثِ، قَالَ: وَ فَاطِمَةُ عَلَیْهَا السَّلَامُ حِیْنَئِذٍ تَطْلُبُ صَدَقَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ الَّتِیْ بِالْمَدِیْنَةِ وَ فَدَكٍ وَمَا بَقِیَ مِنْ خُمُسِ خَیْبَرَ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا: فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: لَا نُوْرَثُ، مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ، وَ اِنَّمَا یَاْكُلُ اٰلُ مُحَمَّدٍ فِیْ هٰذَا الْمَالِ[1] یعنی مَالَ اللّٰهِ، لَیْسَ لَهُمْ اَنْ یَّزِیْدُوْا عَلَى الْمَاكِلِ۔ (۱۲)

۱۱۶–اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ اِذَا اَطْعَمَ نَبِیًّا طُعْمَةً ثُمَّ قَبَضَهُ جَعَلَهُ لِلَّذِیْ یَقُوْمُ بَعْدَهُ۔

(مسند احمد، مرویات ابو بکر صدیقؓ)

''اللہ عزوجل کسی نبی کو بسر اوقات کے لیے جو کچھ دیتا ہے وہ اس کی وفات کے بعد اس شخص کے حوالے کردیتا ہے جو اس کا جانشین ہو۔''

تخریج: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنِیْ اَبِیْ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِیْ شَیْبَةَ، قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ وَ سَمِعْتُهُ مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ شَیْبَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَیْلٍ، عَنِ الْوَلِیْدِ بْنِ جُمَیْعٍ، عَنْ اَبِی الطُّفَیْلِ، قَالَ: لَمَّا قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَرْسَلَتْ فَاطِمَةُ اِلٰى اَبِیْ بَكْرٍ اَنْتَ وَرِثْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَمْ اَهْلُهُ؟ قَالَ: فَقَالَ: لَا بَلْ اَهْلُهُ، قَالَتْ: فَاَیْنَ

---

(۱) ابوداؤد کے علاوہ باقی سب نے **فی هذا المال** تک نقل کیا ہے۔ (از مرتب)

سَهُمِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ؟ قَالَ: فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ: اِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ اِذَا اَطْعَمَ نَبِيًّا طُعْمَةً ثُمَّ قَبَضَهُ جَعَلَهُ لِلَّذِیْ يَقُوْمُ مِنْ بَعْدِهٖ فَرَاَيْتُ اَنْ اَرُدَّهٗ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ، فَقَالَتْ: فَاَنْتَ وَمَا سَمِعْتَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَعْلَمُ۔ (۱۳)

۱۱۷–اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ۔ وَ قَالَ لَسْتُ تَارِكاً شَيْئًا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَعْمَلُ بِهٖ اِلَّا عَمِلْتُ بِهٖ فَاِنِّیْ اَخْشٰی اِنْ تَرَكْتُ شَيْئًا مِنْ اَمْرِهٖ اَنْ اَزِيْغَ۔

(بخاری، کتاب فرض الخمس، مسند احمد۔ مرویات ابو بکر صدیق)

”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ہماری وراثت جاری نہیں ہوتی، جو کچھ میں نے چھوڑا، وہ صدقہ ہے پھر حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ میں کوئی ایسا کام نہ رہنے دوں گا جو رسول اللہ ﷺ کرتے تھے اور میں وہ نہ کروں، کیوں کہ مجھے ڈر ہے کہ اگر میں نے آپؐ کے اوامر میں سے کسی کو بھی چھوڑ دیا تو گم راہ ہو جاؤں گا۔“

تخریج: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، ثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، اَخْبَرَنِیْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، اَنَّ عَائِشَةَ اُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ اَخْبَرَتْهُ اَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ سَاَلَتْ اَبَا بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ بَعْدَ وَفَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَنْ يَّقْسِمَ لَهَا مِيْرَاثَهَا مَا تَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِمَّا اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَيْهِ، فَقَالَ لَهَا اَبُوْ بَكْرٍ: اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ، فَغَضِبَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَهَجَرَتْ اَبَا بَكْرٍ، فَلَمْ تَزَلْ مُهَاجِرَتُهٗ حَتّٰی تُوُفِّيَتْ، وَ عَاشَتْ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ سِتَّةَ اَشْهُرٍ، قَالَتْ: وَ كَانَتْ فَاطِمَةُ تَسْاَلُ اَبَا بَكْرٍ نَصِيْبًا مِمَّا تَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ خَيْبَرَ وَ فَدَكٍ وَ صَدَقَتِهٖ بِالْمَدِيْنَةِ، فَاَبٰی اَبُوْ بَكْرٍ عَلَيْهَا ذَالِكَ، وَ قَالَ: لَسْتُ تَارِكًا شَيْئًا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَعْمَلُ بِهٖ اِلَّا اِنِّیْ عَمِلْتُ بِهٖ، فَاِنِّیْ اَخْشٰی اِنْ تَرَكْتُ شَيْئًا مِنْ اَمْرِهٖ اَنْ اَزِيْغَ۔ الخ (۱٤)

۱۱۸–وَلٰكِنْ اَعُوْلُ مَنْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَعُوْلُهٗ وَ اُنْفِقُ عَلٰی مَنْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُنْفِقُ عَلَيْهِ۔

(ترمذی، کتاب السیر۔ باب ماجاء فی ترکۃ النبی ﷺ، مسند احمد، مرویات ابو بکر صدیقؓ)

”مگر میں ان سب لوگوں کی عیال داری کروں گا جن کی عیال داری رسول اللہ ﷺ کرتے تھے، اور ان سب لوگوں پر خرچ کروں گا، جن پر رسول اللہ ﷺ خرچ فرمایا کرتے تھے۔“

تخریج: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی، ثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ، ثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ، عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: جَآءَتْ فَاطِمَةُ اِلٰی اَبِیْ بَكْرٍ، فَقَالَتْ مَنْ يَّرِثُكَ؟ قَالَ: اَهْلِیْ وَ وَلَدِیْ، قَالَتْ: فَمَالِیْ لَا اَرِثُ اَبِیْ؟ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ: سَمِعْتُ

رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُوْلُ: لَا نُوْرَثُ، وَ لٰكِنْ اَعُوْلُ مَنْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم يَعُوْلُهٗ وَ اُنْفِقُ عَلٰى مَنْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم يُنْفِقُ عَلَيْهِ۔ (۱۵)

۱۱۹- وَاللّٰہِ لَقَرَابَةُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اَحَبُّ اِلٰی اَنْ اَصِلَ مِنْ قَرَابَتِیْ۔

(بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث بنی النضیر)

’’خدا کی قسم! میرے لیے اپنے رشتہ داروں سے صلۂ رحمی کرنے کی بہ نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ داروں سے صلۂ رحمی کرنا زیادہ محبوب ہے۔‘‘

جناب سیدہ اور حضرت عباسؓ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اس گفتگو کے متعلق جتنی مستند روایات ہم تک پہنچی ہیں ان میں سے کسی میں بھی یہ بات کہیں اشارتاً و کنایتاً بھی مذکور نہیں ہے کہ جناب سیدہؓ، یا حضرت عباسؓ نے حضرت ابوبکرؓ کی یہ بات سن کر جواب میں فرمایا ہو کہ آپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایک غلط بات منسوب کر رہے ہیں۔ اور ظاہر بات ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس فرمان کی نسبت صحیح تھی تو پھر خلیفۂ رسول کے لیے واجب العمل قانون اس کے سوا اور کوئی نہ ہو سکتا تھا جو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت تھا۔ آخر اس فرمان کی زد صرف جناب سیدہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما ہی کے مفاد پر تو نہ پڑتی تھی۔ خود خلیفہ کی اپنی صاحب زادی حضرت عائشہؓ کا مفاد بھی اسی کی لپیٹ میں آجاتا تھا کیوں کہ وہ بھی اس کی بنا پر اپنے شوہر کی میراث سے محروم ہوتی تھیں۔ خلیفۂ برحق نے آخر انہی کو اس قانون سے کب مستثنیٰ کیا۔؟(ا)

اب رہ گیا تیسرا فریق، یعنی ازواج مطہرات کا گروہ تو اس نے بھی ارادہ کیا تھا کہ حضرت عثمان کو اپنا نمائندہ بنا کر حضرت ابوبکرؓ کے پاس بھیجے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ترکے میں سے اپنے آٹھویں حصے کا مطالبہ کرے۔ مگر حضرت عائشہؓ نے اس کی مخالفت کی اور تمام ازواج مطہرات کو خطاب کر کے فرمایا:

تخریج: حَدَّثَنِیْ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى، قَالَ: اَخْبَرَنَا هِشَامٌ، قَالَ: اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِیِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، اَنَّ فَاطِمَةَ وَالْعَبَّاسَ اَتَيَا اَبَا بَكْرٍ يَلْتَمِسَانِ مِيْرَاثَهُمَا اَرْضَهٗ مِنْ فَدَكٍ، وَ سَهْمَهٗ مِنْ خَيْبَرَ، فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُوْلُ: لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ، اِنَّمَا يَاْكُلُ اٰلُ مُحَمَّدٍ فِیْ هٰذَا الْمَالِ، وَاللّٰہِ، لَقَرَابَةُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اَحَبُّ اِلَیَّ اَنْ اَصِلَ مِنْ قَرَابَتِیْ۔ (۱۶)

اس مال کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ ہدایات کچھ خفیہ نہ تھیں، بلکہ تمام جلیل القدر صحابہ ان کو جانتے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ ہی تنہا ان کے راوی نہیں ہیں۔ حضرت علیؓ حضرت عباسؓ، حضرت عبد الرحمان بن عوف حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر، حضرت عثمان، حضرت ابو ہریرہ، اور تمام ازواج مطہرات کی یہ شہادت نہایت مستند روایات سے ہم تک پہنچی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ترکے کی یہی نوعیت بیان فرمائی تھی۔ اس فرمان مبارک کے ہوتے ہوئے کون شخص یہ تصور کر سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء آپؐ کی چھوڑی ہوئی جائداد کے معاملہ میں کوئی دوسرا فیصلہ کرنے کے مجاز ہو سکتے تھے۔

اب دیکھیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مطالبۂ میراث کس طرح اٹھا اور آپؐ کے خلفاء نے اس پر اپنے اپنے زمانوں میں کیا کارروائی کی۔ شرعی قاعدے کے مطابق میراث کا مطالبہ کرنے کے حق دار تین فریق ہو سکتے ہیں۔ ایک سیدہ

فاطمۃ الزہراؓ بیٹی کی حیثیت سے، دوسرے حضرت عباسؓ چچا کی حیثیت سے، تیسرے جملہ ازواج مطہرات بیویوں کی حیثیت سے۔ ان میں سے پہلے دو فریقوں یعنی سیدہ فاطمہؓ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت ابوبکرؓ کے خلیفہ مقرر ہونے کے فوراً بعد خیبر، فدک، اور مدینہ طیبہ کی اس تمام جائداد کے متعلق، جو حضور ﷺ کے تصرف میں تھی اپنا دعویٰ پیش کیا۔ اور بعض روایات کے مطابق حضرت فاطمہؓ نے استدلال کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا کہ جب تمہاری وفات کے بعد تمہارا ترکہ تمہارے اہل وعیال ہی میں تقسیم ہونا ہے تو آخر میرے باپ (ﷺ) کی وفات کے بعد ان کے ترکے میں سے مجھے کیوں میراث نہ ملے؟ اس کے جواب میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جو کچھ فرمایا وہ یہ تھا:

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ لَا نُوْرَثُ مَا تَرَکْنَا صَدَقَةٌ۔ وَ قَالَ لَسْتُ تَارِکًا شَیْئًا کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَعْمَلُ بِہٖ اِلَّا عَمِلْتُ بِہٖ فَاِنِّیْ اَخْشٰی اِنْ تَرَکْتُ شَیْئًا مِنْ اَمْرِہٖ اَنْ اَزِیْغَ۔ (بخاری، کتاب فرض الخمس، مسند احمد۔ مرویات ابو بکر صدیق) ”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ہماری وراثت جاری نہیں ہوتی، جو کچھ میں نے چھوڑا، وہ صدقہ ہے پھر حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ میں کوئی ایسا کام نہ رہنے دوں گا جو رسول اللہ ﷺ کرتے تھے اور میں وہ نہ کروں، کیوں کہ مجھے ڈر ہے کہ اگر میں نے آپؐ کے اوامر میں سے کسی کو بھی چھوڑ دیا تو گم راہ ہو جاؤں گا۔“

وَلٰکِنْ اَعُوْلُ مَنْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَعُوْلُہٗ وَ اُنْفِقُ عَلٰی مَنْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یُنْفِقُ عَلَیْہِ۔ (ترمذی، کتاب السیر۔ باب ماجاء فی ترکۃ النبی ﷺ، مسند احمد، مرویات ابو بکر صدیقؓ) ”مگر میں ان سب لوگوں کی عیال داری کروں گا جن کی عیال داری رسول اللہ ﷺ کرتے تھے، اور ان سب لوگوں پر خرچ کروں گا، جن پر رسول اللہ ﷺ خرچ فرمایا کرتے تھے۔“

وَاللّٰہِ لَقَرَابَةُ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ اَحَبُّ اِلَیَّ اَنْ اَصِلَ مِنْ قَرَابَتِیْ۔ (بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث بنی النضیر) ”خدا کی قسم! میرے لیے اپنے رشتہ داروں سے صلۂ رحمی کرنے کی بہ نسبت رسول اللہ ﷺ کے رشتہ داروں سے صلۂ رحمی کرنا زیادہ محبوب ہے۔“

اَلَا تَتَّقِیْنَ اللّٰہَ، اَلَمْ تَعْلَمْنَ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ یَقُوْلُ لَا نُوْرَثُ مَا تَرَکْنَا صَدَقَةٌ۔ یُرِیْدُ بِذٰلِکَ نَفْسَہٗ اِنَّمَا یَاْکُلُ اٰلُ مُحَمَّدٍ فِیْ ھٰذَا الْمَالِ۔ ”کیا آپ اللہ سے نہیں ڈرتیں کیا آپ کو معلوم نہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ ہماری وراثت جاری نہیں ہوتی۔ جو کچھ ہم نے چھوڑا وہ صدقہ ہے۔ محمدؐ کے اہل وعیال تو بس اس مال میں سے کھا سکتے ہیں۔“

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ بات سن کر سب ازواج مطہرات اپنے دعوے سے دست بردار ہو گئیں۔[۲]

---

(۱) اس واقعہ کی تفصیل اور مستند روایات کے لیے ملاحظہ ہو:

بخاری، کتاب الجهاد فرض الخمس۔ کتاب المناقب فضائل اصحاب النبی ﷺ۔ کتاب المغازی۔ کتاب الفرائض، مسلم: کتاب الجهاد، باب حکم الفئی۔ ☆نسائی کتاب قسم الفئی☆ ترمذی کتاب السیر، باب ماجاء فی ترکة النبی ﷺ۔☆ مسند احمد۔ مرویات ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ۔

(۲) بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث بنی النضیر۔ کتاب الفرائض، باب قول النبی ﷺ، لا نورث... مسلم کتاب الجهاد، باب حکم الفئی۔ مؤطا۔ باب ماجاء فی ترکة النبی ﷺ۔

ایک بات اس سلسلہ میں یہ کہی جاتی ہے کہ فدک کے متعلق نبی ﷺ نے اپنی زندگی میں یہ فیصلہ کر دیا تھا کہ وہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دیا جائے گا۔ جناب سیدہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے خاص طور پر اسی کا مطالبہ کیا تھا اور شہادت میں حضرت علیؓ اور ام ایمنؓ کو پیش کیا تھا، لیکن حضرت ابوبکرؓ نے ان کی شہادت قبول نہ کی اور فدک کی جائداد ان کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا۔

مگر یہ قصہ حدیث کی مستند روایات میں سے کسی میں بھی مذکور نہیں ہے۔ البتہ بلاذری اور ابن سعد نے اسے نقل کیا ہے۔ اور ان کے بیان میں بھی کافی اضطراب ہے۔ ابن سعد کی روایت یہ ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے یہ بات خود رسول اللہ ﷺ سے نہیں سنی تھی، بلکہ ام ایمن سے سنی تھی، اور انہی کو شہادت میں پیش کر دیا۔ بخلاف اس کے بلاذری کی روایت یہ ہے کہ جناب سیدہ نے خود یہ دعویٰ کیا تھا کہ میرے والد ﷺ نے فدک مجھے دیا ہے۔ پھر ایک روایت کی رو سے انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ام ایمن کی شہادت میں پیش کیا اور دوسری روایت کی رو سے ام ایمن اور رباح (نبی ﷺ کے آزاد کردہ غلام) کو۔[1]

یہ تو ہے اس قصے کی حیثیت باعتبار روایت، اب قانونی حیثیت سے دیکھیے تو حضور ﷺ کا یہ فعل یا تو ہبہ ہوسکتا تھا یا وصیت۔ اگر کہا جائے کہ ہبہ تھا تو وہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے جب کہ حضور ﷺ نے اپنی زندگی ہی میں فدک کا قبضہ حضرت فاطمہؓ کو دے دیا ہوتا۔ ورنہ محض زبان سے کسی چیز کو کسی کے لیے نامزد کر دینا، اور یہ نیت کرنا کہ وہ چیز مالک کے مرنے کے بعد معطی لہ کو ملے گی، ہبہ نہیں بلکہ وصیت ہے۔ اب اگر کہا جائے کہ یہ وصیت تھی، تو قرآن مجید میں میراث کا قانون نازل ہوجانے کے بعد آں حضرت ﷺ خود یہ اعلان فرما چکے تھے کہ ''**لا وصية لوارث**'' اب ترکے کی تقسیم کے معاملے میں کسی وارث کے حق میں وصیت نہیں کی جاسکتی۔'' پھر یہ کیسے باور کیا جاسکتا ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے ہی اعلان کردہ قانون کے خلاف دوسرے وارثوں کو چھوڑ کر ایک خاص وارث کے حق میں کوئی وصیت فرمائی ہوگی۔

علاوہ بریں ہبہ یا وصیت کے سوال کو نظر انداز کر کے صرف اس شہادت ہی کو دیکھا جائے جو اس دعوے کے ثبوت میں پیش کی گئی تھی تو وہ صریح قرآنی قانون شہادت کے لحاظ سے ناکافی تھی۔ قرآن کی رو سے یا تو دو مردوں کی شہادت معتبر ہے یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت۔ جناب سیدہؓ (اگر یہ قصہ درست مانا جائے) صرف ایک عورت، یا ایک مرد اور ایک عورت کی گواہی لائی تھیں۔ اس صورت میں قانون کے خلاف فیصلہ کیسے کیا جاسکتا تھا؟ کیا شخصیتوں کو دیکھ کر شہادت کا شرعی نصاب بدل جاتا؟

اس کے بعد یہ مسئلہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں دوبارہ اٹھا۔ ان کی خلافت پر دو سال گزر چکے تھے کہ حضرت عباسؓ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے ان کے سامنے رسول اللہ ﷺ کے ترکے کا مسئلہ پیش کیا، اور انہوں نے خیبر و فدک کو مستثنیٰ کر کے مدینے والی جائداد دونوں صاحبوں کی تولیت میں اس شرط پر دے دی، کہ وہ اس کی آمدنی انہی مصارف پر خرچ کریں گے، جن میں حضور ﷺ اپنی حیات طیبہ میں صرف فرمایا کرتے تھے۔[2]

لیکن اس کے بعد حضرت علیؓ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے درمیان اس جائداد کے انتظام پر نزاع واقع ہوگئی اور وہ اس

---

(۱) طبقات ابن سعد، ذکر میراث النبی ﷺ ☆ فتوح البلدان للبلاذری، ذکر فدک۔

(۲) بخاری، کتاب فرض الخمس، و کتاب المغازی، مسند احمد، مرویات ابو بکر صدیقؓ، مسلم۔ کتاب الجهاد، باب حکم الفئی۔

قضیے کو لے کر حضرت عمرؓ کے پاس پہنچے۔ اس کا نہایت مفصل قصہ مالک بن اوس بن حدثان کے حوالہ سے تمام معتبر کتب حدیث میں روایت ہوا ہے۔

''حضرت مالک کہتے ہیں کہ میں حضرت عمرؓ کے پاس بیٹھا تھا کہ ان کے حاجب نے آ کر عرض کیا کہ عثمان بن عفان، عبدالرحمٰن بن عوف، زبیر بن العوام اور سعد بن ابی وقاص (رضی اللہ عنہم) حاضری کی اجازت طلب کرتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے اجازت دے دی اور وہ تشریف لے آئے۔ اس کے تھوڑی دیر بعد وہ پھر آیا اور اطلاع دی کہ عباس بن عبدالمطلب اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما تشریف لائے ہیں اور وہ بھی اجازت کے طالب ہیں۔ حضرت عمرؓ کے اجازت دینے پر دونوں صاحب اندر تشریف لے آئے اور سلام کے بعد بیٹھتے ہی حضرت عباسؓ نے کہا کہ اے امیر المومنین میرے اور اس کے (اپنے بھتیجے حضرت علیؓ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا) مقدمے کا فیصلہ فرما دیجیے۔ اس کے ساتھ چچا نے بھتیجے کے حق میں کچھ سخت سست الفاظ بھی استعمال کیے۔ دوسرے حاضرین نے کہا، واقعی امیر المؤمنین ان کا قضیہ بہت طول کھینچ گیا ہے۔ آپ انہیں اس جھگڑے سے نجات دلائیے۔ حضرت عمرؓ نے کہا، ٹھہریئے، میں آپ صاحبوں کو اس خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں، جس کے حکم سے زمین و آسمان قائم ہیں۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ ''ہماری وراثت جاری نہیں ہوتی۔ جو کچھ ہم نے چھوڑا، وہ صدقہ ہے؟'' چاروں صاحبوں نے کہا ''ہاں'' حضور ﷺ نے ایسا ہی فرمایا تھا۔ پھر حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کو اسی طرح اللہ کا واسطہ دے کر پوچھا ''کیا آپ دونوں صاحب جانتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ایسا اور ایسا فرمایا تھا؟ دونوں نے جواب دیا ''جی ہاں، واقعی حضور ﷺ نے یہ فرمایا تھا۔ حضرت عمرؓ نے کہا، اچھا اب میں آپ لوگوں کو اس معاملے کی حقیقت بتاتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فے کے معاملے میں اپنے رسولؐ کو وہ مخصوص اختیارات عطا فرمائے تھے، جو کسی دوسرے کو عطا نہیں فرمائے۔ پھر سورۂ حشر کی آیت (**وما افاء الله علی رسوله**) آخر تک تلاوت کر کے حضرت عمرؓ نے فرمایا، اس آیت کی رو سے یہ اموال فے خالصۃً رسول اللہ ﷺ کے لیے تھے۔ مگر خدا کی قسم! حضورؐ نے آپ لوگوں کو چھوڑ کر ان سب کو اپنے لیے نہیں سمیٹ لیا، اور نہ ان کے معاملے میں کوئی خود غرضی برتی۔ بلکہ انہیں آپ ہی لوگوں میں تقسیم کر دیا، یہاں تک کہ تین جائدادیں (مدینہ، فدک، اور خیبر والی) بچ گئیں۔ ان جائدادوں میں سے حضورؐ اپنا اور اپنے اہل و عیال کا سال بھر کا نفقہ لے لیتے تھے اور باقی ساری آمدنی انہی کاموں میں صرف فرماتے تھے جن میں اللہ کا مال صرف کیا جاتا ہے۔ یہی حضور ﷺ کا عمل ان اموال کے معاملے میں زندگی بھر رہا ہے۔ میں آپ لوگوں کو اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ یہ بات آپ سب لوگوں کے علم میں ہے؟ چاروں صاحبوں نے جواب دیا ''جی ہاں'' پھر حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ سے مخاطب ہو کر کہا، میں آپ دونوں کو بھی اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں، آپ یہ بات جانتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا ''جی ہاں، ہم جانتے ہیں۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے کہا، پھر اللہ نے اپنے نبی ﷺ کو اٹھا لیا اور ابو بکرؓ نے یہ کہہ کر کہ اب میں رسول اللہ ﷺ کا ولی ہوں، ان اموال کو اپنے ہاتھ میں لے لیا اور ان کے معاملے میں اسی طریقے پر عمل کیا جس طرح رسول اللہ ﷺ کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ اس میں ابو بکرؓ بالکل سچے تھے اور ٹھیک حق کے تابع تھے۔ پھر اللہ نے ابو بکرؓ کو بھی اٹھا لیا اور میں ان کا ولی ہوا۔ میں نے اپنی امارت کے پہلے دو سال تک ان اموال کو اپنے ہاتھ میں لے کر اسی طرح عمل کیا جس طرح

رسول اللہ ﷺ اور ابو بکرؓ کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میں بھی اس میں سچا اور تابع حق تھا۔ (پھر حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا) آپ دونوں صاحب میرے پاس آئے اور آپ نے مجھ سے جائیداد کے معاملے میں گفتگو کی۔ اس وقت آپ دونوں کے درمیان اتفاق تھا۔ اے عباس آپ نے مجھ سے بھتیجے کی میراث طلب کی، اور اے علی آپ نے مجھ سے اپنی بیوی کے واسطے سے ان کے والد کی میراث مانگی۔ میں نے آپ سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے۔ (لا نورث ما ترکنا صدقة) لہٰذا اگر آپ چاہیں تو میں اس شرط پر یہ جائداد آپ کے حوالے کر سکتا ہوں کہ آپ اس میں اسی طرح عمل کریں جس طرح رسول اللہ ﷺ اور ان کے بعد ابو بکر رضی اللہ عنہ عمل کرتے تھے اور خلیفہ ہونے کے بعد سے میں عمل کر رہا ہوں۔ لیکن اگر یہ شرط آپ کو منظور نہ ہو تو مجھ سے اس معاملہ میں بات نہ کیجیے۔ پھر حضرت عمرؓ نے چاروں صاحبوں کو خدا کا واسطہ دے کر پوچھا کہ اس جائداد کو حوالے کرتے وقت میری یہی شرط تھی؟ انہوں نے بھی اسے تسلیم کیا۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، اب آپ چاہتے ہیں کہ میں اس سے مختلف کوئی فیصلہ کروں۔ اس خدا کی قسم جس کے حکم سے زمین و آسمان قائم ہیں، میں کوئی دوسرا فیصلہ نہیں کروں گا۔ اگر آپ اس شرط پر عمل نہیں کر سکتے تو یہ جائداد میرے حوالے کر دیجیے، میں اس کا انتظام کرلوں گا۔[1]

تخریج: حَدَّثَنَا یَحیَی بنُ بُکَیرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّیثُ، عَن عُقَیلٍ، عَنِ ابنِ شِهَابٍ، قَالَ: اَخبَرَنِی مَالِکُ بنُ اَوسِ بنِ الحَدَثَانِ وَ کَانَ مُحَمَّدُ بنُ جُبَیرِ بنِ مُطعِمٍ، ذَکَرَلِی مِن حَدِیثِهٖ ذٰلِکَ، فَانطَلَقتُ حَتّٰی دَخَلتُ عَلَیهِ، فَسَاَلتُهٗ، فَقَالَ: انطَلَقتُ حَتّٰی اَدخُلَ عَلٰی عُمَرَ فَاَتَاهُ حَاجِبُهٗ یَرفَا فَقَالَ: هَل لَّکَ فِی عُثمَانَ، وَ عَبدِ الرَّحمٰنِ، وَالزُّبَیرِ، وَ سَعدٍ؟ قَالَ: نَعَم، فَاَذِنَ لَهُم، ثُمَّ قَالَ: هَل لَّکَ فِی عَلِیٍّ وَّ عَبَّاسٍ؟ قَالَ: نَعَم، قَالَ عَبَّاسٌ: یَا اَمِیرَ المُؤمِنِینَ! اقضِ بَینِی وَ بَینَ هٰذَا، قَالَ: اَنشُدُکُم بِاللّٰهِ الَّذِی بِاِذنِهٖ تَقُومُ السَّمَآءُ وَالاَرضُ، هَل تَعلَمُونَ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: اِنَّا لَا نُورَثُ، مَا تَرَکنَا صَدَقَةٌ؟ یُرِیدُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ نَفسَهٗ، فَقَالَ الرَّهطُ: قَد قَالَ ذٰلِکَ فَاَقبَلَ عَلٰی عَلِیٍّ وَّ عَبَّاسٍ، فَقَالَ: هَل تَعلَمَانِ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَد قَالَ ذٰلِکَ؟ قَالَا: قَد قَالَ ذٰلِکَ، قَالَ عُمَرُ: فَاِنِّی اُحَدِّثُکُم عَن هٰذَا الاَمرِ، اِنَّ اللّٰهَ کَانَ قَد خَصَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ فِی هٰذَا الفَیئِ بِشَیءٍ لَم یُعطِهٖ اَحَدًا غَیرَهٗ، فَقَالَ: مَا اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُولِهٖ اِلٰی قَدِیرٌ. فَکَانَت خَالِصَةً لِرَسُولِ اللّٰهِ ﷺ۔ وَاللّٰهِ مَا احتَازَهَا دُونَکُم وَلَا استَاثَرَ بِهَا عَلَیکُم، لَقَد اَعطَاکُمُوهَا وَ بَثَّهَا فِیکُم حَتّٰی بَقِیَ مِنهَا هٰذَا المَالُ، فَکَانَ النَّبِیُّ ﷺ یُنفِقُ عَلٰی اَهلِهٖ مِن هٰذَا المَالِ نَفَقَةَ سَنَةٍ، ثُمَّ یَاخُذُ مَا

---

(۱) بخاری۔ کتاب الخمس، کتاب المغازی، کتاب النفقات، کتاب الفرائض۔ کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة☆ مسلم۔ کتاب الجهاد☆ ترمذی۔ کتاب ابواب السیر، باب ماجاء ما فی ترکة النبی ﷺ☆ ابو داؤد۔ کتاب الخراج والفیئ۔ باب فی صفایا رسول اللہ ﷺ☆مسند احمد۔ مرویات عمر فاروق رضی اللہ عنه۔

بَقِیَ فَیَجْعَلُهُ مَجْعَلَ مَالِ اللّٰهِ، فَعَمِلَ بِذٰلِکَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حَیَاتَهُ، اَنْشُدُکُمْ بِاللّٰهِ، هَلْ تَعْلَمُوْنَ ذٰلِکَ؟ قَالُوْا: نَعَمْ، ثُمَّ قَالَ لِعَلِیٍّ وَ عَبَّاسٍ: اَنْشُدُکُمَا بِاللّٰهِ! هَلْ تَعْلَمَانِ ذٰلِکَ؟ قَالَا: نَعَمْ، فَتَوَفَّی اللّٰهُ نَبِیَّهُ فَقَالَ اَبُوْ بَکْرٍ: اَنَا وَلِیُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَبَضَهَا، فَعَمِلَ بِمَا عَمِلَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، ثُمَّ تَوَفَّی اللّٰهُ اَبَا بَکْرٍ، فَقُلْتُ: اَنَا وَلِیُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَبَضْتُهَا سَنَتَیْنِ اَعْمَلُ فِیْهَا بِمَا عَمِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَ اَبُوْ بَکْرٍ، ثُمَّ جِئْتُمَانِیْ وَ کَلِمَتُکُمَا وَاحِدَةٌ، وَ اَمْرُکُمَا جَمِیْعٌ، جِئْتَنِیْ تَسْئَلُنِیْ نَصِیْبَکَ مِنِ ابْنِ اَخِیْکَ، وَ اَتَانِیْ هٰذَا یَسْئَلُنِیْ نَصِیْبَ امْرَاَتِهٖ مِنْ اَبِیْهَا، فَقُلْتُ: اِنْ شِئْتُمَا دَفَعْتُهَا اِلَیْکُمَا بِذَالِکَ فَتَلْتَمِسَانِ مِنِّیْ قَضَاءً غَیْرَ ذٰلِکَ، فَوَ اللّٰهِ الَّذِیْ بِاِذْنِهٖ تَقُوْمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ لَا اَقْضِیْ فِیْهَا قَضَاءً غَیْرَ ذٰلِکَ حَتّٰی تَقُوْمَ السَّاعَةُ فَاِنْ عَجَزْتُمَا فَادْفَعَاهَا اِلَیَّ، فَاِنِّیْ اَکْفِیْکُمَاهَا۔ (۱۷)

یہ ہے اس معاملے کی پوری تاریخ جو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے زمانے میں پیش آئی۔ اسے دیکھ کر ہر شخص خود رائے قائم کرسکتا ہے کہ اس معاملے میں جو کچھ کیا گیا، وہ ظلم تھا، یا عدل اور حق؟ اس کے ساتھ دو باتیں اور بھی ہیں جو صحیح رائے قائم کرنے کے لیے نگاہ میں رہنی چاہئیں۔

اول یہ کہ اصل بحث صرف یہ تھی کہ اس جائداد کو نبی ﷺ کے بعد میراث میں تقسیم کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ یہ بحث نہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ کے اہل و عیال اور قرابت داروں کو بیت المال سے نفقہ پانے کا حق ہے یا نہیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے خود اپنی ذات اور اپنے خاندان والوں سے زیادہ ان حضرات کی خدمت کی۔ ان کے حق کو ہر دوسرے حق پر مقدم رکھا، اور جو وظائف ان کے لیے جاری کیے، وہ خیبر اور فدک اور مدینہ طیبہ کی جائدادوں کے محاصل سے کہیں بڑھ کر تھے۔

دوسری بات جو اس سے بھی زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔ بلکہ اس مسئلے میں فیصلہ کن ہے، وہ یہ کہ خود سیدنا حضرت علیؓ جب خلیفہ ہوئے تو انہوں نے بھی اس جائداد کو رسول اللہ ﷺ کی میراث قرار دے کر وارثوں میں تقسیم نہیں کیا۔ بلکہ اسے بدستور وقف فی سبیل اللہ ہی رہنے دیا۔

سوال یہ ہے کہ اگر یہ واقعی میراث ہی تھی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے اپنے زمانۂ اقتدار میں وارثوں کو اس سے محروم رکھنا کیسے جائز ہوگیا؟ اسے ظلم ہی کہنے کو کسی کا جی چاہتا ہو تو پھر اسے اتنا انصاف تو کرنا ہی چاہیے کہ جس جس نے اس کا ارتکاب کیا ہے ان سب کو ظالم کہے۔ ایک ہی فعل پر کسی کے حق میں ایک فیصلہ اور کسی دوسرے کے حق میں دوسرا فیصلہ کرنا حق پرست آدمی کا کام نہیں ہے۔ (رسائل و مسائل حصہ سوم، اختلافی مسائل ''رسول اللہ کی میراث کا مسئلہ'')

آیت تطہیر میں حضرت علیؓ شامل ہیں یا نہیں؟ کیا ان کا میراث نبویؐ کا مطالبہ برحق تھا؟:

آیت تطہیر میں بلا شبہ حضرت علیؓ شامل ہیں۔ اور خدانخواستہ کوئی مومن بھی ان کے رجس (اخلاقی و اعتقادی گندگی) میں مبتلا ہونے کا قائل نہیں، بلکہ اس کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔ لیکن حضور ﷺ کی میراث کے اس مقدمے میں آخر رجس اور

طہارت کی بحث پیدا ہونے کا کیا محل ہے؟ نیک نیتی کے ساتھ بھی تو ایک حکم کا منشا سمجھنے اور ایک معاملۂ خاص پر اس کو منطبق کرنے میں ان کے اور حضرت ابوبکر صدیق و عمر رضی اللہ عنہم کے درمیان اختلاف ہوسکتا تھا۔ اس سے لازماً یہی معنی کیوں نکالے جائیں کہ انہوں نے دانستہ رسول اللہ ﷺ کے فرمان کی خلاف ورزی کرتے ہوئے میراث رسول کا مطالبہ کیا؟۔

بہ ہر حال اس معاملے میں دو واقعے ناقابل انکار ہیں۔ ایک یہ کہ اہل بیت کی طرف سے میراث کا مطالبہ ہوا، اور اس مطالبے میں سیدہ فاطمہ، حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہم تینوں شامل ہیں؟ دوسرے یہ کہ جب پانچ سال تک حضرت علی رضی اللہ عنہ خود خلیفہ تھے اور حجاز (جہاں حضورؐ کی تمام متروکہ جائداد واقع تھی) پوری طرح ان کے تحت اختیار تھا، اس وقت انہوں نے بھی حضور ﷺ کی میراث تقسیم نہیں کی۔ اب ان دونوں واقعات کو جو توجیہ (شیعہ حضرات) کرنا چاہیں کرلیں۔ ہم اس کی جو توجیہ کرتے ہیں اس میں رجس کی کسی شائبے کی گنجائش نہیں پائی جاتی۔ ہمارے نزدیک ابتداً یہ مطالبہ کسی غلط فہمی کی وجہ سے اٹھا تھا، (اور غلط فہمی قطعاً کوئی اخلاقی یا اعتقادی گندگی نہیں ہے) بعد میں جب حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے پوری طرح اس معاملے کی حقیقت واضح کردی، تو حضرات اہل بیت رضی اللہ عنہم بھی مطمئن ہوگئے، ورنہ کوئی وجہ نہ تھی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے زمانہ خلافت میں شیخین کے فیصلے کو ناجائز سمجھتے اور پھر بھی اس کو بدل کر حق داروں تک ان کا حق پہنچانے سے احتراز کرتے۔ ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس سے بالاتر مانتے ہیں کہ وہ ایک چیز کو باطل سمجھتے ہوں اور پھر قصداً اس پر قائم ہیں، اور ایک چیز کو نہ صرف اپنا بلکہ دوسرے حق داروں کا بھی حق جانتے ہوں، اور پھر بھی اسے ادا نہ کریں۔ یہ بلاشبہ رجس ہے جس کے ادنیٰ غبار سے بھی ہم اہل بیت اطہار کے دامن کو آلودہ نہیں مان سکتے۔ (رسائل ومسائل حصہ سوم، اہل سنت اور اہل تشیع کے...)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی باہمی رنجیدگی

تفصیلات تو صحیح بخاری اور دوسری کتب حدیث میں موجود ہیں۔ ان کتابوں کی مستند روایات سے یہ بات صاف طور پر معلوم ہوجاتی ہے کہ حضرت فاطمہؓ میراث کے معاملے میں حضرت ابوبکرؓ سے ناراض تو ضرور ہوئی تھیں، مگر حضرت ابوبکرؓ نے جس بنا پر حضرت فاطمہؓ کے دعوے کو قبول کرنے سے انکار کیا تھا، وہ رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد تھا کہ انبیاء علیہم السلام کی میراث ان کے وارثوں میں تقسیم نہیں ہوتی بلکہ ان کا ترکہ صدقہ ہے۔ کسی جگہ بھی یہ مذکور نہیں ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کا نقل کردہ فرمان نبوی صحیح نہ تھا یا حضرت فاطمہؓ کو اس کی صحت سے انکار تھا۔ اب آپ خود غور کرلیجیے کہ حضرت ابوبکرؓ کو نبی کریم ﷺ کے ارشاد کی تعمیل کرنا واجب تھا یا اس کو نظر انداز کر کے حضرت فاطمہؓ کی رضا حاصل کرنا ضروری تھا؟ ہم تو اس بات کا بھی تصور نہیں کرسکتے کہ رسول اللہ ﷺ کا قول سننے کے بعد اسے قبول کرنے کے بجائے حضرت فاطمہؓ اس طرح غضب ناک ہوئی ہوں گی، جس طرح غضب ناک ہونے کا نقشہ ابن قتیبہ نے کھینچا ہے۔ اگر وہ رنجیدہ ہوئی تھیں اور اس کا انہوں نے کسی شکل میں اظہار بھی کیا تھا تو اس کی زیادہ سے زیادہ بہتر تاویل یہی کی جاسکتی ہے کہ وہ حضور ﷺ کے ارشاد کو کسی اور معنی میں لیتی ہوں گی، اور حضرت ابوبکرؓ نے جو مفہوم اس کا سمجھا تھا اس سے انہیں اتفاق نہ ہوگا۔ یہ تاویل اس واقعہ کی نہ کی جائے تو پھر اس الزام سے حضرت فاطمۃ الزہراؓ کو نہیں بچایا جاسکتا کہ وہ مال کی محبت اتنی زیادہ رکھتی تھیں کہ خود اپنے والد ماجد اور اللہ کے رسول کے قول کی انہوں نے پروانہ کی۔ کیا سیدۃ النساء کے متعلق کوئی مسلمان ایسی بری رائے رکھنے کے لیے تیار ہے؟ خلفائے راشدین

اور اہل بیت کے باہمی تعلقات کی ایسی تصویر ہمارے لیے آخر کس طرح قابل قبول ہوسکتی ہے جو فریقین میں سے کسی کی بھی شان اور عظمت میں اضافے کا موجب نہیں بن سکتی۔

ہمارے ہاں اس امر میں بھی روایات مختلف ہیں کہ آیا حضرت فاطمہؓ اس واقعہ کے بعد آخر وقت تک ناراض رہیں یا بعد میں راضی ہوگئیں۔ بعض روایات میں یہ ہے کہ ان کی رنجش آخری وقت تک رہی اور بعض میں یہ ہے کہ حضرت ابوبکرؓ بعد میں خود ان سے ملنے کے لیے تشریف لے گئے اور انہیں راضی کرلیا۔ یہی بات میرے لیے قرین صواب ہے۔

(رسائل ومسائل حصہ سوم، اختلافی مسائل ''حضرت ابوبکرؓ اور حضرت فاطمہؓ کی باہمی رنجیدگی'')

قانون وصیت

وصیت کے قانون کی تشریح کرتے ہوئے نبی ﷺ نے حق وصیت پر تین حدود عائد کیے ہیں:

ایک یہ کہ آدمی زیادہ سے زیادہ اپنے ایک تہائی مال کی حد تک وصیت کے اختیارات استعمال کرسکتا ہے۔

دوسرے یہ کہ جن لوگوں کو از روئے قانون وراثت کا حصہ پہنچتا ہو ان کے لیے کوئی وصیت دوسرے وارثوں کی رضامندی کے بغیر نہیں کی جاسکتی۔

تیسرے یہ کہ کسی وارث کو وراثت سے محروم کرنے یا اس کے حصہ میں کمی کرنے کی وصیت نہیں کی جاسکتی۔

(معاشیات اسلام: وصیت کا قاعدہ)

۱۲۰- لَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ۔

''وارث کے حق میں کوئی وصیت میت کے ترکے میں نافذ نہیں ہوسکتی۔''

تخریج: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ نَجْدَةَ، ثَنَا ابْنُ عَيَّاشٍ عَنْ شُرَحْبِيلَ بْنِ مُسْلِمٍ، سَمِعْتُ اَبَا اُمَامَةَ، سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: اِنَّ اللّٰهَ قَدْ اَعْطٰى كُلَّ ذِىْ حَقٍّ حَقَّهٗ فَلَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ۔ (۱۸)

۱۲۱- مؤطا میں یہ واقعہ مذکور ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے اپنی صاحب زادی حضرت عائشہؓ کو اپنی زندگی میں کچھ مال دینے کے لیے کہا تھا، مگر انھیں یہ یاد نہ تھا کہ یہ مال ان کے حوالہ کردیا گیا تھا یا نہیں۔ وفات کے وقت آپ نے ان سے فرمایا کہ اگر وہ مال تم لے چکی ہو تب تو وہ تمہارے پاس رہے گا (کیوں کہ اس کی حیثیت ہبہ کی نہیں بلکہ وصیت کی ہے اور حدیث **لا وصية لوارث** کی رو سے وارث کے حق میں کوئی وصیت میت کے ترکے میں نافذ نہیں ہوسکتی تھی)

(سنت کی آئینی حیثیت: خلفائے راشدین پر بہتان)

تخریج: حَدَّثَنِىْ مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ اَنَّهَا قَالَتْ: اِنَّ اَبَا بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ كَانَ نَحَلَهَا جَادَّ عِشْرِيْنَ وَسْقًا مِنْ مَالِهٖ بِالْغَابَةِ، فَلَمَّا حَضَرَتْهُ الْوَفَاةُ، قَالَ: وَاللّٰهِ يَا بُنَيَّةُ، مَا مِنَ النَّاسِ اَحَدٌ اَحَبُّ اِلَيَّ غِنًى بَعْدِىْ مِنْكِ، وَلَا اَعَزُّ عَلَيَّ فَقْرًا بَعْدِىْ مِنْكِ، وَ اِنِّىْ كُنْتُ نَحَلْتُكِ جَادَّ عِشْرِيْنَ وَسْقًا فَلَوْ كُنْتِ

جَدَدْتِیهِ وَاحْتَزْتِیهِ كَانَ لَكِ، وَ اِنَّمَا هُوَ الْيَوْمَ مَالُ وَارِثٍ وَ اِنَّمَا هُمَا اَخَوَاكِ وَ اُخْتَاكِ فَاقْتَسِمُوْهُ عَلٰى كِتَابِ اللّٰهِ. قَالَتْ عَائِشَةُ: فَقُلْتُ: يَا اَبَتِ وَاللّٰهِ! يَا اَبَتِ وَاللّٰهِ! لَوْ كَانَ كَذَا وَ كَذَا لَتَرَكْتُهُ اِنَّمَا هِيَ اَسْمَاءُ فَمَنِ الْاُخْرٰى، فَقَالَ اَبُو بَكْرٍ: ذُوْ بَطْنِ بِنْتِ خَارِجَةَ اُرَاهَا جَارِيَةً۔ (۱۹)

وصیت میں نقصان رسانی کبیرہ گناہ ہے

۱۲۲– حدیث میں آیا ہے کہ وصیت میں نقصان رسانی بڑے گناہوں میں سے ہے۔

تخریج: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: اَخْبَرَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ، ثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُدَّانِيُّ، ثَنَا الْاَشْعَثُ بْنُ جَابِرٍ، حَدَّثَنِيْ شَهْرُ بْنُ حَوْشَبٍ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ حَدَّثَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: اِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ اَوِامْرَاَةُ بِطَاعَةِ اللّٰهِ سِتِّيْنَ سَنَةً ثُمَّ يَحْضُرُهُمَا الْمَوْتُ، فَيُضَارَّانِ فِي الْوَصِيَّةِ فَتَجِبُ لَهُمَا النَّارُ، قَالَ: قَرَأَ اَبُو هُرَيْرَةَ مِنْ هٰهُنَا، مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَا اَوْ دَيْنٍ غَيْرَ مُضَارٍّ حَتّٰى بَلَغَ وَ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ۔ (النساء:۱۲) (۲۰)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ بے شک مرد یا عورت ساٹھ برس تک اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں عملی زندگی بسر کرتے ہیں۔ پھر موت کا وقت حاضر ہوتا ہے تو وصیت میں ضرر رسانی کا ارتکاب کرتے ہیں (وارثوں میں سے کسی کو کم اور کسی کو بالکل محروم کر دیتے ہیں) اس وجہ سے ان کے لیے آتش جہنم واجب ہو جاتی ہے۔ شہر بن حوشب نے بیان کیا کہ حضرت ابوہریرہ نے بطور استشہاد من بعد وصية يوصٰى بها او دين غير مضار سے لے کر و ذلک الفوز العظیم تک آیت میرے سامنے پڑھی۔

۱۲۳– اور ایک دوسری حدیث میں نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ آدمی تمام عمر اہل جنت کے سے کام کرتا رہتا ہے مگر مرتے وقت وصیت میں ضرر رسانی کر کے اپنی کتاب زندگی کو ایسے عمل پر ختم کر جاتا ہے جو اسے دوزخ کا مستحق بنا دیتا ہے۔

تخریج: ﴿۱﴾ اَخْبَرَنَا اَبُو الْحُسَيْنِ بْنُ بِشْرَانَ الْعَدْلِ بِبُغْدَادَ، ثَنَا اَبُو الْحَسَنِ عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمِصْرِيُّ اِمْلَاءً فِي الْمُحَرَّمِ سَنَةَ تِسْعٍ وَّ ثَلَاثِيْنَ وَ ثَلٰثِ مِائَةٍ، ثَنَا بَكْرُ بْنُ سَهْلٍ، ثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، ثَنَا عُمَرُ بْنُ الْمُغِيْرَةِ، ثَنَا دَاوُدُ بْنُ اَبِيْ هِنْدٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: اَلْاِضْرَارُ فِي الْوَصِيَّةِ مِنَ الْكَبَائِرِ۔ (۲۱)

﴿۲﴾ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ الْاَزْهَرِ، ثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ بْنُ هَمَّامٍ، اَنْبَاَنَا مَعْمَرٌ عَنْ اَشْعَثَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ

بِعَمَلِ اَهْلِ الْخَيْرِ سَبْعِيْنَ سَنَةً فَاِذَا اَوْصٰى حَافَ فِيْ وَصِيَّتِهٖ، فَيُخْتَمُ لَهٗ بِشَرِّ عَمَلِهٖ فَيَدْخُلُ النَّارَ، وَ اِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ اَهْلِ الشَّرِّ سَبْعِيْنَ سَنَةً، فَيَعْدِلُ فِيْ وَصِيَّتِهٖ، فَيُخْتَمُ لَهٗ بِخَيْرِ عَمَلِهٖ، فَيَدْخُلُ الْجَنَّةَ. قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ: وَاقْرَءُوْا اِنْ شِئْتُمْ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ. اِلٰى قَوْلِهٖ. عَذَابٌ مُّهِيْنٌ. (السناء: ۱۳-۱۴) (۲۲)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا آدمی ستر برس تک نیک عمل کرتا رہتا ہے۔ مگر وصیت کے وقت اپنی وصیت میں ظلم کرتا ہے۔ اس کا خاتمہ اس کے برے عمل کے مطابق ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ نار جہنم میں داخل ہوتا ہے اور ایک آدمی ستر برس تک برے کام کرتا ہے مگر اپنی وصیت میں ظلم و ناانصافی نہیں کرتا۔ انصاف کرتا ہے۔ تو ایسے شخص کا خاتمہ اس کے نیک عمل کے مطابق ہوتا ہے اس وجہ سے وہ جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر تم چاہو تو **(تلک حدود اللّٰہ سے عذاب مھین)** تک پڑھ لو۔

تشریح: وصیت میں ضرر رسانی یہ ہے کہ ایسے طور پر وصیت کی جائے جس سے مستحق رشتہ داروں کے حقوق تلف ہوتے ہیں اور قرض میں ضرر رسانی یہ ہے کہ محض حق داروں کو محروم کرنے کے لیے آدمی خواہ مخواہ اپنے اوپر ایسے قرض کا اقرار کرے جو اس نے فی الواقع نہ لیا ہو یا اور کوئی ایسی چال چلے جس سے مقصود یہ ہو کہ حق دار میراث سے محروم ہو جائیں۔ اس قسم کے ضرار کو گناہ کبیرہ قرار دیا گیا ہے۔

یہ ضرار اور حق تلفی اگرچہ ہر حال میں گناہ ہے مگر خاص طور پر کلالہ کے معاملے میں اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر اس لیے فرمایا کہ جس شخص کے نہ اولاد ہو نہ ماں باپ ہوں اس میں عموماً یہ میلان پیدا ہو جاتا ہے کہ اپنی جائداد کو کسی نہ کسی طرح تلف کر جائے اور نسبتاً دور کے رشتہ داروں کو حصہ پانے سے محروم کرے۔ (تفہیم القرآن ج ۱، النساء، حاشیہ: ۲۴)

ہبہ مستقل کرنا چاہیے

۱۲۴- اَمْسِكُوْا عَلَيْكُمْ اَمْوَالَكُمْ، وَلَا تُفْسِدُوْهَا، فَمَنْ اَعْمَرَ عُمْرٰى، فَهِيَ لِلَّذِيْ اُعْمِرَ حَيًّا وَ مَيِّتًا وَ لِعَقَبِهٖ. (احمد، مسلم)

"اپنے اموال اپنے پاس ہی رکھو، اور ان کو برباد نہ کرو۔ جو شخص کسی کو حین حیات کے لیے کچھ دے تو وہ چیز اس کی ہے جس کو دی گئی۔ اس کی زندگی میں بھی اور اس کے مرنے کے بعد بھی اور وہ اس کے بعد اس کے پس ماندوں کے پاس رہے گی۔"

(تفہیمات حصہ سوم، وراثت اور وصیت)

تخریج: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ، قَالَ: نَا زُهَيْرٌ، قَالَ: نَا اَبُو الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، يَرْفَعُهٗ اِلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم ح قَالَ وَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى، وَاللَّفْظُ لَهٗ، قَالَ: اَنَا اَبُوْ خَيْثَمَةَ، عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: اَمْسِكُوْا عَلَيْكُمْ اَمْوَالَكُمْ، وَلَا تُفْسِدُوْهَا، فَاِنَّهٗ مَنْ اَعْمَرَ عُمْرٰى، فَهِيَ لِلَّذِيْ اُعْمِرَهَا حَيًّا وَ مَيِّتًا وَ لِعَقَبِهٖ. (۲۳)

ماٰخذ

(۱) بخاری ج۱ کتاب الوصایا، باب ان یترك ورثته اغنیاء خیر من ان یتکففون الناس☆ بخاری ج ۲ کتاب الفرائض، باب میراث البنات☆ بخاری ج۲ پر منقول روایت میں ان تدع کی جگہ ان تترکھم عالة اور بھی لفظی اختلاف ھے☆ مسلم ج۲ کتاب الوصیة۔ بخاری اور مسلم دونوں میں کثیر اور کبیر دونوں الفاظ منقول ھیں۔

☆ابو داؤد ج۳ کتاب الوصایا، باب ماجاء فی ما یجوز للموصی فی ماله۔ ابو داؤد میں بھی ان تترك ھے۔ ☆ترمذی ج۲ ابواب الوصایا، باب ماجاء فی الوصیة بالثلث۔ اس نے ان تذر نقل کیا ھے۔☆ نسائی ج٦ کتاب الوصایا، باب الوصیة بالثلث۔ نسائی نے ایك روایت میں فقراء بھی نقل کیا ھے۔☆ ابن ماجه۔ کتاب الوصایا، باب الوصیة بالثلث۔ ابن ماجه نے بھی ان تذر ھی بیان کیا ھے۔☆نیل الاوطار ج٦ باب ماجاء فی کراھة مجاوزة الثلث والایصاء للوارث۔☆ سنن دارمی ج۲ کتاب الوصایا، باب الوصیة بالثلث۔☆ مؤطا امام مالك ج ۲ کتاب الاقضیة، باب الوصیة بالثلث۔☆ مسند احمد ج۱ ص ١٦٨عن سعد بن ابی وقاص☆ السنن الکبریٰ للبیھقی ج٦ کتاب الوصایا باب الوصیة بالثلث۔

(۲) ابو داؤد ج۳ کتاب الفرائض، باب فی میراث ذوی الارحام☆ ترمذی ج۲ ابواب الفرائض۔ باب ماجاء فی میراث الخال☆ ابن ماجه کتاب الفرائض باب ۹ ذوی الارحام۔☆ ابن ماجه کتاب الدیات، باب ۷☆ سنن دارمی ج۲ کتاب الفرائض، باب ۳۸ میراث ذو الارحام☆ مسند احمد ج۱ ص۲۸،٤٦۔ ج٤ ص ۱۳۱۔

(۳) ابو داؤد ج۳ کتاب الفرائض، باب ھل یرث المسلم الکافر؟ ترمذی ج۲ ابواب الفرائض، باب ماجاء فی ابطال المیراث بین المسلم والکافر۔ عن جابر۔ ھذا حدیث غریب لا نعرفه من حدیث جابر الا من حدیث ابن ابی لیلی۔ ترمذی نے شتّٰی لفظ روایت نھیں کیا۔☆ ابن ماجه کتاب الفرائض، باب ٦ میراث اھل الاسلام من اھل الشرك ابن ماجه میں بھی شتّٰی کا لفظ نھیں ھے۔ عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده☆ سنن دارمی ج۲ کتاب الفرائض۔ باب فی میراث اھل الشرك و اھل الاسلام☆ سنن دار قطنی ج ۲ کتاب الحدود۔ دار قطنی نے دینین اور ملتان کے الفاظ بیان کیے ھیں۔☆مسند احمد ج۲ص ۱۸۷، ۱۹۵ ۔☆ تفسیر ابن کثیر ج٤ سورة الکافرون۔

(٤) بخاری ج۲ کتاب الفرائض، باب لا یرث المسلم الکافر ولا الکافر المسلم فاذا اسلم قبل ان یقسم المیراث فلا میراث لھا☆ بخاری ج۲ کتاب المغازی، باب این رکز النبی ﷺ الرایة یوم الفتح۔ بخاری نے کتاب المناسك ج ۱ پر حضرت عمر کا قول لا یرث المومن الکافر بھی نقل کیا ھے☆ مسلم ج۲ کتاب الفرائض، باب لا یرث المسلم الکافر ولا الکافر المسلم☆ ابو داؤد ج۳ کتاب الفرائض، باب ھل یرث المسلم الکافر؟ ☆ترمذی ج۲ ابواب الفرائض، باب ھل یرث المسلم الکافر؟☆ ابن ماجه کتاب الفرائض باب ٦ میراث اھل الاسلام من اھل الشرك☆ سنن دارمی ج ۲ کتاب الفرائض۔☆ مؤطا امام مالك ج ۱ کتاب الفرائض باب میراث اھل الملل

مؤطا نے صرف لا یرث المسلم الکافر نقل کیا ہے۔☆ مسند احمد ج ۵ ص ۳۵، ۲۰۰، ۲۰۸☆ المستدرک ج ۴ کتاب الفرائض۔

(۵) ابو داؤد ج ۳ کتاب الفرائض باب فی الجدۃ۔☆ ترمذی ج ۲ ابواب الفرائض، باب ماجاء فی میراث الجدۃ۔ هذا حدیث حسن صحیح و هو اصح من حدیث ابن عیینۃ☆ ابن ماجه کتاب الفرائض، باب میراث الجدۃ☆ مؤطا امام مالک ج ۱ کتاب الفرائض باب ۴☆ مسند احمد ج ۴ ص ۲۲۵☆المستدرک للحاکم ج ۴ کتاب الفرائض، باب قضاء ابی بکر فی الجدۃ ☆ نیل الاوطار ج ۶ کتاب الفرائض باب ماجاء فی میراث الجدۃ والجد۔

(۶) ابو داؤد ج ۳ کتاب الفرائض، باب فی الجدۃ۔

(۷) مسند احمد ج ۱ ص ۱۳۔

(۸) بخاری ج ۲ کتاب الفرائض، باب قول النبی ﷺ لا نورث ما ترکنا صدقۃ۔☆ بخاری ج ۱ کتاب الجهاد، باب فرض الخمس۔☆ بخاری ج ۲ کتاب المغازی باب حدیث بنی نضیر۔☆ بخاری ج ۲ کتاب النفقات، باب حبس الرجل قوت سنۃ علی اهله و کیف نفقات العیال۔☆ بخاری ج ۲ کتاب الاعتصام باب ما یکره من التعمق والتنازع۔الخ۔ بخاری کے تمام حوالہ جات پر انا لا نورث الخ ہی ہے۔☆ مسلم ج ۲ کتاب الجهاد والسیر باب کیفیۃ قسمۃ الغنیمۃ بین الحاضرین☆ ابو داؤد ج ۳ کتاب الخراج والامارۃ، باب فی صفایا رسول الله ﷺ من الاموال۔ مسلم اور ابو داؤد میں لا نورث ما ترکنا فهو صدقۃ☆ ترمذی ج ۱ ابواب السیر، باب ماجاء فی ترکۃ النبی ﷺ☆ نسائی ج ۷ کتاب قسم الفئی۔ صرف ان رسول اللّٰه ﷺ لا نورث ہے☆ مؤطا امام مالک ج ۲ کتاب الجامع، باب ماجاء فی ترکۃ النبی ﷺ۔☆ مسند احمد ج ۱ ص ۴، ۶، ۹، ۱۰ پر انا لا نورث۔ الخ ہے اور ج ۲ پر انا معشر الانبیاء۔ الخ ہے۔

(۹) بخاری ج ۲ کتاب الفرائض باب قول النبی ﷺ لا نورث ما ترکنا صدقۃ☆ مسلم ج ۲ کتاب الجهاد والسیر، باب الفئی☆ ابو داؤد ج ۳ کتاب الخراج والامارۃ والفئی۔ باب فی صفایا رسول اللّٰه ﷺ عن الاموال۔ ابو داؤد نے حضرت عائشہ رضی اللّٰہ عنها کے الفاظ (الا تتقین اللّٰه؟ الم تسمعن رسول اللّٰه ﷺ یقول: لا نورث ما ترکنا فهو صدقۃ و انما هذا المال لال محمد لنائبهم و لضیفهم فاذا مت فهو الی (من) ولی الامر من بعدی)☆مؤطا امام مالک ج ۲ کتاب الجامع۔ ماجاء فی ترکۃ النبی ﷺ۔

(۱۰) ابو داؤد ج ۳ کتاب الخراج والامارۃ... باب فی صفایا رسول اللّٰه ﷺ من الاموال۔

(۱۱) بخاری ج ۲ کتاب الفرائض، باب قول النبی ﷺ لا نورث ما ترکنا صدقۃ☆ بخاری ج ۱ کتاب الوصایا، باب نفقۃ القیم للوقف☆ مسلم ج ۲ کتاب الجهاد والسیر باب کیفیۃ قسمۃ الغنیمۃ بین الحاضرین۔ عن ابی هریرۃ ☆ ابو داؤد ج ۳ کتاب الخراج والامارۃ باب فی صفایا رسول اللّٰه ﷺ من الاموال۔ عن ابی هریرۃ☆مؤطا امام مالک ج ۲ کتاب الجامع، باب ماجاء فی ترکۃ النبی ﷺ۔ عن ابی هریرۃ۔☆ مسند احمد ج ۲ ص ۲۴۲، ۳۷۶ ☆ السنن الکبریٰ للبیهقی ج ۶☆ ابن سعد ج ۲☆ التمهید ج ۸☆فتح الباری ج ۱۲۔

(۱۲) ابو داؤد ج ۳ کتاب الخراج والامارۃ۔ باب فی صفایا رسول اللّٰه ﷺ من الاموال☆ بخاری ج ۲ کتاب الفرائض، باب قول النبی ﷺ لا نورث ما ترکنا صدقۃ☆ مسلم ج ۲ کتاب الجهاد والسیر باب حکم الفئی☆ مسند احمد ج ۱ ص ۴ عن ابی بکر۔

(۱۳) مسند احمد ج۱ ص۴☆ ابو داؤد ج۳ کتاب الخراج والامارة والفئی۔ باب فی صفایا رسول اللہ ﷺ من الاموال۔ ابو داؤد نے ثم قبضه نقل نهیں کیا۔

(۱۴) بخاری ج۱ کتاب الجهاد باب فرض الخمس☆ مسند احمد ج۱ ص۶ عن ابی بکر الصدیق۔

(۱۵) ترمذی ج۱ ابواب السیر، باب ماجاء فی ترکة النبی ﷺ و فی الباب عن عمر، و طلحة، والزبیر، و عبد الرحمن بن عوف، و سعد، و عائشة، حدیث ابی هریرة حدیث حسن غریب من هذا الوجه۔ انما اسنده حماد ابن سلمة، و عبد الوهاب بن عطاء عن محمد بن عمرو، عن ابی سلمة، عن ابی هریرة، و قد روی هذا الحدیث من غیر وجه عن ابی بکر الصدیق عن النبی ﷺ۔☆ مسند احمد ج۱ ص ۱۰ عن ابی بکر الصدیق۔

(۱۶) بخاری ج۲ کتاب المغازی، باب حدیث بنی النضیر۔

(۱۷) بخاری ج۲ کتاب الفرائض، باب قول النبی ﷺ لا نورث ما ترکنا صدقة۔☆ بخاری ج۲ کتاب المغازی، باب حدیث بنی النضیر☆ بخاری ج۲ کتاب الاعتصام، باب ما یکره من التعمق والتنازع۔ الخ☆مسلم ج۲ کتاب الجهاد والسیر، باب الفئی (لفظی اختلاف کے ساتھ)☆ ابو داؤد ج۳ کتاب الخراج والامارة، باب فی صفایا رسول اللہ ﷺ۔ (ابو داؤد کی روایت زیادہ مفصل ھے)☆ ترمذی ج۱ ابواب السیر، باب ماجاء فی ترکة النبی ﷺ۔ هذا حدیث حسن صحیح غریب من حدیث مالك بن انس۔ ترمذی نے مختصر روایت نقل کی ھے۔ ☆مسند احمد ج۱ ص۹ عن ابی بکر صدیق۔ (مختصر روایت)

(۱۸) ابو داؤد ج۳ کتاب الوصایا، باب ماجاء فی الوصیة للوارث☆ ترمذی ج۲ ابواب الوصایا، باب ماجاء وصیة لوارث☆ نسائی ج۶ کتاب الوصایا، باب ابطال الوصیة للوارث۔ عن عمرو بن خارجة☆ ابن ماجه کتاب الوصایا باب۶ لا وصیة لوارث۔ عن ابی امامة باهلی اور عمرو بن خارجة☆ مؤطا امام مالك ج ۲ کتاب الاقضیة، باب الوصیة للوارث والحیازة☆ سنن دارمی ج۲ کتاب الوصایا، باب الوصیة للوارث☆ سنن دار قطنی ج۲ ☆ مسند احمد ج۴☆ بخاری ج۱ پر کتاب الوصایا کے تحت باب لا وصیة لوارث قائم کیا ھے۔

(۱۹) مؤطا امام مالك ج ۲ کتاب الاقضیة باب مالا یجوز من النحل۔

(۲۰) السنن الکبرٰی للبیهقی ج۶ کتاب الوصایا۔ باب ماجاء فی قوله عزوجل (ولیخش الذین لو ترکوا من خلفهم ذریة ضعافا خافوا علیهم...(النساء:۹) الخ۔ وما ینهی عنه من الاضرار فی الوصیة☆ احکام القرآن للجصاص ج۲۔ رواه النسائی فی سنة: عن علی بن حجر، عن علی بن مسهر، عن داوٗد بن ابی هند، عن عکرمة، عن ابن عباس موقوفا۔ الاضرار فی الوصیة من الکبائر و کذا رواه ابن ابی حاتم عن ابی سعید الاشج عن عائذ بن حبیب، عن داوٗد بن ابی هند۔ تفسیر ابن کثیر ج۱۔☆ روح المعانی ج۴۔ سوره نساء☆ تفسیر ابن جریر نے ابن عباس سے مندرجه ذیل الفاظ روایت کیے هیں۔

حدثنی موسی بن سهل الرملی، قال: ثنا اسحاق بن ابراهیم ابو النصر، قال: ثنا عمرو بن المغیرة، قال: ثنا داوٗد ابن ابی هند، عن عکرمة، عن ابن عباس عن النبی ﷺ قال: الضرار فی الوصیة من الکبائر۔ تفسیر ابن جریر ج۳ پ۴۔ سورة النساء۔☆ عبد بن حمید، ابن المنذر وغیره بحواله فتح القدیر للشوکانی ج۱ سورة النساء۔ میں عن ابن عباس قال الاضرار فی الوصیة من الکبائر نقل کیا ھے۔ ابن جریر کی سند میں عمرو ھے جب که دوسری

اسناد میں عمر ہے عین ممکن ہے ابن جریر میں کمپوزنگ کی غلطی ہو۔ دراصل یہ روایت موقوف ہی صحیح ہے۔ جیسا کہ بیہقی نے ج٦ پر ھذا ھو الصحیح موقوف کہا ہے و رفعہ ضعیف۔

(۲۱) ابو داؤد ج۳ کتاب الوصایا، باب ماجاء فی کراھیۃ الاضرار فی الوصیۃ☆ ترمذی ج۲ ابواب الوصایا، باب ماجاء فی الوصیۃ بالثلث۔ ھذا حدیث حسن غریب من ھذا الوجہ۔ نصر بن علی الذی روی عن اشعث بن جابر ھو جد نصر الجھضمی☆ السنن الکبریٰ للبیھقی ج ٦۔ کتاب الوصایا، باب ماجاء فی قولہ عزوجل و لیخش الذین لو ترکوا من خلفھم ذریۃ ضعافا خافوا علیھم فلیتقوا اللّٰہ و لیقولوا قولا سدیدا۔ الخ وما ینھی عنہ من الاضرار فی الوصیۃ۔

(۲۲) ابن ماجہ کتاب الوصایا، باب ۳ الحیف فی الوصیۃ☆ تفسیر ابن کثیر ج۱☆ تفسیر فتح القدیر للشوکانی ج۱ سورۃ النساء☆ عبد بن حمید بحوالہ فتح القدیر ج۱☆ تفسیر روح المعانی ج٤ پ٤۔ سورہ نساء☆ مسند احمد ج۲ ص ۲۷۸ عن ابی ھریرۃ۔

(۲۳) مسلم ج۲ کتاب الھبات، باب العمریٰ☆ مسند احمد ج۳ ص ۳۱۲، ۳۷٤، ۳۸٦ عن جابر بن عبد اللّٰہ☆ نسائی ج٦ کتاب العمریٰ، باب ذکر اختلاف الفاظ الناقلین لخبر جابر فی العمری۔ نسائی نے ولا تفسدوھا کی جگہ ولا تعمروھا فمن اعمر شیئا حیاتہ فھو لہ حیاتہ و بعد مماتہ۔☆ ابو داؤد ج۳ کتاب البیوع، باب من قال فیہ و لعقبہٖ☆ مؤطا امام مالک ج ۲ کتاب الاقضیہ، باب القضاء فی العمریٰ ابو داؤد اور مؤطا دونوں نے نقل کیا ہے ان رسول اللّٰہ ﷺ قال: من اعمر عمری لہ و لعقبہ، فانھا للذی یعطاھا، لا ترجع الی الذی اعطاھا ابداً لانہ اعطی عطاء وقعت فیہ المواریث☆ ترمذی ابواب الاحکام۔ باب ماجاء فی العمری۔

فصل:٦

نذر

جہاں تک نذر کے احکام کا تعلق ہے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کو ذرا تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا جائے تا کہ لوگ نذر کے معاملے میں جو غلطیاں کرتے ہیں یا جو غلط فہمیاں لوگوں میں پائی جاتی ہیں ان سے بچ سکیں اور نذر کے صحیح قواعد سے واقف ہو جائیں۔

نذر یہ ہے کہ آدمی اپنی کسی مراد کے بر آنے پر کسی ایسے خرچ یا کسی ایسی خدمت کو اپنے اوپر لازم کر لے، جو اس کے ذمے فرض نہ ہو۔ اگر یہ مراد کسی حلال و ناجائز امر کی ہو، اور اللہ سے مانگی گئی ہو، اور اس کے بر آنے پر عمل کرنے کا عہد آدمی نے کیا ہے، وہ اللہ ہی کے لیے ہو، تو ایسی نذر اللہ کی اطاعت میں ہے اور اس کا پورا کرنا اجر و ثواب کا موجب ہے۔ اگر یہ صورت نہ ہو، تو ایسی نذر کا ماننا معصیت اور اس کا پورا کرنا موجب عذاب ہے۔ (تفہیم القرآن ا، البقرۃ حاشیہ: ۳۱۰)

نذر کی اقسام فقہاء کی نظر میں

فقہاء نے نذر کی چار قسمیں بیان کی ہیں۔ ایک یہ کہ ایک آدمی اللہ سے یہ عہد کرے کہ وہ اس کی رضا کی خاطر فلاں نیک کام کرے گا۔ دوسرے یہ کہ وہ اس بات کی نذر مانے کہ اگر اللہ نے میری فلاں حاجت پوری کر دی تو میں شکرانے میں فلاں نیک کام کروں گا۔ ان دونوں قسم کی نذروں کو فقہاء کی اصطلاح میں نذر تبرّر (نیکی کی نذر) کہتے ہیں اور اس پر اتفاق ہے کہ اسے پورا کرنا واجب ہے۔ تیسرے یہ کہ آدمی کوئی ناجائز کام کرنے یا کوئی واجب کام نہ کرنے کا عہد کر لے۔ چوتھے یہ کہ آدمی کوئی مباح کام کرنے کو اپنے اوپر لازم کر لے، یا کوئی مستحب کام نہ کرنے کا یا کوئی خلاف اولیٰ کام کرنے کا عہد کر لے۔ ان دونوں قسموں کی نذروں کو فقہاء کی اصطلاح میں نذر لجاج (جہالت اور جھگڑالو پن اور ضد کی نذر) کہتے ہیں۔ ان میں سے تیسری قسم کی نذر کے متعلق اتفاق ہے کہ وہ منعقد ہی نہیں ہوتی۔ اور چوتھی قسم کے متعلق فقہاء میں اختلاف ہے۔ بعض فقہاء کہتے ہیں کہ اسے پورا کرنا چاہیے۔ بعض کہتے ہیں کہ قسم توڑنے کا کفارہ ادا کر دینا چاہیے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ آدمی کو اختیار ہے، خواہ نذر پوری کر دے، یا کفارہ ادا کر دے۔ شافعیوں اور مالکیوں کے نزدیک یہ نذر بھی سرے سے منعقد نہیں ہوتی۔ اور حنفیوں کے نزدیک دونوں قسموں کی نذروں پر کفارہ لازم آتا ہے۔

ایسی نذر جس سے تقدیر بدل جانے کا خیال ہو

۱۲۵ـــ متعدد احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ نے ایسی نذر ماننے سے منع فرمایا ہے جو یہ سمجھتے ہوئے مانی جائے کہ اس سے تقدیر بدل جائے گی، یا جس میں کوئی نیک کام اللہ کی رضا کے لیے بطور شکر کرنے کے بجائے آدمی اللہ تعالیٰ کو بطور معاوضہ

یہ پیش کش کرے کہ آپ میرا یہ کام کر دیں تو میں آپ کے لیے فلاں نیک کام کر دوں گا۔ حدیث میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے کہ **اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَنْھٰی عَنِ النَّذْرِ وَ یَقُوْلُ اِنَّہٗ لَا یُرَدُّ شَیْئًا وَ اِنَّمَا یُسْتَخْرَجُ بِہٖ مِنَ الْبَخِیْلِ** ''رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ نذر ماننے سے منع کرنے لگے اور فرمانے لگے کہ وہ کسی ہونے والی چیز کو پھیر نہیں سکتی، البتہ اس کے ذریعے سے کچھ مال بخیل سے نکلوا لیا جاتا ہے۔'' (مسلم، ابوداؤد)۔ حدیث کے آخری فقرے کا مطلب یہ ہے کہ بخیل یوں تو راہ خدا میں مال نکالنے والا نہ تھا، نذر کے ذریعے سے اس لالچ میں وہ کچھ خیرات کر دیتا ہے کہ شاید یہ معاوضہ قبول کر کے اللہ تعالیٰ اس کے لیے تقدیر بدل دے۔ دوسری روایت حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے یہ ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: **اَلنَّذْرُ لَا یُقَدِّمُ شَیْئًا وَلَا یُؤَخِّرُہٗ وَ اِنَّمَا یُسْتَخْرَجُ بِہٖ مِنَ الْبَخِیْلِ** ''نذر نہ کوئی کام پہلے کرا سکتی ہے، نہ کسی ہوتے کام میں تاخیر کرا سکتی ہے۔ البتہ اس کے ذریعے سے کچھ مال بخیل کے ہاتھ سے نکلوا لیا جاتا ہے۔'' (بخاری و مسلم)۔ ایک اور روایت میں وہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے نذر ماننے سے منع کیا اور فرمایا: **اِنَّہٗ لَا یَاْتِیْ بِخَیْرٍ وَ اِنَّمَا یُسْتَخْرَجُ بِہٖ مِنَ الْبَخِیْلِ** ''اس سے کوئی کام بنتا نہیں ہے، البتہ اس کے ذریعے سے کچھ مال بخیل سے نکلوا لیا جاتا ہے۔'' (بخاری و مسلم)۔ تقریباً اسی مضمون کی متعدد روایات مسلم نے حضرت ابوہریرہؓ سے نقل کی ہیں، اور ایک روایت بخاری و مسلم دونوں نے نقل کی ہے جس میں وہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: **اِنَّ النَّذْرَ لَا یُقَرِّبُ مِنِ ابْنِ اٰدَمَ شَیْئًا لَمْ یَکُنِ اللّٰہُ قَدَّرَہٗ لَہٗ وَ لٰکِنَّ النَّذْرَ یُوَافِقُ الْقَدَرَ فَیُخْرَجُ بِذٰلِکَ مِنَ الْبَخِیْلِ مَالَمْ یَکُنِ الْبَخِیْلُ یُرِیْدُ اَنْ یُخْرِجَ** ''درحقیقت نذر ابن آدم کو کوئی ایسی چیز نہیں دلوا سکتی جو اللہ نے اس کے لیے مقدر نہ فرمائی ہو، لیکن نذر ہوتی تقدیر کے مطابق ہی ہے کہ اس کے ذریعہ سے تقدیر الٰہی وہ چیز بخیل کے پاس سے نکال لاتی ہے جسے وہ کسی اور طرح نکالنے والا نہ تھا۔'' اسی مضمون پر مزید روشنی حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ کی اس روایت سے پڑتی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا **اِنَّمَا النَّذْرُ مَا ابْتُغِیَ بِہٖ وَجْہُ اللّٰہِ** ''اصل نذر تو وہ ہے جس سے اللہ کی خوشنودی مقصود ہو۔'' (طحاوی)

تخریج:⟨۱⟩ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ، ثَنَا جَرِیْرُ (بْنُ عَبْدِ الْحَمِیْدِ ح وَ ثَنَا مُسَدَّدٌ، ثَنَا اَبُوْ عَوَانَۃَ) عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مُرَّۃَ، قَالَ عُثْمَانُ الْھَمْدَانِیُّ، عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَنْھٰی عَنِ النَّذْرِ، ثُمَّ اتَّفَقَا: وَ یَقُوْلُ: لَا یُرَدُّ شَیْئًا، وَ اِنَّمَا یُسْتَخْرَجُ بِہٖ مِنَ الْبَخِیْلِ، قَالَ مُسَدَّدٌ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَلنَّذْرُ لَا یُرَدُّ شَیْئًا۔ (۱)

⟨۲⟩ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ یَحْیٰی، قَالَ: نَا یَزِیْدُ بْنُ اَبِیْ حَکِیْمٍ، عَنْ سُفْیَانَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ دِیْنَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ اَنَّہٗ قَالَ: اَلنَّذْرُ لَا یُقَدِّمُ شَیْئًا وَلَا یُؤَخِّرُہٗ، وَ اِنَّمَا یُسْتَخْرَجُ بِہٖ مِنَ الْبَخِیْلِ۔ (۲)

⟨۳⟩ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ، قَالَ: نَا غُنْدُرٌ، عَنْ شُعْبَۃَ ح قَالَ وَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰی وَابْنُ بَشَّارٍ وَاللَّفْظُ لِاِبْنِ مُثَنّٰی، قَالَ: نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، قَالَ: نَا شُعْبَۃُ عَنْ مَنْصُوْرٍ،

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُرَّةَ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اَنَّهُ نَهٰى عَنِ النَّذْرِ وَ قَالَ: اِنَّهُ لَا يَاْتِىْ بِخَيْرٍ وَ اِنَّمَا يُسْتَخْرَجُ بِهٖ مِنَ الْبَخِيْلِ۔(۳)

﴿۴﴾ حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ، قَالَ: اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا اَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ، عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: لَا يَاْتِى ابْنَ اٰدَمَ النَّذْرُ بِشَىْءٍ لَمْ اَكُنْ قَدَّرْتُهٗ وَ لٰكِنَّهٗ يُلْقِيْهِ النَّذْرُ اِلَى الْقَدَرِ قَدْ قُدِّرَ لَهٗ، فَيَسْتَخْرِجُ اللّٰهُ بِهٖ مِنَ الْبَخِيْلِ، فَيُؤْتِيْنِىْ عَلَيْهِ مَالَمْ يَكُنْ يُؤْتِيْنِىْ عَلَيْهِ مِنْ قَبْلُ۔

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَيُّوْبَ وَ قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، وَ عَلِىُّ بْنُ حُجْرٍ، قَالُوْا: نَا اِسْمَاعِيْلُ وَ هُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ عَمْرٍو وَ هُوَ ابْنُ اَبِىْ عَمْرٍو، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْاَعْرَجِ، عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: اِنَّ النَّذْرَ لَا يُقَرِّبُ مِنِ ابْنِ اٰدَمَ شَيْئًا لَمْ يَكُنِ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ قَدَّرَهٗ لَهٗ وَ لٰكِنَّ النَّذْرَ يُوَافِقُ الْقَدَرَ فَيُخْرِجُ بِذٰلِكَ مِنَ الْبَخِيْلِ مَالَمْ يَكُنِ الْبَخِيْلُ يُرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَ۔(۴)

﴿۵﴾ حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، ثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَالِمٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ الْمَخْزُوْمِيِّ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ جَدِّهٖ، اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ فِىْ هٰذَا الْخَبَرِ، زَادَ وَلَا نَذْرَ اِلَّا فِيْمَا ابْتُغِىَ بِهٖ وَجْهُ اللّٰهِ تَعَالٰى ذِكْرُهٗ۔(۵)

﴿۶﴾ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الْخَالِقِ بْنُ عَلِيٍّ، اَنْبَاَ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ خَنْبٍ اَنْبَاَ مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ التِّرْمِذِيُّ، ثَنَا اَيُّوْبُ بْنُ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ، حَدَّثَنِىْ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِىْ اُوَيْسٍ حَدَّثَنِىْ سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ حَارِثٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ امْرَاَةَ اَبِىْ ذَرٍّ جَاءَتْ عَلَى الْقَصْوَاءِ رَاحِلَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ حَتّٰى اَنَاخَتْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ، فَقَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! نَذَرْتُ لَئِنْ نَجَّانِى اللّٰهُ عَلَيْهَا لَاٰكُلَنَّ مِنْ كَبِدِهَا وَ سِنَامِهَا قَالَ: بِئْسَمَا جَزَيْتِهَا لَيْسَ هٰذَا نَذْرٌ۔ اِنَّمَا النَّذْرُ مَا ابْتُغِىَ بِهٖ وَجْهُ اللّٰهِ۔(۶)

کون سی نذر پوری کرنی ضروری ہے

۱۲۶۔ نذر کے معاملے میں ایک اور قاعدہ رسول اللہ ﷺ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ صرف وہ نذر پوری کرنی چاہیے جو اللہ کی اطاعت میں ہو۔ اللہ کی نافرمانی کرنے کی نذر ہرگز پوری نہیں کرنی چاہیے۔ اسی طرح ایسی چیز میں کوئی نذر نہیں ہے جس کا آدمی مالک نہ ہو، یا ایسے کام میں کوئی نذر نہیں ہے جو انسان کے بس میں نہ ہو۔ حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے

فرمایا مَنْ نَذَرَ اَنْ يُطِيعَ اللّٰهَ فَلْيُطِعْهُ وَ مَنْ نَذَرَ اَنْ يَعْصِ اللّٰه فَلَا يَعْصِهٖ ”جس نے یہ نذر مانی ہو کہ اللہ کی اطاعت کرے گا تو اسے اس کی اطاعت کرنی چاہیے، اور جس نے یہ نذر مانی ہو کہ اللہ کی نافرمانی کرے گا تو اسے نافرمانی نہیں کرنی چاہیے۔“ (بخاری؛ ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، طحاوی)۔ ثابت بن ضحاک کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا لَا وَفَاءَ لِنَذْرٍ فِيْ مَعْصِيَةِ اللّٰهِ وَلَا فِيْمَا لَا يَمْلِكُ ابْنُ اٰدَمَ ”اللہ کی نافرمانی میں کسی نذر کے پورا کرنے کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا، نہ کسی ایسی چیز میں جو آدمی کی ملکیت میں نہ ہو۔ (ابوداؤد)۔ مسلم نے اسی مضمون کی روایت حضرت عمران بن حصین سے نقل کی ہے۔ اور ابوداؤد میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص کی روایت اس سے زیادہ مفصل ہے جس میں وہ حضور ﷺ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ لَا نَذْرَ وَلَا يَمِيْنَ فِيْ مَالَا يَمْلِكُ ابْنُ اٰدَمَ، وَلَا فِيْ مَعْصِيَةِ اللّٰهِ وَلَا فِيْ قَطِيْعَةِ رَحِمٍ ”کوئی نذر اور کوئی قسم کسی ایسے کام میں نہیں ہے جو آدمی کے بس میں نہ ہو، یا اللہ کی نافرمانی میں ہو، یا قطع رحمی کے لیے ہو۔“

تخریج: ﴿۱﴾ حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ عَائِشَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: مَنْ نَذَرَ اَنْ يُّطِيْعَ اللّٰهَ، فَلْيُطِعْهُ، وَ مَنْ نَذَرَ اَنْ يَّعْصِيَهُ (اَنْ يَّعْصِيَ[۱] اللّٰهَ) فَلَا يَعْصِهٖ۔ (۷)

﴿۲﴾ حَدَّثَنَا دَاوٗدُ بْنُ رَشِيْدٍ، ثَنَا شُعَيْبُ بْنُ اِسْحَاقَ عَنِ الْاَوْزَاعِيِّ، عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ اَبُوْ قِلَابَةَ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ ثَابِتُ بْنُ الضَّحَّاكِ قَالَ: نَذَرَ رَجُلٌ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَنْ يَّنْحَرَ اِبِلًا بِبُوَانَةَ، فَاَتَى النَّبِيَّ ﷺ، فَقَالَ: اِنِّيْ نَذَرْتُ اَنْ اَنْحَرَ اِبِلًا بِبُوَانَةَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: هَلْ كَانَ فِيْهَا وَثَنٌ مِنْ اَوْثَانِ الْجَاهِلِيَّةِ يُعْبَدُ؟ قَالُوْا: لَا، قَالَ: هَلْ كَانَ فِيْهَا عِيْدٌ مِنْ اَعْيَادِهِمْ؟ قَالُوْا لَا، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اَوْفِ بِنَذْرِكَ، فَاِنَّهٗ لَا وَفَاءَ لِنَذْرٍ فِيْ مَعْصِيَةِ اللّٰهِ، وَلَا فِيْمَا لَا يَمْلِكُ ابْنُ اٰدَمَ۔ (۸)

﴿۳﴾ حَدَّثَنَا الْمُنْذِرُ بْنُ الْوَلِيْدِ، ثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بَكْرٍ، ثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ الْاَخْنَسِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ جَدِّهٖ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لَا نَذْرَ وَلَا يَمِيْنَ فِيْمَا لَا يَمْلِكُ ابْنُ اٰدَمَ، وَلَا فِيْ مَعْصِيَةِ اللّٰهِ، وَلَا فِيْ قَطِيْعَةِ رَحِمٍ الحديث۔ (۹)

جو کام بجائے خود نیکی نہ ہو اس کی نذر

۱۲۷– جس کام میں بجائے خود کوئی نیکی نہیں ہے اور آدمی نے خواہ مخواہ کسی فضول کام، یا ناقابل برداشت مشقت، یا محض تعذیب نفس کو نیکی سمجھ کر اپنے اوپر لازم کر لیا ہو اس کی نذر پوری نہیں کرنی چاہیے۔ اس معاملہ میں نبی ﷺ کے ارشادات بالکل واضح ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ آپ نے دیکھا ایک

(۱) بخاری کے حاشیہ پر ہے کہ ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں۔ (از مرتب)

صاحب دھوپ میں کھڑے ہیں۔آپ نے پوچھا یہ کون ہیں اور کیسے کھڑے ہیں؟ عرض کیا گیا یہ ابو اسرائیل ہیں، انہوں نے نذر مانی ہے کہ کھڑے رہیں گے، بیٹھیں گے نہیں، نہ سایہ کریں گے، نہ کسی سے بات کریں گے، اور روزہ رکھیں گے۔ اس پر آپ نے فرمایا: **مُرُوْهُ فَلْيُكَلِّمْ وَلْيَسْتَظِلَّ وَلْيَقْعُدْ، وَلْيُتِمَّ صَوْمَهُ** ''ان سے کہو بات کریں، سایہ میں آئیں، بیٹھیں، البتہ روزہ پورا کریں۔'' (بخاری، ابوداؤد، ابن ماجہ، مؤطا)

تخریج: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ اِسْمَاعِيلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا اَيُّوبُ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: بَيْنَا النَّبِيُّ ﷺ يَخْطُبُ اِذَا هُوَ بِرَجُلٍ قَائِمٍ فَسَاَلَ عَنْهُ، فَقَالُوْا: اَبُو اِسْرَآئِيلَ نَذَرَ اَنْ يَّقُوْمَ وَلاَ يَقْعُدَ، وَلاَ يَسْتَظِلَّ، وَلاَ يَتَكَلَّمَ، وَ يَصُوْمَ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ مُرْهُ (مُرُوْهُ) فَلْيَتَكَلَّمْ وَ يَسْتَظِلَّ، وَلْيَقْعُدْ، وَلْيُتِمَّ صَوْمَهُ. قَالَ عَبْدُ الْوَهَّابِ: حَدَّثَنَا اَيُّوبُ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ۔(۱۰)

۱۲۸– حضرت عقبہ بن عامر جہنی کہتے ہیں کہ میری بہن نے ننگے پاؤں پیدل حج کرنے کی نذر مانی اور یہ نذر بھی مانی کہ اس سفر میں سر پر کپڑا ابھی نہ ڈالیں گی۔ حضور ﷺ نے فرمایا اس سے کہو کہ سواری پر جائے اور سر ڈھانکے۔'' (ابوداود، مسلم نے اس مضمون کی متعدد روایات نقل کی ہیں جن میں کچھ لفظی اختلاف ہے)۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے عقبہ بن عامر کی بہن کا یہ واقعہ بیان کرتے ہوئے حضور ﷺ کے جو الفاظ نقل کیے ہیں وہ یہ ہیں: **اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنْ نَذْرِهَا، مُرْهَا فَلْتَرْكَبْ** ''اللہ کو اس کی اس نذر کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اس سے کہو کہ سواری پر جائے۔'' (ابوداؤد)۔ ایک اور روایت میں حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا، میری بہن نے پیدل حج کرنے کی نذر مانی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: **اِنَّ اللّٰهَ لَا يَصْنَعُ بِشَقَاءِ اُخْتِكَ شَيْئًا فَلْتَحُجَّ رَاكِبَةً** ''تیری بہن کے مشقت میں پڑنے کی اللہ کو کوئی ضرورت نہیں پڑی ہے۔ اسے سواری پر حج کرنا چاہیے۔'' (ابوداؤد)

تخریج:‹۱› حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، ثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ (اَلْقَطَّانُ) قَالَ: اَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْاَنْصَارِيُّ، اَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ زَحْرٍ، اَنَّ اَبَا سَعِيدٍ اَخْبَرَهُ، اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَالِكٍ اَخْبَرَهُ، اَنَّ عُقْبَةَ بْنَ عَامِرٍ، اَخْبَرَهُ، اَنَّهُ سَاَلَ النَّبِيَّ ﷺ عَنْ اُخْتٍ لَهُ نَذَرَتْ اَنْ تَحُجَّ حَافِيَةً غَيْرَ مُخْتَمِرَةٍ، فَقَالَ: مُرُوْهَا، فَلْتَخْتَمِرْ وَلْتَرْكَبْ، وَلْتَصُمْ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ۔(۱۱)

‹۲› حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ اَبِي يَعْقُوبَ، ثَنَا اَبُو النَّضْرِ، ثَنَا شَرِيكٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ مَوْلَى اٰلِ طَلْحَةَ، عَنْ كُرَيْبٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اُخْتِي نَذَرَتْ يَعْنِي اَنْ تَحُجَّ مَاشِيَةً. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَصْنَعُ بِشَقَاءِ اُخْتِكَ شَيْئًا، فَلْتَحُجَّ رَاكِبَةً، وَلْتُكَفِّرْ عَنْ يَمِينِهَا۔(۱۲)

〈۳〉 حَدَّثَنَا مُسلِمُ بْنُ اِبراهِيمَ، ثَنا هِشَامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ عِكرِمَةَ، عَنِ ابنِ عَبَّاسٍ، اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمَّا بَلَغَهُ اَنَّ اُختَ عُقبَةَ بْنِ عَامِرٍ نَذَرَتْ اَنْ تَحُجَّ مَاشِيَةً قَالَ: اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنْ نَذْرِهَا، مُرْهَا فَلْتَرْكَبْ۔ (۱۳)

۱۲۹– حضرت انس بن مالک کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے (غالباً سفرحج) میں دیکھا کہ ایک بڑے میاں کو ان کے دو بیٹے سنبھالے لیے چل رہے ہیں۔ آپ نے پوچھا یہ کیا معاملہ ہے؟ عرض کیا گیا انہوں نے پیدل چلنے کی نذر مانی ہے۔ اس پر آپ نے فرمایا: **اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنْ تَعْذِيبِ هٰذَا نَفْسَهٗ، وَ اَمَرَهٗ اَنْ يَّرْكَبَ** ''اللہ تعالیٰ اس سے بے نیاز ہے کہ یہ شخص اپنے نفس کو عذاب میں ڈالے۔'' پھر آپ نے اسے حکم دیا کہ سوار ہو۔ (بخاری، مسلم، ابوداؤد) مسلم میں اسی مضمون کی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

تخریج: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ، اَنَا الْفَزَارِيُّ، عَنْ حُمَيْدِ نِ الطَّوِيْلِ قَالَ: حَدَّثَنِي ثَابِتٌ، عَنْ اَنَسٍ، اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَاٰى شَيْخًا. يُهَادٰى بَيْنَ ابْنَيْهِ، قَالَ: مَا بَالُ هٰذَا؟ قَالُوْا: نَذَرَ اَنْ يَّمْشِيَ، قَالَ: اِنَّ اللّٰهَ عَنْ تَعْذِيبِ هٰذَا نَفْسَهٗ لَغَنِيٌّ وَ اَمَرَهٗ اَنْ يَّرْكَبَ۔ (۱٤)

جس نذر کا عملاً پورا کرنا ممکن ہو

۱۳۰– اگر کسی نذر کو پورا کرنا عملاً ممکن نہ ہو تو اسے کسی دوسری صورت میں پورا کیا جاسکتا ہے۔ حضرت جابر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ فتح مکہ کے روز ایک شخص نے اٹھ کر عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ میں نے نذر مانی تھی کہ اگر اللہ نے مکہ آپ کے ہاتھ پر فتح کر دیا تو میں بیت المقدس میں دو رکعت نماز پڑھوں گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا یہیں پڑھ لے۔ اس نے پھر پوچھا۔ آپ نے پھر وہی جواب دیا۔ اس نے پھر پوچھا۔ آپ نے فرمایا: **شَاْنُكَ اِذًا** ''اچھا تو تیری مرضی۔'' دوسری ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: **وَالَّذِيْ بَعَثَ مُحَمَّداً بِالْحَقِّ، لَوْ صَلَّيْتَ هٰهُنَا لَاَجْزَاَ عَنْكَ صَلٰوةً فِيْ بَيْتِ الْمَقْدِسِ** ''قسم ہے اس ذات کی جس نے محمدؐ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، اگر تو یہیں نماز پڑھ لے تو بیت المقدس میں نماز پڑھنے کے بدلے یہ تیرے لیے کافی ہوگی۔'' (ابوداؤد)

تخریج:〈۱〉 عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، اَنَّ رَجُلاً قَامَ يَوْمَ الْفَتْحِ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ: اِنِّيْ نَذَرْتُ لِلّٰهِ، اِنْ فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكَ مَكَّةَ، اَنْ اُصَلِّيَ فِيْ بَيْتِ الْمَقْدِسِ رَكْعَتَيْنِ، قَالَ: صَلِّ هٰهُنَا۔ ثُمَّ اَعَادَ عَلَيْهِ، فَقَالَ: صَلِّ هٰهُنَا۔ ثُمَّ اَعَادَ عَلَيْهِ، فَقَالَ: شَاْنُكَ اِذَنْ۔(۱٥)

〈۲〉 وَ عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ، عَنْ رِجَالٍ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ ـــــــ بِهٰذَا الْخَبَرِ ـــــــ زَادَ: فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: وَالَّذِيْ بَعَثَ مُحَمَّدًا بِالْحَقِّ لَوْ صَلَّيْتَ هٰهُنَا لَاَجْزَا عَنْكَ صَلَاةً فِيْ بَيْتِ الْمَقْدِسِ۔ (۱٦)

راہ خدا میں سارا مال دینے کی نذر

۱۳۱- حدیث میں اس مسئلے کے متعلق جو روایات آئی ہیں وہ یہ ہیں: حضرت کعب بن مالکؓ کہتے ہیں کہ غزوۂ تبوک کے موقع پر پیچھے رہ جانے کی وجہ سے جو عتاب مجھ پر ہوا تھا اس کی جب معافی مل گئی تو میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ میری توبہ میں یہ بات بھی شامل تھی کہ میں اپنے سارے مال سے دست بردار ہو کر اسے اللہ اور رسول کی راہ میں صدقہ کردوں گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا نہیں ایسا نہ کرو۔ میں نے عرض کیا، پھر آدھا مال؟ فرمایا نہیں۔ میں نے عرض کیا، پھر ایک تہائی؟ فرمایا ہاں۔ (ابوداؤد)۔ دوسری روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا تم اپنا کچھ مال اپنے لیے روک رکھو تو یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے۔ (بخاری)۔ امام زہری کہتے ہیں کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ ابولبابہؓ نے (جن پر اسی غزوۂ تبوک کے معاملے میں عتاب ہوا تھا) حضور ﷺ سے عرض کیا، میں اللہ اور اس کے رسول کی راہ میں صدقہ کے طور پر اپنے سارے مال سے دست بردار ہوتا ہوں۔ حضور ﷺ نے جواب دیا تمہارے لیے اس میں سے صرف ایک تہائی دے دینا کافی ہے۔ (مؤطا)

تخریج: ﴿۱﴾ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى، ثَنَا حَسَنُ بْنُ الرَّبِيعِ، ثَنَا ابْنُ اِدْرِيسَ، قَالَ: قَالَ ابْنُ اسْحَاقَ: حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبٍ عَنْ اَبِيهِ، عَنْ جَدِّهٖ فِيْ قِصَّتِهٖ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنَّ مِنْ تَوْبَتِيْ اِلَى اللّٰهِ اَنْ اُخْرِجَ مِنْ مَّالِيْ كُلِّهٖ اِلَى اللّٰهِ وَ اِلٰى رَسُوْلِهٖ صَدَقَةً، قَالَ: لَا، قُلْتُ: فَنِصْفَهٗ، قَالَ: لَا، قُلْتُ: فَثُلُثَهٗ، قَالَ: نَعَمْ قُلْتُ: فَاِنِّيْ سَاُمْسِكُ سَهْمِيْ مِنْ خَيْبَرَ۔ (۱۷)

﴿۲﴾ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ: اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: اَخْبَرَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ وَ كَانَ قَائِدَ كَعْبٍ مِنْ بَنِيْهِ حِيْنَ عَمِيَ قَالَ: سَمِعْتُ كَعْبَ ابْنَ مَالِكٍ فِيْ حَدِيْثِهٖ، وَ عَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا، فَقَالَ فِيْ اٰخِرِ حَدِيْثِهٖ: اِنَّ مِنْ تَوْبَتِيْ اَنْ اَنْخَلِعَ مِنْ مَّالِيْ صَدَقَةً اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: اَمْسِكْ بَعْضَ مَالِكَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكَ۔ (۱۸)

﴿۳﴾ وَ حَدَّثَنِيْ يَحْيٰى عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ حَفْصِ بْنِ عُمَرَ بْنِ خَلْدَةَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَنَّهٗ بَلَغَهٗ اَنَّ اَبَا لُبَابَةَ بْنَ عَبْدِ الْمُنْذِرِ حِيْنَ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَهْجُرُ دَارَ قَوْمِي الَّتِيْ اَصَبْتُ فِيْهَا الذَّنْبَ وَ اُجَاوِرُكَ، وَ اَنْخَلِعُ مِنْ مَّالِيْ صَدَقَةً اِلَى اللّٰهِ وَ اِلٰى رَسُوْلِهٖ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: يُجْزِيْكَ مِنْ مَّالِكَ الثُّلُثُ۔ (۱۹)

تشریح: اگر کسی نے اپنا سارا مال اللہ کی راہ میں دے دینے کی نذر مان لی ہو تو اس کے بارے میں فقہاء کے درمیان

اختلاف ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اسے ایک تہائی مال دے دینا چاہیے، اور مالکیہ میں سے سحنون کا قول ہے کہ اسے اتنا مال دے دینا چاہیے جسے دینے کے بعد وہ تکلیف میں نہ پڑ جائے۔ امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ اگر یہ نذر تبرر کی نوعیت کی ہو تو اسے سارا مال دے دینا چاہیے، اور اگر یہ نذر لجاج ہو تو اسے اختیار ہے کہ نذر پوری کرے یا قسم کا کفارہ ادا کر دے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اسے اپنا وہ سب مال دے دینا چاہیے جس میں زکوٰۃ عائد ہوتی ہو، لیکن جس مال میں زکوٰۃ نہیں ہے، مثلاً مکان یا ایسی ہی دوسری املاک، اس پر اس نذر کا اطلاق نہ ہوگا۔ حنفیہ میں سے امام زفرؒ کا قول ہے کہ اپنے اہل وعیال کے لیے دو مہینے کا نفقہ رکھ کر باقی سب صدقہ کر دے۔ (عمدۃ القاری۔ شرح مؤطا از شاہ ولی اللہ صاحب)

قبول اسلام سے پہلے کی مانی ہوئی نذر

۱۳۲- اسلام قبول کرنے سے پہلے اگر کسی شخص نے کسی نیک کام کی نذر مانی ہو تو کیا اسلام قبول کرنے کے بعد اسے پورا کیا جائے؟ نبی ﷺ کا فتویٰ اس بارے میں یہ ہے کہ اسے پورا کیا جائے۔ بخاری، ابوداؤد اور طحاوی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق روایت ہے کہ انہوں نے زمانۂ جاہلیت میں نذر مانی تھی کہ ایک رات (اور بروایت بعض ایک دن) مسجد حرام میں اعتکاف کریں گے۔ اسلام لانے کے بعد انہوں نے حضور ﷺ سے فتویٰ پوچھا تو آپ نے فرمایا: **اَوْفِ بِنَذْرِکَ** ''اپنی نذر پوری کرو''، بعض فقہاء نے حضور ﷺ کے اس ارشاد کا یہ مطلب لیا ہے کہ ایسا کرنا واجب ہے اور بعض نے یہ مطلب لیا ہے کہ یہ مستحب ہے۔

تخریج: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ، قَالَ: اَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ، عَنْ نَّافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ عُمَرَ قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ: اِنِّیْ نَذَرْتُ فِی الْجَاهِلِيَّةِ اَنْ اَعْتَكِفَ لَيْلَةً فِی الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، قَالَ: اَوْفِ بِنَذْرِكَ۔ (۲۰)

میت کے ذمے نذر

۱۳۳- حدیث میں اس مسئلے کے متعلق حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت ہے کہ حضرت سعد بن عبادہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے فتویٰ پوچھا کہ میری ماں کا انتقال ہو گیا ہے اور ان کے ذمے ایک نذر تھی جو انہوں نے پوری نہیں کی تھی۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم اس کی طرف سے پوری کر دو۔ (ابوداؤد، مسلم)۔ دوسری روایت ابن عباسؓ سے یہ ہے کہ ایک عورت نے بحری سفر کیا اور نذر مانی کہ اگر میں زندہ سلامت واپس گھر پہنچ گئی تو ایک مہینے کے روزے رکھوں گی۔ واپس آنے کے بعد اس کا انتقال ہو گیا اور وہ مر گئی۔ اس کی بہن یا بیٹی نے آکر رسول اللہ ﷺ سے مسئلہ پوچھا اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کی طرف سے تو روزے رکھ لے۔ (ابوداؤد)۔ ایسی ہی ایک روایت ابوداؤد نے حضرت بریدہؓ سے نقل کی ہے کہ ایک عورت نے حضور ﷺ سے اسی طرح کا مسئلہ پوچھا اور آپ نے اسے وہی جواب دیا جو اوپر مذکور ہے۔ ان روایات میں چوں کہ یہ بات صاف نہیں ہے کہ حضور ﷺ کے یہ ارشادات وجوب کے معنی میں تھے یا استحباب کے معنی میں، اور حضرت سعد بن عبادہؓ کی والدہ کی نذر

کے معاملے میں یہ واضح نہیں ہے کہ وہ مالی عبادت کے بارے میں تھی یا بدنی عبادت کے بارے میں، اسی بنا پر فقہاء کے درمیان اس مسئلے میں اختلافات ہوئے ہیں۔

تخریج: ⟨١⟩ حَدَّثَنَا یَحْیَ بْنُ یَحْیَ التَّمِیْمِیُّ، وَ مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحِ بْنِ الْمُهَاجِرِ قَالَ: نَا اللَّیْثُ۔ ح قَالَ وَ ثَنَا قُتَیْبَةُ بْنُ سَعِیْدٍ، قَالَ: نَا لَیْثٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَیْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، اَنَّهٗ قَالَ: اسْتَفْتٰی سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فِیْ نَذْرٍ، وَکَانَ عَلٰی اُمِّهٖ تُوُفِّیَتْ قَبْلَ اَنْ تَقْضِیَهٗ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: فَاقْضِهٖ عَنْهَا۔ (٢١)

⟨٢⟩ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، اَخْبَرَنَا هُشَیْمٌ، عَنْ اَبِیْ بِشْرٍ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ۔ اَنَّ امْرَاَةً رَکِبَتِ الْبَحْرَ، فَنَذَرَتْ اِنْ نَجَاهَا اللّٰهُ اَنْ تَصُوْمَ شَهْرًا، فَنَجَاهَا اللّٰهُ، فَلَمْ تَصُمْ حَتّٰی مَاتَتْ، فَجَاءَ تْ ابْنَتُهَا اَوْ اُخْتُهَا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَاَمَرَهَا اَنْ تَصُوْمَ عَنْهَا۔ (٢٢)

⟨٣⟩ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ یُوْنُسَ، ثَنَا زُهَیْرٌ، ثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَطَاءٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَیْدَةَ، عَنْ اَبِیْهِ بُرَیْدَةَ، اِنَّ امْرَاَةً اَتَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَتْ: کُنْتُ تَصَدَّقْتُ عَلٰی اُمِّیْ بِوَلِیْدَةٍ، وَ اِنَّهَا مَاتَتْ وَ تَرَکَتْ تِلْکَ الْوَلِیْدَةَ قَالَ: قَدْ وَجَبَ اَجْرُکِ وَ رَجَعَتْ اِلَیْکِ فِی الْمِیْرَاثِ، قَالَتْ: وَ اِنَّهَا مَاتَتْ وَ عَلَیْهَا صَوْمُ شَهْرٍ، فَذَکَرَ نَحْوَ حَدِیْثِ عَمْرٍو۔ (٢٣)

تشریح: میت کے ذمے اگر کوئی نذر رہ گئی ہو تو اسے پورا کرنا وارثوں پر واجب ہے یا نہیں؟ اس مسئلے میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے۔ امام احمد، اسحاق بن راہویہ، ابوثور اور ظاہریہ کہتے ہیں کہ میت کے ذمے اگر روزے یا نماز کی نذر رہ گئی ہو تو وارثوں پر اس کا ادا کرنا واجب ہے۔ حنفیہ کہتے ہیں کہ نذر اگر بدنی عبادت (نماز یا روزہ) کی ہو تو وارثوں پر اس کا پورا کرنا واجب نہیں، اور اگر مالی عبادت ہو اور مرنے والے نے اپنے وارثوں کو اسے پورا کرنے کی وصیت نہ کی ہو تو اسے بھی پورا کرنا واجب نہیں، البتہ اگر اس نے وصیت کی ہو تو اس کے ترکے میں سے ایک تہائی کی حد تک نذر پوری کرنی واجب ہوگی۔ مالکیہ کا مذہب بھی اس سے ملتا جلتا ہے۔ اور شافعیہ کہتے ہیں کہ نذر اگر غیر مالی عبادت کی ہو، یا مالی عبادت کی ہو اور میت نے کوئی ترکہ نہ چھوڑا ہو، تو اسے پورا کرنا وارثوں پر واجب نہیں ہے۔ اور اگر میت نے ترکہ چھوڑا ہو تو وارثوں پر مالی عبادت کی نذر پوری کرنا واجب ہے، خواہ اس نے وصیت کی ہو یا نہ کی ہو۔ (شرح مسلم للنّووی۔ بذل المجهود شرح ابی داؤد)

غلط اور ناجائز نوعیت کی نذر اور کفارہ

١٣٤— غلط اور ناجائز نوعیت کی نذر کے معاملے میں یہ بات تو صاف ہے کہ اسے پورا نہیں کرنا چاہیے۔ البتہ اس مسئلے میں اختلاف ہے کہ اس پر کفارہ لازم آتا ہے یا نہیں۔ اس مسئلے میں چوں کہ روایات مختلف ہیں اس لیے فقہاء کے مسالک بھی

مختلف ہیں۔ ایک قسم کی روایات میں یہ آیا ہے کہ حضور ﷺ نے ایسی صورت میں کفارہ کا حکم دیا ہے۔ مثلاً، حضرت عائشہؓ کی یہ روایت کہ حضور ﷺ نے فرمایا (**لَا نَذْرَ فِیْ مَعْصِیَةٍ وَ کَفَّارَتُهٗ کَفَّارَةُ یَمِیْنٍ** "معصیت میں کوئی نذر نہیں ہے اور اس کا کفارہ قسم توڑنے کا کفارہ ہے۔" (ابوداؤد)۔ عقبہ بن عامر جہنی کی بہن کے معاملے میں (جس کا ذکر گزر چکا ہے) نبی ﷺ نے حکم دیا کہ وہ اپنی نذر توڑ دیں اور تین دن کے روزے رکھیں۔ (مسلم، ابوداؤد)۔ ایک اور عورت کے معاملے میں بھی جس نے پیدل حج کی نذر مانی تھی، حضور ﷺ نے حکم دیا کہ وہ سواری پر حج کے لیے جائے اور قسم کا کفارہ ادا کردے۔ (ابوداؤد)۔ ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: **مَنْ نَذَرَ نَذْراً لَمْ یُسَمِّهٖ فَکَفَّارَتُهٗ کَفَّارَةُ یَمِیْنٍ، وَ مَنْ نَذَرَ نَذْرًا فِیْ مَعْصِیَّةٍ فَکَفَّارَتُهٗ کَفَّارَةُ یَمِیْنٍ، وَ مَنْ نَذَرَ نَذْراً لَا یُطِیْقُهٗ فَکَفَّارَتُهٗ کَفَّارَةُ یَمِیْنٍ، وَ مَنْ نَذَرَ نَذْراً اَطَاقَهٗ فَلْیَفِ بِهٖ۔** "جس نے ایک نذر مان لی اور اس بات کا تعین نہ کیا کہ کس بات کی نذر مانی ہے وہ قسم کا کفارہ دے۔ اور جس نے معصیت کی نذر مانی وہ قسم کا کفارہ دے۔ اور جس نے ایسی نذر مانی جسے پورا کرنے کی وہ قدرت نہ رکھتا ہو وہ قسم کا کفارہ دے۔ اور جس نے ایسی نذر مانی جسے وہ پورا کرسکتا ہو وہ اسے پورا کرے۔" (ابوداؤد)۔ دوسری طرف وہ احادیث ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس صورت میں کفارہ نہیں ہے۔ ایک صحابی نے دھوپ میں کھڑے رہنے اور کسی سے بات نہ کرنے کی نذر مانی تھی، ان کا قصہ نقل کر کے امام مالک نے مؤطا میں لکھا ہے کہ مجھے کسی ذریعے سے بھی یہ معلوم نہیں ہوا کہ حضور ﷺ نے ان کو نذر توڑنے کا حکم دینے کے ساتھ یہ بھی حکم دیا ہو کہ وہ کفارہ ادا کریں۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **مَنْ حَلَفَ عَلٰی یَمِیْنٍ فَرَاٰی غَیْرَهَا خَیْرًا مِنْهَا فَلْیَدَعْهَا وَلْیَاْتِ الَّذِیْ هُوَ خَیْرٌ فَاِنَّ تَرْکَهَا کَفَّارَتُهَا** "جس نے کسی بات کی قسم کھائی ہو اور بعد میں وہ دیکھے کہ اس سے بہتر بات دوسری ہے تو وہ اسے چھوڑ دے اور وہ کام کرے جو بہتر ہو اور اسے چھوڑ دینا ہی اس کا کفارہ ہے۔" (ابوداؤد) (بیہقی کہتے ہیں کہ یہ حدیث اور حضرت ابوہریرہ کی یہ روایت کہ "جو کام بہتر ہے وہ کرے اور یہی اس کا کفارہ ہے۔" ثابت نہیں)۔

تخریج:⟨۱⟩ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِیْلُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ اَبُو مَعْمَرٍ، عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَکِ، عَنْ یُوْنُسَ، عَنِ الزُّهْرِیِّ، عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ: لَا نَذْرَ فِیْ مَعْصِیَّةٍ، وَ کَفَّارَتُهٗ، کَفَّارَةُ یَمِیْنٍ۔ (۲٤)

⟨۲⟩ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، ثَنَا یَحْیَ بْنُ سَعِیْدٍ (اَلْقَطَّانُ) قَالَ: اَخْبَرَنِیْ یَحْیَ بْنُ سَعِیْدٍ الْاَنْصَارِیُّ، اَخْبَرَنِیْ عُبَیْدُ اللّٰهِ بْنُ زَحْرٍ، اَنَّ اَبَا سَعِیْدٍ اَخْبَرَهٗ: اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَالِکٍ، اَخْبَرَهٗ، اَنَّهٗ سَاَلَ النَّبِیَّ ﷺ عَنْ اُخْتٍ لَّهٗ نَذَرَتْ اَنْ تَحُجَّ حَافِیَةً غَیْرَ مُخْتَمِرَةٍ، فَقَالَ: مُرُوْهَا، فَلْتَخْتَمِرْ وَلْتَرْکَبْ، وَلْتَصُمْ ثَلَاثَةَ اَیَّامٍ۔ (۲۵)

⟨۳⟩ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ اَبِیْ یَعْقُوْبَ، ثَنَا اَبُو النَّضْرِ، ثَنَا شَرِیْکٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ

مَوْلٰی اٰلِ طَلْحَةَ، عَنْ كُرَيْبٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: جَآءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ اِنَّ اُخْتِیْ نَذَرَتْ يَعْنِیْ اَنْ تَحُجَّ مَاشِيَةً۔ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَصْنَعُ بِشَقَاءِ اُخْتِكَ شَيْئًا، فَلْتَحُجَّ رَاكِبَةً، وَلْتُكَفِّرْ عَنْ يَمِيْنِهَا۔(۲۶)

﴿۴﴾ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُسَافِرٍ التِّنِّيْسِیُّ، عَنِ ابْنِ اَبِیْ فُدَيْكٍ، قَالَ: حَدَّثَنِیْ طَلْحَةُ بْنُ يَحْیٰی الْاَنْصَارِیُّ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَعِيْدِ بْنِ اَبِیْ هِنْدٍ، عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْاَشَجِّ، عَنْ كُرَيْبٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: مَنْ نَذَرَ نَذْرًا لَمْ يُسَمِّهٖ، فَكَفَّارَتُهٗ كَفَّارَةُ يَمِيْنٍ، وَ مَنْ نَذَرَ نَذْرًا فِیْ مَعْصِيَةٍ، فَكَفَّارَتُهٗ، كَفَّارَةُ يَمِيْنٍ، وَ مَنْ نَذَرَ نَذْرًا لَا يُطِيْقُهٗ، فَكَفَّارَتُهٗ، كَفَّارَةُ يَمِيْنٍ، وَ مَنْ نَذَرَ نَذْرًا اَطَاقَهٗ فَلْيَفِ بِهٖ۔ (۲۷)

﴿۵﴾ حَدَّثَنِیْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ: نَا ابْنُ اَبِیْ اُوَيْسٍ، قَالَ: حَدَّثَنِیْ عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ الْمُطَّلِبِ، عَنْ سُهَيْلِ بْنِ اَبِیْ صَالِحٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ حَلَفَ عَلٰی يَمِيْنٍ فَرَاٰی غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا فَلْيَاْتِ الَّذِیْ هُوَ خَيْرٌ وَلْيُكَفِّرْ، عَنْ يَمِيْنِهٖ۔(۲۸)

﴿۶﴾ رُوِیَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ اَنَّهٗ قَالَ: مَنْ حَلَفَ عَلٰی يَمِيْنٍ، فَرَاٰی غَيْرَهَا خَيْرًا مِّنْهَا، فَلْيَاْتِ الَّذِیْ هُوَ خَيْرٌ وَ ذَالِكَ كَفَّارَتُهٗ۔(۲۹)

﴿۷﴾ حَدَّثَنَا الْمُنْذِرُ بْنُ الْوَلِيْدِ، ثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بَكْرٍ، ثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ الْاَخْنَسِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ جَدِّهٖ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لَا نَذْرَ وَلَا يَمِيْنَ فِيْمَا لَا يَمْلِكُ ابْنُ اٰدَمَ، وَلَا فِیْ مَعْصِيَةِ اللّٰهِ، وَلَا فِیْ قَطِيْعَةِ رَحِمٍ: وَ مَنْ حَلَفَ عَلٰی يَمِيْنٍ فَرَاٰی غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا فَلْيَدَعْهَا، وَلْيَاْتِ الَّذِیْ هُوَ خَيْرٌ، فَاِنَّ تَرْكَهَا كَفَّارَتُهَا۔ قال ابو داؤد: اَلْاَحَادِيْثُ كُلُّهَا عَنِ النَّبِیِّ ﷺ وَلْيُكَفِّرْ عَنْ يَمِيْنِهٖ اِلَّا فِيْمَا لَا يُعْبَأُ بِهٖ۔(۳۰)

تشریح: امام نووی ان احادیث پر بحث کرتے ہوئے شرح مسلم میں لکھتے ہیں کہ امام مالکؒ، شافعیؒ، ابوحنیفہؒ، داؤد ظاہری اور جمہور علماء کہتے ہیں کہ معصیت کی نذر باطل ہے اور اسے پورا نہ کرنے پر کفارہ لازم نہیں آتا اور امام احمدؒ کہتے ہیں کہ کفارہ لازم آتا ہے۔

کفارۂ قسم

۱۳۵– احادیث صحیحہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص نے کسی بات کی قسم کھائی ہو اور بعد میں اس پر واضح ہو جائے کہ اس قسم کے توڑ دینے ہی میں خیر اور بھلائی ہے، اسے قسم توڑ دینی چاہیے اور کفارہ ادا کرنا چاہیے قسم توڑنے کا کفارہ دس مسکینوں کو کھانا کھلانا، یا انہیں کپڑے پہنانا یا تین دن کے روزے رکھنا ہے۔ (تفہیم القرآن، ج۱، البقرۃ حاشیہ: ۲۴۳)

تخریج: حَدَّثَنَا اَحۡمَدُ بۡنُ یُوۡنُسَ، قَالَ: حَدَّثَنَا اَبُوۡ شِهَابٍ عَنِ ابۡنِ عَوۡنٍ، عَنۡ مُجَاهِدٍ، عَنۡ عَبۡدِ الرَّحۡمٰنِ بۡنِ اَبِیۡ لَیۡلٰی، عَنۡ کَعۡبِ بۡنِ عُجۡرَةَ، قَالَ: اَتَیۡتُهٗ یَعۡنِی النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: اُدۡنُ، فَدَنَوۡتُ، فَقَالَ: اَیُؤۡذِیۡکَ هَوَامُّکَ، قُلۡتُ: نَعَمۡ، قَالَ: فِدۡیَةٌ مِنۡ صِیَامٍ اَوۡ صَدَقَةٍ اَوۡ نُسُکٍ۔ وَ اَخۡبَرَنِی ابۡنُ عَوۡنٍ عَنۡ اَیُّوۡبَ، قَالَ: صِیَامُ ثَلَاثَةِ اَیَّامٍ، وَالنُّسُکُ شَاةٌ وَالۡمَسَاکِیۡنُ سِتَّةٌ۔ (۳۱)

ماٰخذ

(۱) ابو داؤد ج۳ کتاب الایمان والنذور باب کراھیة النذر، باب النھی عن النذور☆ مسلم ج۲ کتاب النذر۔ مسلم میں عبد اللّٰہ بن عمر سے مروی روایت میں اخذ رسول اللّٰہ ﷺ یوما ینھانا عن النذور۔ الخ ھے۔ اور من البخیل کی جگہ من الشحیح نقل کیا ھے۔☆ نسائی ج ۷ کتاب الایمان والنذور باب النھی عن النذر۔ عن عبد اللّٰہ بن عمر☆ سنن دارمی ج ۲ کتاب النذور والایمان۔ باب النھی عن النذر۔ نسائی، اور دارمی نے قال رسول اللّٰہ ﷺ: ان النذر لا یرد شیئا۔ و انما یستخرج به من الشحیح نقل کیا ھے۔☆السنن الکبریٰ ج ۱۰ کتاب النذور، باب کراھیة النذر۔ عن ابن عمر۔ اس نے بھی من الشحیح کے الفاظ نقل کیے ھیں۔

(۲) مسلم ج۲ کتاب النذر☆ بخاری ج۲ کتاب الایمان والنذور باب الوفاء بالنذر و قوله یوفون بالنذر☆ بخاری اور مسلم دونوں نے ابن عمر سے (نھی النبی ﷺ عن النذر و قال: انه لا یرد شیئا و لکنه یستخرج به من البخیل) بیان کیا ھے۔ بخاری نے ابن عمر سے مندرجه ذیل روایت بھی نقل کی ھے۔ سعید بن حارث بیان کرتے ھیں: انه سمع ابن عمر یقول: اولم تنھوا عن النذر ان النبی ﷺ قال: ان النذر لا یقدم شیئا ولا یؤخره، و انما یستخرج بالنذر من البخیل۔

(۳) مسلم ج ۲ کتاب النذر☆ بخاری ج ۲ کتاب الایمان والنذور۔ باب الوفاء بالنذر و قوله یوفون بالنذر۔ بخاری میں ہے (نھی النبی ﷺ عن النذر، و قال: انه لا یرد شیئا و لکنه، یستخرج بالنذر من البخیل)

(٤) بخاری، ج ۲ کتاب الایمان والنذور، باب الوفاء بالنذر، و قوله یوفون بالنذر☆ ابو داؤد ج۳ کتاب الایمان

والنذور، باب النھی عن النذر۔ عن ابی ھریرۃ☆ نسائی ج ۷ کتاب الایمان والنذور، باب النذر لا یقدم شیئا و لا یؤخرہ۔ عن ابی ھریرۃ☆ ابن ماجہ کتاب الکفارات، باب النھی عن النذر۔ عن ابی ھریرۃ۔ ابن ماجہ نے و لکن یغلبہ القدر ما قدر لہ اور آخر میں و قد قال اللّٰہ: انفق انفق علیک روایت کیا ھے۔

ابو ھریرہ سے مروی ایک روایت۔

حدثنا قتیبۃ بن سعید، قال: نا عبد العزیز یعنی الدروردی عن العلاء، عن ابیہ، عن ابی ھریرۃ، ان رسول اللّٰہ ﷺ قال: لا تنذروا، فان النذر لا یغنی من القدر شیئا، و انما یستخرج بہ من البخیل☆مسلم ج۲ کتاب النذر ☆نسائی ج۷ کتاب الایمان والنذور باب النذر یستخرج بہ من البخیل۔ عن ابی ھریرۃ۔☆مسلم ج۲ کتاب النذر ☆السنن الکبریٰ ج ۱۰ کتاب النذور، باب کراھیۃ النذر۔ عن ابی ھریرۃ۔

(۵) ابو داؤد ج ۲ کتاب الطلاق، باب فی الطلاق قبل النکاح۔

(۶) السنن الکبریٰ للبیھقی ج ۱۰ کتاب النذور باب ما یوفی بہ من النذور...☆ابو داؤد ج۳ کتاب الایمان والنذور۔ باب الیمین فی قطیعۃ الرحم۔ عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ۔ ابو داؤد میں لا نذر الا فیما یبتغی بہ وجہ اللّٰہ۔الخ ھے۔☆ مسند احمد ج ۲ ص ۱۸۵۔

(۷) بخاری ج ۲ کتاب الایمان والنذور، باب النذر فی الطاعۃ وما انفقتم من نفقۃ او نذرتم من نذر الآیۃ☆ ابو داؤد ج۳ کتاب الایمان والنذور باب ماجاء فی النذر فی المعصیۃ۔ عن عائشۃ۔ ابو داؤد کی روایت میں بھی ان یعصی اللّٰہ فلا یعصہ ھے☆ ترمذی ج ۱ ابواب النذور والایمان باب ماجاء عن رسول اللّٰہ ﷺ ان لا نذر فی معصیۃ عن عائشۃ ھذا حدیث حسن صحیح☆ نسائی ج ۷ کتاب الایمان والنذور باب النذر فی المعصیۃ☆ابن ماجہ کتاب الکفارات باب ۱۶ النذر فی المعصیۃ☆ السنن الکبریٰ للبیھقی ج ۱۰ کتاب الایمان باب من نذر نذرا فی معصیۃ اللّٰہ۔ عن عائشۃ☆ السنن الکبریٰ ج ۱۰ کتاب النذور باب ما یوفی بہ من النذور وما لا یوفیٰ عن عائشۃ☆ مسند احمد ج٦ ص ۳٦ عن عائشۃ☆ مؤطا امام مالک ج ۱ کتاب النذور والایمان باب مالا یجوز من النذور فی معصیۃ اللّٰہ۔ عن عائشۃ۔☆ سنن دارمی ج ۲ کتاب النذور والایمان، باب لا نذر فی معصیۃ اللّٰہ، عن عائشۃ۔

(۸) ابو داؤد ج۳ کتاب الایمان والنذور۔ باب ما یؤمر بہ من الوفاء بالنذر☆ مسلم ج ۲ کتاب النذر☆نسائی ج ۷ کتاب الایمان والنذور، باب النذر فیما لا یملک۔ عن عمران بن حصین☆ابن ماجہ کتاب الکفارات باب ۱٦ النذر فی المعصیۃ...☆سنن دارمی ج۲ کتاب النذور، والایمان، باب لا نذر فی معصیۃ۔☆مسند احمد ج۳ ص ۲۹۷ عن جابر صرف لا وفاء لنذر فی معصیۃ اللّٰہ عزوجل ھے۔ ج ٤ ص ٤۳۰، ۱۳٤☆السنن الکبریٰ ج۱۰ کتاب النذور باب من نذر ان ینحر بغیرھا لیتصدق عن ثابت بن ضحاک۔

(۹) ابو داؤد ج۳ کتاب الایمان والنذور باب الیمین فی قطیعۃ الرحم۔☆ترمذی ج ۱ ابواب الطلاق، باب ماجاء لا طلاق قبل النکاح۔ ترمذی نے صرف لا نذر لابن آدم فیما لا یملک بیان کیا ھے۔☆مسند احمد ج۲ ص ۱۸۵ عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ۔ مسند احمد نے لا نذر الا فیما ابتغی بہ وجہ اللّٰہ عزوجل ولا یمین فی قطیعۃ رحم۔ نقل کیا ھے۔☆ نسائی ج ۷ کتاب الایمان والنذور، باب الیمین فیما لا یملک۔ عن عمرو بن شعیب عن

ابیه عن جده۔ نسائی میں لا نذر ولا یمین فیما لا تملك ولا فی معصیة ولا قطیعة رحم ھے۔☆السنن الکبریٰ ج ۱۰ کتاب الایمان، باب شبهة من زعم ان لا کفارة فی الیمین۔الخ۔ مسلم میں عمران بن حصین سے مروی روایت کے الفاظ:

(لا وفاء لنذر فی معصیة، ولا فیما لا یملك العبد۔ و فی روایة ابن حجر: لا نذر فی معصیة اللّٰہ۔

مسلم ج۲ کتاب النذر☆ نسائی ج ۷ کتاب الایمان والنذور۔ باب فیما لا یملك☆السنن الکبریٰ ج ۱۰ کتاب النذور باب ما یوفیٰ به من النذور ومالا یوفیٰ☆ ابن ماجه نے عمران بن حصین سے لا نذر فی معصیة ولا نذر فیما لا یملك ابن آدم☆ ابن ماجه کتاب الکفارات، باب النذر فی المعصیة☆ سنن دارمی ج ۱ کتاب النذور والایمان، باب لا نذر فی معصیة اللّٰہ۔ عن عمران بن حصین۔

(۱۰) بخاری ج۲ کتاب الایمان والنذور، باب النذر فیما لا یملك و فی معصیة۔☆ ابو داؤد ج ۳ کتاب الایمان والنذور باب من رای علیه کفارة اذا کان فی معصیة۔☆ابن ماجه کتاب الکفارات باب ۲۱۔ من خلط فی نذره طاعة بمعصیة☆ مؤطا امام مالك ج ۱ کتاب النذور والایمان۔ باب مالا یجوز من النذور فی معصیة اللّٰہ ☆السنن الکبریٰ للبیهقی ج۱ کتاب النذور۔ باب ما یوفی به من النذور و مالا یوفیٰ۔ عن ابن عباس۔☆ابن ماجه کتاب الکفارات، باب ۲۰ من نذر ان یحج ماشیا، عن عقبه بن عامر ابن ماجه نے مرھا نقل کیا ھے۔☆سنن دارمی ج۲ کتاب النذور والایمان، باب فی کفارة النذر☆مسند احمد ج ٤ ص ١٤٥ عن عقبه بن عامر☆السنن الکبریٰ للبیهقی ج ۱۰ کتاب النذور، باب الهدی فیما رکب عن عقبه بن عامر۔

(۱۱) ابو داؤد ج۳ کتاب الایمان والنذور، باب من رای علیه کفارة اذا کان فی معصیة☆ ترمذی ج ۱ ابواب النذور والایمان، باب... عن عقبة بن عامر۔ ابو داؤد، اور ترمذی میں یه ھے ان اختی نذرت ان تمشی الی البیت حافیة غیر مختمرة فقال النبی ﷺ ان اللّٰہ لا یصنع بشقاء اختك شیئا۔ فلترکب ولتختمر ولتصم ثلاثة ایام۔ و فی الباب عن ابن عباس۔ و هذا حدیث حسن، والعمل علی هذا عند بعض اهل العلم و هو قول احمد و اسحاق ☆نسائی ج ۷ کتاب الایمان والنذور، باب... عن عقبة بن عامر اذا لفت المرأة لتمشی حافیة غیر مختمرة۔

(۱۲) ابو داؤد ج۳ کتاب الایمان والنذور، باب من رای علیه کفارة اذا کان فی معصیة۔ بخاری اور مسلم میں منقول ھے:

عن عقبة بن عامر، انه قال: نذرت اختی ان تمشی الی بیت اللّٰہ حافیة، فامرتنی ان استفتی لها رسول اللّٰہ ﷺ فاستفته فقال: لتمشی ولترکب۔

☆ بخاری ج اول ابواب العمرة باب من نذر المشی الی الکعبة☆ مسلم ج۲ کتاب النذر☆ ابو داؤد ج۳ کتاب الایمان والنذور، باب ماجاء فی النذر فی المعصیة☆ نسائی ج ۷ کتاب الایمان والنذور، باب من نذر ان یمشی الی بیت اللّٰہ تعالیٰ۔

(۱۳) ابو داؤد ج ۳ کتاب الایمان والنذور، باب من رای علیه کفارة اذا کان فی معصیة قال ابو داؤد. رواه سعید بن ابی عروبة نحوه، و خالد عن عکرمة عن النبی ﷺ نحوه۔☆ السنن الکبریٰ للبیهقی ج۱۰ کتاب النذور باب الهدی فیما رکب۔

(١٤) بخاری ج ١ ابواب العمرة باب من نذر المشى الى الكعبة☆ بخاری ج ٢ كتاب الايمان والنذور، باب النذر فيما لا يملك و فى معصية۔ اس صفحه پر و امره ان يركب نهيں هے☆مسلم ج ٢ كتاب النذر عن انس۔
مسلم نے حضرت ابو هريره ﷺ سے بھی ایك روایت نقل کی هے اس کے الفاظ مندرجه ذیل هیں:
عن ابى هريرة ان النبى ﷺ ادرك شيخا يمشى بين ابنيه يتوكاء عليهما، فقال النبى ﷺ ما شان هذا؟ قال ابناه: يا رسول الله! كان عليه نذر، فقال النبى ﷺ: اركب ايها الشيخ، فان الله غنى عنك و عن نذرك۔ اس روايت كو سنن الكبرىٰ نے بھی ج ١ ص ٧٨ پر نقل کیا هے۔ (عن ابى هريرة) ☆ ابو داؤد ج ٣ كتاب الايمان والنذور، باب من راى عليه كفارة اذا كان فى معصية۔ عن انس☆ ترمذی ج ١ ابواب النذور والايمان باب فيمن يحلف بالمشى ولا يستطيع☆ نسائى ج ٧ كتاب الايمان والنذور، باب ما الواجب على من اوجب على نفسه نذرا فعجز عنه۔ عن انس☆ ابن ماجه كتاب الكفارات باب ٢٠ من نذران يحج ماشيا☆ سنن دارمى ج ٢ كتاب النذور باب فى كفارة النذر☆ السنن الكبرٰى للبيهقى ج ١٠ كتاب النذور، باب ركوب عن لم يقدر على المشى۔ عن انس۔

(١٥) سنن ابى داؤد للمنذرى ج ٤ حديث نمبر ٣١٦٩☆ مسند احمد ج ٣ ص ٣٦٣۔ عن جابر☆سنن دارمى ج ٢ كتاب النذور والايمان، باب من نذر ان يصلى فى بيت المقدس ايجزى ان يصلى بمكة عن جابر☆ السنن الكبرٰى للبيهقى ج ١٠ كتاب النذور، باب من لم ير وجوبه بالنذر۔ سنن ابى داؤد للمنذرى كے علاوه باقى نے ركعتين نقل كيا هے۔ نيز باقى حواله جات ميں اذن كو إذًا نقل كيا گيا هے۔

(١٦) سنن ابى داؤد للمنذرى ج ٤ حديث نمبر ٣١٧٠۔☆ مسند احمد ج ٥ ص ٣٧٣۔مسند احمد ميں لو صليت ههنا لقضى عنك ذلك كل صلاة فى بيت المقدس نقل هوا هے۔

(١٧) ابو داؤد ج ٣ كتاب الايمان والنذور باب فيمن نذر ان يتصدق بماله۔☆ نسائى ج ٧ كتاب الايمان والنذور، باب اذا اهدى ماله على وجه النذر۔

(١٨) بخارى ج ٢ كتاب الايمان والنذور۔ باب اذا اهدىٰ ماله على وجه النذر والتوبة☆مسلم ج ٢ كتاب التوبة باب فى حديث الافكِ و قبول توبة القاذف۔☆ ابو داؤد ج ٣ كتاب الايمان والنذور، باب فيمن نذر ان يتصدق بماله۔☆ ترمذى ج ٢ ابواب التفسير سورة التوبة۔☆ نسائى ج ٧ كتاب الايمان والنذور، باب اذا اهدىٰ ماله على وجه النذر۔☆ السنن الكبرىٰ للبيهقى ج ١٠ كتاب الايمان باب الخلاف فى النذر الذى يخرجه مخرج اليمين۔

(١٩) مؤطا امام مالك ج ١ كتاب النذور والايمان، باب جامع الايمان۔☆ ابو داؤد ج ٣ كتاب الايمان والنذور، باب فيمن نذر ان يتصدق بماله☆ السنن الكبرىٰ للبيهقى ج ١٠ كتاب الايمان، باب الخلاف فى النذر الذى يخرجه مخرج اليمين۔

(٢٠) بخارى ج ٢ كتاب الايمان والنذور، باب اذا نذر او حلف الا يكلم انساناً فى الجاهلية ثم اسلم۔☆مسلم ج ٢ كتاب الايمان، باب النهى عن الاصرار على اليمين فيما يتأذى به اهل الحالف مما ليس بحرام☆ابو داؤد ج ٣ كتاب الايمان والنذور، باب من نذر فى الجاهلية ثم ادرك الاسلام۔ عن عمر۔☆ ترمذى ج ٢ ابواب النذور

والایمان، باب فی وفاء النذر۔☆ نسائی ج ۷ کتاب الایمان والنذور، باب اذا نذر۔ ثم اسلم قبل ان یفی (ابن ماجه کتاب الکفارات باب الوفاء بالنذر۔☆ سنن دارمی ج ۲ کتاب النذور والایمان باب الوفاء بالنذر۔ دارمی نے انی نذرت نذراً فی الجاهلیة ثم جاء الاسلام۔ الخ نقل کیا ھے۔☆السنن الکبریٰ ج ۱۰ کتاب النذور باب ما یوفیٰ به من نذور الجاهلیة۔ مسلم میں قدرے وضاحت ھے۔

ان عمر بن الخطاب سئال رسول اللّٰه ﷺ و هو بالجعرانة بعد ان رجع من الطائف فقال: یا رسول اللّٰه! انی نذرت فی الجاهلیة ان اعتکف یوما فی المسجد الحرام، فکیف تری؟ قال: اذهب، فاعتکف یوما۔ الخ

امام ترمذی نے روایت بیان کر کے لکھا ھے:

و فی الباب عن عبد اللّٰه بن عمرو، وابن عباس، و حدیث عمر حدیث حسن صحیح، وقد ذهب بعض اهل العلم الی هذا الحدیث قالوا: اذا اسلم الرجل و علیه نذر طاعة فلیفی به۔ و قال بعض اهل العلم من اصحاب النبی ﷺ وغیرهم لا اعتکاف الا بصوم۔ وقال آخرون من اهل العلم لیس علی المعتکف صوم الا ان یوجب علی نفسه صومًا واحتجوا بحدیث عمر انه نذر ان یعتکف لیلة فی الجاهلیة فامره النبی ﷺ بالوفاء و هو قول احمد و اسحاق۔ ابن ماجه نے نذراً فی الجاهلیة فسألت النبی ﷺ بعد ما اسلمتُ فامرنی ان اوفی بنذری۔

(۲۱) مسلم ج ۲ کتاب النذر☆ بخاری ج ۲ کتاب الایمان والنذور، باب من مات و علیه نذر۔ بخاری میں فاقضه عنها کی جگه فافتاه ان یقضیه عنها ھے اور آخر میں فکانت سنة بعد۔ بھی مروی ھے۔☆ ترمذی ج ۲ ابواب النذور والایمان، باب قضاء النذر عن المیت۔ هذا حدیث حسن صحیح۔ عن ابن عباس۔☆نسائی ج ۷ کتاب الایمان والنذور، باب من مات و علیه نذر۔☆ ابن ماجه کتاب الکفارات، باب ۱۹ من مات و علیه نذر۔☆ مؤطا امام مالك ج ۱ کتاب النذور والایمان، باب ما یجب من النذور فی المشی☆ السنن الکبریٰ ج ۱۰ کتاب النذور، باب من مات و علیه نذر۔ عن ابن عباس۔

(۲۲) ابو داؤد ج ۳ کتاب الایمان والنذور۔ باب فی قضاء النذر عن المیت☆ نسائی ج ۷ کتاب الایمان والنذور، باب من نذر ان یصوم ثم مات قبل ان یصوم۔ عن ابن عباس۔☆ السنن الکبریٰ للبیهقی ج ۱۰ کتاب النذور باب من مات و علیه نذر۔ عن ابن عباس۔

(۲۳) ابو داؤد ج ۳ کتاب الایمان والنذور، باب فی قضاء النذر عن المیت۔

(۲٤) ابو داؤد ج ۳ کتاب الایمان والنذور، باب من رای علیه کفارة اذا کان فی معصیة۔☆ ترمذی ج اول ابواب النذور والایمان۔ باب ماجاء عن رسول اللّٰه ﷺ ان لا نذر فی معصیة۔ترمذی نے اس سند پر کلام کیا ھے۔☆ نسائی ج ۷ کتاب الایمان والنذور، باب کفارة النذر۔

و هذا حدیث لا یصح، لان الزهری لم یسمع هذا الحدیث من ابی سلمة عن عائشة عن النبی ﷺ قال محمد: والحدیث هو هذا:

حدثنا ابو اسماعیل محمد بن اسماعیل بن یوسف الترمذی ثنا ایوب بن سلیمان بن بلال، ثنی ابو بکر بن ابی اویس، عن سلیمان بن بلال، عن موسی بن عقبة، و عبد اللّٰه بن ابی عتیق، عن الزهری، عن سلیمان بن ارقم، عن یحی بن ابی کثیر، عن ابی سلمة، عن عائشة، ان النبی ﷺ قال: لا نذر فی معصیة و کفارته، کفارة یمین۔ هذا

حدیث غریب، و ھو اصح من حدیث ابی صفوان عن یونس، و قال قوم من اھل العلم من اصحاب النبی ﷺ وغیرھم لا نذر فی معصیة اللّٰه، و کفارته، کفارة یمین، و ھو قول احمد و اسحاق، واحتجا بحدیث الزھری عن ابی سلمة عن عائشة، و قال بعض اھل العلم من اصحاب النبی ﷺ وغیرھم لا نذر فی معصیة ولا کفارة فی ذالک و ھو قول مالک والشافعی۔

☆ابن ماجه کتاب الکفارات، باب ۱٦ النذر فی المعصیة۔ عن عائشة☆ مسند احمد ج٦ص ۲٤۷ عن عائشة☆ السنن الکبریٰ للبیھقی ج ۱۰ کتاب الایمان، باب من جعل فیه کفارة یمین۔ عن عائشة۔

(۲۵) ابو داؤد ج۳ کتاب الایمان والنذور، باب من رای علیه کفارة اذا کان معصیة☆ نسائی ج ۷ کتاب الایمان والنذور باب اذا حلفت المرأة لتمشی حافیة غیر مختمرة۔ عن عقبة بن عامر۔☆ ترمذی ج ۱ ابواب النذور والایمان، باب... عن عقبه بن عامر۔☆ مسلم ج ۲ کتاب النذور، باب... مسلم نے غیر مختمرة اور ولتصم ثلاثة ایام روایت نہیں کیا۔☆ ابن ماجه کتاب الکفارات، باب ۲۰۔ من نذر ان یحج ماشیا عن عقبة بن عامر۔ ☆سنن دارمی ج ۲ کتاب النذور والایمان۔ باب فی کفارة النذر۔ عن عقبه بن عامر الجھنی۔☆السنن الکبریٰ للبیھقی ج ۱۰ کتاب النذور باب الھدی فیما رکب۔ عن عقبه بن عامر۔

(۲٦) ابو داؤد ج۳ کتاب الایمان والنذور۔ باب من رای علیه کفارة اذا کان فی معصیة☆ السنن الکبریٰ للبیھقی ج ۱۰ کتاب النذور۔ باب الھدی فیما رکب۔ عن ابن عباس۔ تفرد به شریک القاضی۔

(۲۷) ابو داؤد ج۳ کتاب الایمان والنذور، باب من نذر نذرا لا یطیقه قال ابو داؤد: روی ھذا الحدیث وکیع وغیره عن عبد اللّٰه ابن سعید (بن ابی الھند) اوقفوه علی ابن عباس۔☆ ابن ماجه کتاب الکفارات باب ۱۷۔ من نذر نذراً ولم یسمه۔ عن ابن عباس۔☆ السنن الکبریٰ للبیھقی ج ۱۰ کتاب الایمان، باب من قال علی نذر ولم یسم شیئا۔ بیھقی نے و من نذر نذراً اطاقه فلیف به ذکر نہیں کیا۔

(۲۸) مسلم ج ۲ کتاب الایمان والنذور، باب من حلف یمینا فرای غیرھا خیرا منھا ان یأتی الذی ھو خیر و یکفر عن یمینه۔☆ ترمذی ج ۱ ابواب النذور والایمان باب فی الکفارة قبل الحنث حضرت ابوھریره سے مروی ایک روایت میں عن یمینه کے بعد ولیفعل الذی ھو خیر کے الفاظ بھی ھیں۔☆موطا امام مالک ج ۱ کتاب النذور والایمان، باب ما تجب فیه الکفارة من الایمان عن ابی ھریرة۔☆ نسائی ج ۷ کتاب الایمان والنذور باب الکفارة بعد الحنث۔ عن عدی بن حاتم۔ نسائی نے عدی بن حاتم سے مروی ایک اور روایت میں جو ص ۱۱ پر ھے، میں فلیدع یمینه ولیات الذی ھو خیر ولیکفرھا نقل کیا ھے اور ایک روایت میں ولیترک یمینه اور ص ۱۰ پر عمرو بن شعیب عن ابیه، عن جده سے مروی روایت میں فیکفر عن یمینه ولیات الذی ھو خیر اور ایک روایت میں ولینظر الذی ھو خیر فلیاته بھی ھے۔☆ابن ماجه کتاب الکفارات، باب من حلف علی یمین فرای غیرھا خیراً منھا۔ عن عدی بن حاتم☆السنن الکبریٰ للبیھقی ج ۱۰ کتاب الایمان، باب الکفارة قبل الحنث۔ اور ص ۵۱ پر ابو ھریرہؓ کی روایت بھی ھے جسے مسلم نے بیان کیا ھے۔ مسلم والی دوسری روایات بھی مذکور ھیں۔ اور حضرت عدی بن حاتم کی روایت بھی ھے۔☆ سنن دارمی ج ۲ کتاب النذور والایمان۔ باب من حلف علی یمین فرای غیرھا خیرًا منھا۔ عن عدی بن حاتم۔☆ مسند احمد ج ٤ ص ۲۵٦ عدی بن حاتم۔

(۲۹) احکام القرآن للجصاص ج ۳ السورۃ النور: (ولا یأتل اولوا الفضل منکم والسعة ان یؤتوا اولی القربٰی)
☆السنن الکبریٰ للبیہقی نے ج ۱۰ حضرت ابوہریرہؓ سے ایک روایت مندرجہ ذیل الفاظ سے نقل کی ہے:
اخبرنا ابو بکر بن الحارث الاصبھانی، انبأ ابو محمد ابن حیان، ثنا حامد بن شعیب، ثنا سریج، ثنا ھشیم عن یحی ابن عبید اللّٰہ، عن ابیہ، عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ عنہ عن النبی ﷺ قال: من حلف علی یمین فرای غیرھا خیرا منھا، فاتی الذی ھو خیر فھو کفارتہ۔

(۳۰) ابو داؤد ج ۳ کتاب الایمان والنذور باب الیمین فی قطیعة الرحم۔☆ابن ماجہ کتاب الکفارات، باب من قال کفارتھا ترکھا۔ عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ۔☆ مسند احمد ج ۲ ص ۲۱۲ عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ۔☆ السنن الکبریٰ ج ۱۰ کتاب الایمان باب شبھة من زعم ان لا کفارۃ فی الیمین اذا کان حنثھا طاعة۔

(۳۱) بخاری ج ۲ کتاب الایمان والنذور، باب کفارات الایمان، و قول اللّٰہ: فکفارتہ اطعام عشرۃ مساکین، وما امر النبی ﷺ حین نزلت ففدیة من صیام او صدقة او نسک، و یذکر عن ابن عباس و عطاء و عکرمة۔ ماکان فی القران او فصاحبہ بالخیار و قد خیر النبی ﷺ کعبا فی الفدیة☆ ترمذی ج ۲ تفسیر سورۃ البقرہ۔ زیر آیت (فمن کان منکم مریضا او بہ اذی) الایة۔

كتاب الأداب

فصل:۱

اجتماعی زندگی کے اصول و آداب

احسان جتلانے والے اللہ کی نظر میں

۱۔ ''اللہ تعالیٰ اس شخص کو قیامت کے روز شرف ہم کلامی اور نظر عنایت سے محروم رکھے گا، جو اپنے عطیے پر احسان جتاتا ہو۔''

تخریج: حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ، وَ مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى، وَابْنُ بَشَّارٍ، قَالُوْا: نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ عَلِیِّ بْنِ مُدْرِكٍ، عَنْ اَبِیْ زُرْعَةَ، عَنْ خَرَشَةَ بْنِ الْحُرِّ، عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ، عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ، وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ، قَالَ: فَقَرَأَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، قَالَ: اَبُوْ ذَرٍّ: خَابُوْا وَ خَسِرُوْا مَنْ هُمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: اَلْمُسْبِلُ وَالْمَنَّانُ وَالْمُنَفِّقُ سِلْعَتَهٗ بِالْحَلِفِ الْكَاذِبِ۔

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے نبی ﷺ کے حوالے سے بیان کیا کہ آپ نے فرمایا تین (آدمی) ایسے ہیں جن سے قیامت کے روز اللہ تعالیٰ شرف ہم کلامی نہیں فرمائے گا، اور نہ ہی ان کی جانب نظر رحمت سے دیکھے گا اور نہ ان کا تزکیہ فرمائے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے تین بار ارشاد فرمایا۔ ارشاد نبوی ﷺ سن کر ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا نامراد ہو گئے اور خسارے میں پڑ گئے۔ یا رسول اللہ ﷺ یہ کون لوگ ہیں۔؟ ارشاد ہوا ازار لٹکانے والا (ٹخنوں سے نیچے ازار لٹکانے والا) اپنے عطیہ پر احسان جتانے والا اور اپنے سودے کو جھوٹی قسم کھا کر منڈی و بازار میں چالو کرنے والا۔

انہی سے مروی ایک اور روایت میں ہے:

ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، اَلْمَنَّانُ الَّذِیْ لَا يُعْطِیْ شَيْئًا اِلَّا مَنَّهٗ، وَالْمُنَفِّقُ سِلْعَتَهٗ بِالْحَلِفِ الْفَاجِرِ وَالْمُسْبِلُ اِزَارَهٗ۔ (۱)

تشریح: اللہ تعالیٰ چوں کہ خود بردبار ہے، اس لیے اسے پسند بھی وہی لوگ ہیں جو چھچھورے اور کم ظرف نہ ہوں بلکہ فراخ حوصلہ اور بردبار ہوں۔ جو خدا تم پر زندگی کے اسباب و وسائل کا بے حساب فیضان کر رہا ہے اور تمہارے قصوروں کے باوجود تمہیں بار بار بخشتا ہے، وہ ایسے لوگوں کو کیوں کر پسند کر سکتا ہے جو کسی غریب کو ایک روٹی کھلا دیں تو احسان جتا جتا کر اس کی عزت نفس کو خاک میں ملا دیں۔ (تفہیم القرآن ج ۱، البقرۃ حاشیہ: ۳۰۲)

ظالم یا مظلوم بھائی کی مدد

۲- اُنصُرْ اَخاکَ ظَالِماً اَوْ مَظْلُوماً۔

''اپنے بھائی کی مدد کر خواہ ظالم ہو یا مظلوم۔''

تخریج: ﴿۱﴾ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا مُعتَمِرٌ عَنْ حُمَیْدٍ، عَنْ اَنَسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: اُنْصُرْ اَخَاکَ ظَالِمًا اَوْ مَظْلُوْمًا، قَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ھٰذَا نَنْصُرُہٗ مَظْلُوْمًا، فَکَیْفَ نَنْصُرُہٗ ظَالِمًا؟ قَالَ: تَاْخُذُ فَوْقَ یَدَیْہِ۔(۲)

﴿۲﴾ عَنْ اَنَسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اُنْصُرْ اَخَاکَ ظَالِمًا اَوْ مَظْلُوْمًا، فَقَالَ رَجُلٌ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَنْصُرُہٗ اِذَا کَانَ مَظْلُوْمًا اَفَرَأَیْتَ اِذَا کَانَ ظُلْمًا کَیْفَ اَنْصُرُہٗ؟ قَالَ: تَحْجُزُہٗ اَوْ تَمْنَعُہٗ مِنَ الظُّلْمِ فَاِنَّ ذٰلِکَ نَصْرُہٗ۔(۳)

تشریح: سننے والے کو حیرت ہوئی کہ مظلوم کی حمایت تو برحق، مگر یہ ظالم کی اعانت کیسی؟ پوچھا یا رسول اللہؐ، ہم مظلوم کی اعانت تو ضرور کریں گے لیکن ظالم کی اعانت کس طرح کریں؟ آپؐ نے فرمایا **تاخذ فوق یدیہ** اس طرح کہ تو اس کا ہاتھ پکڑ لے اور اسے ظلم سے باز رکھے۔ پس درحقیقت ظالم کے ظلم کو روکنے میں اس کے ساتھ جو سختی بھی کی جائے وہ سختی نہیں ہے بلکہ عین نرمی ہے اور خود اس ظالم کی بھی مدد ہی ہے۔ (الجہاد فی الاسلام، اسلامی جہاد کی حقیقت)

ظلم وسرکشی کا انسداد

۳- مَنِ اقْتَطَعَ شِبْرًا مِنْ اَرْضٍ ظُلْمًا طَوَّقَہُ اللّٰہُ اِیَّاہُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ مِنْ سَبْعِ اَرْضِیْنَ۔ (مسلم)

''جس کسی نے ایک بالشت بھر زمین بھی ظلم سے حاصل کی اللہ اس کے گلے میں قیامت کے دن اس جیسی سات زمینوں کا طوق لٹکائے گا۔''

تخریج: حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ اَیُّوْبَ، وَ قُتَیْبَۃُ بْنُ سَعِیْدٍ وَ عَلِیُّ بْنُ حُجْرٍ، قَالُوْا: نَا اِسْمَاعِیْلُ وَ ھُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ، عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عَبَّاسِ بْنِ سَھْلِ بْنِ سَعْدِ السَّاعِدِیِّ، عَنْ سَعِیْدِ بْنِ زَیْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَیْلٍ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ: مَنِ اقْتَطَعَ شِبْرًا مِنَ الْاَرْضِ ظُلْمًا طَوَّقَہُ اللّٰہُ اِیَّاہُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ مِنْ سَبْعِ اَرْضِیْنَ۔(۴)

۴- اِنَّ ھٰذَا الْمَالَ حُلْوَۃٌ مَنْ اَخَذَہٗ بِحَقِّہٖ وَ وَضَعَہٗ فِیْ حَقِّہٖ فَنِعْمَ الْمَعُوْنَۃِ ھُوَ۔ وَ مَنْ اَخَذَہٗ بِغَیْرِ حَقِّہٖ کَانَ کَالَّذِیْ یَاْکُلُ وَلَا یَشْبَعُ۔

’’یہ مال و دولت ایک لذیذ چیز ہے۔ جس کسی نے اسے حق کے ساتھ حاصل کیا اور حق کی جگہ خرچ کیا اس کے لیے تو وہ بہترین توشہ ہے۔ مگر جس نے اسے بغیر حق کے حاصل کیا تو وہ اس شخص کی طرح ہے جو کھائے مگر سیر نہ ہو سکے۔‘‘

تخریج: حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيلُ، قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ اَبِي سَعِيدٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: اِنَّ اَكْبَرَ مَا اَخَافُ عَلَيْكُمْ مَا يُخْرِجُ اللّٰهُ لَكُمْ مِنْ بَرَكَاتِ الْاَرْضِ قِيلَ مَا بَرَكَاتُ الْاَرْضِ؟ قَالَ: زَهْرَةُ الدُّنْيَا فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: هَلْ يَأْتِي الْخَيْرُ بِالشَّرِّ؟ فَصَمَتَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم حَتّٰى ظَنَنَّا اَنَّهُ يُنْزَلُ عَلَيْهِ، ثُمَّ جَعَلَ يَمْسَحُ عَنْ جَبِينِهِ قَالَ: اَيْنَ السَّائِلُ؟ قَالَ: اَنَا، قَالَ اَبُو سَعِيدٍ: لَقَدْ حَمِدْنَاهُ حِينَ طَلَعَ ذٰلِكَ قَالَ: لَا يَأْتِي الْخَيْرُ اِلَّا بِالْخَيْرِ، اِنَّ هٰذَا الْمَالَ خَضِرَةٌ حُلْوَةٌ وَ اِنْ كُلَّ مَا اَنْبَتَ الرَّبِيعُ يَقْتُلُ حَبَطًا اَوْ يُلِمُّ اِلَّا اٰكِلَةَ الْخَضِرَةِ تَاْكُلُ حَتّٰى اِذَا امْتَدَّتْ خَاصِرَتَاهَا، اسْتَقْبَلَتِ الشَّمْسَ، فَاجْتَرَّتْ وَ ثَلَطَتْ، وَ بَالَتْ ثُمَّ عَادَتْ، فَاَكَلَتْ وَ اِنَّ هٰذَا الْمَالَ حُلْوَةٌ مَنْ اَخَذَهُ بِحَقِّهِ وَ وَضَعَهُ فِي حَقِّهِ فَنِعْمَ الْمَعُونَةُ هُوَ، وَ مَنْ اَخَذَهُ بِغَيْرِ حَقِّهِ كَانَ كَالَّذِي يَاْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ۔ (۵)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے سب سے بڑی چیز جس کا مجھے تمہارے بارے میں اندیشہ ہے وہ زمین کی برکات ہیں۔ کسی نے پوچھا۔ زمینی برکتوں سے کیا مراد ہے؟ (زمین کی برکتیں کیا ہیں) آپؐ نے فرمایا دنیا کی زیبائش و زینت۔ ایک شخص نے پوچھا کیا خیر سے شر پیدا ہوتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے کہ ہم نے گمان کیا کہ آپ پر وحی کا نزول ہو رہا ہے تھوڑی دیر بعد آپؐ نے اپنی پیشانی سے پسینہ صاف کرنا شروع کیا اور فرمایا سائل کہاں ہے؟ وہ بولا میں حاضر ہوں ابوسعیدؓ کا بیان ہے جب اس کا جواب سامنے آیا تو ہم نے اس کا شکریہ ادا کیا (کہ اس شخص کے دریافت کرنے کی وجہ سے مسئلہ کی نوعیت واضح ہو گئی) آپؐ نے جواب میں فرمایا خیر سے تو خیر ہی پیدا ہوتا ہے۔ یہ مال تو سرسبز و شاداب اور شیریں گھاس کی مانند ہے موسم بہار میں ہر چیز کثرت سے کھانے سے جانور ہلاک ہو جاتا ہے یا پھر قریب الہلاکت ہو جاتا ہے۔ البتہ جو جانور خوب پیٹ بھر کر سیر ہو اور اس کی کوکھیں اوپر ابھر آئیں پھر وہ آفتاب کی دھوپ میں لیٹ کر جگالی کرے۔ لید اور پیشاب کرے پھر اگر گھاس چرے تو ایسا جانور آرام و سکون میں رہتا ہے۔ اور یہ مال و دولت تو شیریں و لذیذ ہے جس کسی نے اسے حق کے ساتھ حاصل کیا اور حق کی جگہ خرچ کیا اس کے لیے تو وہ بہترین توشہ ہے مگر جس نے اسے بغیر حق کے حاصل کیا تو وہ اس شخص کی طرح ہے جو کھائے مگر سیر نہ ہو۔

تشریح: اسلام نے حکومت و اقتدار کی ان تمام لذتوں کو حرام قرار دیا ہے جن کے لالچ میں انسان ان کے حصول کی کوشش کرتا ہے۔ اسلام کا حکمران نہ تو رعیت کے عام افراد سے ممتاز کوئی بالاتر ہستی ہے نہ وہ عظمت و رفعت کے تخت پر بیٹھ سکتا ہے، نہ وہ اپنے آگے کسی سے گردن جھکوا سکتا ہے، نہ قانون حق کے خلاف ایک پتہ ہلا سکتا ہے، نہ اسے یہ اختیار حاصل ہے کہ اپنے کسی عزیز یا دوست کو یا خود اپنی ذات کو کسی ادنیٰ سے ادنیٰ ہستی کے جائز مطالبہ سے بچا سکے، نہ وہ حق کے خلاف ایک حبہ لے سکتا ہے نہ ایک چپہ بھر زمین پر قبضہ کر سکتا ہے، اس پر ہر وقت یہ خوف غالب رہتا ہے کہ اس کے اعمال کا سخت حساب لیا جائے

گا اور اگر حرام کا ایک پیسہ، جبر سے لی ہوئی زمین کا ایک چپہ، تکبر و فرعونیت کا ایک شمہ، ظلم و بے انصافی کا ایک ذرہ اور ہوائے نفسانی کی بندگی کا ایک شائبہ بھی اس کے حساب میں نکل آیا تو اسے سخت سزا بھگتنی پڑے گی۔

(الجہاد فی الاسلام، مصلحانہ جنگ ''اسلام اور جہانگیریت'')

تعلق باللہ

۵- خَشْيَةُ اللّٰهِ فِي السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ۔

''کھلے اور چھپے ہر کام میں اللہ کا خوف محسوس کرنا۔''

تخریج: عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اَمَرَنِيْ رَبِّيْ بِتِسْعٍ: خَشْيَةِ اللّٰهِ فِي السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ، وَ كَلِمَةِ الْعَدْلِ فِي الْغَضَبِ وَالرِّضَا، وَالْقَصْدِ فِي الْفَقْرِ وَالْغِنٰى، وَ اَنْ اَصِلَ مَنْ قَطَعَنِيْ، وَاُعْطِيَ مَنْ حَرَمَنِيْ وَاَعْفُوَ مِمَّنْ ظَلَمَنِيْ وَ اَنْ يَّكُوْنَ صَمْتِيْ فِكْرًا وَ نُطْقِيْ ذِكْرًا وَ نَظْرِيْ عِبْرَةً وَاٰمُرَ بِالْعُرْفِ وَ قِيْلَ بِالْمَعْرُوْفِ۔ (٦)

٦- اَنْ تَكُوْنَ بِمَا فِيْ يَدَيِ اللّٰهِ اَوْثَقَ بِمَا فِيْ يَدَيْكَ۔

''اپنے ذرائع و وسائل کی بہ نسبت تیرا بھروسہ اللہ کی قدرت پر زیادہ ہو۔''

تخریج: حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ، ثَنَا عَمْرُو بْنُ وَاقِدٍ الْقُرَشِيُّ ثَنَا يُوْنُسُ بْنُ مَيْسَرَةَ بْنِ حَلْبَسٍ، عَنْ اَبِيْ اِدْرِيْسَ الْخَوْلَانِيِّ، عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ الْغِفَارِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لَيْسَ الزَّهَادَةُ فِي الدُّنْيَا بِتَحْرِيْمِ الْحَلَالِ، وَلَا فِيْ اِضَاعَةِ الْمَالِ، وَ لٰكِنِ الزَّهَادَةُ فِي الدُّنْيَا اَنْ لَا تَكُوْنَ بِمَا فِيْ يَدَيْكَ اَوْثَقَ مِنْكَ بِمَا فِيْ يَدِ اللّٰهِ وَ اَنْ تَكُوْنَ فِيْ ثَوَابِ الْمُصِيْبَةِ اِذَا اُصِبْتَ بِهَا، اَرْغَبَ مِنْكَ فِيْهَا، لَوْ اَنَّهَا اُبْقِيَتْ لَكَ۔ (٧)

ترجمہ: حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دنیا کا زہد حلال چیز کو اپنے اوپر حرام قرار دے لینے کا نام نہیں ہے اور نہ اپنا مال برباد کر دینے کا نام ہے۔ بلکہ زہد و درویشی تو یہ ہے کہ آدمی کے قبضہ میں جو مال ہے اس پر اتنا بھروسہ نہ ہو جتنا بھروسہ اس مال پر ہو جو قبضۂ الٰہی میں ہے۔ (اللہ پر مکمل بھروسہ و توکل ہو) اور دنیا میں جو رنج و مصیبت پہنچے اس سے زیادہ خوش ہو بہ نسبت اس مصیبت کے جو آئے تو دنیا میں مگر اٹھا رکھی جائے آخرت کے لیے۔ (ہشام کا قول ہے کہ ابوادریس خولانی کی رائے اس حدیث کے متعلق یہ ہے کہ یہ حدیث دوسری احادیث میں ایسی ہے جیسے کندن سونے میں (یعنی نہایت عمدہ حدیث ہے اگرچہ سب احادیث عمدہ ہیں)

٧- مَنِ الْتَمَسَ رِضَى اللّٰهِ بِسَخَطِ النَّاسِ۔

''آدمی اللہ کو راضی کرنے کے لیے لوگوں کو ناراض کر لے۔''

تخریج: حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنَ نَصْرٍ، نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ عَبْدِ الْوَهَّابِ بْنِ الْوَرْدِ، عَنْ رَجُلٍ مِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ قَالَ: كَتَبَ مُعَاوِيَةُ اِلٰى عَائِشَةَ اَنْ اُكْتُبِىْ اِلَىَّ كِتَابًا تُوْصِيْنِىْ فِيْهِ، وَلَا تُكْثِرِىْ عَلَىَّ قَالَ: فَكَتَبَتْ عَائِشَةُ اِلٰى مُعَاوِيَةَ: سَلَامٌ عَلَيْكَ! اَمَّا بَعْدُ! فَاِنِّىْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: مَنِ الْتَمَسَ رِضَاءَ اللّٰهِ بِسَخَطِ النَّاسِ كَفَاهُ اللّٰهُ مُؤْنَةَ النَّاسِ وَ مَنِ الْتَمَسَ رِضَاءَ النَّاسِ بِسَخَطِ اللّٰهِ وَكَّلَهُ اللّٰهُ اِلَى النَّاسِ، وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ۔ (۸)

ترجمہ: مدینہ کے ایک شخص سے مروی ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو لکھ بھیجا کہ مجھے ایک خط تحریر فرمائیں جس میں مجھے کچھ نصیحت فرمائیں مگر زیادہ نصائح نہ ہوں (صرف جامع قسم کی نصیحت لکھ بھیجیں) راوی کا بیان ہے کہ حضرت عائشہؓ نے امیر معاویہؓ کو لکھ بھیجا۔ سلام علیک (آپ پر سلامتی ہو) اما بعد میں نے (خود) رسول اللہ ﷺ کو بیان فرماتے سنا ہے جو شخص لوگوں کی ناراضی کے بدلہ اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کا طلب گار ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ لوگوں کی ایذا رسانی سے کافی ہو جاتا ہے اور جو شخص اللہ کی ناراضی کے عوض لوگوں کی خوشی کا خواست گار ہوگا ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ لوگوں کے رحم و کرم کے سپرد کر دیتا ہے۔ والسلام علیک۔

تشریح: اور اس کے بالکل برعکس حالت یہ ہے کہ آدمی لوگوں کو راضی کرنے کے لیے اللہ کی ناراضی مول لے۔ مَنِ الْتَمَسَ رِضَى اللّٰهِ بِسَخَطِ النَّاسِ۔ پھر جب یہ تعلق بڑھتے بڑھتے اس حد کو پہنچ جائے کہ آدمی کی محبت اور دشمنی اور اس کا دینا اور روکنا جو کچھ بھی ہو اللہ کے لیے اور اللہ ہی کی خاطر ہو، اور نفسانی رغبت و نفرت کی لاگ اس کے ساتھ لگی نہ رہے، تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اس نے تعلق باللہ کی تکمیل کر لی۔ مَنْ اَحَبَّ لِلّٰهِ وَ اَبْغَضَ لِلّٰهِ وَ اَعْطٰى لِلّٰهِ وَ مَنَعَ لِلّٰهِ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ الْاِيْمَانَ۔ (اہم ہدایتیں، تعلق باللہ کے معنی)

ایفائے عہد کی تاکید

۸- اِنَّ الْغَادِرَ يُنْصَبُ لَهٗ لِوَاءٌ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَيُقَالُ اِنَّهٗ غَدْرَةُ فُلَانٍ۔ (ابو داؤد)

"معاہدہ توڑنے والے کے لیے قیامت کے دن ایک جھنڈا گاڑا جائے گا کہ یہ پیمان شکنی کا نشان فلاں شخص کا ہے۔"

وَ فِىْ رِوَايَةٍ لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ يَرْكُزُ عِنْدَ بَابِ اِسْتِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُعْرَفُ بِهٖ غَدْرُهٗ۔

"ایک دوسری روایت ہے کہ پیمان شکن کے مقام مخصوص پر نشان گاڑا جائے گا۔ اور اسی سے وہ قیامت کے روز پہچانا جائے گا۔"

تخریج: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِىُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: اِنَّ الْغَادِرَ يُنْصَبُ لَهٗ لِوَاءٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُقَالُ: هٰذِهٖ غَدْرَةُ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ۔ (۹)

۹- جب لشکر کو رخصت فرماتے تو امراء جیوش کو حضور ﷺ یہ وصیت فرماتے:

لَا تَغُلُّوْا وَلَا تَغْدِرُوْا۔

”دیکھنا کسی کے ساتھ خیانت نہ کرنا اور معاہدہ نہ توڑنا۔“

تخریج: حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِی شَيْبَةَ، قَالَ: نَا وَكِيْعُ بْنُ الْجَرَّاحِ عَنْ سُفْيَانَ ح قَالَ وَ حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ، قَالَ: نَا يَحْيَى بْنُ اٰدَمَ، قَالَ: اَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: اَمْلَاهُ عَلَيْنَا اِمْلَاءً ح قَالَا! حَدَّثَنِی عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ هَاشِمٍ وَاللَّفْظُ لَهٗ قَالَ! ثَنِیْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ يَعْنِی ابْنُ مَهْدِیّ قَالَ: نَا سُفْيَانُ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ اَبِيْهِ، قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا اَمَّرَ اَمِيْرًا عَلٰى جَيْشٍ اَوْ سَرِيَّةٍ اَوْصَاهُ فِیْ خَاصَّتِهٖ بِتَقْوَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَ مَنْ مَّعَهٗ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ خَيْرًا ثُمَّ قَالَ: اُغْزُوْا بِسْمِ اللّٰهِ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، قَاتِلُوْا مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ اُغْزُوْا فَلَا تَغُلُّوْا وَلَا تَغْدِرُوْا۔الخ۔ (۱۰)

تشریح: یہی وجہ ہے کہ علمائے اسلام نے ”نقض عہد“ کی اجماعی حرمت کا فتویٰ دیا ہے۔ابن ہمام فرماتے ہیں:

اَلْغِدْرُ حَرَامٌ بِالْاِجْمَاعِ۔ (فتح القدیر، ج ۵) ”عہد شکنی (غدر) کے متعلق اجماع ہے کہ وہ حرام ہے۔“

(سود: غیر اسلامی حکومتوں میں...)

انسان کی اصل خوبی

۱۰- ”قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، اگر تم لوگوں نے گناہ نہ کیا تو تم لوگوں کو اللہ تعالیٰ اٹھالے گا اور ایک دوسری قوم لے آئے گا جو گناہ کرے گی اور مغفرت چاہے گی پس اللہ اس کو بخش دے گا۔“

تخریج:﴿ا﴾ حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، اَنَا مَعْمَرٌ عَنْ جَعْفَرِ الْجَزَرِیِّ، عَنْ يَزِيْدَ بْنِ الْاَصَمِّ، عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ لَوْلَمْ تُذْنِبُوْا لَذَهَبَ اللّٰهُ بِكُمْ، وَ لَجَآءَ بِقَوْمٍ يُذْنِبُوْنَ فَيَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ، فَيَغْفِرُلَهُمْ۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی روایت:

عَنْ اَبِیْ اَيُّوْبَ الْاَنْصَارِیِّ، عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَنَّهٗ قَالَ: لَوْ اَنَّكُمْ لَمْ تَكُنْ لَكُمْ ذُنُوْبٌ يَغْفِرُهَا اللّٰهُ لَكُمْ لَجَاءَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ لَّهُمْ ذُنُوْبٌ يَغْفِرُهَا لَكُمْ۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ایک دوسری روایت میں ہے:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: لَوْلَا اَنَّكُمْ تُذْنِبُوْنَ لَخَلَقَ اللّٰهُ خَلْقًا يُذْنِبُوْنَ يَغْفِرُ لَهُمْ۔ (۱۱)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے مروی ایک روایت:

﴿۲﴾ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ: اُنْزِلَتْ اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا، وَ اَبُوْ بَكْرِ الصِّدِّيْقِ قَاعِدٌ فَبَكٰى، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَسَلَّمَ: مَا يُبْكِيْكَ يَا اَبَا بَكْرٍ؟ قَالَ: يُبْكِيْنِيْ هٰذِهِ السُّوْرَةُ فَقَالَ: لَوْلَا اَنَّكُمْ تُخْطِئُوْنَ وَ تُذْنِبُوْنَ فَيَغْفِرُ لَكُمْ لَخَلَقَ اللّٰهُ قَوْمًا يُخْطِئُوْنَ وَ يُذْنِبُوْنَ فَيَغْفِرُ لَهُمْ۔ (۱۲)

تشریح: (مندرجہ بالا) حدیث مسلم، ترمذی اور مسند احمد میں متعدد طریقوں سے منقول ہوئی ہے۔ اور روایت کے اعتبار سے اس پر کوئی وزنی اعتراض نہیں ہوسکتا۔ رہا اس کا مضمون، تو اس موضوع سے متعلق جو دوسری احادیث وارد ہوئی ہیں ان سب کے ساتھ ملا کر اسے پڑھا جائے تو اس کا یہ مطلب نہیں نکلتا کہ آدمی کو جان جان کر گناہ کرنا چاہیے اور پھر توبہ کر لینی چاہیے۔ بلکہ اس کا صحیح مطلب یہ ہے کہ انسان جب تک انسان ہے بالکل بے خطا اور بے گناہ نہیں ہوسکتا۔ انسان کی اصل خوبی یہ نہیں ہے کہ اس سے کبھی گناہ سرزد ہی نہ ہو، بلکہ اس کی اصل خوبی یہ ہے کہ جب بھی اس سے گناہ سرزد ہو جائے وہ نادم ہو اور اپنے خدا سے معافی مانگے۔ اس مضمون کو ذہن نشین کرنے کے لیے حضورؐ نے فرمایا کہ اگر اللہ کو بے گناہ مخلوق ہی پیدا کرنی ہوتی تو انسانوں کے بجائے کوئی اور مخلوق پیدا کرتا۔ انسان کو تو خدا نے نیکی اور گناہ دونوں کی صلاحیت و استعداد کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ اور اس نوعیت کی مخلوق سے بے گناہی مطلوب نہیں ہوسکتی۔ اس کے لیے تو بڑے سے بڑا مقام یہی ہوسکتا ہے کہ بتقاضائے بشریت جب بھی اس سے قصور سرزد ہو، اس پر اصرار نہ کرے بلکہ نادم ہو کر استغفار کرے۔

(رسائل و مسائل حصہ سوم: احادیث کی تاویل کا صحیح طریقہ)

شاکر و صابر بندے کی پہچان

۱۱- مَنْ نَظَرَ فِیْ دِیْنِهٖ اِلٰی مَنْ هُوَ فَوْقَهٗ، فَاقْتَدٰی بِهٖ وَ نَظَرَ فِیْ دُنْیَاهُ اِلٰی مَنْ هُوَ دُوْنَهٗ، فَحَمِدَ اللّٰهَ عَلٰی مَا فَضَّلَهُ اللّٰهُ عَلَیْهِ، کَتَبَهُ اللّٰهُ شَاکِرًا صَابِرًا وَ مَنْ نَظَرَ فِیْ دِیْنِهٖ اِلٰی مَنْ هُوَ دُوْنَهٗ وَ نَظَرَ فِیْ دُنْیَاهُ اِلٰی مَنْ هُوَ فَوْقَهٗ فَاَسِفَ عَلٰی مَا فَاتَهٗ مِنْهُ لَمْ یَکْتُبْهُ اللّٰهُ شَاکِرًا وَلَا صَابِرًا۔

”جس نے اپنے دین کے معاملے میں اپنے سے اوپر والے کو دیکھا اور اس کی پیروی میں آگے بڑھا، اور اپنی دنیا کے معاملے میں اپنے سے کمتر کو دیکھا اور اللہ کے دیئے ہوئے فضل پر اس کا شکر ادا کیا، وہ اللہ کے ہاں شاکر اور صابر لکھا گیا۔ بخلاف اس کے جس نے اپنے دین کے معاملے میں اپنے سے کم تر کو اور دنیا کے معاملے میں اپنے سے اونچے کو دیکھا اور دنیا پانے میں جو کمی رہ گئی اس پر حسرت و اندوہ میں مبتلا ہوا وہ اللہ کے ہاں نہ شاکر لکھا گیا نہ صابر۔“

تخریج: حَدَّثَنَا سُوَیْدٌ، نَا عَبْدُ اللّٰهِ عَنِ الْمُثَنّٰی بْنِ الصَّبَّاحِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ عَنْ جَدِّهٖ عَبْدَ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ: خَصْلَتَانِ مَنْ کَانَتَا فِیْهِ

كَتَبَهُ اللّٰهُ شَاكِرًا صَابِرًا، وَ مَنْ لَمْ تَكُوْنَا فِيهِ لَمْ يَكْتُبْهُ اللّٰهُ شَاكِرًا وَلَا صَابِرًا، مَنْ نَظَرَ فِي دِيْنِهِ اِلٰى مَنْ هُوَ فَوْقَهُ فَاقْتَدٰى بِهِ، وَ مَنْ نَظَرَ فِي دُنْيَاهُ اِلٰى مَنْ هُوَ دُوْنَهُ فَحَمِدَ اللّٰهَ عَلٰى مَا فَضَّلَهُ بِهٖ عَلَيْهِ كَتَبَهُ اللّٰهُ شَاكِرًا صَابِرًا، وَ مَنْ نَظَرَ فِي دِيْنِهِ اِلٰى مَنْ هُوَ دُوْنَهُ وَ نَظَرَ فِي دُنْيَاهُ اِلٰى مَنْ هُوَ فَوْقَهُ فَاَسِفَ عَلٰى مَافَاتَهُ مِنْهُ لَمْ يَكْتُبْهُ اللّٰهُ شَاكِرًا وَلَا صَابِرًا۔(۱۳)

تشریح: مومن کا کام یہ ہے کہ دولت دین کے معاملے میں وہ ہمیشہ اپنے سے اونچے لوگوں کی طرف دیکھے تاکہ یہ دولت کمانے کی حرص کبھی اس کے اندر بجھنے نہ پائے، اور دولت دنیا کے معاملے میں ہمیشہ اپنے سے کمتر لوگوں کی طرف دیکھے تاکہ جتنا کچھ بھی اس کے رب نے اسے دیا ہے اس پر وہ خدا کا شکر بجالائے اور زر و مال کی پیاس تھوڑے ہی سے بجھ جائے۔

(اہم ہدایتیں: محفوظ رہنے کی تدبیر)

دانش مند آدمی

۱۲- اَلْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهٗ وَ عَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ۔

"عقل مند وہ ہے جس نے اپنے نفس کو مغلوب کرلیا اور وہ کام کیا جو اس کی آخرت کے لیے نافع ہو۔"

(قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں: دین)

تخریج: ﴿۱﴾ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ، نَا عِيسَى بْنُ يُوْنُسَ، عَنْ اَبِي بَكْرِ بْنِ اَبِي مَرْيَمَ ح وَ ثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ نَا عَمْرُو بْن عَوْفٍ، نَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ اَبِي بَكْرِ بْنِ اَبِي مَرْيَمَ، عَنْ ضَمْرَةَ بْنِ حَبِيبٍ، عَنْ شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: اَلْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهٗ وَ عَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ، وَالْعَاجِزُ مَنْ اَتْبَعَ نَفْسَهٗ هَوَاهَا وَ تَمَنّٰى عَلَى اللّٰهِ۔

مَنْ دَانَ نَفْسَهٗ: يَقُوْلُ يُحَاسِبُ نَفْسَهٗ فِي الدُّنْيَا قَبْلَ اَنْ يُّحَاسَبَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔(۱۴)

ترجمہ: حضرت شداد بن اوس سے مروی ہے انھوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: عقل مند وہ ہے جس نے اپنے نفس کو مغلوب کرلیا اور وہ کام کیا جو اس کی آخرت کے لیے نافع ہو اور عاجز و بے بس وہ ہے جس نے اپنے نفس کو اس کی خواہشات کے تابع کردیا اور اللہ سے طرح طرح کی تمنا کی۔

اپنے نفس کا محاسبہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اپنے نفس کا دنیا میں احتساب کرے، اس سے پہلے کہ قیامت کے روز اس کا محاسبہ کیا جائے۔

﴿۲﴾ وَ يُرْوٰى عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، قَالَ: حَاسِبُوْا اَنْفُسَكُمْ قَبْلَ اَنْ تُحَاسَبُوْا وَ تَزَيَّنُوْا لِلْعَرْضِ الْاَكْبَرِ وَ اِنَّمَا يُخَفُّ الْحِسَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلٰى مَنْ حَاسَبَ نَفْسَهٗ فِي الدُّنْيَا، وَ يُرْوٰى عَنْ مَيْمُوْنِ بْنِ مِهْرَانَ، قَالَ: لَا يَكُوْنُ الْعَبْدُ تَقِيًّا حَتّٰى يُحَاسِبَ نَفْسَهٗ كَمَا يُحَاسِبُ شَرِيْكَهٗ مِنْ اَيْنَ مَطْعَمُهٗ وَ مَلْبَسُهٗ۔(۱۵)

رہبانیت (ترک دنیا) اسلام کی نظر میں

۱۳- لَا رَهْبَانِيَّةَ فِي الْإِسْلَامِ۔ (مسند احمد)

''حضور ﷺ نے فرمایا اسلام میں کوئی رہبانیت نہیں۔''

تخریج: لَا رَهْبَانِيَّةَ فِي الْإِسْلَامِ۔ (۱۶)

ترجمہ: اسلام میں رہبانیت نہیں ہے۔

۱۴- رَهْبَانِيَّةُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ (مسند احمد۔ مسند ابی یعلی)

''حضور ﷺ نے فرمایا: اس امت کی رہبانیت جہاد فی سبیل اللہ ہے۔''

تخریج: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ زَيْدِ الْعَمِّي عَنْ اَبِيْ اِيَاسٍ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: لِكُلِّ نَبِيٍّ رَهْبَانِيَّةٌ، وَ رَهْبَانِيَّةُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ۔ (۱۷)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ہر نبی کے لیے رہبانیت ہے۔ اور اس امت کی رہبانیت جہاد فی سبیل اللہ ہے۔

۱۵- اَمَا وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَخْشَاكُمْ لِلّٰهِ وَ اَتْقَاكُمْ لَهٗ لٰكِنِّيْ اَصُوْمُ وَ اُفْطِرُ وَ اُصَلِّيْ وَ اَرْقُدُ وَ اَتَزَوَّجُ النِّسَآءَ، فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ۔

''بخاری و مسلم کی متفق علیہ روایت ہے کہ صحابہ میں سے ایک صاحب نے کہا میں ہمیشہ ساری رات نماز پڑھا کروں گا، دوسرے نے کہا میں ہمیشہ روزہ رکھوں گا اور کبھی ناغہ نہ کروں گا، تیسرے نے کہا میں کبھی شادی نہ کروں گا اور عورت سے کوئی واسطہ نہ رکھوں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی یہ باتیں سنیں تو فرمایا: ''خدا کی قسم میں تم سے زیادہ اللہ سے ڈرتا اور اس سے تقویٰ کرتا ہوں۔ مگر میرا طریقہ یہ ہے کہ روزہ رکھتا بھی ہوں اور نہیں بھی رکھتا، راتوں کو نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں۔ جس کو میرا طریقہ پسند نہ ہو اس کا مجھ سے کوئی واسطہ نہیں۔''

تخریج:〈۱〉 حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ، قَالَ: اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، قَالَ: اَخْبَرَنِيْ حُمَيْدُ بْنُ اَبِيْ حُمَيْدِ نِ الطَّوِيْلُ، اَنَّهٗ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ: جَآءَ ثَلَاثَةُ رَهْطٍ اِلٰى بُيُوْتِ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ يَسْئَلُوْنَ عَنْ عِبَادَةِ النَّبِيِّ ﷺ فَلَمَّا اُخْبِرُوْا كَاَنَّهُمْ تَقَالُّوْهَا فَقَالُوْا: وَ اَيْنَ نَحْنُ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ قَدْ غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَا تَاَخَّرَ، قَالَ اَحَدُهُمْ: اَمَّا اَنَا فَاِنِّيْ اُصَلِّي اللَّيْلَ اَبَدًا، وَ قَالَ اٰخَرُ: اَنَا اَصُوْمُ الدَّهْرَ وَلَا اُفْطِرُ، وَ قَالَ اٰخَرُ وَ اَنَا

اَعتزِلُ النِّسآءَ فَلاَ اَتزوَّجُ اَبدًا، فَجآءَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِلَیھِم، فَقَالَ: اَنتُمُ الَّذِیْنَ قُلْتُم کَذَا وَ کَذَا، اَمَا وَاللّٰہِ اِنِّیْ لَاَخشَاکُمْ لِلّٰہِ وَ اَتقَاکُمْ لَہٗ لٰکِنِّیْ اَصُوْمُ وَ اُفطِرُ وَ اُصَلِّیْ وَ اَرْقُدُ وَ اَتَزَوَّجُ النِّسآءَ، فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ۔ (۱۸)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں تین صحابی ازواج مطہرات کے گھروں کی طرف آئے اور ان سے نبی ﷺ کی عبادت کے متعلق دریافت کرنے لگے۔ جب ان کو آپ کی عبادت کے بارے میں باخبر کیا گیا تو انہوں نے آپ کی عبادت کے مقابلے میں اپنی عبادت کو کم سمجھا اور کہنے لگے کہ ہمارا نبی ﷺ کی عبادت کے مقابلے میں کیا مقام ہے جب کہ آپ کے اگلے پچھلے گناہ معاف فرمادیئے گئے ہیں۔ ان میں ایک صحابی نے کہا میں ہمیشہ ساری رات نماز پڑھوں گا، دوسرے نے کہا، میں ہمیشہ روزہ رکھوں گا اور کبھی ناغہ نہیں کروں گا، تیسرے نے کہا، میں کبھی شادی نہیں کروں گا اور عورت سے کوئی واسطہ نہ رکھوں گا۔ آپ ان کے پاس تشریف لے گئے اور دریافت فرمایا تمہیں وہ لوگ ہو جنہوں نے یہ باتیں کی ہیں۔ اللہ کی قسم۔ میں تم سے زیادہ اللہ سے ڈرتا ہوں اور اس سے تقویٰ کرتا ہوں مگر میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور نہیں بھی رکھتا، راتوں کو نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں۔ جس کو میرا راستہ پسند نہ ہو اس کا مجھ سے کوئی واسطہ نہیں۔

﴿۲﴾ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ، حَدَّثَنِیْ اَبِیْ ثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، قَالَ: ثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّھْرِیِّ، عَنْ عُرْوَۃَ قَالَ: دَخَلَتْ امْرَأَۃُ عُثْمَانَ بْنِ مَظْعُوْنٍ اَحْسِبُ اِسْمُھَا خَوْلَۃُ بِنْتُ حَکِیْمٍ، عَلٰی عَائِشَۃَ وَ ھِیَ بَاذَّۃُ الْھَیْئَۃِ، فَسَاَلَتْھَا: مَا شَاْنُکِ؟ فَقَالَتْ: زَوْجِیْ یَقُوْمُ اللَّیْلَ، وَ یَصُوْمُ النَّھَارَ، فَدَخَلَ النَّبِیُّ ﷺ فَذَکَرَتْ عَائِشَۃُ ذٰلِکَ لَہٗ فَلَقِیَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ عُثْمَانَ، فَقَالَ: یَا عُثْمَانُ! اِنَّ الرَّھْبَانِیَّۃَ لَمْ تُکْتَبْ عَلَیْنَا، اَفَمَالَکَ فِیَّ اُسْوَۃٌ؟ فَوَاللّٰہِ! اِنِّیْ اَخْشَاکُمْ لِلّٰہِ وَ اَحْفَظُکُمْ لِحُدُوْدِہٖ۔ (۱۹)

ترجمہ: حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے بیان کیا کہ عثمان بن مظعون کی اہلیہ میرا خیال ہے اس کا نام خولہ بنت حکیم تھا، حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اس وقت اس کی حالت نہایت پراگندہ تھی۔ ایسی حالت دیکھ کر حضرت عائشہؓ نے اس سے دریافت فرمایا کیا حال ہے تمہارا؟ اس نے جواب دیا کہ میرا شوہر شب بھر قیام کرتا ہے اور دن کو روزہ رکھتا ہے۔ اسی اثنا میں نبی ﷺ تشریف لے آئے تو حضرت عائشہؓ نے آپ سے اس کا ذکر کیا۔ رسول اللہ ﷺ خود عثمان بن مظعون سے ملے اور فرمایا اے عثمان رہبانیت تو ہم پر لازم و واجب نہیں کی گئی۔ کیا تمہارے لیے میرے عمل میں نمونہ نہیں ہے؟ اللہ کی قسم! میں تم سے زیادہ اللہ سے ڈرتا ہوں اور اس کی حدود کی تم سے زیادہ حفاظت کرتا ہوں۔

۱۶- لَا تُشَدِّدُوْا عَلٰی اَنْفُسِکُمْ فَیُشَدِّدُ اللّٰہُ عَلَیْکُمْ فَاِنَّ قَوْمًا شَدَّدُوْا فَشَدَّدَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ فَتِلْکَ بَقَایَاھُمْ فِی الصَّوَامِعِ وَالدِّیَارِ۔

''اپنے اوپر سختی نہ کرو کہ اللہ تم پر سختی کرے، ایک گروہ نے یہی تشدد اختیار کیا تھا تو اللہ نے بھی پھر اسے سخت پکڑا۔ دیکھ لو وہ ان کے بقایا راہب خانوں اور کنیسوں میں موجود ہیں۔''

تخریج: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، ثَنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ، قَالَ: اَخْبَرَنِی سَعِیْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِی الْعُمِیَاءِ، اَنَّ سَهْلَ بْنَ اَبِی اُمَامَةَ، حَدَّثَهُ اَنَّهُ دَخَلَ هُوَ، وَ اَبُوْهُ عَلٰی اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ بِالْمَدِیْنَةِ، (فِیْ زَمَانِ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِیْزِ وَ هُوَ اَمِیْرُ الْمَدِیْنَةِ) فَاِذَا هُوَ یُصَلِّیْ صَلَاةً خَفِیْفَةً دَقِیْقَةً کَأَنَّهَا صَلَاةُ مُسَافِرٍ اَوْ قَرِیْبًا مِنْهَا، فَلَمَّا سَلَّمَ، قَالَ اَبِیْ: یَرْحَمُکَ اللّٰهُ، أَرَأَیْتَ هٰذِهِ الصَّلَاةُ الْمَکْتُوْبَةَ اَوْ شَیْءٌ تَنَفَّلْتَهُ؟ قَالَ: اِنَّهَا الْمَکْتُوْبَةُ، وَ اِنَّهَا لَصَلَاةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مَا اَخْطَأْتُ اِلَّا شَیْئًا سَهَوْتُ عَنْهُ) فَقَالَ: اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ کَانَ یَقُوْلُ: لَا تُشَدِّدُوْا عَلٰی اَنْفُسِکُمْ، فَیُشَدِّدُ عَلَیْکُمْ، فَاِنَّ قَوْمًا شَدَّدُوْا عَلٰی اَنْفُسِکُمْ فَشَدَّدَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ، فَتِلْکَ بَقَایَاهُمْ فِی الصَّوَامِعِ وَالدِّیَارِ (رَهْبَانِیَّةُ ابْتَدَعُوْهَا مَا کَتَبْنَاهَا عَلَیْهِمْ)۔ الخ۔ (سورۃ الحدید: ۲۷) (۲۰)

ترجمہ: سہل بن ابی امامہ کا بیان ہے کہ وہ اور ان کے والد حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس مدینہ گئے۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب ان دنوں مدینہ پر عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ امیر تھے۔ عمر بن عبدالعزیز نے بہت ہلکی سی نماز پڑھائی بلکہ ایسی جیسے مسافر کی نماز ہوتی ہے یا اس کے قریب قریب۔ جب انہوں نے سلام پھیرا تو میرے والد نے پوچھا۔ اللہ آپ پر رحم فرمائے کیا یہ فرض نماز تھی یا کوئی نفلی نماز؟ انہوں نے جواب دیا فرض نماز تھی اور یہ بلا شبہ رسول اللہ ﷺ کی نماز ہے۔ میں نے اس میں کوئی غلطی نہیں کی الا یہ کہ میں بھول گیا ہوں۔ پھر کہا کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے اپنے اوپر سختی نہ کرو کہ اللہ تم پر سختی کرے۔ ایک گروہ نے یہی تشدد اختیار کیا تھا تو اللہ نے بھی پھر اسے سخت پکڑا دیکھ لو وہ ان کے بقایا راہب خانوں اور کنیسوں میں موجود ہیں۔ (یہ رہبانیت ہے جسے انہوں نے خود ایجاد کیا ہے ہم نے ان پر اس کو فرض (لاگو) نہیں کیا۔)

تشریح: گویا کہ رہبانیت ایک غیر اسلامی چیز ہے۔ اس امت کے لیے روحانی ترقی کا راستہ ترک دنیا نہیں بلکہ اللہ کی راہ میں جہاد ہے اور یہ امت فتنوں سے ڈر کر جنگلوں اور پہاڑوں کی طرف نہیں بھاگتی بلکہ راہ خدا میں جہاد کر کے ان کا مقابلہ کرتی ہے۔ (تفہیم القرآن ج ۵، الحدید حاشیہ: ۵۳)

والدین کی نافرمانی

۱۷-اَکْبَرُ الْکَبَائِرِ الْاِشْرَاکُ بِاللّٰهِ وَ قَتْلُ النَّفْسِ وَ عُقُوْقُ الْوَالِدَیْنِ وَ قَوْلُ الزُّوْرِ۔

''بڑے گناہوں میں سب سے بڑا گناہ اللہ کے ساتھ شرک کرنا ہے اور قتل نفس اور والدین کی نافرمانی اور جھوٹ بولنا۔''

(الجہاد فی الاسلام، اسلامی جہاد کی حقیقت)

تخریج: حَدَّثَنِیْ اِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ، قَالَ: اَخْبَرَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ، قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِیْ بَکْرٍ سَمِعَ اَنَسًا عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: الْکَبَائِرُ ح وَ حَدَّثَنَا عَمْرٌو، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ ابْنِ اَبِیْ بَکْرٍ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ، عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ:

اَکْبَرُ الْکَبَائِرِ: اَلْاِشْرَاکُ بِاللّٰهِ وَ قَتْلُ النَّفْسِ وَ عُقُوْقُ الْوَالِدَیْنِ وَ قَوْلُ الزُّوْرِ اَوْ قَالَ شَهَادَةُ الزُّوْرِ۔(۲۱)

قتلِ نفس

۱۸- لَنْ یَزَالَ الْمُؤْمِنُ فِیْ فُسْحَةٍ مِنْ دِیْنِهٖ مَالَمْ یُصِبْ دَماً حَرَاماً۔

''مومن اپنے دین کی وسعت میں اس وقت تک برابر رہتا ہے جب تک وہ کسی حرام خون کو نہیں بہاتا۔''

(الجہاد فی الاسلام، اسلامی جہاد کی حقیقت)

تخریج: حَدَّثَنَا عَلِیٌّ، قَالَ: حَدَّثَنِیْ اِسْحَاقُ بْنُ سَعِیْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ سَعِیْدِ بْنِ الْعَاصِ، عَنْ اَبِیْهِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لَنْ یَزَالَ الْمُؤْمِنُ فِیْ فُسْحَةٍ مِنْ دِیْنِهٖ مَالَمْ یُصِبْ دَمًا حَرَامًا۔(۲۲)

۱۹-اَوَّلُ مَا یُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ اَلصَّلٰوةُ وَ اَوَّلُ مَا یُقْضٰی بَیْنَ النَّاسِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ فِی الدِّمَآءِ۔

(رواہ النسائی)

''قیامت کے دن بندے سے سب سے پہلے جس چیز کا حساب لیا جائے گا وہ نماز ہے اور پہلی چیز جس چیز کا فیصلہ لوگوں کے درمیان کیا جائے گا وہ خون کے دعوے ہیں۔''

تخریج:⟨۱⟩ حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ یُوْسُفَ الْاَزْرَقُ عَنْ شَرِیْکٍ عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَوَّلُ مَا یُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ، الصَّلٰوةَ، وَ اَوَّلُ مَا یُقْضٰی بَیْنَ النَّاسِ فِی الدِّمَآءِ۔

ایک دوسری روایت میں:

اَوَّلُ مَا یُقْضٰی بَیْنَ النَّاسِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ فِی الدِّمَآءِ۔

اور انہی حضرت عبداللہ سے مروی ایک اور روایت میں:

اَوَّلُ مَا یُحْکَمُ بَیْنَ النَّاسِ فِی الدِّمَآءِ بھی منقول ہے۔ (۲۳)

⟨۲⟩ حَدَّثَنَا عُبَیْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰی عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: قَالَ النَّبِیُّ ﷺ اَوَّلُ مَا یُقْضٰی بَیْنَ النَّاسِ فِی الدِّمَآءِ۔(۲۴)

اپنے آپ پر صدقہ

۲۰- ''نبی ﷺ نے فرمایا: کہ اپنے نفس پر صدقہ کرو، پھر اپنے اہل وعیال پر، پھر دوسرے لوگوں پر۔''

تخریج:(ا) اَخۡبَرَنَا عَمۡرُو بۡنُ عَلِيٍّ وَ مُحَمَّدُ بۡنُ الۡمُثَنّٰی قَالَ حَدَّثَنَا يَحۡيٰی عَنِ ابۡنِ عَجۡلَانَ عَنۡ سَعِيۡدٍ عَنۡ اَبِیۡ هُرَيۡرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ ﷺ: تَصَدَّقُوۡا فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُوۡلَ اللّٰهِ عِنۡدِیۡ دِيۡنَارٌ قَالَ: تَصَدَّقۡ بِهٖ عَلٰی نَفۡسِکَ، قَالَ: عِنۡدِیۡ اٰخَرُ، قَالَ: تَصَدَّقۡ بِهٖ عَلٰی زَوۡجَتِکَ، قَالَ: عِنۡدِیۡ اٰخَرُ، قَالَ: تَصَدَّقۡ بِهٖ عَلٰی وَلَدِکَ، قَالَ: عِنۡدِیۡ اٰخَرُ، قَالَ: تَصَدَّقۡ بِهٖ عَلٰی خَادِمِکَ، قَالَ: عِنۡدِیۡ اٰخَرُ، قَالَ اَنۡتَ اَبۡصَرُ۔ (۲۵)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ نے فرمایا۔ صدقہ کرو۔ ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرے پاس ایک دینار ہے۔ آپؐ نے فرمایا اسے اپنے نفس پر صدقہ کرو۔ اس نے عرض کیا اے رسول اللہ ﷺ میرے پاس ایک اور دینار بھی ہے۔ آپؐ نے فرمایا: اسے اپنی بیوی پر خرچ کرو۔ اس نے پھر عرض کیا میرے پاس مزید ایک دینار ہے۔ آپؐ نے فرمایا اسے اپنی اولاد پر صدقہ کرو۔ اس نے عرض کیا میرے پاس ایک اور دینار ہے فرمایا: اپنے خادم پر صدقہ کرو۔ وہ بولا میرے پاس ایک اور دینار بھی ہے تو آپؐ نے فرمایا اس کا مصرف تجھے زیادہ معلوم ہے۔

تشریح: اپنے نفس پر صدقہ کرنا یا اپنے اہل وعیال پر صدقہ کرنا ایک عجیب سا تخیل معلوم ہوتا ہے، لیکن حقیقت میں اسلام کا اندازِ فکر کچھ ہے ہی دنیا سے نرالا۔ یہاں جو شخص اپنی خواہش نفس سے کھاتا ہے وہ تو بس کھالیتا ہے مگر جو خدا کی طرف سے مقرر کیا ہوا حق سمجھ کر اپنی حلال کمائی سے اپنے جسم کو غذا دیتا ہے اور اپنے بیوی بچوں کو کھلاتا ہے وہ دراصل ایک ثواب کا کام کرتا ہے۔ ایک ایک لقمہ پر وہ اللہ کے ہاں اجر کا مستحق ہے۔ اسی طرح مومن اپنے نفس اور اپنے بال بچوں کے حقوق ادا کرتا ہے اور اس پر خدا سے اجر بھی پاتا ہے۔ (اسلامی عبادات پر تحقیقی نظر: ضبط نفس)

۲۱- ''نبی ﷺ نے فرمایا کہ مومن کا حال موسیٰ کی ماں جیسا ہے جنہوں نے اپنے ہی بچے کو دودھ پلایا اور اس پر اجرت بھی پائی۔''

تخریج: جَآءَ فِی الۡحَدِيۡثِ: (مَثَلُ الَّذِیۡ يَعۡمَلُ وَ يَحۡتَسِبُ فِیۡ صَنۡعَتِهِ الۡخَيۡرُ كَمَثَلِ اُمِّ مُوۡسٰی تُرۡضِعُ وَلَدَهَا وَ تَاۡخُذُ اَجۡرَهَا) (۲٦)

اسراف اور بخل کے درمیان راہِ اعتدال

۲۲- مِنۡ فِقۡهِ الرَّجُلِ قَصۡدُهٗ فِیۡ مَعِيۡشَةٍ۔[(ا)] (احمد، طبرانی بروایت ابی الدرداء)

''اپنی معیشت میں توسط اختیار کرنا آدمی کے فقیہ (دانا) ہونے کی علامتوں میں سے ہے۔''

تخریج:(ا) وَ قَالَ الۡاِمَامُ اَحۡمَدُ: حَدَّثَنَا عِصَامُ بۡنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنِیۡ اَبُوۡ بَكۡرِ بۡنُ عَبۡدِ اللّٰهِ بۡنِ اَبِیۡ تَمِيۡمٍ الۡغَسَّانِیُّ، عَنۡ ضَمۡرَةَ، عَنۡ اَبِی الدَّرۡدَآءِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، قَالَ: مِنۡ فِقۡهِ الرَّجُلِ قَصۡدُهٗ فِیۡ مَعِيۡشَتِهٖ۔ (۲۷)

(ا) مسند احمد میں ابوالدرداء کی مرویات میں یہ الفاظ نہیں ملے۔ (مرتب)

﴿۲﴾ اَخبَرَنَا اَبُوْ سَعِیْدٍ الْمَالِیْنِیُّ، اَنَا اَبُوْ اَحْمَدَ بْنُ عَدِیِّ الْحَافِظُ، ثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ اللَّیْثِ، ثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ، ثَنَا الْوَلِیْدُ بْنُ مُسْلِمٍ، ثَنَا سَعِیْدُ بْنُ سِنَانٍ عَنْ اَبِی الزَّاهِرِیَّةِ، عَنْ اَبِی شَجَرَةٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: مِنْ فِقْهِ الرَّجُلِ اَنْ یُّصْلِحَ مَعِیْشَتَهٗ قَالَ: وَ لَیْسَ مِنْ حُبِّکَ الدُّنْیَا، طَلَبُ مَا یُصْلِحُکَ قَالَ الشَّیْخُ۔ تُفْرِدُ بِهٖ سَعِیْدُ بْنُ سِنَانَ هٰذَا۔ (۲۸)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا: اپنی معیشت کی اصلاح کرنا آدمی کے عقل مند ہونے کی علامتوں میں سے ہے۔ نیز فرمایا: جن سے اپنی معیشت کی اصلاح ہوتی ہے ان کا طلب کرنا دنیا کی محبت میں شمار نہیں ہوتا۔

﴿۳﴾ اَخْبَرَنَا اَبُوْ سَعْدٍ الْمَالِیْنِیُّ، اَنَا اَبُوْ اَحْمَدَ بْنُ عَدِیٍّ ثنا یَحْیَ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِی الصُّغَیْرَاءِ، اَنَا اِبْرَاهِیْمُ بْنُ سَعِیْدٍ الْجَوْهَرِیُّ ثنا اَبُو الْیَمَانِ عَنْ اَبِیْ بَکْرِ بْنِ اَبِیْ مَرْیَمَ عَنْ ضَمْرَةَ بْنِ حَبِیْبٍ، عَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ فِقْهِکَ رِفْقُکَ فِیْ مَعِیْشَتِکَ۔ (۲۹)

ترجمہ: حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے تیرا اپنی معیشت میں نرم رویہ اختیار کرنا تیرے دانش مند ہونے کی نشانیوں میں سے ہے۔

تشریح: اس حدیث میں نبی ﷺ نے اسراف اور بخل کے درمیان راہِ اعتدال قائم کی ہے اس موقع پر یہ جان لینا چاہیے کہ اسراف کیا چیز ہے اور بخل کیا چیز۔

اسلامی نقطۂ نظر سے اسراف تین چیزوں کا نام ہے ایک ناجائز کاموں میں دولت صرف کرنا خواہ وہ ایک پیسہ ہی کیوں نہ ہو۔ دوسرے جائز کاموں میں خرچ کرتے ہوئے حد سے تجاوز کر جانا خواہ اس لحاظ سے کہ آدمی کو جو دولت اس کی ضرورت سے بہت زیادہ مل گئی ہو اسے وہ اپنے ہی عیش اور ٹھاٹ باٹ میں صرف کرتا چلا جائے۔ تیسرے نیکی کے کاموں میں خرچ کرنا، مگر اللہ کے لیے نہیں بلکہ ریا اور نمائش کے لیے۔

اس کے برعکس بخل کا اطلاق دو چیزوں پر ہوتا ہے۔ ایک یہ کہ آدمی اپنی اور اپنے بال بچوں کی ضروریات پر اپنی مقدرت اور حیثیت کے مطابق خرچ نہ کرے۔ دوسرے یہ کہ نیکی اور بھلائی کے کاموں میں اس کے ہاتھ سے پیسہ نہ نکلے۔ ان دونوں انتہاؤں کے درمیان اعتدال کی راہ اسلام کی راہ ہے۔ (تفہیم القرآن، ج ۳، سورۃ الفرقان، حاشیہ: ۸۳)

ناپ تول میں کمی کا مرض

۲۳– ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ جب نبی ﷺ مدینے تشریف لائے تو یہاں کے لوگوں میں کم ناپنے اور تولنے کا مرض بری طرح پھیلا ہوا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے (وَیْلٌ لِّلْمُطَفِّفِیْنَ) نازل کی اور لوگ بہت اچھی طرح ناپنے تولنے لگے۔

(نسائی، ابن ماجہ، ابن مردویہ، ابن جریر، بیہقی فی شعب الایمان)

تخریج: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ بِشْرِ بْنِ الْحَکَمِ، وَ مُحَمَّدُ بْنُ عَقِیْلِ بْنِ خُوَیْلِدٍ، قَالَا: ثَنَا عَلِیُّ بْنُ الْحُسَیْنِ بْنِ وَاقِدٍ، حَدَّثَنِیْ اَبِیْ، حَدَّثَنِیْ یَزِیْدُ النَّحْوِیُّ: اَنَّ عِکْرِمَةَ حَدَّثَهٗ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: لَمَّا قَدِمَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم الْمَدِیْنَةَ، کَانُوْا مِنْ اَخْبَثِ النَّاسِ کَیْلًا۔ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ (وَیْلٌ لِّلْمُطَفِّفِیْنَ) فَاَحْسَنُوا الْکَیْلَ بَعْدَ ذَالِکَ۔ (۳۰)

تشریح: اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ سورۃ المطففین مدنی سورہ ہے حالاں کہ اس کے انداز بیان اور مضامین سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ مکۂ معظّمہ کے ابتدائی دور میں نازل ہوئی ہے۔ دراصل صحابہ اور تابعین کا یہ عام طریقہ تھا کہ ایک آیت جس معاملہ پر چسپاں ہوتی ہو اس کے متعلق وہ یوں کہا کرتے تھے کہ یہ فلاں معاملہ میں نازل ہوئی ہے۔ ابن عباسؓ کی روایت سے جو کچھ ثابت ہوتا ہے وہ صرف یہ ہے کہ جب ہجرت کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے لوگوں میں یہ بری عادت پھیلی ہوئی پائی تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ نے یہ سورہ ان کو سنائی اور اس سے ان کے معاملات درست ہو گئے۔

(تفہیم القرآن ج ٦، المطففین، زمانۂ نزول)

اسلامی سوسائٹی میں بدعتی کا مقام

۲۴- مَنْ وَقَّرَ صَاحِبَ بِدْعَةٍ فَقَدْ اَعَانَ عَلٰی هَدْمِ الْاِسْلَامِ۔

”جس شخص نے کسی صاحب بدعت کی تعظیم وتوقیر کی وہ دراصل اسلام کی عمارت ڈھانے میں مددگار رہوا۔“

تخریج: قَالَ: وَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْحَاقَ ، اَنَا اَبُوْ هُمَامٍ، نَا حَسَّانُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ الطَّائِفِیْ، عَنْ اِبْرَاهِیْمَ بْنِ مَیْسَرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ وَقَّرَ صَاحِبَ بِدْعَةٍ فَقَدْ اَعَانَ عَلٰی هَدْمِ الْاِسْلَامِ۔ (۳۱)

تشریح: جو شخص بھی مسلمانوں میں شامل رہ کر منافقانہ روش اختیار کرے اور جس کے طرز عمل سے بھی یہ ظاہر ہو کہ وہ خدا اور رسولؐ اور اہل ایمان کا مخلص رفیق نہیں ہے، اسے کھلم کھلا بے نقاب کیا جائے، علانیہ اس کو ملامت کی جائے۔ سوسائٹی میں اس کے لیے عزت واعتبار کا کوئی مقام باقی نہ رہنے دیا جائے، معاشرت میں اس سے قطع تعلق ہو، جماعتی مشوروں سے وہ الگ رکھا جائے، عدالتوں میں اس کی شہادت غیر معتبر ہو، عہدوں اور مناصب کا دروازہ اس کے لیے بند رہے، محفلوں میں اسے کوئی منہ نہ لگائے، ہر مسلمان اس سے ایسا برتاؤ کرے جس سے اس کو خود معلوم ہو جائے کہ مسلمانوں کی پوری آبادی میں کہیں بھی اس کا کوئی وقار نہیں اور کسی دل میں بھی اس کے لیے احترام کا کوئی گوشہ نہیں۔ پھر اگر ان میں سے کوئی شخص کسی صریح غداری کا مرتکب ہو تو اس کے جرم پر پردہ نہ ڈالا جائے نہ اسے معاف کیا جائے بلکہ علی رؤس الاشہاد اس پر مقدمہ چلایا جائے اور اسے قرار واقعی سزا دی جائے۔

یہ ایک نہایت اہم ہدایت تھی جو اس مرحلے پر مسلمانوں کو دی جانی ضروری تھی۔ اس کے بغیر اسلامی سوسائٹی کو تنزل و

انحطاط کے اندرونی اسباب سے محفوظ نہیں رکھا جاسکتا تھا کوئی جماعت جو اپنے اندر منافقوں اور غداروں کو پرورش کرتی ہو اور جس میں گھریلو سانپ عزت اور تحفظ کے ساتھ آستینوں میں بٹھائے جاتے ہوں۔ اخلاقی زوال اور بالآخر کامل تباہی سے دوچار ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی۔ نفاق کا حال طاعون کا سا ہے اور منافق وہ چوہا ہے جو اس وبا کے جراثیم لیے پھرتا ہے۔ اس کو آبادی میں آزادی کے ساتھ چلنے پھرنے کا موقع دینا گویا پوری آبادی کو موت کے خطرے میں ڈالنا ہے۔ ایک منافق کو مسلمانوں کی سوسائٹی میں عزت و احترام کا مرتبہ حاصل ہونے کے معنی یہ ہیں کہ ہزاروں آدمی غداری و منافقت پر دلیر ہو جائیں اور یہ خیال عام ہو جائے کہ اس سوسائٹی میں عزت پانے کے لیے اخلاص، خیر خواہی اور صداقت ایمانی کچھ ضروری نہیں ہے بلکہ جھوٹے اظہار ایمان کے ساتھ خیانت اور بے وفائی کا رویہ اختیار کر کے بھی یہاں آدمی پھل پھول سکتا ہے۔ یہی بات ہے جسے نبی کریم ﷺ نے اس مختصر سے حکیمانہ فقرے میں بیان فرمایا ہے۔[1] (تفہیم القرآن ج ۲، التوبہ حاشیہ: ۸۲)

تحفہ دے کر واپس لینا

۲۵- ''(کسی کو تحفہ دے کر واپس لینے کو حدیث میں) اس کتے کے فعل سے تشبیہ دی گئی ہے جو اپنی ہی قے کو خود چاٹ لے۔''

تخریج: حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَيُّوْبَ السَّخْتِيَانِيِّ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اَلْعَائِدُ فِيْ هِبَتِهٖ كَالْكَلْبِ يَعُوْدُ فِيْ قَيْئِهٖ۔ الخ (۳۲)

ترجمہ: حضرت ابن عباس سے مروی ہے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہدیہ دے کر واپس لینے والا اس کتے کی مانند ہے جو اپنی قے کی جانب رجوع کرتا ہے۔ (پہلے قے کرتا ہے پھر چاٹنے لگتا ہے)

تشریح: یہ بات اسلام کے اخلاقی اصولوں کی ضد ہے کہ کوئی شخص کسی ایسی چیز کو جسے وہ دوسرے شخص کو ہبہ یا ہدیہ و تحفہ کے طور پر دے چکا ہو، واپس مانگے مگر خصوصیت کے ساتھ ایک شوہر کے لیے تو یہ بہت ہی شرمناک ہے کہ وہ طلاق دے کر رخصت کرتے وقت اپنی بیوی سے وہ سب کچھ (یعنی مہر اور زیور کپڑے وغیرہ) رکھوا لینا چاہے جو اس نے کبھی اسے خود دیا تھا۔ اس کے برعکس اسلام نے یہ اخلاق سکھائے ہیں کہ آدمی جس عورت کو طلاق دے اسے رخصت کرتے وقت کچھ نہ کچھ دے کر رخصت کرے۔ (تفہیم القرآن ج ۱، البقرہ حاشیہ: ۲۵۱)

---

(۱) پھر احکام خداوندی سے منافقین کی نماز جنازہ پڑھانے سے بھی منع کر دیا گیا۔ تبوک سے واپسی پر کچھ زیادہ مدت نہ گزری تھی کہ عبد اللہ بن ابی رئیس المنافقین مر گیا۔ اس کے بیٹے عبد اللہ بن عبد اللہ جو مخلص مسلمانوں میں سے تھے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کفن میں لگانے کے لیے آپؐ کا کرتا مانگا۔ آپؐ نے کمال فراخ دلی کے ساتھ عطا کر دیا۔ پھر انہوں نے درخواست کی کہ آپؐ ہی اس کی نماز جنازہ پڑھائیں۔ آپ اس کے لیے بھی تیار ہو گئے۔ حضرت عمرؓ نے باصرار عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا آپ اس شخص پر نماز جنازہ پڑھیں گے جو یہ اور یہ کر چکا ہے۔ مگر حضور ﷺ ان کی یہ سب باتیں سن کر مسکراتے رہے اور اپنی اس رحمت کی بنا پر جو دوست دشمن سب کے لیے عام تھی۔ آپؐ نے اس بدترین دشمن کے حق میں بھی دعائے مغفرت کرنے میں تامل نہ کیا۔ آخر جب آپ نماز پڑھانے کھڑے ہی ہو گئے تو براہ راست حکم خداوندی سے آپ کو روک دیا گیا۔ کیوں کہ اب یہ مستقل پالیسی مقرر کی جا چکی تھی کہ مسلمانوں کی جماعت میں منافقین کو کسی طرح پنپنے نہ دیا جائے اور کوئی ایسا کام نہ کیا جائے جس سے اس گروہ کی ہمت افزائی ہو۔

اسی سے یہ مسئلہ نکلا ہے کہ فساق و فجار اور مشہور لعنتی لوگوں کی نماز جنازہ مسلمانوں کے امام اور سر برآوردہ لوگوں کو نہ پڑھانی چاہیے نہ پڑھنی چاہیے۔

(تفہیم القرآن ج ۲، التوبہ حاشیہ: ۸۲)

لوگوں میں صلح کرانے والا

۲۶-عَنْ اُمِّ کُلْثُوْمِ بِنْتِ عُقْبَةِ بْنِ مُعِیْطٍ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ یَقُوْلُ لَیْسَ الْکَذَّابُ الَّذِیْ یُصْلِحُ بَیْنَ النَّاسِ فَیَنْمِیْ خَیْراً۔ (متفق علیہ)

''ام کلثوم بنت عقبہ بن معیط سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ وہ شخص جھوٹا نہیں ہے جو لوگوں کے درمیان صلح کراتا ہے اور اس غرض کے لیے خیر کو پہنچاتا اور خیر کہتا ہے۔'' (بخاری و مسلم)

وَ فِیْ رِوَایَةِ مُسْلِمٍ زِیَادَةٌ قَالَتْ وَلَمْ اَسْمَعْهُ خصَّ فِیْ شَیْءٍ مِمَّا یَقُوْلُهُ النَّاسُ اِلَّا فِیْ ثَلٰثٍ یَعْنِیْ اَلْحَرْبُ وَالْاِصْلَاحُ بَیْنَ النَّاسِ وَ حَدِیْثُ الرَّجُلِ امْرَأَتَهٗ وَ حَدِیْثُ الْمَرْأَةِ زَوْجَهَا۔

''اور مسلم کی روایت میں اتنی بات اور زیادہ ہے کہ انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو کسی معاملے میں وہ باتیں کرنے کی اجازت دیتے ہوئے نہیں سنا جو لوگ کیا کرتے ہیں۔ مگر تین معاملات اس سے مستثنیٰ ہیں۔ایک جنگ، دوسرے اصلاح بین الناس، تیسرے میاں اور بیوی کی باتیں۔''

تخریج: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِیْزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ، ثَنَا اِبْرَاهِیْمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَنَّ حُمَیْدَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَخْبَرَهٗ اَنَّ اُمَّهٗ اُمَّ کُلْثُوْمِ بِنْتَ عُقْبَةَ اَخْبَرَتْهُ اَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ یَقُوْلُ: لَیْسَ الْکَذَّابُ الَّذِیْ یُصْلِحُ بَیْنَ النَّاسِ فَیَنْمِیْ خَیْرًا اَوْ یَقُوْلُ خَیْرًا۔ (۳۳)

۲۷- عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتَ یَزِیْدَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ لَا یَحِلُّ الْکَذِبُ اِلَّا فِیْ ثَلٰثٍ تُحَدِّثُ الرَّجُلُ امْرَأَتَهٗ لِیُرْضِیَهَا وَالْکَذِبُ فِی الْحَرْبِ وَ فِی الْاِصْلَاحِ بَیْنَ النَّاسِ۔ (ترمذی)

''اسماء بنت یزید نبی ﷺ سے روایت کرتی ہیں کہ جھوٹ جائز نہیں ہے مگر تین چیزوں میں۔ مرد کی بات عورت سے تاکہ وہ اسے راضی کرے، جنگ اور اصلاح بین الناس۔''

تخریج: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، ثَنَا اَبُوْ اَحْمَدَ الزُّبَیْرِیُّ، ثَنَا سُفْیَانُ ح وَ ثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَیْلَانَ، ثَنَا بِشْرُ بْنُ السَّرِیِّ وَ اَبُوْ اَحْمَدَ، قَالَا: ثَنَا سُفْیَانُ عَنِ بْنِ خُثَیْمٍ، عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ، عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ یَزِیْدَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: لَا یَحِلُّ الْکَذِبُ اِلَّا فِیْ ثَلَاثٍ یُحَدِّثُ الرَّجُلُ امْرَأَتَهٗ لِیُرْضِیَهَا، وَالْکَذِبُ فِی الْحَرْبِ، وَالْکَذِبُ لِیُصْلِحَ بَیْنَ النَّاسِ۔ وَ قَالَ مَحْمُوْدٌ فِیْ حَدِیْثِهٖ لَا یَصْلُحُ الْکَذِبُ اِلَّا فِیْ ثَلَاثٍ۔ (۳۴)

۲۸– کعب بن اشرف کے قتل کے لیے محمد بن مسلمہ کو جب حضورؐ نے مامور کیا تو انہوں نے اجازت مانگی کہ اگر کوئی جھوٹ بولنا پڑے تو بول سکتا ہوں؟ حضور نے بالفاظ صریح انہیں اس کی اجازت دی۔

(بخاری، باب الکذب فی الحرب و باب الفتک باھل الحرب)

تخریج: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، ثَنَا سُفْیَانُ عَنْ عَمْرٍو، عَنْ جَابِرٍ، عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: مَنْ لِکَعْبِ بْنِ الْاَشْرَفِ؟ فَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ: أَتُحِبُّ اَنْ اَقْتُلَهٗ؟ قَالَ: نَعَمْ قَالَ: فَأْذَنْ لِیْ، فَاَقُوْلَ، قَالَ: قَدْ فَعَلْتُ۔ (۳۵)

تشریح: راست بازی وصداقت شعاری اسلام کے اہم ترین اصولوں میں سے ہے اور جھوٹ اس کی نگاہ میں ایک بدترین برائی ہے۔ لیکن عملی زندگی کی بہت ضرورتیں ایسی ہیں جن کی خاطر جھوٹ کی نہ صرف اجازت ہے بلکہ بعض حالات میں اس کے وجوب تک کا فتویٰ دیا گیا ہے۔ صلح بین الناس اور ازدواجی تعلقات کی درستی کے لیے اگر صرف صداقت کو چھپانے سے کام نہ چل سکتا ہو تو ضرورت کی حد تک جھوٹ سے بھی کام لینے کی شریعت نے صاف اجازت دی ہے۔ جنگ کی ضروریات کے لیے تو جھوٹ کی صرف اجازت ہی نہیں ہے بلکہ اگر کوئی سپاہی دشمن کے ہاتھ گرفتار ہو جائے اور دشمن اس سے اسلامی فوج کے ہم راز معلوم کرنا چاہے تو ان کو بتانا گناہ اور دشمن کو جھوٹی اطلاع دے کر اپنی فوج کو بچانا واجب ہے۔ اسی طرح اگر کوئی ظالم کسی بے گناہ کے قتل کے درپے ہو اور وہ غریب کہیں چھپا ہوا ہو تو سچ بول کر اس کے چھپنے کی جگہ بتا دینا گناہ اور جھوٹ بول کر اس کی جان بچالینا واجب ہے۔ اس کی عملی مثالیں بھی احادیث میں موجود ہیں۔

اسلام میں ضرورت اور مصلحت کا لحاظ

۲۹– مَنْ رَأٰی مِنْ اَمِیْرِهٖ مَا یَکْرَهُهٗ فَلْیَصْبِرْ وَلَا یَنْزِعَنَّ یَدًا مِنْ طَاعَتِهٖ۔

تخریج: ﴿ا﴾ حَدَّثَنَا دَاؤُدُ بْنُ رُشَیْدٍ، قَالَ: نَا الْوَلِیْدُ یَعْنِی ابْنُ مُسْلِمٍ، قَالَ: نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ یَزِیْدَ بْنِ جَابِرٍ، قَالَ: اَخْبَرَنِیْ مَوْلٰی بَنِیْ فَزَارَةَ وَ هُوَ رُزَیْقُ بْنُ حَیَّانَ اَنَّهٗ سَمِعَ مُسْلِمَ بْنَ قَرَظَةَ بْنِ عَمِّ عَوْفِ بْنِ مَالِکٍ یَقُوْلُ: سَمِعْتُ عَوْفَ بْنَ مَالِکِ الْاَشْجَعِیَّ، یَقُوْلُ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ: خِیَارُ اَئِمَّتِکُمُ الَّذِیْنَ تُحِبُّوْنَهُمْ وَ یُحِبُّوْنَکُمْ وَ تُصَلُّوْنَ عَلَیْهِمْ وَ یُصَلُّوْنَ عَلَیْکُمْ، وَ شِرَارُ اَئِمَّتِکُمُ الَّذِیْنَ تُبْغِضُوْنَهُمْ وَ یُبْغِضُوْنَکُمْ وَ تَلْعَنُوْنَهُمْ وَ یَلْعَنُوْنَکُمْ، قَالَ: قَالُوْا: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اَفَلَا نُنَابِذُهُمْ عِنْدَ ذٰلِکَ؟ قَالَ: لَا، مَا اَقَامُوْا فِیْکُمُ الصَّلٰوةَ قَالَ لَا، مَا اَقَامُوْا فِیْکُمُ الصَّلٰوةَ اِلَّا مَنْ وَلِیَ عَلَیْهِ وَ الٍ فَرَاٰهُ یَاْتِیْ شَیْئًا مِنْ مَعْصِیَةِ اللّٰهِ، فَلْیَکْرَهْ مَا یَاْتِیْ مِنْ مَعْصِیَةِ اللّٰهِ وَلَا یَنْزِعَنَّ یَدًا مِنْ طَاعَةٍ۔ (۳۶)

ترجمہ: حضرت عوف بن مالک اشجعی بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے سنا تمہارے بہترین سربراہ

وہ ہیں جن سے تم محبت کرو اور وہ تم سے محبت کریں۔ تم ان کی نماز جنازہ پڑھو اور وہ تمہاری نماز جنازہ پڑھیں (تم ان کے لیے دعا کرو اور وہ تمہارے لیے دعا کریں) اور تمہارے برے سربراہ وہ ہیں جن سے تم بغض رکھو اور وہ تم سے بغض رکھیں اور تم ان پر لعنت بھیجو اور وہ تم پر لعنت کریں۔ راوی کا بیان ہے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ایسے موقع پر ہم ان کو پھینک ماریں (ان کی بیعت اطاعت توڑ دیں) فرمایا نہیں۔ جب تک وہ تمہارے درمیان اقامت صلوٰۃ کا اہتمام برقرار رکھیں پھر فرمایا نہیں جب تک وہ تمہارے درمیان اقامت صلوٰۃ کا اہتمام برقرار رکھیں۔ الا یہ کہ اس پر ایسا سربراہ آجائے جس کے عمل و کردار میں وہ اللہ کی نافرمانی و معصیت کی کچھ جھلک دیکھے تو اتنی حد تک اسے ناپسند کرے اور اس کی اطاعت کشی سے اپنا ہاتھ نہ کھینچے۔

〈۲〉 حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنِ الْجَعْدِ، عَنْ اَبِي رَجَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ يَرْوِيهِ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ رَاٰى مِنْ اَمِيرِهٖ شَيْئًا فَكَرِهَ (يَكْرَهُ) فَلْيَصْبِرْ۔ الخ (۳۷)

ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا جو کوئی اپنے امیر میں ایسی چیز دیکھے جو اسے پسند نہ ہو تو صبر و تحمل سے کام لے۔

تشریح: انکار منکر، شریعت حقہ کے نہایت اہم واجبات میں سے ہے اور اس باب میں خدا اور رسول کے تاکیدی احکام کسی سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ لیکن جب یہی چیز ایک منکر سے عظیم تر منکر رونما ہونے کی موجب ہوتی نظر آئے تو اس سے اجتناب واجب ہے۔ چناں چہ نبی ﷺ نے اسی بنا پر فاسق و فاجر امراء کے خلاف خروج کرنے سے منع فرمادیا۔

اسلام میں اقامت حدود کے لیے سخت تاکیدی احکام ہیں ان سے کون صاحب علم ناواقف ہے؟ لیکن نبی ﷺ نے جنگ کے موقع پر چوروں کے ہاتھ کاٹنے سے منع فرمادیا۔ (ابوداؤد)

نبی ﷺ نے واقعہ افک میں تین مخلص مومنوں پر حد قذف جاری فرمائی مگر عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین کو چھوڑ دیا۔ ابن القیم اس کے وجوہ بیان کرتے ہوئے ایک وجہ یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ "حضور ﷺ نے اس پر حد جاری کرنے سے اجتناب ایک ایسی مصلحت کی بنا پر کیا جو اقامت حد کی بہ نسبت زیادہ اہم تھی۔ اور یہ وہی مصلحت تھی جس کی بنا پر حضور ﷺ اس سے پہلے بھی اس کا نفاق کھل جانے اور اس کی بہت سی موجب قتل باتیں سننے کے باوجود اس کو سزا دینے سے اجتناب فرماتے تھے۔ وہ مصلحت یہ تھی کہ یہ شخص اپنے قبیلے میں بااثر تھا، اس کی بات ان میں چلتی تھی۔ اندیشہ تھا کہ اس پر حد جاری کی گئی تو فتنہ برپا ہوجائے گا۔ اس لیے حضور ﷺ نے اس کے قبیلے کی تالیف قلب کرنا پسند فرمایا اور یہ مناسب نہ سمجھا کہ اس پر حد جاری کرکے ان لوگوں کو اسلام سے برگشتہ کردیا جائے۔ (زادالمعاد ج، ۲)

"فتح مکہ سے پہلے حضرت حاطب بن ابی بلتعہ نے جس عورت کے ذریعہ سے اہل مکہ کو نبی ﷺ کے ارادے کی اطلاع لکھ کر بھیجی تھی اسے حضرت علیؓ راستے میں گرفتار کرتے ہیں اور خط کی تلاش کے لیے اس کے کپڑے اتارنے کی دھمکی دیتے ہیں۔"

غیر محرم عورت کو برہنہ کرنا اسلام کے صریح احکام کی رو سے قطعاً حرام ہے۔ مگر ابن القیم نے اس سے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ مصلحت اسلام و مسلمین کی خاطر تفتیش کی ضرورت پیش آئے تو عورت کو برہنہ کیا جاسکتا ہے۔ (زادالمعاد، ج ۲)

اسلام میں نماز کی اہمیت جیسی کچھ ہے بیان کی حاجت نہیں۔ لیکن بخاری و مسلم کی متفق علیہ روایت ہے کہ بنی عمرو بن عوف کے ہاں ایک جھگڑے میں صلح کرانے کے لیے رسول اللہ ﷺ تشریف لے گئے، نماز کا وقت آیا اور حضور ﷺ اصلاح بین الناس کے کام میں مشغول رہے، آخر کار حضرت ابوبکرؓ کی امامت میں جماعت کھڑی ہوگئی اور حضور ﷺ بعد میں آکر جماعت میں شریک ہوئے۔

۳۰- اَلَا تَرْضَوْنَ یَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ اَنْ یَّذْھَبَ النَّاسُ بِالشَّاۃِ وَالْبَعِیْرِ وَ تَرْجِعُوْنَ بِرَسُوْلِ اللّٰہِ اِلٰی رِحَالِکُمْ۔

''اے گروہ انصار! کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ لوگ اونٹ اور بکریاں لے جائیں اور تم رسول اللہ ﷺ کو لے کر اپنی اقامت گاہوں کی طرف پلٹو؟''

تخریج: حَدَّثَنَا مُوْسَی بْنُ اِسْمَاعِیْلَ قَالَ: حَدَّثَنَا وُھَیْبٌ قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ یَحْیٰی عَنْ عُبَّادِ بْنِ تَمِیْمٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ زَیْدِ بْنِ عَاصِمٍ قَالَ: لَمَّا اَفَاءَ اللّٰہُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ یَوْمَ حُنَیْنٍ قَسَمَ فِی النَّاسِ فِی الْمُؤَلَّفَۃِ قُلُوْبُھُمْ وَلَمْ یُعْطِ الْاَنْصَارَ شَیْئًا، فَکَاَنَّھُمْ وَجَدُوْا اِذْ لَمْ یُصِبْھُمْ مَا اَصَابَ النَّاسَ اَوْ کَاَنَّھُمْ وَجَدُوْا اِذْ لَمْ یُصِبْھُمْ مَا اَصَابَ النَّاسَ فَخَطَبَھُمْ فَقَالَ: یَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ اَلَمْ اَجِدْکُمْ ضُلَّالًا، فَھَدَاکُمْ وَاللّٰہِ بِیْ وَ کُنْتُمْ مُتَفَرِّقِیْنَ فَاَلَّفَکُمُ اللّٰہُ بِیْ وَعَالَۃً فَاَغْنَاکُمُ اللّٰہُ بِیْ کُلَّمَا قَالَ شَیْئًا قَالُوْا: اَللّٰہُ وَ رَسُوْلُہٗ اَمَنُّ قَالَ: مَا یَمْنَعُکُمْ اَنْ تُجِیْبُوْا رَسُوْلَ اللّٰہِ کُلَّمَا قَالَ شَیْئًا قَالُوْا: اَللّٰہُ وَ رَسُوْلُہٗ اَمَنُّ قَالَ: لَوْ شِئْتُمْ قُلْتُمْ: جِئْتَنَا کَذَا وَ کَذَا اَتَرْضَوْنَ اَنْ یَّذْھَبَ النَّاسُ بِالشَّاۃِ وَالْبَعِیْرِ وَ تَذْھَبُوْنَ بِالنَّبِیِّ اِلٰی رِحَالِکُمْ... الخ (۳۸)

پس منظر: غزوۂ اوطاس کے اموال غنیمت میں سے نبی ﷺ نے قریش اور دوسرے قبائل کے مؤلفۃ القلوب کو خوب دل کھول کر عطیے دیئے اور انصار کو کچھ نہ دیا۔ انصار نے اس کی سخت شکایت کی تو حضور ﷺ نے اپنے اس فعل کی مصلحت یہ بتائی کہ یہ لوگ تالیف قلب کے محتاج ہیں، اس لیے یہ دولت دنیا ان میں لٹا دی گئی ہے۔

تشریح: مال غنیمت میں تمام شرکائے جنگ کے حقوق یکساں ہیں اور وہ ان میں برابری کے ساتھ تقسیم ہونا چاہیے۔ اس معاملے میں شریعت کے احکام بالکل واضح ہیں۔ اور یہی انصاف کا تقاضا بھی ہے۔ مگر وہ لوگ تالیف قلب کے محتاج تھے۔ اس لیے دولت دنیا ان میں لٹا دی گئی۔

ان مثالوں سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ دین کے سارے اصول اور احکام اپنی قدر و قیمت اور اپنے وزن میں یکساں نہیں ہیں، بلکہ ان کے درمیان مراتب کا فرق ہے، اور دین کا ہر قاعدہ بے لچک نہیں ہے، بلکہ اس کے بہت سے قواعد میں لچک کی گنجائش ہے۔ اس باب میں اصولی ضابطہ یہ ہے کہ چھوٹی نیکی سے اگر بڑا گناہ لازم آتا ہو تو اس کا ترک اولیٰ ہے، اور ایک چھوٹی برائی اگر کسی بڑی نیکی یا عظیم تر دینی مصلحت کے لیے ضروری ہو تو اسے اختیار کر لینا بہتر ہے۔ اور دو

برائیوں میں سے کسی ایک میں مبتلا ہونا بہ ہر حال ناگزیر ہوجائے تو نسبتاً کم تر درجے کی برائی کو قبول کر لینا چاہیے۔اس کے ساتھ انہی مثالوں سے یہ بھی معلوم ہوسکتا ہے کہ نظام شریعت میں قدروں کے درمیان فرق مراتب کیا ہے؟ کس طرح کی چیزوں پر کس طرح کی چیزوں کو فوقیت دی گئی ہے۔اور کون سی قدریں ایسی ہیں جن سے بالاتر کوئی قدر نہیں ہے کہ اس پر انہیں قربان کیا جاسکتا ہو۔ (تفہیمات حصہ سوم، اشاعت سوم ۱۹۶۹ء): اسلام میں ضرورت..

دیوث کون ہے؟

۳۱- ''آں حضرت ﷺ نے فرمایا'' جو شخص دیوث ہو (یعنی جسے معلوم ہو کہ اس کی بیوی بدکار ہے اور یہ جان کر بھی وہ اس کا شوہر بنا رہے) وہ جنت میں داخل نہیں ہوسکتا۔'' (احمد، نسائی، ابوداؤدوطیالسی)

تخریج: ⟨۱⟩ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنِیْ رَجُلٌ مِنْ اٰلِ سَهْلِ بْنِ حُنَیْفٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمَّارٍ، عَنْ عَمَّارٍ، قَالَ: قَالَ النَّبِیُّ ﷺ: لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ دَیُّوْثٌ۔(۳۹)

⟨۲⟩ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ثَلَاثَةٌ قَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمُ الْجَنَّةَ، مُدْمِنُ الْخَمْرِ، وَالْعَاقُّ وَالدَّیُّوْثُ الَّذِیْ یُقِرُّ فِیْ اَهْلِهِ الْخُبْثَ۔(۴۰)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ تین (آدمی) ایسے ہیں جن پر جنت اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دے دی ہے۔(۱) ہمیشہ شراب پینے والا (۲) نافرمان (والدین کا نافرمان) (۳) دیوث۔ جو اپنے اہل میں برائی کو برقرار رکھے۔(اپنے گھر میں جانتے ہوئے بدکاری کو برقرار رکھے اور اس پر گرفت نہ کرے چھوٹ دیئے رکھے)

۳۲- اَلْحَرَامُ لَا یُحَرِّمُ الْحَلَالَ۔ (طبرانی۔ دار قطنی)

''حرام حلال کو حرام نہیں کر دیتا۔''

تخریج: نَا اَبُوْ بَكْرٍ یُوْسُفُ بْنُ یَعْقُوْبَ بْنِ اِسْحَاقَ بْنِ بَهْلُوْلٍ، نَا جَدِّیْ، نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نَافِعٍ، مَوْلٰی بَنِیْ مَخْزُوْمٍ عَنِ الْمُغِیْرَةِ بْنِ اِسْمَاعِیْلَ بْنِ اَیُّوْبَ بْنِ سَلَمَةَ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ سُئِلَ عَنِ الرَّجُلِ یَتْبَعُ الْمَرْأَةَ حَرَامًا، ثُمَّ یَنْكِحُ ابْنَتَهَا اَوْ یَتْبَعُ الْاِبْنَةَ ثُمَّ یَنْكِحُ اُمَّهَا، قَالَ: لَا یُحَرِّمُ الْحَرَامُ الْحَلَالَ۔(۴۱)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ سے ایسے شخص کے بارے میں استفسار کیا گیا جو کسی عورت سے بدکاری کرتا ہے پھر اس کی بیٹی سے نکاح کرنا چاہتا ہے یا اس کی بیٹی سے بدکاری کا ارتکاب کرتا ہے پھر اس کی ماں سے نکاح کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا: حرام، حلال کو حرام نہیں کر دیتا۔

یعنی زانی غیر تائب کے لیے اگر موزوں ہے تو زانیہ ہی موزوں ہے، یا پھر مشرکہ کسی مومنۂ صالحہ کے لیے وہ موزوں

نہیں ہے، اور حرام ہے اہل ایمان کے لیے کہ وہ جانتے بوجھتے اپنی لڑکیاں ایسے فاجروں کو دیں۔ اس طرح زانیہ (غیر تائبہ) عورتوں کے لیے اگر موزوں ہیں تو انہی جیسے زانی یا پھر مشرک۔ کسی مومن صالح کے لیے وہ موزوں نہیں ہیں۔ اور حرام ہے مومنوں کے لیے کہ جن عورتوں کی بدچلنی کا حال انہیں معلوم ہو ان سے وہ دانستہ نکاح کریں۔ اس حکم کا اطلاق صرف انہی مردوں اور عورتوں پر ہوتا ہے جو اپنی بری روش پر قائم ہوں۔ جو لوگ توبہ کر کے اپنی اصلاح کر لیں ان پر اس کا اطلاق نہیں ہوتا، کیوں کہ توبہ و اصلاح کے بعد ''زانی'' ہونے کی صفت ان کے ساتھ لگی نہیں رہتی۔

زانی کے ساتھ نکاح کے حرام ہونے کا مطلب امام احمد بن حنبل نے یہ لیا ہے کہ سرے سے نکاح ہی منعقد نہیں ہوتا۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ اس سے مراد محض ممانعت ہے، نہ یہ کہ اس حکم ممانعت کے خلاف اگر کوئی نکاح کرے تو وہ قانوناً نکاح ہی نہ ہو اور اس نکاح کے باوجود فریقین زانی شمار کیے جائیں۔ نبی ﷺ نے یہ بات ایک قاعدہ کلیہ کے طور پر ارشاد فرمائی ہے کہ:

اَلْحَرَامُ لَا يُحَرِّمُ الْحَلَالَ۔ (طبرانی۔ دار قطنی) ''حرام حلال کو حرام نہیں کر دیتا۔''

یعنی ایک غیر قانونی فعل کسی دوسرے قانونی فعل کو غیر قانونی نہیں بنا دیتا۔ لہٰذا کسی شخص کا ارتکاب زنا اس بات کا موجب نہیں ہو سکتا کہ وہ نکاح بھی کر لے تو اس کا شمار زنا ہی میں ہو اور معاہدۂ نکاح کا دوسرا فریق جو بدکار نہیں ہے، وہ بھی بدکار قرار پائے۔ اصولاً بغاوت کے سوا کوئی غیر قانونی فعل اپنے مرتکب کو خارج از حدود قانون نہیں بنا دیتا ہے کہ پھر اس کا کوئی فعل بھی قانونی نہ ہو سکے۔ اس چیز کو نگاہ میں رکھ کر اگر احادیث پر غور کیا جائے تو اصل منشا صاف طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ جن لوگوں کی بدکاری جانی بوجھی ہو ان کو نکاح کے لیے منتخب کرنا ایک گناہ ہے۔ جس سے اہل ایمان کو پرہیز کرنا چاہیے، کیوں کہ اس سے بدکاروں کی ہمت افزائی ہوتی ہے، حالاں کہ شریعت انہیں معاشرے کا ایک مکروہ اور قابل نفرت عنصر قرار دینا چاہتی ہے۔

اسی طرح سے احادیث بالا سے یہ نتیجہ بھی نہیں نکلتا کہ زانی مسلم کا نکاح مشرک عورت سے اور زانیۂ مسلمہ کا نکاح مشرک مرد سے صحیح ہے۔ منشا دراصل یہ بتانا ہے کہ زنا ایسا سخت قبیح فعل ہے کہ جو شخص مسلمان ہوتے ہوئے اس کا ارتکاب کرے وہ اس قابل نہیں رہتا کہ مسلم معاشرے کے پاک اور صالح لوگوں سے اس کا رشتہ ہو۔ اسے یا تو اپنے ہی جیسے زانیوں میں جانا چاہیے یا پھر ان مشرکوں میں جو سرے سے احکام الٰہی پر اعتقاد ہی نہیں رکھتے۔

شیخین، ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کا طرز عمل یہ رہا ہے کہ جو غیر شادی شدہ مرد و عورت زنا کے الزام میں گرفتار ہوتے ان کو وہ پہلے سزائے تازیانہ دیتے تھے اور پھر انہیں کا آپس میں نکاح کر دیتے۔ ابن عمرؓ کی روایت ہے کہ ایک روز ایک شخص بڑی پریشانی کی حالت میں حضرت ابوبکرؓ کے پاس آیا اور کچھ اس طرح بات کرنے لگا کہ اس کی زبان پوری طرح کھلتی نہ تھی۔ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ اسے الگ لے جا کر معاملہ پوچھو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو الگ لے جا کر اس سے بات کی تو اس نے بتایا کہ میری لڑکی نے زنا کا ارتکاب کیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا **قبحک اللہ، الا سترت علی ابنتک۔** ''تیرا برا ہو، تو نے اپنی لڑکی کا پردہ ڈھانک نہ دیا؟'' آخر کار لڑکے اور لڑکی پر مقدمہ قائم ہوا، دونوں پر حد جاری کی گئی۔ اور پھر ان دونوں کا باہم نکاح کر کے حضرت ابوبکرؓ نے ان کو شہر بدر کر دیا۔ ایسے ہی اور چند واقعات قاضی ابوبکر ابن العربی نے اپنی کتاب احکام القرآن میں نقل کیے ہیں۔ (تفہیم القرآن ج ۳، النور حاشیہ: ۵)

وصیّة العینین آنکھوں کا عطیہ

آنکھوں کے عطیے کا معاملہ صرف آنکھوں تک ہی محدود نہیں رہتا۔ بہت سے دوسرے اعضا بھی مریضوں کے کام آسکتے ہیں اور ان کے دوسرے مفید استعمال بھی ہو سکتے ہیں۔ یہ دروازہ اگر کھول دیا جائے تو مسلمان کا قبر میں دفن کرنا مشکل ہو جائے گا۔ اس کا سارا جسم ہی چندے میں تقسیم ہو کر رہے گا۔ اسلامی نظریہ یہ ہے کہ کوئی آدمی اپنے جسم کا مالک نہیں ہے۔ اس کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ مرنے سے پہلے اپنے جسم کو تقسیم کرنے یا چندہ میں دینے کی وصیت کر دے۔ جسم اس وقت تک اس کے تصرف میں ہے جب تک وہ اس جسم میں خود رہتا ہے۔ اس کے نکل جانے کے بعد اس جسم پر اس کا کوئی حق نہیں ہے کہ اس کے معاملے میں اس کی وصیت نافذ ہو۔ اسلامی احکام کی رو سے یہ زندہ انسانوں کا فرض ہے کہ اس کا جسم احترام کے ساتھ دفن کر دیں۔

اسلام نے انسانی لاش کی حرمت کا جو حکم دیا ہے وہ دراصل انسانی جان کی حرمت کا ایک لازمہ ہے۔ ایک دفعہ اگر انسانی لاش کا احترام ختم ہو جائے تو بات صرف اس حد تک محدود نہ رہے گی کہ مردہ انسانوں کے بعض کارآمد اجزا زندہ انسانوں کے علاج میں استعمال کیے جانے لگیں۔ بلکہ رفتہ رفتہ انسانی جسم کی چربی سے صابن بھی بننے لگیں گے (جیسے کہ فی الواقع جنگ عظیم نمبر دوم کے زمانے میں جرمنوں نے بنائے تھے) انسانی کھال کو اتار کر اس کو (دباغت دینے کی کوشش کی جائے گی تاکہ اس کے جوتے یا سوٹ کیس یا منی پرس بنائے جاسکیں۔ چناں چہ یہ تجربہ بھی چند سال قبل مدراس کی ایک ٹینری کر چکی ہے۔) انسان کی ہڈیوں اور آنتوں اور دوسری چیزوں کو استعمال کرنے کی بھی فکر کی جائے گی، حتیٰ کہ اس کے بعد ایک مرتبہ انسان پھر اس دور وحشت کی طرف پلٹ جائے گا جب آدمی آدمی کا گوشت کھاتا تھا۔ میں نہیں سمجھتا کہ اگر ایک دفعہ مردہ انسان کے اعضا نکال کر علاج میں استعمال کرنا جائز قرار دے دیا جائے تو پھر کس جگہ حد بندی کر کے آپ اسی جسم کے دوسرے ''مفید'' استعمالات کو روک سکیں گے۔ اور کس منطق سے اس بندش کو معقول ثابت کریں گے۔

(رسائل ومسائل حصہ سوم: فقہی مسائل ''ضبط ولادت اور وصیة العینین'')

وہ تین شخص جن کے خلاف خود باری تعالیٰ مدعی ہوگا

۳۳- ثَلَاثَةٌ اَنَا خَصْمُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، رَجُلٌ اَعْطٰى بِىْ ثُمَّ غَدَرَ، وَ رَجُلٌ بَاعَ حُرًّا فَاَكَلَ ثَمَنَهٗ، وَ رَجُلٌ اسْتَاجَرَ اَجِيْراً فَاسْتَوْفٰى مِنْهُ، وَلَمْ يُعْطِ اَجْرَهٗ۔ (بخاری، کتاب البیوع)

''تین شخص ہیں جن کے خلاف قیامت میں میں خود مدعی بنوں گا۔ ایک وہ جس نے میرا ذمہ دے کر بدعہدی کی، دوسرا وہ جس نے آزاد انسان کو بیچا اور اس کی قیمت کھائی، تیسرا وہ جس نے کسی مزدور سے پورا کام لیا اور اس کی مزدوری نہ دی۔''

(الجہاد فی الاسلام، غلامی کا مسئلہ)

تخریج: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مَرْحُوْمٍ، ثَنَا يَحْىَ بْنُ سُلَيْمٍ، عَنْ اِسْمَاعِيْلَ بْنِ اُمَيَّةَ، عَنْ سَعِيْدِ ابْنِ اَبِىْ سَعِيْدٍ، عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: قَالَ اللّٰهُ: ثَلَاثَةٌ اَنَا خَصْمُهُمْ يَوْمَ

الْقِيَامَةِ، رَجُلٌ اَعْطٰى بِىْ ثُمَّ غَدَرَ، وَ رَجُلٌ بَاعَ حُرًّا فَاَكَلَ ثَمَنَهٗ، وَ رَجُلٌ اسْتَاْجَرَ اَجِيْرًا فَاسْتَوْفٰى مِنْهُ وَلَمْ يُعْطِ اَجْرَهٗ۔ (٤٢)

غلاموں سے حسن سلوک

۳۴- ''ایک اعرابی نے آکر نبی ﷺ سے عرض کیا مجھے وہ عمل بتائیے جو مجھ کو جنت میں پہنچادے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''تو نے بڑے مختصر الفاظ میں بہت بڑی بات پوچھ ڈالی۔ غلام آزاد کر، غلاموں کو آزادی حاصل کرنے میں مدد دے، کسی کو جانور دے تو خوب دودھ دینے والا دے اور تیرا جو رشتہ دار تیرے ساتھ ظلم سے پیش آئے اس کے ساتھ نیکی کر اور اگر یہ نہیں کر سکتا تو بھوکے کو کھانا کھلا، پیاسے کو پانی پلا، بھلائی کی تلقین کر، برائی سے منع کر، اور اگر یہ بھی نہیں کر سکتا تو اپنی زبان کو روک رکھ۔ کھلے تو بھلائی کے لیے کھلے ورنہ بند رہے۔'' (بیہقی فی شعب الایمان)

تخریج: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، حَدَّثَنِىْ اَبِىْ ثَنَا يَحْيَى بْنُ اٰدَمَ وَ اَبُوْ اَحْمَدَ قَالَا: ثَنَا عِيْسَى بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْبَجَلِيُّ مِنْ بَنِىْ بَجِيْلَةَ مِنْ بَنِىْ سُلَيْمٍ عَنْ طَلْحَةَ، قَالَ اَبُوْ اَحْمَدَ: ثَنَا طَلْحَةُ بْنُ مُصَرِّفٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْسَجَةَ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ: جَاءَ اَعْرَابِيٌّ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! عَلِّمْنِىْ عَمَلًا يُدْخِلُنِى الْجَنَّةَ، فَقَالَ: لَئِنْ كُنْتَ اَقْصَرْتَ الْخُطْبَةَ لَقَدْ اَعْرَضْتَ الْمَسْئَلَةَ، اَعْتِقِ النَّسَمَةَ وَفُكَّ الرَّقَبَةَ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اَوَ لَيْسَتَا بِوَاحِدَةٍ؟ قَالَ: لَا، اِنَّ عِتْقَ النَّسَمَةِ اَنْ تَفَرَّدَ بِعِتْقِهَا وَفَكَّ الرَّقَبَةِ اَنْ تُعِيْنَ فِىْ ثَمَنِهَا، وَالْمِنْحَةَ الْوَكُوْفَ، وَالْفَيْءَ عَلٰى ذِى الرَّحِمِ الظَّالِمِ، فَاِنْ لَّمْ تُطِقْ ذَالِكَ، فَاَطْعِمِ الْجَائِعَ، وَاسْقِ الظَّمْاٰنَ، وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ، فَاِنْ لَّمْ تُطِقْ ذٰلِكَ فَكُفَّ لِسَانَكَ اِلَّا مِنَ الْخَيْرِ۔ (٤٣)

ترجمہ: حضرت براء بن عازب سے مروی ہے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک اعرابی آیا اور عرض کیا مجھے وہ عمل بتائیے جو مجھے جنت میں پہنچادے۔ آپؐ نے فرمایا تو نے بڑے مختصر الفاظ میں بہت بڑی بات پوچھ ڈالی۔ غلام آزاد کر اور غلام آزاد کرانے میں مدد دے۔ اس نے پوچھا یا رسول اللہ یہ دونوں تو ایک ہی چیز نہیں؟ آپؐ نے فرمایا نہیں۔ نسمہ کی آزادی تو یہ ہے کہ تو اکیلا و تنہا ہی کسی غلام کو آزاد کرے اور گردن کی خلاصی و آزادی یہ ہے کہ تو بھی حتی المقدور اس میں مدد دے۔ اور دودھ دینے والا جانور دے اور تیرا جو رشتہ دار تجھ پر ظلم کرے (ظلم سے پیش آئے) اس کے ساتھ نیکی کر۔ اگر یہ نہیں کر سکتا تو بھوکے کو کھانا کھلا۔ پیاسے کو پانی پلا۔ بھلائی کی تلقین کر، برائی سے منع کر، اور اگر یہ بھی نہیں کر سکتا تو اپنی زبان کو روک رکھ۔ کھلے تو بھلائی کے لیے کھلے ورنہ بند رہے۔

۳۵- آں حضرت ﷺ مختلف طریقوں سے اس کی فضیلت بیان فرماتے تھے جس سے مسلمانوں میں فک رقاب اور اعتاق

عبد کا خاص شوق پیدا ہو گیا تھا۔ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا: ''مَنْ اَعْتَقَ رَقَبَةً مُسْلِمَةً كَانَتْ فِكَاكُهُ مِنَ النَّارِ عُضْواً بِعَضْوٍ'' جو کوئی کسی مسلمان غلام کو آزاد کرے گا اس کا ہر عضو اس غلام کے ہر عضو کے بدلے دوزخ سے بچ جائے گا۔''

تخریج: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، حَدَّثَنِی اَبِی، ثَنَا الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ، ثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ سُلَيْمٍ يَعْنِي ابْنِ عَامِرٍ اَنَّ شَرَحْبِيْلَ بْنَ السِّمْطِ، قَالَ لِعَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ حَدَّثَنَا حَدِيْثًا لَيْسَ فِيْهِ تَرْدِيْدٌ وَلَا نِسْيَانٌ، قَالَ عَمْرٌو: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: مَنِ اعْتَقَ رَقَبَةً مُسْلِمَةً كَانَتْ فِكَاكُهُ مِنَ النَّارِ عُضْوًا بِعُضْوٍ، وَ مَنْ شَابَ شَيْبَةً فِی سَبِيْلِ اللّٰهِ كَانَتْ لَهٗ نُوْرًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَ مَنْ رَمٰی بِسَهْمٍ فَبَلَغَ فَاَصَابَ اَوْ اَخْطَأَ كَانَ كَمَنْ اَعْتَقَ رَقَبَةً مِنْ وُّلْدِ اِسْمَاعِيْلَ۔ (٤٤)

ترجمہ: عمرو نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا فرماتے تھے: جو کوئی کسی مسلمان غلام کو آزاد کرے گا، اس کا ہر عضو اس غلام کے ہر عضو کے بدلے آگ (دوزخ) سے بچ جائے گا۔ اور جو فی سبیل اللہ میں پروان چڑھ کر جوان ہوا اس کے لیے قیامت کے روز نور ہوگا اور جس نے فی سبیل اللہ تیر پھینکا اور وہ نشان پر پہنچ گیا یا خطا ہو گیا تو اس کا یہ عمل ایسا ہے جیسے اس نے اولاد اسماعیل میں سے غلام آزاد کر دیا۔

٣٦-- ایک اور حدیث میں ہے کہ مَنْ اَعْتَقَ نَفْسًا مُسْلِمَةً كَانَتْ فِدْيَةً مِنْ جَهَنَّمَ ''جس نے ایک نفس مسلمہ کو آزاد کیا تو وہ جہنم سے بچنے کے لیے اس کا فدیہ ہو گیا۔'' (الجہاد فی الاسلام، غلامی کا مسئلہ)

تخریج: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، حَدَّثَنِی اَبِی، ثَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ، ثَنَا بَقِيَّةٌ ثَنَا بُحَيْرُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ، عَنْ كَثِيْرِ بْنِ مُرَّةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ اَنَّهٗ حَدَّثَهُمْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: مَنْ بَنٰی لِلّٰهِ مَسْجِدًا لِيُذْكَرَ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ فِيْهِ، بَنَی اللّٰهُ لَهٗ بَيْتًا فِی الْجَنَّةِ، وَ مَنْ اَعْتَقَ نَفْسًا مُسْلِمَةً كَانَتْ فِدْيَتَهٗ مِنْ جَهَنَّمَ، وَمَنْ شَابَ شَيْبَةً فِی سَبِيْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ كَانَتْ لَهٗ نُوْرًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ (٤٥)

ترجمہ: عمرو بن عبسہ سے مروی ہے انہوں نے اپنے سامعین کو حدیث سنائی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کسی نے مسجد تعمیر کی کہ اس میں اللہ عزوجل کا ذکر کیا جائے، اس کے لیے اللہ تعالیٰ جنت میں گھر تعمیر فرمائے گا اور جس نے ایک نفس مسلمہ کو آزاد کیا تو وہ جہنم سے بچنے کے لیے اس کا فدیہ ہو گیا۔ اور جو فی سبیل اللہ میں پروان چڑھ کر جوان ہوا اس کے لیے قیامت کے روز نور ہوگا۔

تشریح: اس حدیث میں آں حضور نے دو مرتبہ غلاموں کی رہائی کا ذکر کیا ہے جنت میں داخل ہونے کے لیے اس کو سب سے اولین حیثیت دی ہے۔ قرآن میں بھی بار بار اس کی تاکید کی گئی ہے۔ زکوٰۃ کے جو مصارف قرآن میں بیان ہوئے ہیں ان میں سے ایک فی الرقاب بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک فک رقبہ ایک بڑی نیکی کا کام ہے۔

اسلامی حکومت کو بھی ہدایت ہے کہ بیت المال میں جو زکوٰۃ جمع ہو اس میں سے مکاتب غلاموں کی رہائی کے لیے ایک حصہ خرچ کریں۔ (تفہیم القرآن ج ۳، النور حاشیہ: ۵۸)

مسلمان کی خیر خواہی

۳۷- ''حضرت جریر بن عبداللہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے تین باتوں پر بیعت لی تھی۔ ایک یہ کہ نماز قائم کروں گا۔ دوسرے یہ کہ زکوٰۃ دیتا رہوں گا، تیسرے یہ کہ ہر مسلمان کا خیر خواہ رہوں گا۔'' (بخاری، کتاب الایمان)

تخریج: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ اِسْمَاعِيْلَ، قَالَ حَدَّثَنِیْ قَيْسُ بْنُ اَبِیْ حَازِمٍ، عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْبَجَلِيِّ قَالَ: بَايَعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَلٰى اِقَامِ الصَّلَاةِ، وَ اِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ، وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ۔ (٤٦)

۳۸- ''حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ''مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اس سے جنگ کرنا کفر ہے۔'' (بخاری، کتاب الایمان۔ مسند احمد میں اسی مضمون کی روایت حضرت سعید بن مالک نے بھی اپنے والد سے نقل کیا ہے)

تخریج: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ زُبَيْدٍ، قَالَ: سَأَلْتُ اَبَا وَائِلٍ عَنِ الْمُرْجِئَةِ فَقَالَ: حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ اِنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ: سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ وَ قِتَالُهٗ كُفْرٌ۔ (٤٧)

۳۹- ''حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہر مسلمان پر دوسرے مسلمان کی جان مال اور عزت حرام ہے۔'' (مسلم، کتاب البر والصلۃ۔ ترمذی، ابواب البر والصلۃ)

تخریج: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ، نَا دَاوُدُ بْنُ قَيْسٍ، عَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ، مَوْلٰى عَامِرِ بْنِ كُرَيْزٍ، عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لَا تَحَاسَدُوْا، وَلَا تَنَاجَشُوْا، وَلَا تَبَاغَضُوْا، وَلَا تَدَابَرُوْا، وَلَا يَبِعْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَيْعِ بَعْضٍ، وَ كُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ اِخْوَانًا، اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهٗ، وَلَا يَخْذُلُهٗ، وَلَا يَحْقِرُهٗ، التَّقْوٰى هٰهُنَا، وَ يُشِيْرُ اِلٰى صَدْرِهٖ ثَلَاثَ مِرَارٍ، بِحَسْبِ امْرِءٍ مِنَ الشَّرِّ اَنْ يَّحْقِرَ اَخَاهُ الْمُسْلِمَ كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُهٗ وَ مَالُهٗ وَ عِرْضُهٗ۔ (٤٨)

دین اسلام میں جبر و اکراہ نہیں

۴۰- انصار میں سے ایک شخص کے دو بیٹے نصرانی تھے، اس نے رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرے

بیٹے نصرانیت کو چھوڑنے پر راضی نہیں ہوتے، کیا میں انہیں مجبور کر سکتا ہوں؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ ''لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ''
(محمد بن اسحاق بحوالہ ابن عباسؓ)

تخریج: وَ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ اِسْحَاقَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِیْ مُحَمَّدٍ الْجُرَشِيِّ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ اَوْ عَنْ سَعِيْدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قوله (لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ) (البقرہ:۲۵۶) قَالَ نَزَلَتْ فِیْ رَجُلٍ مِنَ الْاَنْصَارِ مِنْ بَنِیْ سَالِمِ بْنِ عَوْفٍ يُقَالُ لَهُ الْحُصَيْنِيُّ، كَانَ لَهُ ابْنَانِ نَصْرَانِيَانِ وَ كَانَ هُوَ رَجُلاً مُسْلِمًا، فَقَالَ لِلنَّبِيِّ ﷺ أَلَا اَسْتَكْرِهُهُمَا فَاِنَّهُمَا قَدْ اَبَيَا اِلَّا النَّصْرَانِيَّةَ، فَاَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ ذٰلِكَ۔ (۴۹)

ترجمہ: ''لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ'' کے بارے میں ابن عباسؓ کا قول یہ ہے کہ یہ آیت انصار کے قبیلہ بنوسالم بن عوف کے حصینی نامی شخص کے بارے میں نازل ہوئی۔ اس کے دولڑکے تھے دونوں ہی نصرانی تھے اور خود یہ مسلمان تھے۔ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر اجازت طلب کی کہ ان دونوں کو زبردستی مسلمان بنالوں اس لیے کہ دونوں عیسائیت چھوڑنے سے انکاری تھے۔ اس موقع پر اس شخص کے بارے میں یہ آیت اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی۔

تخریج: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: ثَنَا ابْنُ اَبِیْ عَدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ اَبِیْ بِشْرٍ، عَنْ اَبِیْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: كَانَتِ الْمَرْاَةُ مِقْلَاتًا فَتَجْعَلُ عَلٰى اَنْفُسِهَا، اِنْ عَاشَ لَهَا وَلَدٌ اَنْ تُهَوِّدَهٗ فَلَمَّا اُجْلِيَتْ بَنُو النَّضِيْرِ كَانَ فِيْهِمْ مِنْ اَبْنَاءِ الْاَنْصَارِ، فَقَالُوْا: لَا نَدَعُ اَبْنَاءَ نَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى ذِكْرَهٗ لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ۔ (البقرہ:۲۵۶) (۵۰)

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ نے بیان کیا کہ ایک عورت تھی جس کی اولاد زندہ نہیں رہتی تھی۔ اس نے اپنے جی میں نذر مانی کہ اگر اس کی اولاد زندہ رہی تو وہ اسے یہودی بنائے گی جب بنونضیر کے یہود کو جلاوطن کیا گیا تو ان میں انصار کے کچھ لڑکے بھی شامل تھے۔ انہوں نے کہا ہم اپنے بیٹوں کو تو کسی صورت بھی نہیں چھوڑیں گے تو اس موقع پر (لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ نازل ہوئی۔ ''دین اختیار کرنے کے سلسلے میں کوئی جبر نہیں، ہدایت کو گمراہی سے چھانٹ کر واضح کر دیا گیا ہے۔''

۴۱- يَسِّرَا وَلَا تُعَسِّرَا، بَشِّرَا وَلَا تُنَفِّرَا۔

''نرمی کرنا سختی نہ کرنا۔ خوش کرنا نفرت نہ دلانا۔''

تخریج: حَدَّثَنَا يَحْيٰى، ثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِیْ بُرْدَةَ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ جَدِّهٖ،

اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ بَعَثَ مُعَاذًا وَ اَبَا مُوْسٰی اِلَی الْیَمَنِ، فَقَالَ: یَسِّرَا، وَلَا تُعَسِّرَا، وَ بَشِّرَا وَلَا تُنَفِّرَا، وَ تَطَاوَعَا وَلَا تَخْتَلِفَا۔ (۵۱)

پس منظر: ابوموسیٰؓ اور معاذ بن جبلؓ کو یمن بھیجتے وقت آپ نے مندرجہ بالا نصیحت فرمائی۔

(الجہاد فی الاسلام، اشاعت اسلام اور تلوار)

نعمت کے اظہار کی ترغیب

۴۲- اِنَّ اللّٰہَ اِذَا اَنْعَمَ نِعْمَۃً عَلٰی عَبْدٍ اَحَبَّ اَنْ یَّظْھَرَ اَثَرُھَا عَلَیْہِ۔

''اللہ جب کسی بندے کو نعمت دیتا ہے تو وہ پسند کرتا ہے کہ اس نعمت کا اثر اس بندے پر ظاہر ہو۔''

تخریج: ‹۱› وَ فِی الْحَدِیْثِ... اِنَّ اللّٰہَ اِذَا اَنْعَمَ نِعْمَۃً عَلٰی عَبْدٍ اَحَبَّ اَنْ یَّظْھَرَ اَثَرُھَا عَلَیْہِ۔ (۵۲)

‹۲› حَدَّثَنَا النُّفَیْلِیُّ، ثَنَا زُھَیْرٌ، ثَنَا اَبُوْ اِسْحَاقَ عَنْ اَبِی الْاَحْوَصِ عَنْ اَبِیْہِ، قَالَ: اَتَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ فِیْ ثَوْبٍ دُوْنٍ، فَقَالَ: اَلَکَ مَالٌ؟ قَالَ: نَعَمْ قَالَ: مِنْ اَیِّ الْمَالِ؟ قَالَ: قَدْ اٰتَانِی اللّٰہُ مِنَ الْاِبِلِ وَالْغَنَمِ وَالْخَیْلِ، وَالرَّقِیْقِ، قَالَ: فَاِذَا اٰتَاکَ اللّٰہُ مَالًا فَلْیُرَ اَثَرُ نِعْمَۃِ اللّٰہِ عَلَیْکَ وَ کَرَامَتِہٖ۔ (۵۳)

ترجمہ: ابوالاحوص نے اپنے والد سے روایت کیا کہ میں نبی ﷺ کی خدمت میں گھٹیا لباس میں حاضر ہوا آپؐ نے دریافت فرمایا کیا تمہارے پاس مال ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں، آپؐ نے وضاحت طلب فرمائی کہ کون سا مال ہے؟ اس نے عرض کیا مجھے اللہ تعالیٰ نے اونٹ، بکری، گھوڑے اور غلام سبھی قسم کے مال سے نوازا ہے۔ آپؐ نے یہ سن کر فرمایا جب تجھے اللہ تعالیٰ مال سے نوازے تو اس نعمت وانعام کا اثر تجھ پر ظاہر ہونا چاہیے۔

تشریح: یعنی اس کے کھانے پینے، رہنے سہنے لباس اور مسکن، اور اس کی داد و دہش ہر چیز سے اللہ کی دی ہوئی اس نعمت کا اظہار ہوتا رہے۔

یہ اللہ کے فضل کو چھپانا ہے کہ آدمی اس طرح رہے گویا کہ اللہ نے اس پر فضل نہیں کیا ہے مثلاً کسی کو اللہ نے دولت دی ہو اور وہ اپنی حیثیت سے گر کر رہے نہ اپنی ذات اور اپنے اہل وعیال پر خرچ کرے نہ بندگان خدا کی مدد کرے، نہ نیک کاموں میں حصہ لے، لوگ دیکھیں تو سمجھیں بیچارہ بڑا ہی خستہ حال ہے۔ یہ دراصل اللہ کی سخت ناشکری ہے۔

(تفہیم القرآن ج ۱، النساء حاشیہ: ۶۳)

برائی اور بھلائی کی ترویج کے اثرات

۴۳- ''ایک آدمی نے کسی نیک کام کی بنا رکھی ہو تو یہ (ممکن ہے کہ) دنیا میں ہزاروں سال تک اس کام کے اثرات چلتے رہیں اور یہ سب اس کے کارنامے میں لکھے جائیں اور ایک دوسرے شخص نے کسی برائی کی بنا رکھی ہو اور صدیوں تک دنیا میں اس کا اثر جاری رہے اور وہ اس ظالم اول کے حساب میں درج ہوتا ہے۔''

تخریج: حَدَّثَنِیْ زُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ، نَا جَرِیْرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِیْدِ، عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ مُوْسٰی بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ یَزِیْدَ وَ اَبِی الضُّحٰی عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ هِلَالِ الْعَبَسِیِّ، عَنْ جَرِیْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: جَآءَ نَاسٌ مِنَ الْاَعْرَابِ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ عَلَیْهِمُ الصُّوْفُ، فَرَاٰی سُوْٓءَ حَالِهِمْ، قَدْ اَصَابَتْهُمْ حَاجَةٌ، فَحَثَّ النَّاسَ عَلَی الصَّدَقَةِ، فَاَبْطَئُوْا عَنْهُ حَتّٰی رُئِیَ ذٰلِکَ فِیْ وَجْهِهٖ، قَالَ: ثُمَّ اِنَّ رَجُلًا مِنَ الْاَنْصَارِ جَآءَ بِصُرَّةٍ مِّنْ وَّرَقَةٍ، ثُمَّ جَآءَ اٰخَرُ، ثُمَّ تَتَابَعُوْا حَتّٰی عُرِفَ السُّرُوْرُ فِیْ وَجْهِهٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ سَنَّ فِی الْاِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً، فَعُمِلَ بِهَا بَعْدَهٗ کُتِبَ لَهٗ مِثْلُ اَجْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا، وَلَا یُنْقَصُ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَیْءٌ، وَ مَنْ سَنَّ فِی الْاِسْلَامِ سُنَّةً سَیِّئَةً فَعُمِلَ بِهَا بَعْدَهٗ کُتِبَ عَلَیْهِ مِثْلُ وِزْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا وَلَا یُنْقَصُ مِنْ اَوْزَارِهِمْ شَیْءٌ۔ (٥٤)

ترجمہ: جریر بن عبداللہ سے مروی ہے انہوں نے بیان کیا کچھ بدوی لوگ رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان کے جسموں پر اون کا لباس تھا۔ آپ نے ان کی پراگندہ حالت ملاحظہ فرمائی۔ ان کو حاجت لاحق تھی۔ اسے دیکھ کر آپ نے لوگوں کو ابھارا کہ ان پر صدقہ وخیرات کریں لوگوں نے کچھ دیر کی تو اس کا ناخوشگوار اثر آپؐ کے چہرہ مبارک پر نمایاں ہوا۔ راوی کا بیان ہے کہ تھوڑی دیر بعد ایک آدمی چاندی سے بھری تھیلی لے کر حاضر خدمت ہوا۔ پھر ایک آدمی چاندی سے بھری تھیلی لے کر حاضر خدمت ہوا۔ پھر ایک اور آیا۔ اس طرح تانتا بندھ گیا اور اس صورت حال سے آپؐ کے رخ انور پر مسرت کے آثار نمایاں ہوئے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا: جس نے اسلام میں اچھے طریقے کو رواج دیا اور اس پر اس کے مرنے کے بعد عمل کیا گیا۔ اس کے اعمال نامہ میں عمل کرنے والے کے برابر اجر درج کر دیا۔ عمل کرنے والوں کے عمل میں کسی قسم کی کمی کیے بغیر۔ اور جس نے اسلام میں برے طریقہ کو رواج دیا اور اس کے مرنے کے بعد اس پر عمل کیا گیا تو اس گناہ کے کام پر عمل کرنے والے کے گناہ کے برابر اس کے رائج کرنے والے کے اعمال نامہ میں درج کیا جائے گا اور اس پر عمل کرنے والوں کے گناہ میں سے کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔

تشریح: یہ اللہ کے قانون مجازات کا قاعدہ کلیہ ہے۔ ہر آدمی انعام اسی خدمت پر پائے گا جو اس نے خود انجام دی ہو۔ یہ ممکن نہیں ہے کہ ایک شخص کی خدمات پر دوسرا انعام پائے۔ اور اس طرح ہر شخص اسی قصور میں پکڑا جائے گا، جس کا وہ خود مرتکب ہوا ہو۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ ایک کے قصور میں دوسرا پکڑا جائے۔

اچھا یا برا جو کچھ بھی پھل ہوگا، اسی کی سعی اور اسی کے کسب کا نتیجہ ہوگا۔ بہر حال یہ ممکن نہیں ہے کہ جس بھلائی یا جس برائی میں آدمی کی نیت اور سعی وعمل کا کوئی حصہ نہ ہو، اس کی جزا یا سزا اسے مل جائے۔ مکافات عمل کوئی قابل انتقال چیز نہیں ہے۔

(تفہیم القرآن ج۱، البقرہ حاشیہ: ۳۳۹)

مسکین کسے کہتے ہیں

٤٤- اَلْمِسْكِيْنُ الَّذِیْ لَا يَجِدُ غِنًى يُغْنِيْهِ وَلَا يُفْطَنُ لَهٗ فَيُتَصَدَّقُ وَلَا يَقُوْمُ فَيَسْأَلُ النَّاسَ.

’’مسکین وہ ہے جو اپنی حاجت بھر مال نہیں پاتا، اور نہ پہچانا جاتا ہے کہ اس کی مدد کی جائے، اور نہ کھڑا ہو کر لوگوں سے مانگتا ہے۔‘‘

تخریج: حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنِیْ مَالِكٌ، عَنْ اَبِی الزِّنَادِ، عَنِ الْاَعْرَجِ، عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: لَيْسَ الْمِسْكِيْنُ الَّذِیْ يَطُوْفُ عَلَى النَّاسِ تَرُدُّهُ اللُّقْمَةُ وَاللُّقْمَتَانِ، وَالتَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ وَلٰكِنَّ الْمِسْكِيْنَ الَّذِیْ لَا يَجِدُ غِنًى يُغْنِيْهِ، وَلَا يُفْطَنُ بِهٖ فَيُتَصَدَّقُ عَلَيْهِ، وَلَا يَقُوْمُ فَيَسْأَلُ النَّاسَ۔(۵۵)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ مسکین وہ نہیں ہے جو لوگوں کے سامنے گھومتا پھرے اسے ایک یا دو لقمے، اور ایک یا دو کھجوریں لوٹا دیتی ہوں، بلکہ مسکین وہ ہے جو اپنی حاجت بھر مال نہیں پاتا اور نہ پہچانا جاتا ہے کہ اس کی مدد کی جائے، اور نہ کھڑا ہو کر لوگوں سے مانگتا ہے۔

تشریح: مسکنت کے لفظ میں عاجزی، ماندگی، بے چارگی اور ذلت کے مفہومات شامل ہیں۔ اس اعتبار سے مساکین وہ لوگ ہیں جو عام حاجت مندوں کی بہ نسبت زیادہ خستہ حال ہوں۔ نبیؐ نے اس لفظ کی تشریح کرتے ہوئے خصوصیت کے ساتھ ایسے لوگوں کو مستحق امداد ٹھہرایا ہے جو اپنی ضروریات کے مطابق ذرائع نہ پا رہے ہوں اور سخت تنگ حال ہوں، مگر نہ تو ان کی خودداری کسی کے آگے ہاتھ پھیلانے کی اجازت دیتی ہو اور نہ ان کی ظاہری پوزیشن ایسی ہو کہ کوئی انہیں حاجت مند سمجھ کر ان کی مدد کے لیے ہاتھ بڑھائے۔ گویا وہ ایک ایسا شریف آدمی ہے جو غریب ہو۔ (تفہیم القرآن ج ۲، التوبہ حاشیہ: ٦٢)

مخلوق کا ایک دوسرے پر رحم، رحمت الٰہی کا مظہر ہے

٤٥- جَعَلَ اللّٰهُ الرَّحْمَةَ مِأَةَ جُزْءٍ فَاَمْسَكَ عِنْدَهٗ تِسْعَةً وَ تِسْعِيْنَ وَ اَنْزَلَ فِی الْاَرْضِ جُزْءًا وَّاحِدًا فَمِنْ ذَالِكَ الْجُزْءِ يَتَرَاحَمُ الْخَلَائِقُ حَتّٰى تَرْفَعُ الدَّآبَّةُ حَافِرَهَا عَنْ وَلَدِهَا خَشْيَةَ اَنْ تُصِيْبَهٗ.

’’اللہ تعالیٰ نے رحمت کو سو حصوں میں تقسیم فرمایا، پھر ان میں سے ۹۹ حصے اپنے پاس رکھے اور صرف ایک حصہ زمین میں اتارا۔ یہ اسی ایک حصے کی برکت ہے جس کی وجہ سے مخلوقات آپس میں ایک دوسرے پر رحم کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ اگر ایک جانور اپنے بچے پر سے اپنا کھر اٹھاتا ہے تاکہ اسے ضرر نہ پہنچ جائے، تو یہ بھی دراصل اسی حصۂ رحمت کا اثر ہے۔‘‘

تخریج: حَدَّثَنَا حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى التُّجِيْبِیُّ، اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، اَخْبَرَنِیْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ

شِهَابٍ، اَنَّ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ، اَخْبَرَهُ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: جَعَلَ اللّٰهُ الرَّحْمَةَ مِائَةَ جُزْءٍ، فَاَمْسَکَ عِنْدَهُ تِسْعَةً وَ تِسْعِيْنَ، وَ اَنْزَلَ فِي الْاَرْضِ جُزْاً وَاحِدًا، فَمِنْ ذٰلِکَ الْجُزْءِ تَتَرَاحَمُ الْخَلَائِقُ حَتّٰى تَرْفَعَ الدَّابَّةُ حَافِرَهَا عَنْ وَلَدِهَا خَشْيَةَ اَنْ تُصِيْبَهٗ۔ (٥٦)

تشریح: یوں تو ہر وہ صفت جو مخلوقات میں پائی جاتی ہے، اس کا مصدر و منبع اللہ تعالیٰ ہی کی کوئی نہ کوئی صفت ہے مگر جو چیز انسان کو دوسری مخلوقات پر فضیلت دیتی ہے وہ یہ ہے کہ جس جامعیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی صفات کا پرتو اس پر ڈالا گیا ہے اس سے کوئی دوسری مخلوق سرفراز نہیں کی گئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ انسان کے اندر جو روح پھونکی گئی ہے وہ دراصل صفات الٰہی کا ایک عکس یا پرتو ہے۔ حیات، علم، قدرت، ارادہ، اختیار اور دوسری جتنی صفات انسان میں پائی جاتی ہیں جن کے مجموعے ہی کا نام روح ہے، یہ دراصل اللہ تعالیٰ ہی کی صفات کا ایک ہلکا سا پرتو ہے جو اس کالبد خاکی پر ڈالا گیا ہے اور اس پرتو کی وجہ سے انسان زمین پر خدا کا خلیفہ اور ملائکہ سمیت تمام موجودات ارضی کا مسجود قرار پایا ہے۔

یہ ایک ایسا باریک مضمون ہے جس کے سمجھنے میں ذرا سی غلطی بھی آدمی کر جائے تو اس غلط فہمی میں مبتلا ہو سکتا ہے کہ صفات الٰہی میں سے ایک حصہ پانا الوہیت کا ہم معنی ہے حالاں کہ الوہیت اس سے وراء الوراء ہے کہ کوئی مخلوق اس کا ایک ادنیٰ شائبہ بھی پا سکے۔ (تفہیم القرآن ج ۲، الحجر حاشیہ: ۱۹)

عورت کا گھر بیٹھ رہنا جہاد ہے

٤٦- مَنْ قَعَدَتْ مِنْكُنَّ فِيْ بَيْتِهَا فَاِنَّهَا تُدْرِكُ عَمَلَ الْمُجَاهِدِيْنَ۔

”(حافظ ابوبکر بزار حضرت انس سے روایت کرتے ہیں کہ) عورتوں نے حضورؐ سے عرض کیا کہ ساری فضیلت تو مرد لوٹ لے گئے، وہ جہاد کرتے ہیں اور خدا کی راہ میں بڑے بڑے کام کرتے ہیں۔ ہم کیا عمل کریں کہ ہمیں بھی مجاہدین کے برابر اجر مل سکے؟ جواب میں فرمایا جو تم میں سے گھر میں بیٹھے گی وہ مجاہدین کے عمل کو پالے گی۔“

تخریج: قَالَ الْحَافِظُ اَبُوْ بَكْرٍ الْبَزَّارُ: حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مُسْعِدَةَ، حَدَّثَنَا اَبُوْ رَجَاءَ الْكَلْبِيُّ رَوْحُ بْنُ الْمُسَيَّبِ ثِقَةٌ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ الْبُنَانِيُّ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: جِئْنَ النِّسَآءُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقُلْنَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! ذَهَبَ الرِّجَالُ بِالْفَضْلِ وَالْجِهَادِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى، فَمَالَنَا عَمَلٌ نُدْرِکُ بِهٖ عَمَلَ الْمُجَاهِدِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ قَعَدَتْ...اَوْ كلمة نَحْوَهَا...مِنْكُنَّ فِيْ بَيْتِهَا، فَاِنَّهَا تُدْرِکُ عَمَلَ الْمُجَاهِدِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى، ثُمَّ قَالَ: لَا نَعْلَمُ، رَوَاهُ عَنْ ثَابِتٍ اِلَّا رَوْحُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَ هُوَ رَجُلٌ مِنْ اَهْلِ الْبَصْرَةِ مَشْهُوْرٌ۔ (٥٧)

۴۷- اِنَّ الْمَرْأَةَ عَوْرَةٌ فَاِذَا خَرَجَتِ اسْتَشْرَفَهَا الشَّيْطَانُ وَ اَقْرَبُ مَا تَكُوْنُ بِرَوْحَةِ رَبِّهَا وَ هِيَ فِيْ قَعْرِ بَيْتِهَا۔

”(بزار اور ترمذی نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے نقل کیا ہے کہ) نبی نے فرمایا عورت مستور رہنے کے قابل چیز ہے۔ جب وہ نکلتی ہے تو شیطان اس کو تاکتا ہے۔ اور اللہ کی رحمت سے قریب تر وہ اس وقت ہوتی ہے جب کہ وہ اپنے گھر میں ہو۔“

تخریج: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ مُوْرِقٍ، عَنْ اَبِي الْاَحْوَصِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ: اِنَّ الْمَرْأَةَ عَوْرَةٌ، فَاِذَا خَرَجَتْ اسْتَشْرَفَهَا الشَّيْطَانُ، وَ اَقْرَبُ مَا تَكُوْنُ بِرَوْحَةِ رَبِّهَا وَ هِيَ فِيْ قَعْرِ بَيْتِهَا۔ (۵۸)

تشریح: گویا کہ عورت کا اصل دائرۂ عمل اس کا گھر ہے۔ اس کو اسی دائرے میں رہ کر اطمینان کے ساتھ اپنے فرائض انجام دینے چاہییں اور گھر سے باہر صرف بضرورت ہی نکلنا چاہیے۔ گھر میں رہنے کو عورت کا جہاد اس لیے کہا کہ مجاہد دل جمعی کے ساتھ اسی وقت تو خدا کی راہ میں لڑسکتا ہے جب کہ اسے اپنے گھر کی طرف سے پورا اطمینان ہو۔ اس کی بیوی اس کے گھر اور بچوں کو سنبھالے بیٹھی ہو اور اسے کوئی خطرہ اس امر کا نہ ہو کہ پیچھے وہ کوئی گل کھلا بیٹھے گی۔ یہ اطمینان جو اسے فراہم کرے گی وہ گھر بیٹھے اس کے جہاد میں برابر کی حصے دار ہوگی۔

احادیث بالا کے اس صاف اور صریح حکم کی موجودگی میں اس بات کی آخر کیا گنجائش ہے کہ مسلمان عورتیں کونسلوں اور پارلیمنٹوں کی ممبر بنیں، بیرون خانہ کی سوشل سرگرمیوں میں دوڑتی پھریں، سرکاری دفتروں میں مردوں کے ساتھ کام کریں، کالجوں میں لڑکوں کے ساتھ تعلیم پائیں، مردانہ ہسپتالوں میں نرسنگ کی خدمت انجام دیں، ہوائی جہازوں اور ریل کاروں میں ”مسافر نوازی“ کے لیے استعمال کی جائیں، اور تعلیم و تربیت کے لیے امریکہ و انگلستان بھیجی جائیں؟ عورت کے بیرون خانہ سرگرمیوں کے جواز میں بڑی سے بڑی دلیل جو پیش کی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ نے جنگ جمل میں حصہ لیا تھا۔ لیکن یہ استدلال جو لوگ پیش کرتے ہیں انہیں شاید معلوم نہیں ہے کہ خود حضرت عائشہؓ کا خیال اس باب میں کیا تھا۔ عبداللہ بن احمد بن حنبل نے زوائد الزہد میں اور ابن المنذر، ابن ابی شیبہ اور ابن سعد نے اپنی کتابوں میں مسروق کی روایت نقل کی ہے کہ حضرت عائشہؓ جب تلاوت قرآن کرتے ہوئے آیت (**و قرن فی بیوتکن**) پر پہنچتی تھیں تو بے اختیار رو پڑتی تھیں یہاں تک کہ ان کا دوپٹہ بھیگ جاتا تھا، کیوں کہ اس پر انہیں اپنی وہ غلطی یاد آجاتی تھی جو ان سے جنگ جمل میں ہوئی تھی۔

(تفہیم القرآن ج ۴ الاحزاب حاشیہ: ۴۸)

جان بوجھ کر اپنا نسب بدلنا

۴۸- مَنِ ادَّعٰى اِلٰى غَيْرِ اَبِيْهِ وَ هُوَ يَعْلَمُ اَنَّهٗ غَيْرُ اَبِيْهِ فَالْجَنَّةُ عَلَيْهِ حَرَامٌ۔

”جس نے اپنے آپ کو اپنے باپ کے سوا کسی اور کا بیٹا کہا، درآں حالے کہ وہ جانتا ہو کہ وہ اس کا باپ نہیں ہے اس پر جنت حرام ہے۔“

(تفہیم القرآن ج ۴، الاحزاب حاشیہ: ۸)

تخریج: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ هُوَ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ اَبِیْ عُثْمَانَ، عَنْ سَعْدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم یَقُوْلُ: مَنِ ادَّعٰی اِلٰی غَیْرِ اَبِیْهِ وَ هُوَ یَعْلَمُ اَنَّهٗ غَیْرُ اَبِیْهِ فَالْجَنَّةُ عَلَیْهِ حَرَامٌ۔ فَذَکَرْتُ لِاَبِیْ بَکْرَةَ، فَقَالَ: وَ اَنَا سَمِعَتْهُ اُذُنَایَ وَ وَعَاهُ قَلْبِیْ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ۔ (۵۹)

اذیت رسانی پر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ردعمل

۴۹–رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلٰی مُوْسٰی فَاِنَّهٗ اُوْذِیَ بِاَکْثَرَ مِنْ هٰذَا فَصَبَرَ۔

"ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں میں کچھ مال تقسیم کر رہے تھے۔ اس مجلس سے جب لوگ باہر نکلے تو ایک شخص نے کہا "محمدؐ نے اس تقسیم میں خدا اور آخرت کا کچھ بھی لحاظ نہ رکھا" یہ بات حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے سن لی اور جا کر حضورؐ سے عرض کیا کہ آج آپ پر یہ باتیں بنائی گئی ہیں۔ آپؐ نے جواب میں فرمایا: "اللہ کی رحمت ہو موسیٰؑ پر انہیں اس سے زیادہ اذیتیں دی گئیں اور انہوں نے صبر کیا۔" (تفہیم القرآن ج ۴، الاحزاب حاشیہ:۱۱۹)

تخریج: حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِیْدِ، ثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْاَعْمَشِ، سَمِعْتُ اَبَا وَائِلٍ، سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ، قَالَ: قَسَمَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم قَسْمًا، فَقَالَ رَجُلٌ: اِنَّ هٰذِهٖ لَقِسْمَةٌ مَا اُرِیْدُ بِهَا وَجْهُ اللّٰهِ، فَاَتَیْتُ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم، فَاَخْبَرْتُهٗ، فَغَضِبَ حَتّٰی رَأَیْتُ الْغَضَبَ فِیْ وَجْهِهٖ ثُمَّ قَالَ: یَرْحَمُ اللّٰهُ مُوْسٰی قَدْ اُوْذِیَ بِاَکْثَرَ مِنْ هٰذَا فَصَبَرَ۔ (۶۰)

ازواج مطہرات کے حقوق کی ادائے گی میں حضورؐ کا طریق کار

۵۰– "(بخاری، مسلم، نسائی اور ابوداؤد وغیرہم حضرت عائشہ کا قول نقل کرتے ہیں کہ) سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر ۵۱ کے نزول کے بعد بھی حضورؐ کا طریقہ یہی رہا کہ آپؐ ہم میں سے کسی بیوی کی باری کے دن دوسری بیوی کے ہاں جاتے تو اس سے اجازت لے کر جاتے تھے۔"

تخریج: حَدَّثَنَا حِبَّانُ بْنُ مُوْسٰی قَالَ: اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، قَالَ: اَخْبَرَنَا عَاصِمُ الْاَحْوَلُ، عَنْ مُعَاذَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم کَانَ یَسْتَاْذِنُ فِیْ یَوْمِ الْمَرْاَةِ مِنَّا بَعْدَ اَنْ اُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْاٰیَةُ. (تُرْجِیْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَ تُؤْیْ اِلَیْکَ مَنْ تَشَآءُ، وَ مَنِ ابْتَغَیْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْکَ) (الاحزاب: ۵۱) فَقُلْتُ لَهَا: مَا کُنْتِ تَقُوْلِیْنَ؟ قَالَتْ: کُنْتُ اَقُوْلُ لَهٗ، اِنْ کَانَ ذَاکَ اِلَیَّ فَاِنِّیْ لَا اُرِیْدُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنْ اُوْثِرَ عَلَیْکَ اَحَدًا۔ تَابَعَهٗ عَبَّادُ بْنُ عَبَّادٍ سَمِعَ عَاصِمًا۔ (۶۱)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اگر باری والی بیوی کو چھوڑ کر کسی دوسری بیوی کے ہاں تشریف لے جانا چاہتے، تو باری والی بیوی سے اجازت لے کر جاتے قرآن مجید میں **(ترجی من تشاء منھن و تؤی الیک من تشاء)** آیت کے نزول کے بعد۔ معاذہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ جب رسول اللہؐ آپ سے اجازت لیتے تو آپ کیا جواب دیتی تھیں۔ انہوں نے بتایا کہ میں تو صاف کہہ دیتی تھی کہ میں تو اپنے مقابلے میں کسی کو ترجیح نہیں دے سکتی۔ (کہ آپ میری بجائے کسی دوسرے کے ہاں شب بسر فرمائیں)

۵۱۔ ''(ابوبکر جصاص عروہ بن زبیر کی روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے ان سے فرمایا) رسول اللہ ﷺ باریوں کی تقسیم میں ہم میں سے کسی کو کسی پر ترجیح نہ دیتے تھے۔ اگرچہ کم ہی ایسا ہوتا تھا کہ آپ کسی روز اپنی سب بیویوں کے پاس نہ جاتے ہوں مگر جس بیوی کی باری کا دن ہوتا تھا اس کے سوا کسی دوسری بیوی کو چھوتے تک نہ تھے۔''

تخریج: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوٗدَ، قَالَ: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ يَعْنِىْ ابْنُ اَبِى الزِّنَادِ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ اَبِيْهِ قَالَتْ عَائِشَةُ، ابْنَ اُخْتِىْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا يَفْضِلُ بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ فِى الْقَسْمِ مِنْ مَكْثِهٖ عِنْدَهَا، وَكَانَ قَلَّ يَوْمٍ اِلَّا وَ هُوَ يَطُوْفُ عَلَيْنَا جَمِيْعًا. فَيَدْنُوْ مِنْ كُلِّ امْرَأَةٍ مِنْ غَيْرِ مَسِيْسٍ حَتّٰى يَبْلُغَ اِلَى الَّتِىْ هُوَ يَوْمُهَا فَيَبِيْتُ عِنْدَهَا۔ (٦٢)

۵۲۔ ''(یہ روایت بھی حضرت عائشہؓ کی ہے کہ) جب حضور ﷺ اپنی آخری بیماری میں مبتلا ہوئے اور نقل و حرکت آپؐ کے لیے مشکل ہوگئی تو آپؐ نے سب بیویوں سے اجازت طلب کی کہ مجھے عائشہؓ کے ہاں رہنے دو۔ اور جب سب نے اجازت دے دی تو آپؐ نے آخری زمانہ حضرت عائشہؓ کے ہاں گزارا۔''

تخریج: حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنِى اللَّيْثُ، قَالَ: حَدَّثَنِىْ عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: اَخْبَرَنِىْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِىِّ ﷺ قَالَتْ: لَمَّا ثَقُلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَاشْتَدَّ بِهٖ وَجَعُهٗ، اسْتَاْذَنَ اَزْوَاجَهٗ اَنْ يُّمَرَّضَ فِىْ بَيْتِىْ، فَاَذِنَّ لَهٗ۔ فَخَرَجَ وَ هُوَ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ تَخُطُّ رِجْلَاهُ فِى الْاَرْضِ بَيْنَ عَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَ بَيْنَ رَجُلٍ آخَرَ۔ الخ (٦٣)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ شدید مرض میں مبتلا ہوگئے تو آپ نے دوسری ازواج مطہرات سے اس بات کی اجازت چاہی کہ آپ میرے ہاں قیام فرمائیں۔ سب نے (بخوشی) اس کی اجازت دے دی۔ اس اجازت کے بعد آپ دو آدمیوں کے سہارے زمین پر اپنے پاؤں گھسیٹتے ہوئے میرے گھر پر تشریف لائے۔ ان آدمیوں میں ایک حضرت عباس بن عبدالمطلب اور ایک دوسرے آدمی تھے۔ (یہ دوسرے عبداللہ بن عباسؓ کے قول کے مطابق حضرت علیؓ تھے)

تشریح: سورۂ احزاب کی آیت نمبر ۵۱ میں فرمان ربانی ہے کہ تم کو اختیار دیا جاتا ہے کہ اپنی بیویوں میں سے جس کو چاہو اپنے

سے الگ رکھو، جسے چاہو اپنے ساتھ رکھو اور جسے چاہو الگ رکھنے کے بعد اپنے پاس بلا لو اس معاملے میں تم پر کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ اس طرح زیادہ متوقع ہے کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں گی اور وہ رنجیدہ نہ ہوں گی اور جو کچھ بھی تم ان کو دو گے اس پر وہ سب راضی رہیں گی۔ اللہ جانتا ہے جو کچھ تم لوگوں کے دلوں میں ہے اور اللہ علیم وحلیم ہے۔

اس آیت سے مقصود حضورؐ کو خانگی زندگی کی الجھنوں سے نجات دلانا تھا تا کہ آپؐ پورے سکون کے ساتھ اپنا کام کر سکیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے صاف الفاظ میں حضورؐ کو پورے اختیارات دے دیئے کہ ازواج مطہرات میں سے جس کے ساتھ جو برتاؤ چاہیں کریں تو اس بات کا کوئی امکان نہ رہا کہ یہ مومن خواتین آپؐ کو کسی طرح پریشان کرتیں یا آپس میں مسابقت اور رقابت کے جھگڑے پیدا کر کے آپ کے لیے الجھنیں پیدا کرتیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ سے یہ اختیار پالینے کے بعد بھی حضور ﷺ نے تمام ازواج کے درمیان پورا پورا عدل فرمایا کسی کو کسی پر ترجیح نہ دی اور باقاعدہ باری مقرر کر کے آپؐ سب کے یہاں تشریف لے جاتے رہے محدثین میں سے ابورزین یہ بیان کرتے ہیں کہ حضورؐ نے صرف چار بیویوں (حضرت عائشہؓ، حضرت حفصہؓ، حضرت زینبؓ اور حضرت ام سلمہؓ) کو باریوں کی تقسیم میں شامل کیا تھا اور باقی ازواج کے لیے کوئی باری مقرر نہ کی تھی لیکن دوسرے تمام محدثین ومفسرین اس کی تردید کرتے ہیں اور نہایت قوی روایات سے اس امر کا ثبوت پیش کرتے ہیں کہ اس اختیار کے بعد بھی حضورؐ تمام ازواج کے ہاں باری باری سے جاتے تھے اور سب سے یکساں برتاؤ کرتے تھے۔ ابن ابی حاتم امام زہری کا قول نقل کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کا کسی بیوی کو باری سے محروم کرنا ثابت نہیں ہے۔ اس سے صرف حضرت سودہؓ مستثنیٰ ہیں جنہوں نے خود اپنی باری بخوشی حضرت عائشہؓ کو بخش دی تھی کیوں کہ وہ بہت سن رسیدہ ہو چکی تھیں۔

اس مقام پر کسی کے دل میں یہ شبہ نہ رہنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے معاذ اللہ اس آیت میں اپنے نبی کے ساتھ کوئی بے جا رعایت کی تھی اور ازواج مطہرات کے ساتھ حق تلفی کا معاملہ فرمایا تھا۔ دراصل جن عظیم مصالح کی خاطر نبی ﷺ کو بیویوں کی تعداد کے معاملے میں عام قاعدے سے مستثنیٰ کیا گیا تھا انہیں مصالح کا تقاضا یہ بھی تھا کہ آپؐ کو خانگی زندگی کا سکون بہم پہنچایا جائے اور ان اسباب کا سد باب کیا جائے جو آپؐ کے لیے پریشان خاطری کا موجب ہو سکتے ہوں۔ ازواج مطہرات کے لیے یہ ایک بہت بڑا شرف تھا کہ انہیں نبی ﷺ جیسی بزرگ ترین ہستی کی زوجیت حاصل ہوئی اور اس کی بدولت ان کو یہ موقع نصیب ہوا کہ دعوت واصلاح کے اس عظیم الشان کام میں آپؐ کی رفیق کار بنیں جو رہتی دنیا تک انسانیت کی فلاح کا ذریعہ بننے والا تھا۔ اس مقصد کے لیے جس طرح نبی ﷺ غیر معمولی ایثار وقربانی سے کام لے رہے تھے اور تمام صحابۂ کرام اپنی حد استطاعت تک قربانیاں کر رہے تھے اسی طرح ازواج مطہرات کا بھی یہ فرض تھا کہ ایثار سے کام لیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کے اس فیصلے کو تمام ازواج رسول نے بخوشی قبول کیا۔ (تفہیم القرآن ج ۴، الاحزاب حاشیہ:۹۱)

۶۰ سال کی عمر تک معذرت خواہی کا موقع

۵۳- ’’حدیث میں حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت سہل بن سعد ساعدیؓ نے نبی ﷺ سے نقل فرمایا ہے کہ جو شخص کم عمر پائے اس کے لیے تو عذر کا موقع ہے مگر ۶۰ سال اور اس سے اوپر عمر پانے والے کے لیے کوئی عذر نہیں ہے۔‘‘

(بخاری، احمد، نسائی، ابن جریر اور ابن ابی حاتم وغیرہ)

تخریج: حَدَّثَنِیْ عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ مُطَهَّرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عَلِیٍّ، عَنْ مَعْنِ بْنِ مُحَمَّدٍ الْغِفَارِیِّ، عَنْ سَعِیْدِ بْنِ اَبِیْ سَعِیْدِ الْمَقْبُرِیِّ، عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ، عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: اَعْذَرَ اللّٰهُ اِلَی امْرِیٍٔ، اَخَّرَ اَجَلَهٗ حَتّٰی بَلَّغَهٗ سِتِّیْنَ سَنَةً۔ تابعه ابن عجلان و اَبُوْ حَازِمٍ عَنِ الْمَقْبُرِی۔(٦٤)

تشریح: جس عمر میں آدمی اس قابل ہوسکتا ہو کہ وہ نیک و بد اور حق و باطل میں امتیاز کر سکے اور گمراہی چھوڑ کر نیکی کی طرف رجوع کرنا چاہے تو کر سکے۔ اس عمر کو پہنچنے سے پہلے اگر کوئی شخص مر چکا ہو تو اس پر کوئی مواخذہ نہ ہوگا۔ البتہ جو اس عمر کو پہنچ چکا ہو وہ لازماً اپنے عمل کے لیے جواب دہ قرار پائے گا، اور پھر اس عمر کے شروع ہو جانے کے بعد جتنی مدت بھی وہ زندہ رہے اور سنبھل کر راہ راست پر آنے کے لیے جتنے مواقع بھی اسے ملتے چلے جائیں اتنی ہی اس کی ذمے داری شدید تر ہوتی چلی جائے، یہاں تک کہ جو شخص بڑھاپے کو پہنچ کر بھی سیدھا نہ ہو اس کے لیے کسی عذر کی گنجائش باقی نہ رہے گی۔

(تفہیم القرآن ج ۴، فاطر حاشیہ: ۶۳)

حق و باطل کی معرکہ آرائی میں شرافت و کمینگی کا مقابلہ

٥٤- ”ایک مرتبہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کو بے تحاشا گالیاں دینے لگا۔ حضرت ابوبکرؓ خاموشی کے ساتھ اس کی گالیاں سنتے رہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم انہیں دیکھ کر مسکراتے رہے۔ آخر کار جناب صدیقؓ کا پیمانۂ صبر لبریز ہو گیا اور انہوں نے بھی جواب میں اسے ایک سخت بات کہہ دی۔ ان کی زبان سے وہ بات نکلتے ہی حضورؐ پر شدید انقباض طاری ہوا جو چہرۂ مبارک پر نمایاں ہونے لگا اور آپؐ فوراً اٹھ کر تشریف لے گئے۔ حضرت ابوبکرؓ بھی اٹھ کر آپ کے پیچھے ہو لیے اور راستے میں عرض کیا کہ یہ کیا ماجرا ہے، وہ مجھے گالیاں دیتا رہا اور آپ خاموش مسکراتے رہے، مگر جب میں نے اسے جواب دیا تو آپ ناراض ہو گئے؟ فرمایا ”جب تک تم خاموش تھے، ایک فرشتہ تمہارے ساتھ رہا اور تمہاری طرف سے اس کو جواب دیتا رہا، مگر جب تم بول پڑے تو فرشتے کی جگہ شیطان آ گیا۔ میں شیطان کے ساتھ تو نہیں بیٹھ سکتا تھا۔“

تخریج: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، حَدَّثَنِیْ اَبِیْ، ثَنَا یَحْیٰی عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، قَالَ: ثَنَا سَعِیْدُ بْنُ اَبِیْ سَعِیْدٍ، عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَجُلًا شَتَمَ اَبَا بَکْرٍ وَالنَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم جَالِسٌ، فَجَعَلَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم یُعْجِبُ وَ یَبْتَسِمُ، فَلَمَّا اَکْثَرَ رَدَّ عَلَیْهِ بَعْضَ قَوْلِهٖ، فَغَضِبَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم وَ قَامَ، فَلَحِقَهٗ اَبُوْ بَکْرٍ، فَقَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ کَانَ یَشْتُمُنِیْ وَ اَنْتَ جَالِسٌ، فَلَمَّا رَدَدْتُّ عَلَیْهِ بَعْضَ قَوْلِهٖ، غَضِبْتَ وَ قُمْتَ، قَالَ: اِنَّهٗ کَانَ مَعَکَ مَلَکٌ یَرُدُّ عَنْکَ، فَلَمَّا رَدَدْتَّ عَلَیْهِ بَعْضَ قَوْلِهٖ وَقَعَ الشَّیْطَانُ، فَلَمْ اَکُنْ لِاَقْعُدَ مَعَ الشَّیْطَانِ۔ الخ (٦٥)

تشریح: شیطان کو سخت تشویش لاحق ہوتی ہے جب وہ دیکھتا ہے کہ حق و باطل کی جنگ میں کمینگی کا مقابلہ شرافت کے ساتھ اور بدی کا مقابلہ نیکی کے ساتھ کیا جا رہا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ کس طرح ایک ہی مرتبہ سہی حق کے لیے لڑنے والوں اور خصوصاً ان کے سربرآوردہ لوگوں، اور سب سے بڑھ کر ان کے رہ نما سے کوئی ایسی غلطی کرا دے جس کی بنا پر عامۃ الناس سے یہ کہا

جا سکے کہ دیکھیے صاحب برائی یک طرفہ نہیں ہے، ایک طرف سے اگر گھٹیا حرکتیں کی جا رہی ہیں تو دوسری طرف کے لوگ بھی کچھ بہت اونچے درجے کے انسان نہیں ہیں، فلاں رکیک حرکت تو آخر انہوں نے بھی کی ہے۔ عامۃ الناس میں یہ صلاحیت نہیں ہوتی کہ وہ ٹھیک انصاف کے ساتھ ایک طرف کی زیادتیوں اور دوسری طرف کی جوابی کارروائی کے درمیان موازنہ کر سکیں وہ جب تک یہ دیکھتے رہتے ہیں کہ مخالفین ہر طرح کی ذلیل حرکتیں کر رہے ہیں، مگر یہ لوگ شائستگی اور شرافت اور نیکی و راست بازی کے راستے سے ذرا نہیں ہٹتے، اس وقت تک وہ ان کا گہرا اثر قبول کرتے رہتے ہیں، لیکن اگر کہیں ان کی طرف سے کوئی بیجا حرکت یا ان کے مرتبے سے گری ہوئی حرکت سرزد ہو جائے، خواہ وہ کسی بڑی زیادتی کے جواب ہی میں کیوں نہ ہو، تو ان کی نگاہ میں دونوں برابر ہو جاتے ہیں۔ اور مخالفین کو بھی ایک سخت بات کا جواب ہزار گالیوں سے دینے کا بہانا مل جاتا ہے۔ حدیث بالا میں مسلمانوں کو تلقین کی گئی ہے کہ شیطان کے فریب سے چوکنے رہو۔ وہ بڑا دردمند اور خیر خواہ بن کر تمہیں اشتعال دلائے گا کہ فلاں زیادتی تو ہرگز برداشت نہ کی جانی چاہیے، اور فلاں بات کا تو منہ توڑ جواب دیا جانا چاہیے، اور اس حملے کے جواب میں تو لڑ جانا چاہیے ورنہ تمہیں بزدل سمجھا جائے گا اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔ ایسے ہر موقع پر جب تمہیں اپنے اندر اس طرح کا کوئی نامناسب اشتعال محسوس ہو تو خبردار ہو جاؤ کہ یہ شیطان کی اکساہٹ ہے جو غصہ دلا کر تم سے کوئی غلطی کرانا چاہتا ہے اور خبردار ہو جانے کے بعد اس زعم میں نہ مبتلا ہو جاؤ کہ میں اپنے مزاج پر بڑا قابو رکھتا ہوں، شیطان مجھ سے کوئی غلطی نہیں کروا سکتا۔ یہ اپنی قوت فیصلہ اور قوت ارادی کا زعم شیطان کا دوسرا اور زیادہ خطرناک فریب ہوگا۔ اس کے بجائے تم کو خدا سے پناہ مانگنی چاہیے، کیوں کہ وہی توفیق دے اور حفاظت کرے تو آدمی غلطیوں سے بچ سکتا ہے۔

(تفہیم القرآن ج ۴، حم السجدہ حاشیہ: ۴۰)

ماں حق خدمت کی سب سے زیادہ مستحق

۵۵۔ ”ایک صاحب نے حضور ﷺ سے پوچھا کس کا حق خدمت مجھ پر زیادہ ہے؟ فرمایا تیری ماں کا؟ انہوں نے پوچھا اس کے بعد کون؟ فرمایا تیری ماں۔ انہوں نے پوچھا اس کے بعد کون؟ فرمایا تیری ماں۔ انہوں نے پوچھا اس کے بعد کون؟ فرمایا تیرا باپ۔“

تخریج: حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ بْنُ سَعِیدٍ، حَدَّثَنَا جَرِیرٌ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ بْنِ شُبْرُمَةَ، عَنْ اَبِی زُرْعَةَ، عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مَنْ اَحَقُّ بِحُسْنِ صَحَابَتِیْ؟ قَالَ: اُمُّکَ، قَالَ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: اُمُّکَ، قَالَ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: ثُمَّ اُمُّکَ، قَالَ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: ثُمَّ اَبُوْکَ۔ (٦٦)

تشریح: اگرچہ اولاد کو ماں اور باپ دونوں ہی کی خدمت کرنی چاہیے لیکن ماں کا حق اپنی اہمیت میں اس بنا پر زیادہ ہے کہ وہ اولاد کے لیے زیادہ تکلیفیں اٹھاتی ہے۔ (حدیث بالا تھوڑے سے لفظی اختلاف کے ساتھ بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، مسند احمد اور امام بخاری کی ادب المفرد میں وارد ہوئی ہے)

(تفہیم القرآن ج ۴، الاحقاف حاشیہ: ۱۹)

منافق کی مثال

۵۶-اِنَّ الْمُنَافِقَ اِذَا مَرِضَ ثُمَّ اُعْفِیَ کَانَ کَالْبَعِیْرِ عَقَلَهٗ اَهْلُهٗ ثُمَّ اَرْسَلُوْهُ فَلَمْ یَدْرِ لِمَ عَقَلُوْهُ وَ لَمْ یَدْرِ لِمَ اَرْسَلُوْهُ۔ (ابو داؤد، کتاب الجنائز)

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ'' منافق جب بیمار پڑتا ہے اور پھر اچھا ہو جاتا ہے تو اس کی مثال اس اونٹ کی سی ہوتی ہے جسے اس کے مالکوں نے باندھا تو اس کی کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ کیوں باندھا ہے اور جب کھول دیا تو وہ کچھ نہ سمجھا کہ کیوں کھول دیا ہے۔''

تخریج: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَیْلِیُّ، ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحَاقَ قَالَ: حَدَّثَنِیْ رَجُلٌ مِنْ اَهْلِ الشَّامِ یُقَالُ لَهٗ اَبُوْ مَنْظُوْرٍ عَنْ عَمِّهٖ قَالَ: حَدَّثَنِیْ عَمِّیْ عَنْ عَامِرٍ الرَّامِ، اَخِی الْخُضْرِ، قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ: قَالَ النُّفَیْلِیُّ: هُوَ الْخُضْرُ وَ لٰکِنْ کَذَا قَالَ، قَالَ: اِنِّیْ بِبِلَادِنَا اِذْ رُفِعَتْ لَنَا رَایَاتٌ وَ اَلْوِیَةٌ، فَقُلْتُ: مَا هٰذَا؟ قَالُوْا: هٰذَا لِوَاءُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَاَتَیْتُهٗ وَ هُوَ تَحْتَ شَجَرَةٍ قَدْ بُسِطَ لَهٗ کِسَاءٌ وَ هُوَ جَالِسٌ عَلَیْهِ، وَ قَدِ اجْتَمَعَ اِلَیْهِ اَصْحَابُهٗ فَجَلَسْتُ اِلَیْهِمْ، فَذَکَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْاَسْقَامَ، فَقَالَ: اِنَّ الْمُؤْمِنَ اِذَا اَصَابَهُ السَّقَمُ ثُمَّ اَعْفَاهُ اللّٰهُ مِنْهُ کَانَ کَفَّارَةً لِّمَا مَا مَضٰی مِنْ ذُنُوْبِهٖ وَ مَوْعِظَةً لَهٗ فِیْمَا یَسْتَقْبِلُ، وَ اِنَّ الْمُنَافِقَ اِذَا مَرِضَ ثُمَّ اُعْفِیَ کَانَ کَالْبَعِیْرِ عَقَلَهٗ اَهْلُهٗ ثُمَّ اَرْسَلُوْهُ، فَلَمْ یَدْرِ لِمَ عَقَلُوْهُ، وَلَمْ یَدْرِ لِمَ اَرْسَلُوْهُ۔ فَقَالَ رَجُلٌ مِمَّنْ حَوْلَهٗ؟ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ مَا الْاَسْقَامُ؟ وَاللّٰهِ مَا مَرِضْتُ قَطُّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قُمْ عَنَّا فَلَسْتَ مِنَّا۔ الحدیث (۶۷)

ترجمہ: حضرت عامرؓ سے روایت ہے کہ میں اپنے شہر میں تھا کہ ہمیں بڑے بڑے اور چھوٹے جھنڈے بلند ہوتے ہوئے نظر آئے۔ میں نے پوچھا یہ کیا معاملہ ہے؟ لوگوں نے کہا یہ رسول اللہ ﷺ کا علم ہے۔ یہ اطلاع پا کر میں آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت آپ ایک درخت کے سایہ میں تشریف فرما تھے آپؐ کے لیے چادر بچھائی گئی تھی اس پر آپ جلوہ آرا تھے۔ صحابہ کرام آپؐ کے اردگرد جمع تھے میں بھی ان صحابہ کی جانب بیٹھ گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے بیماریوں کا تذکرہ فرمایا کہ مومن جب بیماری میں مبتلا ہوتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اسے عافیت دے دیتا ہے تو یہ بیماری اس کے ماضی کے گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہے اور مستقبل کے لیے نصیحت۔ اور منافق جب بیمار پڑتا ہے اور پھر اچھا ہوتا ہے تو اس کی مثال اس اونٹ کی سی ہوتی ہے جسے اس کے مالکوں نے باندھا تو اس کی کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ کیوں باندھا ہے اور جب کھول دیا تو وہ کچھ نہ سمجھا کہ کیوں کھول دیا ہے۔ اردگرد بیٹھے ہوئے لوگوں میں سے کسی صاحب نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ یہ بیماریاں کیا ہوتی ہیں۔ اللہ کی قسم میں تو کبھی بھی زندگی میں بیمار نہیں ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اٹھو ہم میں سے ہمارے ساتھ تمہارا واسطہ نہیں۔

تشریح: اس حدیث میں حضور ﷺ نے یہ فرمایا کہ انسان پر دنیا میں کچھ نہ کچھ مصیبتیں آتی رہیں گی تاکہ اسے یاد رہے کہ کوئی

بالاتر طاقت اس کی قسمت کا فیصلہ کر رہی ہے اور کوئی اس کے فیصلوں کو بدلنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ مگر جو لوگ جہالت میں مبتلا ہیں انہوں نے نہ پہلے کبھی ان واقعات سے سبق لیا ہے نہ آئندہ کبھی لیں گے۔ وہ دنیا میں رونما ہونے والے حوادث کے معنی نہیں سمجھتے، اس لیے ان کی ہر وہ تاویل کرتے ہیں جو حقیقت کے فہم سے ان کو اور زیادہ دور لے جانے والی ہو اور کسی ایسی تاویل کی طرف ان کا ذہن کبھی مائل نہیں ہوتا جس سے اپنی دہریت یا اپنے شرک کی غلطی ان پر واضح ہو جائے۔

(تفہیم القرآن ج ۵، الطور حاشیہ: ۳۷)

یہود و منافقین کی خباثت اور آپ (ﷺ) کا حسن سلوک

۵۷- ''متعدد روایتوں میں یہ بات آئی ہے کہ کچھ یہودی نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے **السام علیک یا ابا القاسم** کہا۔ یعنی **السلام علیک** کا تلفظ کچھ اس انداز سے کیا کہ سننے والا سمجھے سلام کیا ہے، مگر دراصل انہوں نے سام کہا تھا جس کے معنی موت کے ہیں۔ حضور ﷺ نے جواب میں فرمایا **و علیکم**۔ حضرت عائشہؓ سے نہ رہا گیا اور انہوں نے کہا موت تمہیں آئے اور اللہ کی لعنت اور پھٹکار پڑے۔ حضور ﷺ نے انہیں تنبیہ فرمائی کہ اے عائشہ! اللہ کو بدزبانی پسند نہیں ہے۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ، آپ نے سنا نہیں کہ انہوں نے کیا کہا؟ حضور ﷺ نے فرمایا اور تم نے نہیں سنا کہ میں نے انہیں کیا جواب دیا؟ میں نے ان سے کہہ دیا ''اور تم پر بھی۔'' (بخاری، مسلم، ابن جریر، ابن ابی حاتم)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا بیان ہے کہ منافقین اور یہود، دونوں نے سلام کا یہی طریقہ اختیار کر رکھا تھا۔(۱)

(تفہیم القرآن ج ۵، المجادلہ حاشیہ: ۲۲)

تخریج: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ، قَالَ: نَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ مُسْلِمٍ، عَنْ مَسْرُوْقٍ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: اَتَى النَّبِيَّ ﷺ اُنَاسٌ مِنَ الْيَهُوْدِ، فَقَالُوْا: اَلسَّامُ عَلَيْكَ يَا اَبَا الْقَاسِمِ. قَالَ: وَ عَلَيْكُمْ، قَالَتْ عَائِشَةُ: قُلْتُ: بَلْ عَلَيْكُمُ السَّامُ وَالذَّامُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: يَا عَائِشَةُ! لَا تَكُوْنِيْ فَاحِشَةً، فَقَالَتْ: مَا سَمِعْتَ مَا قَالُوْا؟ فَقَالَ: اَوَ لَيْسَ قَدْ رَدَدْتُّ عَلَيْهِمُ الَّذِيْ قَالُوْا، قُلْتُ: وَ عَلَيْكُمْ۔ (۶۸)

آداب مجلس

۵۸- سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِكَ، اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ، اَسْتَغْفِرُكَ وَ اَتُوْبُ اِلَيْكَ۔

''جو شخص کسی مجلس میں بیٹھا ہو اور اس میں خوب قیل و قال ہوئی ہو، وہ اگر اٹھنے سے پہلے یہ الفاظ کہے تو اللہ ان باتوں کو معاف

---

(۱) وہ اپنے نزدیک اس بات کو رسول اللہ ﷺ کے رسول نہ ہونے کی دلیل سمجھتے تھے۔ ان کا خیال یہ تھا کہ اگر یہ رسول ہوتے تو جس وقت ہم انہیں اس طریقہ سے سلام کرتے اسی وقت ہم پر عذاب آجاتا۔ اب چوں کہ کوئی عذاب نہیں آتا، حالاں کہ ہم شب و روز یہ حرکت کرتے رہتے ہیں، لہٰذا یہ رسول نہیں۔

(تفہیم القرآن ج ۵، المجادلہ، حاشیہ: ۲۳)

کر دیتا ہے جو وہاں ہوں۔ خداوندا میں تیری حمد کے ساتھ تیری تسبیح کرتا ہوں، میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ میں تجھ سے مغفرت چاہتا ہوں اور تیرے حضور توبہ کرتا ہوں۔''

تخریج: حَدَّثَنَا اَبُوْ عُبَيْدَةَ بْنُ اَبِی السَّفَرِ الْكُوْفِیُّ وَ اِسْمُهٗ اَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْهَمْدَانِیُّ، نَا اَلْحَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ: اَخْبَرَنِیْ مُوْسَی بْنُ عُقْبَةَ، عَنْ سُهَيْلِ بْنِ اَبِیْ صَالِحٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ جَلَسَ فِیْ مَجْلِسٍ فَكَثُرَ فِيْهِ لَغَطُهٗ، فَقَالَ قَبْلَ اَنْ يَّقُوْمَ مِنْ مَجْلِسِهٖ ذٰلِكَ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَ اَتُوْبُ اِلَيْكَ اِلَّا غُفِرَ لَهٗ مَا كَانَ فِیْ مَجْلِسِهٖ ذٰلِكَ۔(۶۹)

۵۹- لَا يُقِيْمُ الرَّجُلَ مِنْ مَجْلِسِهٖ فَيَجْلِسُ فِيْهِ وَ لٰكِنْ تَفَسَّحُوْا وَ تَوَسَّعُوْا۔

''حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''کوئی شخص کسی کو اٹھا کر اس کی جگہ نہ بیٹھے بلکہ تم لوگ خود دوسرں کے لیے جگہ کشادہ کرو۔'' (مسند احمد، بخاری، مسلم)

تخریج:〈۱〉 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، حَدَّثَنِیْ اَبِیْ، ثَنَا يَحْيٰی عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ اَخْبَرَنِیْ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لَا يُقِيْمُ الرَّجُلُ الرَّجُلَ مِنْ مَجْلِسِهٖ، فَيَجْلِسُ فِيْهِ وَ لٰكِنْ تَفَسَّحُوْا وَ تَوَسَّعُوْا۔(۷۰)

〈۲〉 حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيٰی، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ اَنَّهٗ نَهٰی اَنْ يُّقَامَ الرَّجُلُ مِنْ مَجْلِسِهٖ، ثُمَّ يَجْلِسُ فِيْهِ اٰخَرُ وَ لٰكِنْ تَفَسَّحُوْا وَ تَوَسَّعُوْا۔(۷۱)

۶۰-لَا يَحِلُّ لِرَجُلٍ اَنْ يُّفَرِّقَ بَيْنَ اثْنَيْنِ اِلَّا بِاِذْنِهِمَا۔

''حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ''کسی شخص کے لیے یہ حلال نہیں ہے کہ دو آدمیوں کے درمیان ان کی اجازت کے بغیر دھنس جائے۔''

تخریج: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوٗدَ الْمَهْرِیُّ، اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ: اَخْبَرَنِیْ اُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ اللَّيْثِیُّ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: لَا يَحِلُّ لِرَجُلٍ اَنْ يُّفَرِّقَ بَيْنَ اثْنَيْنِ اِلَّا بِاِذْنِهِمَا۔(۷۲)

تشریح: بعض محدثین نے اس حکم کو صرف نبی ﷺ کی مجلس تک محدود سمجھا ہے۔ لیکن جیسا کہ امام مالکؒ نے فرمایا ہے، صحیح بات یہ ہے کہ مسلمانوں کی تمام مجلسوں کے لیے یہ ایک عام ہدایت ہے۔ اللہ اور اس کے رسول نے اہل اسلام کو جو آداب سکھائے ہیں ان میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ جب کسی مجلس میں پہلے سے کچھ لوگ بیٹھے ہوں اور بعد میں مزید کچھ لوگ

آئیں، تو یہ تہذیب پہلے سے بیٹھے ہوئے لوگوں میں ہونی چاہیے کہ وہ خود نئے آنے والوں کو جگہ دیں۔ اور حتی الامکان کچھ سکڑ اور سمٹ کر ان کے لیے کشادگی پیدا کریں، اور اتنی شائستگی بعد کے آنے والوں میں ہونی چاہیے کہ وہ زبردستی ان کے اندر نہ گھسیں اور کوئی شخص کسی کو اٹھا کر اس کی جگہ بیٹھنے کی کوشش نہ کرے۔ (تفہیم القرآن ج ۵، المجادلہ حاشیہ: ۲۶)

ناجائز سرگوشی کی ممانعت

۶۱- اِذَا کُنْتُمْ ثَلَاثَةٌ فَلَا یَتَنَاجٰی اِثْنَانِ دُوْنَ صَاحِبِهِمَا فَاِنَّ ذَالِكَ یُحْزِنُهٗ۔

(بخاری، مسلم، مسند احمد، ترمذی، ابو داؤد)

''حضورؐ نے فرمایا جب تین آدمی بیٹھے ہوں تو دو آدمی آپس میں کھسر پھسر نہ کریں کیوں کہ یہ تیسرے آدمی کے لیے باعث رنج ہوگا۔''

تخریج: حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی، وَ اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ، وَابْنُ نُمَیْرٍ وَ اَبُوْ کُرَیْبٍ، وَاللَّفْظُ لِیَحْیٰی، قَالَ یَحْیٰی: اَنَا، وَ قَالَ الْاٰخَرُوْنَ: نَا اَبُوْ مُعَاوِیَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ شَقِیْقٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا کُنْتُمْ ثَلَاثَةٌ فَلَا یَتَنَاجٰی اثْنَانِ دُوْنَ صَاحِبِهِمَا، فَاِنَّ ذٰلِکَ یُحْزِنُهٗ۔ (۷۳)

تشریح: اسی ناجائز سرگوشی کی تعریف میں یہ بات بھی آتی ہے کہ دو آدمی تیسرے شخص کی موجودگی میں کسی ایسی زبان میں بات کرنے لگیں جسے وہ نہ سمجھتا ہو اور اس سے بھی زیادہ ناجائز بات یہ ہے کہ وہ اپنی سرگوشی کے دوران میں کسی کی طرف اس طرح دیکھیں یا اشارے کریں جس سے یہ ظاہر ہو کہ ان کے درمیان موضوع بحث وہی ہے۔

(تفہیم القرآن ج ۵، المجادلہ حاشیہ: ۲۴)

سرگوشی سے پیدا ہونے والی غلط فہمی کی اصلاح

۶۲- جب یہ حکم ربی نازل ہوا کہ جو حضور ﷺ سے خلوت میں بات کرنا چاہے وہ صدقہ دے تو حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا ''کتنا صدقہ مقرر کیا جائے؟ کیا ایک دینار؟'' انہوں نے عرض کیا ''یہ لوگوں کی مقدرت سے زیادہ ہے۔'' آپؐ نے فرمایا ''نصف دینار؟'' انہوں نے عرض کیا ''لوگ اس کی مقدرت بھی نہیں رکھتے۔ فرمایا: ''پھر کتنا؟'' انہوں نے عرض کیا ''بس ایک جو برابر سونا۔ فرمایا: اِنَّکَ لَزَهِیْدٌ'' تم نے تو بڑی کم مقدار کا مشورہ دیا۔'' (ابن جریر، ترمذی، مسند ابویعلیٰ)

تخریج: حَدَّثَنَا سُفْیَانُ بْنُ وَکِیْعٍ، نَا یَحْیَی بْنُ اٰدَمَ، نَا عُبَیْدُ اللّٰهِ الْاَشْجَعِیُّ عَنْ سُفْیَانَ الثَّوْرِیِّ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ الْمُغِیْرَةِ الثَّقَفِیِّ، عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِی الْجَعْدِ، عَنْ عَلِیِّ بْنِ عَلْقَمَةَ الْاَنْمَارِیِّ، عَنْ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ، قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا نَاجَیْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوٰکُمْ صَدَقَةً (المجادلة: ۱۲) قَالَ لِیَ النَّبِیُّ ﷺ مَا تَرٰی؟

دِيْنَارًا؟ قُلْتُ: لَا يُطِيْقُوْنَهٗ، قَالَ: فَنِصْفُ دِيْنَارٍ، قُلْتُ: لَا يُطِيْقُوْنَهٗ، قَالَ: فَكَمْ؟ قُلْتُ: شَعِيْرَةً، قَالَ: اِنَّكَ لَزَهِيْدٌ، قَالَ: فَنَزَلَتْ: ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰكُمْ صَدَقٰتٍ۔(المجادلة:۱۳) قَالَ: فَبِيْ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ۔ (۷۴)

٦٣- ''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما صدقہ کے حکم کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ مسلمان رسول اللہ ﷺ سے بہت زیادہ باتیں (یعنی تخلیہ کی درخواست کرکے) پوچھنے لگے تھے حتیٰ کہ انہوں نے حضور ﷺ کو تنگ کردیا۔ آخر کار اللہ تعالیٰ نے یہ چاہا کہ اپنے نبی پر سے یہ بوجھ ہلکا کردے۔'' (ابن جریر)

تخریج: حَدَّثَنِيْ عَلِيٌّ، قَالَ: ثَنَا اَبُوْ صَالِحٍ، قَالَ: ثَنِيْ مُعَاوِيَةُ، عَنْ عَلِيٍّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَوْلُهٗ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰكُمْ صَدَقَةً، وَ ذَاكَ اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ اَكْثَرُ وَالْمَسَائِلَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ حَتّٰى شَقُّوْا عَلَيْهِ، فَاَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْ نَبِيِّهٖ، فَلَمَّا قَالَ ذٰلِكَ، صَبَرَ كَثِيْرٌ مِنَ النَّاسِ وَ كَفُّوْا عَنِ الْمَسْئَلَةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ بَعْدَ هٰذَا، فَاِذْلَمْ تَفْعَلُوْا وَ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ، فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ فَوَسَّعَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَلَمْ يُضَيِّقْ۔ (۷۵)

٦٤- ''ایک روایت میں حضرت علیؓ فرماتے ہیں قرآن کی یہ ایسی آیت ہے جس پر میرے سوا کسی نے عمل نہیں کیا۔ اس حکم کے آتے ہی میں نے صدقہ پیش کیا اور ایک مسئلہ آپ سے پوچھ لیا۔'' (ابن جریر، حاکم، ابن المنذر، عبد بن حمید)

تخریج: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ بْنِ مُحَمَّدٍ الْمُحَارِبِيُّ، قَالَ: ثَنَا الْمُطَّلِبُ بْنُ زِيَادٍ، عَنْ لَيْثٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، قَالَ: قَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اِنَّ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ لَاٰيَةً مَا عَمِلَ بِهَا اَحَدٌ قَبْلِيْ وَلَا يَعْمَلُ بِهَا اَحَدٌ بَعْدِيْ، يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰكُمْ صَدَقَةً (المجادلة:۱۲) قَالَ: فُرِضَتْ ثُمَّ نُسِخَتْ۔ (۷٦)

تشریح: زید بن اسلم کہتے ہیں کہ نبی ﷺ سے جو شخص بھی علیحدگی میں بات کرنے کی درخواست کرتا آپ اسے رد نہ فرماتے۔ جس کا جی چاہتا آکر عرض کرتا کہ میں ذرا الگ بات کرنا چاہتا ہوں۔ اور آپ اسے موقع دے دیتے یہاں تک کہ بہت سے لوگ ایسے معاملات میں بھی آپ کو تکلیف دینے لگے جن میں الگ بات کرنے کی کوئی حاجت نہ ہوتی۔ زمانہ وہ تھا جس میں سارا عرب مدینہ کے خلاف برسر جنگ تھا۔ بعض اوقات کسی شخص کی اس طرح کی سرگوشی کے بعد شیطان لوگوں کے کان میں یہ پھونک دیتا تھا کہ یہ فلاں قبیلے کے حملہ آور ہونے کی خبر لایا تھا۔ اور اس سے مدینہ میں افواہوں کا بازار گرم ہوجاتا تھا۔

دوسری طرف لوگوں کی اس حرکت کی وجہ سے منافقین کو یہ کہنے کا موقع مل جاتا تھا کہ محمد ﷺ تو کان کے کچے ہیں، ہر ایک کی سن لیتے ہیں۔ ان وجوہ سے اللہ تعالیٰ نے یہ پابندی لگادی کہ جو آپؐ سے خلوت میں بات کرنا چاہے وہ پہلے صدقہ دے۔ (احکام القرآن لابن العربی) قتادہ کہتے ہیں کہ دوسرے پر اپنی بڑائی جتانے کے لیے بھی بعض لوگ حضور ﷺ سے خلوت میں بات کرتے تھے۔

انسان کا اصل دشمن

۶۵- رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''اصل دشمن وہ نہیں ہے جسے اگر تو قتل کردے تو تیرے لیے کامیابی ہے اور وہ تجھے قتل کردے تو تیرے لیے جنت ہے، بلکہ تیرا اصل دشمن، ہوسکتا ہے کہ تیرا اپنا وہ بچہ ہو جو تیری ہی صلب سے پیدا ہوا ہو۔ پھر تیرا سب سے بڑا دشمن تیرا وہ مال ہے جس کا تو مالک ہے۔''

تخریج: حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ مَرْثَدٍ الطَّبَرَانِیُّ، ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمَاعِیْلَ بْنِ عَیَّاشٍ، حَدَّثَنِیْ اَبِیْ، حَدَّثَنِیْ ضَمْضَمُ بْنُ زُرْعَةَ، عَنْ شُرَیْحِ بْنِ عُبَیْدٍ، عَنْ اَبِیْ مَالِکٍ الْاَشْعَرِیِّ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: لَیْسَ عَدُوُّکَ الَّذِیْ اِنْ قَتَلْتَهٗ کَانَ لَکَ نُوْرًا، وَ اِنْ قَتَلَکَ دَخَلْتَ الْجَنَّةَ، وَ لٰکِنْ اَعْدٰی عَدُوِّکَ وَلَدُکَ الَّذِیْ خَرَجَ مِنْ صُلْبِکَ، ثُمَّ اَعْدٰی عَدُوٍّ لَّکَ مَالُکَ الَّذِیْ مَلَکَتْ یَمِیْنُکَ۔ (۷۷)

تشریح: گویا کہ اگر انسان مال اور اولاد کے فتنے سے اپنے آپ کو بچالے جائے اور ان کی محبت پر اللہ کی محبت کو غالب رکھنے میں کامیاب ہوجائے تو اس کے لیے اللہ کے ہاں بہت بڑا اجر ہے۔ (تفہیم القرآن ج ۵، التغابن حاشیہ: ۳۰)

انسان کے اخلاص ایمانی میں جو چیز بالعموم خلل ڈالتی ہے اور جس کی وجہ سے انسان اکثر منافقت، غداری اور خیانت میں مبتلا ہوتا ہے وہ اپنے مالی مفاد اور اپنی اولاد کے مفاد سے اس کی حد سے بڑھی ہوئی دلچسپی ہوتی ہے۔ اس لیے فرمایا کہ یہ مال اور اولاد جن کی محبت میں گرفتار ہوکر تم عموماً راستی سے ہٹ جاتے ہو، دراصل یہ دنیا کی امتحان گاہ میں تمہارے لیے سامان آزمائش ہیں جسے تم بیٹا یا بیٹی کہتے ہو، حقیقت کی زبان میں وہ دراصل امتحان کا ایک پرچہ ہے۔ اور جسے تم جائداد یا کاروبار کہتے ہو وہ بھی درحقیقت ایک دوسرا پرچۂ امتحان ہے یہ چیزیں تمہارے حوالے ہی اس لیے کی گئی ہیں کہ ان کے ذریعے سے تمہیں جانچ کر دیکھا جائے کہ تم کہاں تک حقوق اور حدود کا لحاظ کرتے ہو، کہاں تک ذمے داریوں کا بوجھ لادے ہوئے جذبات کی کشش کے باوجود راہ راست پر چلتے ہو، اور کہاں تک اپنے نفس کو جوان دنیوی چیزوں کی محبت میں اسیر ہوتا ہے، اس طرح قابو میں رکھتے ہو کہ پوری طرح بندۂ حق بھی بنے رہو اور ان چیزوں کے حقوق اس حد تک ادا بھی کرتے رہو جس حد تک حضرت حق نے خود ان کا استحقاق مقرر کیا ہے۔

شح (کنجوسی و بخل) سے بچنے کی ہدایت

۶۶- حضرت جابر بن عبداللہ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

اِتَّقُوا الشُّحَّ اَهْلَکَ مِنْ قَبْلِکُمْ، حَمَلَهُمْ عَلٰی اَنْ سَفَکُوْا دِمَاءَ هُمْ وَاسْتَحَلُّوْا مَحَارِمَهُمْ۔

(مسلم، مسند احمد، بیہقی، بخاری فی الادب)

''شح سے بچو کیوں کہ شح ہی نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کیا۔ اسی نے ان کو ایک دوسرے کے خون بہانے اور دوسروں کی حرمتوں کو اپنے لیے حلال کرلینے پر اکسایا۔''

تخریج: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ، نَا دَاوٗدُ يَعْنِى ابْنَ قَيْسٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ مِقْسَمٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: اتَّقُوا الظُّلْمَ، فَاِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَاتَّقُوا الشُّحَّ، فَاِنَّ الشُّحَّ اَهْلَکَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ حَمَلَهُمْ عَلٰى اَنْ سَفَكُوْا دِمَاءَ هُمْ، وَاسْتَحَلُّوْا مَحَارِمَهُمْ۔ (۷۸)

۶۷– حضرت عبداللہ بن عمروؓ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

اَمَرَهُمْ بِالظُّلْمِ فَظَلَمُوْا وَ اَمَرَهُمْ بِالْفُجُوْرِ فَفَجَرُوْا وَ اَمَرَهُمْ بِالْقَطِيْعَةِ فَقَطَعُوْا۔

(مسند احمد، ابو داؤد، نسائی)

’’اس نے ان کو ظلم پر آمادہ کیا اور انہوں نے ظلم کیا، فجور کا حکم دیا اور انہوں نے فجور کیا، قطع رحمی کرنے کے لیے کہا اور انہوں نے قطع رحمی کی۔‘‘

تخریج: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، حَدَّثَنِى اَبِى، ثَنَا وَكِيْعٌ، قَالَ: ثَنَا الْمَسْعُوْدِىُّ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحٰرِثِ المكتب، عَنْ اَبِى كَثِيْرٍ الزُّبَيْدِىّ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اِيَّاكُمْ وَالشُّحَّ، فَاِنَّهٗ اَهْلَکَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ اَمَرَهُمْ بِالظُّلْمِ فَظَلَمُوْا، وَ اَمَرَهُمْ بِالْقَطِيْعَةِ فَقَطَعُوْا، وَ اَمَرَهُمْ بِالْفُجُوْرِ فَفَجَرُوْا، وَ اِيَّاكُمْ وَالظُّلْمَ، فَاِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ اِيَّاكُمْ وَالْفُحْشَ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفُحْشَ وَلَا التَّفَحُّشَ۔الخ (۷۹)

۶۸– ’’حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ’’ایمان اور شحِ نفس کسی کے دل میں جمع نہیں ہوسکتے۔‘‘

(ابن ابی شیبہ، نسائی، بیہقی فی شعب الایمان، حاکم)

تخریج: اَخْبَرَنَا اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ، عَنْ سُهَيْلٍ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ اَبِى يَزِيْدَ، عَنِ الْقَعْقَاعِ بْنِ اللَّجْلَاجِ، عَنْ اَبِى هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لَا يَجْتَمِعُ غُبَارٌ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ دُخَانُ جَهَنَّمَ فِىْ جَوْفِ عَبْدٍ اَبَدًا، وَلَا يَجْتَمِعُ الشُّحُّ وَالْاِيْمَانُ فِىْ قَلْبِ عَبْدٍ اَبَدًا۔ (۸۰)

۶۹– حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ’’دو خصلتیں ہیں جو کسی مسلمان کے اندر جمع نہیں ہوسکتیں، بخل اور بد خلقی۔‘‘

(ابوداؤد، ترمذی، بخاری فی الادب)

تخریج: حَدَّثَنَا اَبُوْ حَفْصٍ عَمْرُو بْنُ عَلِىٍّ، ثنا اَبُوْ دَاوٗدَ، ثَنَا صَدَقَةُ بْنُ مُوْسٰى ثنا مَالِکُ بْنُ دِيْنَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ غَالِبٍ الْحَرَّانِىُّ، عَنْ اَبِى سَعِيْدٍ الْخُدْرِىّ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: خَصْلَتَانِ لَا تَجْتَمِعَانِ فِىْ مُؤْمِنٍ: اَلْبُخْلُ، وَ سُوْءُ الْخُلُقِ۔ (۸۱)

تشریح: شح کا لفظ عربی زبان میں کنجوسی اور بخل کے لیے استعمال ہوتا ہے، مگر جب اس لفظ کو نفس کی طرف منسوب کر کے شح نفس کہا جائے تو یہ تنگ نظری، تنگ دلی، کم حوصلگی اور دل کے چھوٹے پن کا ہم معنی ہو جاتا ہے جو بخل سے وسیع تر چیز ہے بلکہ خود بخل کی بھی اصل جڑ وہی ہے۔ اسی صفت کی وجہ سے آدمی دوسرے کا حق ماننا اور ادا کرنا تو درکنار اس کی خوبی کا اعتراف تک کرنے سے جی چراتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ دنیا میں سب کچھ اسی کو مل جائے اور کسی کو کچھ نہ ملے۔ دوسروں کو خود دینا تو کجا، کوئی دوسرا بھی اگر کسی کو کچھ دے تو اس کا دل دکھتا ہے۔ اس کی حرص کبھی اپنے حق پر قانع نہیں ہوتی بلکہ وہ دوسروں کے حقوق پر دست درازی کرتا ہے یا کم از کم دل سے یہ چاہتا ہے کہ اس کے گرد و پیش دنیا میں جو اچھی چیز بھی ہے اسے اپنے لیے سمیٹ لے اور کسی کے لیے کچھ نہ چھوڑے۔ اسی بنا پر حضور ﷺ نے اس کو بدترین انسانی اوصاف میں شمار کیا ہے جو فساد کی جڑ ہیں۔

غیر مسلم اقربا سے صلہ رحمی

۷۰- ”حضرت ابو بکرؓ کی ایک بیوی قتیلہ بنت عبد العزّٰی کافرہ تھیں اور ہجرت کے بعد مکہ ہی میں رہ گئی تھیں۔ حضرت اسماء انہی کے بطن سے پیدا ہوئی تھیں۔ صلح حدیبیہ کے بعد جب مدینہ اور مکہ کے درمیان آمد و رفت کا راستہ کھل گیا تو وہ بیٹی سے ملنے کے لیے مدینہ آئیں اور کچھ تحفے تحائف بھی لائیں۔ حضرت اسماء کی اپنی روایت ہے کہ میں نے جا کر رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ میں اپنی ماں سے مل لوں؟ اور کیا میں ان سے صلۂ رحمی بھی کر سکتی ہوں؟ حضور ﷺ نے فرمایا اس سے صلۂ رحمی کرو۔“

(مسند احمد، بخاری، مسلم)

تخریج:⟨۱⟩ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، اَخْبَرَنِیْ اَبِیْ، قَالَ: اَخْبَرَتْنِیْ اَسْمَاءُ بِنْتُ اَبِیْ بَكْرٍ، قَالَتْ: اَتَتْنِیْ اُمِّیْ رَاغِبَةً فِیْ عَهْدِ النَّبِیِّ ﷺ، فَسَأَلْتُ النَّبِیَّ ﷺ آصِلُهَا؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ: فَاَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهَا لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِی الدِّيْنِ۔ (الممتحنہ:۸) (۸۲)

ترجمہ: حضرت عروہؓ کا بیان ہے کہ مجھے اسماء بنت ابی بکرؓ نے بتایا کہ نبی ﷺ کے عہد میں میری والدہ مجھ سے ملاقات کی خواہش لے کر آئی، تو میں نے نبی ﷺ سے پوچھا کیا میں اس سے صلہ رحمی کر سکتی ہوں؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ ہاں (تم اس سے صلہ رحمی کر سکتی ہو) ابن عیینہ کا بیان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہی کے بارے میں آیت: **لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِی الدِّيْنِ** ”اللہ تعالیٰ تم کو ان لوگوں کے ساتھ صلہ رحمی سے منع نہیں کرتا جو دین کے بارے میں تم سے نہیں لڑے۔“

ایک دوسری روایت میں ہے:

⟨۲⟩ عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ اَسْمَاءَ، قَالَتْ: قَدِمَتْ اُمِّیْ وَ هِیَ مُشْرِكَةٌ فِیْ عَهْدِ قُرَيْشٍ وَ مُدَّتِهِمْ اِذَا عَاهَدُوا النَّبِیَّ ﷺ مَعَ اَبِيْهَا فَاسْتَفْتَيْتُ النَّبِیَّ ﷺ فَقَالَتْ: اِنَّ اُمِّیْ قَدِمَتْ وَ هِیَ رَاغِبَةٌ، قَالَ: نَعَمْ صِلِیْ اُمَّكِ۔ (۸۳)

ترجمہ: بواسطہ عروہ حضرت اسماءؓ کا قول منقول ہے کہ جس زمانے میں قریش اور نبی ﷺ کے مابین معاہدہ صلح ہو چکا تھا، میری

مشرکہ ماں اپنے باپ کے ہمراہ مجھ سے ملاقات کی خواہش لے کر آئی میں نے نبی ﷺ سے دریافت کیا اور عرض کیا میری والدہ مجھ سے ملاقات کی خواہش لے کر آئی ہے وہ ابھی تک ہے مشرکہ آپؐ نے فرمایا ہاں تم اپنی والدہ سے حسن سلوک وصلہ رحمی کرو۔

﴿۳﴾ اَخْبَرَنَا اَبُو الْعَبَّاسِ السَّيَّارِيُّ، ثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنِ عَلِيِّ الْغَزَّالُ، ثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ شَقِيْقٍ، ثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، اَخْبَرَنِیْ مُصْعَبُ بْنُ ثَابِتِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ جَدِّهٖ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَدِمَتْ قُتَيْلَةُ بِنْتُ الْعُزّٰى بِنْتِ اَسْعَدَ مِنْ بَنِیْ مَالِكِ بْنِ حِسْلٍ عَلٰى ابْنَتِهَا اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِیْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، وَ كَانَ اَبُوْ بَكْرٍ طَلَّقَهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَقَدِمَتْ عَلٰى ابْنَتِهَا بِهَدَايَا ضِبَابًا، وَ سَمْنًا وَ اَقِطًا، فَاَبَتْ اَسْمَاءُ اَنْ تَاْخُذَ مِنْهَا، وَ تَقْبَلَ مِنْهَا وَ تُدْخِلَهَا مَنْزِلَهَا حَتّٰى اَرْسَلَتْ اِلٰى عَائِشَةَ اَنْ سَلِیْ عَنْ هٰذَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَسَلَّمَ، فَاَخْبَرَتْهُ فَاَمَرَهَا اَنْ تَقْبَلَ هَدَايَا هَا وَ تُدْخِلَهَا مَنْزِلَهَا، فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لَا يَنْهَاكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِی الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ۔(الممتحنہ:۸) اِلٰى آخِرِ الْاٰيَتَيْنِ۔(۸۴)

ترجمہ: حضرت زبیر کا بیان ہے قتیلہ بنت عزّٰی اپنی بیٹی اسماء بنت ابی بکرؓ سے ملاقات کے شوق سے آئیں، قتیلہ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جاہلیت کے زمانے میں طلاق دے دی تھی۔ وہ اپنی بیٹی کے پاس کچھ تحائف وہدیے لے کر آئی، مثلاً گھی اور کھجور کے شیرے سے تیار کردہ کھانا، مکھن اور پنیر وغیرہ۔ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان تحائف کو لینے اور قبول کرنے اور اسے اپنے گھر میں داخل ہونے سے انکار کر دیا یہاں تک کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں کسی کو بھیجا کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں پوچھ کر بتائیں۔ انہوں نے نبی ﷺ کو اس کی اطلاع دی تو آپؐ نے اسماء رضی اللہ عنہا کو تحائف قبول کرنے، اپنے گھر میں داخل کرنے کی اجازت دی۔ اسی موقع پر یہ آیت: **لَا يَنْهَاكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ... اَنْ تَبَرُّوْا۔ الی آخر الایتین** نازل ہوئی۔

تشریح: حضرت اسماء کے صاحب زادے عبداللہ بن زبیر اس واقعے کی مزید تفصیل یہ بیان کرتے ہیں کہ پہلے حضرت اسماءؓ نے ماں سے ملنے سے انکار کر دیا تھا بعد میں جب اللہ اور اس کے رسول کی اجازت مل گئی تب وہ ان سے ملیں۔

(مسند احمد، ابن جریر، ابن ابی حاتم)

اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ایک مسلمان کے لیے اپنے کافر ماں باپ کی خدمت کرنا اور اپنے کافر بھائی بہنوں اور رشتہ داروں کی مدد کرنا جائز ہے جب کہ وہ دشمن اسلام نہ ہوں اور اسی طرح ذمی مساکین پر صدقات بھی صرف کیے جاسکتے ہیں۔ (تفہیم القرآن ج ۵، الممتحنہ حاشیہ: ۱۳)

غیر مرد سے جنا ہوا بچہ شوہر کے خاندان میں گھسالانے والی عورت

۷۱- ابوداؤد میں حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ ”جو عورت کسی خاندان میں

کوئی ایسا بچہ گھسالائے جو اس خاندان کا نہیں ہے اس کا اللہ سے کوئی واسطہ نہیں ہے اور اللہ اسے کبھی جنت میں داخل نہ کرے گا۔'' (یعنی عورت بچہ تو کسی کا جنے اور شوہر کو یقین دلائے کہ یہ تیرا ہی ہے) (تفہیم القرآن ج ۵، الممتحنہ حاشیہ: ۲۱)

تخریج: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، ثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، اَخْبَرَنِیْ عُمَرُ یعنی ابْنُ الْحَارِثِ، عَنِ ابْنِ الْهَادِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ یُوْنُسَ، عَنْ سَعِیْدِ الْمَقْبُرِیِّ، عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم یَقُوْلُ حِیْنَ نَزَلَتْ آیَةُ الْمُتَلَاعِنَیْنِ: اَیُّمَا امْرَأَةٍ اَدْخَلَتْ عَلٰی قَوْمٍ مَنْ لَیْسَ مِنْهُمْ فَلَیْسَتْ مِنَ اللّٰهِ فِیْ شَیْءٍ، وَ لَنْ یُدْخِلَهَا اللّٰهُ جَنَّتَهٗ، وَ اَیُّمَا رَجُلٍ جَحَدَ وَلَدَهٗ وَ هُوَ یَنْظُرُ اِلَیْهِ، احْتَجَبَ اللّٰهُ مِنْهُ، وَ فَضَحَهٗ عَلٰی رُؤُوْسِ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ۔ (۸۵)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے انہوں نے آیت (متلاعنین) کے نزول کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا کہ جو عورت کسی خاندان میں کوئی ایسا بچہ گھسالائے جو اس خاندان کا نہیں ہے اس کا اللہ سے کوئی واسطہ نہیں ہے اور اللہ اسے کبھی اپنی جنت میں داخل نہ کرے گا۔ اور جس شخص نے اپنے بچے کا انکار کیا جب کہ بچہ اس کی طرف دیکھ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے شخص سے حجاب فرمائے گا اور اگلے پچھلے سب لوگوں کے سامنے اسے رسوا کرے گا۔

کافر رشتے دار حقیقت میں مسلمان کا دشمن ہے

۷۲- ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

یُؤْتٰی بِرَجُلٍ یَوْمَ الْقِیَامَةِ فَیُقَالُ اَکَلَ عِیَالُهٗ حَسَنَاتِهٖ۔

''ایک شخص قیامت کے روز لایا جائے گا اور کہا جائے گا کہ اس کے بال بچے اس کی ساری نیکیاں کھا گئے۔''

تخریج: وَ فِی الْحَدِیْثِ: یُؤْتٰی بِرَجُلٍ یَوْمَ الْقِیَامَةِ فَیُقَالُ: اَکَلَ عِیَالُهٗ حَسَنَاتِهٖ۔ (۸۶)

تشریح: گھر کے لوگ انسان کو دنیا میں سب سے زیادہ عزیز ہوتے ہیں۔ لیکن اگر ان میں سے کوئی مسلمان ہو اور کوئی کافر تو مسلمان کو کافر کو اپنا دشمن سمجھنا چاہیے۔ یہ دشمنی خواہ اس لحاظ سے ہو کہ وہ نیکی سے روکتے اور بدی کی طرف مائل کرتے ہوں یا اس حیثیت سے کہ وہ ایمان سے روکتے اور کفر کی طرف کھینچتے ہوں، یا اس حیثیت سے کہ ان کی ہمدردیاں کفار کے ساتھ ہوں اور کوئی بات کسی ذریعے سے مسلمانوں کے جنگی رازوں کے متعلق ان کے علم میں آجائے تو اسے اسلام کے دشمنوں تک پہنچا دیتے ہوں۔ اس سے دشمنی کی نوعیت و کیفیت میں تو فرق ہوسکتا ہے، لیکن بہ ہر حال یہ ہے دشمنی ہی، اور جسے ایمان عزیز ہو اسے ان کو دشمن ہی سمجھنا چاہیے۔ ان کی محبت میں گرفتار ہو کر کبھی اس بات کو نہ بھولنا چاہیے دونوں فریقوں کے درمیان ایمان و کفر یا اطاعت و معصیت کی دیوار حائل ہے۔

ان کی دنیا بنانے کے لیے اپنی عاقبت برباد نہ کرلو۔ ان کی محبت کو کبھی اپنے دل میں اس حد تک نہ بڑھنے دو کہ وہ اللہ اور رسول کے ساتھ تعلق، اور اسلام سے وفاداری میں حائل ہو جائیں۔ ان پر کبھی اتنا اعتماد نہ کرو کہ تمہاری بے احتیاطی سے مسلمانوں کی جماعت کے اسرار انہیں معلوم ہو جائیں اور وہ دشمنوں تک پہنچیں۔ (تفہیم القرآن ج ۵، التغابن حاشیہ: ۲۹)

ہر ایک کی ذمے داری کے حدود

۷۳- ”بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے ہر ایک راعی اور ہر ایک اپنی رعیت کے معاملے میں جواب دہ ہے حکمران راعی ہے اور وہ اپنی رعیت کے معاملے میں جواب دہ ہے۔ مرد اپنے گھر والوں کا راعی ہے اور وہ ان کے بارے میں جواب دہ ہے اور عورت اپنے شوہر کے گھر اور بچوں کی راعی ہے اور وہ ان کے بارے میں جواب دہ ہے۔“

تخریج: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، ثَنا يَحْيٰى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، حَدَّثَنِىْ نَافِعٌ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ النَّبِىَّ ﷺ قَالَ: كُلُّكُمْ رَاعٍ وَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ، فَالْاَمِيْرُ الَّذِىْ عَلَى النَّاسِ رَاعٍ عَلَيْهِمْ وَ هُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْهُمْ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلٰى اَهْلِ بَيْتِهٖ وَ هُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْهُمْ، وَالْمَرْاَةُ رَاعِيَةٌ عَلٰى بَيْتِ بَعْلِهَا وَ وَلَدِهٖ وَ هِىَ مَسْئُوْلَةٌ عَنْهُمْ، وَالْعَبْدُ رَاعٍ عَلٰى مَالِ سَيِّدِهٖ وَ هُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْهُ، اَلَا فَكُلُّكُمْ رَاعٍ، وَ كُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ۔ (۸۷)

ایک دوسری روایت میں ہے:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: كُلُّكُمْ رَاعٍ وَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ، فَالْاِمَامُ رَاعٍ وَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ، وَالرَّجُلُ فِىْ اَهْلِهٖ رَاعٍ وَ هُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ، وَالْمَرْاَةُ فِىْ بَيْتِ زَوْجِهَا رَاعِيَّةٌ وَ هِىَ مَسْئُوْلَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا، وَالْخَادِمُ فِىْ مَالِ سَيِّدِهٖ رَاعٍ وَ هُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ۔ الخ (۸۸)

تشریح: ایک شخص کی ذمے داری صرف اپنی ذات ہی کو خدا کے عذاب سے بچانے کی کوشش تک محدود نہیں ہے بلکہ اس کا کام یہ بھی ہے کہ نظامِ فطرت نے جس خاندان کی سربراہی کا بار اس پر ڈالا ہے اس کو بھی وہ اپنی حدِ استطاعت تک ایسی تعلیم و تربیت دے جس سے وہ خدا کے پسندیدہ انسان بنیں اور اگر وہ جہنم کی راہ پر جا رہے ہوں تو جہاں تک بھی اس کے بس میں ہو، ان کو اس سے روکنے کی کوشش کرے۔ اس کو صرف یہی فکر نہیں ہونی چاہیے کہ اس کے بال بچے دنیا میں خوش حال ہوں بلکہ اس سے بڑھ کر اسے یہ فکر ہونی چاہیے کہ وہ آخرت میں جہنم کا ایندھن نہ بنیں۔ (تفہیم القرآن ج ۶، التحریم حاشیہ: ۱۶)

توبۃ النصوح

۷۴- ابن ابی حاتم نے زر بن حبیش کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ”میں نے حضرت ابی بن کعب سے توبۃ نصوح کا مطلب پوچھا تو انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہی سوال کیا تھا۔ آپؐ نے فرمایا: ”اس سے مراد یہ ہے کہ جب تم سے کوئی قصور ہو جائے تو اپنے گناہ پر نادم ہو، پھر شرمندگی کے ساتھ اس پر اللہ سے استغفار کرو اور آئندہ کبھی اس فعل کا ارتکاب نہ کرو۔“

تخریج:〈۱〉 قَالَ ابْنُ اَبِی حَاتِمٍ: ثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَرفَةَ، حَدَّثَنِی الْوَلِیْدُ بْنُ بُکَیْرٍ اَبُوْ خَبَّابٍ، عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْعَبْدِیُّ، عَنْ اَبِی سِنَانِ الْبَصرِیّ، عَنْ اَبِی قِلَابَةَ، عَنْ زِرِّبْنِ حُبَیْشٍ عَنْ اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ، قَالَ: قِیْلَ لَنَا اَشْیَاءُ تَکُوْنُ فِی اٰخِرِ هٰذِهِ الْاُمَّةِ عِنْدَ اقْتِرَابِ السَّاعَةِ، مِنْهَا نِکَاحُ الرَّجُلِ اِمْرَأَتَهٗ اَوْ اَمَتَهٗ فِیْ دُبُرِهَا، وَ ذٰلِکَ مِمَّا حَرَّمَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ، وَ یَمْقُتُ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ رَسُوْلُهٗ وَ مِنْهَا نِکَاحُ الرَّجُلِ الرَّجُلَ وَ ذٰلِکَ مِمَّا حَرَّمَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ یَمْقُتُ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ رَسُوْلُهٗ وَ مِنْهَا نِکَاحُ الْمَرْأَةِ الْمَرْأَةَ وَ ذٰلِکَ مِمَّا حَرَّمَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ، وَ یَمْقُتُ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ رَسُوْلُهٗ، وَ لَیْسَ لِهٰؤُلَاءِ صَلٰوةٌ مَا اَقَامُوْا عَلٰی هٰذَا حَتّٰی یَتُوْبُوْا اِلَی اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا۔ قَالَ زِرٌّ: فَقُلْتُ لِاُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ: فَمَا التَّوْبَةُ النَّصُوْحُ؟ فَقَالَ: سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَنْ ذٰلِکَ، فَقَالَ: هُوَ النَّدَمُ عَلَی الذَّنْبِ حِیْنَ یَفْرُطُ مِنْکَ فَتَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ بِنَدَامَتِکَ مِنْهُ عِنْدَ الْحَاضِرِ ثُمَّ لَا تَعُوْدُ اِلَیْهِ اَبَدًا۔ (۸۹)

ترجمہ: حضرت ابن کعب سے مروی ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں بتایا گیا کہ قرب قیامت اس امت کے آخری لوگوں میں چند چیزیں ظہور پذیر ہوں گی ان میں سے ایک یہ کہ آدمی اپنی بیوی یا اپنی لونڈی سے فعل لواطت کا مرتکب ہوگا۔ (دبر میں جماع کرے گا) اور یہ ان چیزوں میں سے ہے جسے اللہ اور اس کے رسول نے حرام قرار دیا ہے اور اللہ اور اس کا رسول جس پر ناراض ہوتے ہیں اور منجملہ ایک یہ ہے کہ مرد، مرد سے فعل مباشرت کرے گا اور یہ بھی منجملہ ان چیزوں میں سے ہے جسے اللہ اور اس کے رسول نے حرام ٹھیرایا ہے۔ اور جس پر اللہ اور اس کا رسول ناراض ہوتے ہیں۔ اور منجملہ ان میں سے ایک یہ ہے کہ عورت، عورت سے لذت اندوز ہوگی۔ اور یہ بھی ان چیزوں میں ہے جس کو اللہ اور اس کے رسول نے حرام ٹھیرا ہے اور اللہ اور اس کا رسول جس پر ناراض ہوتا ہے۔ جب تک یہ لوگ اس پر قائم ہیں اس وقت تک ان کی کوئی نماز نہیں تاوقتیکہ اللہ سے سچی وخالص توبہ نہ کریں زر بن حبیش کا بیان ہے کہ میں نے ابی بن کعب سے توبۃ النصوح کا مطلب پوچھا تو انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ سے یہی سوال کیا تھا تو آپ نے فرمایا تھا (اس سے مراد یہ ہے) کہ جب تم سے کوئی قصور سرزد ہو جائے تو اپنے گناہ پر نادم ہو۔ پھر شرمندگی کے ساتھ اس پر اللہ سے استغفار کرو اور آئندہ کبھی اس فعل کا ارتکاب نہ کرو۔

〈۲〉 **اَخْرَجَ ابْنُ مَرْدُوَیْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مَا التَّوْبَةُ النَّصُوْحُ؟ قَالَ: اَنْ یَنْدَمَ الْعَبْدُ عَلَی الذَّنْبِ الَّذِیْ اَصَابَ فَیَعْتَذِرُ اِلَی اللّٰهِ تَعَالٰی ثُمَّ لَا یَعُوْدُ اِلَیْهِ کَمَا لَا یَعُوْدُ اللَّبَنُ اِلَی الضَّرْعِ۔** (۹۰)

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبل نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ توبۃ النصوح کیا ہے؟ فرمایا بندے کا اپنے کردہ گناہوں پر نادم و پشیمان ہونا پھر اللہ کی جناب میں معذرت کرنا پھر اس کی طرف نہ لوٹنا جیسے تھنوں سے نکلا ہوا دودھ تھنوں میں واپس نہیں جاسکتا۔ (اسی طرح دوبارہ گناہ کی جانب رجوع نہ کرے)

〈۳〉 اَخْرَجَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ وَالْفِرْيَابِيُّ وَ سَعِيْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ، وَابْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَ هَنَّادُ وَابْنُ مَنِيْعٍ وَ عَبْدُ ابْنُ حُمَيْدٍ وَابْنُ جَرِيْرٍ، وَابْنُ الْمُنْذِرِ، وَابْنُ اَبِيْ حَاتِمٍ وَالْحَاكِمُ وَ صَحَّحَهُ وَابْنُ مَرْدُوَيْهِ، وَالْبَيْهَقِيُّ فِي الشُّعَبِ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ سُئِلَ عَنِ التَّوْبَةِ النَّصُوْحِ؟ قَالَ: اَنْ يَّتُوْبَ الرَّجُلُ مِنَ الْعَمَلِ السَّيِّءِ، ثُمَّ لَا يَعُوْدُ اِلَيْهِ اَبَدًا۔ (۹۱)

ترجمہ: حضرت عمرؓ سے توبۃ النصوح کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ توبۃ النصوح یہ ہے کہ آدمی برے عمل سے توبہ کرے پھر کبھی دوبارہ اسے نہ کرے۔

〈۴〉 قَالَ ابْنُ اَبِيْ حَاتِمٍ: ثَنَا اَبِيْ، ثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، ثَنَا عَبَّادُ بْنُ عَمْرٍو، ثَنَا اَبُوْ عَمْرِو بْنِ الْعَلَاءِ سَمِعْتُ الْحَسَنَ يَقُوْلُ: التَّوْبَةُ النَّصُوْحُ: اَنْ تُبْغِضَ الذَّنْبَ كَمَا اَحْبَبْتَهُ، وَ تَسْتَغْفِرَ مِنْهُ اِذَا ذَكَرْتَهُ، فَاَمَّا اِذَا جَزَمَ بِالتَّوْبَةِ، وَ صَمَّمَ عَلَيْهَا، فَاِنَّهَا تَجُبُّ مَا قَبْلَهَا مِنَ الْخَطِيْئَاتِ كَمَا ثَبَتَ فِي الصَّحِيْحَيْنِ: اَلْاِسْلَامُ يَجُبُّ مَا قَبْلَهُ، وَالتَّوْبَةُ تَجُبُّ مَا قَبْلَهَا۔ (۹۲)

ترجمہ: ابوعمرو بن علاء سے مروی ہے کہ میں نے حسن (بصری) سے سنا، بیان کر رہے تھے کہ توبۃ النصوح یہ ہے کہ تو گناہ کو ایسا ہی برا سمجھے جیسا تو اسے اچھا سمجھتا رہا ہے اور جب وہ یاد آئے تو اس سے استغفار کرے۔ پھر جب وہ اسی توبہ پر جم گیا اور عزم صمیم کرلیا تو پھر جیسا کہ بخاری و مسلم میں وارد صحیح حدیث سے ثابت ہے۔ اسلام ماقبل کے تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور توبہ بھی ماقبل کے تمام گناہوں کو مٹا دیتی ہے۔

تشریح: نصح کے معنی عربی زبان میں خلوص اور خیر خواہی کے ہیں۔ خالص شہد کو عسل ناصح کہتے ہیں جس کو موم اور دوسری آلائشوں سے پاک کر دیا گیا ہو۔ پھٹے ہوئے کپڑے کو سی دینے اور اُدھڑے ہوئے کپڑے کی مرمت کر دینے کے لیے نصاحۃ الثوب کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ پس توبہ کو نصوح کہنے کا مطلب لغت کے اعتبار سے یا تو یہ ہوگا کہ آدمی ایسی خالص توبہ کرے جس میں ریا اور نفاق کا شائبہ تک نہ ہو یا یہ کہ آدمی خود اپنے نفس کے ساتھ خیر خواہی کرے اور گناہ سے توبہ کر کے اپنے آپ کو بدانجامی سے بچالے یا یہ کہ گناہ سے اس کے دین میں جو شگاف پڑ گیا ہے توبہ کے ذریعے سے اس کی اصلاح کر دے یا یہ کہ توبہ کر کے وہ اپنی زندگی کو اتنا سنوار لے کہ دوسروں کے لیے وہ نصیحت کا موجب ہو اور اس کی مثال کو دیکھ کر دوسرے لوگ بھی اسی کی طرح اپنی اصلاح کر لیں۔ یہ توبۃ النصوح کا لغوی مفہوم ہے اور حدیث بالا اس کا شرعی مفہوم پیش کر رہی ہے حضرت عمرؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے بھی منقول ہے اور ایک روایت میں حضرت عمرؓ نے توبۂ نصوح کی تعریف یہ بیان کی ہے کہ توبہ کے بعد آدمی گناہ کا اعادہ تو درکنار، اس کے ارتکاب کا ارادہ تک نہ کرے۔ (ابن جریر)

حضرت علیؓ نے ایک مرتبہ ایک بدو کو جلدی جلدی توبہ و استغفار کے الفاظ زبان سے ادا کرتے سنا تو فرمایا یہ توبۃ الکذابین ہے۔ اس نے پوچھا پھر صحیح توبہ کیا ہے؟ فرمایا، اس کے ساتھ چھ چیزیں ہونی چاہئیں۔ (۱) جو کچھ ہو چکا ہے اس

پر نادم ہو (۲) اپنے جن فرائض سے غفلت برتی ہو ان کو ادا کر (۳) جس کا حق مارا ہو اس کو واپس کر (۴) جس کو تکلیف پہنچائی ہو اس سے معافی مانگ (۵) آئندہ کے لیے عزم کر لے کہ اس گناہ کا اعادہ نہ کرے گا (۶) اور اپنے نفس کو اللہ کی اطاعت میں گھلا دے جس طرح تو نے اب تک اسے معصیت کا خوگر بنائے رکھا ہے اور اس کو اطاعت کی تلخی کا مزا چکھا جس طرح اب تک اسے معصیتوں کی حلاوت کا مزا چکھاتا رہا ہے۔ (کشاف)

توبہ کے سلسلے میں چند امور اور بھی ہیں جنہیں اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے۔ اول یہ کہ توبہ در حقیقت کسی معصیت پر اس لیے نادم ہونا ہے کہ وہ اللہ کی نافرمانی ہے۔ ورنہ کسی گناہ سے اس لیے پرہیز کا عہد کر لینا کہ وہ مثلاً صحت کے لیے نقصان دہ ہے، یا کسی بدنامی کا، یا مالی نقصان کا موجب ہے، توبہ کی تعریف میں نہیں آتا۔ دوسرے یہ کہ جس وقت ممکن ہو بلا تاخیر اس کی تلافی کر دینی چاہیے، اسے ٹالنا مناسب نہیں ہے۔ تیسرے یہ کہ توبہ کر کے بار بار اسے توڑتے چلے جانا اور توبہ کو کھیل بنا لینا اور اسی گناہ کا بار بار اعادہ کرنا جس سے توبہ کی گئی ہو، توبہ کے جھوٹے ہونے کی دلیل ہے۔ کیوں کہ توبہ کی اصل روح گناہ پر شرمساری ہے اور بار بار کی توبہ شکنی اس بات کی علامت ہے کہ اس کے پیچھے کوئی شرمساری موجود نہیں ہے۔ چوتھے یہ کہ جو شخص سچے دل سے توبہ کر کے یہ عزم کر چکا ہو کہ پھر اس گناہ کا اعادہ نہ کرے گا۔ اس سے اگر بشری کمزوری کی بنا پر اسی گناہ کا اعادہ ہو جائے تو پچھلا گناہ تازہ نہ ہوگا، البتہ اسے بعد والے گناہ پر پھر توبہ کرنی چاہیے اور زیادہ سختی کے ساتھ عزم کرنا چاہیے کہ آئندہ وہ توبہ شکنی کا مرتکب نہ ہو۔ پانچویں یہ کہ ہر مرتبہ جب معصیت یاد آئے توبہ کی تجدید کرنا لازم نہیں ہے۔ لیکن اگر اس کا نفس اپنی سابق گناہ گارانہ زندگی کی یاد سے لطف لے رہا ہو تو بار بار توبہ کرنی چاہیے یہاں تک کہ گناہوں کی یاد اس کے لیے لذت کے بجائے شرمساری کا موجب بن جائے اس لیے کہ جس شخص نے فی الواقع خدا کے خوف کی بنا پر معصیت سے توبہ کی ہو وہ اس خیال سے لذت نہیں لے سکتا کہ وہ خدا کی نافرمانی کرتا رہا ہے اس سے لذت لینا اس بات کی علامت ہے کہ خدا کے خوف نے اس کے دل میں جڑ نہیں پکڑی ہے۔ (تفہیم القرآن ج ۶، التحریم حاشیہ: ۱۹)

یتامیٰ اور مساکین سے محبت وشفقت کا سلوک

۷۵- (حضور ﷺ نے فرمایا) اَلسَّاعِیْ عَلَی الْاَرْمِلَةِ وَالْمِسْکِیْنِ کَالسَّاعِیْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَاَحْسِبُهٗ قَالَ کَالْقَائِمِ لَا یَفْتُرُ وَ کَالصَّائِمِ لَا یُفْطِرُ۔

''حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا: بیوہ اور مسکین کی مدد کے لیے دوڑ دھوپ کرنے والا ایسا ہے جیسے جہاد فی سبیل اللہ میں دوڑ دھوپ کرنے والا۔ (اور حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ) مجھے یہ خیال ہوتا ہے کہ حضورؐ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ وہ ایسا ہے جیسے وہ شخص جو نماز میں کھڑا رہے اور آرام نہ لے اور وہ جو پے در پے روزے رکھے اور کبھی روزہ نہ چھوڑے۔

(بخاری ومسلم)

تخریج: ⟨۱⟩ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلسَّاعِیْ عَلَی الْاَرْمِلَةِ وَالْمِسْکِیْنِ کَالسَّاعِیْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ اَحْسِبُهٗ قَالَ: کَالْقَائِمِ لَا یَفْتُرُ، وَ کَالصَّائِمِ لَا یُفْطِرُ۔ (۹۳)

﴿۲﴾ حَدَّثَنَا عَبۡدُ اللّٰہِ بۡنُ مَسۡلَمَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِکٌ، عَنۡ ثَوۡرِ بۡنِ زَیۡدٍ، عَنۡ اَبِی الۡغَیۡثِ، عَنۡ اَبِی ھُرَیۡرَةَ، قَالَ: قَالَ النَّبِیُّ ﷺ: السَّاعِیۡ عَلَی الۡاَرۡمِلَةِ وَالۡمِسۡکِیۡنِ کَالۡمُجَاھِدِ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ۔ وَ اَحۡسِبُہٗ قَالَ: یَشُکُّ الۡقَعۡنَبِیُّ کَالۡقَائِمِ لَا یَفۡتُرُ وَ کَالصَّائِمِ لَا یُفۡطِرُ۔ (۹٤)

۷۶- حضرت سہل بن سعدؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''میں اور وہ شخص جو کسی رشتہ دار یا غیر رشتہ دار یتیم کی کفالت کرے جنت میں اس طرح ہوں گے۔'' یہ فرما کر آپ نے شہادت کی انگلی اور بیچ کی انگلی کو اٹھا کر دکھایا اور دونوں انگلیوں کے درمیان تھوڑا سا فاصلہ رکھا۔ (بخاری)

تخریج: ﴿۱﴾ حَدَّثَنَا عَبۡدُ اللّٰہِ بۡنِ عَبۡدِ الۡوَھَّابِ، قَالَ: حَدَّثَنِیۡ عَبۡدُ الۡعَزِیۡزِ بۡنُ اَبِیۡ حَازِمٍ، قَالَ: حَدَّثَنِیۡ اَبِیۡ، قَالَ: سَمِعۡتُ سَھۡلَ بۡنَ سَعۡدٍ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: اَنَا وَ کَافِلُ الۡیَتِیۡمِ فِی الۡجَنَّةِ ھٰکَذَا، وَ قَالَ بِاَصۡبَعَیۡهِ السَّبَّابَةِ وَالۡوُسۡطٰی۔ (۹۵)

﴿۲﴾ حَدَّثَنِیۡ زُھَیۡرُ بۡنُ حَرۡبٍ، نَا اِسۡحَاقُ بۡنُ عِیۡسٰی نَا مَالِکٌ، عَنۡ ثَوۡرِ بۡنِ زَیۡدٍ الدِّیۡلِیِّ، قَالَ: سَمِعۡتُ اَبَا الۡغَیۡثِ یُحَدِّثُ عَنۡ اَبِیۡ ھُرَیۡرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ ﷺ کَافِلُ الۡیَتِیۡمِ لَہٗ اَوۡ لِغَیۡرِہٖ، اَنَا وَ ھُوَ کَھَاتَیۡنِ فِی الۡجَنَّةِ، وَ اَشَارَ مَالِکٌ بِالسَّبَّابَةِ وَالۡوُسۡطٰی۔ (۹٦)

۷۷- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ:

''مسلمانوں کے گھروں میں بہترین گھر وہ ہے جس میں کسی یتیم سے نیک سلوک ہو رہا ہو اور بدترین گھر وہ ہے جس میں کسی یتیم سے برا سلوک ہو رہا ہو۔'' (ابن ماجہ، بخاری فی ادب المفرد)

تخریج: حَدَّثَنَا عَلِیُّ بۡنُ مُحَمَّدٍ، ثَنَا یَحۡیَی بۡنُ اٰدَمَ، ثَنَا ابۡنُ الۡمُبَارَکِ عَنۡ سَعِیۡدِ بۡنِ اَبِیۡ اَیُّوۡبَ، عَنۡ یَحۡیَی بۡنِ سُلَیۡمَانَ، عَنۡ زَیۡدِ بۡنِ اَبِیۡ عَتَّابٍ، عَنۡ اَبِیۡ ھُرَیۡرَةَ، عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: خَیۡرُ بَیۡتٍ فِی الۡمُسۡلِمِیۡنَ، بَیۡتٌ فِیۡهِ یَتِیۡمٌ یُحۡسَنُ اِلَیۡهِ، وَ شَرُّ بَیۡتٍ فِی الۡمُسۡلِمِیۡنَ بَیۡتٌ فِیۡهِ یَتِیۡمٌ یُسَاءُ اِلَیۡهِ۔ (۹۷)

۷۸- ابن عباس کا بیان ہے کہ سرکار رسالت مآب ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جس نے کسی یتیم کو اپنے کھانے اور پینے میں شامل کیا اللہ نے اس کے لیے جنت واجب کر دی الا یہ کہ وہ کوئی ایسا گناہ کر بیٹھا ہو جو معاف نہیں کیا جا سکتا۔'' (شرح السنہ)

تخریج: حَدَّثَنَا سَعِیۡدُ بۡنُ یَعۡقُوۡبَ الطَّالَقَانِیُّ، ثَنَا الۡمُعۡتَمِرُ بۡنُ سُلَیۡمَانَ، قَالَ: سَمِعۡتُ اَبِیۡ

يُحَدِّثُ عَنْ حَنَشٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: مَنْ قَبَضَ يَتِيمًا مِنْ بَيْنِ الْمُسْلِمِينَ اِلٰى طَعَامِهٖ وَ شَرَابِهٖ، اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ الْبَتَّةَ، اِلَّا اَنْ يَعْمَلَ ذَنْبًا لَا يُغْفَرُ لَهٗ۔(۹۸)

۷۹– حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی کہ میرا دل سخت ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

"یتیم کے سر پر ہاتھ پھیر اور مسکین کو کھانا کھلا۔" (مسند احمد)

تخریج: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ حَدَّثَنِي اَبِي ثَنَا اَبُوْ كَامِلٍ، ثَنَا حَمَّادُ عَنْ اَبِي عِمْرَانَ الْجَوْنِيِّ، عَنْ رَجُلٍ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّ رَجُلًا شَكَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَسْوَةَ قَلْبِهٖ، فَقَالَ لَهٗ: اِنْ اَرَدْتَّ تَلْيِيْنَ قَلْبِكَ، فَاَطْعِمِ الْمِسْكِيْنَ وَامْسَحْ رَأْسَ الْيَتِيْمِ۔(۹۹)

۸۰– حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ:

لَا يَرْحَمُ اللّٰهُ مَنْ لَا يَرْحَمُ النَّاسَ۔ (بخاری و مسلم)

"اللہ اس شخص پر رحم نہیں کرتا جو انسانوں پر رحم نہیں کرتا۔"

تخریج: حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ، اَخْبَرَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ وَ اَبِي ظَبْيَانَ، عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لَا يَرْحَمُ اللّٰهُ مَنْ لَّا يَرْحَمُ النَّاسَ۔(۱۰۰)

۸۱– حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

اَلرَّاحِمُوْنَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ۔ اِرْحَمُوْا مَنْ فِي الْاَرْضِ يَرْحَمْكُمْ مَنْ فِي السَّمَآءِ۔

(ابو داؤد، ترمذی)

"رحم کرنے والوں پر رحمان رحم کرتا ہے۔ تم زمین والوں پر رحم کرو، آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔"

تخریج: حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ وَ مُسَدَّدٌ الْمعنى، قَالَا: ثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو، عَنْ اَبِي قَابُوْسٍ مَوْلٰى لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ ﷺ: اَلرَّاحِمُوْنَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ، اِرْحَمُوْا اَهْلَ الْاَرْضِ، يَرْحَمْكُمْ مَنْ فِي السَّمَآءِ۔(۱۰۱)

۸۲– حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ:

مَنْ لَّا يَرْحَمُ لَا يُرْحَمُ۔ (بخاری فی ادب المفرد)

"جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔"

تخریج: حَدَّثَنَا اَبُو الْیَمَان، قَالَ: اَخبَرَنَا شُعَیبٌ، عَنِ الزُّهرِیِّ قَالَ: حَدَّثَنَا اَبُو سَلَمَةَ بنُ عَبدِ الرَّحمٰنِ، اَنَّ اَبَا هُرَیرَةَ قَالَ: قَبَّلَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ اَلحَسَنَ بنَ عَلِیٍّ، وَ عِندَهُ الاَقرَعُ بنُ حَابِسٍ التَّمِیمِیُّ جَالِسٌ فَقَالَ الاَقرَعُ بنُ حَابِسٍ: اِنَّ لِی عَشَرَةً مِنَ الوَلَدِ مَا قَبَّلتُ مِنهُم اَحَدًا فَنَظَرَ اِلَیهِ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ قَالَ: مَن لَّا یَرحَمُ، لَا یُرحَمُ۔ (۱۰۲)

۸۳- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَیسَ مِنَّا مَن لَّم یَرحَم صَغِیرَنَا وَ لَم یُوَقِّر کَبِیرَنَا۔ (ترمذی)

"وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو ہمارے چھوٹے پر رحم نہ کھائے اور ہمارے بڑے کی توقیر نہ کرے۔"

تخریج: حَدَّثَنَا اَبُو بَکرٍ مُحَمَّدُ بنُ اَبَان، ثَنَا یَزِیدُ بنُ هَارُونَ عَن شَرِیکٍ، عَن لَیثٍ، عَن عِکرِمَةَ، عَنِ ابنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: لَیسَ مِنَّا مَن لَّم یَرحَم صَغِیرَنَا، وَ یُوَقِّر کَبِیرَنَا وَ یَامُر بِالمَعرُوفِ وَ یَنهَ عَنِ المُنکَرِ۔ (۱۰۳)

۸۴- ابوداؤد نے حضورؐ کے اس ارشاد کو حضرت عبداللہ بن عمرو کے حوالہ سے یوں نقل کیا ہے کہ:

مَن لَّم یَرحَم صَغِیرَنَا وَ یَعرِف حَقَّ کَبِیرنَا فَلَیسَ مِنَّا۔

"جس نے ہمارے چھوٹے پر رحم نہ کھایا اور ہمارے بڑے کا حق نہ پہچانا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔"

تخریج: حَدَّثَنَا اَبُو بَکرِ بنُ اَبِی شَیبَةَ وَابنُ السَّرحِ، قَالَا: ثَنَا سُفیَانُ عَنِ ابنِ اَبِی نَجِیحٍ، عَنِ ابنِ عَامِرٍ، عَن عَبدِ اللّٰهِ بنِ عَمرٍو یَروِیهِ قَالَ ابنُ السَّرحِ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: مَن لَّم یَرحَم صَغِیرَنَا وَ یَعرِف حَقَّ کَبِیرَنَا فَلَیسَ مِنَّا۔ (۱۰۴)

۸۵- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ابوالقاسم صادق ومصدق ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ:

لَا تُنزَعُ الرَّحمَةُ اِلَّا مِن شَقِیٍّ۔ (مسند احمد، ترمذی)

"بدبخت آدمی کے دل ہی سے رحم سلب کرلیا جاتا ہے۔"

تخریج: حَدَّثَنَا حَفصُ بنُ عُمَرَ، قَالَ ثَنَاح وَ ثَنَا ابنُ کَثِیرٍ، قَالَ: اَخبَرَنَا شُعبَةُ، قَالَ: کَتَبَ اِلَیَّ مَنصُورٌ، قَالَ ابنُ کَثِیرٍ فِی حَدِیثِهِ: وَ قَرَأتُهُ عَلَیهِ وَ قُلتُ: اَقُولُ: حَدَّثَنِی مَنصُورٌ، فَقَالَ: اِذَا قَرَاْتَهُ عَلَیَّ، فَقَد حَدَّثتُکَ، ثُمَّ عَن اَبِی عُثمَانَ مَولَی المُغِیرَةِ بنِ شُعبَةَ عَن اَبِی هُرَیرَةَ، قَالَ: سَمِعتُ اَبَا القَاسِمِ الصَّادِقَ المَصدُوقَ ﷺ صَاحِبَ هٰذِهِ الحُجرَةِ یَقُولُ: لَا تُنزَعُ الرَّحمَةُ اِلَّا مِن شَقِیٍّ۔ (۱۰۵)

سچی مؤمنہ (حضرت مریمؑ) کا مقام و مرتبہ

۸۶– سَیِّدَةُ النِّسَآءِ فِی الْجَنَّةِ۔ (مسند احمد)

(حضرت مریم علیہا السلام کو اللہ نے) ''جنت کی عورتوں کا سردار'' بنایا ہے۔

تخریج:〈۱〉 رَوٰی اَحْمَدُ فِیْ مُسْنَدِہٖ: سَیِّدَةُ نِسَآءِ اَھْلِ الْجَنَّةِ مَرْیَمُ ثُمَّ فَاطِمَةُ، ثُمَّ خَدِیْجَةُ، ثُمَّ اٰسِیَةُ ثُمَّ عَائِشَةُ۔ (۱۰۶)

ترجمہ: اہل جنت کی سردار حضرت مریم علیہا السلام۔ پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا، پھر حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا، پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔

〈۲〉 حَدَّثَنَا اٰدَمُ، ثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ الْھَمَدَانِیِّ یُحَدِّثُ عَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ قَالَ: قَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم فَضْلُ عَائِشَةَ عَلَی النِّسَآءِ کَفَضْلِ الثَّرِیْدِ عَلٰی سَائِرِ الطَّعَامِ، کَمُلَ مِنَ الرِّجَالِ کَثِیْرٌ، وَلَمْ یَکْمُلْ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَرْیَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ وَ اٰسِیَةُ امْرَاَةُ فِرْعَوْنَ۔ الخ (۱۰۷)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ کی فضیلت دوسری عورتوں کے مقابلے میں ایسی ہے جیسے ثرید کو دوسرے کھانوں پر فضیلت حاصل ہے۔ مردوں میں کثیر تعداد میں لوگ کامل ہوتے ہیں مگر عورتوں میں مریم بنت عمرانؑ، آسیہ زوجہ فرعون کے سوا کوئی عورت کامل نہیں ہوئی۔

〈۳〉 حَدَّثَنَا اَبُو الْیَمَانِ، اَنَا شُعَیْبٌ عَنِ الزُّھْرِیِّ، ثَنِیْ سَعِیْدُ بْنُ الْمُسَیَّبِ، قَالَ: قَالَ اَبُوْ ھُرَیْرَةَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم یَقُوْلُ: مَا مِنْ بَنِیْ اٰدَمَ مَوْلُوْدٌ اِلَّا یَمَسُّہُ الشَّیْطَانُ حِیْنَ یُوْلَدُ، فَیَسْتَھِلُّ صَارِخًا مِنْ مَسِّ الشَّیْطَانِ غَیْرَ مَرْیَمَ وَابْنِھَا ثُمَّ یَقُوْلُ اَبُوْ ھُرَیْرَةَ، وَ اِنِّیْٓ اُعِیْذُھَا بِکَ وَ ذُرِّیَّتَھَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ (آل عمران: ۳۶) (۱۰۸)

ترجمہ: اولاد آدم کا کوئی بچہ ایسا نہیں، پیدائش کے موقع پر جسے شیطان نہ چھوتا ہو اور وہ بچہ شیطان کے مس کرنے سے چیختا نہ ہو بجز مریم علیہا السلام اور اس کے بچے (حضرت عیسیٰؑ) پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تصدیق کے لیے یہ آیت پڑھتے (وَ اِنِّیْٓ اُعِیْذُھَا بِکَ وَ ذُرِّیَّتَھَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ)

〈۴〉 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اَبِیْ رَجَآءَ، ثَنَا النَّضْرُ، عَنْ ھِشَامٍ، اَخْبَرَنِیْ اَبِیْ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ جَعْفَرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ عَلِیًّا یَقُوْلُ: سَمِعْتُ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم یَقُوْلُ: خَیْرُ نِسَاءِ ھَا مَرْیَمُ ابْنَةُ عِمْرَانَ وَ خَیْرُ نِسَاءِ ھَا خَدِیْجَةُ۔ (۱۰۹)

ترجمہ: (اپنے زمانے میں) عورتوں میں سب سے بہتر عورت بنت عمران (حضرت مریمؑ) تھیں۔ اور (اپنے دور کی) بہترین خاتون حضرت خدیجہؓ ہیں۔

تشریح: حضرت مریمؑ کو یہ مرتبۂ عظیم اس لیے ملا کہ اللہ تعالیٰ نے جس شدید آزمائش میں ڈالنے کا فیصلہ فرمایا تھا اس کے لیے انہوں نے سرِتسلیم خم کر دیا۔ حضرت مریم کے سوا دنیا میں کسی شریف اور نیک لڑکی کو کبھی ایسی سخت آزمائش میں نہیں ڈالا گیا کہ کنوارپنے کی حالت میں اللہ کے حکم سے اس کو معجزے کے طور پر حاملہ کر دیا گیا ہو اور اسے بتا دیا گیا ہو کہ اس کا رب اس سے کیا خدمت لینا چاہتا ہے جب حضرت مریم نے اس پر کوئی واویلا نہ کیا بلکہ ایک سچی مومنہ کی حیثیت سے وہ سب کچھ برداشت کرنا قبول کر لیا جو اللہ کی مرضی پوری کرنے کے لیے برداشت کرنا ناگزیر تھا۔ تب اللہ نے انہیں اس عالی مرتبہ پر سرفراز فرمایا۔

(تفہیم القرآن ج ۶، التحریم موضوع اور مباحث)

غلاموں سے حسن سلوک

۸۷- اَلصَّلٰوۃُ وَمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ۔

تخریج: حَدَّثَنَا سَھْلُ بْنُ اَبِیْ سَھْلٍ، ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَیْلٍ، عَنْ مُغِیْرَۃَ، عَنْ اُمِّ مُوْسٰی، عَنْ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ قَالَ: کَانَ اٰخِرُ کَلَامِ النَّبِیِّ ﷺ اَلصَّلٰوۃَ وَمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ۔

ترجمہ: حضرت علی بن ابی طالب سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ کی اپنی زندگی کے آخری لمحہ کا فرمان تھا نماز اور غلام (نماز کی تاکید اور غلاموں سے حسن سلوک کی تاکید)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ایک روایت میں ہے:

قَالَ: کَانَتْ عَامَۃُ وَصِیَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ حِیْنَ حَضَرَتْہُ الْوَفَاۃُ وَ ھُوَ یُغَرْغِرُ بِنَفْسِہٖ اَلصَّلٰوۃَ وَمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ۔ (۱۱۰)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے بیان کیا کہ دمِ واپسیں کے وقت جب لمحۂ فرقت آن پہنچا تو اس موقع پر آپؐ کی عام وصیت یہ تھی کہ نماز اور غلام (نماز کا اہتمام اور غلاموں، زیردستوں سے حسن سلوک)

تشریح: رسول اکرم ﷺ نے اپنی زندگی کے آخری لمحہ میں اپنی امت کو جو وصیت فرمائی تھی اس میں پہلے نماز کی تاکید تھی اور اس کے بعد غلاموں سے حسن سلوک کی۔ (الجہاد فی الاسلام، غلامی کا مسئلہ)

آزادیِ غلاماں کے لیے ترغیب

۸۸- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے ایک مومن کو آزاد کیا اللہ تعالیٰ اس غلام کے ہر عضو کے بدلے میں آزاد کرنے والے شخص کے ہر عضو کو دوزخ کی آگ سے بچا لے گا، ہاتھ کے بدلے میں ہاتھ، پاؤں کے بدلے میں پاؤں، شرمگاہ کے بدلے میں شرمگاہ۔'' (مسند احمد، بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی)

تخریج: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ، حَدَّثَنِیْ اَبِیْ، ثَنَا مَکِّیُّ بْنُ اِبْرَاھِیْمَ، ثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ یعنی ابْنَ سَعِیْدِ بْنِ اَبِیْ ھِنْدٍ، عَنْ اِسْمَاعِیْلَ بْنِ اَبِیْ حَکِیْمٍ مَوْلٰی اٰلِ الزُّبَیْرِ، عَنْ سَعِیْدِ بْنِ مَرْجَانَۃَ اَنَّہٗ

سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ اَعْتَقَ رَقَبَةً مُؤْمِنَةً اَعْتَقَ اللّٰهُ بِكُلِّ اِرْبٍ مِنْهُ اِرْبًا مِنْهُ مِنَ النَّارِ حَتّٰى اَنَّهُ لَيُعْتِقُ بِالْيَدِ الْيَدَ، وَ بِالرِّجْلِ الرِّجْلَ، وَ بِالْفَرْجِ الْفَرْجَ فَقَالَ عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ: اَنْتَ سَمِعْتَ هٰذَا مِنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ، فَقَالَ سَعِيْدٌ: نَعَمْ، فَقَالَ عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ لِغُلَامٍ لَّهُ: اَفْرَهُ غِلْمَانِهِ اُدْعُ لِيْ مُطَرِّفًا قَالَ: فَلَمَّا قَامَ بَيْنَ يَدَيْهِ، قَالَ اذْهَبْ: اَنْتَ حُرٌّ لِوَجْهِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ۔ (۱۱۱)

تشریح: حضرت علی بن حسینؓ (امام زین العابدین) نے اس حدیث کے راوی سعد بن مرجانہ سے پوچھا کیا تم نے ابو ہریرہ سے یہ حدیث خود سنی ہے؟ انہوں نے کہا ہاں۔ اس پر امام زین العابدین نے اپنے سب سے زیادہ قیمتی غلام کو بلایا اور اسی وقت اسے آزاد کر دیا۔ مسلم میں بیان کیا گیا ہے کہ اس غلام کے لیے ان کو دس ہزار درہم قیمت مل رہی تھی۔

(تفہیم القرآن ج ۶، البلد حاشیہ: ۱۲)

کون سا غلام آزاد کرنا سب سے افضل ہے؟

۸۹- حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے پوچھا اَیُّ الرِّقَابِ اَفْضَلُ؟ کیسے غلام کو آزاد کرنا افضل ہے؟ فرمایا:

اَغْلَاهَا ثَمَنًا وَ اَنْفَعُهَا عِنْدَ اَهْلِهَا۔

وہ جس کی قیمت زیادہ ہو اور جو مالک کے لیے زیادہ نفع بخش ہو۔

تخریج: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ اَبِيْ مُرَاوِحٍ، عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ، قَالَ: سَاَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ اَيُّ الْعَمَلِ اَفْضَلُ؟ قَالَ: اِيْمَانٌ بِاللّٰهِ وَ جِهَادٌ فِيْ سَبِيْلِهٖ، قُلْتُ: فَاَيُّ الرِّقَابِ اَفْضَلُ؟ قَالَ: اَغْلَاهَا ثَمَنًا وَ اَنْفَسُهَا عِنْدَ اَهْلِهَا قُلْتُ: فَاِنْ لَّمْ اَفْعَلْ، قَالَ: تُعِيْنُ صَانِعًا اَوْ تَصْنَعُ لِاَخْرَقَ قُلْتُ: فَاِنْ لَّمْ اَفْعَلْ، قَالَ: تَدَعُ النَّاسَ مِنَ الشَّرِّ فَاِنَّهَا صَدَقَةٌ تُصَدِّقُ بِهَا عَلٰى نَفْسِكَ۔ (۱۱۲)

لونڈی اور غلاموں سے بھی حسن تعلیم اور حسن معاشرت کی تلقین

۹۰- مَنْ كَانَتْ لَهٗ جَارِيَةٌ اَدَّبَهَا وَ اَحْسَنَ تَعْلِيْمَهَا وَ اَعْتَقَهَا وَ تَزَوَّجَهَا كَانَ لَهٗ اَجْرَانِ۔

”جس نے اپنی لونڈی کو اچھی طرح تعلیم و تربیت دے کر آزاد کیا اور اسے اپنے نکاح میں لے آیا اس کے لیے دوہرا ثواب ہوگا۔“

تخریج: حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ سَمِعَ مُحَمَّدَ بْنَ فُضَيْلٍ، عَنْ مُطَرِّفٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ، عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ كَانَتْ لَهٗ جَارِيَةٌ فَعَالَهَا وَ اَحْسَنَ اِلَيْهَا ثُمَّ اَعْتَقَهَا وَ تَزَوَّجَهَا، كَانَ لَهٗ اَجْرَانِ۔ (۱۱۳)

۹۱- اِنَّ اِخْوَانَکُمْ خَوَلُکُمْ جَعَلَهُمُ اللّٰهُ تَحْتَ اَيْدِيْكُمْ فَمَنْ كَانَ اَخُوْهُ تَحْتَ يَدِهٖ فَلْيُطْعِمْهُ مِمَّا يَاْكُلُ وَلْيُلْبِسْهُ مِمَّا يَلْبَسُ، وَلَا تُكَلِّفُوْهُمْ مَا يَغْلِبُهُمْ فَاِنْ كَلَّفْتُمُوْهُمْ فَاَعِيْنُوْهُمْ۔

''یہ تمہارے بھائی خادم ہیں۔ جنہیں اللہ نے تمہارا دست نگر بنایا ہے۔ پس جب کسی کا بھائی اس کے ماتحت ہو اس کو چاہیے کہ اس کو وہی کھلائے جو خود کھائے اور وہی پہنائے جو خود پہنتا ہے۔ تم ان پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالو۔ اور اگر ایسی کوئی بھاری خدمت ان کے سپرد کرو تو خود ان کا ہاتھ بٹاؤ۔''

تخريج: حَدَّثَنَا اٰدَمُ بْنُ اَبِىْ اِيَاسٍ، ثَنَا شُعْبَةُ، ثَنَا وَاصِلُ الْاَحْدَبُ، قَالَ: سَمِعْتُ الْمَعْرُوْرَ بْنَ سُوَيْدٍ، قَالَ: رَأَيْتُ اَبَا ذَرٍّ الْغِفَارِىَّ وَ عَلَيْهِ حُلَّةٌ وَ عَلٰى غُلَامِهٖ حُلَّةٌ، فَسَأَلْنَاهُ عَنْ ذٰلِكَ، فَقَالَ: اِنِّىْ سَابَبْتُ رَجُلًا، فَشَكَانِىْ اِلَى النَّبِىِّ ﷺ فَقَالَ لِىَ النَّبِىُّ ﷺ: اَعَيَّرْتَهُ بِاُمِّهٖ؟ ثُمَّ قَالَ: اِنَّ اِخْوَانَكُمْ خَوَلُكُمْ جَعَلَهُمُ اللّٰهُ تَحْتَ اَيْدِيْكُمْ فَمَنْ كَانَ اَخُوْهُ تَحْتَ يَدِهٖ فَلْيُطْعِمْهُ مِمَّا يَاْكُلُ، وَلْيُلْبِسْهُ مِمَّا يَلْبَسُ، وَلَا تُكَلِّفُوْهُمْ مَا يَغْلِبُهُمْ، فَاِنْ كَلَّفْتُمُوْهُمْ مَا يَغْلِبُهُمْ، فَاَعِيْنُوْهُمْ۔ (۱۱۴)

۹۲- ابومسعود انصاریؓ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں اپنے غلام کو مار رہا تھا، یکا یک میں نے سنا کہ پیچھے سے کوئی کہہ رہا ہے۔ **اِعْلَمْ اَبَا مَسْعُوْدٍ اَللّٰهُ اَقْدَرُ عَلَيْكَ مِنْكَ عَلَيْهِ** ''خبردار، ابومسعود، اللہ تجھ پر اس سے زیادہ قدرت رکھتا ہے جو تجھ کو اس غلام پر حاصل ہے۔'' پلٹ کر دیکھا تو رسول اللہ ﷺ تھے۔ میں نے فوراً عرض کیا **هُوَ حُرٌّ لِوَجْهِ اللّٰهِ** ''یہ خدا کے واسطے آزاد ہے۔'' اس پر حضور ﷺ نے فرمایا۔ **اَمَا اِنَّكَ لَوْلَمْ تَفْعَلْ لَمَسَّكَ النَّارُ** ''اگر تو اس کو آزاد نہ کرتا تو آگ کے عذاب میں مبتلا ہو جاتا۔''

تخريج: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، قَالَ: نَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ، قَالَ: نَا الْاَعْمَشُ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ التَّمِيْمِىِّ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ اَبِىْ مَسْعُوْدٍ الْاَنْصَارِىِّ، قَالَ: كُنْتُ اَضْرِبُ غُلَامًا لِّىْ، فَسَمِعْتُ مِنْ خَلْفِىْ صَوْتًا اِعْلَمْ اَبَا مَسْعُوْدٍ اَللّٰهُ اَقْدَرُ عَلَيْكَ مِنْكَ عَلَيْهِ، فَالْتَفَتُّ، فَاِذَا هُوَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! هُوَ حُرٌّ لِوَجْهِ اللّٰهِ، فَقَالَ: اَمَا لَوْلَمْ تَفْعَلْ لَلَفَحَتْكَ النَّارُ اَوْ لَمَسَّتْكَ النَّارُ۔ (۱۱۵)

۹۳- ایک مرتبہ ایک شخص نے حاضر ہو کر پوچھا کہ ہم کتنی مرتبہ اپنے خادم کو معاف کریں۔ آپ ﷺ نے جواب دیا:

اُعْفُوْا عَنْهُ فِىْ كُلِّ يَوْمٍ سَبْعِيْنَ مَرَّةً۔

''اگر وہ روزانہ ستر بار بھی قصور کرے تو معاف کیے جاؤ۔''

تخريج: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، ثَنَا رُشْدَيْنُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ اَبِىْ هَانِىءٍ الْخَوْلَانِىِّ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

بْنِ جُلَيْدٍ الْحَجَرِيّ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: جَآءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! كَمْ اَعْفُوْ عَنِ الْخَادِمِ؟ فَصَمَتَ عَنْهُ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم، ثُمَّ قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! كَمْ اَعْفُوْ عَنِ الْخَادِمِ؟ قَالَ: كُلَّ يَوْمٍ سَبْعِيْنَ مَرَّةً۔ (۱۱۶)

۹۴- ”سوید بن مقرن کا بیان ہے کہ ہم سات بھائیوں کا ایک غلام تھا ایک مرتبہ ہمارے چھوٹے بھائی نے اس کے منہ پر تھپڑ مارا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو حکم دیا کہ اسے آزاد کردو۔“

تخریج: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، حَدَّثَنِیْ اَبِیْ، ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، ثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، قَالَ: سَمِعْتُ اَبَا شُعْبَةَ يُحَدِّثُ عَنْ سُوَيْدِ بْنِ مُقَرِّنٍ، اَنَّ رَجُلًا لَطَمَ جَارِيَةً لِآلِ سُوَيْدِ بْنِ مُقَرِّنٍ، فَقَالَ لَهٗ سُوَيْدٌ: اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ الصُّوْرَةَ مُحَرَّمَةٌ، لَقَدْ رَأَيْتُنِیْ سَابِعَ سَبْعَةٍ مَعَ اِخْوَتِیْ، وَمَا لَنَا اِلَّا خَادِمٌ وَاحِدٌ، فَلَطَمَهٗ اَحَدُنَا، فَاَمَرَنَا النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم، اَنْ نُعْتِقَهٗ۔ (۱۱۷)

۹۵- ”عرب میں دستور تھا کہ غلام کو عبدی (میرا بندہ) اور لونڈی کو امتی (میری بندی) کہہ کر پکارتے تھے۔ اور اپنے آپ کو ”رب“ کہلواتے تھے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو منع کیا اور فرمایا کہ انہیں فتای (میرا لڑکا) اور فتاتی (میری لڑکی) کہہ کر پکارا کرو اور اپنے آپ کو سیدی یا مولائی کہلوایا کرو۔“

تخریج: ﴿۱﴾ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ، ثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ اَيُّوْبَ وَ حَبِيْبِ بْنِ الشَّهِيْدِ وَ هِشَامٍ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: لَا يَقُوْلَنَّ اَحَدُكُمْ عَبْدِیْ وَ اَمَتِیْ، وَلَا يَقُوْلَنَّ الْمَمْلُوْكُ رَبِّیْ وَ رَبَّتِیْ، وَلْيَقُلِ الْمَالِكُ: فَتَایَ وَ فَتَاتِیْ، وَلْيَقُلِ الْمَمْلُوْكُ! سَيِّدِیْ وَ سَيِّدَتِیْ فَاِنَّكُمُ الْمَمْلُوْكُوْنَ وَالرَّبُّ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ۔ (۱۱۸)

﴿۲﴾ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ، ثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، اَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم اَنَّهٗ قَالَ: لَايَقُلْ اَحَدُكُمْ: اَطْعِمْ رَبَّكَ، وَضِّىءْ رَبَّكَ اِسْقِ رَبَّكَ، وَلْيَقُلْ: سَيِّدِیْ وَ مَوْلَایَ، وَلَا يَقُلْ اَحَدُكُمْ: عَبْدِیْ وَ اَمَتِیْ، وَلْيَقُلْ: فَتَایَ وَ فَتَاتِیْ وَ غُلَامِیْ۔ (۱۱۹)

تشریح: غلاموں کو آزاد کرانے کا مزید شوق دلانے کے لیے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ قاعدہ مقرر کیا کہ جتنا زیادہ قیمتی اور زیادہ پسندیدہ غلام آزاد کیا جائے گا اتنا ہی زیادہ ثواب ہوگا۔ اسی طرح لونڈی کو عمدہ تربیت دے کر آزاد کرنے اور اس سے نکاح کر لینے کو بڑی نیکی کا فعل قرار دیا۔

اہل عرب غلام کو اپنے پاس جگہ دینا بھی عار سمجھتے تھے مگر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کو اپنے ساتھ ایک دسترخوان پر بٹھا کر کھلاؤ اور اگر اتنا نہیں کر سکتے تو کم از کم اپنے کھانے میں سے ایک دو لقمے ہی ان کو کھلا دیا کرو۔ اذا اتی احدکم غلامه بطعام فان لم یجلسه معه فلینا وله لقمة او لقمتین۔ معرور بن سوید نے ایک مرتبہ

حضرت ابوذر غفاریؓ کو دیکھا کہ جو چادر وہ اوڑھے ہوئے ہیں ویسی ہی ان کے غلام کے بدن پر بھی ہے۔ پوچھا، اس کا سبب کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ایک مرتبہ میں نے ایک غلام کو گالی دی تھی۔ اس نے جا کر رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی۔ آپؐ سن کر ناراض ہوئے اور مجھے بلا کر فرمایا۔ ابوذر، تم میں سے ابھی تک جاہلیت کی بو نہیں گئی۔ پھر یہ نصیحت فرمائی۔
(الجہاد فی الاسلام، غلامی کا مسئلہ)

لڑکیوں سے حسن سلوک

۹۶– ''طبرانی کی روایت ہے کہ فرزدق شاعر کے دادا صعصعہ بن ناجیہ المجاشعی نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا رسول اللہ ﷺ میں نے جاہلیت کے زمانے میں کچھ اچھے اعمال بھی کیے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ میں نے ۳۶۰ لڑکیوں کو زندہ دفن ہونے سے بچایا اور ہر ایک کی جان بچانے کے لیے دو دو اونٹ فدیے میں دیئے۔ کیا مجھے اس پر اجر ملے گا؟ حضور ﷺ نے فرمایا ہاں تیرے لیے اجر ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے اسلام کی نعمت عطا فرمائی۔''

تخریج: اَخْرَجَ الطّبْرَانِیُّ: قَالَ: قُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! اِنِّیْ عَمِلْتُ اَعْمَالاً فِی الْجَاھِلِیَّۃِ فَھَلْ فِیْھَا مِنْ اَجْرٍ؟ اَحْیَیْتُ ثَلٰثَ مِائَۃٍ وَّ سِتِّیْنَ مِنَ الْمَوْءٗدَۃِ، اَشْتَرِیْ کُلَّ وَاحِدٍ مِنْھُنَّ بِنَاقَتَیْنِ عَشْرَاوَیْنِ وَ جَمَلٍ، فَھَلْ لِیْ فِیْ ذَالِکَ مِنْ اَجْرٍ؟ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ: لَکَ اَجْرُہٗ، اِذْ مَنَّ اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْکَ بِالْاِسْلَامِ۔ (۱۲۰)

۹۷–مَنِ ابْتُلِیَ مِنْ ھٰذِہِ الْبَنَاتِ بِشَیْءٍ فَاَحْسَنَ اِلَیْھِنَّ کُنَّ لَہٗ سِتْراً مِنَ النَّارِ۔ (بخاری و مسلم)

''حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص ان لڑکیوں کی پیدائش سے آزمائش میں ڈالا جائے اور پھر وہ ان سے نیک سلوک کرے تو یہ اس کے لیے جہنم کی آگ سے بچاؤ کا ذریعہ بنیں گی۔''

تخریج: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰہِ، قَالَ: اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّھْرِیِّ، قَالَ: حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ اَبِیْ بَکْرِ بْنِ حَزْمٍ، عَنْ عُرْوَۃَ، عَنْ عَائِشَۃَ، قَالَ: دَخَلَتْ امْرَأَۃٌ مَعَھَا ابْنَتَانِ لَھَا، تَسْأَلُ فَلَمْ تَجِدْ عِنْدِیْ شَیْئًا غَیْرَ تَمْرَۃٍ، فَاَعْطَیْتُھَا اِیَّاھَا، فَقَسَمَتْھَا بَیْنَ ابْنَتَیْھَا، وَلَمْ تَاْکُلْ مِنْھَا، ثُمَّ قَامَتْ، فَخَرَجَتْ، وَ دَخَلَ النَّبِیُّ ﷺ عَلَیْنَا، فَاَخْبَرْتُہٗ، فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ: مَنِ ابْتُلِیَ مِنْ ھٰذِہِ الْبَنَاتِ بِشَیْءٍ کُنَّ لَہٗ سِتْرًا مِنَ النَّارِ۔ (۱۲۱)

۹۸– مَنْ عَالَ جَارِیَتَیْنِ حَتّٰی تَبْلُغَا جَآءَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اَنَا وَ ھٰکَذَا وَ ضَمَّ اَصَابِعَہٗ۔ (مسلم)

''حضور ﷺ نے فرمایا جس نے دو لڑکیوں کو پرورش کیا یہاں تک کہ وہ بالغ ہو گئیں تو قیامت کے روز میرے ساتھ وہ اس طرح آئے گا۔ یہ فرما کر حضور ﷺ نے اپنی انگلیوں کو جوڑ کر بتایا۔''

تخریج: حَدَّثَنِیْ عَمْرُو النَّاقِدُ، نَا اَبُوْ اَحْمَدَ الزُّبَیْرِیُّ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِیْزِ، عَنْ

عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ بَكْرِ بْنِ اَنَسٍ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ عَالَ جَارِيَتَيْنِ حَتّٰى تَبْلُغَا جَآءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَنَا وَ هُوَ، وَ ضَمَّ اَصَابِعَهُ۔ (۱۲۲)

۹۹–مَنْ عَالَ ثَلٰثَ بَنَاتٍ اَوْ مِثْلَهُنَّ مِنَ الْاَخَوَاتِ فَاَدَّبَهُنَّ وَ رَحِمَهُنَّ حَتّٰى يُغْنِيَهُنَّ اللّٰهُ اَوْجَبَ اللّٰهُ لَهُ الْجَنَّةَ۔ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَوِ اثْنَتَيْنِ؟ قَالَ اَوِ اثْنَتَيْنِ حَتّٰى لَوْ قَالُوْا اَوْ وَاحِدَةٌ لَقَالَ وَاحِدَةٌ۔ (شرح السنة)

’’جس شخص نے تین بیٹیوں، یا بہنوں کو پرورش کیا، ان کو اچھا ادب سکھایا اور ان کے ساتھ شفقت کا برتاؤ کیا، یہاں تک کہ وہ اس کی مدد کی محتاج نہ رہیں تو اللہ اس کے لیے جنت واجب کردے گا۔ ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ اور دو حضورؐ نے فرمایا اور دو بھی۔ حدیث کے راوی ابن عباس کہتے ہیں کہ اگر لوگ اس وقت ایک کے متعلق پوچھتے تو حضورؐ اس کے بارے میں بھی یہی فرماتے۔‘‘

تخریج: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ اٰوٰى يَتِيْمًا اِلٰى طَعَامِهٖ، وَ شَرَابِهٖ اَوْجَبَ اللّٰهُ الْجَنَّةَ الْبَتَّةَ اِلَّا اَنْ يَعْمَلَ ذَنْبًا لَا يُغْفَرُ وَ مَنْ عَالَ ثَلَاثَ بَنَاتٍ اَوْ مِثْلَهُنَّ مِنَ الْاَخَوَاتِ، فَاَدَّبَهُنَّ، وَ رَحِمَهُنَّ حَتّٰى يُغْنِيَهُنَّ اللّٰهُ اَوْجَبَ اللّٰهُ لَهُ الْجَنَّةَ، فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اَوِ اثْنَيْنِ؟ قَالَ: اَوِ اثْنَيْنِ، حَتّٰى لَوْ قَالُوْا اَوْ وَاحِدَةً، لَقَالَ وَاحِدَةً۔ وَ مَنْ اَذْهَبَ اللّٰهُ بِكَرِيْمَتَيْهِ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ وَ قِيْلَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! وَمَا كَرِيْمَتَاهُ؟ قَالَ: عَيْنَاهُ۔ (۱۲۳)

۱۰۰– مَنْ كَانَتْ لَهُ اُنْثٰى فَلَمْ يَئِدْهَا وَلَمْ يُهِنْهَا وَلَمْ يُؤْثِرْ وَلَدَهُ عَلَيْهَا اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ۔ (ابو داؤد)

’’جس کے ہاں لڑکی ہو اور وہ اسے زندہ دفن نہ کرے، نہ ذلیل کر کے رکھے، نہ بیٹے کو اس پر ترجیح دے اللہ اسے جنت میں داخل کرے گا۔‘‘

تخریج: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ، وَ اَبُوْ بَكْرٍ ابْنَا اَبِيْ شَيْبَةَ المعنى، قَالَا: ثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ، عَنْ اَبِيْ مَالِكٍ الْاَشْجَعِيِّ، عَنِ ابْنِ حُدَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ كَانَتْ لَهُ اُنْثٰى فَلَمْ يَئِدْهَا وَلَمْ يُهِنْهَا وَلَمْ يُؤْثِرْ وَلَدَهُ عَلَيْهَا۔ قَالَ: يعنى الذُّكُوْرَ۔ اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ۔ وَلَمْ يَذْكُرْ عُثْمَانُ يعنى الذُّكُوْرَ۔ (۱۲۴)

۱۰۱– مَنْ كَانَ لَهُ ثَلَاثُ بَنَاتٍ وَ صَبَرَ عَلَيْهِنَّ وَ كَسَاهُنَّ مِنْ جِدَتِهٖ كُنَّ لَهُ حِجَابًا مِنَ النَّارِ۔ (بخارى فى الادب المفرد۔ ابن ماجه)

’’جس کے ہاں تین بیٹیاں ہوں اور وہ ان پر صبر کرے اور اپنی وسعت کے مطابق ان کو اچھے کپڑے پہنائے وہ اس کے لیے جہنم کی آگ سے بچاؤ کا ذریعہ بنیں گی۔‘‘

تخریج: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَرْمَلَةُ بْنُ عِمْرَانَ اَبُوْ حَفْصٍ التُّجِيْبِيُّ، عَنْ اَبِیْ عُشَانَةَ الْمُعَافِرِیِّ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: مَنْ كَانَ لَهُ ثَلَاثُ بَنَاتٍ، وَ صَبَرَ عَلَيْهِنَّ، وَ كَسَاهُنَّ مِنْ جِدَتِهِ، كُنَّ لَهُ حِجَابًا مِنَ النَّارِ۔ (۱۲۵)

۱۰۲– مَا مِنْ مُسْلِمٍ تُدْرِكُهُ ابْنَتَانِ فَيُحْسِنُ صُحْبَتَهُمَا اِلَّا اَدْخَلَتَاهُ الْجَنَّةَ۔ (بخاری، ادب المفرد)

”جس مسلمان کے ہاں دو بیٹیاں ہوں اور وہ ان کو اچھی طرح رکھے وہ اسے جنت میں پہنچائیں گی۔“

تخریج: حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا فِطْرٌ، عَنْ شُرَحْبِيْلَ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: مَا مِنْ مُسْلِمٍ تُدْرِكُهُ ابْنَتَانِ، فَيُحْسِنُ صُحْبَتَهُمَا اِلَّا اَدْخَلَتَاهُ الْجَنَّةَ۔ (۱۲۶)

۱۰۳– اِنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ لِسُرَاقَةَ بْنَ جُعْشُمٍ اَلَا اَدُلُّكَ عَلٰى اَعْظَمِ الصَّدَقَةِ اَوْ مِنْ اَعْظَمِ الصَّدَقَةِ قَالَ بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ ابْنَتُكَ الْمَرْدُوْدَةُ اِلَيْكَ لَيْسَ لَهَا كَاسِبٌ غَيْرُكَ۔

(ابن ماجه، بخاری فی ادب المفرد)

”نبی ﷺ نے سراقہ بن جعشم سے فرمایا میں تمہیں بتاؤں کہ سب سے بڑا صدقہ (یا فرمایا کہ بڑے صدقوں میں سے ایک) کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا ضرور بتا ئیے یا رسول اللہ! فرمایا تیری وہ بیٹی جو (طلاق پا کر یا بیوہ ہو کر) تیری طرف پلٹ آئے اور تیرے سوا کوئی اس کے لیے کمانے والا نہ ہو۔“

تخریج: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ صَالِحٍ، قَالَ: حَدَّثَنِیْ مُوْسَى بْنُ عُلَيِّ عَنْ اَبِيْهِ، اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ لِسُرَاقَةَ بْنَ جُعْشُمٍ: اَلَا اَدُلُّكَ عَلٰى اَعْظَمِ الصَّدَقَةِ اَوْ مِنْ اَعْظَمِ الصَّدَقَةِ؟ قَالَ: بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ: ابْنَتُكَ مَرْدُوْدَةٌ اِلَيْكَ لَيْسَ لَهَا كَاسِبٌ غَيْرُكَ۔ (۱۲۷)

تشریح: عرب میں لڑکیوں کو زندہ دفن کرنے کا بے رحمانہ طریقہ قدیم زمانے میں مختلف وجوہ سے رائج ہو گیا تھا۔ ایک معاشی خستہ حالی جس کی وجہ سے لوگ چاہتے تھے کہ کھانے والے کم ہوں اور اولاد کو پالنے پوسنے کا باران پر نہ پڑے۔ بیٹوں کو تو اس امید پر پال لیا جاتا تھا کہ بعد میں وہ حصول معیشت میں ہاتھ بٹائیں گے، مگر بیٹیوں کو اس لیے ہلاک کر دیا جاتا تھا کہ انہیں جوان ہونے تک پالنا پڑے گا اور پھر انہیں بیاہ دینا ہوگا دوسرے عام بدامنی جس کی وجہ سے بیٹوں کو اس لیے پالا جاتا تھا کہ جس کے جتنے زیادہ بیٹے ہوں گے اس کے اتنے ہی حامی و مددگار رہوں گے، مگر بیٹیوں کو اس لیے ہلاک کر دیا جاتا تھا کہ قبائلی لڑائیوں میں الٹی ان کی حفاظت کرنی پڑتی تھی اور دفاع میں وہ کسی کام نہ آسکتی تھیں۔ تیسرے عام بدامنی کا ایک شاخسانہ یہ بھی تھا کہ دشمن قبیلے جب ایک دوسرے پر اچانک چھاپے مارتے تھے تو جو لڑکیاں بھی ان کے ہاتھ لگتی تھیں انہیں لے جا کر وہ یا تو لونڈیاں بنا کر رکھتے تھے یا کہیں بیچ ڈالتے تھے۔ ان وجوہ سے عرب میں یہ طریقہ چل پڑا تھا کہ کبھی تو زچگی کے وقت ہی عورت کے آگے ایک گڑھا کھود رکھا جاتا تھا کہ اگر لڑکی پیدا ہو تو اسی وقت اسے گڑھے میں پھینک کر مٹی ڈال دی جائے۔ اور

کبھی اگر ماں اس پر راضی نہ ہوتی یا اس کے خاندان والے اس میں مانع ہوتے تو باپ بادل ناخواستہ اسے کچھ مدت تک پالتا اور پھر کسی وقت صحرا میں لے جا کر زندہ دفن کر دیتا۔

اس سلسلے میں یہ خیال کرنا صحیح نہیں ہے کہ اہل عرب اس انتہائی غیر انسانی فعل کی قباحت کا سرے سے کوئی احساس ہی نہ رکھتے تھے۔ ظاہر بات ہے کہ کوئی معاشرہ خواہ کتنا ہی بگڑ چکا ہو، وہ ایسے ظالمانہ افعال کی برائی کے احساس سے بالکل خالی نہیں ہو سکتا۔ عرب کی تاریخ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے لوگوں کو زمانۂ جاہلیت میں اس رسم کی قباحت کا احساس تھا احادیث بالا میں فرزدق کی بات سے اس کی وضاحت ہوتی ہے۔

لیکن اسلام کی برکتوں میں سے ایک بڑی برکت یہ ہے کہ اس نے نہ صرف یہ کہ عرب سے اس انتہائی سنگ دلانہ رسم کا خاتمہ کیا، بلکہ اس تخیل کو مٹایا کہ بیٹی کی پیدائش کوئی حادثہ اور مصیبت ہے جسے بادل ناخواستہ برداشت کیا جائے۔ اس کے برعکس اسلام نے یہ تعلیم دی کہ بیٹیوں کو پرورش کرنا، انہیں عمدہ تعلیم و تربیت دینا اور انہیں اس قابل بنانا کہ وہ ایک اچھی گھر والی بن سکیں، بہت بڑا نیکی کا کام ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے ان ارشادات بالا سے واضح ہوتا ہے کہ آپ نے لڑکیوں کے متعلق لوگوں کے عام تصور کو کیسے بدلا۔ آپ کی اس تعلیم سے لڑکیوں کے متعلق لوگوں کا نقطۂ نظر صرف عرب ہی میں نہیں بلکہ دنیا کی ان تمام قوموں میں بدل گیا جو اسلام کی نعمت سے فیض یاب ہوئیں۔ (تفہیم القرآن ج ۶، التکویر حاشیہ: ۹)

ہاتھ جوڑ کر سلام کرنا

۱۰۴۔ ”ہاتھ جوڑ کر سلام کرنے کا طریقہ کسی قطعی اور منصوص حکم کی بنا پر تو اسلام میں ممنوع نہیں ہے مگر غیر مسلموں کی نقالی ممنوع ہے۔ ہاتھ جوڑ کر سلام کرنا ہندوؤں کا شعار ہے۔ مسلمانوں میں یہ کبھی رائج نہیں رہا ہے۔ اب کسی مسلمان کا یہ طریقہ اختیار کرنا اس بات کی علامت ہے کہ اس نے ہندو غلبے کے آگے ہتھیار ڈال دیئے ہیں۔“ (مکاتیب اول، خط: ۱۰۸)

تخریج: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، نَا ابْنُ لَهِيعَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيهِ، عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: لَيْسَ مِنَّا مَنْ تَشَبَّهَ بِغَيْرِنَا لَا تُشَبِّهُوْا بِالْيَهُوْدِ وَلَا بِالنَّصَارٰى، فَاِنَّ تَسْلِيْمَ الْيَهُوْدِ الْاِشَارَةُ بِالْاَصَابِعِ، وَ تَسْلِيْمَ النَّصَارٰى الْاِشَارَةُ بِالْاَكُفِّ۔ (۱۲۸)

ترجمہ: حضرت عمرو بن شعیب نے اپنے والد کے واسطہ سے اپنے دادا سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے ہمارے غیر سے مشابہت اختیار کی اس کا ہمارے ساتھ کوئی واسطہ نہیں (لہٰذا) تم یہود و نصاریٰ کی مشابہت اختیار نہ کرو۔ یہود کا سلام، انگلیوں سے اشارہ اور نصاریٰ کا سلام ہتھیلیوں سے اشارہ کرنا ہے۔

ماٰخذ

(۱) مسلم ج ۱ کتاب الایمان، باب بیان غلظ تحریم اسبال الازار والمن بالعطیة۔ الخ☆ ابو داؤد ج ٤ کتاب اللباس، باب ماجاء فی اسبال الازار☆ ترمذی، ج ۱ ابواب البیوع باب ماجاء فیمن حلف علی سلعته کاذبا۔ و فی الباب

عن ابن مسعود و ابی هریرة، و ابی امامة بن ثعلبه، و عمران بن حصین و معقل بن یسار۔ حدیث ابی ذر حدیث حسن صحیح۔☆ نسائی ج ٥ کتاب الزکوٰة، باب المنان بما اعطی عن ابی ذر۔ اور نسائی ج ٧ کتاب البیوع باب المنفق سلعته بالحلف الکاذب۔ عن ابی ذر۔☆سنن ابن ماجه کتاب التجارات باب ماجاء فی کراهیة الایمان فی الشراء والبیع۔ عن ابی ذر☆ مسند احمد ج ٥ ص ١٤٨ عن ابی ذر۔☆ السنن الکبریٰ للبیهقی ج ٥ کتاب البیوع باب کراهیة الیمین فی البیع، عن ابی ذر۔☆ مسند ابی داؤد الطیالسی جزء ٢ حدیث نمبر ٤٦٧۔ عن ابی ذر۔☆ کنز العمال ج ١٦ حدیث نمبر ٤٣٨١٥۔ عن ابی ذر۔

(٢) بخاری ج ١ ابواب المظالم والقصاص، باب اعن اخاك ظالما او مظلوما☆ مسلم ج ٢ کتاب البر والصلة، باب نصر الاخ ظالما او مظلوما☆ ترمذی ج ٢ ابواب الفتن، باب... عن انس☆مسند احمد ج ٣ ص ٩٩، ٢٠١، ٣٢٤ عن انس☆ سنن دارمی ج ٢ کتاب الرقاق، باب انصر اخاك ظالما او مظلوما۔ عن جابر۔ مسلم اور دارمی نے ولینصر الرجل اخاه ظالما او مظلوما ان کان ظالما فلینهه فانه له نصر و ان کان مظلوما فلینصره۔ اور ترمذی نے تکفه عن الظلم فذاك نصرك ایاه نقل کیا ھے۔☆ موارد الظمان۔ کتاب الفتن باب انصر اخاك ظالما او مظلوما۔

(٣) بخاری ج ٢ کتاب الاکراه باب یمین الرجل لصاحبه انه اخوه اذا خاف علیه القتل☆ السنن الکبریٰ للبیهقی ج ٦ کتاب الغصب، باب نصر المظلوم والاخذ علی ید الظالم عند الامکان۔ عن انس بن مالك☆ شعب الایمان للبیهقی ج ٦ عن انس بن مالك۔

(٤) مسلم ج ٢ کتاب المساقاة والمزارعة۔ باب تحریم الظلم و غصب الارض و غیرها۔

مسند احمد ج ٢ ص ٤٣٢ پر حضرت ابو ہریرہؓ سے عن النبی ﷺ من اقتطع شبرا من الارض بغیر حقه طوقه یوم القیامة الی سبع ارضین۔ بخاری ج ١ کتاب بدء الخلق باب ماجاء فی سبع ارضین اور مسلم ج ٢ کتاب المساقاة والمزارعة باب تحریم الظلم و غصب الارض و غیرها۔ کے تحت فان رسول الله ﷺ قال: من ظلم قید شبر من الارض طوقه من سبع ارضین۔ نقل کیا ھے اور دارمی ج ٢ پر بھی یه روایت ھے۔

اور بخاری کی ایك روایت جسے سالم نے اپنے والد سے بیان کیا ھے۔

قال النبی ﷺ: من اخذ شیئا من الارض بغیر حقه خسف به یوم القیامة الی سبع ارضین۔

☆مسلم ج ٢ کتاب المساقاة والمزارعة۔ باب تحریم الظلم وغصب الارض و غیرها۔ کے تحت مندرجه ذیل الفاظ بھی منقول ھیں۔ رسول اللّٰه ﷺ یقول: من اخذ شبرا من الارض ظلما۔ الخ☆ مسند احمد ج ١ ص ١٨٧، ١٨٩، من ظلم من الارض۔ الخ من اخذ شبرا من الارض۔ الخ ھے اور ج ٦ بھی من ظلم قید شبر من الارض۔ الخ ھے۔

(٥) بخاری ج ٢ کتاب الرقاق باب ما یحذر من زهرة الدنیا والتنافس فیها۔☆ بخاری ج ٢ کتاب الجهاد۔ باب فضل النفقة فی سبیل اللّٰه۔ نیز بخاری نے کتاب الزکوٰة ج ١ باب الصدقة علی الیتامیٰ میں بھی نقل کیا ھے☆ مسلم ج ١ کتاب الزکوٰة باب التحذیر من الاغترار بزینة الدنیا وما یبسط منها۔ عن ابی سعید خدری۔ مسلم نے کتاب الزکوٰة میں حکیم بن حزام کی روایت بھی نقل کی ھے جس کے الفاظ مختصر اور مختلف ھیں☆مسند احمد ج ٣ ص ٧، ١٩، ٢١، ٢٢، ٤٦، ٦١ وغیره ابو سعید خدری☆ نسائی ج ٥ کتاب الزکوٰة باب الصدقة علی الیتیم۔ عن ابی سعید خدری ☆ترمذی ج ٢ ابواب الزهد، باب ماجاء فی اخذ المال بحقه۔ ترمذی نے صرف ان هذا المال خضرة حلوة من اصابه بحقه بورك له فیه هی روایت کیا ھے۔ اور کتاب الفتن ج ٢ ☆نسائی ج ٥

کتاب الزکوٰۃ باب الید العلیا عن حکیم بن حزام☆سنن دارمی ج ۱ کتاب الزکوٰۃ، باب النھی عن المسالۃ عن حکیم بن حزام سنن دارمی۔ کتاب الرقاق باب ۳۷ الدنیا خضرۃ حلوۃ☆ مشکوٰۃ المصابیح ج ۲ کتاب الرقاق فصل اول۔

(۶) مشکوٰۃ المصابیح کتاب الادب، باب البکاء والخوف۔

(۷) ابن ماجہ کتاب الزھد باب الزھد فی الدنیا☆ ترمذی ج ۲ ابواب الزھد باب ماجاء فی الزھادۃ فی الدنیا... ھذا حدیث غریب لا نعرفہ الا من ھذا الوجہ و ابو ادریس الخولانی اسمہ عائذ اللہ بن عبد اللہ و عمرو بن واقد منکر الحدیث☆ ابن ماجہ میں ھے۔ قال ھشام، قال: ابو ادریس الخولانی۔ یقول مثل ھذا الحدیث فی الاحادیث کمثل الابریز فی الذھب۔

(۸) ترمذی ج ۲، ابواب الزھد، باب ۶۵۔

(۹) ابو داؤد ج ۳ کتاب الجھاد باب فی الوفاء بالعھد۔ بخاری نے اس روایت کو بیان کیا ھے اور یھی الفاظ نقل کیے ھیں☆ بخاری ج ۲ کتاب الادب، باب یدعی الناس بابائھم۔ بخاری کی ایک روایت میں ان الغادر یرفع لہ لواء بھی ھے۔ اور ایک دوسری روایت میں لکل غادر لواء یوم القیامۃ قال احدھما: ینصب و قال الاخر: یری یوم القیامۃ یعرف بہ اور ایک روایت میں لکل غادر لواء ینصب بغدرتہ بھی منقول ھے۔ یہ دونوں روایتیں کتاب الادب باب اثم الغادر للبر والفاجر میں مذکور ھیں اور کتاب الفتن ج ۲ ینصب لکل غادر لواء یوم القیامۃ ھے اور کتاب الحیل ج ۲ لکل غادر لواء یوم القیامۃ یعرف بہ ھے۔☆ مسلم نے حضرت ابو سعید خدریؓ سے ایک روایت میں لکل غادر لواء عند استہ یوم القیامۃ اور دوسری روایت میں لکل غادر لواء یوم القیامۃ یرفع لہ بقدر غدرہ الا و لا غادر اعظم غدرا من امیر عامۃ۔ (مسلم ج ۲ کتاب الجھاد والسیر باب تحریم الغدر)

اور عبد اللہ بن عمر سے بھی روایات نقل کی ھیں ایک روایت میں ھے۔

قال رسول اللہ ﷺ: اذا جمع اللہ الاولین والاخرین یوم القیامۃ یرفع لکل غادر لواء فقیل: ھذہ غدرۃ فلان بن فلان۔ اور ایک دوسری روایت میں ان الغادر ینصب اللہ لہ لواء یوم القیامۃ فیقال الا ھذا غدرۃ فلان۔ اور ایک تیسری روایت میں ھے لکل غادر لواء یوم القیامۃ یقال: ھذہ غدرۃ فلان اور مسلم نے حضرت عبد اللہ بن عمر اور حضرت انس دونوں سے لکل غادر لواء یوم القیامۃ یعرف بہ ایک میں یقال: ھذہ غدرۃ فلان بھی نقل کیا ھے۔

اسی طرح ابن ماجہ نے بھی ابن عمر کی روایت کتاب الجھاد باب الوفاء بالعھد کے تحت ذکر کی ھے اور ترمذی نے ابواب السیر باب ماجاء ان لکل غادر لواء یوم القیامۃ میں ابن عمر کی روایت نقل کی ھے اور ابواب الفتن ج ۲ باب ما اخبر النبی ﷺ اصحابہ بما ھو کائن الی یوم القیامۃ کے تحت الا انہ ینصب لکل غادر لواء یوم القیامۃ بقدر غدرتہ، ولا غدرۃ اعظم من غدرۃ امام عام یرکز لواء ہ عند استہ۔ الخ بھی نقل کیا ھے۔ علاوہ ازیں☆سنن دارمی ج ۲ کتاب البیوع باب فی الغدر میں ابن عمرؓ کی روایت لکل غادر لواء یوم القیامۃ یقال ھذہ غدرۃ فلان نقل کی ھے۔ اور☆مسند احمد ج ۱۔ ص ۴۱۱، ۴۱۷، ۴۴۱۔ ج ۲ ص ۱۶، ۲۹، ۴۸۔

(۱۰) مسلم ج ۲ کتاب الجھاد باب تامیر الامام الامراء علی البعوث ووصیۃ ایاھم باداب الغزو وغیرھا☆السنن الکبریٰ ج ۹ ☆مجمع الزوائد ج ۵ ☆ تاریخ الکبیر للبخاری ج ۶☆خطیب بغدادی ج ۶☆ طبرانی صغیر ج ۱۔

(۱۱) مسلم ج ۲ کتاب التوبۃ۔ باب سقوط الذنوب بالاستغفار والتوبۃ☆ مسند احمد ج ۱ ص ۲۸۹۔ ج ۲ ص ۳۰۵۔

☆ ترمذی میں اس طرح نقل ھے:

و لولم تذنبوا لجاء اللہ بخلق جدید کی یذنبوا فیغفرلھم۔

ترمذی ج ۲ ابواب صفة الجنة۔ باب ماجاء فی صفة الجنة و نعیمها☆ المعجم الکبیر (الطبرانی) ج ٤ ابو صرمة عن ابی ایوب رحمه اللّٰه کے تحت حدیث نمبر ۳۹۹۱۔ الطبرانی میں لولا انکم او لولم دونوں طرح سے روایات منقول ھیں۔

(۱۲) فتح القدیر للشوکانی ج ٥ سورة الزلزال☆ تفسیر ابن جریر ج ۱۲ جز ۳۰۔ سورة الزلزال☆ ابن جریر نے لخلق اللّٰه امة نقل کیا ھے۔

(۱۳) ترمذی ج ۲ ابواب صفة القیامة، باب ٥٨۔

(١٤) ترمذی ج ۲ ابواب صفة القیامة۔ باب ۲٥(هذا حدیث حسن)

(١٥) ترمذی ج ۲ ابواب صفة القیامة باب ۲٥۔ ☆مسند احمدج ٤ ص ۱۲٤عن شداد بن اوس۔☆ تاریخ بغداد۔ خطیب بغدادی ج ۱۲۔☆ المعجم الکبیر (الطبرانی) ج ۷ عن عبد الرحمن بن غنم الاشعری عن شداد بن اوس حدیث نمبر ۷۱٤۱، ۷۱٤۳ اور عن ضمرة بن حبیب عن شداد بن اوس۔☆المستدرك للحاکم ج۱ کتاب الایمان، باب الکیس من دان نفسه و عمل لما بعد الموت عن شداد بن اوس هذا حدیث صحیح علی شرط البخاری ولم یخرجاه☆ شعب الایمان للبیهقی ج ۷ عن شداد بن اوس۔

(١٦) تفسیر روح المعانی جز۷/۹۔ پ ۷: المائده:۸۲

(١٧) مسند احمد ج۳ ص ۲٦٦۔

ابو یعلی نے اپنی مسند میں عبد اللّٰه بن المبارك سے لکل امة رهبانیة و رهبانیة هذه الامة الجهاد فی سبیل اللّٰه۔ نقل کیا ھے۔ مسند احمد ج۳ ص ۸۲، ۲٦٦پر ابو سعید خدریؓ سے علیك بالجهاد فانه رهبانیة الاسلام۔ الخ بھی نقل کیے۔ اور سنن دارمی نے کتاب النکاح باب ۳ پر انی لم اومر بالرهبانیة کے الفاظ نقل کیے ھیں۔

(١٨) بخاری ج ۲ کتاب النکاح باب الترغیب فی النکاح☆ مسلم ج ۱ کتاب الصیام باب ان القبلة۔ فی الصوم لیست محرمة علی من لم تحرك شهوته۔ اس مقام پر صرف لاخشاکم اور اتقاکم للّٰه ھی ھے۔

(١٩) مسند احمد ج٦ ص ۲۲٦۔

(۲۰) ابو داؤد ج ٤ کتاب الادب، باب فی الحسد☆مسند ابی یعلی بحواله تفسیر ابن کثیر ج ٤ السورة الحدید ☆روح المعانی ج ۱۱پ ۲۷۔السورة الحدید۔☆ الحکیم الترمذی، البیهقی فی الشعب عن انس بحواله فتح القدیر للشوکانی ج ٥ السورة الحدید۔☆المعجم الکبیر (الطبرانی) ج٦ حدیث نمبر ٥٥٥١۔ عن ابی امامة بن سهل بن حنیف عن ابیه۔

(۲۱) بخاری ج ۲، کتاب الدیات، باب قول اللّٰه و من احیاها۔ اور بخاری ج ۲ کتاب الادب باب عقوق الوالدین من الکبائر☆ مسلم ج ۱ کتاب الایمان، باب الکبائر و اکبرها۔☆ ترمذی ج ۱ ابواب البیوع باب ماجاء فی التغلیظ فی الکذب والزور و نحوه عن انس۔ اور ابواب التفسیر ج۲ سورة النساء۔ هذا حدیث حسن.غریب صحیح ☆نسائی ج ۷ کتاب التحریم باب ذکر الکبائر اور کتاب القسامة ج ۸ باب ماجاء فی کتاب القصاص تاویل قول اللّٰه عزوجل و من یقتل مؤمنا متعمدا فجزاؤهٗ جهنم خالدا فیها☆ سنن دارمی ج۲ کتاب الدیات، باب التشدید فی قتل النفس المسلمة☆مسند احمد ج۲ص ۲۰۱، ج۳ ص ۱۳۱، ۱۳٤، ج٥ ص ٤۱۳، ٤۱٤ ☆السنن الکبریٰ ج ۱۰ کتاب الشهادات باب من حرب بشهادة زور لم تقبل شهادتهٗ۔

(۲۲) بخاری ج ۲ کتاب الدیات، باب و قول اللّٰه و من یقتل مؤمنا متعمدا فجزاؤه جهنم☆ مسند احمد ج ۲ ص ۹٤ عبد اللّٰه بن عمر☆ مختصر بیهقی فی شعب الایمان۔ بیهقی نے لا یزال المسلم نقل کیا ھے۔

(۲۳) نسائی ج ۷ کتاب التحریم۔ باب تعظیم الدم۔نسائی میں عمرو بن شرحبیل سے مروی روایت میں اول ما یقضی کے بعد فیه کا اضافه هے☆ ترمذی ج ۲ کتاب الدیات، باب الحکم فی الدماء کے تحت ان اول ما یحکم بین العباد فی الدماء نقل کیا هے۔ حدیث عبد اللّٰه حدیث حسن صحیح۔

(۲٤) بخاری ج ۲ کتاب الدیات، باب و قول اللّٰه و من یقتل مؤمنا متعمدا فجزاؤه جهنم☆ بخاری ج ۲ کتاب الرقاق، باب القصاص یوم القیامة☆ مسلم ج ۲ کتاب القسامة باب اول ما یقضی فیه بین الناس یوم القیامة۔ عن عبد اللّٰه۔ مسلم نے یوم القیامة بهی نقل کیا هے☆ ترمذی ج ۱ ابواب الدیات، باب الحکم فی الدماء۔ عن عبد اللّٰه ترمذی نے بین الناس کی جگه بین العباد نقل کیا هے☆ ابن ماجه کتاب الدیات، باب التغلیظ فی قتل مسلم ظلما۔ عن عبد اللّٰه☆ مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۸ عن عبد اللّٰه۔

(۲۵) نسائی ج ٥ کتاب الزکوٰة باب تفسیر ذلك☆ مسند احمد ج ۲ ص ۲٥۱، ٤۷۱ عن ابی هریرة۔ مسند احمد میں عندی آخر کی جگه عندی دینار آخر هے۔

(۲٦) تفسیر ابن کثیر ج ۳ سورة القصص "فرددنه الی امه کی تقرعینها۔" الأية:۱۳۔

(۲۷) ابن کثیر ج۳ سورة الفرقان ٦۷:۷ (و کان بین ذلك قواما)

(۲۸) شعب لایمان للبیهقی ج٥ ص ۲٥٤☆ کنز العمال ج۳ ص ٥۲۔

(۲۹) شعب الایمان للبیهقی ج ٥☆ کنز العمال ج۳۔

(۳۰) ابن ماجه۔ کتاب التجارات، باب التوقی فی الکیل والوزن فی الزوائد: اسناده حسن، لان محمد بن عقیل و علی بن الحسین مختلف فیه، و باقی رجال الاسناد ثقات۔☆ابن جریر ج ۱۲جز۲۸، ۳۰۔ پ ۳۰۔ سورة المطففین ☆تفسیر ابن کثیر ج٤☆روح المعانی ج ۱۰ پ ۳۰ ۔ سورة المطففین☆ بیهقی فی شعب الایمان اور ابن مردویه۔ بحواله روح المعانی ج ۱۰۔

(۳۱) شعب الایمان للبیهقی ج۷ ص ٦۱☆ مشکوٰة ج۱کتاب الاعتصام فصل ثالث۔ بحواله بیهقی فی شعب الایمان۔ مرسلاً (لاسقاط الصحابی من السند)☆ طبرانی کبیر عن عبد اللّٰه بن بشیر☆ سعید بن منصور فی سننه۔ بحواله کنز العمال ج ۱۔ حدیث نمبر ۱۱۰۲۔

(۳۲) بخاری ج۲ کتاب الحیل باب فی الهبة والشفعة۔ الخ اور بخاری ج ۱ کتاب الهبة باب هبة الرجل لامرأته والمرأة لزوجها کے تحت اس روایت کو نقل کیا اور ایك روایت میں ابن عباس سے العائد فی هبته کالکلب یقیٔ ثم یعود فی قیئه بهی منقول هے اور کتاب الزکوٰة ج ۱ باب هل یشتری صدقته۔ الخ کے ضمن میں فان العائد فی صدقته کالعائد فی قیئه منقول هے اور کتاب الجهاد ج ۱ باب اذا حمل علی فرس فرأها تباع کے تحت بهی فان العائد فی هبته کالکلب یعود فی قیئه۔ منقول هے۔☆ مسلم ج ۲ کتاب الهبات، باب تحریم الرجوع فی الصدقة۔ الخ☆ ابو داؤد ج۳۔ کتاب البیوع باب الرجوع فی الهبة☆ ترمذی ج ۱ ابواب البیوع، باب ماجاء فی کراهیة الرجوع من الهبة☆ نسائی ج ٥ کتاب الزکوٰة باب شراء الصدقة۔ اور کتاب الهبة ج٦ اور کتاب الرقبیٰ ج٦☆ ابن ماجه۔ کتاب الهبات باب ٥ الرجوع فی الهبة۔ عن ابن عمرو ابن عباس☆ مؤطا امام مالك ج ۱ کتاب الزکوٰة باب اشتراء الصدقة والعود فیها☆ مسند احمد ج ۱ ص ۲۱۷، ۲٥۰، ۲۹۱، ۳۲۷، ۳۲۹ وغیره۔

ابن ماجه میں ایك روایت حضرت ابوهریرهؓ سے مندرجه ذیل الفاظ میں منقول هے۔

ان مثل الذی یعود فی عطیته کمثل الکلب، اکل حتی اذا شبع قاء ثم عاد فی قیئه فاکله۔

"اپنا عطیہ دے کر واپس لینے والے کی مثال اس کتے کی سی ہے جو کھاتا ہے جب سیر ہوجاتا ہے تو کھایا پیا قے کردیتا ہے اور پھر اس قے شدہ چیز کی جانب پلٹ آتا ہے اور اسے کھا جاتا ہے۔"

یہ روایت نسائی نے کتاب الھبہ میں بھی نقل کی ہے۔ اور ابو داؤد نے ج ۳ کتاب البیوع میں بھی۔

☆السنن الکبریٰ للبیھقی ج ٤ کتاب الزکوٰۃ باب کراھیۃ ابتیاع ما تصدق بہ من یدی من تصدق علیہ۔

(۳۳) بخاری ج ۱ کتاب الصلح باب لیس الکاذب الذی یصلح بین الناس☆ مسلم ج ۲ کتاب البر والصلۃ باب تحریم النمیمۃ☆ مسند احمد ج ٦ ص ٤٠۳ عن ام کلثوم بنت عقبہ مختصر شعب الایمان عن ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط۔ ☆مسلم میں مندرجہ ذیل اضافہ بھی ہے۔ (قال ابن شھاب: ولم اسمعہ یرخص فی شیء مما یقول الناس کذب الا فی ثلاث الحرب، والاصلاح بین الناس و حدیث الرجل امرأتہ، و حدیث المرأۃ زوجھا) مسند احمد نے لیس الکذاب من اصلح بین الناس نقل کیا ہے۔ اور ترمذی نے ج ۲ ابواب البر والصلۃ باب ماجاء فی اصلاح ذات البین کے تحت ام کلثوم بنت عقبہ کی روایت (لیس بالکاذب من اصلح بین الناس فقال: خیرا اونما خیرا ھذا حدیث حسن صحیح)

(۳٤) ترمذی ج ۲ ابواب البر والصلۃ باب ماجاء فی اصلاح ذات البین۔ ھذا حدیث حسن لا نعرفہ من حدیث اسماء الا عن حدیث ابن خثیم و روی داؤد بن ابی ھند ھذا الحدیث عن شھر بن حوشب عن النبی ﷺ ولم یذکر فیہ عن اسماء۔ حدثنا بذلک ابو کریب، ثنا ابن ابی زائدۃ عن داؤد و فی الباب عن ابی بکر رضی اللّٰہ عنہ۔

(۳۵) بخاری ج ۱ کتاب الجھاد باب الفتک باھل الحرب☆بخاری ج ۲ کتاب المغازی باب قتل کعب بن الاشرف (قال عمرو: سمعت جابر بن عبد اللّٰہ یقول: قال رسول اللّٰہ ﷺ: من لکعب بن الاشرف فانہ قد اذی اللّٰہ و رسولہ، فقام محمد بن مسلمۃ، فقال: یا رسول اللّٰہ! أ تحب ان اقتلہ؟ قال: نعم، قال: فاذن لی ان اقول شیئا قال: قل۔ الحدیث)

(۳٦) مسلم ج ۲ کتاب الامارۃ، باب خیار الائمۃ و شرارھم☆ سنن دارمی ج ۲ کتاب الرقاق، باب فی الطاعۃ و لزوم الجماعۃ☆ مسند احمد ج ٦ ص ۲٤۔

(۳۷) بخاری ج ۲ کتاب الاحکام باب السمع والطاعۃ للامام مالم تکن معصیۃ۔

(۳۸) بخاری ج ۲ کتاب المغازی، باب غزوۃ الطائف۔

(۳۹) تفسیر ابن کثیر ج ۳ النور:۳

(٤۰) مسند احمد ج ۲ ص ٦۹، ۱۲۸اور مسند احمد ج ۲ ص ۱۳٤ پر عبد اللّٰہ بن یسار مولی ابن عمر بیان کرتے ہیں: اشھد لقد سمعت سالما یقول: قال عبد اللّٰہ رضی اللّٰہ عنہ قال رسول اللّٰہ ﷺ: ثلاث: لا یدخلون الجنۃ، ولا ینظر اللّٰہ الیھم یوم القیام: العاق والدیہ والمرأۃ المترجلۃ بالرجال والدیوث۔ الخ

☆ تفسیر ابن کثیر ج ۳ ☆ نسائی ج ۵ کتاب الزکوٰہ باب المنان بما اعطی☆ المستدرک حاکم ج ۱ کتاب الایمان، باب ثلاثۃ لا یدخلون الجنۃ العاق بوالدیہ۔ الخ مستدرک میں ثلاثۃ لا یدخلون الجنۃ العاق بوالدیہ والدیوث و رجلۃ النساء۔

(٤۱) دار قطنی کتاب النکاح باب المھر الحدیث:۸۸

(٤۲) بخاری ج ۱ کتاب البیوع، باب اثم من باع حرا☆بخاری ج ۱، کتاب الاجارۃ، باب اثم من منع اجر الاجیر، اس مقام پر ولم یعطہ اجرہ ہے۔☆ ابن ماجہ کتاب الرھون، باب ٤ اجر الاجراء☆مسند احمد ج ۲ ص ۳۵۸ عن ابی ھریرۃ ابن ماجہ میں قال رسول اللّٰہ ﷺ ثلاثۃ انا خصمھم ہے اور ولم یعط کی جگہ ولم یوفہ ہے جب کہ

بخاری میں قال اللّٰہ: ثلاثة آنا خصمهم هے اور ابن ماجه وغیره نے ثلاثة انا خصمهم یوم القیامة کے بعد و من کنت خصمه خصمته یوم القیامة بهی نقل کیا هے اور مسند احمد نے قال رسول اللّٰه ﷺ قال اللّٰه عزوجل ثلاثة انا خصمهم اور آگے ابن ماجه والے الفاظ نقل کیے هیں۔

(۴۳) مسند احمد ج ٤ ص ۲۹۹ ☆ تفسیر ابن کثیر ج ۲ التوبة انما الصدقات للفقراء۔☆دار قطنی ج ۲ کتاب الزکوٰة ☆شعب الایمان للبیهقی ج ٤ حدیث نمبر ٤۳۳۵۔ عن البراء☆ الادب المفرد للبخاری باب فضل من یصل ذا الرحم الظالم☆ السنن الکبریٰ ج ۱۰ کتاب العتق باب فضل اعتاق النسمة۔

(٤٤) مسند احمد ج ٤ ص ۱۱۳۔

(٤٥) مسند احمد ج ٤ ص ۳۸٦۔

(٤٦) بخاری ج ۱ کتاب الایمان، باب قول النبی ﷺ الدین النصیحة لله و لرسولهٖ و لائمة المسلمین و عامتهم و قوله تعالیٰ: اذا نصحوا اللّٰه و رسولهٖ☆ بخاری ج ۱ کتاب مواقیت الصلاة، باب البیعة علی اقامة الصلاة۔ عن جریر بن عبد اللّٰه☆ بخاری ج ۱ کتاب الزکوٰة، باب البیعة علی ایتاء الزکوٰة☆ بخاری ج ۱ کتاب الشروط، باب ما یجوز من الشروط فی الاسلام والاحکام والمبایعة عن جریر بن عبد اللّٰه☆ مسلم ج ۱ کتاب الایمان، باب بیان ان الدین النصیحة☆ ترمذی ج ۲ ابواب البر والصلة، باب ماجاء فی النصیحة۔ عن جریر☆ نسائی ج ۷ کتاب البیعة، باب البیعة علی فراق المشرك۔ نسائی میں والنصح لکل مسلم کے بعد و علی فراق المشرك کا اضافه بهی منقول هے۔☆ دارمی ج ۲ کتاب البیوع، باب۹ فی النصیحة عن جریر بن عبد اللّٰه☆ مسند احمد ج ٤ ص ۳۵۸، ۳٦۱، ۳٦٤، مسند احمد ج ٤ و علی فراق المشرك کا جمله بهی منقول هے☆ مسند احمد ج ٤ ص ۳٦٤ پر ابن جریر سے مروی روایت میں علی اقام الصلوٰة و ایتاء الزکوٰة کے ساتھ والسمع والطاعة هے۔ پهر والنصح لکل مسلم هے☆السنن الکبریٰ ج ۸ کتاب قتال اهل البغی۔ باب کیفیة البیعة۔ عن جریر۔

(٤٧) بخاری ج ۱ کتاب الایمان باب خوف المؤمن ان یحبط عمله و هو لا یشعر☆ بخاری ج ۲ کتاب الادب، باب ما ینهی عن السباب واللعن۔ عن عبد اللّٰه☆ بخاری ج ۲ کتاب الفتن، باب قول النبی ﷺ من حمل علینا السلاح فلیس منا☆ مسلم ج ۱ کتاب الایمان، باب قول النبی ﷺ سباب المسلم فسوق، و قتاله کفر۔☆ ترمذی ج ۲ ابواب البر والصلة، باب ماجاء فی الشتم۔ عن عبد اللّٰه۔ هذا حدیث حسن صحیح☆ترمذی ج ۲ ابواب الایمان، باب ماجاء فی سباب المسلم فسوق۔ عن عبد اللّٰه۔ هذا حدیث حسن صحیح☆ نسائی ج ۷ کتاب التحریم، باب قتال المسلم۔ عن عبد اللّٰه۔☆ ابن ماجه کتاب الفتن، باب سباب المسلم فسوق و قتاله کفر۔ عن عبد اللّٰه ☆ابن ماجه مقدمه باب ۷۔ باب اجتناب البدع والجدل۔ عن عبد اللّٰه۔ اس مقام پر ان قتال المومن کفر و سبابه فسوق هے۔ ابن ماجه نے حضرت ابوهریرہؓ اور حضرت سعدؓ سے عبد اللّٰه بن مسعودؓ والی روایت سے نقل کی هے۔ مسند احمد ج ۱ ص ۱۷٦اس مقام پر قتال المؤمن کفر و سبابه فسوق هے۔☆ مسند احمد ج ۱ ص ۱۷۸ اس صفحه پر قتال المسلم کفر و سبابه فسق هے۔☆السنن الکبریٰ ج ۸ کتاب الجنایات، باب تحریم القتل من السنة۔ عن عبد اللّٰه☆مجمع الزوائد ج ۸ کتاب الادب، باب فیمن لعن مسلما اور ماه بکفر ☆المعجم الکبیر للطبرانی ج ۱ سعد بن وقاص۔

(٤۸) مسلم ج ۲ البر والصلة، باب تحریم ظلم المسلم و خذله واحتقاره و دمه و عرضه و ماله☆ترمذی ج ۲ ابواب البر والصلة باب ماجاء فی الشفقة المسلم علی المسلم۔ هذا حدیث حسن غریب☆ ابن ماجه کتاب الفتن، باب حرمة دم المؤمن و ماله۔ ابن ماجه نے حضرت ابوهریرہؓ سے صرف کل المسلم علی المسلم حرام، دمه و ماله و

عرضه روایت کیا هے☆ مسند احمد ج ۲ ص ۲۷۷، ۳٦۰ ابو هریرہؓ سے مسلم والی پوری روایت منقول هے۔

(٤٩) تفسیر ابن کثیر ج ١ السورة البقرة (لا اکراه فی الدین)☆ تفسیر ابن جریر ج ۳ پ ۳ السورة البقرة (لا اکراه فی الدین)☆ ابن جریر نے یقال له ابو الحصین نقل کیا هے۔

(٥٠) تفسیر ابن جریر ج ۳ پ ۳ السورة البقرة (لا اکراه فی الدین)☆ابو داؤد ج ۳ کتاب الجهاد، باب فی الاسیر یکره علی الاسلام☆ تفسیر ابن کثیر ج ١ البقرة (لا اکراه فی الدین)

(٥١) بخاری ج ١ کتاب الجهاد، باب ما یکره من التنازع والاختلاف فی الحرب۔☆بخاری ج ۲ کتاب المغازی، باب بعث ابی موسیٰ و معاذ الی الیمن قبل حجة الوداع اور ج ۲ کتاب الاحکام باب امر الوالی اذا وجه امیرین الی موضع ان یتطاوعا ولا یتعاصیا۔☆ بخاری ج ۲ کتاب الادب، باب قول النبی ﷺ یسروا ولا تعسروا و کان یحب التخفیف والیسر علی الناس☆ مسلم ج ۲ کتاب الجهاد والسیر، باب تامیر الامام الامراء علی البعوث۔ الخ☆ مسلم۔ کتاب الاشربه☆مسند احمد ج ٤ ص ٤١٧☆السنن الکبریٰ للبیهقی ج ۸☆فتح الباری ج ۸ ☆التمهید ج ۷ ☆ ابن کثیر ج ۳☆ مصنف عبد الرزاق حدیث نمبر ٥٩٥٩☆ الاحادیث الصحیحه حدیث نمبر ١١٥١☆ کنز العمال حدیث نمبر ٥٣٢٦۔

(٥٢) تفسیر ابن کثیر ج ١ النساء: ٣٧

(٥٣) ابو داؤد ج ٤ کتاب اللباس، باب فی غسل الثوب و فی الخلقان☆ ترمذی ج ۲ ابواب الاستیذان والادب، باب ماجاء۔ (ان اللّٰه یحب ان یری اثر نعمته علی عبده۔ عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده) هذا حدیث حسن۔ و فی الباب عن ابی الاحوص عن ابیه و عمران بن حصین وابن مسعود۔ ترمذی نے قال رسول اللّٰه ﷺ: ان اللّٰه یحب ان یری اثر نعمته علی عبده نقل کیا هے☆ مسند احمد ج ٤ ص ٤٣٨ عمران بن حصین☆ طبرانی اور بیهقی بحواله کنز العمال حدیث نمبر ٧١٧٣۔ عمران بن حصین۔

(٥٤) مسلم ج ۲ کتاب العلم، باب من سن سنة حسنة او سیئة۔ الخ اور مسلم ج ١ کتاب الزکوٰة، باب الحث علی الصدقة ولو بشق تمرة و کلمة طیبة و انها حجاب من النار☆نسائی ج ٥ کتاب الزکوٰة باب التحریض علی الصدقة☆ ابو داؤد ج ٤ کتاب السنة باب لزوم السنة میں من دعا الی هدی سے روایت نقل کی هے۔☆مسند احمد ج ٤ ص ٣٥٧، ٣٥٩، ٣٦٠ عن جریر بن عبد اللّٰه ص ٣٦٠ پر من سن سنة صالحة هے☆ ترمذی ج ۲ ابواب العلم، باب فی من دعا الی هدی فاتبع۔☆ اور مسند احمد ج ۲ ص ٥٠٥ من سن سنة خیر کے الفاظ منقول هیں اور ابن ماجه نے المقدمه باب ١٤ میں سن سنة حسنة او سیئة او سنن دارمی نے مقدمه باب ٤٤ من سن سنة حسنة او سیئة اور مسند احمد ج ٤ ص ٣٦٢ پر من سن سنة حسنة او سیئة نقل کیا هے☆ السنن الکبریٰ ج ٤ کتاب الزکوٰة، باب التحریض علی الصدقة و ان قلت عن جریر بن عبد اللّٰه۔

(٥٥) بخاری ج ١ کتاب الزکوٰة باب قول اللّٰه تعالیٰ لا یسألون الناس الحافاً و کم الغنٰی و قول النبی ﷺ ولا یجد غنی یغنیه☆ مسلم ج ١ کتاب الزکوٰة، باب النهی عن المسئلة عن ابی هریرة☆ ابو داؤد ج ۲ کتاب الزکوٰة، باب من یعطی من الصدقة و حد الغنی۔ عن ابی هریرة۔ ابو داؤد نے لیس المسکین الذی ترده التمرة والتمرتان، والاکلة والاکلتان، و لکن المسکین الذی لا یسال الناس شیئا ولا یفطنون به فیعطونه نقل کیا هے۔ ☆ مسند احمد ج ۲ ص ٢٦٠ عن ابی هریرة☆ تفسیر ابن کثیر ج ۲ التوبة (انما الصدقات للفقراء۔ الایة)۔ تفسیر ابن کثیر میں لیس المسکین بهذا الطواف الذی یطوف علی الناس سے روایت کا آغاز منقول هے☆ تفسیر فتح القدیر للشوکانی ج ۲ التوبة (انما الصدقات للفقراء۔ الآیة) ☆السنن الکبریٰ للبیهقی ج ٤ کتاب الزکوٰة باب فضل الاستعفاف

والاستغناء بعمل یدیه۔ عن ابی هریرة (مختصر)☆السنن الکبریٰ للبیهقی ج ۷ کتاب الصدقات۔ باب ما یستدل به علی ان الفقر امس حاجة من المسکین۔

(۵۶) مسلم ج۲ کتاب التوبة باب فی سعة رحمة اللّٰه تعالیٰ و انها تغلب غضبهٗ☆ مختصر شعب الایمان☆بخاری ج۲ کتاب الادب، باب... بخاری نے یتراحم الخلق نقل کیا ھے☆ ابن ماجه کتاب الزهد باب ما یرجی من رحمة اللّٰه یوم القیامة۔ عن ابی هریرة روایت کے الفاظ مختلف هیں مفهوم ایك هی هے☆ سنن دارمی ج ۲۔

(۵۷) تفسیر ابن کثیر ج۳ الاحزاب: ۳۲ (ینساء النبی لستن کاحد من النساء۔ الاٰیة)

(۵۸) البزار بحواله تفسیر ابن کثیر ج۳ الاحزاب: ۳۲ (ینساء النبی لستن کاحد من النساء۔ الاٰیة)☆ترمذی ج ۱ ابواب الرضاع، باب...عن عبد اللّٰه۔ هذا حدیث حسن صحیح غریب۔

(۵۹) بخاری ج۲ کتاب الفرائض باب من ادعیٰ الیٰ غیر ابیه☆ بخاری ج۲ کتاب المغازی باب غزوة الطائف ☆بخاری ج ۱ کتاب المناقب میں حضرت ابو ذر سے (انه سمع النبی ﷺ یقول: لیس من رجل ادعی لغیر ابیه و هو یعلمه الا کفر باللّٰه۔ الخ) اور ایك دوسری روایت جسے واثله بن الاسقع نے روایت کیا هے میں (قال رسول اللّٰه ﷺ ان من اعظم ان یدعی الرجل الی غیر ابیه۔الخ) بهی نقل کیا هے۔☆ مسلم ج ۱ کتاب الایمان، باب حال ایمان من رغب عن ابیه و هو یعلم☆ ابو داؤد ج ٤ کتاب الادب، باب فی الرجل ینمی الی غیر موالیه۔

ابو داؤد نے ایك روایت حضرت انس بن مالك سے (من ادعی الی غیر ابیه او انتمی الی غیر موالیه فعلیه لعنة اللّٰه المتتابعة الی یوم القیامة) بهی نقل کی هے۔

☆سنن دارمی ج ۲ کتاب الفرائض باب من ادعی الی غیر ابیه۔ اور کتاب السیر ج۲ باب فی الذی ینتمی الی غیر موالیه☆ مسند احمد ج ۵ ص۳۸، ٤٦ عن ابی بکره☆ مسند احمد ج۲ ص ۱۱۸☆ ترمذی ج۲ ابواب الولاء والهبة باب ماجاء فی من تولی غیر موالیه او ادعی غیر ابیه۔ ترمذی میں فالجنة علیه حرام کے الفاظ نهیں☆ مسلم ج ۱ اور مسند احمد ج۵ ص٤٦ وغیره نے سعد بن وقاص سے من ادعی ابا فی الاسلام غیر ابیه۔ الخ کے الفاظ ذکر کیئے هیں۔

(۶۰) بخاری ج ۱ کتاب الانبیاء، باب ۲۸☆ بخاری ج۲ کتاب المغازی باب غزوة الطائف اس مقام پر لما قسم النبی ﷺ قسمة حنین کے الفاظ هیں اور رجل کی جگه رجل من الانصار هے۔☆ بخاری ج۲ کتاب الادب، باب من اخبر صاحبه بما یقال فیه۔ اس مقام پر فغضب کی جگه فتمعّر وجهه هے ☆بخاری ج۲ کتاب الاستیذان، باب حفظ السر کے تحت☆ مسلم ج ۱ کتاب الزکوٰة، باب اعطاء المؤلفة و من یخاف علی ایمانه☆ترمذی ج۲ باب فی فضل ازواج النبی ﷺ☆مسند احمد ج۱ص ۳۸۰، ۳۹۶، ٤۱۱ وغیره۔

(۶۱) بخاری ج۲ کتاب التفسیر باب قوله تعالیٰ ترجی من تشاء منهن و تؤی الیك من تشاء۔ الاٰیة☆مسلم ج ۱ کتاب الطلاق، باب بیان ان تخییره امرأته لا یکون طلاقا۔ الخ مسلم میں لم اوثر احدا علی نفسی هے۔☆ ابو داؤد ج۲ کتاب النکاح، باب فی القسم بین النساء۔

(۶۲) احکام القرآن للجصاص ج ٥ الاحزاب☆ ابو داؤد ج ۲ کتاب النکاح باب فی القسم بین النساء۔

(۶۳) بخاری ج۲ کتاب المغازی باب مرض النبی ﷺ و وفاته و قول اللّٰه تعالیٰ: انك میت و انهم میتون۔

(٦٤) بخاری ج ۲ کتاب الرقاق، باب من بلغ ستین سنة فقدر اعذر اللّٰه الیه فی العمر لقوله (او لم نعمرکم ما یتذکر فیه من تذکر و جاء کم النذیر)☆مسند احمد ج۲ ص ۲۷۵عن ابی هریرة۔ اس صفحه پر مسند کے الفاظ: لقد اعذر اللّٰه الی عبد احیاه حتی بلغ ستین او سبعین سنة۔الخ☆ترغیب ج ۸ تاریخ الکبیر للبخاری ج ۱۱ شرح السنة

بغوی ج ١٤ ☆اتحاف السعاده ج ١٠ ☆ مشکوٰۃ حدیث نمبر ٥٢٧٢ ۔☆المستدرک حاکم ج ٣ کتاب الجنائز میں قد اعذر اللّٰہ عزوجل الی عبد اخر اجله حتی بلغ سبعین او ستین سنة☆ تفسیر ابن جریر میں عن ابی ھریرة، قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ من عمره اللّٰہ ستین سنة فقد اعذر الیه فی العمر☆ تفسیر ابن جریر ج ١٠ پ ٢٢ الفاطر☆بزار نے عن ابی ھریرةؓ عن النبی ﷺ قال: العمر الذی اعذر اللّٰہ تعالٰی فیه الی ابن آدم ستون سنة۔ اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابوھریرةؓ سے من اتت علیه ستون سنة فقد اعذر اللّٰہ عزوجل الیه فی العمر☆ تفسیر ابن کثیر ج ٣ الفاطر۔

(٦٥) مسند احمد ج ٢ ص ٤٣٦ ☆ تفسیر ابن جریر الطبری ج ١١ حٰمٓ السجده☆ ابن جریر کی روایت کے الفاظ مختلف ھیں ☆تفسیر ابن کثیر ج ٤ سورة الشوریٰ (و لمن صبر و غفر فان ذلك لمن عزم الامور)

(٦٦) بخاری ج ٢ کتاب الادب، باب من احق الناس بحسن الصحبة☆مسلم ج ٢ کتاب البر والصلة باب بر الوالدین و ایھما احق به☆ ابو داؤد ج ٤ کتاب الادب، باب فی بر الوالدین☆ترمذی ج ٢ ابواب البر والصلة باب ماجاء فی بر الوالدین☆ مسند احمد ج ٢ ص ٣٢٧ عن ابی ھریرة☆ الادب المفرد للبخاری باب بر الاب☆ الادب المفرد للبخاری باب بر الام تینوں نے (من ابر؟ قال: امك ثم امك ثم امك ثم اباك ثم الاقرب فالاقرب) ☆السنن الکبریٰ ج ٤ کتاب الزکوٰۃ، باب الاختیار فی صدقة التطوع☆ابن ماجه کتاب الادب باب بر الوالدین ابن ماجه نے الادنٰی فالادنٰی نقل کیا ھے۔

(٦٧) ابو داؤد ج ٣ کتاب الجنائز باب الامراض مکفرة للذنوب۔

(٦٨) مسلم ج ٢ کتاب السلام، باب النھی عن ابتداء اھل الکتاب بالسلام و کیف یرد علیھم۔ عن عائشة اسی باب میں حضرت عائشه سے مروی ایك روایت میں بل علیکم السام واللعنة بھی منقول ھے۔ اور عبد اللّٰہ سے بھی ایك روایت انھی الفاظ سے مسلم میں مروی ھے۔☆ ابن ابی حاتم بحواله تفسیر ابن کثیر ج ٤ المجادلة عن عائشة☆ ابو داؤد ج ٤ کتاب الادب، باب فی السلام علی اھل الذمه۔ عن انس بن مالك☆ بخاری ج ٢ کتاب الادب، باب الرفق فی الامر کله عن عائشة بخاری اور ابو داؤد دونوں میں یا ابا القاسم نھیں ھے۔☆ابن جریر ج ١٢ پ ٢٨ المجادلة۔ عن انس بن مالك اس میں بھی یا ابا القاسم کے الفاظ نھیں ھیں☆ترمذی ج ٢ ابواب التفسیر المجادلة۔ عن انس بن مالك☆ ابن ماجه کتاب الادب، باب ١٣ رد السلام علی اھل الذمة عن انس بن مالك۔

(٦٩) ترمذی ج ٢ ابواب الدعوات، باب ما یقول اذا قام من المجلس☆ المستدرك حاکم ج ١ کتاب الدعا الاستغفار عند القیام عن المجلس☆ ابو داؤد ج ٤ کتاب الادب، باب فی کفارة المجلس☆ تفسیر ابن کثیر ج ٤ پوری تفصیل درج ھے۔☆ المستدرك نے ج ٤ حضرت عائشه سے بھی ایك روایت نقل کی ھے۔ اس میں سبحانك اللھم ربی و بحمدك لا اله الا انت استغفرك و اتوب الیك اور ج ١ جبیر ابن مطعم عن ابیه کے حواله سے سبحان اللّٰہ و بحمده سبحانك اللھم و بحمدك اشھد ان لا اله الا انت استغفرك و اتوب الیك بھی نقل کیا ھے۔
☆مسند احمد ج ٦ ص ٧٧ عن عائشة۔ اس روایت میں اشھد نھیں۔

(٧٠) مسند احمد ج ٢ ص ١٧۔ و فی الباب عن ابی برزة و عائشة۔ ھذا حدیث حسن صحیح غریب من ھذا الوجه لا نعرفهٗ من حدیث سھیل الا من ھذا الوجه۔

(٧١) بخاری ج ٢ کتاب الاستیذان، باب قول اللّٰہ تعالٰی (اذا قیل لکم تفسحوا فی المجالس فافسحوا یفسح اللّٰہ لکم۔ الایة) بخاری نے ابن عمر سے ایك اور روایت میں لا یقیم الرجل الرجل من مجلسه ثم یجلس فیه بھی روایت

کی ھے۔☆ بخاری ج ٢ کتاب الاستیذان باب لا یقیم الرجل الرجل من مجلسه☆مسلم ج ٢ کتاب السلام باب تحریم اقامة الانسان من موضعه المباح الذی سبق الیه۔ مسلم نے ابن عمر کی ایك روایت میں لا یقیم الرجل الرجل من مقعده ثم یجلس فیه و لکن تفسحوا و توسعوا کے الفاظ بھی روایت کیے ھیں۔☆ ترمذی ج ٢ ابواب الادب باب ماجاء فی کراهیة ان یقام الرجل من مجلسه ثم یجلس فیه۔ ترمذی نے لا یقیم احدکم اخاه من مجلسه ثم یجلس فیه نقل کیا ھے۔

(٧٢) ابو داؤد ج ٤ کتاب الادب، باب فی الرجل یجلس بین الرجل بغیر اذنهما☆ ترمذی ج ٢ ابواب الادب، باب ماجاء فی کراهیة الجلوس بین الرجلین بغیر اذنهما۔ هذا حدیث حسن۔

(٧٣) مسلم ج ٢ کتاب السلام، باب تحریم مناجاة الاثنین دون الثالث بغیر رضاه☆ مسند احمد ج ١ ص ٣٧٥ عبد اللّٰه بن مسعود☆ ترمذی ج ٢ ابواب الادب، باب ماجاء لا یتناجی اثنان دون الثالث☆ ابن ماجه کتاب الادب، باب لا یتناجی اثنان دون الثالث عن عبد اللّٰه۔

بخاری نے بھی عبد اللّٰه سے روایت نقل کی ھے اس کے الفاظ درج ذیل ھیں:

عن عبد اللّٰه، قال النبی ﷺ اذا کنتم ثلاثة، فلا یتناج رجلان دون الاخر، حتی تختلطوا بالناس اجل ان یحزنه۔

بخاری ج ٢ کتاب الاستیذان، باب اذا کانوا اکثر من ثلاثة فلا باس بالمسارّة والمناجاة☆ مسلم ج ٢ کتاب السلام، باب تحریم مناجاة الاثنین دون الثالث بغیر رضاه☆ ابو داؤد ج ٤ کتاب الادب، باب فی التناجی عن عبد اللّٰه۔ اس کے الفاظ لا ینتجی اثنان دون الثالث فان ذلك یحزنه منقول ھیں اور بخاری ج ٢ کتاب الاستیذان باب لا یتناجی اثنان دون الثالث کے تحت عبد اللّٰه سے یهی الفاظ مذکور ھیں۔

(٧٤) ترمذی ج ٢ ابواب التفسیر، باب المجادلة☆ ابن جریر ج ١٢ پ ٢٨ ـ ابن کثیر ج ٤ ☆مسند ابی یعلی بحواله ابن کثیر ج ٤ ـ☆ المستدرك حاکم ج ٢ المجادلة۔ اس کی روایت کے الفاظ مختلف ھیں۔

(٧٥) تفسیر ابن جریر الطبری ج ١٢ المجادله:١٣ـ هذا حدیث حسن غریب من هذا الوجه و معنی قوله شعیرة یعنی وزن شعیرة من ذهب۔

(٧٦) تفسیر ابن جریر ج ١٢ ـ المجادلة:١٣

(٧٧) المعجم الکبیر الطبرانی ج٣ شریح بن عبید الحضرمی عن ابی مالك۔☆ تفسیر ابن کثیر ج ٤ التغابن ☆ترغیب ج ٤ ـ ص ١٨٢ ـ

(٧٨) مسلم ج٢ کتاب البر والصلة باب تحریم الظلم☆ مسند احمد ج٣ ص٣٢٣ جابر بن عبد اللّٰه نیز ج٢ص ١٦٠، ١٩١، ١٩٥ اور بھی منقول ھے۔ ☆الادب المفرد للبخاری باب الظلم ظلمات☆المستدرك للحاکم ج ١ کتاب الایمان باب الظلم ظلمات یوم القیامة☆الادب المفرد المستدرك ج ١ اور مسند احمد ج ١ ص ٤٣١ پر ایاکم والشح بھی مذکور ھے۔

(٧٩) مسند احمد ج٢ص ١٩١☆ المستدرك ج ١ کتاب الایمان باب الظلم ظلمات یوم القیامة، و ایاکم والفحش والتفحش والشح۔☆السنن الکبریٰ ج ٤ کتاب الزکوٰة، باب کراهیة البخل والشح والاقتار۔ عن عبد اللّٰه بن عمرو۔ ☆ابو داؤد ج ٢ کتاب الزکوٰة، باب فی الشح۔ ابو داؤد میں صرف اتنی عبارت ھے ایاکم والشح فانما هلك من کان قبلکم بالشح: امرهم بالبخل فبخلوا و امرهم بالقطیعة فقطعوا، و امرهم بالفجور فجروا۔

(٨٠) نسائی ج ٦ کتاب الجهاد، باب فضل من عمل فی سبیل اللّٰه علی قدمه۔ نسائی ج ٦ ایك روایت فی قلب رجل مسلم اور دوسری روایت میں فی قلب امرء مسلم منقول ھے۔☆ مسند احمد ج٢ص ٢٥٦ عن ابی هریرة اس

صفحه پر فی قلب رجل مسلم هے۔☆ مسند احمد ج ۲ ص ۳۴۰، ۳۴۲ فی قلب عبد هے۔ اور فی جوف رجل مسلم هے۔☆ ابن ماجه کتاب الجهاد، باب الخروج فی النفیر۔☆ الادب المفرد للبخاری باب الشح حدیث نمبر ۲۸۱ ☆المستدرك حاکم ج ۲ ☆ بیهقی ج ۹☆مجمع الزوائد ج ۵☆ترغیب ج ۲☆ اتحاف السعادة ج ۹۔

(۸۱) ترمذی ج ۲ ابواب البر والصلة، باب ماجاء فی البخیل☆الادب المفرد للبخاری باب الشح۔ حدیث نمبر ۲۸۲۔

(۸۲) بخاری ج ۲ کتاب الادب، باب صلة الوالد المشرك۔ و فی الباب عن ابی هریرة۔ هذا حدیث غریب لا نعرفه الا من حدیث صدقة بن موسیٰ۔

(۸۳) بخاری ج ۲ کتاب الادب، باب صلة المرأة امها ولها زوج☆ مسلم ج ۱ کتاب الزکوٰة باب فضل النفقة والصدقة علی الاقربین والزوج والاولاد والوالدین و لوکانوا مشرکین۔ مسلم کی ایك روایت میں ان امی قدمت علی وهی راغبة او راهبة افاصلها؟ قال: نعم، مذکور هے۔☆ابو داؤد ج ۲ کتاب الزکوٰة، باب الصدقة علی اهل الذمة۔ مسلم والی روایت کے الفاظ☆ مسند احمد ج ٦ ص ۳٤٤ عن اسماء بنت ابی بکر الصدیق۔ بخاری والی روایت کے الفاظ نقل کیے هیں۔☆ تفسیر روح المعانی ج ۱۰ پ ۲۸۔ الممتحنة۔☆تفسیر ابن کثیر ج ٤ الممتحنة۔

(۸٤) المستدرك للحاکم ج ۲ کتاب التفسیر سورة الممتحنة☆تفسیر ابن جریر ج ۱۲۔پ ۲۸۔ الممتحنة۔ ابن جریر نے سند میں ابن سعد نقل کیا هے۔☆ مسند احمد ج ٤ ص ٤ عبد اللّٰه بن زبیر مسند احمد میں قتیله کی جگه قبیله مذکور هے۔☆ تفسیر روح المعانی ج ۱۰ پ ۲۸۔ الممتحنة۔☆احکام القرآن للجصاص ج ۳ الممتحنة، باب صلة الرحم المشرك☆ تفسیر ابن کثیر ج ٤ الممتحنة۔

(۸۵) ابو داؤد ج ۲ کتاب الطلاق، باب التغلیظ فی الانتفاء☆ سنن دارمی ج ۲ کتاب النکاح باب ٤۲۔ من جحد ولده و هو یعرفه عن ابی هریرة۔ هذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاه۔

(۸٦) تفسیر روح المعانی ج ۱۰ پ ۲۸۔ (انما اموالکم و اولادکم فتنة) سورة التغابن: ۱۵

(۸۷) بخاری ج ۱ کتاب العتق و فضله باب کراهیة التطاول علی الرقیق۔الخ۔

(۸۸) بخاری ج ۱ کتاب العتق و فضله۔ الخ۔ باب العبد راع فی ماله سیده۔الخ☆ بخاری ج ۱ کتاب الجمعة، باب الجمعة فی القریٰ والمدن☆ بخاری ج ۲ کتاب الاحکام، باب قول اللّٰه تعالیٰ (اطیعوا اللّٰه و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم)☆الادب المفرد للبخاری باب الرجل راع علی اهلهٖ۔

(۸۹) تفسیر ابن کثیر ج ٤ التحریم:۸۔

(۹۰) تفسیر روح المعانی ج ۱۰ پ ۲۸ التحریم:۸۔

(۹۱) فتح القدیر للشوکانی ج ۵ التحریم:۸۔

(۹۲) تفسیر ابن کثیر ج ٤ التحریم:۸۔

(۹۳) مشکوٰة المصابیح باب الشفقة والرحمة علی الخلق۔

(۹٤) بخاری ج ۲ کتاب الادب، باب الساعی علی المسکین☆ بخاری ج ۲ کتاب النفقات باب فضل النفقة علی الاهل☆ مسلم ج ۲ کتاب الزهد باب فضل الانفاق علی المساکین وابن السبیل☆نسائی ج ۵ کتاب الزکوٰة باب فضل الساعی علی الارملة۔ عن ابی هریرة۔☆ بخاری ج ۲، کتاب الادب، باب الساعی علی الارملة۔ ☆ترمذی ج ۲ ابواب البر باب ماجاء فی السعی علی الارملة۔ والیتم اور ابن ماجه۔ کتاب التجارات باب ۱ اور مسند احمد ج ۲ ص ۳٦۱ کالذی یصوم النهار و یقوم اللیل منقول هے۔

(۹۵) بخاری ج ۲ کتاب الادب، باب فضل من یعول یتیماً☆ بخاری ج ۲ کتاب الطلاق، باب اللعان اور هکذا کے بعد

و اشار بالسبابة والوسطی و فرج بینهما شیئا کا اضافہ منقول ھے۔☆ ابو داؤد ج ٤ کتاب الادب، باب فیمن ضم الیتیم۔ عن سهل بن سعد ابو داؤد نے کھاتین فی الجنة نقل کیا ھے۔☆ ترمذی ج ٢ ابواب البر والصلة، باب ماجاء فی رحمة الیتیم و کفالته۔ عن سهل بن سعد۔ هذا حدیث حسن صحیح۔ ترمذی نے بھی کھاتین فی الجنة نقل کیا ھے۔☆ مسند احمد ج ٢ ص ٣٣٣ سهل بن سعد۔

(٩٦) مسلم ج ٢ کتاب الزهد، باب فضل الانفاق علی المساکین وابن السبیل☆ مؤطا امام مالك ج ٢ کتاب الجامع باب السنة فی الشعر۔ عن صفوان بن سلیم۔☆ مسند احمد ج ٢ ص ٣٧٥ ابو هریرة۔

(٩٧) ابن ماجه کتاب الادب، باب حق الیتیم☆ الادب المفرد للبخاری باب خیر بیت، بیت فیه یتیم یحسن الیه ☆مشکوٰة المصابیح باب الشفقة والرحمة علی الخلق۔

(٩٨) ترمذی ج ٢ ابواب البر والصلة، باب ماجاء فی رحمة الیتیم و کفالته۔

(٩٩) مسند احمد ج ٢ ص ٢٦٣۔ و فی الباب عن مرة الفهری، و ابی هریرة و ابی امامة و سهل بن سعد۔ و حنش هو حسین بن قیس، و هو ابو علی الرحبی، و سلیمان التیمی یقول: حنش و هو ضعیف عند اهل الحدیث۔

(١٠٠) بخاری ج ٢ کتاب التوحید باب قول اللّٰه تبارك و تعالیٰ قل ادعوا اللّٰه او ادعوا الرحمٰن ایّاما تدعوا فله الاسماء الحسنیٰ☆مسلم ج ٢ کتاب الفضائل باب رحمته ﷺ الصبیان والعیال۔ الخ عن جریر بن عبد اللّٰه۔ مسلم نے من لا یرحم الناس لا یرحمه اللّٰه بیان کیا ھے۔☆ ترمذی ج ٢ ابواب البر والصلة، باب ماجاء فی رحمة الناس ترمذی نے بھی مسلم والے الفاظ ذکر کیے ھیں هذا حدیث حسن صحیح۔☆ترمذی ج ٢ ابواب الزهد باب ماجاء فی الریاء والسمعة☆ مسند احمد ج ٣ ص ٤٠، ج ٤ ص ٣٥٨، ٣٦٠، ٣٦١ وغیره۔

(١٠١) ابو داؤد ج ٤ کتاب الادب، باب فی الرحمة☆ ترمذی ج ٢ ابواب البر والصلة باب ماجاء فی رحمة الناس۔

(١٠٢) بخاری ج ٢ کتاب الادب، باب رحمة الولد و تقبیله و معانقته اور باب رحمة الناس والبهائم۔☆ مسلم ج ٢ کتاب الفضائل، باب رحمته ﷺ الصبیان والعیال۔ الخ عن ابی هریرة☆ ابو داؤد ج ٤ کتاب الادب، باب فی قبلة الرجل ولده۔ عن ابی هریرة☆ ترمذی ج ٢ ابواب البر والصلة باب ماجاء فی رحمة الولد عن ابی هریرة۔ هذا حدیث حسن صحیح۔☆ مسند احمد ج ٢ ص ٢٢٨، ٢٤١، ٢٦٩، ٥١٤ وغیره۔ لم یقل مسدد مولی عبد اللّٰه بن عمرو، و قال: قال النبی ﷺ۔

(١٠٣) ترمذی ج ٢ ابواب البر والصلة، باب ماجاء فی رحمة الصبیان۔

(١٠٤) ابو داؤد ج ٤ کتاب الادب، باب فی الرحمة☆المستدرك ج ٤ کتاب اللباس، باب من لم یرحم صغیرنا و یعرف حق کبیرنا فلیس منا۔ ابو داؤد والے الفاظ نقل کیے ھیں۔ هذا حدیث حسن غریب۔

(١٠٥) ابو داؤد ج ٤ کتاب الادب، باب فی الرحمة☆ترمذی ج ٢ ابواب البر والصلة۔ باب فی رحمة الناس۔ هذا حدیث حسن۔☆ مسند احمد ج ٢ ص ٣٠١، ٤٤٢، ٤٦١، ٥٥٩ وغیره۔

(١٠٦) تفسیر روح المعانی ج ١٠ پ ٢٨۔ التحریم: ١٢

(١٠٧) بخاری ج ١ کتاب الانبیاء، باب قوله جل جلاله، و اذ قالت الملائکة یا مریم ان اللّٰه یبشرك بکلمته منه اسمه المسیح عیسی بن مریم الی قوله کن فیکون☆ مسلم ج ٢ کتاب الفضائل فضل عائشة۔☆ تفسیر ابن کثیر ج ٤ التحریم۔☆ تفسیر فتح القدیر للشوکانی ج ٥ التحریم۔☆ تفسیر روح المعانی ج ١٠ التحریم۔

(١٠٨) بخاری ج ١ کتاب الانبیاء باب واذکر فی الکتاب مریم اذا نتبذت من اهلها۔

(۱۰۹) بخاری ج ۱ کتاب الانبیاء، باب و اذ قالت الملائکة یا مریم ان اللّٰہ اصطفاك۔الخ☆مسلم ج ۲ کتاب الفضائل فضائل خدیجة رضی اللّٰہ عنہا☆ مسند احمد ج ۱ ص ۸۴ عن علی۔

(۱۱۰) ابن ماجه کتاب الوصایا، باب ھل اوصی رسول اللّٰہ ﷺ☆ ابو داؤد ج ٤ کتاب الادب، باب فی حق المملوك اور مسند احمد ج ۱ ص ۷۸ عن علی اور ج۳ ص ۱۱۷عن انس دونوں نے کان اخر کلام رسول اللّٰہ ﷺ الصلاۃ الصلاۃ اتقوا اللّٰہ فیما ملکت ایمانکم اور مزید برآں مسند احمد ج ٦ ص ۲۹۰ اور ۳۱۱ پر عن ام سلمة بھی یھی الفاظ منقول ھیں اور المستدرك للحاکم ج ۳ کتاب المغازی میں بھی حضرت انس سے یھی روایت مروی ھے۔

(۱۱۱) مسند احمد ج۲ ص ۴۲۰، ۴۲۲۔ یھاں مطربا ھے۔ ج ٤ ص ۳۸٦☆ مجمع الزوائد ج ٤ اس میں مطرفا ھے۔ ☆کنز العمال حدیث نمبر ۲۹۵۸۷☆ بیھقی ج٦، ج ۱۰☆ بخاری اور مسلم میں مندرجه ذیل اضافه ھے۔

قال سعید بن مرجانة، فانطلقت به الی علی بن الحسین فعمد علی بن الحسین الی عبد له قد اعطاہ به عبد اللّٰہ بن جعفر عشرۃ الاف درھم او الف دینار فاعتقه۔

مزید برآں: بخاری نے کتاب الایمان والنذور باب قول اللّٰہ او تحریر رقبة و ای الرقاب ازکیٰ کے تحت اور مسلم نے کتاب العتق میں باب فضل العتق کے ضمن میں اور ترمذی نے ابواب النذور والایمان باب فی ثواب من اعتق رقبة کے تحت مندرجه ذیل الفاظ سے روایت نقل کی ھے۔

عن ابی ھریرۃ، عن النبی ﷺ قال: من اعتق رقبة مسلمة، اعتق اللّٰہ بکل عضو منه عضوا من النار حتی فرجه بفرجه۔ ترمذی نے رقبة مؤمنة نقل کیا ھے۔

ابن کثیر ج ٤ ص ۵۱۳ بڑی تفصیل ملاحظه کی جاسکتی ھے۔ اس میں بھی مطرفا منقول ھے۔☆ قرطبی ج ۲☆ کنز العمال حدیث نمبر ۲۹۵٦۷☆ فتح الباری ج ۱۱☆ تلخیص الحبیر ج ۳۔

(۱۱۲) بخاری ج ۱ کتاب العتق و فضله باب ایُّ الرقاب افضل☆ مسلم ج ۱ کتاب الایمان، باب کون الایمان باللّٰہ تعالٰی افضل الایمان۔الخ☆ابن ماجه کتاب العتق باب ٤ العتق☆مؤطا امام مالك ج ۲ کتاب العتق باب فضل عتق الرقاب و عتق الزانیة وابن الزنا☆ مسند احمد ج۲ ص ۳۸۸۔ ج ۱۵۰☆السنن الکبریٰ للبیھقی ج ۱۰ کتاب العتق۔ باب ای الرقاب افضل۔

نوٹ: کسی کتاب میں انفعھا نھیں ھے۔

(۱۱۳) بخاری ج ۱ کتاب العتق و فضله۔ باب فضل من ادب جاریته۔

ابو موسیٰ اشعری سے ایك اور روایت:

قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ: ایما رجل کانت له جاریة ادبھا فاحسن تعلیمھا، و اعتقھا، و تزوجھا فله اجران۔ الخ ☆بخاری ج ۱ کتاب العتق و فضله، باب العبد اذا احسن عبادۃ ربه عزوجل و نصح سیدۃ☆ بخاری ج ۱ کتاب العلم، باب تعلیم الرجل امته و اھله اور ج ۲ کتاب النکاح باب اتخاذ السراری و من اعتق جاریة ثم تزوجھا پر منقول روایت میں و رجل کانت عنده امة یطأھا فادبھا۔ الخ کے الفاظ مروی ھیں۔☆ مسلم ج ۱ کتاب الایمان باب وجوب الایمان برسالة نبینا اور نسائی نے بھی اس روایت کو ج٦، کتاب النکاح باب عتق الرجل جاریته ثم یتزوجھا میں بیان کیا ھے اور مسند احمد ج ٤ ص ۳۹۵ عن ابی موسیٰ الاشعری کے حواله سے من کانت له امة فعلمھا۔ الخ ذکر کیا ھے۔☆ اس کے علاوہ ابو داؤد نے کتاب النکاح ج ۲، باب فی الرجل یعتق امته ثم یتزوجھا اور نسائی ج ٦ کتاب النکاح، باب عتق الرجل جاریته ثم یتزوجھا کے تحت من

اعتق جاریته و تزوجها کان له اجران۔ اور مسند احمد ج ٤ ص ۳۹۸، عن ابی موسٰی اشعری من کانت له جاریة فاعتقها و تزوجها کان له اجران نقل کیا ھے۔

(۱۱٤) بخاری ج ۱ کتاب العتق و فضله، باب قول النبی ﷺ۔ العبید اخوانکم۔ الخ اور بخاری ج ۱ کتاب الایمان۔ باب المعاصی من امر الجاهلیة ولا یکفر صاحبها بارتکابها الا بالشرک۔☆مسلم ج ۲ کتاب الایمان والنذور باب صحبة الممالیک☆ابو داؤد ج ٤ کتاب الادب باب فی حق المملوک۔ ابو داؤد میں صیغه واحد یعنی فلیعنه بیان کیا گیا ھے۔☆ ترمذی ج ۲ ابواب البر والصلة باب النهی عن ضرب الخدام و شتمهم۔ ترمذی میں "عن ابی ذر قال قال رسول اللّٰه ﷺ اخوانکم جعلهم اللّٰه فتیة" الخ نقل کیا ھے۔☆ ابن ماجه کتاب الادب، باب ۱۰ الاحسان الی الممالیک☆مسند احمد ج ٥ ص ۱۵۸ عن ابی ذر۔ مسند احمد میں اخوانکم جعلهم اللّٰه فتنة تحت اید لکم ذکر کیا ھے۔☆مختصر بیهقی فی الشعب الایمان عن معرور بن سوید۔

(۱۱٥) مسلم ج ۲ کتاب الایمان والنذور باب صحبة الممالیک۔

مسلم نے ایک دوسری روایت میں ابو مسعود انصاری سے مندرجه ذیل عبارت بھی نقل کی ھے۔

قال ابو مسعود البدری: کنت اضرب غلاما لی بالسوط فسمعت صوتا من خلفی: اعلم ابا مسعود، فلم افهم من الغضب، قال: فلما دنی منی اذا هو رسول اللّٰه ﷺ، فاذا هو یقول: اعلم ابا مسعود اعلم ابا مسعود، قال: فالقیت السوط من یدی۔ فقال: اعلم ابا مسعود، ان اللّٰه اقدر علیك منك علی هذا الغلام، قال! فقلت: لا اضرب مملوکا بعده ابدا۔

☆ابو داؤد ج ٤ کتاب الادب، باب فی حق المملوک☆ترمذی ج ۲ ابواب البر والصلة، باب النهی عن ضرب الخدام و شتمهم۔☆مسند احمد ج ٥ ص ۲۷٤ ابو مسعود انصاری۔

(۱۱٦) ترمذی ج ۲ ابواب البر والصلة باب ماجاء فی العفو عن الخادم☆ابو داؤد میں کم نعفو عن الخادم؟ سے آغاز اور اختتام اعفوا عنه فی کل یوم سبعین مرة پر ھے۔☆ ابو داؤد ج ٤ کتاب الادب، باب فی حق المملوک۔☆مسند احمد ج ۲ ص ۱۱۱ ابن عمر سے مروی روایت میں کم یعفی عن المملوک...یعفی عنه کل یوم سبعین مرة مذکور ھے۔ ☆مسند احمد ج ۲ ص ۹۰ ابن عمرؓ سے ایک روایت مندرجه ذیل الفاظ سے بھی منقول ھے۔ ان رجلا اتی رسول اللّٰه ﷺ فقال: یا رسول اللّٰه! ان لی خادما یسیء و یظلم افاضربه؟ قال: تعفو عنه کل یوم سبعین مرة۔

(۱۱۷) مسند احمد ج ۳ ص ٤٤۷ ☆ترمذی ج ۱ ابواب النذور والایمان، باب فی الرجل یلطم خادمه۔ هذا حدیث حسن صحیح۔ هذا حدیث حسن غریب۔ و رواه عبد اللّٰه بن وهب عن ابی هانی الخولانی بهذا الاسناد نحو هذا۔ حدثنا قتیبة، ثنا عبد اللّٰه بن وهب عن ابی هانی الخولانی بهذا الاسناد نحوه۔ و روی بعضهم هذا الحدیث عن عبد اللّٰه بن وهب بهذا الاسناد، و قال: عن عبد اللّٰه بن عمرو۔

(۱۱۸) ابو داؤد ج ٤، کتاب الادب باب لا یقول المملوک "ربی و ربتی" اسی باب میں ابو داؤد نے حضرت ابو ھریرہؓ سے مروی ایک روایت میں ولیقل: سیدی و مولای بھی منقول ھے۔☆ مسند احمد ج ۲ ص ٤٤٤ حضرت ابوھریرہؓ سے مروی ایک روایت میں قال رسول اللّٰه ﷺ لا یقل احدکم لعبده: عبدی، ولکن لیقل فتای، ولا یقل العبد لسیده: ربی، ولکن لیقل سیدی۔

(۱۱۹) بخاری ج ۱ کتاب العتق و فضله، باب کراهیة التطاول علی الرقیق و قوله عبدی و امتی۔ الخ☆مسند احمد ج ۲ ص ۲۸۳ عن ابی هریرة۔

(۱۲۰) الطبرانی بحوالہ تفسیر روح المعانی ج ۱۰، التکویر: ۸۔

(۱۲۱) بخاری ج ۱ کتاب الزکوٰۃ۔ باب اتقوا النار و لو بشق تمرۃ☆ بخاری ج ۲ کتاب الادب، باب رحمۃ الولد و تقبیلہ۔ الخ☆ مسلم ج ۲ کتاب البر والصلۃ، باب فضل الاحسان الی البنات☆ بخاری ج ۲ اور مسلم ج ۲ دونوں نے بشیء کے بعد فاحسن الیھن بھی روایت کیا ہے۔☆ ترمذی ج ۲ ابواب البر، باب ماجاء فی النفقات علی البنات۔ ھذا حدیث حسن صحیح۔☆ مسند احمد ج ٦ ص ۳۳، ۸۸، ۱٦٦، ۲٤۳ وغیرہ۔

(۱۲۲) مسلم ج ۲ کتاب البر والصلۃ، باب فضل الاحسان الی البنات☆ ترمذی ج ۲ ابواب البر والصلۃ، باب ماجاء فی النفقات علی البنات۔ ھذا حدیث حسن غریب۔

(۱۲۳) شرح السنۃ۔ بحوالہ مشکوٰۃ المصابیح باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق☆ ترمذی ج ۲ ابواب البر والصلۃ، باب ماجاء فی رحمۃ الیتیم و کفالتہ کے تحت صرف روایت کا پہلا جزء لا یغفر تک بیان کیا ہے۔

(۱۲٤) ابو داؤد ج ٤، کتاب الادب، باب فی فضل من عال یتیما☆مسند احمد ج ۱ ص ۲۲۳ عن ابن عباس۔

(۱۲۵) الادب المفرد للبخاری باب من عال جاریتین او واحدۃ۔

ابن ماجہ نے عقبہ بن عامر سے مندرجہ ذیل الفاظ روایت کیے ہیں۔

یقول: سمعت رسول اللّٰہ ﷺ یقول: من کان لہ ثلاث بنات، فصبر علیھن و اطعمھن و سقاھن، و کساھن من جدتہ کن لہ حجابا من النار یوم القیامۃ۔

☆ابن ماجہ، کتاب الادب، باب بر الوالد والاحسان الی البنات۔

(۱۲٦) الادب المفرد للبخاری باب من عال جاریتین او واحدۃ۔ ابن ماجہ نے کتاب الادب، باب بر الوالد والاحسان الی البنات کے تحت ابن عباس سے مندرجہ ذیل الفاظ نقل کیے ہیں۔ قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ ما من رجل تدرک لہ ابنتان فیحسن الیھما، ما صحبتاہ او صحبھما، الا ادخلتاہ الجنۃ۔☆ ابن ماجہ کی سند میں ابو سعید جس کا نام شرحبیل ہے پر کلام کیا گیا ہے۔ مگر حاکم نے اسے مستدرک میں بیان کرکے اسے صحیح الاسناد قرار دیا ہے۔

(۱۲۷) الادب المفرد للبخاری باب فضل من عال ابنتہ المردودۃ۔☆ مسند احمد ج ٤ ص ۱۷۵ سراقۃ بن مالک بن جعشم ☆ابن ماجہ کتاب الادب، باب بر الوالد والاحسان الی البنات۔ ابن ماجہ میں الا ادلکم علی افضل الصدقۃ؟ منقول ہے۔

(۱۲۸) ترمذی ج ۲، ابواب الاستیذان والاداب باب فی کراھیۃ اشارۃ الید فی الاسلام۔ ھذا حدیث اسنادہ ضعیف و روی ابن المبارک ھذا الحدیث عن ابی لھیعۃ فلم یرفع۔

فصل: ۲

لباس کے احکام

اسلام میں کوئی لباس مقرر نہیں ہے، بلکہ چند قواعد ہیں جن کی پابندی کرنی چاہیے، اور وہ یہ ہیں:

(۱) لباس ساتر ہونا چاہیے۔ یعنی مردوں اور عورتوں کے ۔لیے ستر کے جو حدود مقرر ہیں، ان کے لحاظ سے وہ پوری طرح ساتر ہو۔

(۲) مرد ریشم نہ پہنیں اور عورتیں ایسا چست یا باریک لباس نہ پہنیں جس سے جسم اور اس کی ساخت نمایاں ہو۔

(۳) لباس میں تکبر نہ ہو۔ اسی بنا پر ٹخنوں سے نیچے لٹکا ہوا لباس ممنوع ہے۔

(۴) لباس میں تشبہ بالکفار نہ ہو۔ اس سے مراد یہ ہے کہ آدمی کوئی ایسا لباس نہ پہنے جس سے یہ معلوم نہ ہو سکے کہ وہ مسلمان ہے، بلکہ دیکھنے والا یہ سمجھے کہ وہ ان کافروں میں سے ہے جن کے طرز کا لباس وہ پہنے ہوئے ہے۔ مسلمان جس ملک کا رہنے والا ہو اس کو وہ لباس پہننا چاہیے جو اس ملک کے مسلمانوں میں عام طور پر رائج ہو، جس میں کسی شخص کو ملبوس دیکھ کر لوگ پہچان لیتے ہوں کہ یہ مسلمان ہے۔ (مکاتیب اول، خط: ۱۵۲)

انسان کے لیے لباس کا صرف ذریعۂ ستر پوشی اور وسیلۂ زینت وحفاظت ہونا ہی کافی نہیں ہے بلکہ فی الحقیقت اس معاملے میں جس بھلائی تک انسان کو پہنچنا چاہیے وہ یہ ہے کہ اس کا لباس تقویٰ کا لباس ہو، یعنی پوری طرح ساتر بھی ہو، زینت میں بھی حد سے بڑھا ہوا یا آدمی کی حیثیت سے گرا ہوا نہ ہو، فخر وغرور اور تکبر وریا کی شان لیے ہوئے بھی نہ ہو، اور پھر ان ذہنی امراض کی نمائندگی بھی نہ کرتا ہو جن کی بنا پر مرد زنانہ پن اختیار کرتے ہیں، عورتیں مردانہ پن کی نمائش کرنے لگتی ہیں، اور ایک قوم دوسری قوم کے مشابہ بننے کی کوشش کر کے خود اپنی ذلت کا زندہ نشان بن جاتی ہے۔ لباس کے معاملے میں اس خیر مطلوب کو پہنچنا تو کسی طرح ان لوگوں کے بس میں ہے ہی نہیں جنھوں نے انبیاء علیہم السلام پر ایمان لا کر اپنے آپ کو بالکل خدا کی رہنمائی کے حوالے نہیں کر دیا ہے۔ جب وہ خدا کی رہنمائی تسلیم کرنے سے انکار کر دیتے ہیں تو شیاطین ان کے سرپرست بنا دیئے جاتے ہیں، پھر یہ شیاطین ان کو کسی نہ کسی غلطی میں مبتلا کر کے ہی چھوڑتے ہیں۔ (تفہیم القرآن ج ۲، الاعراف حاشیہ: ۱۶)

اسلام میں تشبہ کی ممانعت

۱۰۵- ”نبی ﷺ نے لعنت فرمائی ہے اس عورت پر جو مرد کا سا لباس پہنے اور اس مرد پر جو عورت کا سا لباس پہنے۔“

(المستدرک ج ۴)

تخریج: حَدَّثَنَا اَبُو الْعَبَّاسِ مُحَمَّدُ بْنُ يَعْقُوبَ، ثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عِيسَى بْنِ يَزِيدَ اللَّخْمِيُّ بِتِنِّيسٍ، ثَنَا عَمْرُو بْنُ اَبِي سَلَمَةَ، عَنْ زُهَيْرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، اَخْبَرَنِي سُهَيْلُ بْنُ اَبِي صَالِحٍ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَسَلَّمَ لَعَنَ الْمَرْاَةَ تَلْبَسُ لِبْسَةَ الرَّجُلِ، وَالرَّجُلَ يَلْبَسُ لِبْسَةَ الْمَرْاَةِ۔(۱)

۱۰۶- ”دوسری حدیث میں ہے کہ آپؐ نے ملعون قرار دیا ان مردوں کو جو عورتوں کے مشابہ بنیں اور ان عورتوں کو جو مردوں کے مشابہ بنیں۔“ (بخاری، کتاب اللباس)

تخریج: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: لَعَنَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ الْمُتَشَبِّهِينَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ، وَالْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ۔ تَابَعَهُ عَمْرٌو۔ قَالَ: اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ۔(۲)

تشریح: یہ اس لیے کہ عورت اور مرد کے درمیان جو نفسیاتی کشش اللہ نے رکھی ہے، یہ تشبہ اس کو دباتا گھٹاتا ہے، اور اسلام اس کو قائم رکھنا چاہتا ہے۔ اسی طرح قوموں کے لباس و تمدن اور شعائر کو بھی مٹانا اور انہیں خلط ملط کرنا، اجتماعی مفاد و مصالح کے خلاف ہے۔ لہٰذا اسلام اس کی بھی مخالفت کرتا ہے۔ قومی امتیاز کو جب فطری حدود سے بڑھا کر قوم پرستی بنایا جائے گا تو اسلام اس کے خلاف جہاد کرے گا، کیوں کہ اس مادے سے جاہلانہ حمیت، ظالمانہ تعصب، اور قیصریت کی تخلیق ہوتی ہے۔ لیکن اسلام کی دشمنی قوم پرستی سے ہے نہ کہ قومیت سے۔ قوم پرستی کے برعکس وہ قومیت کو برقرار رکھنا چاہتا ہے، اور اسے مٹانے کا بھی وہ ویسا ہی مخالف ہے جیسا کہ اس کو حد سے بڑھانے کا مخالف ہے۔ چناں چہ اس سلسلے میں جو متوسط اور متوازن رویہ اسلام نے اختیار کیا ہے اس کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔

۱۰۷- ایک صحابیؓ نے پوچھا کہ عصبیت کیا چیز ہے؟ کیا آدمی کا اپنی قوم سے محبت کرنا عصبیت ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ”نہیں عصبیت یہ ہے کہ آدمی ظلم میں اپنی قوم کا ساتھ دے۔“ (ابن ماجہ)

تخریج: حَدَّثَنَا اَبُو بَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ، ثَنَا زِيَادُ بْنُ الرَّبِيعِ الْيُحْمِدِيُّ عَنْ عَبَّادِ بْنِ كَثِيرٍ الشَّامِيِّ، عَنِ امْرَاَةٍ مِنْهُمْ يُقَالُ لَهَا: فَسِيلَةُ قَالَتْ: سَمِعْتُ اَبِي يَقُولُ: سَاَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! اَمِنَ الْعَصَبِيَّةِ اَنْ يُحِبَّ الرَّجُلُ قَوْمَهُ؟ قَالَ: لَا، وَ لٰكِنْ مِنَ الْعَصَبِيَّةِ اَنْ يُعِينَ الرَّجُلُ قَوْمَهُ عَلَى الظُّلْمِ۔(۳)

۱۰۸- فرمایا: ”جو شخص کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے گا، وہ اسی کی قوم میں شمار ہوگا۔“ (ابوداؤد)

تخریج: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ، ثَنَا اَبُو النَّضْرِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ ثَابِتٍ، ثَنَا

حَسَّانُ بْنُ عَطِيَّةَ عَنْ اَبِی مُنِيبِ الْجُرَشِيِّ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ! قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ۔ (٤)

(الف) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آذر بائیجان کے گورنر عتبہ بن فرقد کو لکھا کہ ”خبردار! اہل شرک (یعنی باشندگان آذر بائیجان) کے لباس اختیار نہ کرنا۔ (کتاب اللباس والزینۃ)

(ب) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے تمام گورنروں کو عام احکام دیئے تھے کہ غیر مسلم باشندوں کو اہل عرب کے لباس اور وضع و ہیئت اختیار کرنے سے روکیں۔ حتیٰ کہ بعض علاقوں کے باشندوں سے صلح کرتے وقت باقاعدہ معاہدہ میں ایک مستقل دفعہ اس مضمون کی داخل کر دی گئی تھی کہ تم ہمارے جیسے لباس نہ پہننا۔

(کتاب الخراج، فصل اہل ذمہ کی پوشاک، امام ابو یوسف)

(ج) جو اہل عرب فوجی یا ملکی خدمات کے سلسلے میں عراق و ایران وغیرہ ممالک میں مامور تھے ان کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بار بار یہ تاکید کرتے تھے کہ اپنی زبان اور لہجہ کی حفاظت کریں۔ اور عجمی بولیاں نہ بولنے لگیں۔

(بیہقی)

تشریح: ان روایات سے یہ بات صاف ظاہر ہوتی ہے کہ اسلام جس بین الاقوامیت کا علم بردار ہے اس کا منشا یہ ہرگز نہیں ہے کہ قوموں کی امتیازی خصوصیات کو مٹا کر انہیں خلط ملط کر دیا جائے، بلکہ وہ قوموں کو ان کی قومیت اور خصوصیات کے ساتھ برقرار رکھ کر ان کے درمیان تہذیب و اخلاق اور عقائد و افکار کا ایک ایسا رشتہ پیدا کرنا چاہتا ہے جس سے بین الاقوامی کشیدگیاں، رکاوٹیں، ظلم اور تعصبات دور ہو جائیں اور ان کے درمیان تعاون و برادری کے تعلقات قائم ہوں۔

تشبہ کا ایک اور پہلو بھی ہے جس کی بنا پر اسلام اس کا سخت مخالف ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک قوم کے لوگ اپنی قومی خصوصیات کو صرف اسی وقت چھوڑتے ہیں جب ان کے اندر کوئی نفسی کمزوری اور اخلاقی ڈھیل پیدا ہو جاتی ہے۔ جو شخص دوسروں کا اثر قبول کر کے اپنا رنگ چھوڑ دے اور ان کے رنگ میں رنگ جائے۔ لامحالہ اس کے اندر تلون، چھچھورپن، سرعت انفعال اور خفیف الحرکتی کا مرض ضرور ہوگا۔ اگر اس کی روک تھام نہ کی جائے گی، تو یہ مرض ترقی کرے گا۔ اگر بکثرت لوگوں میں یہ پھیل گیا تو ساری قوم نفسیاتی ضعف میں مبتلا ہو جائے گی۔ اس کے اخلاق میں کوئی پختگی باقی نہ رہے گی۔ اس کے ذہن کی چولیں اتنی ڈھیلی ہو جائیں گی کہ ان پر اخلاق اور خصائص کی مستحکم بنیادیں قائم ہی نہ ہو سکیں گی۔ لہٰذا اسلام کسی قوم کو بھی یہ اجازت دینے کے لیے تیار نہیں کہ وہ اپنے اندر اس نفسی بیماری کو پرورش کرے۔ مسلمانوں ہی کو نہیں، بلکہ جہاں اس کا بس چلتا ہے، وہ غیر مسلموں کو بھی اس سے بچانے کی کوشش کرتا ہے، کیوں کہ وہ کسی انسان سے بھی اخلاقی کمزوری دیکھنا نہیں چاہتا۔

خصوصیت کے ساتھ مفتوح و مغلوب لوگوں میں یہ مرض زیادہ پھیلتا ہے ان کے اندر محض اخلاقی ضعف ہی نہیں ہوتا بلکہ درحقیقت وہ اپنی نگاہوں میں آپ ذلیل ہو جاتے ہیں، اپنے آپ کو خود حقیر سمجھتے ہیں، اور اپنے حکمرانوں کی نقل اتار کر عزت اور فخر حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ کیوں کہ عزت، شرافت، بزرگی، غرض جس چیز کا بھی وہ تصور کرتے ہیں اس کا مثالی نمونہ

انہیں اپنے آقاؤں کی صورت ہی میں نظر آتا ہے۔ غلامی ان کے جوہر آدمیت کو اس طرح کھا جاتی ہے کہ وہ علانیہ اپنی ذلت اور پستی کا مجسم اشتہار بننے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ اور اس میں شرم محسوس کرنے کے بجائے فخر محسوس کرتے ہیں(۱) اسلام جو انسان کو پستیوں سے اٹھا کر بلندی کی طرف لے جانے آیا ہے، ایک لمحہ کے لیے بھی اس کو جائز نہیں رکھتا، کہ کوئی انسانی گروہ ذلت نفس کے اس اسفل السافلین میں گر جائے، جس سے نیچے پستی کا کوئی اور درجہ ہے ہی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں عجمی قومیں اسلامی حکومت کے زیر نگیں آئیں تو آپؓ نے ان کو سختی کے ساتھ اہل عرب کی نقالی سے روکا۔ اسلامی جہاد کا مقصد ہی باطل ہو جاتا اگر ان قوموں میں غلامانہ خصائل پیدا ہونے دیئے جاتے۔ رسول اللہ ﷺ نے عربوں کو اسلام کا پرچم اس لیے نہیں دیا تھا کہ وہ قوموں کے آقا بنیں اور قومیں ان کے ماتحت غلامی کی مشق بہم پہنچائیں۔

ان وجوہ سے اسلام اس بات کا مخالف ہے کہ کوئی قوم دوسری قوم کا ہو بہو چربہ بننے کی کوشش کرے اور اس کے لباس وطرز معاشرت کی نقالی کرنے لگے۔ رہا تہذیب وتمدن کا وہ لین دین جو ایک دوسرے سے میل جول رکھنے والی قوموں میں فطری طور پر واقع ہوتا ہے، تو اسلام اس کو نہ صرف جائز رکھتا ہے بلکہ فروغ دینا چاہتا ہے۔ وہ قوموں کے درمیان تعصّبات کی ایسی دیواریں کھڑی کرنا نہیں چاہتا کہ اپنے تمدن میں ایک دوسرے کی کوئی چیز سرے سے لیں ہی نہیں۔

۱۰۹— رسول اللہ ﷺ نے شامی جبہ پہنا ہے جو یہودیوں کے لباس کا جز تھا۔ چناں چہ حدیث میں ہے۔ **فَتَوَضَّأَ وَ عَلَيْهِ جُبَّةٌ شَامِيَةٌ**۔ آپ ﷺ نے تنگ آستینوں والا رومی جبہ بھی پہنا ہے جسے رومن کیتھولک پہنتے تھے۔ نوشیروانی قبا بھی آپؐ کے استعمال میں رہی ہے جسے حدیث میں **جُبَّةٌ طَيَالِسَةٌ كِسْرَوَانِيَّةٌ** کے الفاظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔

تخریج:〈۱〉 **حَدَّثَنَا قَيْسُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو الضُّحَى قَالَ: حَدَّثَنِي مَسْرُوقٌ، قَالَ: حَدَّثَنِي الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ، قَالَ: انْطَلَقَ النَّبِيُّ ﷺ لِحَاجَتِهِ، ثُمَّ أَقْبَلَ فَتَلَقَّيْتُهُ بِمَاءٍ، فَتَوَضَّأَ وَ عَلَيْهِ جُبَّةٌ شَامِيَةٌ**۔ الحدیث۔ (۵)

ترجمہ: حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ رفع حاجت کے لیے تشریف لے گئے۔ پھر واپس ہوئے تو میں پانی لے کر حاضر خدمت ہوا۔ آپ ﷺ نے وضو فرمایا۔ اس وقت آں جنابؐ شامی جبہ پہنے ہوئے تھے۔ الحدیث

〈۲〉 **حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، قَالَ: أَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ مَوْلَى أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ وَ كَانَ خَالَ وَلَدِ عَطَاءٍ، قَالَ: أَرْسَلَتْنِي أَسْمَاءُ إِلَى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، فَقَالَتْ: بَلَغَنِي أَنَّكَ تُحَرِّمُ أَشْيَاءَ ثَلَاثًا: الْعَلَمَ فِي الثَّوْبِ، وَ مِيثَرَةَ الْأُرْجُوَانِ، وَ صَوْمَ رَجَبٍ كُلِّهِ، فَقَالَ لِي عَبْدُ اللّٰهِ: أَمَّا مَا ذَكَرْتَ مِنْ رَجَبٍ، فَكَيْفَ بِمَنْ يَصُومُ الْأَبَدَ،**

---

(۱) ہمارے اس بیان کی صداقت میں اگر کسی صاحب کو شک ہو تو وہ ہندستان ہی میں انگریزوں اور ہندستانیوں کے فرق کو دیکھ لیں۔ مٹھی بھر انگریز متفرق و پراگندہ، ڈھائی سو برس سے کروڑوں ہندستانیوں کے درمیان رہتے ہیں مگر ایک انگریز بھی آپ کو ایسا نہیں ملے گا، جس نے ہندستانی لباس اختیار کر لیا ہو، بخلاف اس کے ان ہندستانیوں کا شمار کرنا بھی اب مشکل ہے جو سر سے پاؤں تک انگریز نما بنے پھرتے ہیں اور لباس ہی میں نہیں، بلکہ اپنی بول چال، انداز واطوار، حرکات وسکنات، ہر چیز میں انگریز کا پورا چربہ اتارنے کی کوشش کرتے ہیں۔ آخر اس کی کیا توجیہ کی جائے گی؟۔

وَ اَمَّا مَا ذَکَرْتُ مِنَ الْعَلَمِ فِی الثَّوْبِ، فَاِنِّیْ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ یَقُوْلُ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم یَقُوْلُ: اِنَّمَا یَلْبَسُ الْحَرِیْرَ مَنْ لَّا خَلَاقَ لَہٗ، فَخِفْتُ اَنْ یَّکُوْنَ الْعَلَمُ مِنْہُ، وَ اَمَّا مِیْثَرَۃُ الْاُرْجُوَانِ، فَھٰذِہٖ مِیْثَرَۃُ عَبْدِ اللّٰہِ، فَاِذَا ھِیَ اُرْجُوَانٌ، فَرَجَعْتُ اِلٰی اَسْمَاءَ، فَخَبَّرْتُھَا، فَقَالَتْ: ھٰذِہٖ جُبَّۃُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم فَاَخْرَجَتْ اِلَیَّ جُبَّۃَ طَیَالِسَۃً کِسْرَوَانِیَّۃً لَھَا لِبْنَۃُ دِیْبَاجٍ وَ فَرْجَیْھَا مَکْفُوْفَیْنِ بِالدِّیْبَاجِ، فَقَالَتْ: ھٰذِہٖ کَانَتْ عِنْدَ عَائِشَۃَ حَتّٰی قُبِضَتْ، فَلَمَّا قُبِضَتْ، قَبَضْتُھَا، وَ کَانَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم یَلْبَسُھَا، فَنَحْنُ نَغْسِلُھَا لِلْمَرْضٰی لِنَسْتَشْفٰی بِھَا۔(٦)

ترجمہ: عبداللہ سے مروی ہے جو اسماء بنت ابی بکر کا مولیٰ اور عطاء کے لڑکے کا ماموں تھا۔ اس نے بتایا کہ مجھے اسماء نے عبداللہ بن عمرؓ کی خدمت میں بھیجا اور پیغام دیا کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ تم تین چیزوں کو حرام قرار دیتے ہو۔ ایک وہ کپڑا جس میں ریشمی نقش ہوں اور دوسرے ارجوان کے زین پوش کو اور تیسرے رجب کے سارے ماہ کے روزے رکھنے کو۔ اس کے جواب میں عبداللہ بن عمرؓ نے کہا۔ رجب کے ماہ سارے روزے رکھنے کو حرام کون قرار دے گا جو خود ہمیشہ روزے رکھے گا۔ (ابن عمر صوم الدہر کو مکروہ نہیں سمجھتے۔ بجز عیدین اور ایام تشریق) کپڑے کے ریشمی نقوش تو اس کے متعلق میں نے حضرت عمرؓ سے سنا تھا وہ بیان کرتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ نے فرمایا ریشم وہ شخص پہنے گا جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں، تو مجھے اندیشہ لاحق ہوا کہ نقشی کپڑا بھی اس میں شامل نہ ہو اور رہا ارجوانی زین پوش تو خود عبداللہ کا زین پوش ارجوانی ہے میں نے جا کر سب کچھ حضرت اسماء سے بیان کر دیا۔ انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ جبہ موجود ہے۔ پھر انہوں نے وہ جبہ نکالا جو کالی چادروں کا تھا، جسے کسروانی کہتے تھے، جس کا گریبان دیبا کا تھا اور اس کے دامنوں پر سنجاف تھے دیباج کے۔ حضرت اسماء نے بتایا کہ یہ پہلے حضرت عائشہ کے پاس تھا ان کی وفات تک انہی کے پاس رہا۔ وفات کے بعد یہ جبہ میں نے حاصل کر لیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسے زیب تن فرمایا کرتے تھے۔ اب ہم اسے دھو کر بیماروں کو پانی پلاتے ہیں شفا کے لیے۔

تشریح: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے برنس پہنی ہے جو ایک قسم کی اونچی ٹوپی ہوتی تھی اور عیسائی درویشوں کے لباس کا جز تھی۔ اس قسم کی متفرق چیزوں کا استعمال تشبہ سے بالکل مختلف چیز ہے۔ تشبہ یہ ہے کہ آدمی کی پوری وضع قطع کسی دوسری قوم کے مانند ہو اور اس کو دیکھ کر یہ تمیز کرنا مشکل ہو جائے کہ وہ کس قوم سے تعلق رکھتا ہے۔ بخلاف اس کے جسے ہم ''لین دین'' کے لفظ سے تعبیر کر رہے ہیں، وہ یہ ہے کہ ایک قوم دوسری قوم کی کوئی اچھی یا مناسب حال چیز لے کر اسے اپنی وضع قطع کا جز بنا لے، اور اس جز کے شامل ہونے پر بھی اس کی قومی وضع بحیثیت مجموعی قائم رہے۔ (مسئلہ قومیت، فرنگی لباس)

۱۱۰- خَالِفُوا الْیَھُوْدَ وَالنَّصَارٰی۔

تخریج:(۱) حَدَّثَنَا الْحُمَیْدِیُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْیَانُ، حَدَّثَنَا الزُّھْرِیُّ عَنْ اَبِیْ سَلَمَۃَ وَ سُلَیْمَانَ بْنِ یَسَارٍ، عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم: اِنَّ الْیَھُوْدَ وَالنَّصَارٰی لَا یَصْبِغُوْنَ فَخَالِفُوْھُمْ۔(۷)

﴿۲﴾ حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ عُثْمَانَ، قَالَ: نَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ مُحَمَّدٍ، قَالَ: نَا نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: خَالِفُوا الْمُشْرِكِيْنَ اَحْفُوا الشَّوَارِبَ وَ اَوْفُوا اللُّحٰى۔ (۸)

﴿۳﴾ حَدَّثَنِىْ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اِسْحَاقَ، قَالَ: اَنَا ابْنُ اَبِىْ مَرْيَمَ، قَالَ: اَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، قَالَ: اَخْبَرَنِى الْعَلَاءُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَعْقُوْبَ مَوْلَى الْحُرَقَةِ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ۔ جُزُّوا الشَّوَارِبَ وَاَرْخُوا اللُّحٰى خَالِفُوا الْمَجُوْسَ۔ (۹)

تشریح: نبی کریم ﷺ نے بار بار تشبہ کی ممانعت فرمائی ہے۔ **خالفوا الیھود والنصاریٰ۔ خالفوا المجوس۔** یہ الفاظ متعدد احادیث میں ہم کو ملتے ہیں جن سے حضور ﷺ کا صاف منشا یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان، مسلمان کو دیکھ کر پہچان سکے اور اس کے ساتھ مسلمان کا سا معاملہ کر سکے۔ آپ نے یہ بھی فرما دیا تھا کہ جو مسلمان غیر مسلموں میں مخلوط ہو کر رہے گا میں اس سے بری الذمہ ہوں، یعنی اگر کسی جنگ میں مسلمان اسے دشمن کا آدمی سمجھ کر قتل کر دیں تو اپنے خون کا وہ خود ذمہ دار ہوگا۔ **من تشبہ بقوم فھو منھم** کا منشا بھی یہی تھا کہ جو شخص کسی قوم کے مشابہ بن کر رہے گا وہ لامحالہ اسی طرح کا فرد سمجھا جائے گا۔ اور اس کے ساتھ وہی برتاؤ کیا جائے گا جو اس قوم کے دوسرے افراد کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ (تفہیمات حصہ دوم، لباس کا مسئلہ)

۱۱۱- مَنْ جَرَّ ثَوْبَهٗ خُيَلَاءَ لَمْ يَنْظُرِ اللّٰهُ اِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

"جو شخص غرور کے ساتھ اپنا کپڑا زمین پر لٹکا تا ہوا چلے گا خدا قیامت کے روز اس کی صورت دیکھنا ہرگز پسند نہ کرے گا۔"

تخریج: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ، قَالَ: حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: مَنْ جَرَّ ثَوْبَهٗ خُيَلَاءَ لَمْ يَنْظُرِ اللّٰهُ اِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرِ الصِّدِّيْقُ! يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنَّ اِحْدٰى شِقَّىْ اِزَارِىْ يَسْتَرْخِىْ اِلَّا اَنْ اَتَعَاهَدَ ذٰلِكَ مِنْهُ، فَقَالَ النَّبِىُّ ﷺ: لَسْتَ مِمَّنْ يَصْنَعُهٗ خُيَلَاءَ۔ (۱۰)

ترجمہ: عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا جو شخص اپنا ازار زمین پر تکبر و غرور سے گھسیٹ کر چلے قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی صورت دیکھنا ہرگز پسند نہیں کرے گا۔ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے تہمت کا ایک پہلو لٹکا ہوتا ہے۔ باوجود میرے حفاظت کرنے کے۔ نبی ﷺ نے فرمایا تم ان میں سے نہیں ہو جو غرور و تکبر سے ایسا کرتے ہیں۔

تشریح: اس کی ایک نمایاں مثال وہ مخصوص لباس ہیں جو بادشاہ، پوپ اور پادری، ہائی کورٹوں کے جج اور اسی طرح کے بعض اونچے اہل مناصب خاص خاص رسموں کے موقع پر پہنتے ہیں اور جو شادی کے موقع پر دلہنوں کو بھی پہنائے جاتے ہیں۔

یہ لباس اتنا لمبا ہوتا ہے کہ پیچھے کئی آدمی اس کو تھامے ہوئے چلتے ہیں۔ یہی وہ لباس تکبر ہے جس سے نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا ہے۔

(ایسا لباس) پہن کر ایک انسان دوسرے انسانوں کے مقابلے میں اپنی بڑائی جتاتا ہے، اسلام کی نظر میں لعنت کے قابل ہیں۔ وہ فخر وریا کے لباس جنھیں پہن کر ایک طبقے کے لوگ عام انسانوں پر اپنی شان اور ترفع کا رعب جماتے ہیں، یا اپنی خوشحالی کی نمائش کرتے ہیں، اسلام کے نزدیک حرام ہے۔ (تفہیمات حصہ دوم، لباس کا مسئلہ)

۱۱۲- فَرْقُ مَا بَیْنِنَا وَ بَیْنَ الْمُشْرِکِیْنَ الْعَمَائِمُ عَلَی الْقَلَانِسِ۔

''ہمارے اور مشرکین کے درمیان فرق کرنے والی چیز ٹوپی پر عمامہ باندھنا ہے۔''

تخریج: حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ بْنُ سَعِیْدٍ الثَّقَفِیُّ، ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَبِیْعَةَ، ثَنَا اَبُو الْحَسَنِ الْعَسْقَلَانِیُّ، عَنْ اَبِیْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِیِّ بْنِ رُکَانَةَ، عَنْ اَبِیْهِ، اَنَّ رُکَانَةَ صَارَعَ النَّبِیَّ ﷺ فَصَرَعَهُ النَّبِیُّ ﷺ قَالَ رُکَانَةُ: وَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ ﷺ یَقُوْلُ: فَرْقُ مَا بَیْنَنَا وَ بَیْنَ الْمُشْرِکِیْنَ الْعَمَائِمُ عَلَی الْقَلَانِسِ۔ (۱۱)

تشریح: آں حضرت ﷺ نے مسلمانوں کو مشرکین عرب سے ممتاز کرنے کے لیے یہ علامتِ تجویز فرمادی تھی کہ مسلمان ٹوپی پر عمامہ باندھیں۔ عام عرب یا تو صرف عمامہ باندھتے تھے۔ یا صرف ٹوپی پہنا کرتے تھے۔ اس وجہ سے ٹوپی پر عمامہ باندھنا مسلمانوں کے لیے وجہ امتیاز بن گیا، اور اتنے امتیاز کو اس غرض کے لیے کافی سمجھا گیا کہ اس نئی تحریک کے پیرو اپنے ملک کے عام باشندوں سے الگ پہچانے جاسکیں۔ بعد میں جب تمام عرب مسلمان ہو گیا تو اس علامت کی حاجت باقی نہ رہی۔ کیوں کہ اب عربی لباس ہی اسلامی لباس بن گیا تھا اور اس لباس کو پہننے والا کوئی شخص کافر و مشرک نہ رہا کہ اسے مسلمانوں سے ممیّز کرنے کے لیے کسی امتیازی نشان کی حاجت ہوتی۔

بعض لوگوں نے اس سے یہ سمجھ لیا کہ یہ تمام مسلمانوں کے لیے دائمی قانون ہے چناں چہ اب بھی بعض لوگ اس فعل کو مسنون قرار دیتے ہیں۔ لیکن یہ محض بے سمجھے حدیث پڑھنے کا نتیجہ ہے۔ دراصل مسنون صرف یہ ہے کہ جب مسلمان کسی ایسی قوم میں ہو جس کے اکثر افراد غیر مسلم ہوں تو وہ اپنے لباس میں ان سے الگ کوئی امتیازی نشان پیدا کرلے۔

(تفہیمات حصہ دوم، لباس کا مسئلہ)

سر کے بالوں کا جواز و عدم جواز

سر کے بالوں کے متعلق شریعت کا حکم اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ حدیث میں ''قزع'' کی ممانعت وارد ہوئی ہے۔ قزع کچھ بال مونڈنے اور کچھ رکھنے کو کہتے ہیں۔ یہی چیز ممنوع بالذات ہے۔ اور اسی سے پرہیز کرنا ضروری ہے۔ باقی رہی دوسری وضعیں تو ان میں سے کسی کے عدم جواز کا ثبوت نہیں ہے، اس لیے وہ سب جائز ہیں، خواہ کوئی سارا سر مونڈ دے، سارے سر کے بال کتروائے، یا کچھ کتروائے اور کچھ رکھے، یا نصف کان تک رکھے، یا کان کی لو تک رکھے، یا اس سے بھی نیچے تک۔ یہ سب اس لیے جائز ہیں کہ اصولاً جو کچھ ممنوع نہیں ہے وہ مباح ہے۔

بعض لوگ کچھ کترنے اور کچھ رکھنے کو بھی قزع کی تعریف میں لاتے ہیں، مگر یہ نہ اس لفظ کا صریح مدلول ہے اور نہ شارع نے بعینہٖ اس چیز کو منع کیا تھا۔ اصل ممنوع کچھ مونڈنا اور کچھ رکھنا ہے، نہ کہ کچھ کتروانا اور کچھ رکھنا۔ اگر ایک شخص ایک کو دوسرے پر قیاس کر کے ممنوع سمجھے، تو اپنے قیاس پر اسے خود ہی عمل کرنا چاہیے یا پھر اس شخص کو جو اس کے قیاس کی صحت کا قائل ہو۔ دوسرے کسی شخص کو جو اس قیاس سے متفق نہ ہو، وہ مجبور کر سکتا ہے کہ وہ اس کا قیاس تسلیم کرے، اور نہ اس بنا پر گنہگار ٹھہرا سکتا ہے کہ اس نے حکم رسول کی اس معنی میں پیروی کیوں نہ کی جو میں نے اپنے قیاس واستنباط سے بیان کیے تھے۔

بعض لوگ اس نوعیت کے بالوں کو تشبہ کی تعریف میں لاتے ہیں۔ مگر وہ اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ تشبہ جس سے شارع نے منع فرمایا ہے، صرف اس صورت میں ہوتا ہے جب کہ ایک شخص بحیثیت مجموعی اپنی وضع قطع کافروں کے مانند بنائے، غیر مسلموں کے فیشن، لباس، اوضاع میں سے بعض اجزاء کو لے لینا تشبہ کی تعریف میں نہیں آتا۔ ورنہ آخر اس بات کی کیا توجیہ کی جائے گی کہ نبی ﷺ نے خود رومی جبہ پہنا ہے۔ کسروانی قبا پہنی ہے۔ شلوار کو پسند کر کے خریدا ہے جو ایران سے عرب میں نئی نئی پہنچی تھی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے برنس پہنی ہے جو مسیحی درویش پہنا کرتے تھے۔ لہٰذا جزوی تشبہ کی بنا پر کسی کو گنہگار ٹھہرانا یا فاسق قرار دینا زیادتی ہے۔ البتہ اگر بالوں کی یہ وضع اسی طرز پر ممنوع ہوتی جس طرح بڑی بڑی مونچھوں کو مجوس کی وضع کہہ کر منع کر دیا گیا تھا، تو البتہ اس طرح کے کتروانے کو گناہ قرار دیا جا سکتا تھا۔

یہاں میں یہ تصریح کر دینا چاہتا ہوں کہ میں اصولاً اس بات کا قائل ہوں، اور اس اصول پر مجھے شدت کے ساتھ اصرار ہے کہ آدمی صرف حکم منصوص کی خلاف ورزی سے ہی گنہگار قرار پا سکتا ہے۔ قیاس واستنباط سے نکالے ہوئے احکام کی خلاف ورزی کسی کو گنہگار نہیں بناتی، بجز اس شخص کہ جو اس قیاس واستنباط کا قائل ہو۔ اسی طرح مجھے اس بات پر بھی اصرار ہے کہ حرام صرف وہ ہے جسے اللہ اور رسولؐ نے بالفاظ صریح حرام کہا ہو، یا جس سے صاف الفاظ میں منع کیا ہو، یا جس میں مبتلا ہونے والے کو سزا کی وعید بتائی ہو، یا نصوص کے اشارات واقتضاءات سے جن کی حرمت مستنبط ہونے پر اجماع ہو۔ رہیں وہ چیزیں جو قیاس واجتہاد سے حرام ٹھہرائی گئی ہوں اور جن میں دلائل شرعیہ کی بنا پر دو یا دو سے زیادہ اقوال کی گنجائش ہو، تو وہ مطلقاً حرام نہیں ہیں، بلکہ صرف اس شخص کے لیے حرام ہیں جو اس قیاس واجتہاد کو صحیح تسلیم کرے۔ میرے نزدیک اس حقیقت سے اغماض برتنا ان اہم اسباب میں سے ایک ہے جن کی بنا پر امت کے مختلف گروہوں نے ایک دوسرے کی تضلیل وتفسیق کی ہے۔ (رسائل ومسائل حصہ دوم، سر کے بالوں کا جواز وعدم جواز)

قزع اور تشبہ بالکفار

۱۱۳— سر کے بالوں کے متعلق نص صریح میں جس چیز کی ممانعت وارد ہوئی ہے وہ قزع ہے۔ قزع کی جو تعریف ائمہ حدیث و فقہ نے بیان کی ہے وہ یہ ہے۔

يَحْلِقُ بَعْضُ رَأْسِ الصَّبِيِّ وَ يَتْرُكُ بَعْضٌ۔

(عن نافع مولی ابن عمر۔ صحیح مسلم کتاب اللباس والزینۃ)

’’یہ کہ بچے کے سر کا کچھ حصہ مونڈا جائے اور کچھ حصہ چھوڑ دیا جائے۔‘‘

اِذَا حُلِقَ الصَّبِیُّ وَ تُرِکَ هٰهُنَا شَعْرٌ وَ هٰهُنَا وَ هٰهُنَا وَ اَشَارَ اِلٰی نَاصِیَّتِهٖ وَ جَانِبَیْ رَأْسِهٖ...وَ لٰكِنَّ الْقَزَعَ اَنْ یُّتْرَکَ بِنَاصِیَّتِهٖ شَعْرٌ وَ لَیْسَ فِیْ رَأْسِهٖ غَیْرُهٗ وَ كَذٰلِكَ شَقُّ رَأْسِهٖ هٰذَا وَ هٰذَا۔ (عمر بن نافع۔ صحیح بخاری)

''جب کہ بچے کا سر اس طرح مونڈا جائے کہ صرف پیشانی پر اور سر کے دونوں جانب بال چھوڑ دیئے جائیں۔(پھر دوبارہ پوچھنے پر مزید تشریح کی کہ)..مگر قزع یہ ہے کہ پیشانی کے بال چھوڑ کر باقی سارا سر مونڈ دیا جائے اور اسی طرح یہ کہ سر کے ان حصوں کو چھوڑ کر باقی سر مونڈ ڈالا جائے۔''

تخریج: حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدٌ، قَالَ: اَخْبَرَنِیْ مَخْلَدٌ، قَالَ: اَخْبَرَنِیْ ابْنُ جُرَیْجٍ، قَالَ: اَخْبَرَنِیْ عُبَیْدُ اللّٰهِ بْنُ حَفْصٍ، اَنَّ عُمَرَ بْنَ نَافِعٍ، اَخْبَرَهٗ عَنْ نَافِعٍ مَوْلٰی عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّهٗ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ یَقُوْلُ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَنْهٰی عَنِ الْقَزَعِ، قَالَ عُبَیْدُ اللّٰهِ: قُلْتُ: وَمَا الْقَزَعُ؟ فَاَشَارَ اِلَیْنَا عُبَیْدُ اللّٰهِ، قَالَ: اِذَا حُلِقَ الصَّبِیُّ تُرِکَ هٰهُنَا شَعْرٌ وَ هٰهُنَا وَ هٰهُنَا فَاَشَارَ لَنَا عُبَیْدُ اللّٰهِ اِلٰی نَاصِیَّتِهٖ وَ جَانِبَیْ رَأْسِهٖ قِیْلَ لِعُبَیْدِ اللّٰهِ: فَالْجَارِیَةُ وَالْغُلَامُ؟ قَالَ: لَا اَدْرِیْ، هٰكَذَا قَالَ الصَّبِیُّ قَالَ عُبَیْدُ اللّٰهِ: وَ عَاوَدْتُّهٗ، فَقَالَ: اَمَّا الْقُصَّةُ وَالْقَفَا لِلْغُلَامِ فَلَا بَأْسَ بِهِمَا وَ لٰكِنَّ الْقَزَعَ اَنْ یُّتْرَکَ بِنَاصِیَّتِهٖ شَعْرٌ وَ لَیْسَ فِیْ رَأْسِهٖ غَیْرُهٗ وَ كَذٰلِكَ شَقُّ رَأْسِهٖ هٰذَا وَ هٰذَا۔ (۱۲)

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو قزع سے منع فرماتے ہوئے سنا۔عبید اللہ کا بیان ہے کہ میں نے دریافت کیا کہ قزع کیا ہے؟ عبیدہ اللہ نے اشارہ سے ہمیں بتایا کہ جب بچہ کے سر کے بال اس طرح مونڈے جائیں کہ ادھر ادھر بال چھوڑ دیئے جائیں۔اور اپنی پیشانی اور سر کے دونوں کناروں کی جانب اشارہ کیا۔عبید اللہ سے پوچھا گیا کہ لڑکی اور لڑکے کا کیا حکم ہے۔جواب دیا کہ مجھے ان کے متعلق کچھ علم نہیں۔صرف صبی (بچہ) کا ذکر کیا۔عبید اللہ کا بیان ہے کہ میں نے دوبارہ دریافت کیا تو انہوں نے کہا لڑکے کے پیشانی اور گدی کے بال مونڈنے میں کوئی مضائقہ اور حرج نہیں۔لیکن قزع یہ ہے کہ پیشانی پر بال چھوڑ دیئے جائیں۔ان بالوں کے علاوہ سر پر اور کوئی بال نہ ہوں۔اسی طرح آدھا سر منڈوانا اور آدھا رکھنا جائز نہیں ہے۔

۱۱۴– ابوداؤد کی روایت میں یہ تشریح خود نبی کریم ﷺ کے ارشاد سے مستنبط ہوتی ہے۔اس میں ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک بچے کو دیکھا جس کے سر کا کچھ حصہ مونڈا ہوا تھا اور کچھ حصے پر بال چھوڑ دیئے گئے تھے۔حضور ﷺ نے اس فعل سے منع کیا اور فرمایا۔

اِحْلِقُوْا كُلَّهٗ اَوِ اتْرُكُوْهُ كُلَّهٗ۔

''یا تو پورا مونڈ دو یا پورے سر کے بال چھوڑ دو۔''

تخریج: حَدَّثَنَا اَحۡمَدُ بۡنُ حَنۡبَلٍ، ثَنَا عَبۡدُ الرَّزَّاقِ، ثَنَا مَعۡمَرٌ عَنۡ اَيُّوۡبَ، عَنۡ نَافِعٍ، عَنِ ابۡنِ عُمَرَ، اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم رَأَى صَبِيًّا قَدۡ حُلِقَ بَعۡضُ شَعۡرِهٖ، وَ تُرِکَ بَعۡضُهٗ، فَنَهَاهُمۡ عَنۡ ذٰلِکَ، وَ قَالَ: احۡلِقُوۡهُ كُلَّهٗ اَوِ اتۡرُكُوۡهُ كُلَّهٗ۔ (۱۳)

۱۱۵- مَنۡ لَّمۡ يَجِدۡ اِزَارًا فَلۡيَلۡبَسۡ سَرَاوِيۡلَ۔

''جس کو تہبند نہ ملے، وہ شلوار پہن لے۔''

تخریج: حَدَّثَنَا اَبُوۡ نُعَيۡمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفۡيَانُ، عَنۡ عَمۡرٍو، عَنۡ جَابِرِ بۡنِ زَيۡدٍ، عَنِ ابۡنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم مَنۡ لَّمۡ يَجِدۡ اِزَارًا، فَلۡيَلۡبَسۡ سَرَاوِيۡلَ۔ الخ (۱۴)

تشریح: اس سے یہ بات متعین ہوگئی کہ شریعت میں جو چیز بعینہ ممنوع ہے وہ کچھ مونڈنا اور کچھ رکھنا اور ظاہر ہے کہ اس کا اطلاق ان بالوں پر نہیں ہوتا جو آج کل انگریزی بالوں کے نام سے مشہور ہیں۔(۱)

اب رہ گیا دوسرا امر کہ شارع کی کسی اصولی ہدایت کے تحت ان بالوں کو ناجائز قرار دیا جائے، تو وہ اصولی ہدایت صرف یہی تشبہ والی ہدایت ہوسکتی ہے۔ جس کے اس معاملہ پر منطبق ہونے کا دعویٰ کرنا ممکن ہے۔ لیکن اس معاملہ میں تحقیق طلب امر یہ ہے کہ تشبہ سے مراد کیا ہے؟ آیا تشبہ مجموعی وضع وہیئت کے ہی معاملہ میں ہوتا ہے یا جزئی طور پر بھی ہوسکتا ہے؟ اس سوال کی تحقیق میں جب ہم حدیث پر نگاہ ڈالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جزئی طور پر غیر مسلموں کی کوئی چیز لے کر اپنی وضع و معاشرت میں شامل کر لینے کو ناجائز نہیں سمجھتے تھے۔ مثال کے طور پر شلوار ایران کی چیز تھی جو عرب پہنچ کر سراویل کے نام سے موسوم ہوئی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے استعمال کو نہ صرف جائز رکھا بلکہ خود بھی استعمال فرمایا۔ چناں چہ بخاری میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کو تہ بند نہ ملے، وہ شلوار پہن لے۔

اور معتبر روایات سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شلوار خود بھی خریدی تھی اور آپؐ کے زمانے میں آپؐ کی اجازت سے مسلمان بھی اس کو پہنتے تھے۔(۲)

اسی طرح برنس کے استعمال کو آپؐ نے نہ صرف جائز رکھا تھا بلکہ ایک صحابی کو خود تحفہ بھی دی تھی، اور قرن اول کے قراء میں اس کا استعمال عام تھا، حالاں کہ یہ عیسائی راہبوں کی ٹوپی تھی۔ اسی بنا پر سلف میں سے بعض حضرات نے اس کے استعمال کو مکروہ بھی سمجھا تھا۔ لیکن امام مالکؒ نے ان کے اس خیال کی صاف صاف تردید فرمائی۔(۳)

اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف اوقات میں ایسے جبے بھی استعمال فرمائے ہیں جو غیر مسلم قوموں سے درآمد ہوئے

---

(۱) سر کے بالوں کے متعلق صرف یہ ہدایت ہے کہ کچھ منڈوانا اور کچھ رکھنا ممنوع ہے۔ موجودہ زمانے میں جس قسم کے بالوں کو پنجاب میں ''بودے'' کہتے ہیں اور جنہیں یو۔ پی میں انگریزی بال کہا جاتا ہے، ان کے ناجائز ہونے کی مجھے کوئی دلیل نہیں ملی۔ لیکن ایک غیر مسلم قوم کی ایجاد کردہ وضع کو سر چڑھانے میں کراہت کا پہلو ضرور ہے اور اسی لیے میں نے اس وضع کو بدل دیا ہے۔ (رسائل و مسائل حصہ اول): لباس اور چہرے کی شرعی وضع

(۲) **فتح الباری، کتاب اللباس، باب السراویل و زاد المعاد و فصل فی ذکرہ سراویلہ و نعلہ و غیر ذلک۔**

(۳) **فتح الباری۔ کتاب اللباس، باب البرانس۔**

تھے۔ چناں چہ معتبر احادیث سے آپؐ کا جبہ شامیہ، جبہ رومیہ، اور جبہ کسروانیہ پہننا ثابت ہوتا ہے۔ حالاں کہ جب شامیہ یہودیوں کے لباس کا جز تھا، جبہ رومیہ رومن کیتھولک عیسائیوں کا لباس تھا، اور جبہ کسروانیہ ایرانی فیشن کی چیز تھی۔ ان تمام روایات سے یہ بات ناقابل انکار طور پر ثابت ہوتی ہے کہ غیر مسلم قوموں کے تمدن، معاشرت، اور وضع و ہیئت میں سے متفرق اجزا لے کر (بشرطے کہ ان میں سے کوئی چیز بذات خود حرام نہ ہو) اپنی معاشرت میں داخل کر لینا تشبہ نہیں ہے۔ بلکہ تشبہ کا اطلاق صرف اس چیز پر ہوسکتا ہے کہ کوئی مسلمان اپنے آپ کو بحیثیت مجموعی کسی غیر مسلم قوم کی وضع و ہیئت میں ڈھال لے، حتیٰ کہ اسے دیکھ کر ایک ناواقف آدمی یہ سمجھ سکے کہ یہ مسلمان ہے۔ اب صاف ظاہر ہے کہ جو شخص اپنی مجموعی وضع مسلمانوں کی سی معروف وضع رکھتا ہو اور اس میں صرف انگریزی بال اس کے سر پر ہوں تو اسے تشبہ کا الزام نہیں دیا جاسکتا۔

بلاشبہ میرے اپنے مذاق پر بھی اب یہ بال گراں ہیں اور اسی لیے میں نے ان کو چھوڑ دیا ہے۔ لیکن یہ بات خوب ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ حدود حلال وحرام اور چیز ہیں، اور وہ مذاق اور چیز ہے جو اسلامی ذہنیت کی نشو ونما سے ابھرتا ہے، ان دونوں چیزوں کو خلط ملط نہیں کیا جاسکتا۔ ہم ایک اسلامی نظام میں جس چیز کو ضابطہ کے طور پر حکماً نافذ کر سکتے ہیں وہ صرف حدود حلال وحرام ہیں۔

رہا وہ مذاق جو اسلامی ذہنیت کے ارتقا سے ہم میں پیدا ہوتا ہے، تو اول تو ضروری نہیں ہے کہ وہ تمام اہل ایمان میں متفق علیہ ہو۔ دوسرے اگر وہ متفق علیہ بھی ہو تب بھی ہمیں اس کو ''شریعت'' قرار دینے کا حق نہیں ہے، شریعت تو صرف ان احکام کا نام ہے جو کتاب وسنت میں منصوص ہوں۔ منصوصات سے ماوراء جو اجتہادی یا ذوقی امور ہوں ان کو رائج کرنے کے لیے استدلال، تعلیم، تربیت وغیرہ کے ذرائع استعمال کیے جاسکتے ہیں مگر ان کا حکم نہیں دیا جاسکتا۔

(رسائل ومسائل سوم، قزع اور تشبہ بالکفار)

داڑھی

لباس کے متعلق اسلام نے جس پالیسی کا تعین کر دیا ہے وہ یہ ہے کہ آپ ایسی وضع میں رہیں جس میں آپ کو دیکھ کر ہر شخص معلوم کر سکے کہ آپ مسلمان ہیں۔ بحیثیت مجموعی آپ کی وضع قطع کفار سے مشابہ نہ ہونی چاہیے۔

لباس اور چہرے کی وضع اور ایسے ہی دوسرے ظواہر کے متعلق نبی ﷺ نے جتنی ہدایات دی ہیں وہ مدینہ طیبہ کے آخری پانچ چھ برسوں کی ہیں۔ اس سے پہلے پندرہ سولہ سال تک آپ اپنے متبعین میں تقویٰ اور احسان کی وہ صفات پیدا کرنے کی کوشش کرتے رہے جن کا مفصل نقشہ قرآن مجید اور احادیث نبوی میں بیان ہوا ہے۔ اس ترتیب پر غور کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے جس کو تزکیۂ نفوس کی خدمت پر مقرر فرمایا تھا، اس نے بھی پہلے اپنی پوری توجہ مس خام کو کندن بنانے میں صرف کی تھی۔ پھر جب کندن بنا لیا تب اس پر اشرفی کا نقش مرتسم کیا۔

لیکن اس تقدیم وتاخیر کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اسے احکام شرعی کی تعمیل سے جی چرانے کا بہانہ بنا لیا جائے۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسی متقیانہ وضع بنانے سے پرہیز کیا جائے جس کی تہہ میں واقعی تقویٰ اور خدا ترسی موجود نہ ہو اور جس کے اندر اسلامی اخلاق کی روح مفقود ہو۔ (رسائل ومسائل حصہ اول، لباس اور چہرے...)

داڑھی رکھنا نہ صرف یہ کہ فعلی سنت ہے بلکہ نبی ﷺ نے اس کے رکھنے کا حکم دیا ہے اور مونڈنے سے منع کیا ہے۔ اس

لیے یہ سمجھنا کہ داڑھی رکھنا صرف علماء اور مولانا حضرات کا کام ہے اور عام مسلمان مختار ہیں کہ چاہیں رکھیں یا نہ رکھیں، بالکل غیر اسلامی اور غلط طرز فکر ہے۔ خصوصاً اگر آدمی داڑھی مونڈنے کو پسند اور رکھنے کو ناپسند کرتا ہے تو اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ اس کے اندر اسلامی ذوق کے بجائے کافرانہ ذوق پرورش پا رہا ہے۔

یہ بڑی عجیب اور افسوس ناک بات ہے کہ جس طرح مسلمانوں کے ان کے ہادی و رہبر ﷺ نے داڑھی رکھنے کا حکم دیا ہے، اسی طرح سکھوں کو بھی ان کے پیشوا نے اس کا حکم دیا تھا۔ ہمارے ملک میں انگریزی حکومت کے تحت دونوں رہے اور مغربی تعلیم دونوں نے پائی۔ لیکن سکھوں نے اپنے پیشوا کے حکم کی وہ بے احترامی نہیں کی جو مسلمانوں نے کی۔ درحقیقت یہ ایک بدترین حالت ہے جس پر مسلمانوں کو شرم آنی چاہیے، کجا کہ وہ بلا تکلف ان خیالات کا اظہار کریں کہ داڑھی کے بغیر چہرے بارونق ہوتے ہیں اور داڑھی رکھنے سے بے رونق ہو جاتے ہیں۔ آج فرنگیت زدہ مسلمان محض داڑھی مونڈنے ہی پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ داڑھی کو برا سمجھتے ہیں، اس کا مذاق اڑاتے ہیں۔ اس کے رکھنے والوں کی تذلیل و تضحیک کرتے ہیں۔ درس گاہوں میں ہر ممکن طریقے سے ان کی حوصلہ شکنی کرتے ہیں۔ سرکاری ملازمتوں میں انہوں نے بجائے خود داڑھی کو نااہلی کا سرٹیفکیٹ قرار دے رکھا ہے اور بعض ملازمتوں میں تو اس کے رکھنے پر پابندیاں تک عائد ہیں۔ ان لوگوں کا دعویٰ یہ ہے کہ داڑھی رکھنے سے آدمی چست اور جامہ زیب (Smart) نہیں رہتا۔ یہ سب کچھ ایک مسلم سوسائٹی اور مسلم ریاست میں ہو رہا ہے۔ لیکن سکھوں نے انگریزی حکومت کے زمانے میں اپنا یہ حق تسلیم کرا کے چھوڑا کہ وہ داڑھی رکھ کر ہر شعبۂ حیات میں داخل ہو سکتے ہیں اور بڑے سے بڑے مناصب تک پہنچ سکتے ہیں۔ فوج، ایئر فورس اور سول کے کسی شعبے میں وہ نہیں پہنچتے۔ اور کون سا بڑے سے بڑا عہدہ رہ گیا جو محض داڑھی رکھنے کی وجہ سے ان کو نہ ملا ہو۔ کس میں یہ جرأت تھی کہ ان کو نااہل قرار دے سکے کہ داڑھی منڈواؤ پھر تمہیں فلاں منصب پر ترقی مل سکے گی۔ آج ہمارے کالے صاحب لوگوں میں سے نہ معلوم کتنے ایسے ہوں گے جنہوں نے انگریزی دور میں کسی نہ کسی سکھ افسر کی ماتحتی کی ہو گی اور کبھی ان کو اس بات پر شرم نہ آئی کہ وہ ایک داڑھی والے کی ماتحتی کر رہے ہیں۔ ان میں سے کوئی شخص کبھی یہ ہمت نہ کر سکا کہ سکھوں کی داڑھی کا مذاق اڑانا تو درکنار، اس پر اعتراض تک کر سکے۔ یہ سب کچھ اس بات کا کھلا ہوا ثبوت تھا کہ سکھ مسلمانوں سے زیادہ کیریکٹر رکھتے ہیں۔ ان سے زیادہ اپنے شعائر کا احترام کرتے ہیں، ان سے زیادہ اپنے پیشوائے دین کی اطاعت کرتے ہیں، اور ان سے کم ذہنی غلامی میں مبتلا ہوئے ہیں۔ کیا اس صریح علامت کم تری پر مسلمانوں کو کبھی شرم نہ آئے گی؟۔ (رسائل و مسائل حصہ چہارم، داڑھی پر مسلمانوں کے ...)

میرا مشورہ نہ صرف آپ کو، بلکہ ان تمام نوجوانوں کو جن کے اندر دینی غیرت و حمیت موجود ہے، یہ ہے کہ وہ ان حالات میں پست ہمت نہ ہوں اور کوئی کمزوری نہ دکھائیں۔ ان کو چاہیے کہ ہر مقابلے کے امتحان میں شریک ہو کر اپنی قابلیت و اہلیت ثابت کر دیں اور اس کے بعد جب صرف داڑھی کے سبب سے ان کو ملازمت میں لینے سے انکار کیا جائے تو ملازمت سے محرومی کو قبول کر لیں اور داڑھی کو ہرگز نہ مونڈھیں اسی طرح اگر غیرت مند مسلمان پے در پے عمل کرتے رہیں گے تو ان شاء اللہ یہ بات بالکل ثابت ہو جائے گی کہ داڑھی رکھنے والے نااہل نہیں ہیں بلکہ ان پر ملازمتوں کے دروازے بند کرنے والے نام نہاد روشن خیال افسر انتہائی تنگ نظر ''ملا'' ہیں۔ اور وہ اپنی اسی تنگ نظری کے باعث اپنے ملک کی ملازمتوں کو مضبوط سیرت و کردار رکھنے والے نوجوانوں سے محروم کر رہے ہیں۔ ہماری حکومت اگر یہی پسند کرتی ہے کہ صرف پیٹ پر ضمیر کو ایمان کی

قربانی دینے والے ہی ملازمتوں میں رہ جائیں اور تمام ایمان دار و بلند کردار لوگوں پر ملازمتوں کے دروازے بند رہیں تو وہ جب تک چاہے اپنی اس تباہ کن پالیسی پر چلتی رہے۔ آخر کار اس کو معلوم ہو جائے گا کہ اس نے اس حماقت سے اپنا اور ملک کا کس قدر نقصان کیا ہے۔ (رسائل ومسائل حصہ چہارم، داڑھی اور فوجی ملازمت)

دورِ جدید میں داڑھی رکھنا جہاد بھی ہے

موجودہ زمانے میں داڑھی رکھنا کسی ایسے شخص کے لیے جو فرنگیت زدہ طبقوں سے تعلق رکھتا ہو، محض ایک حکم نبویؐ کی تعمیل ہی نہیں ہے، بلکہ ایک طرح کا جہاد بھی ہے اور عجب نہیں کہ اس کے ساتھ کچھ نہ کچھ ہجرت کا اجر بھی مل جائے۔ سب سے پہلے تو اس کو خود اپنے اس مذاق اور رنگ طبیعت کے خلاف بہت دنوں تک جدوجہد کرنی پڑتی ہے جو برسوں کی تعلیم و تربیت اور ماحولی اثرات کے تحت اس کے اندر راسخ ہو چکا تھا۔ پھر جب وہ اس پرانے ذوق کی بیخ کنی کرنے اور اس کی جگہ اسلامی ذوق اپنے اندر پرورش کرنے میں اس حد تک کامیاب ہو جاتا ہے کہ اس کے چہرے پر داڑھی اگ سکے تو باہر ایک دوسری کشمکش شروع ہو جاتی ہے۔ اس کا ماحول اس سے لڑنے لگتا ہے کہ یہ کیسا انقلاب تیرے اندر رونما ہو رہا ہے۔ اس کے عزیز، اقارب، دوست، آشنا، سب اسے چھیڑنے لگتے ہیں۔ اس کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔ اس پر پھبتیاں کسی جاتی ہیں، شادی کی مارکیٹ میں اس کی قیمت گر جاتی ہے۔ ہر طرف سے تقاضے شروع ہو جاتے ہیں کہ اس دیوار کو ڈھاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان اٹھ رہی ہے۔ ان پے در پے حملوں کے مقابلے میں کوئی ایسا شخص ٹھہر نہیں سکتا جس میں کیریکٹر کی مضبوطی نہ ہو، یا جس میں اندرونی تغیر کے مکمل ہونے سے پہلے کسی وقتی جذبے کے اثر یا کسی خارجی دباؤ سے بیرونی تغیر شروع ہو گیا ہو۔ ایسا شخص تھوڑا یا بہت مقابلہ کرنے کے بعد آخر کار اپنے ماحول سے شکست کھا جاتا ہے اور بہروپیوں کی طرح پھر وہی وضع اختیار کر لیتا ہے جسے چھوڑنے کی اس نے نمائش کی تھی۔ مگر جو مضبوط کیریکٹر رکھتا ہو اور جس کا باطنی انقلاب پائیدار بنیادوں پر اٹھا ہو، وہ پوری ثابت قدمی کے ساتھ اس مقابلہ میں ڈٹ جاتا ہے اور اس استقامت کے نتیجہ میں دو زبردست فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ اس کے اندر موجودہ کافرانہ ماحول کے خلاف دوسرے میدانوں میں بھی کامیاب لڑائی لڑنے کی طاقت پیدا ہو جاتی ہے۔ دوسرے یہ کہ جس مضبوط سیرت کا اس نے ثبوت دیا ہے اس کا رعب اس کے ماحول پر طاری ہو جاتا ہے اور اس کی تبلیغ و تلقین میں اتنا وزن پیدا ہو جاتا ہے کہ اپنی سوسائٹی کے دوسرے اصلاح پذیر لوگوں پر بھی وہ اثر ڈال سکے۔

اکثر لوگ اس حقیقت سے بے خبر ہیں کہ اس زمانے میں منڈی ہوئی داڑھی محض ایک وضع نہیں ہے بلکہ ایک کلچر اور ایک مذہب زندگی کا نمایاں ترین شعار ہے۔ اس شعار کو چھوڑنا دراصل اس کلچر اور اس مذہب زندگی کو چھوڑنے کا اعلان ہے جس کا یہ شعار ہے اور داڑھی رکھنا کم از کم موجودہ حالات میں تو عملاً اسلام کو ایک کلچر اور ایک مذہب زندگی کی حیثیت سے اختیار کرنے کا ہم معنی ہے۔ یہ ترک و اختیار اس وقت تک حقیقی اور پائیدار نہیں ہو سکتا جب تک فی الواقع آدمی کے نفس میں مغربی کلچر اور مذہب زندگی کا اچھی طرح قلع قمع نہ ہو جائے۔ اور اس کی جگہ اسلامی کلچر اور مذہب زندگی کی جڑیں اچھی خاصی مضبوط نہ ہو جائیں۔ لہٰذا جو لوگ محض سطحی طور پر اخلاقی دباؤ ڈال کر جدید طرز کے نوجوانوں سے داڑھی رکھوانے کی کوشش کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اندرونی انقلاب چاہے ہو یا نہ ہو مگر بیرونی انقلاب سے ضابطہ کی خانہ پری فوراً کر دی جائے۔ وہ

بیچارے حقائق سے اپنی ناواقفیت کا ثبوت دیتے ہیں۔مگر جہاں یہ تغیر فی الحقیقت ایک گہرے اندرونی انقلاب کا نتیجہ ہو اور اس کے متوازی متقیانہ سیرت کے دوسرے مظاہر بھی ساتھ ساتھ نمایاں ہو رہے ہوں اور ماحول کے غیر اسلامی اثرات سے لڑنے میں بھی پامردی کا ثبوت دیا جا رہا ہو، ایسی جگہ اس انقلاب کو محض ایک معمولی چیز قرار دینا اور اسے رسول کی سستی محبت سے تعبیر کرنا صرف انہی لوگوں کا کام ہوسکتا ہے جو بیچارے رخسار و ذقن کے بالوں سے زیادہ کچھ دیکھنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔

(رسائل ومسائل حصہ اول، داڑھی کے متعلق ایک سوال)

داڑھی کی مقدار

داڑھی کے متعلق نبی ﷺ نے کوئی مقدار مقرر نہیں کی ہے، صرف یہ ہدایت فرمائی ہے کہ رکھی جائے۔آپ اگر داڑھی رکھنے میں فاسقین کی وضعوں سے پرہیز کریں اور اتنی داڑھی رکھ لیں جس پر عرف عام میں داڑھی رکھنے کا اطلاق ہوتا ہو (جسے دیکھ کر کوئی شخص اس شبہ میں مبتلا نہ ہو کہ شاید چند روز سے آپ نے داڑھی نہیں مونڈھی ہے) تو شارع کا منشاء پورا ہو جاتا ہے، خواہ اہل فقہ کی استنباطی شرائط پر وہ پوری اترے یا نہ اترے۔ (رسائل ومسائل حصہ اول، لباس اور چہرے)

اسماء الرجال اور سیر کی کتابوں میں تلاش کرنے سے مجھے بجز دو تین صحابیوں کے کسی کی داڑھی کی مقدار نہیں معلوم ہوسکی ہے۔صحابہ کے حالات پر صفحے کے صفحے لکھے گئے ہیں مگر ان کے متعلق یہ نہیں لکھا گیا کہ ان کی داڑھی کتنی تھی۔اس سے یہ اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ سلف میں یہ مقدار کا مسئلہ کتنا غیر اہم اور ناقابل توجہ تھا۔حالاں کہ متاخرین میں جس شدت سے اس پر زور دیا جاتا ہے اس سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید مومن کی سیرت و کردار میں پہلی چیز جس کی جستجو ہونی چاہیے وہ یہی ہے کہ اس کی داڑھی کا طول کتنا ہے؟ (رسائل ومسائل حصہ اول، داڑھی کی مقدار کا مسئلہ)

کیا داڑھی منڈا شخص فاسق ہے؟

داڑھی کے متعلق شارع نے کوئی حد مقرر نہیں کی ہے۔علماء نے جو حد مقرر کرنے کی کوشش کی ہے، وہ بہر حال ایک استنباطی چیز ہے۔اور کوئی استنباط کیا ہوا حکم وہ حیثیت حاصل نہیں کرسکتا جو نص کی ہوتی ہے۔کسی شخص کو اگر فاسق کہا جاسکتا ہے تو صرف حکم منصوص کی خلاف ورزی پر کیا جاسکتا ہے حکم مستنبط کی خلاف ورزی (چاہے استنباط کیسے ہی بڑے علماء کا ہو) فسق کی تعریف میں نہیں آتی، ورنہ اسے فسق قرار دینے کے دوسرے معنی یہ ہوں گے کہ استنباط کرنے والوں کی بھی شریعت میں وہی حیثیت ہے جو خود شارع کی ہے۔ (رسائل ومسائل حصہ اول، داڑھی کی مقدار کا مسئلہ)

میرے نزدیک کسی کی داڑھی کے بڑے ہونے سے کوئی خاص فرق واقع نہیں ہوتا۔اصل چیز جو آدمی کے ایمان کی کمی اور بیشی پر دلالت کرتی ہے وہ تو اور ہی ہے۔اگر کسی کی حقیقی جان نثاری و وفاداری اللہ کی راہ میں ''طویل'' ہو تو کوئی بڑا نقصان نہ ہو جائے گا اگر اس کی داڑھی ''قصیر'' ہو۔لیکن اگر جاں نثاری و وفاداری ''قصیر'' ہے تو یقین رکھے کہ داڑھی کا طول کچھ بھی فائدہ نہ دے گا، بلکہ بعید نہیں کہ خدا کے ہاں اس پر فریب کاری اور مکاری کا مقدمہ چل جائے۔

آپ کو اور ہمارے تمام رفقاء کو اپنے باطن کی فکر اپنے ظاہر سے بڑھ کر ہونی چاہیے۔اور اسی طرح اپنے ان اعمال کی زیادہ فکر کرنی چاہیے جن پر خدا کی میزان میں ان کے ہلکے بھاری ہونے کا مدار ہے، کیوں کہ اگر ایسے اعمال ہلکے رہ گئے تو

بال برابر وزن رکھنے والی چیزوں کی کمی بیشی سے میزان الٰہی میں کوئی خاص فرق واقع ہونے کی توقع نہیں ہے۔
(رسائل ومسائل حصہ اول، داڑھی کی مقدار کا مسئلہ)

سوال وجواب

س: ہم لوگ داڑھی کے بارے میں بڑی الجھنوں کا سامنا کر رہے ہیں۔ بعض حضرات چھوٹی داڑھی کو بھی صحیح قرار دیتے ہیں۔ جب کہ بعض دوسرے حضرات ایک خاص مقدار سے کم داڑھی کو فسق قرار دیتے ہیں۔ براہ کرم اس مسئلے پر اپنی رائے سے آگاہ فرمائیں۔

ج: دراصل اس معاملے میں شدت اس لیے پیدا ہوگئی ہے کہ ہمارے دنیادار اور دین دار حلقے کی دنیا الگ الگ آباد ہے۔ ہمارا دین دار طبقہ عام طور پر اس حلقے سے تعلق رکھتا ہے جس میں داڑھی نہ رکھنا سخت مشکل ہے اور داڑھی رکھنا کچھ مشکل نہیں۔ اب یہ لوگ ان مسائل کو اس جگہ چھیڑتے ہیں جس کی جگہ داڑھی رکھنا اتنا مشکل ہے کہ ایک طرح سے جہاد کے برابر ہے۔ اگر وہاں کوئی داڑھی رکھتا ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اس نے اپنے لیے بے شمار مشکلات پیدا کرلیں۔ اس کے لیے شادی کے دروازے بند۔ نوکری کے دروازے بند۔ یہاں تک کہ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ جہاں ملازمت کے لیے انٹرویو دینا پڑتا ہے وہاں وہ اس کے چہرے پر داڑھی دیکھتے ہی یہ رائے قائم کرلیتے ہیں کہ یہ ہمارے مطلب کا آدمی نہیں ہے۔

اور ایسی مثالیں بھی موجود ہیں کہ داڑھی رکھنے کے جرم میں ملازمت ہی سے برخاست کر دیا جاتا ہے۔ ایسی مثالیں موجود ہیں اور سب کے سامنے آچکی ہیں۔ اب اس طبقے کے بارے میں آپ داڑھی کی مقدار کا سوال اٹھاتے ہیں۔ حالاں کہ اگر اس طبقے کے کسی شخص کے چہرے پر داڑھی آگئی ہے تو آپ کو اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے اور دعا کرنی چاہیے کہ وہ بڑھے بھی۔ لیکن اس کی کیفیت یہ ہے کہ ان کو یہ مژدہ سنایا جاتا ہے کہ میاں داڑھی رکھ کے بھی تم فاسق ہی ہو۔ گویا وہ شخص تو دونوں طرف سے مارا گیا۔ داڑھی رکھ کر اس نے اپنی دنیا بھی خراب کرلی اور آپ نے اسے عاقبت کی خرابی کا مژدہ بھی سنا دیا۔ سوال یہ ہے کہ یہ اصلاح کا کون سا طریقہ ہے؟ اس لیے میں چاہتا ہوں کہ ہمارے دین دار طبقے کے لوگ اچھی طرح سے ٹھنڈے دل سے سوچیں کہ اس طبقے کے لوگوں کی اصلاح کا کیا طریقہ اختیار کرنا چاہیے جو حکمت کے مطابق ہو اور جس سے اصلاح فی الواقع ممکن بھی ہو سکے۔ (۵، اے ذیلدار پارک حصہ دوم)

داڑھی کے معاملے میں ہمارے مذہبی طبقے جو تشدد برت رہے ہیں وہ اس ملک میں دینی تحریک کی راہ میں بہت بڑی رکاوٹ بن گیا ہے۔ اس تشدد کو اگر میں قبول کرلوں تو مولوی طبقہ بالکل خاموش ہو جائے گا مگر جدید تعلیم یافتہ طبقے سے ہاتھ دھونا پڑے گا۔ اگر یہ تشدد فی الواقع شرعی احکام پر مبنی ہوتا تو مجھے اس کو قبول اور اختیار کرنے میں ہرگز تامل نہ ہوتا۔ خواہ یہ جدید تعلیم یافتہ طبقہ سو فیصد ہی کیوں نہ باغی ہو جاتا۔ لیکن کسی دلیل سے بھی یہ ثابت نہیں کیا جاسکتا کہ اللہ اور اس کے رسول نے یک مشت داڑھی رکھنے کو واجب قرار دیا ہے۔ اس مقدار کے وجوب پر علماء کا اجماع بھی نہیں ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ بس علماء کی اکثریت کا استنباط ہے۔ کیا واقعی دین میں اس کی یہی حیثیت ہے کہ ہم اس کو اولین حیثیت دیں اور ہر اس شخص کو رد کرتے چلے جائیں جو یک مشت داڑھی نہ رکھے۔ (مکاتیب اول، خط: ۲۸)

لفظ ’’سنت‘‘ کی تشریح

سنت کے متعلق لوگ عموماً یہ سمجھتے ہیں کہ نبی ﷺ نے جو کچھ اپنی زندگی میں کیا ہے وہ سب سنت ہے۔ لیکن یہ بات ایک بڑی حد تک درست ہونے کے باوجود ایک حد تک غلط بھی ہے۔ دراصل سنت اس طریق عمل کو کہتے ہیں جس کے سکھانے اور جاری کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو مبعوث کیا تھا۔ اس سے شخصی زندگی کے وہ طریقے خارج ہیں جو نبی نے بحیثیت ایک انسان ہونے کے یا بہ حیثیت ایک شخص ہونے کے جو انسانی تاریخ کے خاص دور میں پیدا ہوا تھا، اختیار کیے یہ دونوں چیزیں کبھی ایک ہی عمل میں مخلوط ہوتی ہیں اور ایسی صورت میں یہ فرق و امتیاز کرنا کہ اس عمل کا کون سا جز سنت ہے اور کون سا جز عادت، بغیر اس کے ممکن نہیں ہوتا کہ آدمی اچھی طرح دین کے مزاج کو سمجھ چکا ہو۔

اصولی طور پر یوں سمجھئے کہ انبیاء علیہم السلام انسان کو اخلاق صالحہ کی تعلیم دینے اور زندگی کے ایسے طریقے سکھانے کے لیے آتے رہے ہیں جو **فطرة الله التى فطر الناس عليها** کے ٹھیک ٹھیک منشا کے مطابق ہوں۔ ان اخلاق صالحہ اور فطری طریقوں میں ایک چیز تو اصل و روح کی حیثیت رکھتی ہے اور دوسری چیز قالب و مظہر کی حیثیت۔ بعض امور میں روح اور قالب دونوں اسی شکل میں مطلوب ہوتے ہیں جس شکل میں نبی اپنے قول و عمل سے ان کو واضح کرتا ہے۔ اور بعض امور میں روح اخلاق و فطرت کے لیے نبی اپنے مخصوص تمدنی حالات اور اپنی مخصوص رفقاء مزاج کے لحاظ سے ایک خاص عملی قالب اختیار کرتا ہے اور شریعت کا مطالبہ ہم سے صرف یہ ہوتا ہے کہ ہم اس روح اخلاق و فطرت کو اختیار کریں۔ رہا وہ عملی قالب جو پیغمبر نے اختیار کیا تھا تو اسے اختیار کرنے کی یا نہ کرنے کی شرعاً ہم کو آزادی ہوتی ہے۔ پہلی قسم کے معاملات میں سنت روح اور قالب دونوں کے مجموعہ کا نام ہے، اور دوسری قسم کے معاملات میں سنت صرف وہ روح اخلاق و فطرت ہے جو شریعت میں مطلوب ہے نہ کہ وہ عملی قالب جو صاحب شریعت نے اس کے اظہار کے لیے اختیار کیا۔

مثال کے طور پر دین کا منشا یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کا ذکر کریں۔ اس کے لیے نبی ﷺ نے بعض اعمال تو ایسے اختیار کیے جن کی روح اور عملی قالب دونوں سنت ہیں اور دونوں کی پیروی ہم پر لازم ہے، مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، وغیرہ۔ اور بعض طریقے آپ نے ایسے اختیار کیے جن کی روح تو ہمارے اعمال میں ضرور پائی جانی چاہیے لیکن قالب کی ہو بہو پیروی کرنا لازم نہیں ہے، بلکہ آزادی دی گئی ہے کہ ہم اس روح کے ظہور کے لیے جو عملی قالب مناسب سمجھیں اختیار کرلیں۔ مثلاً دعائیں اور وہ عام اذکار جو حضور ﷺ وقتاً فوقتاً کرتے تھے۔ ہم پر یہ لازم نہیں ہے کہ ہم بعینہ انہی الفاظ میں دعائیں مانگیں جن الفاظ میں حضور ﷺ مانگتے تھے، البتہ سنت کی پیروی کا تقاضا یہ ہے کہ ہم ان دعاؤں کے طرز اور ان کی معنوی خصوصیات کو ملحوظ رکھیں اور جن الفاظ میں بھی دعائیں مانگیں ان کے اندر نبی ﷺ کی دعا کی روح موجود ہو۔ اسی طرح اذکار میں سنت صرف یہ ہے کہ آدمی اپنی زندگی کے مختلف حالات و اعمال میں خدا کو یاد کرتا رہے۔ اس سے استعاذہ کرے، اس سے مدد مانگے، اس کا شکر ادا کرے اور اس سے طلب خیر کرے۔ اس سنت کو حضور ﷺ نے اپنی عملی زندگی میں ان مختلف اذکار کے ذریعے سے ظاہر اور جاری کیا جو حدیث میں مذکور ہیں۔ اگر کوئی شخص ان اذکار کو لفظ بہ لفظ یاد کر کے اسی طرح ان کا التزام کرے جس طرح حدیث میں بیان ہوا ہے تو یہ مستحسن یا مستحب تو ہوسکتا ہے لیکن اسے اتباع سنت کا لازمی تقاضا نہیں کہا

جاسکتا۔ اگر کوئی شخص اس سنت کو اچھی طرح ذہن نشین کر کے کسی دوسرے طریقہ سے اس پر عمل درآمد کرے اور اس کے لیے دوسرے الفاظ اختیار کر لے تب بھی وہ بدستور متبع سنت رہے گا اور اس پر خلاف ورزی سنت کا الزام عائد نہ ہوگا۔

یہی فرق تمدنی اور معاشرتی معاملات میں بھی ہے۔ مثلاً لباس میں جن اخلاقی وفطری حدود کو قائم کرنا نبی کے مقاصد بعثت میں تھا وہ یہ ہیں کہ لباس ساتر ہو، اس میں اسراف نہ ہو، اس میں تکبر کی شان نہ ہو۔ اس میں تشبہ بالکفار نہ ہو، وغیرہ۔ اس روح اخلاق وفطرت کا مظاہرہ نبی ﷺ نے جس لباس میں کیا اس میں بعض چیزیں تو ایسی ہیں جن کی پیروی جوں کی توں کرنی چاہیے۔ جیسے ستر کے حدود اور اسبال ازار سے اجتناب اور ریشم وغیرہ کے استعمال سے پرہیز۔ اور بعض چیزیں ایسی ہیں جو حضورؐ کے اپنے شخصی مزاج اور قومی طرز معاشرت اور آپ کے عہد کے تمدن سے تعلق رکھتی ہیں۔ ان کو سنت بنانا نہ تو مقصود تھا، نہ ان کی پیروی پر اس دلیل سے اصرار کیا جاسکتا ہے کہ حدیث کی رو سے اس طرز خاص کا لباس نبی ﷺ پہنتے تھے، اور نہ شرائع الٰہیہ اس غرض کے لیے آیا کرتی ہیں کہ کسی شخص خاص کے ذاتی مذاق یا کسی قوم کے مخصوص تمدن یا کسی خاص زمانے کے رسم ورواج کو دنیا بھر کے لیے اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے سنت بنادیں۔

سنت کی اس تشریح کو اگر ملحوظ رکھا جائے تو یہ بات بآسانی سمجھ میں آسکتی ہے کہ جو چیزیں اصطلاح شرعی میں سنت نہیں ہیں، ان کو خواہ مخواہ سنت قرار دے دینا منجملہ ان بدعات کے ہے جن سے نظام دینی میں تحریف واقع ہوتی ہے۔

اب اس خاص داڑھی کے معاملے کو لے لیجیے، جس پر اس بحث کی ابتدا ہوئی ہے۔ اس معاملے میں جس روح اخلاق و فطرت کو اللہ تعالیٰ ہماری عملی زندگی میں نمایاں دیکھنا چاہتا ہے وہ صرف یہ ہے کہ مونچھیں کم کی جائیں اور داڑھی بڑھائی جائے۔ اسی کی ہدایت نبی ﷺ نے ہم کو دی ہے اور یہی سنت ہے۔ اب رہی اس کی عملی صورت تو اس کا کوئی تعین نبی ﷺ نے اپنے ارشاد سے نہیں فرمایا، حالاں کہ کوئی امر اس میں مانع نہیں تھا کہ آپ اعفاء لحیہ کی مقدار اور قص شارب کی حد واضح طور پر مقرر فرما دیتے یا کم از کم یہی فرما دیتے کہ داڑھی اور مونچھ کی ٹھیک ٹھیک وہی وضع رکھو جو میری ہے۔ جس طرح نماز کے متعلق حضور ﷺ نے فرمایا کہ اسی طرح پڑھو جس طرح میں پڑھتا ہوں۔ پس جب کہ آپؐ نے اس معاملے میں کوئی حد مقرر نہیں کی۔ اور صرف ایک عام ہدایت دے کر ہم کو چھوڑ دیا تو اس سے یہ بات خود بخود ظاہر ہوتی ہے کہ جو روح اخلاق وفطرت اس معاملے میں مطلوب ہے اس کا منشا پورا کرنے کے لیے صرف اتنی بات کافی اور ضروری ہے کہ آدمی داڑھی رکھے اور مونچھ کم کرے۔ اگر کوئی مقدار بھی اس کے ساتھ ضروری ہوتی اور اس مقدار کا قائم کرنا بھی حضور ﷺ کے مشن کا کوئی جز وہوتا تو آپ ہرگز اس کے تعین میں کوئی کوتاہی نہ کرتے۔ مجمل حکم کے دینے پر اکتفا کرنا اور تعین سے اجتناب کرنا خود اس بات کی دلیل ہے کہ شریعت اس معاملے میں لوگوں کو آزادی دینا چاہتی ہے کہ وہ اعفاء لحیہ اور قص شارب کی جو صورت اپنے مذاق اور صورتوں کے تناسب کے لحاظ سے مناسب سمجھیں، اختیار کریں۔

اب اگر ایک شخص مونچھوں کے بال مونڈ ڈالتا ہو اور دوسرا شخص انہیں اس حد تک کتر ڈالتا ہو کہ کھانے اور پینے میں مونچھوں کے بال آلودہ نہ ہوں، تو ان دونوں کو اپنے عمل میں آزادی ہے، اور یہ دونوں اپنی اپنی جگہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ میرے نزدیک حکم کا منشا اس طریقے سے پورا ہوتا ہے جو میں نے اختیار کیا ہے، لیکن ان میں سے کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ اپنی اس رائے کو تمام دوسرے انسانوں کے لیے شریعت بنانے کی کوشش کرے اور اس کے خلاف جو شخص عمل کر رہا ہو اس کو ملامت

کرے۔ اگر وہ اسے شریعت بنانے کی کوشش کرے گا اور اس کے خلاف عمل کرنے والوں کو ملامت کرے گا تو یہ بدعت ہوگی۔ کیوں کہ جو چیز سنت نہیں ہے اس کو وہ زبردستی سنت بنا رہا ہے۔ سنت صرف قص شارب ہے نہ کہ اس کی کوئی خاص صورت جو کسی شخص نے اپنے استنباط واجتہاد سے یا اپنے رجحان طبع سے اختیار کی ہو۔

اس طرح داڑھی کے معاملے میں جو شخص حکم کا یہ منشا سمجھتا ہو کہ اسے بلا نہایت بڑھنے دیا جائے وہ اپنی اس رائے پر عمل کرے۔ اور جو شخص کم سے کم یک مشت کو حکم کا منشا پورا کرنے کے لیے ضروری سمجھتا ہو وہ اپنی رائے پر عمل کرے اور جو شخص مطلقاً داڑھی رکھنے کو (بلا قید مقدار) حکم کا منشا پورا کرنے کے لیے کافی سمجھتا ہو وہ اپنی رائے پر عمل کرے، ان تینوں گروہوں میں سے کسی کو بھی یہ کہنے کا حق نہیں ہے کہ استنباط واجتہاد سے جو رائے اس نے قائم کی ہے وہی شریعت ہے اور اس کی پیروی سب لوگوں پر لازم ہے۔ ایسا کہنا اس چیز کو سنت قرار دینا ہے جس کے سنت ہونے کا کوئی ثبوت نہیں ہے، اور یہی وہ بات ہے جس کو میں بدعت کہتا ہوں۔

رہا یہ استدلال کہ نبی ﷺ نے داڑھی رکھنے کا حکم دیا اور اس حکم پر خود خاص طرز کی داڑھی رکھ کر اس کی عملی صورت بتا دی، لہٰذا حدیث میں حضور ﷺ کی جتنی داڑھی مذکور ہے اتنی ہی اور ویسی ہی داڑھی رکھنا سنت ہے، تو یہ ویسا ہی استدلال ہے جیسے کوئی شخص یہ کہے کہ حضور ﷺ نے ستر عورت کا حکم دیا اور ستر چھپانے کے لیے ایک خاص طرز کا لباس استعمال کر کے بتا دیا، لہٰذا اسی طرز کے لباس سے تن پوشی کرنا سنت ہے۔ اگر یہ استدلال درست ہے تو میرے نزدیک آج متبعین سنت میں سے کوئی شخص بھی اس سنت کا اتباع نہیں کر رہا ہے۔ جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں، تمدن ومعاشرت کے معاملات میں ایک چیز وہ اخلاقی اصول ہیں جن کو زندگی میں جاری کرنے کے لیے نبی ﷺ تشریف لائے تھے۔ اور دوسری چیز وہ عملی صورتیں ہیں جن کو نبی ﷺ نے ان اصولوں کی پیروی کے لیے خود اپنی زندگی میں اختیار کیا۔ یہ عملی صورتیں کچھ تو حضورؐ کے شخصی مذاق اور طبیعت کی پسند پر مبنی تھیں، کچھ اس ملک کی معاشرت پر جس میں آپؐ پیدا ہوئے تھے، اور کچھ اس زمانے کے حالات پر جس میں آپ مبعوث ہوئے تھے۔ ان میں سے کسی چیز کو بھی تمام اشخاص اور تمام اقوام اور تمام لوگوں کے لیے سنت بنا دینا مقصود نہ تھا۔

(رسائل ومسائل حصہ اول، سنت اور عادت کا اصولی فرق)

تخریج: ﴿۱﴾ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ، قَالَ: اَخْبَرَنَا عَبْدَةُ قَالَ: اَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ انْهَكُوا الشَّوَارِبَ، وَاعْفُو اللُّحٰى۔ (۱۵)

ترجمہ: عبداللہ بن عمر سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اپنی مونچھیں کترواؤ اور داڑھیاں بڑھاؤ۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی دیگر روایات:

﴿۲﴾ عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: خَالِفُوا الْمُشْرِكِيْنَ، وَفِّرُوا اللُّحٰى، وَ اَحْفُوا الشَّوَارِبَ۔ وَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ: اِذَا حَجَّ اَوِ اعْتَمَرَ، قَبَضَ عَلٰى لِحْيَتِهٖ فَمَا فَضَلَ اَخَذَهٗ۔ (۱۶)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا مشرکین کی مخالفت کرو۔ داڑھی بڑھاؤ۔ اور مونچھیں

کترواؤ۔ ابن عمر جب حج یا عمرہ کرتے تو اپنی داڑھی مٹھی سے پکڑتے جو مٹھی بھر سے زائد ہوتی اسے کٹوادیتے۔ (یا خود کاٹ دیتے)

ایک روایت میں مندرجہ ذیل الفاظ بھی نقل ہیں:

﴿۳﴾ قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَشَرٌ مِنَ الْفِطْرَةِ: قَصُّ الشَّوَارِبِ وَ اِعْفَاءُ اللِّحْيَةِ وَالسِّوَاكُ، وَاسْتِنْشَاقُ الْمَاءِ، وَ قَصُّ الْاَظْفَارِ وَ غَسْلُ الْبَرَاجِمِ، وَ نَتْفُ الْاِبِطِ، وَ حَلْقُ الْعَانَةِ، وَانْتِقَاصُ الْمَاءِ، قَالَ زَكَرِيَّا، قَالَ مُصْعَبٌ: وَ نَسِيْتُ الْعَاشِرَةَ اِلَّا اَنْ تَكُوْنَ الْمَضْمَضَةَ۔ قَالَ وَكِيْعٌ: اِنْتِقَاصُ الْمَاءِ يعنى الْاِسْتِنْجَاءِ۔ (۱۷)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دس چیزیں فطرت میں سے ہیں۔ موٹچھیں کتروانا، داڑھی بڑھانا، مسواک کرنا، ناک میں پانی ڈالنا، ناخن کتروانا، انگلیوں کے جوڑوں کا دھونا، بغلوں کے بال اکھاڑنا، زیر ناف بال مونڈنا، استنجاء کرنا، مصعب کا بیان ہے کہ دسویں چیز بھول گیا ہوں ممکن ہے وہ کلی کرنا ہو۔ اور وکیع نے انتقاض الماء کا مطلب استنجاء بیان کیا ہے۔

﴿۴﴾ حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، نَا عُمَرُ بْنُ هَارُوْنَ، عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَاْخُذُ مِنْ لِحْيَتِهٖ مِنْ عَرْضِهَا وَ طُوْلِهَا۔ (۱۸)

سونا اور ریشم، مردوں کے لیے حرام اور عورتوں کے لیے حلال

۱۱۶– (امام احمد، ابو داؤد اور نسائی حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ) ''نبی ﷺ نے ایک ہاتھ میں ریشم اور دوسرے ہاتھ میں سونا لے کر فرمایا یہ دونوں چیزیں لباس میں استعمال کرنا میری امت کے مردوں پر حرام ہے۔''

تخریج: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، ثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ حَبِيْبٍ، عَنْ اَبِي اَفْلَحَ الْهَمْدَانِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زُرَيْرٍ يعنى الْغَافِقِيِّ اَنَّهٗ سَمِعَ عَلِيَّ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ: اِنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ ﷺ اَخَذَ حَرِيْرًا فَجَعَلَهٗ فِيْ يَمِيْنِهٖ وَ اَخَذَ ذَهَبًا فَجَعَلَهٗ فِيْ شِمَالِهٖ، ثُمَّ قَالَ: اِنَّ هٰذَيْنِ حَرَامٌ عَلٰى ذُكُوْرِ اُمَّتِيْ۔ (۱۹)

۱۱۷– (ترمذی اور نسائی نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کی روایت نقل کی ہے کہ) ''حضور ﷺ نے فرمایا کہ ریشم اور سونا میری امت کی عورتوں کے لیے حلال اور مردوں پر حرام کیا گیا۔''

تخریج: حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ، ثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ، ثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ هِنْدٍ، عَنْ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: حُرِّمَ لِبَاسُ الْحَرِيْرِ وَالذَّهَبِ عَلٰى ذُكُوْرِ اُمَّتِيْ، وَ اُحِلَّ لِاِنَاثِهِمْ۔ (۲۰)

۱۱۸– ''حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت زید بن حارثہ کے صاحب زادے اسامہ بن زید کو چوٹ لگ گئی اور خون بہنے لگا۔ رسول اللہ ﷺ کو ان سے اپنی اولاد جیسی محبت تھی۔ آپ ان کا خون چوس چوس کر تھوکتے جاتے اور ان کو یہ کہہ کہہ کر بہلاتے جاتے کہ اسامہ اگر بیٹی ہوتا تو ہم اسے زیور پہناتے، اسامہ اگر بیٹی ہوتا تو ہم اسے اچھے اچھے کپڑے پہناتے۔''

تخریج: روی شَرِیکٌ عَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ زُرَیْجٍ، عَنِ الْبُیْهَقِیِّ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: سَمِعْتُ النَّبِیَّ ﷺ یَقُوْلُ وَ هُوَ یَمُصُّ الدَّمُ عَنْ شَجَّةٍ بِوَجْهِ اُسَامَةَ وَ یَمُجُّهُ لَوْ کَانَ اُسَامَةُ جَارِیَةً لَحَلَّیْنَاهُ، لَوْ کَانَ اُسَامَةُ جَارِیَةً لَکَسَوْنَاهُ لِتُنفِّقَهُ۔ (۲۱)

۱۱۹- لَبْسُ الْحَرِیْرِ وَالذَّهَبِ حَرَامٌ عَلٰی ذُکُوْرِ اُمَّتِیْ وَ حَلَالٌ لِاُنَاثِهَا۔

’’حضرت ابوموسیٰ اشعری کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ریشمی کپڑے اور سونے کے زیور پہننا میری امت کے مردوں پر حرام اور عورتوں کے لیے حلال ہے۔‘‘

تخریج: نَافِعٌ، عَنْ سَعِیْدٍ، عَنْ اَبِیْ هِنْدٍ، عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لَبْسُ الْحَرِیْرِ وَالذَّهَبِ حَرَامٌ عَلٰی ذُکُوْرِ اُمَّتِیْ، حَلَالٌ لِاُنَاثِهَا۔ (۲۲)

۱۲۰- حضرت عمرو بن عاص کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ دو عورتیں حضور (ﷺ) کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور وہ سونے کے کنگن پہنے ہوئے تھیں۔ آپؐ نے فرمایا: ’’کیا تم پسند کرتی ہو کہ اللہ تمہیں ان کے بدلے آگ کے کنگن پہنائے؟‘‘ انہوں نے عرض کیا نہیں۔ آپؐ نے فرمایا: ’’تو ان کا حق ادا کرو، یعنی ان کی زکوٰۃ نکالو۔‘‘

تخریج: حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ، نَا ابْنُ لَهِیْعَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْهِ، عَنْ جَدِّهٖ، اَنَّ امْرَأَتَیْنِ اَتَتَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَ فِیْ اَیْدِیْهِمَا سِوَارَانِ مِنْ ذَهَبٍ، فَقَالَ لَهُمَا: اَتُؤَدِّیَانِ زَکٰوتَهٗ، فَقَالَتْ: لَا، فَقَالَ لَهُمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اَتُحِبَّانِ اَنْ یُسَوِّرَکُمَا اللّٰهُ بِسِوَارَیْنِ مِنْ نَّارٍ؟ قَالَتَا: لَا، قَالَ: فَاَدِّیَا زَکٰوتَهٗ۔ (۲۳)

تشریح: حضرت عائشہؓ کا قول ہے کہ زیور پہننے میں مضائقہ نہیں بشرطے کہ اس کی زکوٰۃ ادا کی جائے۔

حضرت عمرؓ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری کو لکھا کہ تمہاری عمل داری میں جو مسلمان عورتیں رہتی ہیں ان کو حکم دو کہ اپنے زیوروں کی زکوٰۃ نکالیں۔

امام ابوحنیفہؒ نے عمرو بن دینار کے حوالہ سے یہ روایات نقل کی ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے اپنی بہنوں کو اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اپنی بیٹیوں کو سونے کے زیور پہنائے تھے۔

ان تمام روایات کو نقل کرنے کے بعد علامہ جصاص لکھتے ہیں کہ ’’نبی کریم ﷺ اور صحابہ سے جو روایات عورتوں کے لیے سونے اور ریشم کے حلال ہونے کے متعلق وارد ہوئی ہیں وہ عدم جواز کی روایات سے زیادہ مشہور اور نمایاں ہیں اور آیت:

اَوَ مَنْ یُّنَشَّؤُا فِی الْحِلْیَةِ وَ هُوَ فِی الْخِصَامِ غَیْرُ مُبِیْنٍ (الزخرف:۱۸)

’’کیا اللہ کے حصے میں وہ اولاد آئی جو زیوروں میں پالی جاتی ہے اور بحث و حجت میں اپنا مدعا پوری طرح واضح بھی نہیں کر سکتی؟‘‘

بھی اس کے جواز پر دلالت کر رہی ہے۔ پھر امت کا عمل بھی نبی ﷺ اور صحابہ کے زمانے سے ہمارے زمانے (یعنی چوتھی صدی (ہجری) کے آخری (دور) تک یہی رہا ہے بغیر اس کے کہ کسی نے اس پر اعتراض کیا ہو۔ اس طرح کے مسائل میں اخبار آحاد کی بنا پر کوئی اعتراض تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ (تفہیم القرآن ج ۴، الزخرف حاشیہ: ۱۷)

فرمان رسول ﷺ کی بلا چون و چرا اطاعت

۱۲۱- حضور ﷺ نے فرمایا:

اِذَا اَمَرْتُكُمْ بِاَمْرٍ فَاْتُوْا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَمَا نَهَيْتُكُمْ عَنْهُ فَاجْتَنِبُوْهُ.

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جب میں تمہیں کسی بات کا حکم دوں تو جہاں تک ممکن ہو اس پر عمل کرو اور جس بات سے روک دوں اس سے اجتناب کرو۔“ (بخاری، مسلم)

تخریج:〈۱〉 حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ عَنْ اَبِى الزِّنَادِ، عَنِ الْاَعْرَجِ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: دَعُوْنِيْ مَا تَرَكْتُكُمْ، اِنَّمَا اُهْلِكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ سُؤَالُهُمْ وَاخْتِلَافُهُمْ عَلٰى اَنْبِيَآءِ هِمْ، فَاِذَا نَهَيْتُكُمْ عَنْ شَىْءٍ فَاجْتَنِبُوْهُ، وَ اِذَا اَمَرْتُكُمْ بِاَمْرٍ فَاْتُوْا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ۔ (۲٤)

〈۲〉 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ اِبْرَاهِيْمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: لَعَنَ اللّٰهُ الْوَاشِمَاتِ وَالْمُوْتَشِمَاتِ، وَالْمُتَنَمِّصَاتِ، وَالْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ، الْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللّٰهِ، فَبَلَغَ ذٰلِكَ امْرَاَةً مِنْ بَنِىْ اَسَدٍ يُّقَالُ لَهَا اُمُّ يَعْقُوْبَ، فَجَاءَ تْ، فَقَالَتْ: اِنَّهٗ بَلَغَنِىْ اَنَّكَ لَعَنْتَ كَيْتَ وَ كَيْتَ، فَقَالَ: وَمَا لِىْ لَا اَلْعَنُ مَنْ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَ مَنْ هُوَ فِىْ كِتَابِ اللّٰهِ، فَقَالَتْ: لَقَدْ قَرَاْتُ مَا بَيْنَ اللَّوْحَيْنِ فَمَا وَجَدْتُّ فِيْهِ مَا تَقُوْلُ، قَالَ: لَئِنْ قَرَاْتِيْهِ، لَقَدْ وَجَدْتِّيْهِ اَمَا قَرَاْتِ؟ وَمَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ، وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا، قَالَتْ: بَلٰى، قَالَ: فَاِنَّهٗ قَدْ نَهٰى عَنْهُ، قَالَتْ: فَاِنِّىْ اُرٰى اَهْلَكَ يَفْعَلُوْنَهٗ، قَالَ: فَاذْهَبِىْ، فَانْظُرِىْ، فَذَهَبَتْ، فَنَظَرَتْ، فَلَمْ تَرَ مِنْ حَاجَتِهَا شَيْئًا فَقَالَ: لَوْ كَانَتْ كَذٰلِكَ مَا جَامَعْتُنَا۔ (۲٥)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے متعلق روایت ہے کہ ایک دفعہ انہوں نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ ”اللہ تعالیٰ نے فلاں فلاں فیشن کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔“ اس تقریر کو سن کر ایک عورت ان کے پاس آئی اور اس نے عرض کیا یہ بات آپ نے کہاں سے اخذ کی ہے؟ کتاب اللہ میں تو یہ مضمون کہیں میری نظر سے نہیں گزرا۔ حضرت عبداللہ نے فرمایا تو نے اگر اللہ کی کتاب پڑھی ہوتی تو یہ بات ضرور تجھے اس میں مل جاتی۔ کہا تو نے یہ آیت نہیں پڑھی کہ: **وما اتکم الرسول**

فخذوه وما نهكم عنه فانتهوا؟ (الحشر:۷)'' اس نے عرض کیا، ہاں یہ آیت تو میں نے پڑھی ہے۔ حضرت عبداللہ نے فرمایا تو رسول اللہ ﷺ نے اس فعل سے منع فرمایا ہے اور یہ خبر دی ہے کہ اللہ نے ایسا فعل کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔ عورت نے عرض کیا اب میں سمجھ گئی۔

ماخذ

(۱) المستدرك ج ٤ كتاب اللباس باب لعن النبى (ﷺ) المرأة تلبس لبسة الرجل والرجل يلبس لبسة المرأة☆ ابو داؤد ج ٤ كتاب اللباس، باب لباس النساء۔ عن ابى هريرة☆ مسند احمد ج ۲ ص ۳۲۵ عن ابى هريرة۔

(۲) بخارى ج ۲ كتاب اللباس، باب المتشبهين بالنساء والمتشبهات بالرجال☆ ابو داؤد ج ٤ ابواب الاستيذان والادب، باب ماجاء فى المتشبهات بالرجال من النساء۔
ابو داؤد میں ابن ابی ملیکه سے روایت کیا گیا ھے:
قيل لعائشة رضى الله عنها: ان امرأة تلبس النعل، فقالت: لعن رسول اللّٰه ﷺ الرجلة من النساء۔☆ ابن ماجه كتاب النكاح، باب ۲۲ فى المخنثين عن ابن عباس ابن ماجه میں ابو ہریرہؓ سے ایك روایت مندرجه ذیل الفاظ سے بھی منقول ھے۔☆ مسند احمد ج ۱ ص ۳۳۹۔
ان رسول اللّٰه ﷺ لعن المرأة تشبه بالرجال، والرجل يتشبه بالنساء۔

(۳) ابن ماجه كتاب الفتن باب ۷ العصبية☆ مسند احمد ج ٤ ص ۱۰۷۔ عن واثلة بن الاسقع مسند احمد نے ۱۰۷ پر ان يعين الرجل قومه كے بجائے ان ينصر الرجل قومه اور عن كعب بن عياض سے ابن ماجه والى روايت نقل كى ھے☆ ابو داؤد ج ٤ كتاب الادب باب فى العصبية۔ ابو داؤد نے واثله بن اسقع سے صرف يا رسول اللّٰه ما العصبية؟ قال: ان تعين قومك على الظلم۔ روايت كيا ھے۔

(٤) ابو داؤد۔ كتاب اللباس باب فى لبس الشهرة☆ مسند احمد ج ۲ ص ۵۰، ۹۲☆ مجمع الزوائد ج ۱۰☆ نصب الرايه ج ٤ ☆اتحاف السعاده ج٦☆ كنز العمال حديث نمبر ۲٤٦۸۰☆ فتح البارى ج ۱۰☆ كشف الخفا للعجلونى ج ۲☆ تمهيد ج ٦☆ مشكوٰة حديث ٤۳٤۷۔

(۵) بخارى ج ۲ كتاب اللباس، باب من لبس جبة ضيقة الكمين فى السفر۔

(٦) مسلم ج ۲ كتاب اللباس والزينة، باب تحريم استعمال اناء الذهب والفضة على الرجال والنساء۔ الخ۔

(۷) بخارى ج ۲ كتاب اللباس، باب الخضاب☆ بخارى ج ۱ كتاب الانبياء باب ما ذكر عن بنى اسرائيل☆ مسلم ج ۲ كتاب اللباس باب استحباب خضاب الشيب بصفرة و حمرة و تحريمه بالسواد عن ابى هريرة☆ ابو داؤد ج ٤ كتاب الترجل، باب فى الخضاب☆ نسائى ج ۸ كتاب الزينة، باب الامر بالخضاب عن ابى هريرة☆ مسند احمد ج ۲ ص ۲٤۰، ۲٦۰، ۳۰۹، ٤۰۱ وغيره۔

(۸) مسلم ج ۱ كتاب الطهارة باب خصال الفطرة۔

(۹) مسلم ج ۱ كتاب الطهارة باب خصال الفطرة۔

(۱۰) بخاری ج ۲ کتاب اللباس باب من جر ازاره من غیر خیلاء☆ مسلم ج ۲ کتاب اللباس، باب تحریم جر الثوب خیلاء الخ عن ابن عمر☆ ابو داؤد ج ٤ کتاب اللباس باب ماجاء فی اسبال الازار☆ ترمذی ج ۱ ابواب اللباس باب ماجاء فی کراهیة جر الازار۔ حدیث حسن صحیح☆ نسائی ج ۸ کتاب الزینة، باب ذیول النساء۔ عن ابن عمر☆ ابن ماجه کتاب اللباس، باب من جر ثوبه من الخیلاء عن ابی هریرة☆ ابو داؤد کتاب اللباس اور ابن ماجه کتاب اللباس میں ابو سعید خدری سے مروی روایت میں من جر ازاره کے الفاظ بھی منقول ہیں☆ مؤطا امام مالك ج ۲ کتاب الجامع باب ماجاء فی اسبال الرجل ثوبه، عن ابن عمر۔ مؤطا نے الذی یجر ثوبه خیلاء لا ینظر اللّٰه الیه یوم القیامة نقل کیا ہے۔ مسند احمد ج ۲ ص ۵، ۱۰، ۳۲، ٤۲ اور ج ۳ ص ۵، ٤٤، ۹۷ وغیرہ۔
امام بخاری نے اس حدیث کو متعدد سندوں سے بیان کیا ہے کسی روایت میں بطراً کسی میں مخیلة اور کسی میں خیلاء ہے۔ ابن عمر کا بیان ہے: قال رسول اللّٰه ﷺ بینما رجل یجر ازاره من الخیلاء خسف به فهو یتجلجل فی الارض الی یوم القیامة۔
☆بخاری ج ۲ کتاب اللباس باب من جر ثوبه من الخیلاء تابعه یونس عن الزهری ولم یرفعه شعیب عن الزهری۔

(۱۱) ابو داؤد ج ٤ کتاب اللباس، باب فی العمائم☆ ترمذی ج ۱ ابواب اللباس، باب... هذا حدیث غریب و اسناده لیس بقائم، ولا نعرف ابا الحسن العسقلانی ولا ابن رکانة۔

(۱۲) بخاری ج ۲ کتاب اللباس باب القزع☆ مسلم ج ۲ کتاب اللباس والزینة، باب کراهة القزع مسلم نے ابن عمر سے ان رسول اللّٰه ﷺ نهی عن القزع، قال: قلت لنافع: وما القزع؟ قال: یحلق بعض راسی الصبی و یترك بعض روایت کی ہے۔ ابو داؤد ج ٤ کتاب الترجل، باب فی الذؤابة☆ نسائی ج ۸ کتاب الزینة باب ذکر النهی عن ان یحلق بعض شعر الصبی و یترك بعضه☆ ابن ماجه کتاب اللباس باب ۳۸۔ النهی عن القزع☆ مسند احمد ج ۲ ص ٤، ۳۹، ۵۵، ٦۷ وغیرہ۔

(۱۳) ابو داؤد ج ٤ کتاب الترجل، باب فی الذؤابة☆ نسائی ج ۸ کتاب الزینة باب الرخصة فی حلق الرأس۔

(۱٤) بخاری ج ۲ کتاب اللباس، باب السراویل۔

(۱۵) بخاری ج ۲ کتاب اللباس، باب اعفاء اللُحی۔

(۱٦) بخاری ج ۲ کتاب اللباس باب تقلیم الاظفار☆ مسلم ج ۱ کتاب الطهارة باب خصال الفطرة۔ مسلم وغیرہ نے ابن عمرؓ سے احفوا الشوارب، واعفوا اللحی بھی بیان کیے ہیں۔☆ ترمذی ج ۲ ابواب الاستیذان والادب، باب ماجاء فی اعفاء اللحیة۔☆ نسائی ج ۸ کتاب الزینة، باب احفاء الشوارب۔ باب احفاء الشوارب و اعفاء اللحیة☆ ابو داؤد ج ٤ کتاب الترجل باب فی اخذ الشوارب اور ترمذی ج ۲ ابواب الاستیذان والادب باب ماجاء فی اعفاء اللحیة کے تحت عبد اللّٰه بن عمر کے واسطے سے ان رسول اللّٰه ﷺ امر باحفاء الشوارب و اعفاء اللحی بھی نقل کیا ہے۔☆ مسلم نے ج ۱ کتاب الطهارة باب خصال الفطرة کے ضمن میں جذوا الشوارب و ارخوا اللحی خالفوا المجوس بھی بیان کیا ہے۔

(۱۷) مسلم ج ۱ کتاب الطهارة باب خصال الفطرة۔ ترمذی ج ۲ ابواب الاستیذان باب ماجاء فی تعلیم الاظفار۔

(۱۸) ترمذی ج ۲ ابواب الادب، باب ماجاء فی الاخذ من اللحیة۔ هذا حدیث غریب۔ وَ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ إِسْمَاعِیلَ یَقُوْلُ: عُمَرُو بْنُ هَارُوْنَ مقارب الحدیث۔ لا اعرف له حدیثا لیس له اصل او قال: یتفرد به الا هذا الحدیث۔ کان النبی ﷺ یاخذ من لحیته من عرضها و طولها۔ ولا نعرفه الا من حدیث عمر بن هارون و رایته حسن الرای فی

عمر بن هارون، و سمعت قتيبة يقول: عمر بن هارون كان صاحب الحديث، و كان يقول: الايمان قول و عمل: قال قتيبة: نا وكيع بن الجراح عن رجل عن ثور بن يزيد ان النبى ﷺ نصب المنجنيق على اهل الطائف، قال قتيبة: قلت لوكيع: من هذا؟ قال: صاحبكم عمر بن هارون۔

(۱۹) ابو داؤد ج ٤ كتاب اللباس باب فى الحرير للنساء☆ نسائى ج ٨ كتاب الزينة، باب تحريم الذهب على الرجال ☆مسند احمد ج ١ ص ١١٥ عن على بن ابى طالب☆ ابن ماجه كتاب اللباس باب ١٩۔ لبس الحرير والذهب النساء عن على ابن ماجه میں حل لاناثهم بھی منقول ہے۔

(۲۰) ترمذى ج ١ ابواب اللباس، باب ماجاء فى الحرير والذهب هذا حديث حسن صحيح☆نسائى ج ٨ كتاب الزينة، باب تحريم الذهب على الرجال۔ عن ابى موسٰى الاشعرى۔ نسائی نے احل الذهب والحرير لاناث امتى و حرم على ذكورها۔ نقل کیا ہے۔☆ المعجم الكبير الطبرانى ج ٥ حديث نمبر ٥١٢٥۔ انسية بنت زيد بن ارقم عن ابيها۔

(۲۱) احكام القرآن للجصاص ج ٣ الزخرف۔ فصل فى اباحة لبس الحلى للنساء۔

(۲۲) احكام القرآن للجصاص ج ٥ الزخرف۔ فصل فى اباحة لبس الحلى للنساء۔

(۲۳) ترمذى ج ١ ابواب الزكوٰة، باب ماجاء فى زكوٰة الحلى قال ابو عيسٰى هذا حديث قد رواه المثنى بن الصباح عن عمرو بن شعيب نحو هذا، والمثنى بن الصباح وابن لهيعة يضعفان فى الحديث، ولا يصح فى هذا عن النبى ﷺ شىء۔ ☆احكام القرآن للجصاص ج ٣ الزخرف فصل فى اباحة لبس الحلى للنساء☆ ابو داؤد ج ٢ كتاب الزكوٰة، باب الكنز ما هو؟ و زكوٰة الحلى۔ ابو داؤد نے ایک عورت اور لڑکی کا ذکر کیا ہے۔☆ نسائى ج ٥ كتاب الزكوٰة۔ باب زكوٰة الحلى۔ (ابو داؤد والی روایت)☆ مسند احمد ج ٢ ص ١٧٨، ٢٠٤ عن عمرو بن شعيب۔ (ترمذی والی روایت)۔

(۲٤) بخارى ج ٢ كتاب الاعتصام، باب الاقتداء۔ بسنن رسول الله ﷺ و قول الله واجعلنا للمتقين اماما۔☆مسلم ج ٢ كتاب الفضائل، باب توقير ﷺ و ترك اكثار سواله عمالا ضرورة اليه الخ اور ج ١ كتاب الحج، باب فرض الحج مسلم نے الفضائل میں فأتوا کی جگہ فافعلوا نقل کیا ہے۔☆ ابن ماجه مقدمه باب اتباع سنة رسول الله ﷺ☆ ابن ماجہ نے فانتهوا نقل کیا ہے۔☆ نسائى ج ٥ كتاب الحج باب وجوب الحج☆ تفسير ابن كثير ج ٤ الحشر۔ اور التغابن۔

(۲٥) بخارى ج ٢ كتاب التفسير الحشر باب قوله (وما اتاكم الرسول فخذوه)☆بخارى ج ٢ كتاب اللباس باب الموصولة☆مسلم ج ٢ كتاب اللباس والزينة۔ باب تحريم فعل الواصلة والمستوصلة الخ۔ مسلم نے والمستوشمات نقل کیا ہے۔☆ ابو داؤد ج ٤ كتاب الترجل باب فى صلة الشعر۔ عن عبد الله☆ ترمذى ج ١ ابواب اللباس، باب ماجاء فى مواصلة الشعر☆ ترمذى ج ٢ ابواب الادب، باب ماجاء فى الواصلة والمستوصلة والواشمه والمستوشمة۔☆ نسائى ج٨ كتاب الزينة باب المتفلجات۔☆ نسائی کی روایت مختصر ہے ☆ابن ماجه كتاب النكاح، باب الواصلة والواشمه عن عبد الله☆ مسند احمد ج ١ ص ٢٥١، ٣٣٠، ٤٦٢۔ ج٦ ص ١١١، ١١٦، ١٢٨ وغيره☆ تفسير ابن كثير ج ٤ الحشر۔☆ مسند احمد کے مندرجہ بالا صفحات پر مختصر ہے البتہ ج ١ ص ٤١٥ عن عبد الله پر مختلف الفاظ میں ام یعقوب والا واقعہ مروی ہے۔

فصل: ۳

معاشرتی آداب

گھروں میں داخلے کے آداب

۱۲۲- اِذَا دَخَلَ الْبَصَرُ فَلاَ اِذْنَ۔

(حضرت ثوبان نبی ﷺ کے آزاد کردہ غلام کی روایت ہے کہ) حضور ﷺ نے فرمایا "جب نگاہ داخل ہوگئی تو پھر خود داخل ہونے کے لیے اجازت مانگنے کا کیا موقع رہا۔" (ابوداؤد)

تخریج: حَدَّثَنَا الرَّبِیْعُ بْنُ سُلَیْمَانَ الْمُؤَذِّنُ، ثَنَا ابْنُ وَھْبٍ، عَنْ سُلَیْمَانَ۔ یعنی ابْنَ بِلاَلٍ۔ عَنْ کَثِیْرٍ، عَنْ وَلِیْدٍ، عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ: اِذَا دَخَلَ الْبَصَرُ فَلاَ اِذْنَ۔ (۱)

۱۲۳- ھٰکَذَا عَنْکَ اَوْ ھٰکَذَا فَاِنَّمَا الْاِسْتِیْذَانُ مِنَ النَّظَرِ۔

(ہزیل بن شرجیل کہتے ہیں کہ ایک شخص نبی ﷺ کے پاس آیا اور عین دروازے پر کھڑا ہو کر اجازت مانگنے لگا) حضور ﷺ نے اسے فرمایا: "پرے ہٹ کر کھڑے ہو، اجازت مانگنے کا حکم تو اسی لیے ہے کہ نگاہ نہ پڑے۔" (ابوداؤد)

تخریج: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ، ثَنَا جَرِیْرٌ ح وَ ثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ، ثَنَا حَفْصٌ، عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ طَلْحَۃَ، عَنْ ھُزَیْلٍ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ، قَالَ عُثْمَانُ: سَعْدٌ فَوَقَفَ عَلٰی بَابِ النَّبِیِّ ﷺ یَسْتَاْذِنُ، فَقَامَ عَلَی الْبَابِ، قَالَ عُثْمَانُ: مُسْتَقْبِلَ الْبَابِ، فَقَالَ لَہُ النَّبِیُّ ﷺ ھٰکَذَا۔ عَنْکَ اَوْ ھٰکَذَا؟ فَاِنَّمَا الْاِسْتِئْذَانُ مِنَ النَّظْرِ۔ (۲)

۱۲۴- "حضرت انس خادم رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے آں حضرت ﷺ کے حجرے میں باہر سے جھانکا۔ حضور ﷺ اس وقت ایک تیر ہاتھ میں لیے ہوئے تھے۔ آپؐ اس کی طرف اس طرح بڑھے جیسے کہ اس کے پیٹ میں جھونک دیں گے۔"

تخریج: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَیْدٍ، ثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ عُبَیْدِ اللّٰہِ ابْنِ اَبِیْ بَکْرٍ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ، اَنَّ رَجُلاً اطَّلَعَ مِنْ بَعْضِ حُجَرِ النَّبِیِّ ﷺ فَقَامَ اِلَیْہِ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ بِمِشْقَصٍ اَوْ مَشَاقِصَ قَالَ: فَکَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ یَخْتِلُہٗ لِیَطْعَنَہٗ۔ (۳)

۱۲۵- مَنْ نَظَرَ فِیْ کِتَابِ اَخِیْهِ بِغَیْرِ اِذْنِهٖ فَاِنَّمَا یَنْظُرُ فِی النَّارِ۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ''جس نے اپنے بھائی کی اجازت کے بغیر اس کے خط میں نظر دوڑائی وہ گویا آگ میں جھانکتا ہے۔'' (ابوداؤد)

تخریج: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، ثَنَا عَبْدُ الْمَلِکِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ اَیْمَنَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ یَعْقُوْبَ بْنِ اِسْحَاقَ، عَمَّنْ حَدَّثَهٗ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ کَعْبِ الْقُرَظِیِّ، حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: لَا تَسْتُرُوا الْجُدُرَ۔ مَنْ نَظَرَ فِیْ کِتَابِ اَخِیْهِ بِغَیْرِ اِذْنِهٖ فَاِنَّمَا یَنْظُرُ فِی النَّارِ۔ سَلُوا اللّٰهَ بِبُطُوْنِ اَکُفِّکُمْ، وَلَا تَسْئَلُوْهُ بِظُهُوْرِهَا فَاِذَا فَرَغْتُمْ فَامْسَحُوْا بِهَا وُجُوْهَکُمْ۔ (٤)

۱۲۶- لَوْ اَنَّ امْرَاً اطَّلَعَ عَلَیْکَ بِغَیْرِ اِذْنٍ فَخَذَفْتَهٗ بِحَصَاةٍ فَفَقَأْتَ عَیْنَهٗ مَا کَانَ عَلَیْکَ مِنْ جُنَاحٍ۔

''اگر کوئی شخص تیرے گھر میں جھانکے اور تو ایک کنکری مار کر اس کی آنکھ پھوڑ دے تو کچھ گناہ نہیں۔''

تخریج: اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْیَانُ، عَنْ اَبِی الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ، عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ، عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: لَوْ اَنَّ امْرَاً اطَّلَعَ عَلَیْکَ بِغَیْرِ اِذْنٍ، فَخَذَفْتَهٗ فَفَقَأْتَ عَیْنَهٗ، مَا کَانَ عَلَیْکَ حَرَجٌ۔(٥)

۱۲۷- مَنِ اطَّلَعَ دَارَ قَوْمٍ بِغَیْرِ اِذْنِهِمْ فَفَقَؤُا عَیْنَهٗ فَقَدْ هَدَرَتْ عَیْنُهٗ۔

''جس نے کسی کے گھر میں جھانکا اور گھر والوں نے اس کی آنکھ پھوڑ دی تو ان پر کچھ مؤاخذہ نہیں۔''

تخریج: حَدَّثَنَا مُوْسَی بْنُ اِسْمَاعِیْلَ، ثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ سُهَیْلٍ، عَنْ اَبِیْهِ، قَالَ: ثَنَا اَبُوْ هُرَیْرَةَ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ: مَنِ اطَّلَعَ فِیْ دَارِ قَوْمٍ بِغَیْرِ اِذْنِهِمْ، فَفَقَؤُا عَیْنَهٗ فَقَدْ هَدَرَتْ عَیْنُهٗ۔(٦)

۱۲۸- ''ایک شخص نے نبی ﷺ سے پوچھا کیا میں اپنی ماں کے پاس جاتے وقت بھی اجازت طلب کروں؟ آپؐ نے فرمایا ہاں۔ اس نے کہا میرے سوا ان کی خدمت کرنے والا اور کوئی نہیں ہے؟ کیا ہر بار جب میں ان کے پاس جاؤں تو اجازت مانگوں؟ فرمایا: اَتُحِبُّ اَنْ تَرَاهَا عُرْیَانَةً ''کیا تو پسند کرتا ہے کہ اپنی ماں کو برہنہ دیکھے؟ (ابن جریر عن عطاء بن یسار مرسلاً)

تخریج: حَدَّثَنِیْ مَالِکٌ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَیْمٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ یَسَارٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ سَأَلَهٗ رَجُلٌ، فَقَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اَسْتَاْذِنُ عَلٰی اُمِّیْ؟ فَقَالَ: نَعَمْ، فَقَالَ الرَّجُلُ: اِنِّیْ مَعَهَا

فِی الْبَیْتِ، وَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: اسْتَاْذِنْ عَلَیْھَا، فَقَالَ الرَّجُلُ: اِنِّیْ خَادِمُھَا، فَقَالَ لَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: اَسْتَاْذِنْ عَلَیْھَا اَتُحِبُّ اَنْ تَرَاھَا عُرْیَانَۃً؟ قَالَ: لَا قَالَ: فَاسْتَاْذِنْ عَلَیْھَا۔(۷)

۱۲۹- ''ایک دفعہ ایک شخص نبی ﷺ کے پاس آیا اور دروازے پر سے پکار کر کہنے لگا **أَأَلِجُ** ''کیا میں گھس آوں؟'' نبی ﷺ نے اپنی لونڈی روضہ سے فرمایا۔ یہ شخص اجازت مانگنے کا طریقہ نہیں جانتا۔ ذرا اٹھ کر اسے بتا کہ یوں کہنا چاہیے (اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ أَأَدْخُلُ۔'' (ابن جریر، ابوداؤد)

تخریج: حَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ، ثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ رِبْعِیٍّ، قَالَ: ثَنَا رَجُلٌ مِنْ بَنِیْ عَامِرٍ اَنَّہٗ اسْتَاْذَنَ عَلَی النَّبِیِّ ﷺ وَ ھُوَ فِیْ بَیْتٍ فَقَالَ: أَلِجُ؟ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ لِخَادِمِہٖ: اُخْرُجْ اِلٰی ھٰذَا، فَعَلِّمْہُ الْاِسْتِیْذَانَ، فَقُلْ لَّہٗ: قُلِ السَّلَامُ عَلَیْکُمْ، أَ اَدْخُلُ؟ فَسَمِعَہُ الرَّجُلُ، فَقَالَ: اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ، أَ اَدْخُلُ؟ فَاَذِنَ لَہُ النَّبِیُّ ﷺ فَدَخَلَ۔(۸)

۱۳۰- ''جابر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ میں اپنے مرحوم والد کے قرضوں کے سلسلے میں آں حضرت ﷺ کے ہاں گیا اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ آپؐ نے پوچھا؟ کون ہے؟ میں نے عرض کیا میں ہوں۔ آپؐ نے دو تین مرتبہ فرمایا میں ہوں؟ میں ہوں؟ (یعنی اس ''میں'' ہوں سے کوئی کیا سمجھے کہ تم کون ہو)'' (ابوداؤد)

تخریج: حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِیْدِ ھِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِکِ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَۃُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْکَدِرِ، قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرًا یَقُوْلُ: اَتَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ فِیْ دَیْنٍ کَانَ عَلٰی اَبِیْ، فَدَفَعْتُ الْبَابَ فَقَالَ: مَنْ ذَا؟ فَقُلْتُ: اَنَا، فَقَالَ: اَنَا، اَنَا کَاَنَّہٗ کَرِھَہٗ۔(۹)

۱۳۱- کَلَدَہ بن حنبل کسی کام کے سلسلے میں نبی ﷺ کے ہاں گئے اور سلام کے بغیر یونہی جا بیٹھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا باہر جاؤ اور السلام علیکم کہہ کر اندر آؤ۔[1] (ابوداؤد)

تخریج: حَدَّثَنَا ابْنُ بَشَّارٍ، ثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ، ثَنَا ابْنُ جُرَیْجٍ، ح وَ ثَنَا یَحْیَی بْنُ حَبِیْبٍ، ثَنَا رَوْحٌ، عَنِ ابْنِ جُرَیْجٍ، قَالَ: اَخْبَرَنِیْ عَمْرُو بْنُ اَبِیْ سُفْیَانَ، اَنَّ عَمْرَو بْنَ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ صَفْوَانَ اَخْبَرَہٗ، عَنْ کَلَدَۃَ بْنِ حَنْبَلٍ، اَنَّ صَفْوَانَ بْنَ اُمَیَّۃَ بَعَثَہٗ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ بِلَبَنٍ وَّ جِدَایَۃٍ وَضَغَابِیْسَ، وَالنَّبِیُّ ﷺ بِاَعْلٰی مَکَّۃَ، فَدَخَلْتُ وَ لَمْ اُسَلِّمْ، فَقَالَ: ارْجِعْ، فَقُلْ: اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ۔ الخ (۱۰)

۱۳۲- ''ایک مرتبہ آپؐ حضرت سعد بن عبادہ کے ہاں گئے اور السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہہ کر دو دفعہ اجازت طلب کی، مگر اندر سے جواب نہ آیا، تیسری مرتبہ جواب نہ ملنے پر آپؐ واپس ہو گئے۔ حضرت سعد اندر سے دوڑ کر آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ

---

(۱) ابوداؤد کی رائے ہے کہ یہ واقعہ صفوان بن امیہ کے دائرہ اسلام میں داخل ہونے کے بعد کا ہے عمرو کہتے ہیں یہ سارا واقعہ مجھے صفوان بن امیہ نے بیان کیا مگر اس نے کلدہ بن حنبل سے سماع کا ذکر نہیں کیا۔

میں آپؐ کی آواز سن رہا تھا، مگر میرا جی چاہتا تھا کہ آپ کی زبان مبارک سے میرے لیے جتنی بار بھی سلام و رحمت کی دعا نکل جائے اچھا ہے۔ اس لیے میں بہت آہستہ آہستہ جواب دیتا رہا۔"

تخریج: حَدَّثَنَا هِشَامُ اَبُوْ مَرْوَانَ وَ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى، المعنى، قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى، ثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ، ثَنَا الْاَوْزَاعِيُّ، قَالَ: سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ اَبِىْ كَثِيْرٍ يَقُوْلُ: حَدَّثَنِىْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَسْعَدَ بْنِ زُرَارَةَ، عَنْ قَيْسِ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ: زَارَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِىْ مَنْزِلِنَا، فَقَالَ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ، فَرَدَّ سَعْدٌ رَدًّا خَفِيًّا، قَالَ قَيْسٌ: فَقُلْتُ: أَلَا تَاْذَنُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ؟ فَقَالَ: ذَرْهُ يُكْثِرْ عَلَيْنَا مِنَ السَّلَامِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ، فَرَدَّ سَعْدٌ رَدًّا خَفِيًّا، ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ، ثُمَّ رَجَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَاتَّبَعَهُ سَعْدٌ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنِّىْ كُنْتُ اَسْمَعُ تَسْلِيْمَكَ وَ اَرُدُّ عَلَيْكَ رَدًّا خَفِيًّا لِتُكْثِرَ عَلَيْنَا مِنَ السَّلَامِ۔ الحديث (۱۱)

۱۳۳– "احادیث بالا کی رو سے اجازت لینے کے لیے حضور ﷺ نے زیادہ سے زیادہ تین مرتبہ پکارنے کی حد مقرر فرمادی اور فرمایا کہ اگر تیسری مرتبہ پکارنے پر بھی جواب نہ آئے تو واپس ہو جاؤ۔" (بخاری و مسلم)

تخریج: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ خُصَيْفَةَ، عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيْدٍ، عَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِىِّ قَالَ: كُنْتُ فِىْ مَجْلِسٍ مِنْ مَجَالِسِ الْاَنْصَارِ اِذْ جَاءَ اَبُوْ مُوْسٰى كَاَنَّهُ مَذْعُوْرٌ، فَقَالَ: اسْتَاْذَنْتُ عَلٰى عُمَرَ ثَلَاثًا، فَلَمْ يُؤْذَنْ لِىْ، فَرَجَعْتُ، وَ قَالَ: مَا مَنَعَكَ؟ قُلْتُ: اسْتَاْذَنْتُ ثَلَاثًا، فَلَمْ يُؤْذَنْ لِىْ، فَرَجَعْتُ، وَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اِذَا اسْتَاْذَنَ اَحَدُكُمْ ثَلَاثًا، فَلَمْ يُؤْذَنْ لَهُ، فَلْيَرْجِعْ فَقَالَ: وَاللّٰهِ! لَتُقِيْمَنَّ عَلَيْهِ بَيِّنَةً أَمِنْكُمْ اَحَدٌ سَمِعَهُ مِنَ النَّبِىِّ ﷺ، قَالَ اُبَىُّ بْنُ كَعْبٍ وَاللّٰهِ! لَا يَقُوْمُ مَعَكَ اِلَّا اَصْغَرُ الْقَوْمِ، فَكُنْتُ اَصْغَرَ الْقَوْمِ، فَقُمْتُ مَعَهُ، فَاَخْبَرْتُ عُمَرَ اَنَّ النَّبِىَّ ﷺ قَالَ ذٰلِكَ۔ (۱۲)

۱۳۴– یہی حضور ﷺ کا اپنا طریقہ تھا۔ یہ تین مرتبہ پکارنا پے در پے نہ ہونا چاہیے بلکہ ذرا ٹھہر ٹھہر کر پکارنا چاہیے تا کہ صاحب خانہ کو اگر کوئی مشغولیت جواب دینے میں مانع ہو تو اسے فارغ ہونے کا موقع مل جائے۔ استیذان کا صحیح طریقہ یہ تھا کہ آدمی اپنا نام بتا کر اجازت طلب کرے۔ "حضرت عمرؓ کے متعلق روایت ہے کہ وہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو عرض کرتے اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، أَيَدْخُلُ عُمَرُ۔ (ابوداؤد)

تخریج: حَدَّثَنَا عَبَّاسُ الْعَنْبَرِىُّ، ثَنَا اَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ، ثَنَا حَسَنُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ عُمَرَ، اَنَّهُ اَتَى النَّبِىَّ ﷺ وَ هُوَ فِىْ مَشْرُبَةٍ، فَقَالَ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ، أَيَدْخُلُ عُمَرُ؟ (۱۳)

تشریح: جاہلیت میں اہل عرب کا طریقہ یہ تھا کہ وہ **حییتم صباحاً حییتم مساءً** کہتے ہوئے بے تکلف ایک دوسرے کے گھر میں گھس جاتے تھے اور بسا اوقات گھر والوں پر اور ان کی عورتوں پر نادیدنی حالت میں نگاہیں پڑ جاتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی اصلاح کے لیے یہ اصول مقرر کیا کہ ہر شخص کو اپنے رہنے کی جگہ میں تخلیے (Privacy) کا حق حاصل ہے اور کسی دوسرے شخص کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اس کے تخلیے میں اس کی مرضی اور اجازت کے بغیر خلل انداز ہو۔ قرآن حکیم میں فرمان ربانی ہے کہ "اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو جب تک کہ گھر والوں کی رضا نہ لے لو اور گھر والوں پر سلام نہ بھیج لو، یہ طریقہ تمہارے لیے بہتر ہے، توقع ہے کہ تم اس کا خیال رکھو گے۔ پھر اگر وہاں کسی کو نہ پاؤ تو داخل نہ ہو جب تک کہ تم کو اجازت نہ دے دی جائے اور اگر تم سے کہا جائے کہ واپس چلے جاؤ تو واپس ہو جاؤ۔ یہ تمہارے لیے زیادہ پاکیزہ طریقہ ہے۔"

احادیث بالا سے ان آداب وقواعد کی وضاحت ہوتی ہے جو حضور ﷺ نے معاشرے میں حکم ربانی آنے کے بعد جاری فرمائے۔

حضور ﷺ نے تخلیے کے حق کو صرف گھروں میں داخل ہونے کے سوال تک محدود نہیں رکھا بلکہ اسے ایک عام حق قرار دیا۔ جس کی رو سے دوسرے کے گھر میں جھانکنا، باہر سے نگاہ ڈالنا، حتیٰ کہ دوسرے کا خط اس کی اجازت کے بغیر پڑھنا بھی ممنوع ہے۔

حضور ﷺ کا اپنا قاعدہ یہ تھا کہ جب کسی کے ہاں تشریف لے جاتے تو دروازے کے عین سامنے کھڑے نہ ہوتے کیوں کہ اس زمانے میں گھروں کے دروازوں پر پردے نہ لٹکائے جاتے تھے۔ آپ دروازے کے دائیں یا بائیں کھڑے ہو کر اجازت طلب فرمایا کرتے تھے۔

حضور ﷺ نے مندرجہ بالا احادیث میں گھر میں جھانکنے والے کی آنکھ پھوڑ دینے کی اجازت دی ہے۔ امام شافعیؒ نے اس ارشاد کو بالکل لفظی معنوں میں لیا ہے اور وہ جھانکنے والوں کی آنکھ پھوڑ دینے کو جائز رکھتے ہیں۔ لیکن حنفیہ اس کا مطلب یہ لیتے ہیں کہ یہ حکم محض نگاہ ڈالنے کی صورت میں نہیں ہے بلکہ اس صورت میں ہے جب کہ کوئی شخص گھر میں بلا اجازت گھس آئے اور گھر والوں کے روکنے پر وہ باز نہ آئے اور گھر والے اس کی مزاحمت کریں۔ اس کشمکش یا مزاحمت میں اس کی آنکھ پھوٹ جائے یا کوئی اور عضو ٹوٹ جائے تو گھر والوں پر کوئی مواخذہ نہ ہوگا۔ (احکام القرآن بصاص)

فقہاء نے نگاہ کے ہی حکم میں سماعت کو بھی شامل کیا ہے۔ مثلاً اندھا آدمی اگر بلا اجازت گھس آئے تو اس کی نگاہ نہ پڑے گی، مگر اس کے کان تو گھر والوں کی باتیں بلا اجازت سنیں گے۔ یہ چیز بھی نظر ہی کی طرح تخلیے کے حق میں مداخلت ہے۔

اجازت لینے کا حکم صرف دوسروں کے گھر جانے کی صورت ہی میں نہیں ہے بلکہ خود اپنی ماں بہنوں کے پاس جانے کی صورت میں بھی ہے۔ حضور ﷺ کے اقوال سے یہ بات ثابت ہو رہی ہے اور اس سلسلے میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا قول ہے کہ **علیکم ان تستاذنوا علی امھاتکم و اخواتکم** اپنی ماں بہنوں کے پاس بھی جاؤ تو اجازت لے کر جاؤ۔ بلکہ ابن مسعودؓ تو کہتے ہیں کہ اپنے گھر میں اپنی بیوی کے پاس جاتے وقت بھی آدمی کو کم از کم کھنکار دینا چاہیے۔ ان کی بیوی زینب کی روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود جب کبھی گھر آنے لگتے تو پہلے کوئی ایسی آواز پیدا کر دیتے تھے جس سے معلوم ہو جائے کہ وہ آ رہے ہیں۔ وہ اسے پسند نہ کرتے تھے کہ اچانک گھر میں آن کھڑے ہوں۔ (ابن جریر)

جن عورتوں کے شوہر گھر پر موجود نہ ہوں ان سے تنہائی میں ملاقات کی ممانعت

۱۳۵- حضرت جابر بن عبداللہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

لَا تَلِجُوا عَلَى الْمُغِيبَاتِ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِي مِنْ أَحَدِكُمْ مَجْرَى الدَّمِ۔

''جن عورتوں کے شوہر باہر گئے ہوئے ہوں ان کے پاس نہ جاؤ، کیوں کہ شیطان تم میں سے ایک شخص کے اندر خون کی طرح گردش کر رہا ہے۔''

تخریج: حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، نَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، عَنْ مُجَالِدٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ جَابِرٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، لَا تَلِجُوا عَلَى الْمُغِيبَاتِ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِي مِنْ أَحَدِكُمْ مَجْرَى الدَّمِ۔ الحديث (١٤)

اس کی مؤیدات

۱۳۶- مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا يَخْلُوَنَّ بِامْرَأَةٍ لَيْسَ مَعَهَا ذُو مَحْرَمٍ مِنْهَا فَإِنَّ ثَالِثَهُمَا الشَّيْطَانُ۔

''جو شخص اللہ اور روز آخر پر ایمان رکھتا ہو، وہ کبھی کسی عورت سے تنہائی میں نہ ملے جب تک کہ اس کے ساتھ اس عورت کا کوئی محرم نہ ہو، کیوں کہ تیسرا اس وقت شیطان ہوتا ہے۔''

تخریج: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، حَدَّثَنِي أَبِي، ثَنَا يَحْيَى بْنُ إِسْحَاقَ، أَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ لَا يَدْخُلِ الْحَمَّامَ إِلَّا بِمِئْزَرٍ، وَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا يُدْخِلْ حَلِيلَتَهُ الْحَمَّامَ۔ وَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا يَقْعُدْ عَلٰى مَائِدَةٍ يُشْرَبُ عَلَيْهَا الْخَمْرُ۔ وَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا يَخْلُوَنَّ بِامْرَأَةٍ لَيْسَ مَعَهَا ذُو مَحْرَمٍ مِنْهَا فَإِنَّ ثَالِثَهُمَا الشَّيْطَانُ۔ (١٥)

ترجمہ: جابر بن عبداللہ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اللہ اور روز آخر پر ایمان رکھتا ہو، وہ کبھی بغیر ازار کے حمام میں داخل نہ ہو، اور جو شخص اللہ اور روز آخر پر ایمان رکھتا ہو، وہ اپنی اہلیہ کو کبھی حمام میں داخل نہ کرے۔ اور جو شخص اللہ اور روز آخر پر ایمان رکھتا ہو، وہ ایسے دستر خوان پر نہ بیٹھے جس پر شراب پی جا رہی ہو، اور جو شخص اللہ اور روز آخر پر ایمان رکھتا ہو، وہ کسی عورت سے خلوت میں ملاقات نہ کرے تا وقتیکہ اس کے ساتھ اس خاتون کا کوئی محرم نہ ہو، کیوں کہ، تیسرا اس وقت شیطان ہوتا ہے۔

آپ کا اعلیٰ اخلاقی کردار

۱۳۷- ایک دفعہ آپ حضرت صفیہؓ کے ساتھ اِن کے مکان کی طرف جا رہے تھے، راستے میں دو انصاری پاس سے

گزرے۔ آپ نے ان کو روک کر ان سے فرمایا: یہ میرے ساتھ میری بیوی صفیہ ہیں۔ انہوں نے عرض کیا، سبحان اللہ، یا رسول اللہ، بھلا آپ کے متعلق بھی کوئی بدگمانی ہوسکتی ہے، فرمایا شیطان آدمی کے اندر خون کی طرح گردش کرتا ہے، مجھے اندیشہ ہوا کہیں وہ تمہارے دل میں کوئی برا گمان نہ ڈال دے۔ (ابوداؤد)

تخریج: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ شَبُّوْبَةَ الْمَرْوَزِیُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِیِّ، عَنْ عَلِیِّ بْنِ حُسَیْنٍ، عَنْ صَفِیَّةَ، قَالَتْ: کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مُعْتَکِفًا فَاَتَیْتُهٗ اَزُوْرُهٗ لَیْلًا۔ فَحَدَّثْتُهٗ، ثُمَّ قُمْتُ، فَانْقَلَبْتُ، فَقَامَ مَعِیَ لِیَقْلِبَنِیْ، وَکَانَ مَسْکَنُهَا فِیْ دَارِ اُسَامَةَ بْنِ زَیْدٍ، فَمَرَّ رَجُلَانِ مِنَ الْاَنْصَارِ، فَلَمَّا رَاَیَا النَّبِیَّ ﷺ اَسْرَعَا، فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ: عَلٰی رِسْلِکُمَا اِنَّهَا صَفِیَّةُ بِنْتُ حُیَیٍّ۔ قَالَا: سُبْحَانَ اللّٰهِ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ: اِنَّ الشَّیْطَانَ یَجْرِیْ مِنَ الْاِنْسَانِ مَجْرَی الدَّمِ فَخَشِیْتُ اَنْ یَّقْذِفَ فِیْ قُلُوْبِکُمَا شَیْئًا اَوْ قَالَ: شَرًّا۔ (١٦)

آپ نے عورتوں سے بیعت کس طرح لی

۱۳۸– (حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ) ''نبی ﷺ کا ہاتھ کبھی کسی غیر محرم عورت کے جسم کو نہیں چھوا۔ آپؐ عورت سے صرف زبانی عہد لیتے اور جب وہ عہد کرچکتی تھی، تو فرماتے جاؤ بس تمہاری بیعت ہوگئی۔'' (ابوداؤد)

تخریج: ﴿۱﴾ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، ثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنِیْ مَالِکٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، اَنَّ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا اَخْبَرَتْهُ عَنْ بَیْعَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ (ﷺ) النِّسَآءَ قَالَتْ: مَا مَسَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَدَ امْرَاَةٍ قَطُّ اِلَّا اَنْ یَّاْخُذَ عَلَیْهَا، فَاِذَا اَخَذَ عَلَیْهَا، فَاَعْطَتْهُ، قَالَ: اِذْهَبِیْ فَقَدْ بَایَعْتُکِ۔ (١٧)

﴿۲﴾ عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: کَانَ النَّبِیُّ ﷺ یُبَایِعُ النِّسَآءَ بِالْکَلَامِ بِهٰذِهِ الْاٰیَةِ۔ لَا تُشْرِکُوْا بِاللّٰهِ شَیْئًا، قَالَتْ: وَمَا مَسَّتْ یَدُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ یَدَ امْرَاَةٍ اِلَّا امْرَاَةً یَمْلِکُهَا۔ (١٨)

امام بخاری نے کتاب الطلاق میں جمع کے صیغہ سے ایک روایت نقل کی ہے:

﴿۳﴾ اَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِیِّ ﷺ، قَالَتْ: کَانَتِ الْمُؤْمِنَاتُ اِذَا هَاجَرْنَ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ یَمْتَحِنُهُنَّ بِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا جَآءَکُمُ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ، فَامْتَحِنُوْهُنَّ اِلٰی اٰخِرِ الْاٰیَةِ قَالَتْ عَائِشَةُ: فَمَنْ اَقَرَّ بِهٰذَا الشَّرْطِ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ فَقَدْ اَقَرَّ بِالْمِحْنَةِ، فَکَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا اَقْرَرْنَ بِذٰلِكَ مِنْ قَوْلِهِنَّ، قَالَ لَهُنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اِنْطَلِقْنَ فَقَدْ

بَایَعْتُکُنَّ، لَا وَاللّٰہِ مَا مَسَّتْ یَدُ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ یَدَ امْرَأَۃٍ قَطُّ غَیْرَ اَنَّہٗ بَایَعَھُنَّ بِالْکَلَامِ وَاللّٰہِ مَا اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ عَلَی النِّسَآءِ اِلَّا بِمَا اَمَرَہُ اللّٰہُ یَقُوْلُ لَھُنَّ اِذَا اَخَذْنَ عَلَیْھِنَّ قَدْ بَایَعْتُکُنَّ کَلَامًا۔ (۱۹)

ذی محرم کی عدم معیت میں کسی عورت کے لیے تنہا سفر کی ممانعت

۱۳۹- لَا یَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَۃٍ اِلَّا وَ مَعَھَا ذُوْ مَحْرَمٍ، وَلَا تُسَافِرُ الْمَرْأَۃَ اِلَّا مَعَ ذِیْ مَحْرَمٍ۔

(ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ) ''حضور ﷺ نے خطبہ میں فرمایا کہ کوئی مرد کسی عورت سے خلوت میں نہ ملے، جب تک کہ اس کے ساتھ اس کا کوئی محرم نہ ہو اور کوئی عورت سفر نہ کرے، جب تک کہ اس کا کوئی محرم اس کے ساتھ نہ ہو۔''

تخریج:⟨ا⟩ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ وَ زُھَیْرُ بْنُ حَرْبٍ کِلَاھُمَا عَنْ سُفْیَانَ، قَالَ اَبُوْ بَکْرٍ! نَا سُفْیَانُ بْنُ عُیَیْنَۃَ، قَالَ: نَا عَمْرُو بْنُ دِیْنَارٍ، عَنْ اَبِیْ مَعْبَدٍ، سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ، یَقُوْلُ: سَمِعْتُ النَّبِیَّ ﷺ یَخْطُبُ یَقُوْلُ: لَا یَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَۃٍ اِلَّا وَ مَعَھَا ذُوْ مَحْرَمٍ، وَلَا تُسَافِرُ الْمَرْأَۃُ اِلَّا مَعَ ذِیْ مَحْرَمٍ۔ فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ امْرَأَتِیْ خَرَجَتْ حَاجَّۃً وَ اِنِّیْ اکْتُتِبْتُ فِیْ غَزْوَۃِ کَذَا وَ کَذَا قَالَ: انْطَلِقْ فَحُجَّ مَعَ امْرَأَتِکَ۔ (۲۰)

امام مسلم نے اس سلسلے میں چند روایتیں اور بھی نقل کی ہیں:

(۱) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ: لَا یَحِلُّ لِاِمْرَأَۃٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ تُسَافِرُ مَسِیْرَۃَ یَوْمٍ وَ لَیْلَۃٍ اِلَّا مَعَ ذِیْ مَحْرَمٍ عَلَیْھَا۔

(۲) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لَا یَحِلُّ لِاِمْرَأَۃٍ اَنْ تُسَافِرَ ثَلَاثًا اِلَّا وَ مَعَھَا ذُوْ مَحْرَمٍ مِنْھَا۔

(۳) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ، عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: لَا یَحِلُّ لِاِمْرَأَۃٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ تُسَافِرُ مَسِیْرَۃَ یَوْمٍ اِلَّا مَعَ ذِیْ مَحْرَمٍ۔

(۴) اَنَّ اَبَا ھُرَیْرَۃَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لَا یَحِلُّ لِاِمْرَأَۃٍ مُسْلِمَۃٍ تُسَافِرُ مَسِیْرَۃَ لَیْلَۃٍ اِلَّا وَ مَعَھَا رَجُلٌ ذُوْ حُرْمَۃٍ مِنْھَا۔

(۵) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ اَنَّ نَبِیَّ اللّٰہِ ﷺ قَالَ: لَا تُسَافِرُ امْرَأَۃٌ فَوْقَ ثَلَاثِ لَیَالٍ اِلَّا مَعَ ذِیْ مَحْرَمٍ۔

کثیر فرماتے ھیں۔ و روی ھذا مرفوعاً عن ابن عمر، و حذیفة، و عائشة رضی الله عنھم، و لکن فی اسانیدھا ضعف الا انھا فی الترغیب، و مثله یتسامح فیه۔

(۲۸) ابو داؤد ج ۲، کتاب المناسك (الحج)۔ باب صفة حجة النبی ﷺ۔

(۲۹) بخاری ج ۱ ابواب العمرة باب حج المرأة عن الرجل۔

(۳۰) مسلم ج ۱، کتاب الایمان، باب خصال المنافق☆ بخاری ج ۱ کتاب الایمان باب علامة المنافق☆ بخاری ج ۱، کتاب الشھادات، باب من امر بانجاز الوعد الخ۔ بخاری نے اس صفحہ پر اٰیة المنافق ثلاث کے بعد اذا حدث کذب و اذا اؤتمن خان و اذا وعد اخلف نقل کیا ھے☆ ترمذی ج ۲، ابواب الایمان، باب ماجاء فی علامة المنافق☆ نسائی ج ۸ کتاب الایمان باب علامة المنافق☆مسلم نے و ان صام و صلی و زعم انه مسلم بھی نقل کیا ھے☆ مسند احمد ج ۲ ص ۲۹۷اس صفحہ پر ثلاث فی المنافق سے آغاز کیا گیا ھے۔ ☆ شعب الایمان للبیھقی ج ٤۔

(۳۱) بخاری ج ۱ کتاب الایمان، باب علامة المنافق☆ مسلم ج ۱ کتاب الایمان، باب خصال المنافق۔ مسلم نے خصلة کی جگہ خلة نقل کیا ھے۔ نیز بخاری کتاب المظالم ج ۱ پر باب اذا خاصم فجر کے تحت بھی مذکور ھے۔☆ ترمذی ج ۲ ابواب الایمان باب ماجاء فی علامة المنافق☆ نسائی ج ۸، کتاب الایمان، باب علامة المنافق☆ مسند احمد ج ۲ ص ۱۸۹۔

(۳۲) بخاری ج ۲ کتاب الادب، باب الوصاء ة بالجار الخ۔ اور عن عائشة☆ مسلم ج ۲ کتاب البر والصلة، باب الوصیة بالجار والاحسان الیه☆ ابو داؤد ج ٤۔ کتاب الادب، باب فی حق الجوار۔ عن عائشة☆ ترمذی ج ۲ ابواب البر والصلة، باب ماجاء فی حق الجوار☆ ابن ماجه کتاب الادب، باب ٤ فی حق الجوار☆مسند احمد ج ۲ص ۸۵، ۱۶۰، ۲۵۹-ج٦،ص ۵۲، ۹۱، ۱۲۵، ۱۸۷☆ مشکوٰة المصابیح باب الشفقة والرحمة علی الخلق☆شعب الایمان للبیھقی ج ۷۔

(۳۳) شعب الایمان للبیھقی ج۵☆ مجمع الزوائد ج۸☆طبرانی ج ۱۲☆ کنز العمال حدیث نمبر ۲٤۹۰٤ ☆خطیب بغدادی ج ۱۰☆ صحیحه للالبانی ۱٤۹☆ ترغیب التھذیب ج ۳ ☆مشکوٰة باب الشفقة والرحمة علی الخلق۔

(۳٤) مسند احمد ج ۲ ص ٤٤۰☆ شعب الایمان للبیھقی ج ۷☆ مشکوٰة المصابیح، مشکوٰة میں یذکر کی جگہ تذکر ھے۔ سوید بن عبد العزیز و عثمان بن عطاء و ابوہ ضعفاء غیر انھم غیر متھمین بالوضع۔

(۳۵) شعب الایمان للبیھقی ج ۷۔

(۳٦) ابن ماجه۔ کتاب الزھد باب الثناء الحسن☆ مشکوٰة المصابیح باب الشفقة والرحمة علی الخلق☆شعب الایمان ج ۷۔ ھذا حدیث حسن غریب و ابو عبد الرحمن الحبلی اسمه عبد الله بن یزید۔

(۳۷) ترمذی ج ۲ ابواب البر والصلة، باب ماجاء فی حق الجوار☆ شعب الایمان للبیھقی ج ۷۔

(۳۸) ابو داؤد ج ٤، کتاب اللباس، باب فی العبد ینظر الی شعر مولاته۔

(۳۹) ابو داؤد ج ٤، کتاب العتق، باب فی المکاتب یؤدی بعض کتابته فیعجز او یموت☆ ابن ماجه کتاب العتق۔ باب المکاتب عن ام سلمة۔ قال السندی: ذکر البیھقی عن الشافعی ما یدل علی ان الحدیث لا یخلو من ضعف،

لان راویه نبهان☆ السنن الکبریٰ للبیهقی ج ۱۰ کتاب المکاتب، باب الحدیث الذی روی فی الاحتجاب عن المکاتب اذا کان عنده ما یؤدی۔

(٤٠) ترمذی ج ۲، ابواب التفسیر۔ الحجرات☆ ابن ابی حاتم۔ بحواله تفسیر ابن کثیر ج ٤ الحجرات☆ ابو داؤد ج ٤ کتاب الادب، باب فی التفاخر بالاحساب۔ عن ابی هریرة۔ ابو داؤد میں انتم بنو ادم، و ادم من تراب ہے☆ ابو بکر البزار نے اپنی مسند میں حضرت حذیفه سے کلکم بنو ادم و ادم خلق من تراب سے روایت کا آغاز کیا ہے اور صرف و لینتهین قوم یفخرون بابائهم نقل کیا ہے۔☆تاریخ بغداد از خطیب بغدادی ج٦ عن ابی هریرة ☆شعب الایمان للبیهقی ج ٤ عن ابن عمر۔ هذا حدیث غریب۔ لا نعرفه من حدیث عبد اللّٰه بن دینار عن ابن عمر الا من هذا الوجه، و عبد اللّٰه بن جعفر یضعف ضعفه یحیٰی بن معین وغیره و هو والد علی بن مدینی و فی الباب عن ابی هریرة و عبد اللّٰه بن عباس۔

(٤١) مسند احمد ج ٥ ص ٤١١، عن رجل من اصحاب النبی ﷺ۔☆ المصنف لعبد الرزاق ج ۲ اس میں ہے یایها الناس انا خلقنکم من ذکر و انثی۔ الایة کے تحت فلیس لعربی علی اعجمی فضل، ولا لعجمی علی عربی فضل، ولا لاسود علی ابیض فضل، ولا لابیض علی اسود فضل الا بالتقوی۔الخ☆شعب الایمان ج ٤ عن جابر بن عبد الله۔

(٤٢) ابو بکر البزار فی مسنده۔ بحواله تفسیر ابن کثیر ج ٤ الحجرات: ۱۳

(٤٣) تفسیر ابن جریر ج ۱۰ پ ۲٦۔ الحجرات۔

(٤٤) مسلم ج۲ کتاب البر والصلة۔ باب تحریم ظلم المسلم☆مسلم نے ایك روایت میں ان الله لا ینظر الی اجسادکم ولا الی صورکم ولکن ینظر الی قلوبکم۔ الخ بھی ذکر کیا ہے۔☆ابن ماجه کتاب الزهد باب القناعة☆مسلم نے ایك روایت میں ان الله لا ینظر الی اجسادکم ولا الی صورکم ولکن ینظر الی قلوبکم۔ الخ بھی ذکر کیا ہے۔ ☆مسند احمد ج۲ص ۲۸۵ عن ابی هریرة۔ مسند احمد میں مسلم کی پهلی روایت والے الفاظ سے منقول ہے۔☆تفسیر ابن کثیر ج ٤، الحجرات۔

---

(٦) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیّ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لَا تُسَافِرُ امْرَأَۃٌ ثَلَاثًا اِلَّا مَعَ ذِیْ مَحْرَمٍ۔

(٧) قَالَ اَبُوْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیّ: سَمِعْتُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ اَرْبَعًا فَاَعْجَبْنِیْ وَ اٰیَقْنَنِیْ نَھٰی اَنْ تُسَافِرَ الْمَرْأَۃُ مَسِیْرَۃَ یَوْمَیْنِ اِلَّا وَ مَعَھَا زَوْجُھَا اَوْ ذُوْ مَحْرَمٍ۔

قَالَ: سَمِعْتُہٗ یَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لَا تَشُدُّوا الرِّحَالَ اِلَّا اِلٰی ثَلَاثَۃِ مَسَاجِدَ: مَسْجِدِیْ ھٰذَا، وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَالْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی، وَ سَمِعْتُہٗ یَقُوْلُ: لَا تُسَافِرُ الْمَرْأَۃُ یَوْمَیْنِ مِنَ الدَّھْرِ اِلَّا وَ مَعَھَا ذُوْ مَحْرَمٍ مِنْھَا اَوْ زَوْجُھَا۔

(٨) عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: لَا یَحِلُّ لِامْرَأَۃٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ تُسَافِرُ مَسِیْرَۃَ ثَلَاثِ لَیَالٍ اِلَّا وَ مَعَھَا ذُوْ مَحْرَمٍ۔

(٩) عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ: لَا تُسَافِرُ الْمَرْأَۃُ ثَلَاثًا اِلَّا وَ مَعَھَا ذُوْ مَحْرَمٍ۔(٢١)

حواسِ انسانی کی زنا

۱۴۰— ’’حضور ﷺ نے فرمایا آدمی اپنے تمام حواس سے زنا کرتا ہے، دیکھنا آنکھوں کی زنا ہے۔ لگاوٹ کی بات چیت زبان کی زنا ہے۔ آواز سے لذت لینا کانوں کی زنا ہے۔ ہاتھ لگانا اور ناجائز مقصد کے لیے چلنا ہاتھ پاؤں کی زنا ہے۔ بدکاری کی یہ ساری تمہیدیں جب پوری ہو چکی ہیں تب شرمگاہیں یا تو اس کی تکمیل کر دیتی ہیں یا تکمیل کرنے سے رہ جاتی ہیں۔‘‘
(بخاری، مسلم، ابوداؤد)

تخریج: حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ، اَنَا اَبُوْ ھِشَامِ الْمَخْزُوْمِیُّ، نَا وُھَیْبٌ، نَا سُھَیْلُ بْنُ اَبِیْ صَالِحٍ، عَنْ اَبِیْہِ، عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ، عَنِ النَّبِیِّ ﷺ، قَالَ: کُتِبَ عَلَی ابْنِ اٰدَمَ نَصِیْبُہٗ مِنَ الزِّنَا، مُدْرِکٌ ذٰلِکَ لَا مَحَالَۃَ، فَالْعَیْنَانِ زِنَاھُمَا النَّظَرُ، وَالْاُذُنَانِ زِنَاھُمَا الْاِسْتِمَاعُ وَاللِّسَانُ زِنَاہُ الْکَلَامُ، وَالْیَدُ زِنَاھُمَا الْبَطْشُ، وَالرِّجْلُ زِنَاھَا الْخُطٰی، وَالْقَلْبُ یَھْوِیْ وَ یَتَمَنّٰی وَ یُصَدِّقُ ذٰلِکَ الْفَرْجُ وَ یُکَذِّبُہٗ۔(٢٢)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہر ابن آدم کے حصہ میں زنا کا حصہ لکھ دیا گیا ہے لامحالہ اسے یہ پا کر رہے گا۔ آنکھوں کی زنا دیکھنا ہے۔ آواز سے لذت لینا کانوں کی زنا ہے۔ لگاوٹ کی بات چیت زبان کی زنا ہے ہاتھ لگانا ہاتھ کی زنا ہے اور (ناجائز) مقصد کے لیے چلنا پاؤں کی زنا ہے۔ (جب بدکاری کی یہ ساری تمہیدیں پوری ہو چکتی ہیں) تو دل میں خواہش و تمنا پیدا ہوتی ہے تب شرم گاہ اس کی تصدیق کرتی ہے یا تکذیب۔ (اس فعل کو مکمل کر دیتی ہے یا اسے مکمل کرنے سے رہ جاتی ہے۔)

۱۴۱- یَا عَلِیُّ لَا تُتبِعِ النَّظْرَۃَ النَّظْرَۃَ فَاِنَّ لَکَ الْاُوْلٰی وَ لَیْسَتْ لَکَ الْاٰخِرَۃُ۔

''اے علی ایک نظر کے بعد دوسری نظر نہ ڈالنا۔ پہلی نظر تو معاف ہے مگر دوسری معاف نہیں۔'' (احمد، ترمذی، ابوداؤد، نسائی)

تخریج: حَدَّثَنَا اِسْمَاعِیْلُ بْنُ مُوْسَی الْفَزَارِیُّ، اَخْبَرَنَا شَرِیْکٌ، عَنْ اَبِیْ رَبِیْعَۃَ الْاِیَادِیِّ، عَنِ ابْنِ بُرَیْدَۃَ، عَنْ اَبِیْہِ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ، یَا عَلِیُّ! لَا تُتْبِعِ النَّظْرَۃَ النَّظْرَۃَ، فَاِنَّ لَکَ الْاُوْلٰی وَ لَیْسَتْ لَکَ الْاٰخِرَۃُ۔ (۲۳)

۱۴۲- ''حضرت جریر بن عبداللہ بجلی کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا اچانک نگاہ پڑ جائے تو کیا کروں فرمایا فوراً نگاہ پھیر لو یا نیچی کرلو۔'' (مسلم، احمد، ترمذی، ابوداؤد، نسائی)

تخریج: حَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ بْنُ سَعِیْدٍ، قَالَ: نَا یَزِیْدُ بْنُ زُرَیْعٍ ح قَالَ وَ ثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ، قَالَ: نَا اِسْمَاعِیْلُ بْنُ عُلَیَّۃَ کِلَاھُمَا عَنْ یُوْنُسَ ح قَالَ وَ حَدَّثَنِیْ زُھَیْرُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ: نَا ھُشَیْمٌ قَالَ: اَنَا یُوْنُسُ عَنْ عَمْرِو بْنِ سَعِیْدٍ، عَنْ اَبِیْ زُرْعَۃَ، عَنْ جَرِیْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ، قَالَ: سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ عَنْ نَظْرَۃِ الْفُجَاءَۃِ فَاَمَرَنِیْ اَنْ اَصْرِفَ بَصَرِیْ۔ (۲۴)

۱۴۳- حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اِنَّ النَّظَرَ سَھْمٌ مِنْ سِھَامِ اِبْلِیْسَ مَسْمُوْمٌ، مَنْ تَرَکَھَا مَخَافَتِیْ اَبْدَلْتُہٗ اِیْمَاناً یَجِدُ حَلَاوَۃَ فِیْ قَلْبِہٖ۔ (حدیث قدسی)

''نگاہ ابلیس کے زہریلے تیروں میں سے ایک تیر ہے، جو شخص مجھ سے ڈر کر اس کو چھوڑ دے گا۔ میں اس کے بدلے اسے ایسا ایمان دوں گا کہ جس کی حلاوت وہ اپنے دل میں پائے گا۔'' (طبرانی)

تخریج:⟨ا⟩ قَالَ الطَّبَرَانِیُّ: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ زُھَیْرٍ التَّسْتَرِیُّ، قَالَ: قَرَأْنَا عَلِیُّ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَفْصِ بْنِ عُمَرَ الضَّرِیْرُ الْمُقْرِیْ حَدَّثَنَا یَحْیَ بْنُ اَبِیْ بُکَیْرٍ، حَدَّثَنَا حُرَیْمُ بْنُ سُفْیَانَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اِسْحَاقَ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِیْہِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: اِنَّ النَّظَرَ سَھْمٌ مِنْ سِھَامِ اِبْلِیْسَ مَسْمُوْمٌ مَنْ تَرَکَھَا مَخَافَتِیْ، اَبْدَلْتُہٗ اِیْمَانًا یَجِدُ حَلَاوَتَہٗ فِیْ قَلْبِہٖ۔ (۲۵)

کنز العمال نے ص ۳۲۹ پر یہ بھی نقل کیا ہے کہ:

اَلنَّظْرُ سَھْمٌ مِنْ سِھَامِ اِبْلِیْسَ مَسْمُوْمَۃٌ فَمَنْ تَرَکَھَا مِنْ خَوْفِ اللّٰہِ اَثَابَہُ اللّٰہُ اِیْمَانًا یَجِدُ حَلَاوَتَہٗ فِیْ قَلْبِہٖ۔

ترجمہ: جس مسلمان کی نگاہ کسی عورت کے حسن و جمال پر پڑے۔ پھر وہ اپنی نگاہ ہٹالے تو اللہ تعالیٰ اس کی عبادت میں ایسا لطف اور حلاوت پیدا فرما دیتا ہے جسے وہ اپنے دل میں محسوس کرتا ہے۔

﴿۲﴾ اِنَّ الْمَرْأَةَ سَهْمٌ مِنْ سِهَامِ اِبْلِيْسَ فَمَنْ رَاٰى اِمْرَأَةً ذَاتَ جَمَالٍ، فَغَضَّ بَصَرَهٗ عَنْهَا ابْتِغَاءَ مَرْضَاةِ اللّٰهِ، اَعْقَبَهُ اللّٰهُ عِبَادَةً يَجِدُ لَذَّتَهَا۔ (۲۶)

ترجمہ: عورت ابلیس کے زہریلے تیروں میں سے ایک تیر ہے۔ پس جس کی نظر و نگاہ کسی حسین وجمیل عورت پر پڑ جائے اور وہ اللہ کی خوشنودی کی طلب میں اپنی نگاہ ہٹا لے (بچا لے) تو اللہ اسے ایسی عبادت اس کے بدلے میں دے گا جس کی لذت وہ اپنے دل میں پائے گا۔

۱۴۴– مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَنْظُرُ اِلٰى مَحَاسِنِ اِمْرَأَةٍ ثُمَّ يَغُضُّ بَصَرَهٗ اِلَّا اَخْلَفَ اللّٰهُ لَهٗ عِبَادَةً يَجِدُ حَلَاوَتَهَا۔

”جس مسلمان کی نگاہ کسی عورت کے حسن پر پڑے اور وہ نگاہ ہٹا لے تو اللہ اس کی عبادت میں لطف اور لذت پیدا کر دیتا ہے۔“ (مسند احمد)

تخریج: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، حَدَّثَنِيْ اَبِيْ، ثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ اِسْحَاقَ، ثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ وَ عَتَّابٌ، قَالَ: ثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ هُوَ ابْنُ الْمُبَارَكِ، اَنَا يَحْيٰى بْنُ اَيُّوْبَ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ زَحْرٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ يَزِيْدَ، عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَنْظُرُ اِلٰى مَحَاسِنِ الْمَرْأَةِ اَوَّلَ مَرَّةٍ ثُمَّ يَغُضُّ بَصَرَهٗ اِلَّا اَحْدَثَ اللّٰهُ لَهٗ عِبَادَةً يَجِدُ حَلَاوَتَهَا۔ (۲۷)

ترجمہ: حضرت ابوامامہ باہلی سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو مسلمان پہلی مرتبہ کسی عورت کے محاسن پر نگاہ ڈالتا ہے پھر وہ اپنی نگاہ ہٹا لیتا ہے۔ (پھیر لیتا ہے) تو اللہ تعالیٰ اس کی عبادت میں لطف ولذت شیریں پیدا فرما دیتا ہے جسے وہ (اپنے دل میں) پاتا ہے۔

۱۴۵– امام جعفر صادق اپنے والد امام محمد باقر سے اور وہ حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حجۃ الوداع کے موقع پر نبی ﷺ کے چچا زاد بھائی فضل بن عباسؓ (جو اس وقت ایک نوجوان لڑکے تھے) مشعر حرام سے واپسی کے وقت حضور ﷺ کے ساتھ اونٹ پر سوار تھے۔ راستے سے جب عورتیں گزرنے لگیں تو فضل ان کی طرف دیکھنے لگے۔ نبی ﷺ نے ان کے منہ پر ہاتھ رکھا اور اسے دوسری طرف پھیر دیا۔ (ابوداؤد)

تخریج: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ وَ عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ، وَ هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ وَ سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدِّمَشْقِيَانِ، وَ رُبَمَا زَادَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضِ الْكَلِمَةَ وَالشَّيْءَ قَالُوْا: ثَنَا حَاتِمُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ، ثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ اَبِيْهِ، قَالَ: دَخَلْنَا عَلٰى جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، فَلَمَّا انْتَهَيْنَا اِلَيْهِ سَأَلَ عَنِ الْقَوْمِ حَتّٰى انْتَهٰى اِلَيَّ، فَقُلْتُ: اَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ فَاَهْوٰى بِيَدِهٖ اِلٰى رَاْسِيْ فَنَزَعَ زِرِّيَ الْاَعْلٰى ثُمَّ نَزَعَ زِرِّيَ الْاَسْفَلَ، ثُمَّ وَضَعَ كَفَّهٗ بَيْنَ ثَدْيَيَّ، وَ اَنَا يَوْمَئِذٍ غُلَامٌ شَابٌّ، فَقَالَ: مَرْحَبًا بِكَ وَ اَهْلًا يَا ابْنَ اَخِيْ! سَلْ عَمَّا شِئْتَ، فَسَأَلْتُهٗ وَ هُوَ اَعْمٰى... وَ اَرْدَفَ الْفَضْلَ بْنَ عَبَّاسٍ، وَ كَانَ رَجُلًا حَسَنَ الشَّعْرِ اَبْيَضَ وَ

سِیمًا فَلَمَّا دَفَعَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مَرَّ الظُّعُنِ یَجْرِینَ، فَطَفِقَ الْفَضْلُ یَنْظُرُ اِلَیْهِنَّ، فَوَضَعَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ یَدَهٗ عَلٰی وَجْهِ الْفَضْلِ، وَ صَرَفَ الْفَضْلُ وَجْهَهٗ اِلَی الشِّقِّ الْاٰخَرِ، وَ حَوَّلَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ یَدَهٗ اِلَی الشِّقِّ الْاٰخَرِ۔ الحدیث (۲۸)

ترجمہ: امام جعفر اپنے باپ محمد باقر سے روایت کرتے ہیں کہ ہم حضرت جابر بن عبداللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جب ہم ان کے پاس پہنچے تو انہوں نے آنے والوں کے ناموں سے تعارف چاہا (سب نے اپنا تعارف کرایا) حتیٰ کہ میری باری آئی تو انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر میرے سر کی طرف جھکایا اور میری قمیض کا اوپر اور نیچے والا بٹن کھول کر اپنا ہاتھ میرے سینے پر رکھ کر مجھے خوش آمدید کہا کہ بھتیجے تمہارا آنا مبارک ہو۔ پوچھو جو کچھ پوچھنا چاہتے ہو۔ تو میں نے سوال کیا۔ اس وقت وہ بینائی سے محروم ہو چکے تھے... انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فضل بن عباس کو اپنے پیچھے اپنی سواری پر بٹھایا ہوا تھا جب آپ نے کوچ کیا تو راستے میں عورتیں گزرنے لگیں تو فضل ان کی طرف دیکھنے لگے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے منہ پر ہاتھ رکھا اور اسے دوسری طرف پھیر دیا۔

۱۴۶- اسی حجۃ الوداع کا قصہ ہے کہ قبیلۂ خثعم کی ایک عورت راستہ میں حضور ﷺ کو روک کر حج کے متعلق ایک مسئلہ پوچھنے لگی اور فضل بن عباسؓ نے اس پر نگاہیں گاڑ دیں۔ نبی ﷺ نے اس کا منہ پکڑ کر دوسری طرف کر دیا۔ (بخاری، ابوداود، ترمذی)

تخریج: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سُلَیْمَانَ بْنِ یَسَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: کَانَ الْفَضْلُ رَدِیفَ النَّبِیِّ ﷺ، فَجَآءَتْ امْرَاَۃٌ مِنْ خَثْعَمٍ، فَجَعَلَ الْفَضْلُ یَنْظُرُ اِلَیْهَا، وَ تَنْظُرُ اِلَیْهِ، فَجَعَلَ النَّبِیُّ ﷺ یَصْرِفُ وَجْهَ الْفَضْلِ اِلَی الشِّقِّ الْاٰخَرِ۔ (۲۹)

تشریح: آدمی کے لیے یہ بات حلال نہیں ہے کہ وہ اپنی بیوی، یا اپنی محرم خواتین کے علاوہ کسی دوسری عورت کو نگاہ بھر کر دیکھے۔ ایک دفعہ اچانک نظر پڑ جائے تو وہ معاف ہے لیکن یہ معاف نہیں ہے کہ آدمی نے پہلی نظر میں جہاں کوئی کشش محسوس کی ہو وہاں پھر نظر دوڑائے نبی ﷺ نے اس طرح کی دیدہ بازی کو آنکھ کی بدکاری سے تعبیر فرمایا ہے۔

(تفہیم القرآن ج ۳، النور، حاشیہ: ۲۹)

منافق کی نشانیاں

۱۴۷- اٰیَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ (زَادَ مُسْلِمٌ وَ اِنْ صَامَ وَ صَلّٰی وَ زَعَمَ اَنَّهٗ مُسْلِمٌ) اِذَا حَدَّثَ کَذَبَ وَ اِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ وَ اِذَا اُتُمِنَ خَانَ۔ (بخاری و مسلم)

''آپؐ نے فرمایا: منافق کی تین نشانیاں ہیں اگرچہ وہ نماز پڑھتا ہو اور روزہ رکھتا ہو اور مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتا ہو، یہ کہ جب بولے تو جھوٹ بولے، اور جب وعدہ کرے تو اس کی خلاف ورزی کرے اور جب کوئی امانت اس کے سپرد کی جائے تو اس میں خیانت کر گزرے۔''

تخریج: حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ اَیُّوبَ وَ قُتَیْبَةُ بْنُ سَعِیدٍ وَاللَّفْظُ لِیَحْیٰی قَالَا: نَا اِسْمَاعِیلُ بْنُ

جَعْفَرٍ، قَالَ: اَخْبَرَنِی اَبُوْ سُهَيْلٍ، نَافِعُ بْنُ مَالِكِ بْنِ اَبِی عَامِرٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: اٰيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ: اِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَ اِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ وَ اِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ۔ (۳۰)

۱۴۸–اَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ كَانَ مُنَافِقاً خَالِصاً وَ مَنْ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِنْهُنَّ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتّٰى يَدَعَهَا، اِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ، وَ اِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَ اِذَا عَاهَدَ غَدَرَ، وَ اِذَا خَاصَمَ فَجَرَ۔ (بخاری و مسلم)

''آپؐ کا ارشاد ہے کہ چار صفتیں ایسی ہیں کہ جس شخص میں وہ چاروں پائی جائیں وہ خالص منافق ہے، اور جس میں کوئی ایک صفت ان میں سے پائی جائے اس میں نفاق کی ایک خصلت ہے جب تک کہ وہ اسے چھوڑ نہ دے۔ یہ کہ جب امانت اس کے سپرد کی جائے تو اس میں خیانت کرے اور جب بولے تو جھوٹ بولے اور جب عہد کرے تو اس کی خلاف ورزی کر جائے اور جب لڑے تو اخلاق و دیانت کی حدیں توڑ ڈالے۔''

تخریج: حَدَّثَنَا قَبِيْصَةُ بْنُ عُقْبَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُرَّةَ، عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: اَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا، وَ مَنْ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِنْهُنَّ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتّٰى يَدَعَهَا، اِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ، وَ اِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَ اِذَا عَاهَدَ غَدَرَ، وَ اِذَا خَاصَمَ فَجَرَ۔ تابعه شعبة عن الاعمش۔ (۳۱)

تشریح: اس سے واضح ہے کہ ایک سچے مسلمان کے قول اور عمل میں مطابقت ہونی چاہیے جو کچھ کہے اسے کر کے دکھائے اور کرنے کی نیت یا ہمت نہ ہو تو زبان سے بھی نہ نکالے، کہنا کچھ اور کرنا کچھ یہ انسان کی ان بدترین صفات میں سے ہے جو اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں نہایت مبغوض ہیں۔ کجا کہ ایک ایسا شخص اس اخلاقی عیب میں مبتلا ہو جو اللہ پر ایمان رکھنے کا دعویٰ کرتا ہو۔ احادیث بالا کی رو سے وہ شخص مومن نہیں بلکہ منافق ہے جس میں اس قسم کی عادات پائی جاتی ہوں۔

فقہائے اسلام کا اس بات پر قریب قریب اتفاق ہے کہ کوئی شخص اگر اللہ تعالیٰ سے کوئی عہد کرے (مثلاً کسی چیز کی نذر مانے) یا بندوں سے کوئی معاہدہ کرے، یا کسی سے کوئی وعدہ کرے، تو اسے وفا کرنا لازم ہے۔ الا یہ کہ وہ کام بجائے خود گناہ ہو جس کا اس نے عہد یا وعدہ کیا ہو۔ اور گناہ ہونے کی صورت میں وہ فعل تو نہیں کرنا چاہیے جس کا عہد یا وعدہ کیا گیا ہے، لیکن اس کی پابندی سے آزاد ہونے کے لیے کفارۂ یمین ادا کرنا چاہیے جو سورۂ مائدہ آیت ۸۹ میں بیان کیا گیا ہے۔

(تفہیم القرآن ج ۵، الصف حاشیہ: ۲)

ہمسایوں کے حقوق

۱۴۹– نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ''مجھے ہمسائے کے حقوق کی اتنی تاکید کی گئی ہے کہ میں خیال کرنے لگا کہ شاید اب اسے وراثت میں حصہ دار بنایا جائے گا۔''

تخریج: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بنُ الْمِنهَالِ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ، قَالَ: حَدَّثَنا عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْهِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَا زَالَ جِبْرَئِيْلُ يُوْصِيْنِي بِالْجَارِ حَتّٰى ظَنَنْتُ اَنَّهٗ سَيُوَرِّثُهٗ۔(۳۲)

۱۵۰- ایک اور حدیث میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ: ''وہ شخص ایمان نہیں رکھتا جو خود تو پیٹ بھر کر کھالے اور اس کا ہمسایہ اس کے پہلو میں بھوکا رہ جائے۔''

تخریج: اَخْبَرَنَا اَبُوْ جَعْفَرٍ الْمُسْتَمْلِيُّ، اَنَا اَبُوْ عَلِيٍّ الرفاء، ثنا عُثْمَانُ بْنُ سَعِيْدٍ الدَّارِمِيُّ، ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ، قَالَ: ثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ اَبِيْ بَشِيْرٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُسَاوِرِ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ، يُخْبِرُ ابْنَ الزُّبَيْرِ، وَ فِيْ رِوَايَةِ الْفِرْيَابِيِّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ قَالَ لِابْنِ الزُّبَيْرِ وَ هُوَ يَتَحَارُ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: لَيْسَ الْمُؤْمِنُ مَنْ يَّشْبَعُ وَ جَارُهٗ جَائِعٌ اِلٰى جَنْبِهٖ۔(۳۳)

۱۵۱- ''ایک مرتبہ آں حضرت ﷺ سے عرض کیا گیا کہ ایک عورت بہت نمازیں پڑھتی ہے، اکثر روزے رکھتی ہے، خوب خیرات کرتی ہے مگر اس کی بدزبانی سے اس کے پڑوسی عاجز ہیں۔ آپؐ نے فرمایا وہ دوزخی ہے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ ایک دوسری عورت ہے جس میں یہ خوبیاں تو نہیں ہیں مگر وہ پڑوسی کو تکلیف بھی نہیں دیتی۔ فرمایا وہ جنتی ہے۔''

تخریج: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، حَدَّثَنِيْ اَبِيْ، قَالَ: اَخْبَرَنِي الْاَعْمَشُ عَنْ اَبِيْ يَحْيٰى مَوْلٰى جَعْدَةَ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ فُلَانَةً يُذْكَرُ مِنْ كَثْرَةِ صَلَاتِهَا وَ صِيَامِهَا وَ صَدَقَتِهَا غَيْرَ اَنَّهَا تُؤْذِيْ جِيْرَانَهَا بِلِسَانِهَا، قَالَ: هِيَ فِي النَّارِ۔ قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! فَاِنَّ فُلَانَةً يُذْكَرُ قِلَّةُ صِيَامِهَا وَ صَدَقَتِهَا وَ صَلَاتِهَا وَ اَنَّهَا تَصَدَّقَ بِالْاَثْوَارِ مِنَ الْاِقِطِ، وَلَا تُؤْذِيْ بِلِسَانِهَا جِيْرَانَهَا، قَالَ: هِيَ فِي الْجَنَّةِ۔(۳۴)

۱۵۲- ''آں حضرت ﷺ نے لوگوں کو یہاں تک تاکید فرمائی تھی کہ اپنے بچوں کے لیے اگر پھل لاؤ تو ہمسائے کے گھر بھی بھیجو ورنہ چھلکے باہر نہ پھینکو تاکہ غریب ہمسائے کا دل نہ دکھے۔''

تخریج: اَخْبَرَنَا اَبُوْ سَعْدٍ اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَالِيْنِيُّ قَالَ: اَنَا اَبُوْ اَحْمَدَ بْنُ عَدِيٍّ الْحَافِظُ قَالَ: نَا اَبُوْ قُصَيٍّ الدِّمَشْقِيُّ، قَالَ: نَا سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ: نَا سُوَيْدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ، قَالَ: نَا عُثْمَانُ بْنُ عَطَاءٍ الْخُرَاسَانِيُّ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ جَدِّهٖ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: مَنْ اَغْلَقَ بَابَهٗ دُوْنَ جَارِهٖ مَخَافَةً عَلٰى اَهْلِهٖ وَ مَالِهٖ، فَلَيْسَ ذَاكَ بِمُؤْمِنٍ وَ لَيْسَ بِمُؤْمِنٍ مَنْ لَّمْ يَاْمَنْ جَارُهٗ بَوَائِقَهٗ. اَتَدْرِيْ مَا حَقُّ الْجَارِ؟ اِذَا اسْتَعَانَكَ، اَعِنْتَهٗ وَ اِذَا اسْتَقْرَضَكَ، اَقْرَضْتَهٗ، وَ اِذَا افْتَقَرَ عُدْتَّ عَلَيْهِ. وَ

اِذَا مَرِضَ عُدْتَّهٗ، وَ اِذَا اَصَابَهٗ خَيْرٌ، هَنَأْتَهٗ وَ اِذَا اَصَابَتْهُ مُصِيْبَةٌ عَزَّيْتَهٗ، وَ اِذَا مَاتَ اتَّبَعْتَ جَنَازَتَهٗ، وَ لَا تَسْتَطِيْلَ عَلَيْهِ بِالْبِنَاءِ تَحْجُبُ عَنْهُ الرِّيْحَ اِلَّا بِاِذْنِهٖ، وَلَا تُؤْذِيْهِ بِقُتَارِ قِدْرِكَ اِلَّا اَنْ تَغْرِفَ لَهٗ مِنْهَا، وَ اِنِ اشْتَرَيْتَ فَاكِهَةً فَاهْدِ لَهٗ، فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَاَدْخِلْهَا سِرًّا وَلَا يَخْرُجْ بِهَا وَلَدُكَ لِيَغِيْظَ بِهَا وَلَدَهٗ۔ الحديث۔ (۳۵)

ترجمہ: عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالہ سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے اپنے گھر کا دروازہ اپنے ہمسایہ کے اُس کے اہل اور مال پر دست درازی کے اندیشہ سے بند کیا تو وہ پڑوسی مومن نہیں۔ اور نہ ایسا شخص ہی مومن ہے کہ جس کی تکلیف دہ چیزوں اور عادتوں سے اس کا پڑوسی امن میں نہ ہو۔ تجھے معلوم ہے کہ پڑوسی کا کیا حق ہے؟ (اس کا حق تو اتنا ہے) کہ جب وہ تجھ سے مدد کا طلب گار ہو تو اس کی مدد کرے، اور جب وہ تجھ سے قرض کا خواست گار ہو تو اسے تو قرض دے، اور جب وہ محتاج وفقیر ہو جائے تو اس کے لیے دست تعاون دراز کرے، اور جب وہ بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت و تیمارداری کرے۔ اور جب اسے خیر و بھلائی ملے تو اسے مبارک باد دے اور جب مصیبت سے دوچار ہو تو اسے حوصلہ دے اور ہمت افزائی کرے، اور جب وہ فوت ہو جائے تو اس کے جنازہ میں شریک ہو، اور اس کے مقابلہ میں اپنی عمارت اونچی و بلند تعمیر نہ کر کہ اس کے لیے ہوا کی آمد و رفت میں رکاوٹ پیدا ہو ہاں اگر وہ اس کی اجازت دے (تو ایسا کرنا ممنوع اور قابل مواخذہ نہیں) اور نہ اسے اپنی ہنڈیا میں پکتے ہوئے گوشت کی مہک وخوشبو سے تکلیف واذیت دے الا یہ کہ اس میں سے تھوڑا بہت اسے دے۔ اور اگر اپنے لیے پھل خرید کرے تو اسے بھی ہدیہ کے طور پر دے، اگر تو نے ایسا نہیں کیا تو پھل کو مخفی و پوشیدہ طور پر گھر میں لے جا اور تیرا بچہ اسے لے کر باہر نہ نکلے کہ اس طرح ہمسایہ کا بچہ غصہ نہ ہو اور اس کا دل نہ دکھے۔

۱۵۳- ''ایک مرتبہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تیرے ہمسائے تجھے اچھا کہتے ہیں تو تو واقعی اچھا ہے، اور اگر ہمسائے کی رائے تیرے بارے میں خراب ہے تو تو ایک برا آدمی ہے۔''

تخریج: ⟨۱⟩ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى ثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، اَنْبَانَا مَعْمَرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: قَالَ رَجُلٌ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ: كَيْفَ لِیْ اَنْ اَعْلَمَ اِذَا اَحْسَنْتُ وَ اِذَا اَسَاْتُ؟ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ: اِذَا سَمِعْتَ جِيْرَانَكَ يَقُوْلُوْنَ: اَنْ قَدْ اَحْسَنْتَ، فَقَدْ اَحْسَنْتَ، وَ اِذَا سَمِعْتَهُمْ يَقُوْلُوْنَ: قَدْ اَسَاْتَ، فَقَدْ اَسَاْتَ۔ (۳۶)

⟨۲⟩ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ، ثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ حَيْوَةَ بْنِ شُرَيْحٍ، عَنْ شُرَحْبِيْلَ بْنِ شَرِيْكٍ، عَنْ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحُبُلِیِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: خَيْرُ الْاَصْحَابِ عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرُهُمْ لِصَاحِبِهٖ، وَ خَيْرُ الْجِيْرَانِ عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرُهُمْ لِجَارِهٖ۔ (۳۷)

تشریح: مختصر یہ کہ اسلام ان سب لوگوں کو جو ایک دوسرے کے پڑوسی ہوں، آپس میں ہمدرد و مددگار، اور شریک رنج و

راحت دیکھنا چاہتا ہے۔ ان کے درمیان ایسے تعلقات قائم کرنا چاہتا ہے کہ وہ سب ایک دوسرے پر بھروسہ کریں اور ایک دوسرے کے پہلو میں اپنی جان، مال آبرو کو محفوظ سمجھیں۔ رہی وہ معاشرت جس میں ایک دیوار بیچ دور رہنے والے دو آدمی برسوں ایک دوسرے سے نا آشنا رہیں اور جس میں ایک محلے کے رہنے والے باہم کوئی دلچسپی، کوئی ہمدردی اور کوئی اعتماد نہ رکھتے ہوں تو ایسی معاشرت ہرگز اسلامی معاشرت نہیں ہوسکتی۔ (اسلامی نظام زندگی اور اس کے بنیادی تصورات، اسلام کا معاشرتی نظام)

اپنے غلام سے پردہ

۱۵۴- لَیْسَ عَلَیْکَ بَاسٌ، اِنَّمَا ھُوَ اَبُوْکِ وَ غُلَامُکِ۔

"نبی ﷺ ایک غلام عبداللہ بن مسعدۃ الفزاری کو لیے ہوئے حضرت فاطمہؓ کے ہاں تشریف لے گئے۔ وہ اس وقت ایک ایسی چادر اوڑھے ہوئے تھیں جس سے سر ڈھانکتی تھیں تو پاؤں کھل جاتے تھے اور پاؤں ڈھانکتی تھیں تو سر کھل جاتا تھا۔ نبی ﷺ نے ان کی گھبراہٹ دیکھ کر فرمایا لَیْسَ عَلَیْکَ بَأْسٌ اِنَّمَا ھُوَ اَبُوْکِ وَ غُلَامُکِ "کوئی حرج نہیں، یہاں بس تمہارا باپ ہے اور تمہارا غلام۔ (ابوداؤد، احمد، بیہقی، بروایت انس بن مالک)

تخریج: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِیسٰی ثَنَا اَبُوْ جُمَیْعٍ سَالِمُ بْنُ دِیْنَارٍ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ اَنَسٍ، اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ اَتٰی فَاطِمَةَ بِعَبْدٍ قَدْ وَھَبَهٗ لَهَا، قَالَ: وَ عَلٰی فَاطِمَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا ثَوْبٌ، اِذَا قَنَّعَتْ بِهٖ رَاْسَهَا، لَمْ یَبْلُغْ رِجْلَیْهَا، وَ اِذَا غَطَّتْ بِهٖ رِجْلَیْهَا، لَمْ یَبْلُغْ رَاْسَهَا، فَلَمَّا رَاٰی النَّبِیُّ ﷺ مَا تَلْقٰی، قَالَ: اِنَّهٗ لَیْسَ عَلَیْکِ بَاْسٌ اِنَّمَا ھُوَ اَبُوْکِ وَ غُلَامُکِ۔(۳۸)

۱۵۵- اِذَا کَانَ لِاِحْدَاکُنَّ مُکَاتَبٌ وَ کَانَ لَهٗ مَا یُؤَدِّیْ فَلْتَحْتَجِبْ مِنْهُ۔

"جب تم میں سے کوئی اپنے غلام سے مکاتبت کرلے اور وہ مال کتابت ادا کرنے کی مقدرت رکھتا ہو تو اسے چاہیے کہ ایسے غلام سے پردہ کرے۔" (ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ بروایت ام سلمہ)

تخریج: حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسَرْهَدٍ، قَالَ: ثَنَا سُفْیَانُ، عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ نَبْهَانَ، فَکَاتَبَ اُمِّ سَلَمَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ اُمَّ سَلَمَةَ، تَقُوْلُ: قَالَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا کَانَ لِاِحْدَاکُنَّ مُکَاتَبٌ، فَکَانَ عِنْدَهٗ مَا یُؤَدِّیْ، فَلْتَحْتَجِبْ مِنْهُ۔(۳۹)

تشریح: حضرت عائشہؓ اور ام سلمہؓ اور بعض ائمہ اہل بیت کا مذہب ہے اور امام شافعیؒ کا مشہور قول بھی یہی ہے کہ آزاد عورتوں کی طرح لونڈیوں اور غلاموں کے سامنے بھی اظہار زینت کیا جاسکتا ہے۔ (تفہیم القرآن ج ۳، النور حاشیہ: ۴۴)

معیار فضیلت اسلام کی نظر میں

۱۵۶- اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنْکُمْ عُبِّیَّةَ الْجَاهِلِیَّةِ وَ تَکَبُّرَهَا۔ یٰاَیُّهَا النَّاسُ، رَجُلَانِ، بَرٌّ تَقِیٌّ کَرِیْمٌ عَلَی اللّٰهِ، وَ فَاجِرٌ شَقِیٌّ هَیِّنٌ عَلَی اللّٰهِ۔ اَلنَّاسُ کُلُّهُمْ بَنُوْ اٰدَمَ وَ خَلَقَ اللّٰهُ اٰدَمَ مِنْ تُرَابٍ۔ (بیهقی فی شعب الایمان۔ ترمذی)

”شکر ہے اس خدا کا جس نے تم سے جاہلیت کا عیب اور اس کا تکبر دور کر دیا۔ لوگو تمام انسان بس دو ہی حصوں میں تقسیم ہوتے ہیں، ایک نیک اور پرہیزگار جو اللہ کی نگاہ میں عزت والا ہے۔ دوسرا فاجر اور شقی جو اللہ کی نگاہ میں ذلیل ہے۔ ورنہ سارے انسان آدم کی اولاد ہیں اور اللہ نے آدم کو مٹی سے پیدا کیا تھا۔“

تخریج: حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ حُجرٍ، نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ، نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دِیْنَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ خَطَبَ النَّاسَ یَوْمَ فَتْحِ مَکَّةَ، فَقَالَ: یٰاَیُّهَا النَّاسُ! اِنَّ اللّٰهَ قَدْ اَذْهَبَ عَنْکُمْ عُبِّیَّةَ الْجَاهِلِیَّةِ وَ تَعَاظُمَهَا بِآبَائِهَا، فَالنَّاسُ رَجُلَانِ رَجُلٌ بَرٌّ تَقِیٌّ کَرِیْمٌ عَلَی اللّٰهِ، وَ فَاجِرٌ شَقِیٌّ هَیِّنٌ عَلَی اللّٰهِ، وَالنَّاسُ بَنُوْ اٰدَمَ، وَ خَلَقَ اللّٰهُ اٰدَمَ مِنْ تُرَابٍ قَالَ اللّٰهُ: یٰاَیُّهَا النَّاسُ، اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِنْ ذَکَرٍ وَّ اُنْثٰی وَ جَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقَاکُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ۔ (الحجرات:۱۳) (۴۰)

۱۵۷- یٰاَیُّهَا النَّاسُ، اَلَا اِنَّ رَبَّکُمْ وَاحِدٌ لَا فَضْلَ لِعَرَبِیٍّ عَلٰی عَجَمِیٍّ وَلَا لِعَجَمِیٍّ عَلٰی عَرَبِیٍّ وَلَا لِاَسْوَدَ عَلٰی اَحْمَرَ وَلَا لِاَحْمَرَ عَلٰی اَسْوَدَ اِلَّا بِالتَّقْوٰی، اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰکُمْ۔ اَلَا هَلْ بَلَّغْتَ؟ قَالُوْا بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ فَلْیُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ۔ (بیہقی)

(حجۃ الوداع کے موقع پر ایام تشریق کے وسط میں آپ نے ایک تقریر کی اس میں فرمایا) ”لوگو! خبردار رہو، تم سب کا خدا ایک ہے۔ کسی عرب کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عرب پر اور کسی گورے کو کسی کالے پر اور کسی کالے کو کسی گورے پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے۔ مگر تقویٰ کے اعتبار سے اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو۔ بتاؤ، میں نے تمہیں بات پہنچادی ہے؟ لوگوں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ، فرمایا اچھا تو جو موجود ہے وہ ان لوگوں تک یہ بات پہنچادے جو موجود نہیں ہیں۔“

تخریج: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، حَدَّثَنِیْ اَبِیْ، ثَنَا اِسْمَاعِیْلُ، ثَنَا سَعِیْدٌ، الْجَرِیْرِیُّ، عَنْ اَبِیْ نَضْرَةَ، حَدَّثَنِیْ مَنْ سَمِعَ خُطْبَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِیْ وَسَطِ اَیَّامِ التَّشْرِیْقِ فَقَالَ: یٰاَیُّهَا النَّاسُ! اَلَا اِنَّ رَبَّکُمْ وَاحِدٌ، وَ اِنَّ اَبَاکُمْ وَاحِدٌ، اَلَا! لَا فَضْلَ لِعَرَبِیٍّ عَلٰی اَعْجَمِیٍّ، وَلَا لِعَجَمِیٍّ عَلٰی عَرَبِیٍّ، وَلَا لِاَحْمَرَ عَلٰی اَسْوَدَ، وَلَا لِاَسْوَدَ عَلٰی اَحْمَرَ اِلَّا بِالتَّقْوٰی، اَبَلَّغْتُ؟ قَالُوْا: بَلَّغَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ۔ الخ (۴۱)

۱۵۸- کُلُّکُمْ بَنُوْ اٰدَمَ وَ اٰدَمُ خُلِقَ مِنْ تُرَابٍ وَ لَیَنْتَهِیَنَّ قَوْمٌ یَفْخَرُوْنَ بِاٰبَائِهِمْ اَوْ لَیَکُوْنَنَّ اَهْوَنَ عَلَی اللّٰهِ مِنَ الْجِعْلَانِ۔ (بزاز)

”تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے پیدا کیے گئے تھے لوگ اپنے آباء واجداد پر فخر کرنا چھوڑ دیں ورنہ وہ اللہ کی نگاہ میں ایک حقیر کیڑے سے زیادہ ذلیل ہوں گے۔“

تخریج: حَدَّثَنَا اَحمَدُ بنُ یَحییَ الکُوفِیُّ، حَدَّثَنَا الحَسَنُ بنُ الحُسَینِ حَدَّثَنَا قَیسٌ یعنی ابنُ الرَّبِیعِ، عَن شَبِیبِ بنِ عَرفَدَۃَ عَنِ المُستَظِلِّ بنِ حُصَینٍ، عَن حُذَیفَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ: کُلُّکُم بَنُو آدَمَ، وَ آدَمَ خُلِقَ مِن تُرَابٍ، وَ لَیَنتَھِیَنَّ قَومٌ یَفخَرُونَ بِاٰبَآئِھِم اَو لَیَکُونَنَّ اَھوَنَ عَلَی اللّٰہِ تَعَالٰی مِنَ الجِعلَانِ ثُمَّ قَالَ لَا نَعرِفُہٗ عَن حُذَیفَۃَ اِلَّا مِن ھٰذَا الوَجہِ۔ (٤٢)

۱۵۹- اِنَّ اللّٰہَ لَا یَسئَلُکُم عَن اَحسَابِکُم وَلَاعَن اَنسَابِکُم یَومَ القِیٰمَۃِ اِنَّ اَکرَمَکُم عِندَ اللّٰہِ اَتقٰکُم۔ (ابن جریر)

''اللہ قیامت کے روز تمہارا حسب نسب نہیں پوچھے گا۔ اللہ کے ہاں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو۔''

تخریج: حَدَّثَنِی یُونُس قَالَ: اَخبَرَنَا ابنُ وَھبٍ، قَالَ: ثَنِی ابنُ لَھِیعَۃَ عَنِ الحَرثِ بنِ یَزِیدَ، عَن عَلِیِّ بنِ رَبَاحٍ، عَن عُقبَۃَ بنِ عَامِرٍ، عَن رَّسُولِ اللّٰہِ ﷺ قَالَ: النَّاسُ لِاٰدَمَ وَ حَوَّاءَ کَطُفِّ الصَّاعِ لَم یَملَؤُہُ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَسئَالُکُم عَن اَحسَابِکُم، وَلَا عَن اَنسَابِکُم یَومَ القِیَامَۃِ اِنَّ اَکرَمَکُم عِندَ اللّٰہِ اَتقَاکُم۔ (٤٣)

۱۶۰- اِنَّ اللّٰہَ لَا یَنظُرُ اِلٰی صُوَرِکُم وَ اَموَالِکُم وَ لٰکِن یَنظُرُ اِلٰی قُلُوبِکُم وَ اَعمَالِکُم۔ (مسلم، ابن ماجہ)

''اللہ تمہاری صورتیں اور تمہارے مال نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے دلوں اور تمہارے اعمال کی طرف دیکھتا ہے۔''

تخریج: حَدَّثَنَا عَمرٌو النَّاقِدُ، نَا کَثِیرُ بنُ ھِشَامٍ، نَا جَعفَرُ بنُ بُرقَانَ، عَن یَزِیدَ بنِ الاَصَمِّ، عَن اَبِی ھُرَیرَۃَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ: اِنَّ اللّٰہَ لَا یَنظُرُ اِلٰی صُوَرِکُم وَ اَموَالِکُم وَ لٰکِن یَنظُرُ اِلٰی قُلُوبِکُم وَ اَعمَالِکُم۔ (٤٤)

تشریح: یہاں اس عظیم گمراہی کی اصلاح کی گئی ہے جو دنیا میں ہمیشہ عالمگیر فساد کی موجب بنی رہی ہے، یعنی نسل، رنگ، زبان، وطن اور قومیت کا تعصب قدیم ترین زمانے سے آج تک ہر دور میں انسان بالعموم انسانیت کو نظر انداز کر کے اپنے گرد کچھ چھوٹے چھوٹے دائرے کھینچتا رہا ہے جن کے اندر پیدا ہونے والوں کو اس نے اپنا اور باہر پیدا ہونے والوں کو غیر قرار دیا ہے۔ یہ دائرے کسی عقلی اور اخلاقی بنیاد پر نہیں بلکہ اتفاقی پیدائش کی بنیاد پر کھینچے گئے ہیں۔ کہیں ان کی بنا ایک خاندان، قبیلے یا نسل میں پیدا ہونا ہے، اور کہیں ایک جغرافی خطے میں یا ایک خاص رنگ والی یا ایک خاص زبان بولنے والی قوم میں پیدا ہو جانا۔ پھر ان بنیادوں پر اپنے اور غیر کی جو تمیز قائم کی گئی ہے وہ صرف اس حد تک محدود نہیں رہی ہے کہ جنہیں اس لحاظ سے اپنا قرار دیا گیا ہو اور ان کے ساتھ غیروں کی بہ نسبت زیادہ محبت اور زیادہ تعاون ہو، بلکہ اس تمیز نے نفرت، عداوت، تحقیر و

تذلیل اور ظلم وستم کی بدترین شکلیں اختیار کی ہیں۔ اس کے لیے فلسفے گھڑے گئے ہیں مذہب ایجاد کیے گئے ہیں قوانین بنائے گئے ہیں۔ اخلاقی اصول وضع کیے گئے ہیں۔ قوموں اور سلطنتوں نے اس کو اپنا مستقل مسلک بنا کر صدیوں اس پر عمل درآمد کیا ہے۔ یہودیوں نے اسی بنا پر بنی اسرائیل کو خدا کی چیدہ مخلوق ٹھہرایا اور اپنے مذہبی احکام تک میں غیر اسرائیلیوں کے حقوق اور مرتبے کو اسرائیلیوں سے فروتر رکھا۔ ہندوؤں کے ہاں ورن آشرم کو اسی تمیز نے جنم دیا جس کی رو سے برہمنوں کی برتری قائم کی گئی اور اونچی ذات والوں کے مقابلے میں تمام انسان نیچ اور ناپاک ٹھہرائے گئے اور شودروں کو انتہائی ذلت کے گڑھے میں پھینک دیا گیا۔ کالے اور گورے کی تمیز نے افریقہ اور امریکہ میں سیاہ فام لوگوں پر جو ظلم ڈھائے ان کو تاریخ کے صفحات میں تلاش کرنے کی ضرورت نہیں، آج اس بیسویں صدی ہی میں ہر شخص اپنی آنکھوں سے انہیں دیکھ سکتا ہے۔ یورپ کے لوگوں نے براعظم امریکہ میں گھس کر ریڈ انڈین نسل کے ساتھ جو سلوک کیا اور ایشیا اور افریقہ کی کمزور قوموں پر اپنا تسلط قائم کر کے جو برتاؤ ان کے ساتھ کیا اس کی تہہ میں بھی یہی تصور کارفرما رہا کہ اپنے وطن اور اپنی قوم کے حدود سے باہر پیدا ہونے والوں کی جان، مال اور آبرو ان پر مباح ہے اور انہیں حق پہنچتا ہے کہ ان کو لوٹیں، غلام بنائیں اور ضرورت پڑے تو صفحۂ ہستی سے مٹا دیں۔ مغربی اقوام کی قوم پرستی نے ایک قوم کو دوسری قوموں کے لیے جس طرح درندہ بنا کر رکھ دیا ہے اس کی بدترین مثالیں زمانۂ قریب کی لڑائیوں میں دیکھی جا چکی ہیں اور آج دیکھی جا رہی ہیں۔ خصوصیت کے ساتھ نازی جرمنی کا فلسفۂ نسلیت اور نارڈک نسل کی برتری کا تصور پچھلی جنگ عظیم میں جو کرشمے دکھا چکا ہے انہیں نگاہ میں رکھا جائے تو آدمی بآسانی یہ اندازہ کر سکتا ہے کہ وہ کتنی عظیم اور تباہ کن گمراہی ہے۔ جس کی اصلاح کے لیے یہ احادیث بالا آپؐ نے ارشاد فرمائیں۔ ان احادیث میں تین نہایت اہم اصولی حقیقتیں بیان فرمائی گئی ہیں۔

ایک یہ کہ تم سب کی اصل ایک ہے، ایک ہی مرد اور ایک ہی عورت سے تمہاری پوری نوع وجود میں آئی ہے اور آج تمہاری جتنی نسلیں بھی دنیا میں پائی جاتی ہیں وہ درحقیقت ایک ابتدائی نسل کی شاخیں ہیں جو ایک ماں اور ایک باپ سے شروع ہوئی تھیں۔ اس سلسلۂ تخلیق میں کسی جگہ بھی اس تفرقے اور اونچ نیچ کے لیے کوئی بنیاد موجود نہیں ہے۔ جس کے زعم باطل میں تم مبتلا ہو۔ ایک ہی خدا تمہارا خالق ہے، ایسا نہیں ہے کہ مختلف انسانوں کو مختلف خداؤں نے پیدا کیا ہو۔ ایک ہی مادۂ تخلیق سے تم بنے ہو، ایسا بھی نہیں ہے کہ کچھ انسان کسی پاک یا بڑھیا مادے سے بنے ہوں اور کچھ دوسرے انسان کسی ناپاک اور گھٹیا مادے سے بن گئے ہوں۔ ایک ہی طریقے سے تم پیدا ہوئے ہو، یہ بھی نہیں ہے کہ مختلف انسانوں کے طریق پیدائش الگ الگ ہوں اور ایک ہی ماں باپ کی تم اولاد ہو، یہ بھی نہیں ہوا ہے کہ ابتدائی انسانی جوڑے بہت سے رہے ہوں، جن سے دنیا کے مختلف خطوں کی آبادیاں الگ الگ پیدا ہوئی ہوں۔

دوسرے یہ کہ اپنی اصل کے اعتبار سے ایک ہونے کے باوجود تمہارا قوموں اور قبیلوں میں تقسیم ہو جانا ایک فطری امر تھا ظاہر ہے کہ پورے روئے زمین پر سارے انسانوں کا ایک ہی خاندان تو نہیں ہو سکتا تھا۔ نسل بڑھنے کے ساتھ ناگزیر تھا کہ بے شمار خاندان بنیں اور پھر خاندانوں سے قبائل اور اقوام وجود میں آئیں۔ اسی طرح زمین کے مختلف خطوں میں آباد ہونے کے بعد رنگ، خدوخال، زبانیں اور طرز بود و ماند بھی لامحالہ مختلف ہی ہو جانے تھے، اور ایک خطے کے رہنے والوں کو باہم قریب تر اور دور دراز خطوں کے رہنے والوں کو بعید تر ہی ہونا تھا۔ مگر اس فرق و اختلاف کا تقاضا یہ ہرگز نہ تھا کہ اس کی بنیاد

پر اونچ اور نیچ۔ شریف اور کمین، برتر اور کمتر کے امتیازات قائم کیے جائیں، ایک نسل دوسری نسل پر اپنی فضیلت جتائے، ایک رنگ کے لوگ دوسرے رنگ کے لوگوں کو ذلیل وحقیر جانیں، ایک قوم دوسری قوم پر اپنا تفوق جتائے، اور انسانی حقوق میں ایک گروہ کو دوسرے گروہ پر ترجیح حاصل ہو۔ خالق نے جس وجہ سے انسانی گروہوں کو اقوام اور قبائل کی شکل میں مرتب کیا تھا وہ صرف یہ تھی کہ ان کے درمیان باہمی تعارف اور تعاون کی فطری صورت یہی تھی۔ اسی طریقے سے ایک خاندان، ایک برادری، ایک قبیلے اور ایک قوم کے لوگ مل کر مشترک معاشرت بنا سکتے تھے اور زندگی کے معاملات میں ایک دوسرے کے مددگار بن سکتے تھے۔ مگر یہ محض شیطانی جہالت تھی کہ جس چیز کو اللہ کی بنائی فطرت نے تعارف کا ذریعہ بنایا تھا اسے تفاخر اور تنافر کا ذریعہ بنالیا گیا اور پھر نوبت ظلم وعدوان تک پہنچا دی گئی۔

تیسرے یہ کہ انسان اور انسان کے درمیان فضیلت اور برتری کی بنیاد اگر کوئی ہے اور ہوسکتی ہے تو وہ صرف اخلاقی فضیلت ہے۔ پیدائش کے اعتبار سے تمام انسان یکساں ہیں، کیوں کہ ان کا پیدا کرنے والا ایک ہے، ان کا مادۂ پیدائش اور طریق پیدائش ایک ہی ہے، اور ان سب کا نسب ایک ہی ماں باپ تک پہنچتا ہے۔ علاوہ بریں کسی شخص کا کسی خاص ملک، قوم یا برادری میں پیدا ہونا ایک اتفاقی امر ہے جس میں اس کے اپنے ارادہ وانتخاب اور اس کی اپنی سعی وکوشش کا کوئی دخل نہیں ہے۔ کوئی معقول وجہ نہیں کہ اس لحاظ سے کسی کو کسی پر فضیلت حاصل ہو۔ اصل چیز جس کی بنا پر ایک شخص کو دوسروں پر فضیلت حاصل ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ وہ دوسروں سے بڑھ کر خدا سے ڈرنے والا، برائیوں سے بچنے والا اور نیکی و پاکیزگی کی راہ پر چلنے والا ہو۔ ایسا آدمی خواہ کسی نسل، کسی قوم اور کسی ملک سے تعلق رکھتا ہو، اپنی ذاتی خوبی کی بنا پر قابل قدر ہے اور جس کا حال اس کے برعکس ہو وہ بہرحال ایک کمتر درجے کا انسان ہے چاہے وہ کالا ہو یا گورا، مشرق میں پیدا ہوا ہو یا مغرب میں۔

یہ تعلیمات صرف الفاظ کی حد تک ہی محدود نہیں رہی ہیں بلکہ اسلام نے ان کے مطابق اہل ایمان کی ایک عالمگیر برادری عملاً قائم کر کے دکھا دی ہے جس میں رنگ، نسل، زبان، وطن اور قومیت کی کوئی تمیز نہیں ہے۔ جس میں اونچ نیچ اور چھوت چھات اور تفریق وتعصب کا کوئی تصور نہیں، جس میں شریک ہونے والے تمام انسان خواہ وہ کسی نسل وقوم اور ملک و وطن سے تعلق رکھتے ہوں بالکل مساویانہ حقوق کے ساتھ شریک ہو سکتے ہیں اور ہوئے ہیں۔ اسلام کے مخالفین تک کو یہ تسلیم کرنا پڑا ہے کہ انسانی مساوات اور وحدت کے اصول کو جس کامیابی کے ساتھ مسلم معاشرے میں عملی شکل دی گئی ہے اس کی کوئی نظیر دنیا کے کسی دین اور کسی نظام میں نہیں پائی جاتی نہ کبھی پائی گئی ہے۔ صرف اسلام ہی وہ دین ہے جس نے روئے زمین کے تمام گوشوں میں پھیلی ہوئی بے شمار نسلوں اور قوموں کو ملا کر ایک امت بنا دیا ہے۔

اس سلسلے میں ایک غلط فہمی کو رفع کر دینا بھی ضروری ہے۔ شادی بیاہ کے معاملے میں اسلامی قانون کفو کو جو اہمیت دیتا ہے اس کو بعض لوگ اس معنی میں لیتے ہیں کہ کچھ برادریاں شریف اور کچھ کمین ہیں اور ان کے درمیان مناکحت قابل اعتراض ہے۔ لیکن دراصل یہ ایک غلط خیال ہے۔ اسلامی قانون کی رو سے ہر مسلمان مرد کا ہر مسلمان عورت سے نکاح ہوسکتا ہے، مگر ازدواجی زندگی کی کامیابی کا انحصار اس پر ہے کہ زوجین کے درمیان عادات، خصائل، طرز زندگی، خاندانی روایات اور معاشرتی و معاشی حالات میں زیادہ سے زیادہ مطابقت ہو تا کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ اچھی طرح نباہ کر سکیں۔ یہی کفاءت کا اصل مقصد ہے۔ جہاں مرد اور عورت کے درمیان اس لحاظ سے بہت زیادہ بعد ہو وہاں عمر بھر کی رفاقت نبھ جانے کی کم ہی توقع

ہوسکتی ہے، اس لیے اسلامی قانون ایسے جوڑ لگانے کو ناپسند کرتا ہے، نہ اس بنا پر کہ فریقین میں سے ایک شریف ہے اور دوسرا کمین ہے، بلکہ اس بنا پر کہ حالات میں زیادہ بین فرق واختلاف ہو تو شادی بیاہ کا تعلق قائم کرنے میں ازدواجی زندگیوں کے ناکام ہوجانے کا زیادہ امکان ہوتا ہے۔ (تفہیم القرآن ج ۵، الحجرات حاشیہ: ۲۸)

ماٰخذ

(۱) ابو داؤد ج ٤ کتاب الادب، باب فی الاستیذان☆ احکام القرآن للجصاص ج ۳۔

(۲) ابو داؤد ج ٤ کتاب الادب، باب فی الاستیذان☆ بخاری ج ۲ کتاب الدیات باب من اطلع فی بیت قوم ففقؤا عینه فلا دیة له۔ بخاری نے انما جعل الاذن من قبل البصر نقل کیا ھے۔☆ احکام القرآن للجصاص ج ۳۔

(۳) ابو داؤد ج ٤ کتاب الادب۔ باب فی الاستیذان☆ بخاری ج ۲ کتاب الدیات، باب من اطلع فی بیت قوم ففقؤا عینه فلا دیة له☆ احکام القرآن للجصاص ج ۳۔

(٤) ابو داؤد ج ۲ کتاب الصلوة باب الدعا۔ قال ابو داؤد: روی هذا الحدیث من غیر وجه عن محمد ابن کعب کلها واهیه۔ و هذا الطریق امثلها و هو ضعیف ایضاً۔

(٥) نسائی ج ۸ کتاب القسامة، باب من اقتص و اخذ حقه دون السلطان۔☆ بخاری میں فخذفته بحصاة... لم یکن علیك جناح کے الفاظ ھیں☆ بخاری ج ۲ کتاب الدیات باب من اطلع فی بیت قوم ففقؤا عینه فلا دیة له۔

(٦) ابو داؤد ج ٤ کتاب الادب، باب فی الاستیذان☆ نسائی ج ۸ کتاب القسامة، باب ذکر حدیث عمرو بن حزم فی العقول اس نے ففقؤا عینه کے بعد فلا دیة ولا قصاص نقل کیا ھے۔☆ احکام القرآن للجصاص ج ۳۔

(۷) مؤطا امام مالك ج ۲ کتاب الاستیذان، باب الاستیذان☆ احکام القرآن للجصاص ج ۳۔

(۸) ابو داؤد ج ٤ کتاب الادب، باب کیف الاستیذان۔

(۹) بخاری ج ۲ کتاب الاستیذان، باب اذا قال: من ذا فقال: انا☆ مسلم ج ۲ کتاب الادب، باب الاستیذان☆ابو داؤد ج ٤ کتاب الادب، باب الرجل یستاذن بالدق☆ ابن ماجه کتاب الادب باب الاستیذان۔

(۱۰) ابو داؤد ج ٤ کتاب الادب، باب کیف الاستیذان؟

(۱۱) ابو داؤد ج ٤ کتاب الادب، باب کم مرة یسلم الرجل فی الاستیذان۔

(۱۲) ابو داؤد ج ٤ کتاب الادب، باب فی الرجل یفارق الرجل ثم یلقاه ایسلم علیه؟

(۱۳) بخاری ج ۲ کتاب الاستیذان، باب التسلیم والاستیذان ثلاثا☆ مسلم ج ۲ کتاب الادب، باب الاستیذان☆ ابو داؤد ج ٤ کتاب الادب، باب کم مرة یسلم الرجل فی الاستیذان☆ ترمذی ج ۲ ابواب الاستیذان باب ماجاء فی ان الاستیذان ثلاثا☆ ابن ماجه کتاب الادب، باب الاستیذان☆ مؤطا امام مالك ج ۲، باب فی الاستیذان۔

(١٤) ترمذی ج ۱ ابواب الرضاع باب ماجاء فی کراهیة الدخول علی المغیبات☆ مسند احمد ج ۳ ص ۳۰۹ جابر بن عبد اللّٰه ☆اتحاف النبلاء ج ٥ ☆ حلیه ابی نعیم ج ۸☆ شرح السنه للبغوی ج ۹☆ فتح الباری ج ۹ فتح الباری میں فان الشیطان یجری من ابن ادم مجری الدم۔

مزید برآں یہ جملہ دیگر کتب حدیث میں مندرجہ ذیل مقامات پر منقول ہے:
☆بخاری کتاب الاحکام۔ کتاب الاعتکاف، کتاب بدأ الخلق، کتاب الادب☆ مسلم کتاب السلام...ابو داؤد کتاب الصوم، کتاب السنة اور کتاب الادب☆ ابن ماجه کتاب الصیام☆ دارمی کتاب الرقاق باب ٦٦ (فی الترجمة)☆ مسند احمد جٓ۳،۱۵٦، ۳۸۵، ۳۰۹، ج٦، ص۳۳۷۔

(۱۵) مسند احمد ج۳ص ۳۳۹،٤٤٩ ج۱، ص٢٦۔☆ ترمذی ابواب الرضاع، باب ماجاء فی کراهیة الدخول علی المغیبات☆ ترمذی ابواب الفتن باب فی لزوم الجماعة۔

(۱٦) ابو داؤد ج۲ کتاب الصوم، باب المعتکف یدخل البیت لحاجته☆ ابو داؤد ج ٤۔ کتاب الادب باب فی حسن الظن ☆مسلم ج۲ کتاب السلام، باب تحریم الخلوة بالاجنبیة والدخول علیها☆ بخاری ج۲ کتاب الاحکام باب الشهادة تکون عند الحاکم فی ولایة القضاء او قبل ذلك للخصم۔ اس مقام پر ان الشیطان یجری من ابن آدم مجری الدم ہے اور دوسرے مقام پر یعنی☆بخاری ج۲ کتاب الادب باب التکبیر والتسبیح عند التعجب اور کتاب الاحکام، کتاب الاعتکاف اور بدأ الخلق میں بھی یہ روایت وارد ہے۔☆ ابن ماجه کتاب الصیام، باب فی المعتکف یزوره اهله فی المسجد۔

(۱۷) ابو داؤد ج:۳ کتاب الخراج باب ماجاء فی البیعة☆ مسلم ج۲ کتاب الامارة باب کیفیة بیعة النساء☆مسند احمد ج٦، ص ۱۱٤، ۲۷۰۔

(۱۸) بخاری ج۲، کتاب الاحکام باب بیعة النساء۔

(۱۹) بخاری ج۲ کتاب الطلاق، باب اذا اسلمت المشرکة او النصرانیة تحت الذمی او الحربی۔الخ☆ابن ماجه کتاب الجهاد باب بیعة النساء۔ ابن ماجه میں ولا مست کف رسول اللّٰہ ﷺ ہے۔

(۲۰) مسلم ج۱ کتاب الحج باب سفرة المرأة مع محرم الی حج وغیره۔☆ بخاری ج۱، کتاب الجهاد باب من اکتتب فی جیش فخرجت امرأته حاجة او کان له عذر هل یؤذن له☆ بخاری ج۱ کتاب الجهاد، باب کتابة الامام الناس☆ بخاری ج۲ کتاب النکاح باب لا یخلون رجل بامرأة الا ذو محرم الخ۔

(۲۱) مسلم ج۱ کتاب الحج باب سفر امرأة مع محرم الی حج وغیره۔☆ بخاری ج۱، ابواب تقصیر الصلوة، باب فی کم تقصر الصلوة۔ الخ۔

(۲۲) مسلم ج۲، کتاب القدر، باب قدر علی ابن آدم حظه من الزنا وغیره☆ بخاری ج۲ کتاب الاستیذان، باب زنی الجوارح دون الفرج☆ ابو داؤد ج۲ کتاب النکاح، باب ما یؤمر به من غض البصر۔ عن ابی هریرة۔

(۲۳) ابو داؤد ج۲ کتاب النکاح، باب فیما یؤمر به من غض البصر☆ کنز العمال ج ٥☆ احکام القرآن للجصاص ج۳۔

(۲٤) مسلم ج۲ کتاب الآداب، باب نظر الفجاءة☆ ابو داؤد ج۲ کتاب النکاح، باب فیما یومر به من غض البصر ☆ترمذی ج۲، ابواب الاستیذان، باب ماجاء فی نظرة الفجاءة هذا حدیث حسن صحیح۔☆ ابو داؤد نے اصرف بصرك نقل کیا ہے۔☆ کنز العمال ج ٥☆احکام القرآن للجصاص ج۳۔

(۲٥) ابن کثیر ج۳ النور: ۳۰☆کنز العمال ج ٥ عن ابن مسعود۔

(۲٦) ابن النجار عن ابی هریرة۔ بحواله کنز العمال ج ٥۔

(۲۷) مسند احمد ج٥ ص ۲٦٤☆ ابن کثیر ج۳ پر مسند احمد کے حواله سے جو عبارت نقل کی ہے اس میں انهوں نے احدث اللّٰہ له کے بجائے اخلف اللّٰہ نقل کیا ہے۔ ابن کثیر سے غالباً مولانا محترم نے لیا ہے، آخر میں علامه ابن

غیبت اور اس کے احکام

غیبت کی تعریف

۱۶۱- ذِکْرُکَ اَخَاکَ بِمَا یَکْرَہُ، قِیْلَ اَفَرَأَیْتَ اِنْ کَانَ فِیْ اَخِیْ مَا اَقُوْلُ، قَالَ اِنْ کَانَ فِیْہِ مَا تَقُوْلُ فَقَدِ اغْتَبْتَہٗ وَ اِنْ لَّمْ یَکُنْ فِیْہِ مَا تَقُوْلُ فَقَدْ بَہَتَّہٗ۔ (ابو داؤد، ترمذی عن ابی ہریرۃ)

''غیبت یہ ہے کہ تو اپنے بھائی کا ذکر ایسے طریقے سے کرے جو اس کو برا محسوس ہو۔ عرض کیا گیا کہ حضورؐ کا کیا خیال ہے اگر میرے بھائی میں واقعی وہ برائی موجود ہو؟ فرمایا اگر اس میں وہ برائی موجود ہو جس کا تو ذکر کر رہا ہے تو تو نے اس کی غیبت کی اور اگر اس میں وہ برائی موجود نہیں ہے جس کا تو نے ذکر کیا ہے تو تو نے اس پر بہتان لگایا۔''

تخریج:〈۱〉 **حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ اَیُّوْبَ وَ قُتَیْبَۃُ، وَابْنُ حُجْرٍ قَالُوْا: نَا اِسْمَاعِیْلُ عَنِ الْعَلاَءِ، عَنْ اَبِیْہِ، عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ: اَتَدْرُوْنَ مَا الْغِیْبَۃُ؟ قَالُوْا: اَللّٰہُ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ۔ قَالَ: ذِکْرُکَ اَخَاکَ بِمَا یَکْرَہُ، قِیْلَ: اَفَرَأَیْتَ، اِنْ کَانَ فِیْ اَخِیْ مَا اَقُوْلُ؟ قَالَ: اِنْ کَانَ فِیْہِ مَا تَقُوْلُ، فَقَدِ اغْتَبْتَہٗ، وَ اِنْ لَّمْ یَکُنْ فِیْہِ فَقَدْ بَہَتَّہٗ۔** (۱)

〈۲〉 **اَنَّ رَجُلاً سَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ مَا الْغِیْبَۃُ۔ فَقَالَ اَنْ تَذْکُرَ مِنَ الْمَرْءِ مَا یَکْرَہُ اَنْ یَسْمَعَ۔ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَ اِنْ کَانَ حَقًّا، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِذَا قُلْتَ بَاطِلاً فَذٰلِکَ الْبُھْتَانُ۔** (۲) (امام مالک فی الموطا عن مطلب ابن عبد اللّٰہ)

''ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا غیبت کیا چیز ہے؟ فرمایا یہ کہ تو کسی چیز کا ذکر اس طرح کرے کہ اگر وہ سنے تو اسے برا معلوم ہو۔(۱) اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اگرچہ وہ بات حق ہو؟ فرمایا اگر تو باطل کہے تو یہی بہتان ہے۔''

غیبت پر وعید

۱۶۲- فَمَا نِلْتُمَا مِنْ عِرْضِ اَخِیْکُمَا اٰنِفًا اَشَدُّ مِنْ اَکْلِ مِنْہُ۔

---

(۱) کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہو کہ اس میں ''پیٹھ پیچھے'' کا ذکر نہیں ہے۔ اس لیے اس تعریف کی رو سے منہ در منہ برا کہنے پر بھی غیبت کا اطلاق ہوگا۔ دراصل لفظ غیبت میں خود پیٹھ پیچھے کا مفہوم موجود ہے، اس لیے جب غیبت کی تعریف کی حیثیت سے کوئی بات کہی جائے تو اس میں یہ مفہوم آپ سے آپ مقدر رہو گا خواہ اس کی صراحت ہو یا نہ ہو۔

"ابھی ابھی آپ لوگ اپنے بھائی کی عزت پر جو حرف زنی کر رہے تھے وہ اس گدھے کی لاش کھانے سے بہت زیادہ بری تھی۔"

(ابوداؤد، کتاب الحدود باب رجم ماعز)

تخریج: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، ثَنا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ: اَخْبَرَنِى اَبُو الزُّبَيْرِ، اَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الصَّامِتِ بْنِ عَمِّ اَبِى هُرَيْرَةَ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ: جَاءَ الْاَسْلَمِيُّ اِلٰى نَبِيِّ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم، فَشَهِدَ عَلٰى نَفْسِهِ اَنَّهُ اَصَابَ امْرَأَةً حَرَامًا اَرْبَعَ مَرَّاتٍ، كُلَّ ذٰلِكَ يُعْرِضُ عَنْهُ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم، فَاَقْبَلَ فِى الْخَامِسَةِ فَقَالَ: اَنِكْتَهَا؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: حَتّٰى غَابَ ذَالِكَ مِنْكَ فِىْ ذٰلِكَ مِنْهَا؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: كَمَا يَغِيْبُ الْمِرْوَدُ فِى الْمُكْحَلَةِ وَالرِّشَاءِ فِى الْبِئْرِ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَهَلْ تَرٰى مَا الزِّنَا؟ قَالَ: نَعَمْ، اَتَيْتُ مِنْهَا حَرَامًا مَا يَاْتِى الرَّجُلُ مِنْ امْرَأَتِهِ حَلَالًا، قَالَ: فَمَا تُرِيْدُ بِهٰذَا الْقَوْلِ؟ قَالَ: اُرِيْدُ اَنْ تُطَهِّرَنِىْ، فَاَمَرَ بِهِ، فَرُجِمَ، فَسَمِعَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم رَجُلَيْنِ مِنْ اَصْحَابِهِ يَقُوْلُ اَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ: اُنْظُرْ اِلٰى هٰذَا الَّذِىْ سَتَرَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فَلَمْ تَدَعْهُ نَفْسُهُ حَتّٰى رُجِمَ رَجْمَ الْكَلْبِ، فَسَكَتَ عَنْهُمَا ثُمَّ سَارَ سَاعَةً حَتّٰى مَرَّ بِجِيْفَةِ حِمَارٍ شَائِلٍ بِرِجْلِهِ، فَقَالَ: اَيْنَ فُلَانٌ وَ فُلَانٌ؟ فَقَالَا: نَحْنُ ذَانِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ: اِنْزِلَا فَكُلَا مِنْ جِيْفَةِ هٰذَا الْحِمَارِ، فَقَالَا: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ! مَنْ يَاْكُلُ مِنْ هٰذَا؟ قَالَ: فَمَا نِلْتُمَا مِنْ عِرْضِ اَخِيْكُمَا اٰنِفًا اَشَدُّ مِنْ اَكْلٍ مِنْهُ، وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهِ اِنَّهُ الْاٰنَ لَفِىْ اَنْهَارِ الْجَنَّةِ يَنْقَمِسُ فِيْهَا۔ (۳)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (ماعز بن مالک) اسلمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور چار بار اس کا اقرار کیا کہ اس نے حرام طور پر کسی عورت سے جماع کیا۔ ہر مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا رخ دوسری جانب پھیر لیا۔ مگر پانچویں مرتبہ اس کے اقرار پر اس کی طرف متوجہ ہوئے اور دریافت فرمایا کیا تو نے اس عورت سے جماع کیا ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ آپ نے بطور وضاحت پوچھا کہ جماع اس طرح کیا کہ تمہارا عضو مخصوص اس کی شرمگاہ میں داخل ہوا۔ اس نے اقرار کیا کہ ہاں (اسی طرح ہوا) مزید وضاحت کے طور پر آپ نے فرمایا تمہارا عضو مخصوص اس کی شرمگاہ میں اس طرح غائب ہوا جس طرح سلائی سرمہ دانی میں اور رسی کنوئیں میں داخل ہو کر غائب ہو جاتی ہے وہ بولا ہاں (اسی طرح) پھر آپ نے اس سے دریافت فرمایا تم نے اس عورت سے حرام طور پر وہی فعل کیا جو مرد حلال طور پر اپنی بیوی سے کرتا ہے۔ آپ نے اس سے پوچھا، اچھا اب تمہارا اس گفتگو سے کیا مطلب ہے (تم کیا چاہتے ہو) اس نے عرض کیا بس پاک ہونا چاہتا ہوں۔ آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم صادر فرمادیا کہ (اسے سزائے رجم دے دی جائے) چناں چہ اسے سنگسار کر دیا گیا۔ اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو آدمیوں کو باہم گفتگو کرتے سنا ایک اپنے دوسرے ساتھی سے کہہ رہا تھا کہ اس شخص کو دیکھو۔ اللہ نے اس کا پردہ ڈھانک دیا تھا، مگر اس کے نفس نے اس کا پیچھا اس وقت تک نہ چھوڑا جب تک یہ کتے کی موت نہ مار دیا گیا۔ آپ یہ سن کر خاموش رہے۔ کچھ دور آگے جا کر راستہ میں ایک گدھے کی لاش سڑتی ہوئی نظر آئی۔ (آپ رک گئے) اور دونوں اصحاب کو بلا کر فرمایا اتریئے اور اس

گدھے کی سڑی ہوئی لاش تناول فرمائیے۔ دونوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اسے بھلا کون کھائے گا۔ اس پر آپؐ نے فرمایا ابھی تم دونوں نے اپنے بھائی کی جو عیب جوئی کی وہ اس کے کیا کھانے سے زیادہ سخت ہے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ماعز تو اس وقت جنت کی نہروں میں غوطے لگا رہا ہے۔

پس منظر: ماعز بن مالک اسلمی کو زنا کے جرم میں جب رجم کر دیا گیا تو نبی ﷺ نے راہ چلتے دو صاحبوں کو ایک دوسرے سے باتیں کرتے سنا۔ ان میں سے ایک صاحب کہہ رہے تھے کہ ''اس شخص کو دیکھو، اللہ نے اس کا پردہ ڈھانک دیا تھا، مگر اس کے نفس نے اس کا پیچھا اس وقت تک نہ چھوڑا جب تک یہ کتے کی موت نہ مار دیا گیا۔'' کچھ دور آگے جا کر راستہ میں ایک گدھے کی لاش سڑتی ہوئی نظر آئی۔ حضور ﷺ رک گئے اور ان دونوں اصحاب کو بلا کر فرمایا: ''اتریئے اور اس گدھے کی لاش کو تناول فرمائیے۔'' انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اسے کون کھائے گا؟ تو آپؐ نے ان کو یہ وعید سنائی۔

(تفہیمات حصہ سوم، غیبت کی حقیقت)

۱۶۳- مَا مِنْ اِمْرِئٍ یَخْذُلُ امْرَأً مُسْلِمًا فِیْ مَوْضِعٍ تُنْتَهَکُ فِیْهِ حُرْمَتُهٗ وَ یُنْتَقَصُ فِیْهِ مِنْ عِرْضِهٖ اِلَّا خَذَلَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی فِیْ مَوَاطِنَ یُحِبُّ فِیْهَا نُصْرَتَهٗ، وَمَا مِنْ امْرِئٍ یَنْصُرُ امْرَءًا مُسْلِمًا فِیْ مَوْضِعٍ یُنْتَقَصُ فِیْهِ مِنْ عِرْضِهٖ وَ یُنْتَهَکُ فِیْهِ مِنْ حُرْمَتِهٖ اِلَّا نَصَرَهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ فِیْ مَوَاطِنَ یُحِبُّ فِیْهَا نُصْرَتَهٗ۔ (ابو داؤد)

''اگر کوئی شخص کسی مسلمان کی حمایت ایسے موقع پر نہیں کرتا جہاں اس کی تذلیل کی جا رہی ہو اور اس کی عزت پر حملہ کیا جا رہا ہو تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی حمایت ایسے مواقع پر نہیں کرتا جہاں وہ اللہ کی مدد کا خواہاں ہو۔ اور اگر کوئی شخص کسی مسلمان کی حمایت ایسے موقع پر کرتا ہے۔ جہاں اس کی عزت پر حملہ کیا جا رہا ہو اور اس کی تذلیل و توہین کی جا رہی ہو تو اللہ عزوجل اس کی مدد ایسے مواقع پر کرتا ہے۔ جہاں وہ چاہتا ہے کہ اللہ اس کی مدد کرے۔''

تخریج: حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ الصَّبَّاحِ، ثَنَا ابْنُ اَبِیْ مَرْیَمَ، اَخْبَرَنَا اللَّیْثُ، قَالَ: حَدَّثَنِیْ یَحْیَی بْنُ سُلَیْمٍ، اَنَّهٗ سَمِعَ اِسْمَاعِیْلَ بْنَ بَشِیْرٍ یَقُوْلُ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ وَ اَبَا طَلْحَةَ بْنَ سَهْلٍ الْاَنْصَارِیَّ یَقُوْلَانِ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَا مِنِ امْرِئٍ یَخْذُلُ امْرَأً مُسْلِمًا فِیْ مَوْضِعٍ تُنْتَهَکُ فِیْهِ حُرْمَتُهٗ وَ یُنْتَقَصُ فِیْهِ مِنْ عِرْضِهٖ اِلَّا خَذَلَهُ اللّٰهُ فِیْ مَوْطِنٍ یُحِبُّ فِیْهِ نُصْرَتَهٗ، وَمَا مِنَ امْرِئٍ یَنْصُرُ مُسْلِمًا فِیْ مَوْضِعٍ یُنْتَقَصُ فِیْهِ مِنْ عِرْضِهٖ وَ یُنْتَهَکُ مِنْ حُرْمَتِهٖ اِلَّا نَصَرَهُ اللّٰهُ مِنْ مَوْطِنٍ یُحِبُّ نُصْرَتَهٗ۔ (٤)

تشریح: غیبت کی تعریف (جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے) یہ ہے کہ ''آدمی کسی شخص کے پیٹھ پیچھے اس کے متعلق ایسی بات کہے جو اگر اسے معلوم ہو تو اس کو ناگوار گزرے۔'' یہ تعریف نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے۔ مندرجہ بالا پہلی اور دوسری احادیث کی رو سے اس تعریف میں تھوڑا سا فرق ہے۔ مگر حقیقت ایک ہی ہے۔ ان ارشادات سے معلوم ہوا کہ کسی شخص کے خلاف اس کے پیچھے جھوٹا الزام لگانا بہتان ہے اور اس کے واقعی عیوب بیان کرنا غیبت۔ یہ فعل خواہ صریح الفاظ میں کیا جائے یا اشارہ و

کنایہ میں، بہرصورت حرام ہے۔ اسی طرح یہ فعل خواہ آدمی کی زندگی میں کیا جائے یا اس کے مرنے کے بعد دونوں صورتوں میں اس کی حرمت یکساں ہے۔

استثناء کی بنیاد

۱۶۴- عَنْ سَعِیْدِ بْنِ زَیْدٍ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ اِنَّ مِنْ اَرْبَی الرِّبَا الْاِسْتِطَالَةَ فِیْ عِرْضِ الْمُسْلِمِ بِغَیْرِ حَقٍّ۔ (ابو داؤد۔ کتاب الادب)

''سعید بن زید نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ بدترین زیادتی مسلمان کی عزت پر حرف زنی کرنا ہے بغیر حق کے۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں اِنَّ مِنْ اَکْبَرِ الْکَبَائِرِ اِسْتِطَالَةَ الْمَرْءِ فِیْ عِرْضِ رَجُلٍ مُسْلِمٍ بِغَیْرِ حَقٍّ کے الفاظ ہیں۔ ''سب سے بڑا کبیرہ گناہ یہ ہے کہ بغیر حق کے مسلمان کی عزت وآبرو پر حرف زنی کرے۔''

تخریج: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَوْفٍ، ثَنَا اَبُو الْیَمَانِ، ثَنَا شُعَیْبٌ، ثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِیْ حُسَیْنٍ، ثَنَا نَوْفَلُ بْنُ مُسَاحِقَ، عَنْ سَعِیْدِ بْنِ زَیْدٍ، عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: اِنَّ مِنْ اَرْبَی الرِّبَا الْاِسْتِطَالَةَ فِیْ عِرْضِ الْمُسْلِمِ بِغَیْرِ حَقٍّ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ مِنْ اَکْبَرِ الْکَبَائِرِ اسْتِطَالَةَ الْمَرْءِ فِیْ عِرْضِ رَجُلٍ مُسْلِمٍ بِغَیْرِ حَقٍّ۔ الخ (۵)

تشریح: یہ ''بغیر حق کے'' کی تاکید اس بات کو ظاہر کرتی ہے۔ کہ بر بنائے حق ایسا کرنا جائز ہے۔ پھر اس حق کی تشریح حضور ﷺ کی سنت کے بعض نظائر اس طرح کرتے ہیں۔

۱۶۵- اَ تَقُوْلُوْنَ هُوَ اَضَلُّ اَمْ بَعِیْرُهٗ۔ اَلَمْ تَسْمَعُوْا اِلٰی مَا قَالَ؟ قَالُوْا بَلٰی۔

''تم لوگ کیا کہتے ہو؟ یہ شخص زیادہ نادان ہے یا اس کا اونٹ؟ تم نے سنا نہیں یہ کیا کہہ رہا تھا؟ انہوں نے عرض کیا ہاں۔''

تخریج: حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ نَصْرٍ، اَخْبَرَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ مِنْ کِتَابِهٖ، قَالَ: حَدَّثَنِیْ اَبِیْ، ثَنَا الْجَرِیْرِیُّ، عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ الْجُشَمِیِّ، قَالَ: ثَنَا جُنْدَبٌ، قَالَ: جَاءَ اَعْرَابِیٌّ فَاَنَاخَ رَاحِلَتَهٗ، ثُمَّ عَقَلَهَا، ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ، فَصَلّٰی خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَلَمَّا سَلَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، اَتٰی رَاحِلَتَهٗ، فَاَطْلَقَهَا، ثُمَّ رَکِبَ، ثُمَّ نَادٰی: اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِیْ وَ مُحَمَّدًا وَلَا تُشْرِکْ فِیْ رَحْمَتِنَا اَحَدًا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اَتَقُوْلُوْنَ هُوَ اَضَلُّ اَمْ بَعِیْرُهٗ، اَلَمْ تَسْمَعُوْا اِلٰی مَا قَالُوْا؟ قَالُوْا: بَلٰی۔(۶)

پس منظر: ایک اعرابی آ کر حضور ﷺ کے پیچھے نماز میں شریک ہوا اور نماز ختم ہوتے ہی یہ کہتا ہوا چل دیا کہ ''خدایا مجھ پر رحم کر اور محمدؐ پر، اور ہم دونوں کے سوا کسی کو اس رحمت میں شریک نہ کر۔'' حضور ﷺ نے صحابہ سے فرمایا۔ **اتقولون هو اضل ام بعيره۔ الم تسمعوا الى ما قال۔** تم لوگ کیا کہتے ہو؟ یہ شخص زیادہ نادان ہے، یا اس کا اونٹ؟ تم نے سنا نہیں یہ کیا کہہ رہا تھا۔

۱۶۶–اِنَّ شَرَّ النَّاسِ مَنْزِلَةً عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَنْ وَدَعَهُ اَوْ تَرَكَهُ النَّاسُ اتِّقَاءَ فُحْشِهٖ۔

(بخاری و مسلم)

''خدا کے نزدیک قیامت کے روز بدترین مقام اس شخص کا ہوگا جس کی بدزبانی سے ڈر کر لوگ اس سے ملنا جلنا چھوڑ دیں۔''

تخریج: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ، حَدَّثَنَا عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، اَنَّ عَائِشَةَ اَخْبَرَتْهُ اَنَّهُ اسْتَاْذَنَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ رَجُلٌ، فَقَالَ: ائْذَنُوْا لَهُ، فَبِئْسَ ابْنُ الْعَشِيْرَةِ اَوْ بِئْسَ اَخُو الْعَشِيْرَةِ. فَلَمَّا دَخَلَ: اَلَانَ لَهُ فِى الْكَلَامِ. فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قُلْتُ مَا قُلْتَ ثُمَّ اَلَنْتَ لَهُ فِى الْقَوْلِ، فَقَالَ: اَىْ عَائِشَةُ! اِنَّ شَرَّ النَّاسِ مَنْزِلَةً عِنْدَ اللّٰهِ مَنْ تَرَكَهُ اَوْ وَدَعَهُ النَّاسُ اتِّقَاءَ فُحْشِهٖ۔ (۷)

ترجمہ: حضور ﷺ حضرت عائشہؓ کے ہاں تھے کہ ایک شخص نے آ کر ملاقات کی اجازت طلب کی۔ حضور ﷺ نے فرمایا ''یہ اپنے قبیلے کا بہت برا آدمی ہے۔ پھر آپؐ باہر تشریف لے گئے اور اس سے بڑی نرمی کے ساتھ بات کی۔ گھر میں جب واپس تشریف لائے تو حضرت عائشہؓ نے عرض کیا آپؐ نے تو اس سے بڑی نرمی کے ساتھ بات کی حالاں کہ جاتے وقت آپ نے اس کے متعلق وہ کچھ کہا تھا۔ تو آپ نے فرمایا۔ خدا کے نزدیک قیامت کے روز بدترین مقام اس شخص کا ہوگا جس کی بدزبانی سے ڈر کر لوگ اس سے ملنا جلنا چھوڑ دیں۔

۱۶۷– اَمَّا مُعَاوِيَةُ فَصَعْلُوْكٌ لَا مَالَ لَهٗ اَمَّا اَبُوْ جَهْمٍ فَضَرَّابٌ لِلنِّسَآءِ۔ (بخاری و مسلم)

''معاویہ مفلس ہیں اور ابوجہم بیویوں کو بہت مارا کرتے ہیں۔''

تخریج: حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ، قَالَ: نَا وَكِيْعٌ، قَالَ: نَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِىْ بَكْرِ بْنِ اَبِى الْجَهْمِ بْنِ صُخَيْرٍ الْعَدَوِىِّ، قَالَ: سَمِعْتُ فَاطِمَةَ بِنْتَ قَيْسٍ تَقُوْلُ: اَنَّ زَوْجَهَا طَلَّقَهَا ثَلَاثًا فَلَمْ يَجْعَلْ لَّهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ سُكْنٰى وَلَا نَفَقَةً، قَالَتْ! قَالَ لِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اِذَا حَلَلْتِ فَاٰذِنِيْنِىْ، فَاٰذَنْتُهٗ، فَخَطَبَهَا مُعَاوِيَةُ وَ اَبُوْ جَهْمٍ وَ اُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اَمَّا مُعَاوِيَةُ، فَرَجُلٌ تَرِبٌ لَا مَالَ لَهٗ، وَ اَمَّا اَبُوْ جَهْمٍ فَرَجُلٌ ضَرَّابٌ لِلنِّسَآءِ، وَ لٰكِنْ اُسَامَةُ، فَقَالَتْ: بِيَدِهَا هٰكَذَا اُسَامَةُ اُسَامَةُ فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: طَاعَةُ اللّٰهِ وَ طَاعَةُ رَسُوْلِهٖ خَيْرٌ لَّكِ، قَالَتْ: فَتَزَوَّجْتُهٗ، فَاغْتَبَطْتُ۔ (۸)

ترجمہ: فاطمہ بنت قیس بیان کرتی تھیں کہ اس کے شوہر نے اسے تین طلاقیں دے دیں رسول اللہ ﷺ نے نہ اسے نان و نفقہ دلایا اور نہ سکونت۔ فاطمہؓ کا بیان ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تمہاری عدت پوری ہو جائے تو مجھے اطلاع دینا۔ (اختتام عدت پر) میں نے آپ کو اطلاع دی (اس دوران میں) مجھے معاویہ، ابوجہم اور اُسامہ نے پیغام نکاح دیا۔ (میں نے آپ سے ان کا ذکر کیا) تو آپؐ نے فرمایا کہ جہاں تک معاویہ کا تعلق ہے وہ تو ایک مفلس آدمی ہے، مال و دولت اس کے پاس نہیں، اور ابوجہم تو عورتوں کو بہت مارنے پیٹنے والا ہے۔ لیکن اسامہ موزوں ہے۔ فاطمہ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ اسامہ اسامہ (اُسامہ کیا ہے) تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت تمہارے حق میں بہتر و مفید ہے۔ تو میں نے اسامہ سے نکاح کر لیا (یہ نکاح اتنا بہتر اور مفید ثابت ہوا کہ) عورتیں مجھ پر رشک کرنے لگیں۔

پس منظر: فاطمہ بنت قیس کی روایت ہے کہ حضرت معاویہ اور ابوجہم نے ان کو نکاح کا پیغام دیا انہوں نے حضور ﷺ سے رائے پوچھی تو آپؐ نے ان کے متعلق مندرجہ بالا رائے کا اظہار فرمایا۔

۱۶۸۔ ''ابوسفیان کی بیوی ہند نے آ کر حضور ﷺ سے عرض کیا کہ ابوسفیان بخیل آدمی ہیں مجھے اور میری اولاد کو اتنا نہیں دیتے جو ضروریات کے لیے کافی ہو۔'' (بخاری و مسلم)

تخریج: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ هِنْدًا قَالَتْ لِلنَّبِيِّ ﷺ اِنَّ اَبَا سُفْيَانَ رَجُلٌ شَحِيحٌ، فَاَحْتَاجُ اَنْ اٰخُذَ مِنْ مَّالِهِ، قَالَ: خُذِيْ مَا يَكْفِيكِ وَ وَلَدَكِ بِالْمَعْرُوفِ۔(۹)

استثنائی صورتیں

اس حرمت سے مستثنیٰ صرف وہ صورتیں ہیں جن میں کسی شخص کے پیٹھ پیچھے، یا اس کے مرنے کے بعد اس کی برائی بیان کرنے کی کوئی ایسی ضرورت لاحق ہو جو شریعت کی نگاہ میں ایک صحیح ضرورت ہو، اور وہ ضرورت غیبت کے بغیر پوری نہ ہو سکتی ہو، اور اس کے لیے اگر غیبت نہ کی جائے تو غیبت کی بہ نسبت زیادہ بڑی برائی لازم آتی ہو۔

حضور ﷺ کے ارشادات بالا میں سے ایک میں ''ناحق'' غیبت کرنے کے بارے میں فرمایا گیا ہے۔ اس ارشاد میں ''ناحق'' کی قید یہ بتاتی ہے کہ ''حق'' کی بنا پر ایسا کرنا جائز ہے۔ پھر خود نبی ﷺ ہی کے طرز عمل میں ہم کو چند نظیریں ایسی ملتی ہیں جن سے معلوم ہو جاتا ہے کہ ''حق'' سے مراد کیا ہے اور کس قسم کے حالات میں غیبت بقدر ضرورت جائز ہو سکتی ہے۔

مثلاً بدو نے جب صرف محمد ﷺ کو اور اپنے آپ کو خدا کی رحمت میں شریک کرنے کی دعا کی اور کہا کہ خدایا باقی لوگوں کو اس میں شریک نہ کر تو حضور ﷺ کو اس کی پیٹھ پیچھے یہ بات کہنی پڑی کہ ''تم لوگ کیا کہتے ہو، یہ شخص زیادہ نادان ہے یا اس کا اونٹ؟ تم نے سنا نہیں کہ یہ کیا کہہ رہا تھا'' کیوں کہ وہ سلام پھیرتے ہی جا چکا تھا۔ اس نے چوں کہ حضور ﷺ کی موجودگی میں ایک بہت غلط بات کہہ دی تھی اور آپ کا اس پر خاموش رہ جانا کسی شخص کو اس غلط فہمی میں ڈال سکتا تھا کہ ایسی بات کہنا کسی درجہ میں جائز ہو سکتا ہے، اس لیے ضروری تھا کہ آپؐ اس کی تردید فرمائیں۔

ایک حدیث میں نکاح کے معاملے میں عورت نے مشورہ مانگا، تو چوں کہ ایک خاتون کے لیے مستقبل کی زندگی کا

مسئلہ درپیش تھا اور حضورؐ سے انہوں نے مشورہ طلب کیا تھا۔ اس حالت میں آپؐ نے ضروری سمجھا کہ دونوں صاحبوں کی جو کمزوریاں آپؐ کے علم میں ہیں وہ انہیں بتادیں۔

پھر ایک حدیث حضور ﷺ نے ایک شخص کو برا آدمی کہا اور پھر اس سے اچھی طرح گفتگو کی۔ اس واقعہ پر غور کیجیے تو معلوم ہوگا کہ حضور ﷺ نے اس شخص کے متعلق بری رائے رکھنے کے باوجود اس کے ساتھ اچھی طرح بات کی تو اس لیے کی کہ آپ کا اخلاق اسی کا تقاضا کرتا تھا۔ لیکن آپ کو یہ اندیشہ ہوا کہ آپ کے گھر والے آپ کو اس سے مہربانی برتتے دیکھ کر کہیں اسے آپ کا دوست نہ سمجھ لیں اور بعد میں کسی وقت وہ اس کا ناجائز فائدہ نہ اٹھائے۔ اس لیے آپؐ نے حضرت عائشہؓ کو خبردار کردیا کہ وہ اپنے قبیلے کا بہت برا آدمی ہے۔

ایک موقع پر حضرت ابوسفیان کی بیوی ہند بنت عتبہ نے حضورؐ سے عرض کیا کہ ''ابوسفیان ایک بخیل آدمی ہیں۔ مجھے اور میرے بچوں کو اتنا نہیں دیتے جو ضرورت کے لیے کافی ہو۔ (بخاری ومسلم) شوہر کی غیر موجودگی میں یہ اگرچہ غیبت تھی، مگر حضور ﷺ نے اس کو جائز رکھا، کیوں کہ مظلوم کو یہ حق پہنچتا ہے کہ ظلم کی شکایت کسی ایسے شخص کے پاس لے جائے جو اس کو رفع کرا سکتا ہو۔

غیبت مباحہ کی صورتیں

اس طرح کی نظیروں سے فقہاء ومحدثین نے یہ قاعدہ اخذ کیا ہے کہ جس ''حق'' کی بنا پر آدمی کی برائی کرنا جائز ہے اس سے مراد وہ حقیقی ضروریات ہیں جس کے لیے ایسا کرنے کے سوا چارہ نہ ہو۔ پھر اس قاعدے کی بنا پر وہ تعین کے ساتھ چند صورتیں بیان کرتے ہیں کہ ان میں غیبت کی جا سکتی ہے۔ (تفہیمات حصہ سوم، غیبت کی حقیقت)

جائز صورتیں

سنت رسول اللہ ﷺ کی ان نظیروں سے استفادہ کر کے فقہاء ومحدثین نے یہ قاعدہ اخذ کیا ہے کہ غیبت صرف اس صورت میں جائز ہے جب کہ ایک صحیح (یعنی شرعاً صحیح) غرض کے لیے اس کی ضرورت ہو اور وہ ضرورت اس کے بغیر پوری نہ ہو سکتی ہو۔ پھر اسی قاعدے پر بنا رکھتے ہوئے علماء نے غیبت کی حسب ذیل صورتیں جائز قرار دی ہیں۔

(۱) ظالم کے خلاف مظلوم کی شکایت ہر اس شخص کے سامنے جس سے وہ یہ توقع رکھتا ہو کہ وہ ظلم کو دفع کرنے کے لیے کچھ کر سکتا ہے۔

(۲) اصلاح کی نیت سے کسی شخص یا گروہ کی برائیوں کا ذکر ایسے لوگوں کے سامنے جن سے یہ امید ہو کہ وہ ان برائیوں کو دور کرنے کے لیے کچھ کر سکیں گے۔

(۳) استفتاء کی غرض سے کسی مفتی کے سامنے صورت واقعہ بیان کرنا جس میں کسی شخص کے کسی غلط فعل کا ذکر آ جائے۔

(۴) لوگوں کو کسی شخص یا اشخاص کے شر سے خبردار کرنا تا کہ وہ اس کے نقصان سے بچ سکیں مثلاً راویوں، گواہوں اور مصنفوں کی کمزوریاں بیان کرنا بالاتفاق جائز ہی نہیں واجب ہے کیوں کہ اس کے بغیر شریعت کو غلط روایتوں کی اشاعت سے، عدالتوں کو بے انصافی سے اور عوام یا طالبان علم کو گمراہیوں سے بچانا ممکن نہیں ہے۔ یا مثلاً کوئی شخص کسی سے شادی بیاہ کا رشتہ کرنا چاہتا ہو، یا کسی کے پڑوس میں مکان لینا چاہتا ہو، یا کسی سے شرکت کا معاملہ کرنا چاہتا

ہو، یا کسی کو اپنی امانت سونپنا چاہتا ہو اور آپ سے مشورہ لینا چاہتا ہو اور آپ سے مشورہ لے تو آپ کے لیے واجب ہے کہ اس کا عیب وصواب اسے بتا دیں تا کہ ناواقفیت میں وہ دھوکا نہ کھائے۔

(۵) ایسے لوگوں کے خلاف علی الاعلان آواز بلند کرنا اور ان کی برائیوں پر تنقید کرنا جو فسق وفجور پھیلا رہے ہوں، یا بدعات اور گمراہیوں کی اشاعت کر رہے ہوں، یا خلق خدا کو بے دینی اور ظلم وجور کے فتنوں میں مبتلا کر رہے ہوں۔

(۶) جو لوگ کسی برے لقب سے اس قدر مشہور ہو چکے ہوں وہ اس لقب کے سوا کسی اور لقب سے پہچانے نہ جا سکتے ہوں ان کے لیے وہ لقب استعمال کرنا بغرض تعریف نہ کہ بغرض تنقیص۔(۱)

ان مستثنیٰ صورتوں کے ماسوا پیٹھ پیچھے کسی کی بدگوئی کرنا مطلقاً حرام ہے۔ یہ بدگوئی اگر سچی ہو تو غیبت ہے، جھوٹی ہو تو بہتان ہے، اور دو آدمیوں کو لڑانے کے لیے ہو تو چغلی ہے۔ شریعت ان تینوں چیزوں کو حرام کرتی ہے۔ اسلامی معاشرے میں ہر مسلمان پر یہ لازم ہے کہ اس کے سامنے کسی شخص پر جھوٹی تہمت لگائی جا رہی ہو تو وہ اس کو خاموشی سے نہ سنے بلکہ اس کی تردید کرے، اور اگر کسی جائز شرعی ضرورت کے بغیر کسی کی واقعی برائیاں بیان کی جا رہی ہوں تو اس فعل کے مرتکبین کو خدا سے ڈرائے اور اس گناہ سے بچنے کی تلقین کرے۔ (جیسا کہ مندرجہ بالا حدیث میں فرمان نبویؐ ہے)۔

رہا غیبت کرنے والا تو جس وقت بھی اسے احساس ہو جائے کہ وہ اس گناہ کا ارتکاب کر رہا ہے یا کر چکا ہے، اس کا پہلا فرض یہ ہے کہ اللہ سے توبہ کرے اور اس حرام فعل سے رک جائے اس کے بعد دوسرا فرض اس پر یہ عائد ہوتا ہے کہ حتی الامکان اس کی تلافی کرے۔ اگر اس نے کسی مرے ہوئے آدمی کی غیبت کی ہو تو اس کے حق میں کثرت سے دعائے مغفرت کرے۔ اگر کسی زندہ آدمی کی غیبت کی ہو اور وہ خلاف واقعہ بھی ہو تو ان لوگوں کے سامنے اس کی تردید کرے جن کے سامنے وہ پہلے یہ بہتان تراشی کر چکا ہے۔ اور اگر سچی غیبت کی ہو تو آئندہ پھر کبھی اس کی برائی نہ کرے اور اس شخص سے معافی مانگے جس کی اس نے برائی کی تھی علماء کا ایک گروہ کہتا ہے کہ معافی صرف اس صورت میں مانگنی چاہیے جب کہ اس شخص کو اس کا علم ہو چکا ہو، ورنہ صرف توبہ پر اکتفا کرنا چاہیے، کیوں کہ اگر وہ شخص بے خبر ہو اور غیبت کرنے والا معافی مانگنے کی خاطر اسے جا کر یہ بتائے کہ میں نے تیری غیبت کی تھی تو یہ چیز اس کے لیے اذیت کی موجب ہوگی۔ (تفہیم القرآن ج ۵، الحجرات حاشیہ:۲۶)

غیبت کے مسئلے میں بحث کا ایک اور رخ

اسی مسئلے سے متعلق ایک اور صاحب نے لکھا ہے۔

''آپ نے ماہ جون ۵۹ء کے ترجمان القرآن میں غیبت کے مسئلے پر بحث کرتے ہوئے خطیب بغدادی کی کتاب الکفایہ فی علم الروایہ سے بعض ائمہ جرح وتعدیل کے جو اقوال نقل کیے ہیں ان کے سلسلے میں ایک بزرگ نے آپ پر بددیانتی کا الزام لگایا ہے۔ انہوں نے خطیب کی کتاب کے اسی باب کی عبارتیں نقل کر کے بتایا ہے کہ خطیب کا نقطۂ نظر تو آپ کی رائے کے بالکل خلاف ہے مگر آپ نے ان کی وہ ساری عبارات چھوڑ کر اس میں سے صرف اپنے مطلب کے بعض اقوال نکال لیے۔ اس معاملے میں آپ اپنی پوزیشن واضح کر دیں۔''

---

(۱) تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: فتح الباری جلد ۱۰ ص ۳۶۲۔ شرح مسلم للنووی، باب تحریم الغیبۃ۔ ریاض الصالحین، باب یباح من الغیبۃ۔ احکام القرآن للجصاص و روح المعانی، تفسیر آیت (ولا یغتب بعضکم بعضا)

میرے جس مضمون کا آپ حوالہ دے رہے ہیں اسے پھر پڑھ کر دیکھ لیجیے، اس میں میں نے کہیں بھی خطیب بغدادی کی آرا سے کوئی استناد نہیں کیا ہے اور نہ ان کو اپنا ہم خیال ظاہر کیا ہے۔ مجھے جب ایک مسئلے کا حکم صاف صاف حدیث میں ملتا ہو تو اس میں خطیب بغدادی، یا ان سے بھی بڑے کسی شخص کی رائے کو آخر میں کیا وزن دے سکتا ہوں۔ میں نے صرف ایک راوی کی حیثیت سے بعض ائمہ جرح وتعدیل کے اقوال ان کی کتاب سے نقل کیے ہیں۔ ان کی اپنی رائے کو میں سند کے طور پر پیش کرتا تو البتہ یہ بددیانتی ہوتی۔

مگر جو بزرگ دوسروں پر بددیانتی کا الزام عائد فرماتے ہیں ان کی اپنی دیانت سے صرف دو نمونے ملاحظہ ہوں۔ یہ دونوں نمونے اسی مضمون میں موجود ہیں جس کا حوالہ آپ دے رہے ہیں۔

انہوں نے علامہ ابن حجرؒ کے متعلق لکھا ہے کہ وہ ''اس کے (یعنی غیبت کے) ایک اور پہلو کو کھولتے ہیں، وہ یہ کہ **و هو ان يذكره فی غيبته بمافيه مما يسوء ه قاصداً بذالک الافساد**۔ یعنی اس برائی کے ذکر سے مقصود در حقیقت فساد ڈلوانا ہو۔ دوسرے الفاظ میں اس کو یوں سمجھ سکتے ہیں کہ حافظ ابن حجر غیبت کے غیبت ہونے کے لیے یہ بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ اس کا محرک فاسد ہو۔''

اب ذرا فتح الباری جلد دہم صفحہ ۳۶۱ ملاحظہ فرمائیے۔ اس میں علامہ ابن حجرؒ کی اصل عبارت یوں ہے۔ **الغيبة قد توجد فی بعض صور النميمة و هو ان يذكره فی غيبة بما فيه مما يسوء ه قاصدا بذالک الافساد**۔ یعنی ''غیبت نمیمہ (چغلی) کی بھی بعض صورت پائی جاتی ہے، اور وہ یہ ہے کہ آدمی دوسرے کے پیٹھ پیچھے اس کا کوئی واقعی عیب فساد ڈلوانے کی نیت سے بیان کرے جسے اگر وہ سنے تو اسے ناگوار ہو۔'' اس عبارت میں علامہ موصوف غیبت کی نہیں چغلی کی تعریف بیان کر رہے ہیں اور یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر آدمی کے پیٹھ پیچھے محض برائی کے ساتھ ذکر کیا جائے تو یہ غیبت ہے، اور اگر فساد ڈلوانے کے ارادے سے ایسا کیا جائے تو یہ چغلی ہے۔

اس سے بھی زیادہ عجب نمونۂ دیانت وہ ہے جو انہوں نے ماعز بن مالک اسلمی کے قصے میں پیش فرمایا ہے۔ وہ خود فرماتے ہیں کہ ماعز کا قصہ مسلم کے جس باب (یعنی **باب من اعترف علی نفسه بالزنا**) میں آیا ہے اس کی ساری احادیث انہوں نے ملاحظہ فرمائی ہیں۔ اور ان تمام احادیث کے ملاحظہ سے جو کچھ انہیں معلوم ہوا ہے وہ یہ ہے کہ ''واقعہ رجم کے بہت پہلے سے ان کی شہرت بڑی خراب تھی اور وہ اپنی بعض شدید قسم کی کمزوریوں کے باعث نبی ﷺ اور صحابہ کی نگاہوں سے بالکل گر چکے تھے۔ لیکن بدکاری کی سزا اسلام میں چوں کہ بڑی ہی سخت ہے اس وجہ سے جب تک یہ صاف طور پر قانون کی گرفت میں نہ آ گئے اس وقت تک ان کے خلاف نبی ﷺ نے کوئی کارروائی نہیں کی۔''

اب ذرا مسلم کے اسی باب کو نکال کر دیکھیے جس کا حوالہ دیا جا رہا ہے۔ اس میں ابو سعید خدری روایت کرتے ہیں کہ جب ماعز نے حضورؐ کے سامنے چار مرتبہ زنا کا اقرار کیا تو آپ نے ان کی قوم سے پوچھا کہ یہ کیسا آدمی ہے۔ انہوں نے کہا **ما نعلم به باساً الا انه اصاب شيئاً يری انه لا يخرجه منه الا ان يقام فيه الحد** ''اس کے اندر کوئی خرابی ہمارے علم میں نہیں ہے۔ بس اس سے کوئی ایسا فعل سرزد ہو گیا ہے جس کے متعلق اس کا خیال یہ ہے کہ وہ اس کے وبال سے نہیں نکل سکتا جب تک کہ اس پر حد جاری نہ ہو جائے۔'' اسی معاملہ کے متعلق عبد اللہ بن بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے

ہیں کہ جب نبی ﷺ نے ماعز کی قوم کے لوگوں سے ان کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا **ما نعلمه الا و فی العقل من صالحینا فیما نری** ''ہم اس کے سوا کچھ نہیں جانتے کہ اس کی عقل بالکل درست ہے اور جہاں تک ہمیں معلوم ہے یہ ہمارے صالح لوگوں میں سے ہے۔'' دوسری مرتبہ پھر آپ نے ان سے دریافت کیا تو انہوں نے عرض کیا **لا باس به و لا بعقله** ''نہ اس میں کوئی خرابی ہے اور نہ اس کی عقل میں'' سوال یہ ہے کہ آخر مسلم کی کس روایت سے صاحب موصوف کو یہ معلوم ہوا کہ ماعز بن مالک کی شہرت پہلے سے بڑی خراب تھی، اور وہ حضورؐ کی اور صحابہ کی نگاہوں سے بالکل گر چکے تھے اور انہیں سزا دینے کے لیے صرف اس بات کے منتظر تھے کہ یہ پوری طرح قانون کی گرفت میں آ جائیں؟

یہ پوری عمارت جس بنیاد پر کھڑی کی گئی ہے وہ صرف یہ ہے ''اس سزا کے فوراً بعد حضورؐ نے ایک خطبہ دیا جس میں ان کے خراب کردار کی طرف ان الفاظ میں اشارہ فرمایا **او کلما انطلقنا غزاة فی سبیل اللّٰہ تخلف رجل فی عیالنا له نبیب کنبیب التیس**... کم وبیش اسی مضمون کی چار روایتیں امام مسلم نے نقل کی ہیں جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ ماعز کے اخلاق و کردار کے متعلق صحابہ رضی اللہ عنہم اور نبی ﷺ کے علم میں کیا باتیں موجود تھیں۔''

اول تو یہ بات ہی رسول اللہ ﷺ کی عادت اور مزاج کے خلاف ہے کہ کسی مسلمان کو موت کی سزا دے چکنے کے بعد فوراً ہی اٹھ کر مجمع عام میں اس کی مذمت فرماتے۔ اس لیے سیرت پاک پر معمولی نظر رکھنے والا آدمی بھی حضورؐ کی تقریر کا وہ مطلب نہیں لے سکتا جو صاحب موصوف نے لیا ہے۔ پھر حدیث کے الفاظ بھی اس معاملہ میں واضح نہیں ہیں کہ اس کلام سے مقصود ماعز کی مذمت تھی۔ مسلم کی جن چار روایتوں کا حوالہ دیا گیا ہے ان سب کو پڑھ کر دیکھ لیا جائے ان میں سے کسی میں بھی اشارہ اس طرف نہیں ہے کہ ہر جہاد کے موقع پر ماعز بن مالک ہی وہ شخص تھے جو مجاہدین کے پیچھے ان کی عورتوں کو خراب کرنے کی فکر میں پھرتے رہتے تھے۔ بلکہ ان سے صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ زنا کے جرم میں رجم کی پہلی سزا دینے کے بعد حضورؐ نے اپنے خطبے میں مدینے کے ان لوگوں کو متنبہ کرنا چاہا تھا جو غزوات کے موقع پر مجاہدین کے چلے جانے کے بعد ان کے گھروں کے چکر کاٹا کرتے تھے۔ آپ نے اس نفسیاتی موقع پر جب کہ سارا مدینہ سنگ ساری کی اس ہولناک سزا پر لرز اٹھا تھا ان کو نوٹس دیا کہ اب یہاں یہ سخت فوجداری قانون نافذ ہو چکا ہے، آئندہ جو شخص بھی یہ حرکت کرے گا اسے وہی سزا دی جائے گی جو آج ماعز کو دی گئی ہے۔ صرف اتنی سی بات کہ حضورؐ نے تخلف رجل کے الفاظ استعمال کیے تھے، یہ نتیجہ نکالنے کے لیے کافی نہیں ہے کہ اس رجل (ایک شخص) سے مراد ماعز ہی تھے۔ دوسری روایات میں احدھم یا احدکم (تم میں سے یا ان لوگوں میں سے کوئی شخص) کے الفاظ آئے ہیں اور ماعز کے متعلق پورے ذخیرۂ حدیث و رجال میں کہیں بھی یہ مذکور نہیں ہے کہ وہ اس طرح کے اوباش لوگوں میں سے تھے۔ اس کے برعکس ان کے حق میں تو ان کی قوم کی مثبت شہادت یہ موجود تھی کہ وہ ایک صالح آدمی ہیں اور احیاناً ان سے ایک گناہ سرزد ہو گیا ہے۔ اسی بنا پر محدثین نے ان کو صحابہ میں شمار کیا ہے اور ان کے سزا یافتہ ہونے کے باوجود عبداللہ بن ماعز کے واسطے سے ان کی روایت حدیث قبول کی ہے۔ ورنہ ظاہر ہے کہ اگر وہ ایک اوباش آدمی ہوتے اور مجاہدین کے پیچھے ان کی عورتوں کی عصمت کے درپے رہنے والے ہوتے تو انہیں صحابی ماننے اور ان کی روایت قبول کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا تھا۔

آ گے چل کر ارشاد ہوتا ہے ”ماعز کے رجم کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم دو گروہوں میں بٹ گئے۔ایک گروہ کی رائے یہ تھی کہ اس شخص کے گناہوں نے اس کو اس طرح اپنی لپیٹ میں لے لیا کہ آخر کار یہ شخص تباہ ہو کے رہا۔ان لوگوں کے نزدیک ماعز کے اقرار جرم اور ان کے اظہار توبہ کی کوئی اہمیت نہ تھی،ان چیزوں کو یہ لوگ آب از سر گزشت کے بعد کی بے سود باتیں سمجھتے تھے اور ماعز کے خلاف ان لوگوں کو جو غصہ تھا ان پر وہ بدستور قائم تھے۔“

اس عمارت کی بنیاد حدیث کی جس عبارت پر رکھی گی ہے وہ صاحب موصوف نے خود نقل فرمائی ہے کہ **قائل یقول لقد هلک لقد احاطت به خطيئته**۔اس کا صحیح ترجمہ تو یہ ہے کہ ”کوئی کہتا تھا یہ شخص ہلاک ہو گیا۔اس کو اس کے گناہ نے اپنی لپیٹ میں لے لیا۔“ لیکن موصوف نے اس کا ترجمہ یہ فرمایا ہے ”ایک گروہ کہتا تھا یہ شخص برباد ہو گیا،اس کو اس کے گناہوں نے اپنے گرداب میں لے لیا۔“ **خطیئه** کا ترجمہ ”گناہ“ کیا جاتا تو یہ نظریہ ٹھہر نہ سکتا تھا کہ ماعز پہلے سے سخت بدکار آدمی تھے اور صحابہ ان کے خلاف غصے میں بھرے بیٹھے تھے اس لیے اس کو خطایا فرض کر کے ترجمہ ”گناہوں“ کر دیا گیا تا کہ اس جرم زنا کے بجائے بہت سے اس طرح کے جرائم اس صحابی کے ذمہ ڈالے جائیں جس کے مغفور اور جنتی ہونے کی خبر خود نبی ﷺ نے دی ہے اور جس غریب کو دنیا سے رخصت ہوئے آج پونے چودہ سو برس گزر چکے ہیں۔

اس کے بعد جن لوگوں نے ماعزؓ کے بارے میں یہ رائے زنی کی تھی کہ ”اس شخص کو دیکھو،اللہ نے اس کا پردہ ڈھانک دیا تھا مگر اس کے نفس نے اس کا پیچھا اس وقت تک نہ چھوڑا جب تک یہ کتے کی موت نہ مار دیا گیا۔“ ان کے بارے میں فرمایا جاتا ہے۔”ان کی رائے زنی کی نوعیت ہمدردانہ اظہار افسوس کی نہیں تھی بلکہ یہ لوگ جیسا کہ عرض کر چکا ہوں،ماعز کی پچھلی خراب شہرت کی بنا پر ان کے بارے میں نہایت سخت رائے رکھتے تھے اور ان کے اعتراف جرم کے معاملے کو کوئی اہمیت نہ دیتے تھے۔اس وجہ سے زیر بحث رائے زنی میں صرف تحقیر و تذلیل ہی کا جذبہ نہیں بلکہ نہایت شدید قسم کی نفرت و بیزاری کا جذبہ بھی موجود ہے۔“

اس زیر بحث رائے زنی کے الفاظ آپ کے سامنے موجود ہیں۔کیا ان سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ماعز کی خراب شہرت کی بنا پر ان کے بارے میں نہایت سخت رائے رکھتے تھے اور ان سے سخت متنفر اور بیزار تھے،اور یہ سمجھتے تھے کہ ایسے برے آدمی کا یہی انجام ہونا چاہیے تھا اگر ان کے جذبات یہی ہوتے تو انہیں یہ کہنے کی کیا ضرورت تھی کہ اس شخص کا پردہ اللہ نے ڈھانک دیا تھا مگر یہ نہ مانا؟ ان الفاظ کا مطلب آخر اس کے سوا اور کیا ہے کہ وہ چاہتے تھے کہ جب اللہ نے اس کا پردہ ڈھانک دیا تھا اور کوئی شہادت اس کے خلاف موجود نہ تھی تو یہ اس پردے کو ڈھکا رہنے دیتا اور خواہ مخواہ بار بار اعتراف جرم کر کے سزا نہ پاتا۔کیا اس شخص کے سزا سے بچ جانے کی یہ خواہش جو ان کے الفاظ سے ظاہر ہو رہی ہے ان لوگوں کے دل میں اس لیے تھی کہ وہ ماعز کی پچھلی بدکاریوں کے باعث ان سے سخت بیزار تھے اور مطمئن تھے کہ یہ شخص ٹھیک کیفر کردار کو پہنچ گیا؟

میں اس کارنامے پر کوئی تبصرہ نہیں کرنا چاہتا۔آپ خود دیکھ سکتے ہیں کہ محض اپنے ایک نظریئے کو سہارا دینے کے لیے کس طرح ایک پوری داستان گھڑ دی گئی ہے اور صحیح مسلم کو آلہ کار بنا کر ایک صحابی تک کو بدترین الزامات کا ہدف بنا دینے میں تامل نہیں کیا گیا ہے۔اس کے بعد تو ہر اس الزام پر آدمی کو صبر کرنا ہی چاہیے جو صاحب موصوف کی طرف سے اس پر لگایا جائے۔

(ترجمان القرآن۔اکتوبر ۱۹۵۹ء)

ماٰخذ

(۱) مسلم ج ۲، کتاب البر والصلة، باب تحريم الغيبة☆ ابو داؤد ج ٤، كتاب الادب، باب في الغيبة☆ ترمذي ج ۲، ابواب البر والصلة، باب ماجاء في الغيبة۔ هذا حديث حسن صحيح☆ سنن دارمي ج ۲ كتاب الرقاق، باب ماجاء في الغيبة☆ مؤطا امام مالك ج ۲، كتاب الجامع، باب ماجاء في الغيبة☆مؤطا میں ان رجلا سأل رسول اللّٰه ﷺ ما الغيبة؟ فقال رسول اللّٰه ﷺ ان تذكر من المرء ما يكره ان يسمع، قال: يا رسول اللّٰه! و ان كان حقا۔ قال رسول اللّٰه ﷺ اذا قلت باطلا فذلك البهتان۔ ☆ مسند احمد ج ۲، ص ۲۳۰، ۳۸٤، ۳۸٦ عن ابی هريرة۔

(۲) مؤطا امام مالك كتاب الجامع، ماجاء في الغيبة۔

(۳) ابو داؤد ج ٤، كتاب الحدود، باب رجم ماعز بن مالك۔

(٤) ابو داؤد ج ٤، كتاب الادب، باب من رد عن مسلم غيبة۔

(٥) ابو داؤد ج ٤، كتاب الادب، باب في الغيبة۔

(٦) ابو داؤد ج ٤، كتاب الادب، باب من ليست له غيبة۔

(۷) بخاري ج ۲، كتاب الادب، باب المداراة مع الناس☆ بخاري ج ۲ كتاب الادب، باب ما يجوز من اغتياب اهل الفساد والريب☆ مسلم ج ۲ كتاب البر والصلة باب مداراة من يتقى فحشه☆ ترمذي ج ۲، ابواب البر والصلة۔ باب ماجاء في المداراة☆ ابو داؤد ج ٤، كتاب الادب، باب في حسن العشرة۔

(۸) مسلم ج ۱، كتاب الطلاق، باب المطلقة البائن لا نفقة لها☆ ابو داؤد ج ۲، كتاب الطلاق، باب في نفقة المبتوتة۔ ابو داؤد میں اما ابو جهم فلا يضع عصاه عن عاتقه، و اما معاوية فصعلوك لا مال له نقل کیا ھے ☆ترمذي ج ۱ ابواب النكاح، باب ماجاء ان لا يخطب الرجل على خطبة اخيه۔ ترمذی نے اما ابو جهم فرجل لا يرفع عصاه عن النساء۔ الخ۔ فمعنى هذا الحديث عندنا واللّٰه اعلم۔ ان فاطمة لم تخبره برضاها بواحد منهما فلو اخبرته لم يشر عليها بغير الذي ذكرته☆ نسائي ج ٦ كتاب النكاح، باب اذا استشارت المرأة رجلا فيمن يخطبها۔ ابو داؤد کی روایت والے الفاظ۔☆ ابن ماجه۔ كتاب النكاح باب ۱۰ لا يخطب الرجل على خطبة اخيه۔ ابن ماجہ نے اما معاويه فرجل ترب لا مال له نقل کیا ھے☆ مسند احمد ج ٦، ص ٤۱۲۔

(۹) بخاري ج ۲ كتاب الاحكام، باب القضاء على الغائب☆ بخاري ج ۲ كتاب النفقات، باب اذا لم ينفق الرجل۔ فللمرأة ان تاخذ بغير علمه ما يكفيها و ولدها بالمعروف اور باب نفقة المرأة اذا غاب عنها زوجها و نفقة الولد۔ بخاری نے ان ابا سفيان رجل مسيك نقل کیا ھے☆ بخاري ج ۱ كتاب البيوع، باب من اجرى امر الامصار على ما يتعارفون بينهم☆ نسائي ج ۸ كتاب القضاة باب قضاء الحاكم على الغائب اذا عرفه☆ ابن ماجه كتاب التجارات، باب ٦٥ ما للمرأة من مال زوجها☆سنن دارمي ج ۲ كتاب النكاح، باب في وجوب نفقة الرجل على اهله۔

فصل:۵

رشوت اور خیانت

تعریف

رشوت کی تعریف یہ ہے کہ" جو شخص کسی خدمت کا معاوضہ پاتا ہو وہ اسی خدمت کے سلسلے میں ان لوگوں سے کسی نوعیت کا فائدہ حاصل کرے جن کے لیے یا جن کے ساتھ اس خدمت سے تعلق رکھنے والے معاملات انجام دینے کے لیے وہ مامور ہو، قطع نظر اس سے کہ وہ لوگ برضا و رغبت اسے وہ فائدہ پہنچائیں یا مجبوراً۔

موجودہ حالات ہوں یا کوئی اور قسم کے حالات، رشوت لینا تو بہر حال حرام ہے البتہ رشوت دینا صرف اس صورت میں بربنائے اضطرار جائز ہوسکتا ہے جب کہ کسی شخص کو کسی ظالم سے اپنا جائز حق حاصل نہ ہو رہا ہو اور اس حق کو چھوڑ دینا اس کو ناقابل برداشت نقصان پہنچاتا ہو اور اوپر کوئی با اختیار حاکم بھی ایسا نہ ہو جس سے شکایت کر کے اپنا حق وصول کرنا ممکن ہو۔

(رسائل و مسائل حصہ دوم، رشوت اور اضطرار)

رشوت و خیانت کا اطلاق

۱۶۹- عَنْ اَبِیْ حُمَیْدِ السَّاعِدِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ هَدَایَا الْعُمَّالِ غُلُوْلٌ۔ (مسند احمد)

"ابوحمید الساعدی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سرکاری ملازمین جو ہدیے وصول کرتے ہیں یہ خیانت ہے۔"

تخریج: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، حَدَّثَنِیْ اَبِیْ، ثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ عِیْسٰی، ثَنَا اِسْمَاعِیْلُ بْنُ عَیَّاشٍ، عَنْ یَحْیَ بْنِ سَعِیْدٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَیْرِ، عَنْ اَبِیْ حُمَیْدِ السَّاعِدِیِّ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: هَدَایَا الْعُمَّالِ غُلُوْلٌ۔ (۱)

۱۷۰- وَ عَنْهُ، قَالَ اسْتَعْمَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ رَجُلاً عَلَی الْاَزْدِ یُقَالُ لَهُ ابْنُ اللُّتْبِیَةِ، فَلَمَّا قَدِمَ قَالَ هٰذَا لَكُمْ وَ هٰذَا اُهْدٰی لِیْ، فَقَامَ النَّبِیُّ ﷺ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَ اَثْنٰی عَلَیْهِ ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّیْ اَسْتَعْمِلُ الرَّجُلَ مِنْكُمْ عَلَی الْعَمَلِ مَا وَلَّانِی اللّٰهُ فَیَقُوْلُ هٰذَا لَكُمْ وَ هٰذَا هَدِیَّةٌ اُهْدِیَتْ لِیْ، اَفَلَا جَلَسَ فِیْ بَیْتِ اَبِیْهِ وَ اُمِّهٖ حَتّٰی تَاْتِیَهٗ هَدِیَّتُهٗ اِنْ كَانَ صَادِقاً۔

(بخاری، مسلم، ابو داؤد)

’’ان ہی ابوحمید کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابن اللُّتبیہ نامی ایک شخص کو قبیلہ ازد پر عامل بنا کر بھیجا۔ جب وہ وہاں سے سرکاری مال لے کر پلٹا تو بیت المال میں داخل کرتے وقت اس نے کہا کہ یہ تو ہے سرکاری مال اور یہ ہدیہ ہے جو مجھے دیا گیا ہے۔ اس پر حضور ﷺ نے ایک خطبہ دیا اور اس میں حمد و ثنا کے بعد فرمایا ’’میں تم میں سے ایک شخص کو اس حکومت کے کام میں جو اللہ نے میرے سپرد کی ہے عامل بنا کر بھیجتا ہوں تو وہ آ کر مجھ سے کہتا ہے کہ یہ تو ہے سرکاری مال، اور یہ ہدیہ ہے جو مجھے دیا گیا ہے اگر یہ سچ ہے کہ لوگ خود ہدیے دیتے ہیں تو کیوں نہ اپنے ابا اور اپنی اماں کے گھر بیٹھا رہا کہ اس کے ہدیے اسے وہیں پہنچتے رہتے۔‘‘

تخریج: حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ، قَالَ: اَخْبَرَنَا عَبْدَةُ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ اَبِىْ حُمَيْدِ السَّاعِدِىِّ اَنَّ النَّبِىَّ ﷺ اسْتَعْمَلَ ابْنَ اللُّتْبِيَةِ عَلٰى صَدَقَاتِ بَنِىْ سُلَيْمٍ، فَلَمَّا جَاءَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَ حَاسَبَهٗ، قَالَ: هٰذَا الَّذِىْ لَكُمْ وَ هٰذِهٖ هَدِيَّةٌ اُهْدِيَتْ لِىْ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: فَهَلَّا جَلَسْتَ فِىْ بَيْتِ اَبِيْكَ وَ بَيْتِ اُمِّكَ حَتّٰى تَاْتِيَكَ هَدِيَّتُكَ اِنْ كُنْتَ صَادِقًا، ثُمَّ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَخَطَبَ النَّاسَ، فَحَمِدَ اللّٰهَ وَ اَثْنٰى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: اَمَّا بَعْدُ! فَاِنِّىْ اَسْتَعْمِلُ رِجَالًا مِنْكُمْ عَلٰى اُمُوْرٍ مِمَّا وَلَّانِى اللّٰهُ، فَيَاْتِىْ اَحَدُهُمْ: فَيَقُوْلُ: هٰذَا الَّذِىْ لَكُمْ وَ هٰذِهٖ هَدِيَّةٌ اُهْدِيَتْ لِىْ، فَهَلَّا جَلَسَ فِىْ بَيْتِ اَبِيْهِ وَ بَيْتِ اُمِّهٖ حَتّٰى تَاْتِيَهٗ هَدِيَّتُهٗ، اِنْ كَانَ صَادِقًا۔ فَوَ اللّٰهِ! لَا يَاْخُذُ كُمْ مِنْهَا شَيْئًا قَالَ هِشَامٌ: بِغَيْرِ حَقِّهٖ اِلَّا جَاءَ اللّٰهَ يَحْمِلُهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ الحديث (۲)

۱۷۱- عَنْ بُرَيْدَةَ عَنِ النَّبِىِّ ﷺ قَالَ مَنِ اسْتَعْمَلْنَاهُ عَلٰى عَمَلٍ فَرَزَقْنَاهُ رِزْقًا فَمَا اَخَذَ بَعْدَ فَهُمْ غُلُوْلٌ۔ (ابو داؤد)

’’بریدہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ’’جس شخص کو ہم کسی سرکاری خدمت پر مقرر کر دیں اور اس کے کام کی تنخواہ دیں وہ اگر اس تنخواہ کے بعد اور کچھ وصول کرے تو یہ خیانت ہے۔‘‘

تخریج: حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنِ اَخْزَمَ اَبُوْ طَالِبٍ، ثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ، عَنْ عَبْدِ الْوَارِثِ بْنِ سَعِيْدٍ، عَنْ حُسَيْنِ الْمُعَلِّمِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنِ النَّبِىِّ ﷺ قَالَ: مَنِ اسْتَعْمَلْنَاهُ عَلٰى عَمَلٍ فَرَزَقْنَاهُ رِزْقًا فَمَا اَخَذَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَهُوَ غُلُوْلٌ۔ (۳)

۱۷۲- عَنْ رُوَيْفِعِ بْنِ ثَابِتِ الْاَنْصَارِىِّ اَنَّ النَّبِىَّ ﷺ قَالَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا يَرْكَبْ دَابَّةً مِنْ فَىْءِ الْمُسْلِمِيْنَ حَتّٰى اِذَا اَعْجَفَهَا رَدَّهَا فِيْهِ، وَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا يَلْبَسْ ثَوْبًا مِنْ فَىْءِ الْمُسْلِمِيْنَ حَتّٰى اِذَا اَخْلَقَهٗ رَدَّهٗ فِيْهِ۔ (ابو داؤد)

”رویفع بن ثابت انصاری کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ یہ حرکت نہ کرے کہ مسلمانوں کے فے (یعنی پبلک کے مال) میں سے ایک جانور کی سواری لیتا رہے اور جب وہ بیکار ہو جائے تو اسے پھر سرکاری اصطبل میں داخل کردے۔ اور جو شخص اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتا ہو اس کا یہ کام بھی نہیں ہے کہ مسلمانوں کے فے میں سے ایک کپڑا برتے اور جب وہ پرانا ہو جائے تو پھر اسے واپس کردے۔“

تخریج: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، وَ عُثْمَانُ بْنُ اَبِی شَيْبَةَ، اَلْمَعْنٰی قَالَ اَبُوْ دَاؤُدَ: و انا لحديثه أَتْقَنُ، قَالَا: ثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحَاقَ، عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِی حَبِيْبٍ، عَنْ اَبِی مَرْزُوْقٍ مَوْلٰی تَجِيْبَ، عَنْ حَنَشٍ الصَّنْعَانِیِّ، عَنْ رُوَيْفِعِ بْنِ ثَابِتٍ الْاَنْصَارِیِّ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ: مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ، فَلَا يَرْكَبْ دَابَّةً مِنْ فَیْءِ الْمُسْلِمِيْنَ حَتّٰی اِذَا اَعْجَفَهَا رَدَّهَا فِيْهِ، وَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ، فَلَا يَلْبَسْ ثَوْبًا مِنْ فَیْءِ الْمُسْلِمِيْنَ حَتّٰی اِذَا اَخْلَقَهٗ رَدَّهٗ فِيْهِ۔ (٤)

۱۷۳- عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلرَّاشِیَ وَالْمُرْتَشِیَ۔ (ابو داؤد)

”عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رشوت دینے والے اور لینے والے دونوں پر لعنت فرمائی۔“

تخریج: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ، ثَنَا ابْنُ اَبِی ذِئْبٍ، عَنِ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ اَبِی سَلَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الرَّاشِیَ وَالْمُرْتَشِیَ۔ (٥)

۱۷٤- عَنْ عَدِیُّ بْنُ عَمِيْرَةَ الْكِنْدِیُّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ يٰاَيُّهَا النَّاسُ مَنْ عُمِّلَ مِنْكُمْ لَنَا عَلٰی عَمَلٍ فَكَتَمَنَا مِنْهُ مَخِيْطاً فَمَا فَوْقَهٗ فَهُوَ غُلٌّ يَأْتِ بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔ (ابو داؤد)

”عدی بن عمیرۃ الکندی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لوگو! جو شخص ہماری حکومت میں کسی خدمت پر مقرر کیا گیا اور اس نے ایک تاگا یا اس سے بھی حقیر تر کوئی چیز ہم سے چھپا کر استعمال کی تو یہ خیانت ہے جس کا بوجھ اٹھاتے ہوئے وہ قیامت کے روز حاضر ہوگا۔“

تخریج: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، ثَنَا يَحْيٰی، عَنْ اِسْمَاعِيْلَ بْنِ اَبِی خَالِدٍ، حَدَّثَنِیْ قَيْسٌ، قَالَ: حَدَّثَنِیْ عَدِیُّ بْنُ عَمِيْرَةَ الْكِنْدِیُّ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: يٰاَيُّهَا النَّاسُ مَنْ عُمِّلَ مِنْكُمْ لَنَا عَلٰی عَمَلٍ، فَكَتَمَنَا مِنْهُ مَخِيْطًا فَمَا فَوْقَهٗ فَهُوَ غُلٌّ يَاْتِیْ بِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَقَامَ رَجُلٌ مِنَ الْاَنْصَارِ اَسْوَدُ كَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلَيْهِ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اقْبَلْ عَنِّیْ عَمَلَكَ، قَالَ: وَمَا ذَاكَ؟ قَالَ: سَمِعْتُكَ تَقُوْلُ كَذَا وَ كَذَا، قَالَ: وَ اَنَا اَقُوْلُ ذٰلِكَ، مَنِ اسْتَعْمَلْنَاهُ عَلٰی عَمَلٍ، فَلْيَاتِ بِقَلِيْلِهٖ وَ كَثِيْرِهٖ، فَمَا اُوْتِیَ مِنْهُ اَخَذَ(ہ) وَمَا نُهِیَ عَنْهُ انْتَهٰی۔ (٦)

تشریح: ایک شخص یا اشخاص سے دوسرے شخص یا اشخاص کی طرف مال کی ملکیت منتقل ہونے کی جائز صورتیں صرف چار ہیں۔ایک یہ کہ ہبہ یا عطیہ ہو برضا و رغبت۔دوسرے یہ کہ خرید و فروخت ہو، آپس کی رضامندی سے۔تیسرے، یہ کہ خدمت کا معاوضہ ہو، باہمی قرارداد سے۔چوتھے یہ کہ میراث ہو، جوازروئے قانون ایک کو دوسرے سے پہنچے۔ان کے سوا جتنی صورتیں انتقال ملکیت کی ہیں سب حرام ہیں۔اب دیکھنا چاہیے کہ جو روپیہ ایک افسر یا اہل کار کسی صاحب غرض سے لیتا ہے، یا جو استفادہ وہ اس مال سے کرتا ہے جو دراصل پبلک کا مال ہے اور پبلک کے کاموں کے لیے اس کے تصرف میں دیا جاتا ہے، اس کی حیثیت کیا ہے؟ ظاہر ہے کہ وہ خرید و فروخت اور میراث کی تعریف میں تو آتا نہیں۔پھر کیا وہ ہبہ یا عطیہ ہے؟ اس کا فیصلہ کرنے کے لیے ایک سوال کا جواب کافی ہے۔کیا یہ ہبہ یا عطیہ ایک اہلکار کو اس صورت میں بھی ملتا جب کہ وہ اس منصب پر نہ ہوتا، یا پنشن پر الگ ہو چکا ہوتا۔اگر نہیں تو یہ عطیہ یا ہبہ نہیں ہے کیوں کہ یہ اس کے منصب کی وجہ سے اس کے پاس آ رہا ہے نہ کہ کسی ذاتی تعلق یا محبت یا ہمدردی کی بنا پر۔اب کیا یہ ان خدمات کا معاوضہ ہے جو ایک اہل کار اپنے منصب کے سلسلے میں انجام دیتا ہے؟ ظاہر ہے کہ یہ درحقیقت معاوضہ بھی نہیں ہے۔معاوضہ تو صرف وہ تنخواہ اور الاؤنس ہیں جو ملازم ہونے کی حیثیت سے آدمی کو ملتے ہیں۔ان کے ماسوا جو کچھ ایک اہل کار اپنے فرائض منصبی ادا کرنے کے سلسلے میں حاصل کرتا ہے وہ یا تو خیانت ہے جو پبلک فنڈ میں سے کی جاتی ہے، یا ناجائز خدمات کا معاوضہ ہے جو شرائط ملازمت کے خلاف عمل کرنے کے بدلہ میں آدمی کو ملتا ہے۔یا جائز خدمات کا ناجائز معاوضہ ہے کیوں کہ شرائط ملازمت کے حدود میں رہتے ہوئے کام کرنے کا معاوضہ تو بشکل تنخواہ آدمی پہلے ہی لے چکا ہے، اس پر پھر مزید معاوضہ حاصل کرنا صریح طور پر حرام خوری ہے۔

یہ ہیں اس مسئلے میں نبی ﷺ کے ارشادات، اور یہ اپنے مدعا میں اتنے واضح ہیں کہ ان پر کسی تشریح و توضیح کے اضافے کی ضرورت نہیں۔جو لوگ اپنی حرام خوری کے لیے طرح طرح کے حیلے اور بہانے پیش کرتے ہیں اور اسے اپنی زبانی...چال بازیوں کے ذریعے سے حلال بنانے کی کوشش کرتے ہیں، آپ ان سے کہیے کہ اگر حرام کھاتے ہو تو کم از کم اسے حرام تو سمجھو، شاید کبھی اللہ اس سے بچنے کی توفیق دے دے۔لیکن اگر حرام کو حلال بنا کر کھایا تو تمہارے ضمیر مردہ ہو جائیں گے، پھر کبھی حرام سے بچنے کی خواہش دل میں پیدا ہی نہ ہو سکے گی۔اور جب خدا کے ہاں حساب دینے کھڑے ہوں گے تو تم کو معلوم ہو جائے گا کہ حقیقت تمہارے بدلنے سے نہیں بدل سکتی۔حرام حرام ہی ہے خواہ تم اسے حلال بنانے کی کتنی ہی کوشش کرو۔ (رسائل و مسائل حصہ اول، رشوت و خیانت کو حلال...)

ماٰخذ

(۱) مسند احمد ج ۵ ص ۴۲۴☆ ابن کثیر ج ۱ ص ۴۲۲۔

(۲) بخاری ج ۲ کتاب الاحکام باب محاسبة الامام عماله☆ بخاری ج ۲ کتاب الاحکام باب هدایا العمال☆مسلم ج ۲ کتاب الامارة باب تحریم هدایا العمال۔ مسلم نے فانی استعمل الرجل منکم علی العمل نقل کیا ھے اور

ایك روایت میں افلا قعدت فی بیت ابیك و امك کا بھی ہے☆ ابو داؤد ج ۳ کتاب الخراج والامارۃ، باب فی ارزاق العمال۔

(۳) ابو داؤد ج ۳ کتاب الخراج والامارۃ، باب فی ارزاق العمال۔

(٤) ابو داؤد ج ۳ کتاب الجهاد، باب فی الرجل ینتفع من الغنیمة بالشیء۔

(٥) ابو داؤد ج ۳ کتاب الاقضیة، باب فی هدایا العمال☆مسلم ج ۲ کتاب الامارۃ، باب تحریم هدایا العمال۔مسلم میں یایها الناس، نهیں اور فما فوقه کے بعد کان غلولاً ہے اور وما ذاك؟ کے بجائے ما لك؟ ذکر کیا ہے۔

(٦) ابو داؤد ج ۳ کتاب الاقضیة، باب فی کراهیة الرشوة☆ ترمذی ج ۱ ابواب الاحکام، باب ماجاء فی الراشی والمرتشی فی الحکم۔ هذا حدیث حسن صحیح☆ ابن ماجه کتاب الاحکام، باب ۲ التغلیظ فی الحیف والرشوة☆ مسند احمد ج ۲ ص ١٦٤، ١٩٠، ١٩٤، ٢١٢، ٣٨٧، ٣٨٨، ج ٥، ص ٢٧٩☆ ابن ماجه نے لعنة اللّٰه علی الراشی والمرتشی نقل کیا ہے۔ ترمذی نے عبد اللّٰه بن عمروؓ اور ابو ہریرۃؓ دونوں سے روایت بیان کی ہے ابو ہریرہ کی روایت میں فی الحکم کا اضافه ہے۔ یعنی روایت یوں ہے۔ لعن رسول اللّٰه ﷺ الراشی والمرتشیٰ فی الحکم۔ و فی الباب عن عبد اللّٰه بن عمرو۔ و روی عن ابی سلمة عن ابیه عن النبی ﷺ ولا یصح۔ و سمعتُ عبد اللّٰه بن عبد الرحمٰن یقول حدیث ابی سلمة عن عبد اللّٰه بن عمرو عن النبی ﷺ احسن شیء فی هذا الباب و اصح۔

کتاب الدعوات

فصل:۱

دعا اور اس کی اہمیت وفضیلت

دعا کی حقیقت

دعا کے بارے میں یہ سمجھ لیجیے کہ دعا ایک درخواست ہی ہے جو مالک کائنات سے کی جاتی ہے۔ مالک ہر دعا کو قبول کرنے کا پابند نہیں ہے، اور نہ کوئی دعا اس شرط کے ساتھ مانگنی چاہیے کہ مالک لازماً اسے قبول ہی کرے ہمارا کام صرف اس سے التجا کرنا ہے۔ یہ اس کے مالک ہونے اور ہمارے بندہ ہونے کا عین تقاضا ہے۔ وہ قبول کرے تو اس کا کرم۔ نہ قبول کرے تو اس کو اختیار ہے۔ اگر معمولی انسانی حکومتیں بھی ہر سائل کی درخواست قبول نہیں کرتیں اور ان کے قبول نہ کرنے کی وجہ بہت سی ایسی مصلحتیں ہوتی ہیں، جنہیں سائلین نہیں جانتے، تو آخر کائنات کا نظام کیسے چل سکتا ہے اگر یہ دعا مانگنے والے کی ہر ایک دعا جوں کی توں قبول کر لی جائے۔ (مکاتیب حصہ اول، خط:۱۲۹)

روح دعا کو سمجھنے کے لیے تین باتیں

اول یہ کہ دعا آدمی صرف اس ہستی سے مانگتا ہے جس کو وہ سمیع وبصیر اور فوق الفطری اقتدار (Supernatural Powers) کا مالک سمجھتا ہے، اور دعا مانگنے کا محرک دراصل آدمی کا یہ اندرونی احساس ہوتا ہے کہ عالم اسباب کے تحت فطری ذرائع ووسائل اس کی کسی تکلیف کو رفع کرنے یا کسی حاجت کو پورا کرنے کے لیے کافی نہیں ہیں یا کافی ثابت نہیں ہو رہے ہیں، اس لیے کسی فوق الفطری اقتدار کی مالک ہستی سے رجوع کرنا ناگزیر ہے۔ اس ہستی کو آدمی بے دیکھے پکارتا ہے۔ ہر وقت، ہر جگہ، ہر حال میں پکارتا ہے۔ خلوت کی تنہائیوں میں پکارتا ہے۔ بآواز بلند ہی نہیں، چپکے چپکے بھی پکارتا ہے، بلکہ دل ہی دل میں اس سے مدد کی التجائیں کرتا ہے۔ یہ سب کچھ لازماً اس عقیدے کی بنا پر ہوتا ہے کہ وہ ہستی اس کو ہر جگہ ہر حال میں دیکھ رہی ہے۔ اس کے دل کی بات بھی سن رہی ہے۔ اور اس کو ایسی قدرت مطلقہ حاصل ہے کہ اسے پکارنے والا جہاں بھی ہو وہ اس کی مدد کو پہنچ سکتی ہے اور اس کی بگڑی بنا سکتی ہے۔ دعا کی اس حقیقت کو جان لینے کے بعد یہ سمجھنا آدمی کے لیے کچھ بھی مشکل نہیں رہتا کہ جو شخص اللہ کے سوا کسی اور ہستی کو مدد کے لیے پکارتا ہے وہ درحقیقت قطعی اور خالص اور صریح شرک کا ارتکاب کرتا ہے، کیوں کہ وہ اس ہستی کے اندر ان صفات کا اعتقاد رکھتا ہے جو صرف اللہ تعالیٰ ہی کی صفات ہیں۔ اگر وہ اس کو ان خدائی صفات میں اللہ کا شریک نہ سمجھتا تو اس سے دعا مانگنے کا تصور تک کبھی اس کے ذہن میں نہ آسکتا تھا۔

دوسری بات جو اس سلسلے میں اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے وہ یہ ہے کہ کسی ہستی کے متعلق آدمی کا اپنی جگہ یہ سمجھ بیٹھنا کہ

وہ اختیارات کی مالک ہے، اس سے یہ لازم نہیں آجاتا کہ وہ فی الواقع مالک اختیارات ہو جائے۔ مالک اختیارات ہونا تو ایک امر واقعی ہے جو کسی کے سمجھنے یا نہ سمجھنے پر موقوف نہیں ہے۔ جو درحقیقت اختیارات کا مالک وہ بہ ہر حال مالک ہی رہے گا، خواہ آپ اسے مالک سمجھیں یا نہ سمجھیں۔ اور جو حقیقت میں مالک نہیں ہے، اس کو محض یہ بات کہ آپ نے اسے مالک سمجھ لیا ہے، اختیارات میں ذرہ برابر بھی کوئی حصہ نہ دلوا سکے گی۔ اب یہ بات ایک امر واقعی ہے کہ قادر مطلق اور مدبر کائنات اور سمیع وبصیر ہستی صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ہے اور وہی کلی طور پر اختیارات کا مالک ہے دوسری کوئی ہستی بھی اس پوری کائنات میں ایسی نہیں ہے جو دعائیں سننے اور ان پر قبولیت یا عدم قبولیت کی صورت میں کوئی کارروائی کرنے کے اختیارات رکھتی ہو۔ اس امر واقعی کے خلاف اگر لوگ اپنی جگہ کچھ انبیاء اور اولیاء اور فرشتوں اور جنوں اور سیاروں اور فرضی دیوتاؤں کو اختیارات میں شریک سمجھ بیٹھیں تو اس سے حقیقت میں ذرا برابر بھی کوئی فرق رونما نہ ہوگا۔ مالک مالک ہی رہے گا اور بے اختیار بندے، بندے ہی رہیں گے۔

تیسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں سے دعا مانگنا بالکل ایسا ہے جیسے کوئی شخص درخواست لکھ کر ایوان حکومت کی طرف جائے مگر اصل حاکم ذی اختیار کو چھوڑ کر وہاں دوسرے سائلین جو اپنی حاجتیں لیے بیٹھے ہوں انہی میں سے کسی ایک کے آگے اپنی درخواست پیش کر دے اور پھر ہاتھ جوڑ جوڑ کر اس سے التجائیں کرتا چلا جائے کہ حضور ہی سب کچھ ہیں، آپ ہی کا یہاں حکم چلتا ہے، میری مراد آپ ہی برلائیں گے تو برآئے گی۔ یہ حرکت اول تو بجائے خود سخت حماقت و جہالت ہے، لیکن ایسی حالت میں یہ انتہائی گستاخی بھی بن جاتی ہے جب کہ اصل حاکم ذی اختیار سامنے موجود ہو اور عین اس کی موجودگی میں اسے چھوڑ کر کسی دوسرے کے سامنے درخواستیں اور التجائیں پیش کی جارہی ہوں۔ پھر یہ جہالت اپنے کمال پر اس وقت پہنچ جاتی ہے جب وہ شخص جس کے سامنے درخواست پیش کی جارہی ہو خود بار بار اس کو سمجھائے کہ میں تو خود تیری ہی طرح کا ایک سائل ہوں، میرے ہاتھ میں کچھ نہیں ہے، اصل حاکم سامنے موجود ہیں، تو ان کی سرکار میں اپنی درخواست پیش کر، مگر اس کے سمجھانے اور منع کرنے کے باوجود یہ احمق کہتا ہی چلا جائے کہ میرے سرکار تو آپ ہیں، میرا کام آپ ہی بنائیں گے تو بنے گا۔ (تفہیم القرآن ج ۴، المومن حاشیہ: ۸۳)

قبولیت توبہ کی شرط

اللہ تعالیٰ ہر اس گناہ کو بخش دیتا ہے جس پر ایک مومن سچے دل سے نادم ہو کر تائب ہو اور پھر اس گناہ کا اعادہ نہ کرے۔ توبہ کے ساتھ ساتھ اگر آدمی راہِ خدا میں کچھ صدقہ بھی کرے یا اللہ کی راہ میں کوئی قربانی اس نیت سے کرے کہ اللہ اپنی رحمت سے اس کا گناہ معاف فرمادے تو یہ چیز توبہ کی قبولیت میں اور زیادہ مددگار ہوتی ہے۔ (رسائل ومسائل حصہ چہارم، حقیقی توبہ)

دعا عین عبادت ہے

۱۔ اِنَّ الدُّعَآءَ هُوَ الْعِبَادَةُ ثُمَّ قَرَأَ اُدْعُوْنِىْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِىْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ○ (المومن: ۶۰)

(احمد، ترمذی، ابو داؤد، نسائی، ابن ماجه، ابن ابی حاتم، ابن جریر)

’’دعا عین عبادت ہے۔‘‘ پھر آپؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی کہ ’’مجھے پکارو، میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا، جو لوگ گھمنڈ میں آکر میری عبادت سے منہ موڑتے ہیں ضرور وہ ذلیل وخوار ہوکر جہنم میں داخل ہوں گے۔‘‘

تخریج:﴿۱﴾ حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، ثَنَا وَکِیعٌ عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ زِرِّ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ الْھَمْدَانِیِّ عَنْ سُبَیْعِ الْکِنْدِیِّ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِیْرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم، اِنَّ الدُّعَآءَ ھُوَ الْعِبَادَۃُ ثُمَّ قَرَأَ وَ قَالَ رَبُّکُمُ ادْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ۔الآیۃ (۱)

ترجمہ: حضرت نعمان بن بشیر کا بیان ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، دعا عین عبادت ہے پھر آپؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی (مجھے پکارو، میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا۔

۲-اَلدُّعَآءُ مُخُّ الْعِبَادَۃِ۔ (ترمذی)

’’دعا عبادت کا مغز ہے۔‘‘

تخریج:﴿۱﴾ حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ حُجْرٍ، اَنَا الْوَلِیْدُ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنِ ابْنِ لَھِیعَۃَ، عَنْ عُبَیْدِ اللّٰہِ بْنِ اَبِیْ جَعْفَرٍ، عَنْ اَبَانَ ابْنِ صَالِحٍ (عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ، عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: اَلدُّعَآءُ مُخُّ الْعِبَادَۃِ۔(۲)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ’’دعا مغز عبادت ہے۔‘‘

﴿۲﴾ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ ثَنَا شُعْبَۃُ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ زِرٍّ، عَنْ یُسَیْعِ الْحَضْرَمِیِّ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِیْرٍ، عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: اَلدُّعَآءَ ھُوَ الْعِبَادَۃُ وَ قَالَ رَبُّکُمُ ادْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ۔الآیۃ (۳)

ترجمہ: حضرت نعمان بن بشیر سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ’’دعا ہی عبادت ہے۔ پھر آپؐ نے (قال ربکم ادعونی استجب لکم) والی آیت تلاوت فرمائی۔

۳- عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ لَّمْ یَسْئَلِ اللّٰہَ یَغْضَبْ عَلَیْہِ۔

’’حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا جو اللہ سے نہیں مانگتا اللہ اس پر غضب ناک ہوتا ہے۔‘‘

تخریج:﴿۱﴾ حَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ، نَا حَاتِمُ بْنُ اِسْمَاعِیْلَ، عَنْ اَبِی الْمَلِیْحِ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ، عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم: اِنَّہٗ مَنْ لَّمْ یَسْئَلِ اللّٰہَ یَغْضَبْ عَلَیْہِ وَ قَدْ رَوٰی وَکِیْعٌ عَنْ غَیْرِ وَاحِدٍ عَنْ اَبِی الْمَلِیْحِ ھٰذَا الْحَدِیْثَ وَلَا نَعْرِفُہٗ اِلَّا مِنْ ھٰذَا الْوَجْہِ۔(۴)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ’’جو اللہ تعالیٰ سے نہیں مانگتا اللہ اس پر غضب ناک ہوتا ہے۔‘‘

٤- لَا يَرُدُّ الْقَضَآءَ اِلَّا الدُّعَآءُ۔ (ترمذی)

(حضرت سلمان فارسیؓ کی روایت ہے کہ) حضور ﷺ نے فرمایا'' قضا کو کوئی چیز نہیں ٹال سکتی مگر دعا۔''

تخریج: ﴿۱﴾ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حُمَيْدِ الرَّازِيُّ وَ سَعِيْدُ بْنُ يَعْقُوْبَ، قَالَا: نَا يَحْيَى بْنُ الضَّرِيْسِ، عَنْ اَبِيْ مَوْدُوْدٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ، عَنْ اَبِيْ عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ، عَنْ سَلْمَانَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لَا يَرُدُّ الْقَضَآءَ اِلَّا الدُّعَآءُ۔ (۵)

ترجمہ: حضرت سلمان فارسی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا'' قضا کو کوئی چیز نہیں ٹال سکتی مگر دعا۔''

﴿۲﴾ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، حَدَّثَنِيْ اَبِيْ، ثَنَا وَكِيْعٌ، ثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عِيْسٰى، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِي الْجَعْدِ، عَنْ ثَوْبَانَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اِنَّ الرَّجُلَ لَيُحْرَمُ الرِّزْقَ بِالذَّنْبِ يُصِيْبُهُ وَلَا يَرُدُّ الْقَدَرَ اِلَّا الدُّعَآءُ۔ وَلَا يَزِيْدُ فِي الْعُمْرِ اِلَّا الْبِرُّ۔ (۶)

ترجمہ: حضرت ثوبان کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بلاشبہ آدمی اپنے کردہ گناہ کی پاداش میں رزق سے محروم رہ جاتا ہے اور قدر کو کوئی چیز نہیں ٹال سکتی مگر دعا اور عمر میں کوئی چیز اضافہ نہیں کرتی مگر نیکی۔

۵- مَا مِنْ اَحَدٍ يَّدْعُوْ بِدُعَآءٍ اِلَّا اٰتَاهُ اللّٰهُ مَا سَاَلَ اَوْ كَفَّ عَنْهُ مِنَ السُّوْءِ مِثْلَهٗ مَا لَمْ يَدْعُ بِاِثْمٍ اَوْ قَطِيْعَةِ رَحِمٍ۔ (ترمذی)

(حضرت جابر بن عبد اللہؓ کہتے ہیں کہ) نبی کریم ﷺ نے فرمایا'' آدمی جب کبھی اللہ سے دعا مانگتا ہے، اللہ اسے یا تو وہی چیز دیتا ہے جس کی اس نے دعا کی تھی، یا اسی درجے کی کوئی بلا اس پر آنے سے روک دیتا ہے بشرطے کہ وہ کسی گناہ کی یا قطع رحمی کی دعا نہ کرے۔''

تخریج: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ نَا ابْنُ لَهِيْعَةَ، عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ۔ عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: مَا مِنْ اَحَدٍ يَدْعُوْ بِدُعَآءٍ اِلَّا اٰتَاهُ اللّٰهُ مَا سَاَلَ اَوْ كَفَّ عَنْهُ مِنَ السُّوْءِ مِثْلَهٗ مَالَمْ يَدْعُ بِاِثْمٍ اَوْ قَطِيْعَةِ رَحِمٍ۔ و فی الباب عن ابی سعید و عبادة بن الصامت۔ (۷)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا'' آدمی جب کبھی اللہ سے دعا مانگتا ہے، اللہ اسے یا تو وہی چیز دیتا ہے جس کی اس نے دعا کی تھی، یا اس درجے کی کوئی بلا اس پر آنے سے روک دیتا ہے۔ بشرطے کہ وہ کسی گناہ کی یا قطع رحمی کی دعا نہ کرے۔''

تشریح: (احادیث بالا) سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ دعا عین عبادت اور جان عبادت ہے۔ پھر اللہ سے دعا مانگنا عین تقاضائے بندگی ہے اور اس سے منہ موڑنے کے معنی یہ ہیں کہ آدمی تکبر میں مبتلا ہے اس لیے اپنے خالق و مالک کے آگے اعتراف عبودیت کرنے سے کتراتا ہے۔

(بعض) لوگ دعا کے معاملے پر اس طرح سوچتے ہیں کہ جب تقدیر کی برائی اور بھلائی اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے اور وہ اپنی غالب حکمت و مصلحت کے لحاظ سے جو فیصلہ کر چکا ہے وہی کچھ لازماً رونما ہو کر رہنا ہے تو پھر ہمارے دعا مانگنے کا حاصل کیا ہے؟ یہ ایک بڑی غلط فہمی ہے جو آدمی کے دل سے دعا کی ساری اہمیت نکال دیتی ہے، اور اس باطل خیال میں مبتلا رہتے ہوئے اگر آدمی دعا مانگے بھی تو اس کی دعا میں کوئی روح باقی نہیں رہتی۔ (احادیث بالا سے واضح ہوتا ہے کہ) قضا اور تقدیر کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس نے ہماری طرح معاذ اللہ، خود اللہ تعالیٰ کے ہاتھ بھی باندھ دیئے ہوں اور دعا قبول کرنے کے اختیارات اس سے سلب ہو گئے ہوں۔ بندے تو بلاشبہ اللہ کے فیصلوں کو ٹالنے یا بدل دینے کی طاقت نہیں رکھتے مگر اللہ تعالیٰ خود یہ طاقت ضرور رکھتا ہے کہ کسی بندے کی دعائیں اور التجائیں سن کر اپنا فیصلہ بدل دے۔ دوسری بات یہ ہے کہ دعا خواہ قبول ہو یا نہ ہو، بہرحال ایک فائدے اور بہت بڑے فائدے سے وہ کسی صورت میں بھی خالی نہیں ہوتی، اور وہ یہ ہے کہ بندہ اپنے رب کے سامنے اپنی حاجتیں پیش کر کے اور اس سے دعا مانگ کر اس کی آقائی و بالادستی کا اعتراف اور اپنی بندگی و عاجزی کا اقرار کرتا ہے۔ یہ اظہار عبودیت بجائے خود عبادت بلکہ جان عبادت ہے جس کے اجر سے بندہ کسی حالت میں بھی محروم نہ رہے گا قطع نظر اس سے کہ وہ خاص چیز اس کو عطا کی جائے یا نہ کی جائے جس کے لیے اس نے دعا کی تھی۔

پھر جو معاملات بظاہر آدمی کو اپنے اختیار میں محسوس ہوتے ہیں ان میں بھی تدبیر کرنے سے پہلے اسے خدا سے مدد مانگنی چاہیے، اس لیے کہ کسی معاملے میں بھی ہماری کوئی تدبیر خدا کی توفیق و تائید کے بغیر کامیاب نہیں ہو سکتی، اور تدبیر سے پہلے دعا کے معنی یہ ہیں کہ بندہ ہر وقت اپنی عاجزی اور خدا کی بالادستی کا اعتراف کر رہا ہے۔ (تفہیم القرآن ج ۴، المؤمن حاشیہ: ۸۴)

دعا ہر بلا کے لیے نافع ہے

٦- حضرت ابن عمرؓ اور حضرت معاذ بن جبلؓ کا بیان ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ الدُّعَاءَ یَنْفَعُ مِمَّا نَزَلَ وَ مِمَّا لَمْ یَنْزِلْ فَعَلَیْکُمْ عِبَادَ اللّٰہِ بِالدُّعَآءِ۔ (ترمذی، مسند احمد)

"دعا بہرحال نافع ہے ان بلاؤں کے معاملے میں بھی جو نازل ہو چکی ہیں اور ان کے معاملے میں بھی جو نازل نہیں ہوئیں۔ پس اے بندگان خدا تم ضرور دعا مانگا کرو۔"

تخریج: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَرَفَةَ، نَا یَزِیْدُ بْنُ هَارُوْنَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ بَکْرٍ الْقُرَشِیُّ، عَنْ مُوْسَی بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِنَّ الدُّعَآءَ یَنْفَعُ مِمَّا نَزَلَ وَ مِمَّا لَمْ یَنْزِلْ۔ فَعَلَیْکُمْ عِبَادَ اللّٰہِ بِالدُّعَآءِ۔ (۸)

اللہ سے طلب فضل کی دعا

٧- حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

سَلُوا اللّٰہَ مِنْ فَضْلِہٖ فَاِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ اَنْ یُّسْاَلَ۔ (ترمذی)

"اللہ سے اس کا فضل مانگو کیوں کہ اللہ اسے پسند فرماتا ہے کہ اس سے مانگا جائے۔"

تخریج: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُعَاذِ الْعَقَدِیُّ الْبَصْرِیُّ، نَا حَمَّادُ بْنُ وَاقِدٍ، عَنْ اِسْرَائِیْلَ، عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ، عَنْ اَبِی الْاَحْوَصِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: سَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ، فَاِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ اَنْ یُّسْأَلَ۔ وَ اَفْضَلُ الْعِبَادَةِ اِنْتِظَارُ الْفَرَجِ۔(۹)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ سے اس کا فضل مانگو کیوں کہ اللہ اسے پسند کرتا ہے کہ اس سے مانگا جائے۔“ کشادگی وفراخی کا انتظار افضل عبادت ہے۔“

اللہ کی نگاہ میں دعا کی وقعت

۸-- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

لَیْسَ شَیْءٌ اَکْرَمَ عَلَی اللّٰهِ مِنَ الدُّعَآءِ۔ (ترمذی، ابن ماجه)

”اللہ کی نگاہ میں دعا سے بڑھ کر کوئی چیز باوقعت نہیں ہے۔“

تخریج: حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِیْمِ الْعَنْبَرِیُّ وَ غَیْرُ وَاحِدٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوٗدَ الطَّیَالِسِیُّ، نَا عِمْرَانُ الْقَطَّانُ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ سَعِیْدِ بْنِ اَبِی الْحَسَنِ، عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ، عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: لَیْسَ شَیْءٌ اَکْرَمَ عَلَی اللّٰهِ مِنَ الدُّعَآءِ۔(۱۰)

اپنی حاجت قطعیت کے ساتھ مانگنی چاہیے

۹-- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

اِذَا دَعَا اَحَدُکُمْ فَلَا یَقُلْ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیْ اِنْ شِئْتَ اِرْحَمْنِیْ اِنْ شِئْتَ اُرْزُقْنِیْ اِنْ شِئْتَ، وَلْیَعْزِمْ مَسْئَلَتَهٗ۔ (بخاری)

جب تم میں سے کوئی شخص دعا مانگے تو یوں نہ کہے کہ خدایا مجھے بخش دے اگر تو چاہے، مجھے رزق دے اگر تو چاہے، بلکہ اسے قطعیت کے ساتھ کہنا چاہیے کہ خدایا میری فلاں حاجت پوری کر۔

تخریج: ﴿ا﴾ حَدَّثَنَا یَحْیٰی، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ هَمَّامٍ، سَمِعَ اَبَا هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: لَا یَقُلْ اَحَدُکُمْ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیْ اِنْ شِئْتَ اِرْحَمْنِیْ اِنْ شِئْتَ اُرْزُقْنِیْ اِنْ شِئْتَ وَلْیَعْزِمْ مَسْأَلَتَهٗ اِنَّهٗ یَفْعَلُ مَا یَشَآءُ لَا مُکْرِهَ لَهٗ۔(۱۱)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ”جب تم میں سے کوئی شخص دعا مانگے تو یوں نہ کہے کہ خدایا مجھے بخش دے اگر تو چاہے مجھے رزق دے اگر تو چاہے، بلکہ اسے قطعیت کے ساتھ کہنا چاہیے کہ خدایا میری فلاں حاجت پوری کر کیوں کہ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اس پر کوئی جبر واکراہ کرنے والا نہیں۔

﴿۲﴾ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا اِسمَاعِيلُ، قَالَ اَخبَرَنَا عَبدُ العَزِيزِ عَنْ اَنَسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: اِذَا دَعَا اَحَدُكُم فَلْيَعزِمِ المَسئَلَةَ، وَلَا يَقُولَنَّ اَللّٰهُمَّ اِنْ شِئتَ فَاعطِنِي فَاِنَّهُ لَا مُستَكرِهَ لَهُ۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے جب کوئی دعا مانگے تو قطعیت کے ساتھ مانگے۔ یوں نہ کہے خدایا مجھے عطا کر اگر تو چاہے، کیوں کہ اسے تو مجبور کرنے والا کوئی نہیں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت ہے:

اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: لَا يَقُولَنَّ اَحَدُكُمُ اَللّٰهُمَّ اغْفِرلِي اِنْ شِئتَ اَللّٰهُمَّ اِرحَمْنِي اِنْ شِئتَ لِيَعزِمِ المَسئَلَةَ فَاِنَّهُ لَا مُكرِهَ لَهُ۔ (۱۲)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی اس طرح نہ کہے کہ خدایا مجھے بخش دے اگر تو چاہے، مجھ پر رحم فرما اگر تو چاہے بلکہ اسے قطعیت کے ساتھ کہنا چاہیے کیوں کہ اسے تو کوئی مجبور کرنے والا نہیں ہے۔''

تشریح: مانگنے والے کو ایسے ڈھیلے ڈھالے انداز سے نہیں مانگنا چاہیے کہ آپ کا جی چاہے تو معاف کر دیجیے، آپ کا جی چاہے تو مجھے رزق دے دیجیے، اگر آپ کا جی چاہے تو مجھ پر راضی ہو جائے بلکہ قطعیت کے ساتھ مانگنا چاہیے۔ خدایا مجھے رزق دے، خدایا مجھے بخش دے، خدایا مجھ پر رحم فرما۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ کو مجبور کرنے والا کوئی نہیں، کرے گا وہی جو اس کے جی میں آئے گا۔ مگر مانگنے والے کو پورے وثوق کے ساتھ، پوری دل جمعی کے ساتھ، پوری رغبت کے ساتھ پر امید ہو کر اللہ تعالیٰ سے مانگنا چاہیے کیوں کہ اللہ تعالیٰ جو بھی کسی کو دیتا ہے وہ اس کی نگاہ میں کوئی بڑی چیز نہیں اس لیے اس سے دل کھول کر مانگو۔

دعا پورے یقین کے ساتھ مانگنی چاہیے

۱۰- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی دوسری روایت یہ ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

اُدْعُوا اللّٰهَ وَ اَنْتُمْ مُوقِنُونَ بِالْاِجَابَةِ۔ (ترمذی)

''اللہ سے دعا مانگو اس یقین کے ساتھ کہ وہ قبول فرمائے گا۔''

تخریج: حَدَّثَنَا عَبدُ اللّٰهِ بنُ مُعَاوِيَةَ الجُمَحِيُّ، نَا صَالِحُ المُرِّيُّ عَنْ هِشَامِ بنِ حَسَّانَ عَنْ مُحَمَّدِ ابنِ سِيرِينَ، عَنْ اَبِي هُرَيرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ اُدْعُوا اللّٰهَ وَ اَنْتُمْ مُوقِنُونَ بِالْاِجَابَةِ وَاعْلَمُوا اَنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَجِيبُ دُعَآءً مِنْ قَلْبٍ غَافِلٍ لَاهٍ (لَاهٍ)۔ (۱۳)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ سے دعا مانگو اس یقین کے ساتھ کہ وہ قبول فرمائے۔'' مگر یہ یاد رکھو کہ کسی غافل بے پرواہ دل سے نکلی ہوئی دعا وہ قبول نہیں کرتا۔''

دعا میں جلد بازی

۱۱- يُسْتَجَابُ لِلْعَبْدِ مَالَمْ يَدْعُ بِاِثْمٍ اَوْ قَطِيْعَةِ رَحِمٍ مَالَمْ يَسْتَعْجِلْ، قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا الْاِسْتِعْجَالُ؟ قَالَ: يَقُوْلُ قَدْ دَعَوْتُ وَ قَدْ دَعَوْتُ فَلَمْ اَرَ يُسْتَجَابُ لِىْ فَيَسْتَحْسِرُ عِنْدَ ذٰلِكَ وَ يَدَعُ الدُّعَآءَ۔ (مسلم)

(حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ) ''بندے کی دعا قبول کی جاتی ہے، بشرطے کہ وہ کسی گناہ کی یا قطع رحمی کی دعا نہ کرے، اور جلد بازی سے کام نہ لے۔'' عرض کیا گیا جلد بازی کیا ہے یا رسول اللہ؟ فرمایا: ''جلد بازی یہ ہے کہ آدمی کہے میں نے بہت دعا کی، بہت دعا کی، مگر میں دیکھتا ہوں کہ میری دعا قبول ہی نہیں ہوتی اور یہ کہہ کر آدمی تھک جائے اور دعا مانگنی چھوڑ دے۔''

تخریج:〈۱〉 حَدَّثَنِىْ اَبُو الطَّاهِرِ، اَنَا ابْنُ وَهْبٍ، اَخْبَرَنِىْ مُعَاوِيَةُ وَ هُوَ ابْنُ صَالِحٍ، عَنْ رَبِيْعَةَ بْنِ يَزِيْدَ، عَنْ اَبِىْ اِدْرِيْسَ الْخَوْلَانِيِّ، عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، اَنَّهٗ قَالَ: لَا يَزَالُ يُسْتَجَابُ لِلْعَبْدِ مَالَمْ يَدْعُ بِاِثْمٍ اَوْ قَطِيْعَةِ رَحِمٍ مَالَمْ يَسْتَعْجِلْ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا الْاِسْتِعْجَالُ؟ قَالَ: يَقُوْلُ: قَدْ دَعَوْتُ فَلَمْ اَرَ يَسْتَجِيْبُ لِىْ فَيَسْتَحْسِرُ عِنْدَ ذٰلِكَ وَ يَدَعُ الدُّعَآءَ۔ (۱٤)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے روایت بیان کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ بندے کی دعا قبول ہو جاتی ہے بشرطے کہ وہ کسی گناہ کی یا قطع رحمی کی دعا نہ کرے اور جلد بازی سے کام نہ لے۔ عرض کیا گیا جلد بازی کیا ہے یا رسول اللہ؟ فرمایا جلد بازی یہ ہے کہ آدمی کہے میں نے بہت دعا کی بہت دعا کی، مگر میں دیکھتا ہوں کہ میری دعا قبول ہی نہیں ہوتی یہ کہہ کر آدمی تھک جائے اور دعا مانگنی چھوڑ دے۔

〈۲〉 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، قَالَ: اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ اَبِىْ عُبَيْدٍ مَوْلَى ابْنِ اَزْهَرَ، عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: يُسْتَجَابُ لِاَحَدِكُمْ مَالَمْ يَعْجَلْ يَقُوْلُ دَعَوْتُ فَلَمْ يُسْتَجَبْ لِىْ۔ (۱۵)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کسی ایک کی دعا قبول کی جاتی ہے بشرطے کہ وہ جلد بازی سے کام نہ لے وہ اس طرح کہ یوں کہنا شروع کر دے کہ میں نے بہت دعا کی مگر قبول ہی نہیں کی جاتی۔

ایک اور حدیث انہی سے مندرجہ ذیل الفاظ میں منقول ہیں:

〈۳〉 عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: يُسْتَجَابُ لِاَحَدِكُمْ مَالَمْ يَدْعُ بِاِثْمٍ اَوْ قَطِيْعَةِ رَحِمٍ اَوْ يَسْتَعْجِلْ فَيَقُوْلُ: دَعَوْتُ فَلَا اَرٰى يَسْتَجِيْبُ لِىْ فَيَدَعُ الدُّعَآءَ۔ (۱٦)

ترجمہ: نبی ﷺ نے فرمایا: ”تم میں سے ہر ایک کی دعا قبول کی جاتی ہے بشرطے کہ وہ کسی گناہ کی یا قطع رحمی کی دعا نہ کرے یا جلد بازی سے کام نہ لے وہ اس طرح کہے میں نے بہت دعا کی مگر میں دیکھتا ہوں کہ میری کوئی دعا قبول نہیں ہوتی یہ کہہ کر دعا مانگنی چھوڑ دے۔

〈۴〉 عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: مَا مِنْ مُؤْمِنٍ يَنْصِبُ وَجْهَهُ اِلَى اللّٰهِ يَسْأَلُ مَسْأَلَةً اِلَّا اَعْطَاهُ اِيَّاهَا اِمَّا عَجَّلَهَا لَهُ فِي الدُّنيَا۔ وَ اِمَّا ذَخرَهَا لَهُ فِي الْاٰخِرَةِ مَالَمْ يَعْجَلْ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَمَا عُجلَتُهُ قَالَ: يَقُولُ: دَعَوْتُ وَ دَعَوْتُ وَلَا أَرَاهُ يُسْتَجَابُ لِيْ۔ (۱۷)

ترجمہ: نبی ﷺ کا ارشاد ہے۔ ایسا کوئی مومن نہیں جو اپنا چہرہ اللہ تعالیٰ کی طرف کر کے اس سے کوئی سوال کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اس کا سوال عطا فرما دیتا ہے۔ یا تو جلدی سے دنیا میں یا پھر آخرت کے لیے ذخیرہ بنا دیتا ہے بشرطے کہ وہ جلد بازی سے کام نہ لے۔ صحابہؓ نے عرض کیا اس کی جلد بازی کیا ہے اے اللہ کے رسول؟ فرمایا آدمی کہے کہ میں نے دعا کی، پھر دعا کی مگر میں دیکھتا ہوں کہ وہ دعا قبول ہی نہیں کی جاتی۔

تشریح: گناہ کی دعا نہیں مانگنی چاہیے مثلاً یہ کہے کہ خدایا مجھے چوری میں کامیاب کر دے یا فلاں شخص سے میں رشوت لینا چاہتا ہوں، مجھے اس میں کامیاب کر دے۔ اس طرح کی جو گناہ کی باتیں ہیں ان کی دعا نہیں مانگنی چاہیے۔ اور قطع رحمی کی دعا بھی نہیں کرنی چاہیے۔ مثلاً اپنے ماں باپ کے لیے، بہن بھائی کے لیے یا اپنی اولاد کے لیے بددعا کرے۔ یہ نہیں کرنا چاہیے، تیسری بات یہ ہے کہ جلد بازی نہ کرے۔

قطع رحمی کی بات تو سمجھ میں آتی ہے لیکن دعا میں جلد بازی سے کیا مراد ہے؟ اس بارے میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مثلاً ایک شخص کہتا ہے کہ میں نے اتنی دعا مانگی ہے کہ مانگتا ہی چلا گیا مگر میں نہیں دیکھتا کہ میری دعا قبول ہوئی ہے۔ آخر کار تھک جائے اور دعا مانگنا چھوڑ دے اور کہے کہ میری دعا قبول نہیں ہوتی۔

دعا آپ اس شرط کے ساتھ نہ مانگیں کہ جو چیز آپ مانگ رہے ہیں وہی اللہ تعالیٰ دے اور جتنی جلدی آپ مانگنا چاہتے ہوں اتنی جلدی ہی اللہ تعالیٰ دے۔ یہ شرط لگا کر اگر ایک آدمی اللہ تعالیٰ سے مانگے تو اس کی دعا کبھی قبول نہ ہوگی۔ آدمی اللہ تعالیٰ کو اپنی شرطوں سے پابند نہیں کر سکتا۔ آپ بہ ہر حال بندے ہیں، خدا نہیں ہیں۔ خدا کے ہمسر نہیں ہیں۔ اس کے یار نہیں۔ اس کے محض بندے اور غلام ہیں۔ آپ کا کام دعا مانگنا ہے قطع نظر اس کے کہ آپ کا رب اسے قبول کرتا ہے کہ نہیں اور کب کرتا ہے، کس شکل میں کرتا ہے۔

ایک آدمی کا یہ کہنا میری دعا کسی طرح قبول نہیں ہوئی اس لیے آخر کار یہ کہنا شروع کر دے کہ اب خدا سے کیا مانگنا اور اپنے رب سے مایوس ہو جاتا ہے۔ یہ تو کمتر درجہ کی حالت ہے اس سے آگے جو آدمی کرتا ہے کہ جب وہ دیکھتا ہے کہ اس کی دعا قبول نہیں ہوئی تو پھر اور خداؤں سے مانگنا شروع کر دیتا ہے۔ (یہ اس کے اپنے مصنوعی خدا ہیں بھلا ان کے پاس مقبولیت دعا کے اختیارات کہاں سے آگئے) یہ تو اور بھی زیادہ بڑی برائی ہے۔ لیکن، یہ بات بجائے خود بھی برائی ہے کہ آدمی دعا مانگتے مانگتے تھک جائے اور کہے کہ اب کس خدا سے مانگوں جو میری دعا پوری نہیں کرتا۔

بندے کا کام مانگنا ہے یہ فیصلہ رب کا کام ہے کہ وہ دے اور کب دے اور نہ دے۔ بسا اوقات آدمی ایک دعا یہ سمجھتے ہوئے مانگتا ہے کہ اس میں اس کی بھلائی ہے اور آخر ایک وقت ایسا آتا ہے کہ اسے معلوم ہو جاتا ہے کہ اگر وہ دعا (اس کی منشا کے) مطابق قبول ہوگئی ہوتی تو اس کی شامت آجاتی۔ اللہ تعالیٰ (ہی) جانتا ہے کہ حکمت اور مصلحت کیا ہے؟ کس چیز میں بھلائی ہے اور کس چیز میں نہیں ہے۔ بندے کا کام فقط مانگنا ہے، مسلسل مانگنا ہے۔

بددعا کی ممانعت

۱۲– ''بجائے اس کے کہ تم بھلائی کی دعا کرو، اگر وہ وقت دعا کی قبولیت کا ہو اور وہ وقت تم نے پالیا اور اس وقت تم بددعا کر رہے ہو، تو وہ قبول ہو جائے اور تمہاری شامت آجائے۔''

تخریج: ‹۱› حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ مَعْرُوْفٍ، وَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ وَ تَقَارَبَا فِيْ لَفْظِ الْحَدِيْثِ، وَالسِّيَاقُ لِهَارُوْنَ، قَالَا: نَا حَاتِمُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ عَنْ يَعْقُوْبَ بْنِ مُجَاهِدٍ اَبِيْ حَزْرَةَ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الْوَلِيْدِ بْنِ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ...(فی الحدیث الطویل): لَا تَدْعُوْا عَلٰى اَنْفُسِكُمْ، وَلَا تَدْعُوْا عَلٰى اَوْلَادِكُمْ، وَلَا تَدْعُوْا عَلٰى اَمْوَالِكُمْ، لَا تُوَافِقُوْا مِنَ اللّٰهِ سَاعَةً يُسْئَلُ فِيْهَا عَطَاءً فَيَسْتَجِيْبُ لَكُمْ۔ الخ (۱۸)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اپنے آپ کو بددعا مت دو۔ اپنی اولاد کو بددعا مت دو۔ اور اپنے مالوں کو بددعا مت دو۔ کبھی ایسا نہ ہو کہ تم دعا جس وقت کر رہے ہو وہ وقت دعا کی قبولیت کا ہو جو کچھ مانگا جائے وہی دے دیا جائے۔''

ابوداؤد میں مروی روایت کا متن:

‹۲› حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ وَ يَحْيَى بْنُ الْفَضْلِ وَ سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالُوْا: حَدَّثَنَا هَاتِمُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ، حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ مُجَاهِدٍ اَبُوْ حَزْرَةَ عَنْ عِبَادَةِ بْنِ الْوَلِيْدِ بْنِ عِبَادَةِ بْنِ الصَّامِتِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم لَا تَدْعُوْا عَلٰى اَنْفُسِكُمْ، وَلَا تَدْعُوْا عَلٰى اَوْلَادِكُمْ، وَلَا تَدْعُوْا عَلٰى خَدَمِكُمْ، وَلَا تَدْعُوْا عَلٰى اَمْوَالِكُمْ، لَا تُوَافِقُوْا مِنَ اللّٰهِ (تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى) سَاعَةَ نِيْلَ فِيْهَا عَطَاءٌ فَيَسْتَجِيْبُ لَكُمْ۔ (۱۹)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کہ اپنے آپ کو بددعا مت دو۔ اور اپنی اولاد کو بددعا مت دو، اپنے ماتحت خادموں کو بددعا مت دو۔ اپنے مالوں کو بددعا مت دو۔ کبھی ایسا نہ ہو کہ تم دعا جس وقت کر رہے ہو، وہ وقت دعا کی قبولیت کا ہو جو مانگا گیا ہو وہی دے دیا جائے۔''

تشریح: بعض اوقات آدمی اپنے آپ کو کوس بیٹھتا ہے بعض اوقات اپنی اولاد کو کوس بیٹھتا ہے۔ بعض اوقات ماں اپنے بچوں سے بگڑ کر کہتی ہے خدا تمہیں غارت کرے۔ ماں کی زبان سے ایسی سخت بات نکل جائے۔ بعض اوقات آدمی اپنے مال کو کوس بیٹھتا ہے (مثلاً کہہ دیتا ہے) ستیاناس ہو میری سواری کا کہ ٹھیک کام نہیں کر رہی۔ اس طرح کی باتوں سے بچنا چاہیے۔ بد دعا زبان سے نہیں نکالنی چاہیے اس لیے کہ آدمی کو کچھ معلوم نہیں کہ یہ وقت دعا کی قبولیت کا ہے یا نہیں ہے۔ اگر فرض کیجیے وہی وقت دعا کی قبولیت کا ہے اور دعا قبول ہو جائے تو وہی ماں جو اپنے بچہ کو کہتی ہے کہ خدا تجھے غارت کرے۔ اگر بچہ مر جائے تو پھر وہی ماں روتی ہے۔ اس لیے حضور ﷺ نے بد دعا سے منع فرمایا۔

دعا کے ذریعے حضورؐ کا احساس ذمہ داری

۱۳– ''اللہ نے اتنی بڑی ذمہ داری کو میرے حوالہ کیا ہے۔ مجھے نبی بنایا اور مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ میری غیر مشروط اطاعت کریں۔ جس چیز کا میں انہیں حکم دوں اسے مانیں اور جس چیز سے منع کروں اس سے رک جائیں۔ اتنا بڑا اقتدار آپ نے اپنے بندوں پر مجھے عطا کیا ہے، حالاں کہ میں ایک انسان ہوں اور انسان کے اندر بہ ہر حال بڑی کمزوریاں ہوتی ہیں۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ کسی کے لیے میری زبان سے کوئی بری بات نکل گئی ہو، کسی کو میں نے اذیت پہنچادی ہو، کبھی کسی کو میں نے سزا دے دی ہو حالاں کہ وہ اس سزا کا مستحق نہ ہو۔ اب اس کا بدلہ میں کس طرح ادا کر سکتا ہوں؟ اس کا بدلہ تو اب آپ ہی ادا کر سکتے ہیں وہ اس طرح کہ میں نے جس کسی کو بشریت کی بنا پر کوئی بھی تکلیف پہنچائی ہو تو اس کے حق میں ایک نماز لکھ دیجیے یا ایک زکوٰۃ۔ دوسرے معنی میں اس کا یہ بھی مطلب لیا جا سکتا ہے کہ صلوٰۃ کو رحمت کے معنی میں لیا جائے اور زکوٰۃ کو طہارت کے معنی میں۔ (اس اعتبار سے معنی یوں ہوں گے) کہ اس اذیت کو جو میں نے کسی کو پہنچائی ہے اس کے حق میں رحمت بنادے اور ذریعہ طہارت و پاکیزگی بنادے۔''

تخریج: **〈۱〉 حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، نَا الْمُغِيرَةُ يعني ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْخِزَامِيُّ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْاَعْرَجِ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ، اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: اَللّٰهُمَّ اِنِّي اَتَّخِذُ عِنْدَكَ عَهْدًا لَنْ تُخْلِفَنِيهِ، فَاِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ فَاَيُّ الْمُؤْمِنِينَ اٰذَيْتُهُ، شَتَمْتُهُ، لَعَنْتُهُ جَلَدْتُّهُ، فَاجْعَلْهَا لَهُ صَلوٰةً وَ زَكوٰةً وَ قُرْبَةً تُقَرِّبُهُ بِهَا اِلَيْكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔** (۲۰)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ خدایا! میں نے تجھ سے ایک وعدہ لیا ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ تو میرے اس وعدے کو پورا کرے گا۔ میں ایک انسان ہوں۔ جس مومن کو بھی میں نے کبھی کوئی تکلیف دی ہو یا برا بھلا کہا ہو، یا جس کے حق میں میری زبان سے لعنت نکل گئی ہو، جس کو میں نے مار دیا ہو تو اس شخص کے حق میں (میرے اس فعل کو) رحمت اور طہارت یا نماز اور زکوٰۃ بنادے۔ اور ذریعہ تقرب بنادے، جس کے ذریعہ وہ قیامت کے روز تیری قربت حاصل کر لے۔

〈۲〉 وَ فِي الرِّوَايَةِ الْاُخْرٰى عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: يَقُوْلُ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ

يَقُولُ: اَللّٰهُمَّ اِنَّمَا مُحَمَّدٌ بَشَرٌ يَغْضَبُ كَمَا يَغْضَبُ الْبَشَرُ، وَ اِنِّيْ قَدِ اتَّخَذْتُ عِنْدَكَ عَهْدًا لَمْ تُخْلِفْنِيْهِ، فَاَيُّمَا مُؤْمِنٍ اٰذَيْتُهُ اَوْ سَبَبْتُهُ اَوْ جَلَدْتُهُ، فَاجْعَلْهَا لَهُ كَفَّارَةً وَ قُرْبَةً تُقَرِّبُهُ بِهَا اِلَيْكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ (۲۱)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا۔ خدایا! میں محمد ایک انسان ہوں۔ میں بھی انسان کی طرح غضب ناک ہو جاتا ہوں۔ اور میں نے تجھ سے ایک وعدہ لے رکھا ہے جسے پورا کرنے میں تو مجھ سے خلاف ورزی نہیں کرے گا۔ پس جس مومن بندے کو میں نے کبھی کوئی اذیت دی ہو، یا برا بھلا کہا ہو، یا جس کو میں نے مار دیا ہو تو میرے اس فعل کو اس کے لیے کفارہ بنا دے اور ذریعۂ تقرب بنا دے جس کے ذریعہ وہ قیامت کے روز تیری قربت حاصل کر لے۔

﴿۳﴾ وَ فِي الرِّوَايَةِ الْاُخْرٰى عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اَللّٰهُمَّ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ، فَاَيُّمَا رَجُلٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ سَبَبْتُهُ اَوْ لَعَنْتُهُ اَوْ جَلَدْتُهُ، فَاجْعَلْهَا لَهُ زَكٰوةً وَ رَحْمَةً۔ (۲۲)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خدایا میں ایک انسان ہی تو ہوں۔ لہٰذا جس کسی مسلمان کو میں نے برا بھلا کہا ہو، یا جس کے حق میں میری زبان سے لعنت نکل گئی ہو، یا جس کو میں نے مار دیا ہو تو میرے اس عمل کو اس کے حق میں زکوٰۃ اور رحمت بنا دے۔

﴿۴﴾ وَ فِي الرِّوَايَةِ الْاُخْرٰى عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، يَقُوْلُ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ وَ اِنِّيْ اشْتَرَطْتُ عَلٰى رَبِّيْ اَيُّ عَبْدٍ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ سَبَبْتُهُ اَوْ شَتَمْتُهُ اَنْ يَّكُوْنَ ذٰلِكَ لَهُ زَكٰوةً وَ اَجْرًا۔ (۲۳)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے سنا ہے۔ میں ایک انسان ہی تو ہوں، میں نے اپنے آپ کو اپنے رب کے حضور پیش کیا کہ جس مسلمان بندے کو میں نے برا بھلا کہا ہو، یا جس کسی کو گالی دی ہو تو اسے اس کے حق میں زکوٰۃ اور اجر بنا دے۔

﴿۵﴾ وَ فِي الرِّوَايَةِ الْاُخْرٰى عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَا اُمَّ سُلَيْمٍ اَمَا تَعْلَمِيْنَ اَنَّ شَرْطِيْ عَلٰى رَبِّيْ اَنِّيْ اشْتَرَطْتُ عَلٰى رَبِّيْ، فَقُلْتُ: اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ اَرْضٰى كَمَا يَرْضَى الْبَشَرُ، وَ اَغْضَبُ كَمَا يَغْضَبُ الْبَشَرُ، فَاَيُّمَا اَحَدٍ دَعَوْتُ عَلَيْهِ مِنْ اُمَّتِيْ بِدَعْوَةٍ لَيْسَ لَهَا بِاَهْلٍ اَنْ تَجْعَلَهَا لَهُ طَهُوْرًا وَ زَكٰوةً وَ قُرْبَةً تُقَرِّبُهُ بِهَا مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ (۲۴)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ام سلیم تجھے معلوم ہے کہ میں نے اپنے آپ

کو اپنے رب کے روبرو پیش کر کے عرض کیا میں بھی انسان ہی ہوں۔ خوش ہوتا ہوں جس طرح ایک انسان خوش ہوتا ہے اور ناراض ہوتا ہوں جس طرح ایک انسان ناراض ہوتا ہے۔ پس میری امت کے جس کسی کے خلاف میں نے بددعا کی ہو جس کا وہ مستحق بھی نہ ہو، تو اسے اس کے حق میں طہارت اور زکوٰۃ بنا دے اور ذریعۂ تقرب بنا دے جس کے ذریعہ وہ قیامت کے روز تیری قربت حاصل کر لے۔

بخاری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کتاب الدعوات میں جو روایت نقل کی ہے:

⟨۶⟩ عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ، اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم یَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ فَاَیُّمَا مُؤْمِنٍ سَبَبْتُهٗ، فَاجْعَلْ ذٰلِکَ لَهٗ قُرْبَةً اِلَیْکَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ۔ (۲۵)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا کہ خدایا! جس کسی بندہ مؤمن کو میں نے برا بھلا کہا ہو تو اسے اس شخص کے حق میں قیامت کے روز اپنی قربت کے حصول کا ذریعہ بنا دے۔

ابوداؤد میں مندرجہ ذیل روایت منقول ہے:

⟨۷⟩ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم خَطَبَ فَقَالَ: اَیُّمَا رَجُلٍ مِنْ اُمَّتِیْ سَبَبْتُهٗ سَبَّةً اَوْ لَعَنْتُهٗ لَعْنَةً فِیْ غَضَبِیْ، فَاِنَّمَا اَنَا مِنْ وُلْدِ اٰدَمَ اَغْضَبُ کَمَا یَغْضَبُوْنَ، وَ اِنَّمَا بَعَثَنِیْ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ فَاجْعَلْهَا عَلَیْهِمْ صَلٰوةً یَوْمَ الْقِیَامَةِ۔ (۲۶)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ کے درمیان ارشاد فرمایا۔ حالت غضب میں میں نے اپنی امت کے جس کسی آدمی کو کسی طرح برا بھلا کہا ہو، یا میری زبان سے کسی طرح کی لعنت نکل گئی ہو، تو میں بہ ہر حال آدم زاد ہوں، دوسرے لوگوں کی طرح فطری طور پر غضب ناک ہو جاتا ہوں، ورنہ میری بعثت تو سارے جہانوں کے لیے باعث رحمت ہے، لہٰذا میرے اس فعل کو ان کے لیے قیامت کے روز صلوٰۃ بنا دے۔

تشریح: اس سے اندازہ کیجیے کہ نبی کا مقام کیا ہے۔ نبی کو اللہ تعالیٰ کتنا بڑا ظرف عطا کرتا ہے۔ کسی انسان کو اگر دوسرے انسانوں پر وہ اختیارات حاصل ہوں، وہ اقتدار حاصل ہو جو نبی کو مومنین پر ہوتا ہے (تو معلوم نہیں کیا کچھ وہ کر گزرے) ذرا تصور کیجیے کہ دنیا میں جو پیر ہوتے ہیں۔ ان کے مریدان کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے بعد اپنے آپ کو ان کے حوالہ کر دیتے ہیں۔ اب پیر جو چاہے حکم دے وہ اسے پورا کریں گے، جس چیز سے وہ چاہے روکے، اس سے رک جائیں گے، یہ ذرا سا اقتدار جو دنیا میں پیر کو اپنے مریدوں پر حاصل ہوتا ہے۔ (اس کی وجہ سے وہ پیر اپنے آپ کو کس مقام پر فائز سمجھنے لگتا ہے) اس دنیا میں کتنے پیر ایسے پائے جاتے ہیں جو اس ذرا سے (عارضی) اقتدار کو بالکل صحیح طور پر استعمال کرتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک شخص ایمان لایا تھا آپ کی یہ حیثیت سمجھتے ہوئے کہ گفتہ او گفتہ اللہ بود یعنی آپؐ خدا کی طرف سے بولتے ہیں۔ اتنا زبردست اقتدار آپؐ کو عطا کیا گیا اس کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ذمہ داری کا احساس اتنا شدید تھا کہ اس اقتدار کے حاصل ہونے کے بعد بھی کبھی کسی کو جان بوجھ کر اذیت نہیں پہنچائی۔ کسی کو برا بھلا نہیں کہا، کبھی اپنی ذات

کے لیے کسی سے انتقام نہیں لیا، کبھی کسی کو بے جا سزا نہیں دی۔ پھر بھی آخر زمانے میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ انسان ہوں، کم زور ہوں، ہوسکتا ہے کہ میری ذات سے کسی کو کوئی اذیت پہنچی ہو اور میرے علم میں بھی نہ ہو کہ میں نے کسی کو اذیت پہنچا دی ہے (اس صورت میں) اس کو بدلہ نہیں دے سکتا۔ البتہ جس کے متعلق حضور ﷺ کو یہ خیال ہوتا تھا کہ میری ذات سے اس کو تکلیف یا اذیت پہنچ گئی ہے آپ فوراً اسے کہتے کہ مجھ سے ابھی بدلہ لے لو۔ الا یہ کہ وہ شخص خود کہتا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں آپ سے اس کا بدلہ نہیں لوں گا، میں نے معاف کیا۔ لیکن اس کے باوجود حضور ﷺ کو یہ احساس لاحق رہتا تھا کہ کسی کو میری ذات سے کوئی تکلیف یا اذیت پہنچ گئی ہو تو میں اس کا بدلہ نہیں دے سکتا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ سے استدعا فرماتے کہ جس کسی کو مجھ سے کوئی اذیت یا تکلیف پہنچی ہو اور اس کا بدلہ دینا میرے بس میں نہ ہو تو اے اللہ تیری بارگاہ میں درخواست کرتا ہوں کہ اسے تقرب کا ذریعہ بنا دے اور اسے اس کے لیے رحمت کا ذریعہ بنا دے۔

۱۴- ’’حضورؐ نے اپنا حق دعا امت کے لیے قیامت پر اٹھا رکھا۔‘‘

تخریج:⟨۱⟩ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ وَ اَبُوْ كُرَيْبٍ وَاللَّفْظُ لِاَبِیْ كُرَيْبٍ، قَالَا: نَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ، (عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ مُسْتَجَابَةٌ، فَتَعَجَّلَ كُلُّ نَبِيٍّ دَعْوَتَهٗ وَ اِنِّیْ اخْتَبَأْتُ دَعْوَتِیْ شَفَاعَةً لِاُمَّتِیْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَهِیَ نَائِلَةٌ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مَنْ مَّاتَ مِنْ اُمَّتِیْ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا۔ (۲۷)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم نے فرمایا: کہ ہر نبی ﷺ کو ایک دعوت مستجاب دی گئی (یعنی ہر نبی کو حق دیا گیا کہ ایک دعا مانگو، جو مانگو گے ہم قبول کریں گے) اور ہر نبی نے اپنے وقت میں دعا مانگی اور وہ قبول ہوگئی (اور نہیں معلوم کہ کس نبی نے کیا دعا مانگی اور قبول ہوئی اور اب نبی کریم ﷺ نے فرمایا ’’مجھے جو دعا کا ایک حق دیا گیا اور فرمایا کہ ہم اسے ضرور قبول کریں گے) تو اس کو میں نے آخرت میں اپنی امت کی شفاعت کے لیے اٹھا رکھا ہے۔ ان شاء اللہ میری وہ دعا میری امت کے اس شخص کے لیے ضرور قبول ہوگی جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کیے بغیر مرا ہو۔‘‘

⟨۲⟩ وَ فِی الرِّوَايَةِ الْاُخْرٰی: عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ مُسْتَجَابَةٌ يَدْعُوْ بِهَا، فَيُسْتَجَابُ لَهٗ فَيُؤْتَاهَا، وَ اِنِّیْ اخْتَبَأْتُ دَعْوَتِیْ شَفَاعَةً لِاُمَّتِیْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ (۲۸)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’ہر نبی کو ایک دعوت مستجاب دی گئی اور ہر نبی نے اپنے وقت میں وہ دعا مانگی اور وہ قبول کی گئی اور جو اس نے مانگا، اسے دیا گیا، اور میں نے اپنی دعا کو آخرت میں اپنی امت کی شفاعت کے لیے اٹھا رکھا ہے۔‘‘

⟨۳⟩ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ يَدْعُوْ بِهَا، وَ اُرِيْدُ اَنْ اَخْتَبِیَ دَعْوَتِیْ، شَفَاعَةً لِاُمَّتِیْ فِی الْاٰخِرَةِ۔ وَ قَالَ مُعْتَمِرٌ: سَمِعْتُ اَبِیْ عَنْ اَنَسِ بْنِ

مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: كُلُّ نَبِيٍّ سَالَ سُؤْلاً اَوْ قَالَ: لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ قَدْ دَعَا بِهَا، فَاسْتُجِيْبَ، فَجَعَلْتُ دَعْوَتِيْ شَفَاعَةً لِاُمَّتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ (۲۹)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''کہ ہر نبی کو ایک دعا مانگنے کا حق دیا گیا۔ اور نبی نے اپنے وقت میں وہ دعا مانگی۔ اور میں نے چاہا کہ میں اپنی دعا کو آخرت میں اپنی امت کی شفاعت کے لیے اٹھا رکھوں۔''
معتمر کا بیان ہے کہ میں نے اپنے والد سے سنا انہوں نے حضرت انس بن مالک کے واسطہ سے نبی ﷺ کا یہ ارشاد بیان کیا۔ فرمایا: ''ہر نبی نے ایک سوال کیا یا فرمایا کہ ہر نبی کو ایک دعا مانگنے کا حق دیا گیا۔ اس نبی نے وہ دعا مانگی اور وہ قبول ہوگئی۔ البتہ میں نے اپنی دعا کو قیامت کے روز اپنی امت کی شفاعت کے لیے اٹھا رکھا ہے۔''

﴿۴﴾ حَدَّثَنِيْ يُوْنُسُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰى، قَالَ: اَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ، قَالَ: اَخْبَرَنِيْ مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ يَدْعُوْهَا (بِهَا) فَاُرِيْدُ اَنْ اَخْتَبِيَ دَعْوَتِيْ شَفَاعَةً لِاُمَّتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہر نبی کو ایک دعا مانگنے کا حق دیا گیا، اور اس نبی نے اپنے وقت میں وہ دعا مانگی۔ مگر میں نے چاہا کہ اپنی دعا کو قیامت کے روز اپنی امت کی شفاعت کے لیے اٹھا رکھوں۔''

(الف) وَ فِي الرِّوَايَةِ الْاُخْرٰى: اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةً فَارَدْتُّ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ اَخْتَبِيْ دَعْوَتِيْ شَفَاعَةً لِاُمَّتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''کہ ہر نبی کو ایک دعا مانگنے کا حق دیا گیا۔ چناں چہ میں نے ارادہ کیا کہ اس حق دعا کو ان شاء اللہ قیامت کے روز اپنی امت کی شفاعت کے لیے اٹھا رکھوں۔''

(ب) وَ فِي الرِّوَايَةِ الْاُخْرٰى عن ابی هريرة۔ قَالَ لِكَعْبِ الْاَحْبَارِ اَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ يَدْعُوْ بِهَا فَاَنَا اُرِيْدُ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اَنْ اَخْتَبِيَ دَعْوَتِيْ شَفَاعَةً لِاُمَّتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ نے کعب احبار سے بیان کیا کہ نبی ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ ''ہر نبی کو ایک دعا مانگنے کا حق دیا گیا اور اس نبی نے وہ دعا مانگی۔ پس میں چاہتا ہوں کہ ان شاء اللہ قیامت کے روز اپنی امت کی شفاعت کے لیے اٹھا رکھوں۔''

(ج) وَ فِي الرِّوَايَةِ الْاُخْرٰى عن ابی هريرة۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ دَعَا بِهَا فِيْ اُمَّتِهٖ فَاسْتُجِيْبَ لَهٗ وَ اِنِّيْ اُرِيْدُ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اَنْ اُؤَخِّرَ دَعْوَتِيْ شَفَاعَةً لِاُمَّتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ''ہر نبی کو ایک دعا مانگنے کا حق دیا گیا اس نبی نے

وہ دعا اپنی امت کے لیے مانگی اور وہ قبول ہوگئی۔ اور میں چاہتا ہوں کہ ان شاء اللہ اپنی اس دعا کو قیامت کے روز اپنی امت کی شفاعت کے لیے اٹھا رکھوں۔"

(د) وَ فِي الرِّوَايَةِ الْاُخْرىٰ عن انس بن مالک۔ اَنَّ نبیَّ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ دَعَاهَا لِاُمَّتِهِ وَ اِنِّیْ اَخْتَبَاْتُ دَعْوَتِیْ شَفَاعَةً لِاُمَّتِیْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

ترجمه: حضرت انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "ہر نبی کو ایک دعا مانگنے کا حق دیا گیا۔ اس نبی نے اپنی امت کے لیے وہ دعا مانگی اور میں نے اپنی دعا کو قیامت کے روز اپنی امت کی شفاعت لیے اٹھا رکھا۔"

(ح) وَ فِي الرِّوَايَةِ الْاُخْرىٰ۔ عن جابر بن عبد الله يَقُوْلُ: عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ قَدْ دَعَا بِهَا فِيْ اُمَّتِهِ وَ خَبَاْتُ دَعْوَتِیْ شَفَاعَةً لِاُمَّتِیْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ (۳۰)

ترجمه: حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے وہ نبی ﷺ کا یہ ارشاد بیان کر رہے تھے کہ "ہر نبی کو ایک دعا مانگنے کا حق دیا گیا۔ وہ نبی اپنی امت کے لیے وہ دعا مانگ چکا۔ مگر میں نے اپنی دعا قیامت کے روز اپنی امت کی شفاعت کے لیے چھپا رکھی ہے۔"

تشریح: اگر کوئی کسی طرح شرک میں مبتلا ہوا، تو رسول اللہ ﷺ کی شفاعت کا مستحق نہیں ہوگا۔ اگر حضور ﷺ کسی کے حق میں دعا کریں گے بھی تو اللہ تعالیٰ قبول نہیں کریں گے۔ قرآن مجید میں کئی جگہ فرمایا گیا۔ ان میں منافق بھی ہیں جو "بظاہر" مسلمان بنے ہوئے ہیں لیکن کام کافر اور مشرک جیسے کرتے ہیں۔ اور مشرک بھی ہیں جو کھلم کھلا شرک کرتے ہیں۔ منافقوں کے بارے میں تو قرآن مجید میں رسول اللہ ﷺ کو صاف طور پر بتایا گیا ہے کہ ستر مرتبہ بھی اگر تم ان کے حق میں دعا مانگو گے تو بھی ان کو معاف نہیں کروں گا۔ (اسی طرح) مشرکین کے متعلق بھی صاف فرما دیا گیا ہے (**اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ۔** النساء: ۴۸) "اللہ تعالیٰ اس بات کو کبھی معاف نہیں کرے گا کہ اس کی خدائی میں کسی کو شریک کیا جائے۔" تو امت میں سے جو کوئی شرک سے محفوظ رہ گیا اس کے حق میں میری شفاعت نافع ہوگی۔

شفاعت مختلف شکلوں میں نافع ہوسکتی ہے۔ شفاعت اس شکل میں بھی نافع ہوسکتی ہے کہ (جس کے حق میں شفاعت کی جائے گی) اس کو بالکل معاف کر دیا جائے۔ اور اس شکل میں بھی نافع ہوسکتی ہے کہ اس کی سزا کم کر دی جائے۔ دونوں شکلوں میں نافع ہوسکتی ہے۔

۱۵– "ہر حاجت صرف اللہ سے طلب کی جائے۔"

تخریج:(۱) حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوٗدَ سُلَيْمَانُ بْنُ الْاَشْعَثِ السِّجْزِیُّ ثَنَا قَطَنُ الْبَصْرِیُّ، نَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ اَنَسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لِيَسْأَلْ اَحَدُكُمْ رَبَّهٗ حَاجَةً كُلَّهَا حَتّٰى يَسْأَلَ شِسْعَ نَعْلِهٖ اِذَا انْقَطَعَ۔ (۳۱)

ترجمه: حضرت انس کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "تم میں سے ہر شخص کو اپنی حاجت اللہ تعالیٰ سے مانگنی چاہیے حتیٰ کہ اگر اس کی جوتی کا تسمہ ٹوٹ گیا ہو تو اللہ تعالیٰ سے دعا کرنی چاہیے۔

﴿۲﴾ وَ رَوٰی غَیرُ وَاحِدٍ هٰذَا الْحَدِیْثَ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ سُلَیْمَانَ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِیِّ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم وَلَمْ یَذْکُرُوْا فِیْهِ عَنْ اَنَسٍ۔ حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، نَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَیْمَانَ، عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِیِّ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: لِیَسْأَلْ اَحَدُکُمْ رَبَّهٗ حَاجَتَهٗ حَتّٰی یَسْأَلَهُ الْمِلْحَ وَ حَتّٰی یَسْأَلَهٗ شِسْعَ نَعْلِهٖ اِذَا انْقَطَعَ وَ هٰذَا اَصَحُّ مِنْ حَدِیْثِ قَطَنٍ عَنْ جَعْفَرِ ابْنِ سُلَیْمَانَ۔ (۳۲)

ترجمہ: حضرت ثابت بنانی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے ہر ایک کو اپنی حاجت اپنے رب سے مانگنی چاہیے حتیٰ کہ اگر گھر میں نمک تک نہ ہو تو خدا سے دعا کرنی چاہیے اور یہ کہ جوتی کا تسمہ بھی ٹوٹ جائے تو بھی خدا سے دعا کرے۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ قبل اس کے کہ آپ موچی کے پاس جائیں اور اس سے (اپنی جوتی) کی مرمت کرائیں۔ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ میری اس جوتی کی مرمت ہو جائے اور پھر جایئے موچی کے پاس۔ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آپ موچی کے پاس نہ جائیں۔ اور جوتی سامنے رکھ کر دعا مانگیں اور تسمہ خود بخود سل جائے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے کی کیوں ضرورت ہے۔ اس وجہ سے کہ آپ کی جو تدبیر بھی کامیاب ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہوتی ہے اگر اللہ تعالیٰ کی توفیق نہ ہو اور وہ آپ کے حالات و اسباب کو سازگار نہ بنائے تو آپ کی کوئی تدبیر کامیاب نہیں ہو سکتی۔ مثال کے طور پر آپ دیکھیے کہ ایک آدمی کی جوتی کا تسمہ ٹوٹ جاتا ہے اب اگر وہ چاہتا ہے کہ جوتی کا تسمہ دوبارہ جڑے تو کتنے اسباب درکار ہوں گے جب جا کر اس کی خواہش یا کوشش کامیاب ہو سکتی ہے۔ موچی کا وجود درکار ہے۔ اس کا فن کو جاننا درکار ہے۔ آپ کا اس قابل ہونا درکار ہے کہ آپ جا کر اس کو کہیں کہ تو یہ میری جوتی درست کر دے (گویا) آپ چل کر جا سکیں۔ موچی بھی موجود ہو اس کے پاس یہ علم بھی ہو اس کے پاس ذرائع بھی ہوں تب جا کر آپ کی جوتی جڑ سکتی ہے اب یہ تمام ذرائع جو ہیں یہ ہیں دراصل کس کی قدرت میں۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت میں۔ اگر فرض کیجیے آدمی دعا نہیں کرتا تب بھی چوں کہ اللہ تعالیٰ نے ایسا تو نہیں کیا ہے کہ جب تک مجھ سے مانگو نہیں میں ذرائع فراہم کر کے نہیں دوں گا۔ جو اللہ کا منکر ہے وہ بھی اگر تدبیر اختیار کرتا ہے تو وہ بھی کامیاب ہو کر رہتی ہے۔ لیکن فرق جو ہے وہ خدا شناس آدمی اور ناخدا شناس آدمی کے درمیان ہے اور وہ یہ کہ ناخدا شناس آدمی سمجھتا ہے کہ یہ تو آپ سے آپ ذرائع موجود ہیں۔ میں تدبیر کروں گا اور کامیاب ہو جاؤں گا۔ درآں حالے کہ بارہا اس کا تجربہ ہوتا ہے کہ آپ بڑی سے بڑی عظیم الشان تدبیریں کرتے ہیں ناکام ہو جاتے ہیں لیکن ناخدا شناس آدمی چوں کہ بالعموم دیکھ رہا ہے جو تدبیر میں کرتا ہوں اسباب موجود ہیں اس کے مطابق میری تدبیر کامیاب ہو جاتی ہے وہ دعا کی حاجت محسوس نہیں کرتا۔ لیکن ایک مومن چوں کہ حقیقت کو جانتا ہے اس لیے اس کو ہر وقت یہ احساس رہتا ہے کہ ہماری ہر تدبیر کی کامیابی کا انحصار دراصل اللہ کی توفیق پر ہے۔ تو اس کا دعا مانگنا یہ ایک طرح سے اس بات کو تسلیم کرنا ہے۔ اس بات کا اعتراف کرنا ہے کہ اصل چیز میں نہیں ہوں اصل چیز یہ اسباب دنیا نہیں ہیں اصل چیز اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی توفیق ہے کہ جس سے یہ سب کچھ ہوا۔ اگر آپ دعا نہیں مانگیں گے تو ایسا نہیں ہے کہ آپ کا کام نہیں بنے گا۔ روٹی بھی پکے گی۔ آپ کھائیں گے بھی۔ ذرائع بھی فراہم ہوں گے لیکن یہ غافل آدمی کی سی زندگی ہوگی جس کو حقیقت کا

اعتراف اور اس کا شعور نہیں ہے۔ مومن چوں کہ غافل نہیں ہوتا اس کو حقیقت کا شعور ہوتا ہے اس لیے وہ اپنے ہر کام سے پہلے دعا مانگتا ہے کہ یا خدا اس کو کامیاب بنا۔ وہ یقین رکھتا ہے کہ میری کامیابی کا اور ناکامی کا انحصار اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اس کی تائید کے اوپر ہے۔ دوسری روایت اس حدیث کی اس کے اندر یہ الفاظ ہیں کہ حَتّٰی یَسْأَلَهُ الْمِلْحَ۔الخ...حتیٰ کہ اگر نمک بھی اس کو درکار ہو تو پہلے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگے پھر جا کر نمک کی تلاش کرے اور جوتی کا تسمہ بھی ٹوٹ جائے تو پہلے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگے پھر اس کو جڑوانے کی کوشش کرے۔

دعا پہلے اپنے لیے پھر دوسروں کے لیے

۱۶۔ ''رسول اللہ ﷺ سب سے پہلے اپنے حق میں دعا کرتے تھے اور پھر اس شخص کے حق میں دعا کرتے تھے جس شخص کے لیے آپ کو دعا مانگنی ہوتی۔''

تخریج: **حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْكُوْفِيُّ، نَا اَبُوْ قَطَنٍ، عَنْ حَمْزَةَ الزَّيَّاتِ، عَنْ اَبِي اِسْحَاقَ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ، كَانَ اِذَا ذَكَرَ اَحَدًا فَدَعَا لَهُ، بَدَأَ بِنَفْسِهٖ۔** (۳۳)

ترجمہ: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی شخص کا ذکر کے اس کے حق میں دعا کرتے تھے تو پہلے اپنے آپ سے ابتدا کرتے تھے۔

تشریح: مثلاً یہ کہ آپ کسی شخص کے حق میں دعائے مغفرت کرتے ہیں۔ آپ یوں کہیں گے خدایا میری مغفرت بھی کر اور اس بندے کی بھی مغفرت کر۔ کوئی کسی بیماری میں سے شفا کے لیے دعا کر رہا ہے تو آپ کہیں گے یا اللہ مجھے بھی عافیت بخش اور اس شخص کو بھی عافیت بخش۔ اس کے معنی کیا ہیں؟ اس کے معنی یہ ہیں کہ دعا مانگنے والا اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ سب سے پہلا حاجت مند تو میں ہوں اور سب سے پہلے خدا کی مدد کا محتاج میں ہوں۔ اس کے سامنے اپنی حاجت پیش کرنے کے بعد پھر ہر ایک کی حاجت پیش کرے۔ اگر ایک آدمی دوسروں ہی کی حاجتوں کے لیے دعا مانگے اور اپنا ذکر نہ کرے تو اس کے معنی کیا ہوئے؟ اس کے معنی یہ ہوئے کہ میں تو خدا کی مدد سے بے نیاز ہوں۔ دوسرے لوگوں کے لیے سفارش کرتا پھر رہا ہوں۔ مجھے خود اس کی مدد کی کوئی حاجت نہیں ہے۔ تو اس وجہ سے حضور ﷺ پہلے اپنی بندگی کا اعتراف کرتے تھے اپنی حاجت مندی کا اعتراف کرتے تھے اس بات کا اعتراف کرتے تھے کہ میری ساری حاجتیں حضور سے ہی متعلق ہیں آپ ہی سے مانگوں گا اور کس سے مانگنے جاؤں اور دوسروں کی بھی حاجتیں آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں۔ تو ایک آدمی کا اپنے نفس کے حق میں دعا سے ابتدا کرنا یہ معنی رکھتا ہے کہ وہ پہلے اپنی حاجت مندی کا اعتراف کرتا ہے اور اس کے بعد دوسروں کی حاجتوں کے لیے درخواست کرتا ہے ورنہ بظاہر آدمی اس چیز کے اوپر غور نہ کرے تو معلوم ہوتا ہے کہ عجیب خود غرضی ہے کہ دوسروں کے لیے دعا کرنے کے لیے اٹھیں لیکن پہلے اپنے حق میں دعا کریں لیکن غور کیجیے تو بات سمجھ میں آجاتی ہے کہ اس میں حکمت کیا ہے۔

اپنے بھائی کے لیے اس کی عدم موجودگی میں دعا

۱۷۔ ''رسول اللہؐ نے فرمایا کہ اپنے بھائی کی غیر موجودگی میں بغیر اس کے علم کے اس کے لیے دعا کرتا ہے تو یہ بڑی نیکی

کا کام ہے۔ فرشتہ دعا کرنے والے کے سرہانے کھڑا ہوتا ہے دعا کے ساتھ کہہ رہا ہوتا ہے آمین۔ جس بھلائی کے لیے تو اپنے دوسرے بھائی کے لیے دعا مانگ رہا ہے، وہ تجھے بھی حاصل ہو۔“

تخریج:⟨۱⟩ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: خَمْسُ دَعْوَاتٍ يُسْتَجَابُ لَهُنَّ۔ دَعْوَةُ الْمَظْلُوْمِ حَتّٰى يَنْتَصِرَ، وَ دَعْوَةُ الْحَآجِّ حَتّٰى يَصْدُرَ، وَ دَعْوَةُ الْمُجَاهِدِ حَتّٰى يَفْقِدَ، وَ دَعْوَةُ الْمَرِيْضِ حَتّٰى يَبْرَأَ، وَ دَعْوَةُ الْاَخِ لِاَخِيْهِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ ثُمَّ قَالَ: وَ اَسْرَعُ هٰذِهِ الدَّعْوَاتِ اِجَابَةً دَعْوَةُ الْاَخِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ۔(۳٤)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پانچ دعائیں ایسی ہیں جو مقبول ہوتی ہیں۔(اب اس کے بعد آپؐ ایک ایک دعا کو فرماتے ہیں) مظلوم کی دعا جب تک کہ وہ خود بدلہ نہ لے لے۔ حاجی کی دعا قبول ہوتی ہے جب تک کہ وہ پلٹ کر اپنے گھر نہیں پہنچتا اور مجاہد کی دعا جب تک وہ جہاد سے پلٹ[1] کر واپس نہیں آ جاتا۔ اور بیمار کی دعا جب تک کہ وہ شفا نہ پا جائے اور ایک مسلمان بھائی کا کسی دوسرے مسلمان بھائی کے لیے اس کے پیٹھ پیچھے دعا مانگنا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ان تمام دعاؤں میں سے سب سے زیادہ مقبول دعا ایک بھائی کا اپنے بھائی کے حق میں اس کی غیر موجودگی میں اس کی پیٹھ پیچھے دعا مانگنا ہے۔

⟨۲⟩ اَخْبَرَنَا اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ الْحَافِظُ، اَنَا عَلِيُّ بْنُ عِيْسَى بْنُ اِبْرَاهِيْمَ، ثَنَا اَبُوْ يَحْيٰى زَكَرِيَّا بْنُ دَاوٗدَ، ثَنَا يُوْنُسُ بْنُ اَفْلَحَ، خَتَنُ يَحْيٰى، ثَنَا مَكِّيُّ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ، ثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ زَيْدِ العمى عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: خَمْسُ دَعْوَاتٍ يُسْتَجَابُ لَهُنَّ: دَعْوَةُ الْمَظْلُوْمِ حِيْنَ يَسْتَنْصِرُ، وَ دَعْوَةُ الْحَاجِّ حِيْنَ يَصْدُرُ، وَ دَعْوَةُ الْمُجَاهِدِ حِيْنَ يَقْفُلُ، وَ دَعْوَةُ الْمَرِيْضِ حِيْنَ يَبْرَأُ، وَ دَعْوَةُ الْاَخِ لِاَخِيْهِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ۔(۳۵)

⟨۳⟩ حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ، اَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ، نَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ اَبِىْ سُلَيْمَانَ، عَنْ اَبِى الزُّبَيْرِ، عَنْ صَفْوَانَ وَ هُوَ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ صَفْوَانَ، وَ تَحْتَهٗ اُمُّ الدَّرْدَاءِ، قَالَ: قَدِمْتُ الشَّامَ، فَاَتَيْتُ اَبَا الدَّرْدَاءِ فِىْ مَنْزِلِهٖ، فَلَمْ اَجِدْهُ وَ وَجَدْتُّ اُمَّ الدَّرْدَاءِ، فَقَالَتْ: اَتُرِيْدُ الْحَجَّ الْعَامَ؟ فَقُلْتُ: نَعَمْ، قَالَتْ: فَادْعُ اللّٰهَ لَنَا بِخَيْرٍ، فَاِنَّ النَّبِىَّ ﷺ كَانَ يَقُوْلُ: دَعْوَةُ الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ لِاَخِيْهِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ مُسْتَجَابَةٌ۔ عِنْدَ رَاْسِهٖ مَلَكٌ مُّوَكَّلٌ۔ كُلَّمَا دَعَا لِاَخِيْهِ بِخَيْرٍ، قَالَ الْمَلَكُ الْمُوَكَّلُ بِهٖ اٰمِيْنَ۔ وَ لَكَ بِمِثْلٍ۔ قَالَ فَخَرَجْتُ اِلَى السُّوْقِ فَلَقِيْتُ اَبَا الدَّرْدَاءِ، فَقَالَ لِىْ مِثْلَ ذٰلِكَ يَرْوِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ۔(۳٦)

---

(۱) نیچے والی روایت میں **یقفل** بھی ہے جس کے معنی واپس پلٹ کر آنا ہے۔ مولانا مرحوم نے اسی کو سامنے رکھتے ہوئے **یفقد** کا معنی پلٹ کر آنا کر دیا ہے۔ (مرتب)

ترجمہ: حضرت صفوان کا بیان ہے کہتے ہیں کہ میں شام میں گیا اور ابوالدرداء کے مکان پر گیا مگر انہیں گھر پر نہ پایا۔ ام الدرداء گھر پر موجود تھیں انہوں نے مجھ سے دریافت کیا کہ کیا آپ کا اس سال حج کا ارادہ ہے؟ میں نے کہا: ہاں۔ وہ بولیں تو پھر ہمارے لیے اللہ تعالیٰ سے بھلائی کی دعا ضرور کرنا۔ اس لیے کہ نبی ﷺ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ ایک مسلمان اپنے بھائی کی غیر موجودگی میں دعا مانگتا ہے تو وہ قبول ہوتی ہے۔ دعا مانگنے کے وقت اس کے سر کے پاس ایک فرشتہ متعین ہوتا ہے۔ جب کبھی بندہ اپنے مسلمان بھائی کے لیے بھلائی کی دعا مانگتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے۔ آمین اور ایسی ہی بھلائی تیرے لیے بھی ہو۔

﴿۴﴾ وَ فِي الرِّوَايَةِ الْاُخْرٰى عَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ۔ قَالَتْ: حَدَّثَنِيْ سَيِّدِيْ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: مَنْ دَعَا لِاَخِيْهِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ، قَالَ الْمَلِكُ الْمُوَكَّلُ بِهٖ اٰمِيْنَ وَلَكَ بِمِثْلٍ۔ (۳۷)

ترجمہ: حضرت ام الدرداء کا بیان ہے کہتی ہیں کہ مجھے میرے شوہر نے بتایا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے سنا: کہ جو کوئی اپنے بھائی کی غیر موجودگی میں اس کے لیے دعا مانگتا ہے، اس کے ساتھ متعین فرشتہ کہتا ہے۔ آمین اور ایسی ہی بھلائی تیرے لیے بھی ہو۔

﴿۵﴾ حَدَّثَنِيْ اَحْمَدُ بْنُ عُمَرَ بْنِ حَفْصٍ الْوَكِيْعِيُّ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ، نَا اَبِيْ عَنْ طَلْحَةَ ابْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ كَرِيْزٍ، عَنْ اُمِّ الدَّرْدَاءِ، عَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَا مِنْ عَبْدٍ مُسْلِمٍ يَدْعُوْ لِاَخِيْهِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ قَالَ الْمَلِكُ: وَلَكَ بِمِثْلٍ۔ (۳۸)

ترجمہ: حضرت ام الدرداء، ابوالدرداء سے روایت بیان کرتی ہیں۔ ابوالدرداء نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو مسلمان بندہ اپنے بھائی کی عدم موجودگی میں اس کے لیے دعا کرتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے ایسی ہی بھلائی تیرے لیے بھی ہو۔

ابوداؤد نے عبداللہ بن عمرو بن العاص سے ایک روایت بایں الفاظ بھی نقل کی ہے:

﴿۶﴾ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: اِنَّ اَسْرَعَ الدُّعَاءِ اِجَابَةً، دَعْوَةُ غَائِبٍ لِغَائِبٍ۔ (۳۹)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بہت جلد شرف قبولیت سے ہم کنار ہونے والی دعا، غیر حاضر کے لیے غیر حاضر کی دعا ہے۔

مظلوم کی دعا جب تک وہ خود بدلہ نہ لے اگر مظلوم نے بددعا بھی کی ہے ظالم کے حق میں اور اس کے بعد اس نے بدلہ بھی لے لیا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کو اس کی دعا قبول کرنے کی ضرورت نہیں لیکن اگر مظلوم بدلہ نہیں لیتا ہے اور اللہ پر چھوڑتا ہے تو پھر اس شخص سے اس کی خبر لینا اللہ کا کام ہے جس نے اس پر ظلم کیا۔ اسی چیز کو ایک حدیث میں اس طرح سے بیان کیا گیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق نبی ﷺ کے ساتھ تھے تو کوئی شخص سامنے سے آیا اور اس نے آ کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو گالیاں دینی شروع کر دیں اور حضرت ابوبکر خاموشی سے اس کو سنتے رہے اور رسول اللہ ﷺ مسکراتے رہے اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق سے صبر نہ ہو سکا اور انہوں نے اس کو پلٹ کر جواب دے دیا تو رسول اللہ ﷺ کے چہرے پر انطباق کے

آثار پیدا ہو گئے۔ جب وہ شخص چلا گیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ حضور جب تک وہ شخص مجھے گالیاں دیتا رہا اور خاموش رہے آپ مسکراتے رہے جب میں نے اس کو ایک جواب دے دیا تو آپ کے چہرے پر انطباق کی کیفیت طاری ہوگئی یہ کیا وجہ ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''کہ جب وہ تمہیں گالیاں دے رہا تھا اور تم خاموش تھے صبر کر رہے تھے تو میں دیکھ رہا تھا کہ ایک فرشتہ تمہاری طرف سے اس کو جواب دے رہا ہے جب تم نے اس کو پلٹ کر جواب دیا تو میں نے دیکھا کہ وہ فرشتہ ہٹ گیا۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ اگر ایک شخص آپ کے اوپر ظلم کر رہا ہے اور آپ اس ظلم کے جواب میں اس پر ظلم نہیں کر رہے ہیں اور برداشت کر رہے ہیں تو اب اس کی خبر لینا اللہ کے ذمے ہے۔ لیکن اگر آپ نے پلٹ کر اس کو جواب دے دیا اور اس سے بدلہ لے لیا تو پھر اللہ کو آپ کی طرف سے جواب دینے کی حاجت نہیں ہے۔ یہی بات یہاں فرمائی گئی ہے کہ مظلوم کی دعا قبول ہوتی ہے جب تک کہ وہ خود بدلہ نہیں لے لیتا۔

دوسری بات آپ نے یہ فرمائی کہ'' حاجی کی دعا قبول ہوتی ہے جب تک کہ وہ پلٹ کر اپنے گھر نہیں پہنچتا''، یعنی گھر سے نکلنے اور حج کر کے گھر واپس آنے تک یہ پورا زمانہ قبولیت دعا کا زمانہ ہے۔

اور'' مجاہد کی دعا جب تک کہ وہ جہاد سے پلٹ کر واپس نہیں آجاتا''، یعنی جہاد کے لیے نکلنے کے وقت سے لے کر پلٹ کر آنے تک یہ پورا زمانہ جو ہے یہ بھی قبولیت دعا کا زمانہ ہے۔ ہر وقت بندہ اپنے رب کے قریب ہوتا ہے۔

اور'' بیمار کی دعا جب تک کہ وہ شفا نہ پا جائے''، یعنی بیماری کی حالت میں جو دعا کی جاتی ہے چوں کہ وہ خلوص دل سے نکلتی ہے اس وجہ سے بندہ اس وقت اپنے رب کے قریب ہوتا ہے۔ اس وقت آدمی پر جو تکلیف طاری ہوتی ہے اسی وجہ سے وہ بار بار اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے اور اس کو یاد کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی دعا اس حالت میں قبول کرتا ہے۔ اور'' ایک مسلمان بھائی کا کسی دوسرے مسلمان بھائی کے لیے اس کے پیٹھ پیچھے دعا مانگنا۔'' یہ بڑی اہم قسم کی دعا ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہوتی ہے پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ان تمام دعاؤں میں سب سے زیادہ مقبول دعا ایک بھائی کا اپنے بھائی کے حق میں اس کی غیر موجودگی میں اس کی پیٹھ پیچھے دعا مانگنا ہے۔ یعنی پیٹھ پیچھے جو دعا مانگی جاتی ہے جس کا اس شخص کو پتہ بھی نہیں ہوتا جس کے حق میں دعا مانگی گئی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ مقبول ہے کیوں کہ وہ دل سے نکلی ہوئی ہے۔ انتہائی اخلاص کے بغیر ایک دوسرے آدمی کے لیے پیٹھ پیچھے دعا نہیں مانگ سکتا۔

تشریح: جب آپ خاموشی کے ساتھ اپنے کسی مسلمان بھائی کے لیے دعا مانگتے ہیں یا اس کی غیر موجودگی میں دعا کرتے ہیں، یہ اس کے بغیر ممکن ہی نہیں ہے کہ آپ کو اس شخص کے ساتھ خلوص ہو۔ مخلصانہ محبت کے بغیر آپ یہ نہیں کر سکتے اور یہ مخلصانہ محبت جو آپ کے اور اس کے درمیان ہے یہ صرف اسلام کی بنیاد پر ہے۔ کوئی ذاتی غرض اور ذاتی فائدہ نہیں ہے۔ آپ کا مومن بھائی ہے اس لیے آپ اس کے لیے دعا مانگتے ہیں یہ خود بہت بڑی نیکی کا کام ہے۔

اسلام اور ایمان کے رشتہ کی بنیاد پر ایک آدمی کا دوسرے آدمی کے لیے مخلص ہونا بھی نیکی ہے اس طرح دنیا میں ایک صالح جماعت بنتی ہے۔ آپ دیکھتے ہیں کہ جو لوگ دنیوی اغراض اور دنیوی مصلحتوں اور مقاصد کے لیے ایک دوسرے سے تعلقات استوار کرتے ہیں ان کے ہاں باہم خلوص نہیں ہوتا۔ فی الواقع ایک غیر مسلم معاشرے کے اندر وہ اسپرٹ پیدا ہو ہی نہیں سکتی جو ایک مومن معاشرے کے اندر ہوا کرتی ہے کیوں کہ وہاں یہ دوستیاں اور تعلقات بھی ذاتی اغراض کے حصول

کے لیے ہوتی ہیں۔ ایک دوسرے کے دل میں حسد ہی پرورش پا رہا ہوتا ہے۔ ہر وقت اس فکر میں رہتے ہیں کہ کب موقعہ ملے کہ اسے چت کر دیں۔ بظاہر ایک دوسرے کے ساتھ دوستیاں بھی ہو رہی ہوتی ہیں، بیانات بھی آ رہے ہوتے ہیں۔ ایک دوسرے کے حق میں تقریریں بھی جھاڑی جا رہی ہوتی ہیں۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ مخلصانہ دوستی نہیں ہوتی۔

مخلصانہ دوستی وہ ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے لیے محض ایمان کی بنیاد پر کی جائے اور یہ وہ چیز ہے جو ایک صالح ترین معاشرہ پیدا کرتی ہے۔ کیوں کہ اس کے اندر ہر فرد دوسرے کا مخلص ہوتا ہے۔ اور مخلص دوستی کی ایک خوبی یہ ہوتی ہے کہ بھلائی میں ساتھ ہوتا ہے اور برائی میں ساتھ نہیں ہوتا۔ اس طرح یہ تعاونوا علی البرنیکی میں تعاون کرو کی مثال ہوتا ہے۔ ایک صالح ترین معاشرہ اس طرح وجود میں آتا ہے۔

ماٰخذ

(۱) ابن ماجه كتاب الدعاء۔ باب فضل الدعاء☆ الادب المفرد للبخاری باب فضل الدعاء☆ مسند احمد ج ٤ ص ٢٦٧۔ نعمان بن بشير☆ ابن مردويه، خطيب عن البراء بن عازب۔ بحواله فتح القدير للشوكانی ج ٤ ☆المستدرك للحاكم ج ١ كتاب الدعاء۔

(۲) ابو داؤد كتاب الصلوة باب الدعاء☆ترمذی ابواب الدعوات باب...اورابواب التفسير السورة البقرة☆ ابن ماجه كتاب الدعاء۔ باب فضل الدعاء☆مسند احمد ج ٤، ص ٢٦٧، ٢٧١، ٢٧٦☆ ابن جرير ج ٤ سورة المومن ☆كنز العمال ج ٢☆الادب المفرد۔ باب فضل الدعاء☆ابن ابی حاتم☆ بيهقی فی الشعب۔ بحواله فتح القدير للشوكانی ج ٤☆ مشكوٰة كتاب الدعوات الفصل الاول۔

☆ اشرف العبادة الدعاء۔ عن ابی هريرة اشرف عبادت دعا ھے۔

☆ الدعاء مفتاح الرحمة۔ عن ابن عباسؓ دعا رحمت كی كنجی ھے۔

☆ الدعاء سلاح المؤمن۔ عن علیؓ دعا مومن كا هتهيار ھے۔

☆ كنز العمال ج ٢ فی الدعاء۔ الفصل الاول فی فضله والحث عليه۔☆ المستدرك ج ١ عن علی۔

اشرف العبادة الدعاء دعا هی افضل عبادت ھے۔

☆الادب المفرد للبخاری۔ باب فضل الدعاء۔ عن ابن عباس رضی اللّٰه عنهما افضل العبادة هو الدعاء ☆المستدرك ج ١ كتاب الدعاء۔

(۳) ترمذی ج٢ ابواب الدعوات باب ماجاء فی فضل الدعاء☆الحكيم الترمذی فی نوادر الاصول۔ بحواله فتح القدير للشوكانی ج ٤☆ كنز العمال ج ٢☆مشكوٰة كتاب الدعوات، الفصل الاول۔ هذا حديث غريب من هذا الوجه لا نعرفه الا من حديث ابن لهيعة۔

(٤) ترمذی ج ٢ ابواب الدعوات، باب منه☆ ابن ماجه كتاب الدعاء، باب فضل الدعاء۔ ابن ماجه ميں منقول الفاظ ميں من لم يدع اللّٰه سبحانه غضب عليه☆ مسند احمد ج ٢ ص ٤٤٢ عن ابی هريرة۔ مسند كے الفاظ من لا

یسئاله یغضب علیه اور من لم یدع اللّٰه غضب اللّٰه علیه بھی منقول ھے۔☆الادب المفرد للبخاری باب من لم یسئل اللّٰه یغضب علیه اس نے من لم یسأله یغضب علیه☆ المستدرك للحاکم ج ۱ اس میں لا یدعوا اللّٰه یغضب علیه۔ ☆شعب الایمان ج ۲ عن ابی ھریرة اس نے من لا یسئاله یغضب علیه نقل کیا ھے۔

(۵) ترمذی ابواب القدر باب ماجاء لا یرد القدر الا الدعاء☆ مستدرك میں ثوبان سے الدعاء یرد القضاء☆ابن عساکر میں نمیر بن اوس سے مرسلاً :

الدعاء جند من اجناد اللّٰه مجندخ یرد القضاء بعد ان یبرم۔ دعا اللّٰه تعالیٰ کے لشکروں میں سے مسلح لشکر ھے قضاء مبرم کو بھی بدل دیتی ھے۔

ابو الشیخ میں انسؓ سے :

اکثر من الدعاء فان الدعاء یرد القضاء المبرم۔ اکثر دعا کیا کر، کہ دعا ھی ایسی چیز ھے جو قضا مبرم کو ٹال سکتی ھے۔

ابو الشیخ نے فی الثواب میں حضرت ابو ھریرہ﷜ سے :

الدعاء یرد البلاء۔ دعا ھی بلا و مصیبت کا رد ھے۔

☆کنز العمال ج ۲ باب ۸۔ فصل الاول فی فضله والحث علیه۔

(٦) مسند احمد ج ۵، ص ۲۷۷ ثوبان☆ ابن ماجه المقدمه باب فی القدر اور کتاب الفتن☆ترمذی ابواب القدر ☆المستدرك للحاکم ج ۱ کتاب الدعاء۔ باب لا یرد القدر الا الدعاء۔ عن ثوبان۔ ☆کنز العمال ج ۲ عن ثوبان۔

(۷) ترمذی ابواب الدعوات باب ماجاء ان دعوة المسلم مستجابة☆کنز العمال ج ۲، عن جابر☆مشکوٰة کتاب الدعوات۔ الفصل الثانی۔ عن جابر۔

(۸) ترمذی ج ۲ ابواب الدعوات باب فی دعاء النبی ﷺ☆ مسند احمد ج ۵ ص ۲۳٤ عن معاذ بن جبل ☆المستدرك ج ۱ کتاب الدعاء۔☆ کنز العمال ج ۲☆مجمع الزوائد ج ۱۰ ☆ مشکوٰة کتاب الدعوات۔ الفصل الثانی۔ هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ لَا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِیْثِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ بَکْرٍ الْقُرَشِیِّ وَ هُوَ الْمَکِّیّ۔ وَ هُوَ ضَعِیْفٌ فِی الْحَدِیْثِ۔ قَدْ تَکَلَّمَ فِیْهِ بَعْضُ اَهْلِ الْحَدِیْثِ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهٖ۔

(۹) ترمذی ابواب الدعوات باب فی انتظار الفرج و غیر ذلك☆ شعب الایمان ج ۲ عن عبد اللّٰه بن مسعود☆ابن کثیر ج ۱☆ ابن مردویه بحواله ابن کثیر ج ۱☆ روح المعانی ج ٤ پ ۵☆ مجمع الزوائد ج ۱۰، عن انس۔ ھکذا روی احمد بن واقد ھذا الحدیث۔ و حماد بن واقد لیس بالحافظ۔ و روی ابو نعیم ھذا الحدیث عن اسرائیل، عن حکیم بن جبیر عن رجل، عن النبی ﷺ۔ و حدیث ابی نعیم اشبه ان یکون اصح۔

(۱۰) ترمذی ابواب الدعوات باب ماجاء، فی فضل الدعاء☆الادب المفرد للبخاری باب فضل الدعاء☆ابن ماجه کتاب الدعاء باب فضل الدعاء۔ ابن ماجه میں علی اللّٰه کے بعد سبحانه کا اضافه بھی ھے۔☆ مسند احمد ج ۲ ص ۳٦۲ عن ابی ھریرة☆ المستدرك للحاکم ج ۱ کتاب الدعاء☆ کنز العمال ج ۲ عن ابی ھریرة☆ شعب الایمان ج ۲ عن ابی ھریرة۔ ھذا حدیث غریب لا نعرفه مرفوعاً الا من حدیث عمران القطان۔

(۱۱) بخاری ج ۲ کتاب التوحید باب فی المشیة والارادة☆ مشکوٰة کتاب الدعوات، الفصل الاول۔ عن ابی ھریرة ☆کنز العمال ج ۲ عن ابی ھریرة۔ لا یقل احدکم اغفرلی ان شئت، و لیعزم فی المسألة فانه لا مکره له۔

(۱۲) بخاری ج:۲ کتاب الدعوات باب لیعزم المسئلة۔ فانه لا مستکره له اور کتاب التوحید باب ۳۱۔☆مسلم کتاب الذکر والدعاء والتوبة باب العزم فی الدعاء ولا یقل ان شئت☆ ابو داؤد کتاب الصلوة باب الدعاء

☆مؤطا امام مالك قرآن ج ۱ باب ماجاء فی الدعاء☆ ترمذی ج ۲ ابواب الدعوات باب ماجاء فی جامع الدعوات☆ ابن ماجه كتاب الدعاء باب لا يقول الرجل اللهم اغفر لى ان شئت☆ مسند احمد ج ۲ ص ۲۴۳، ۳۱۸، ۴۶۳☆ رياض الصالحين عن ابى هريرة☆ كنز العمال ج ۲ عن ابى هريرة۔

(۱۳) ترمذی ج ۲ ابواب الدعوات باب ۶۵ جامع الدعوات عن النبی ﷺ☆ المستدرك للحاكم ج ۱ كتاب الدعاء باب لا يقبل دعاء من قلب غافل لاه۔☆ كنز العمال ج ۲☆ مسند احمد ج ۲ عن ابى هريرة☆ مجمع الزوائد ج ۱۰، عن عبد اللّٰه بن عمر☆ مشكوٰة كتاب الدعوات۔ الفصل الثانی۔ قال ابو عيسى۔ هذا حديث غريب لا نعرفه الا من هذا الوجه۔ سمعت عباسًا العنبرى يقول: اكتبوا عن عبد اللّٰه بن معاوية الجمى فانه ثقة۔

(۱۴) مسلم ج ۲، كتاب الذكر والدعاء والتوبة۔ باب بيان انه يستجاب للداعى مالم يعجل فيقول دعوت فلم يستجب۔ اسی باب میں ایك دوسری روایت میں قد دعوت و قد دعوت فلم ار يستجاب بهی منقول ہے☆رياض الصالحين☆كنز العمال ج ۲ عن ابى هريرة☆ مشكوٰة كتاب الدعوات۔

(۱۵) بخاری ج ۲، كتاب الدعوات۔ باب يستجاب للعبد مالم يعجل☆ ابو داؤد كتاب الصلوٰة۔ باب الدعاء☆ترمذی ابواب الدعوات۔ باب ماجاء فی من يستعجل فی دعائه☆ ابن ماجه كتاب الدعاء باب يستجاب لاحدكم مالم يعجل☆مؤطا امام مالك ج ۱ قرآن باب ماجاء فی الدعاء☆ كنز العمال ج ۲☆الادب المفرد للبخاری باب من قال يستجاب للعبد مالم يعجل☆ مسند احمد ج ۲ ص ۳۹۶ ابو هريرة۔

(۱۶) الادب المفرد للبخاری باب من قال يستجاب للعبد مالم يعجل☆رياض الصالحين۔

(۱۷) الادب المفرد باب ما يدخر للداعى من الاجر والثواب☆كنز العمال ج ۲۔

(۱۸) مسلم كتاب الزهد ج ۲ حديث جابر الطويل و قصة ابى اليسر☆ مشكوٰة كتاب الدعوات۔ الفصل الاول۔

(۱۹) ابو داؤد ج ۲ كتاب الصلوٰة باب النهى عن ان يدعو الانسان على اهله و ماله☆ رياض الصالحين جابر بن عبد اللّٰه ☆كنز العمال ج ۲، عن جابر۔ قَالَ اَبُوْ دَاؤد: هذا الحديث متصل (الاسناد فان) عبادة بن الوليد بن عبادة لقى جابرا۔

(۲۰) مسلم كتاب البر والصلة۔ باب من لعنه النبی ﷺ۔الخ☆ ابو يعلى بحواله مجمع الزوائد ج ۸ عن ابى سعيد خدری☆ مشكوٰة كتاب الدعوات۔ الفصل الاول۔

(۲۱) مسلم كتاب البر والصلة۔ باب من لعنه النبی ﷺ الخ☆ دارمی كتاب الرقاق۔ باب ۵۲۔ فی قول النبی ﷺ ايما رجل لعنته او شتمته☆مسند احمد ج ۲- ص ۳۹۰، ۴۸۸، ۴۹۶- ج ۶ ص ۴۵۔

(۲۲) مسلم كتاب البر والصلة۔ باب من لعنه النبی ﷺ الخ☆ دارمی كتاب الرقاق۔ باب ۵۲۔ فی قول النبی ﷺ ايما رجل لعنته او شتمته☆مسند احمد ج ۲- ص ۳۹۰، ۴۸۸، ۴۹۶- ج ۶ ص ۴۵۔

(۲۳) مسلم كتاب البر والصلة۔ باب من لعنه النبی ﷺ الخ☆ دارمی كتاب الرقاق۔ باب ۵۲۔ فی قول النبی ﷺ ايما رجل لعنته او شتمته☆مسند احمد ج ۲- ص ۳۹۰، ۴۸۸، ۴۹۶- ج ۶ ص ۴۵۔

(۲۴) مسلم كتاب البر والصلة۔ باب من لعنه النبی ﷺ۔ او سبه او دعا عليه و ليس هو اهلا لذلك كان له زكوٰة و اجرا و رحمة۔

(۲۵) بخاری كتاب الدعوات ج ۲، باب قول النبی ﷺ من اذيته فاجعله له زكوٰة و رحمة۔

(۲۶) ابو داؤد كتاب السنة۔ باب فی النهی عن سب اصحاب رسول اللّٰه ﷺ☆مسند احمد ج ۵ ص ۴۳۷، ۴۳۹۔

(۲۷) مسلم۔ كتاب الايمان ج ۱ باب اثبات الشفاعة☆ ترمذی ج ۲ ابواب الدعوات باب☆ ابن ماجه كتاب الزهد باب ۳۷۔ ذكر الشفاعة۔

(۲۸) مسلم ج ۱ کتاب الایمان باب اثبات الشفاعة۔

(۲۹) بخاری ج ۲ کتاب الدعوات باب و لکل نبی دعوة مستجابة☆ مؤطا امام مالک ج ۱، ماجاء فی الدعاء۔

(۳۰) مسلم ج ۱، باب اثبات الشفاعة☆ دارمی کتاب الرقاق ج ۲ باب ۸۵۔ ان لکل نبی دعوة☆ مؤطا امام مالک ج ۱ قرآن ماجاء فی الدعاء☆ مسند احمد ج ۱ ص ۲۸۱، ۲۹۵- ج ۳ ص ۱۳۴، ۲۰۸☆ المستدرك حاكم ج ۱، عبد الرحمن بن ابی عقیل۔

(۳۱) ترمذی ج ۲ ابواب الدعوات☆ مشکوٰة کتاب الدعوات☆ کنز العمال ج ۲ بحواله ابن حبان☆ شعب الايمان ج ۲، عن قطن بن نُسیر۔ هذا حدیث غریب۔

(۳۲) ترمذی ج ۲ ابواب الدعوات۔☆ کنز العمال ج ۲ مرسلا۔☆ مجمع الزوائد ج ۱۰ عن انس۔

(۳۳) ترمذی ابواب الدعوات ج ۲ باب ماجاء ان الداعی یبدأ بنفسه☆ مجمع الزوائد ج ۱۰ عن ابی ایوب۔ الزوائد میں ان النبی ﷺ کان اذا دعا بدأ بنفسه نقل کیا ہے۔☆ مشکوٰة کتاب الدعوات۔ فصل ثالث۔ هذا حدیث حسن غریب۔

(۳۴) ☆ مشکوٰة بحواله بیهقی فی الدعوات الکبیر☆ کنز العمال ج ۲ عن ابن عباس۔

(۳۵) شعب الایمان ج ۲ ذکر فصول فی الدعاء یحتاج الی معرفتها۔

(۳۶) مسلم کتاب الذکر والدعاء ج ۲ باب فضل الدعاء للمسلمین بظهر الغیب☆ ابن ماجه کتاب المناسك باب ۵ فضل دعاء الحاج☆ مشکوٰة کتاب الدعوات الفصل الاول☆ مسند احمد ج ۵ ص ۱۹۵☆ریاض الصالحین ☆ کنز العمال ج ۲ قدرے لفظی اختلاف۔

(۳۷) مسلم کتاب الذکر والدعاء الخ ج ۲ باب فضل الدعاء للمسلمین بظهر الغیب۔☆ ابو داؤد کتاب الصلوٰة ج ۲ باب الدعاء بظهر الغیب☆ ریاض الصالحین☆ مجمع الزوائد ج ۱۰اذا دعا المرء لاخیه بظاهر الغیب قالت الملائکة۔ امین ولك مثله۔

(۳۸) مسلم کتاب الذکر والدعاء ج ۲ باب فضل الدعاء للمسلمین بظهر الغیب☆ کنز العمال ج ۲ عن ابی الدرداء۔

(۳۹) ابو داؤد ج ۲ کتاب الصلوٰة باب الدعاء بظهر الغیب☆ کنز العمال ج ۲ عن ابن عمر۔

اذا دعا الغائب لغائب، قال له الملك: و لك مثل ذلك۔ (کنز العمال ج ۲، عن ابی هریرة) جب غیر حاضر دوسرے غیر حاضر کے لیے دعا کرتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے ایسی ہی بھلائی تیرے لیے بھی ہو۔

فصل:۲

دعا مانگنے کے طریقے

خدا کے حضور دعا میں ہاتھ اٹھانا

۱۸-اِنَّ رَبَّکُمْ حَیِیٌّ کَرِیْمٌ یَسْتَحْیِ مِنْ عَبْدِہٖ اِذَا رَفَعَ یَدَیْہِ اَنْ یَرُدَّھُمَا صِفْرًا۔

(عن سلمان فارسی)

''تمہارا رب باحیا اور کریم ہے۔ بندہ جب اس کے آگے ہاتھ پھیلاتا ہے تو اسے شرم آتی ہے کہ اس کو خالی ہاتھ واپس کردے۔''

تخریج:〈۱〉 **حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ الْفَضْلِ الْحَرَانِیُّ، ثَنَا عِیْسٰی یعنی ابْنُ یُوْنُسَ، ثَنَا جَعْفَرٌ یعنی ابْنُ مَیْمُوْنٍ صَاحِبُ الْاَنْمَاطِ، حَدَّثَنِیْ اَبُوْ عُثْمَانَ، عَنْ سَلْمَانَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: اِنَّ رَبَّکُمْ (تبارک و تعالٰی) حَیِیٌّ کَرِیْمٌ یَسْتَحْیِ مِنْ عَبْدِہٖ اِذَا رَفَعَ یَدَیْہِ اَنْ یَرُدَّھُمَا صِفْرًا۔** (۱)

ترجمہ: حضرت سلمان فارسی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''تمہارا رب بڑا باحیا اور کریم ہے۔ بندہ جب اس کے آگے ہاتھ پھیلاتا ہے تو اسے شرم آتی ہے کہ اس کو خالی ہاتھ واپس کردے۔''

〈۲〉 **عَنْ سَلْمَانَ، قَالَ: اِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ یَسْتَحْیِ اَنْ یَبْسُطَ الْعَبْدُ اِلَیْہِ یَدَیْہِ یَسْاَلُہٗ فِیْھِمَا خَیْرٌ فَیَرُدَّھُمَا خَائِبَتَیْنِ۔** (۲)

ترجمہ: حضرت سلمان سے منقول ہے انہوں نے فرمایا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ کو شرم آتی ہے کہ اس کا بندہ اس کے حضور بھلائی کی طلب کے لیے ہاتھ پھیلا کر دعا کرے اور وہ انہیں نامراد واپس کردے۔

۱۹- ''حدیث میں ہے کہ ہم کو نبی ﷺ کی یہ ہدایت ملتی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے جب دعا مانگی جائے تو ہاتھ اٹھا کر مانگی جائے اور دعا سے فارغ ہوکر چہرے پر ہاتھ مل لیے جائیں۔'' (ابوداؤد، ترمذی اور بیہقی میں اس مضمون کی متعدد روایات موجود ہیں)

تخریج: حَدَّثَنَا اَبُوْ مُوْسٰی مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی وَ اِبْرَاھِیْمُ بْنُ یَعْقُوْبَ وَ غَیْرُ وَاحِدٍ قَالُوْا: نَا حَمَّادُ بْنُ عِیْسَی الْجُھَنِیُّ، عَنْ حَنْظَلَۃَ بْنِ اَبِیْ سُفْیَانَ الْجُمَحِیِّ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِاللّٰہِ، عَنْ اَبِیْہِ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، قَالَ: کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: اِذَا رَفَعَ یَدَیْہِ فِی الدُّعَآءِ لَمْ

يَحُطُّهُمَا حَتّٰى يَمْسَحَ بِهِمَا وَجْهَهُ. قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى فِىْ حَدِيْثِهِ لَمْ يَرُدَّهُمَا حَتّٰى يَمْسَحَ بِهِمَا وَجْهَهُ. (۳)

ترجمه: حضرت عمر سے مروی ہے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا کہ آپ ﷺ جب دعا کے لیے ہاتھ اٹھاتے تو انہیں اس وقت تک واپس نہ کرتے جب تک کہ اپنے چہرے پر نہ پھیر لیتے۔

تشریح: دوسری روایت میں حضرت عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ جب دعا مانگتے تھے تو ہاتھ اٹھا کر مانگتے تھے۔ اور اس کے بعد اپنے چہرے پر ہاتھ پھیر لیتے تھے۔ حاکم نے مستدرک میں حضرت علیؓ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ دعا میں ہاتھ اٹھانا اللہ کے آگے عاجزی اور مسکنت کے اظہار کے لیے ہے۔

اس میں شک نہیں کہ نبی ﷺ کے زمانے میں یہ طریقہ رائج نہ تھا جواب رائج ہے کہ نماز باجماعت کے بعد امام اور مقتدی سب مل کر دعا مانگتے ہیں۔ اس بنا پر بعض علماء نے اس طریقے کو بدعت ٹھہرایا ہے۔ لیکن میں نہیں سمجھتا کہ اگر اس کو لازم نہ سمجھ لیا جائے، اور اگر نہ کرنے والے کو ملامت نہ کی جائے، اور اگر کبھی کبھی قصداً اس کو ترک بھی کر دیا جائے، تو پھر اسے بدعت قرار دینے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے۔ خدا سے دعا مانگنا بجائے خود تو کسی حال میں برا فعل نہیں ہو سکتا۔

(رسائل و مسائل حصہ اول، خدا کے حضور دعا میں...)

۲۰- ''دعا میں ہاتھ سینے تک اٹھانا''

تخریج: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، ثَنَا اَبِىْ، ثَنَا وَكِيْعٌ، عَنْ حَمَّادٍ، عَنْ بِشْرِ بْنِ حَرْبٍ، سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُوْلُ: اِنَّ رَفْعَكُمْ اَيْدِيَكُمْ بِدْعَةٌ. مَا زَادَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلٰى هٰذَا يعنى اِلَى الصَّدْرِ. (٤)

ترجمه: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ تمہارا اپنے ہاتھوں کو بہت اٹھانا اور ایک ہی طرح ہمیشہ اٹھانا یہ بدعت ہے۔ رسول اللہ ﷺ عام طور پر جو دعا مانگتے تھے تو آپ کا ہاتھ آپ کے سینے کے سامنے تک ہوتا۔

تشریح: یعنی اتنا اٹھاتے۔ اب معلوم ہوا کہ یہ مختلف طریقے ہیں یہ جو یوں کر کے اٹھانا ہے پورا آسمان کی طرف۔ یہ رسول اللہ ﷺ کا طریقہ نہیں۔ یوں کر کے مانگنا یہ بھی طریقہ نہیں۔ یعنی نہ تو سامنے پوری طرح سے ہاتھ کھینچ کر اور نہ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر یہ طریقہ آپ کا دعا مانگنے کا نہیں تھا۔ آپ کا دعا مانگنے کا طریقہ یہ تھا کہ عام حالات میں آپ ہاتھ سینے تک اٹھاتے تھے۔ اور ہاتھ اگر زیادہ اٹھ گئے تو شانے تک آ گئے۔ بہت زیادہ اگر گڑ گڑا کر دعا مانگی ہو تو چہرے تک ہاتھ اٹھا کر۔ بس اس سے زیادہ اٹھانے کا طریقہ آپ کا نہیں۔ اور یہی گویا دعا مانگنے کے آداب سکھائے گئے۔ یہ ادب سکھایا گیا ہے کہ دعا مانگو تو ویسے ہی ہاتھ مت رکھ کر فارغ ہو جاؤ بلکہ منہ پر ہاتھ پھیرنے کے بعد پھر ہاتھ رکھو۔

۲۱- ''کسی بڑی مصیبت کے وقت منہ تک ہاتھ اٹھانا''

تخریج: حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ، ثَنَا وُهَيْبٌ. يعنى ابْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنِى الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ

اللّٰهِ بْنِ مَعْبَدِ بْنِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: الْمَسْأَلَةُ اَنْ تَرْفَعَ يَدَيْكَ حَذْوَ مَنْكِبَيْكَ، اَوْ نَحْوِهِمَا، وَالْاِسْتِغْفَارُ اَنْ تُشِيْرَ بِاَصْبعٍ وَاحِدَةٍ، وَالْاِبْتِهَالُ اَنْ تَمُدَّ يَدَيْكَ جَمِيْعًا۔

حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ، ثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنِىْ عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَعْبَدِ بْنِ عَبَّاسٍ، بِهٰذَا الْحَدِيْثِ، قَالَ فِيْهِ: وَالْاِبْتِهَالُ هٰكَذَا، وَ رَفَعَ يَدَيْهِ وَ جَعَلَ ظُهُوْرَهُمَا مِمَّا يَلِىْ وَجْهَهٗ۔ (۵)

ترجمہ: حضرت عکرمہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس نے فرمایا کہ دعا مانگنے کا طریقہ یہ ہے کہ تم اپنے ہاتھ اس طرح اٹھاؤ کہ وہ تمہارے شانوں کے سامنے تک آجائیں یا ان کے قریب ترین (یعنی اتنے ہاتھ اٹھنے چاہئیں) اور استغفار کا طریقہ یہ ہے کہ اپنی انگلی سے اشارہ کرو۔ اگر گڑگڑا کر دعا مانگنی ہو اور بڑی مصیبت کے وقت آہ و زاری کر کے دعا مانگنی ہو تو آدمی کو اتنے ہاتھ اٹھانے چاہئیں کہ منہ کے سامنے لائے۔

دعا سیدھے ہاتھوں مانگنی چاہیے۔

۲۲- عَنْ مَالِكِ بْنِ يَسَارٍ السَّكُوْنِيِّ ثُمَّ الْعَوْفِيِّ۔ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: اِذَا سَأَلْتُمُ اللّٰهَ فَاسْئَلُوْهُ بِبُطُوْنِ اَكُفِّكُمْ وَلَا تَسْأَلُوْهُ بِظُهُوْرِهَا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”جب تم اللہ سے مانگو تو سیدھے ہاتھوں مانگو الٹے ہاتھوں نہ مانگو۔“

تخریج:〈۱〉 عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَدْعُوْ هٰكَذَا بِبَاطِنِ كَفَّيْهِ وَ ظَاهِرِهِمَا۔ (۶)

〈۲〉 حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنِ اَبِىْ نَصْرِ الزُّوْرِيِّ ثَنَا اَبُو الْمُوْجِهِ ثَنَا سَعِيْدُ بْنُ هُبَيْرَةِ ثَنَا وُهَيْبُ بْنُ خَالِدٍ عَنْ صَالِحِ بْنِ حَيَّانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبِ الْقُرَظِيِّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اِذَا سَأَلْتُمُ اللّٰهَ فَاسْئَلُوْهُ بِبُطُوْنِ اُكُفِّكُمْ وَلَا تَسْأَلُوْهُ بِظُهُوْرِهَا وَامْسَحُوْا بِهَا وُجُوْهَكُمْ۔ (۷)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم اللہ سے مانگو تو سیدھے ہاتھوں مانگو الٹے ہاتھوں نہ مانگو اور پھر اپنے چہروں پر پھیر لو۔

دعا میں ہاتھ کہاں تک اٹھانا چاہیے

۲۳- ”حضرت انس یہ کہتے ہیں کہ دعا مانگتے وقت آپ اتنا ہاتھ اٹھاتے کہ یہ بغل نظر آتی تھی۔“

تخریج: حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَبِيْ نُكَيْرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِى الدُّعَاءِ حَتّٰى يُرٰى بَيَاضُ اِبْطَيْهِ۔ (۸)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ دعا کرتے وقت ہاتھ اٹھاتے تھے یہاں تک کہ آپ کی بغل (کی سفیدی) نظر آجاتی تھی۔

تشریح: حضرت انسؓ تو یہ کہتے ہیں کہ دعا مانگتے وقت آپ اتنا ہاتھ اٹھاتے کہ یہ بغل نظر آتی تھی۔ حضرت سہل بن سعد کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ دعا کے وقت اتنے ہاتھ اٹھاتے تھے کہ آپکی انگلیاں آپ کے شانے کے سامنے آجاتیں۔ یعنی اس طرح سے اٹھاتے تھے کہ یہ انگلی کی نوک اور آپ کا شانہ گویا ایک سیدھ میں ہوتے تھے ایک اندازہ انہوں نے بتایا ہے اتنا ہو۔

دعا کے اختتام پر اپنے ہاتھوں کو منہ پر پھیرنا

۲۴۔ ''حضرت سائب بن یزید اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ دعا مانگتے تھے تو اپنے ہاتھ اٹھا کر مانگتے تھے اور دعا ختم کر کے اپنے منہ پر ہاتھ پھیر لیتے تھے۔''

تخریج: عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ، عَنْ اَبِيْهِ، اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ اِذَا دَعَا فَرَفَعَ يَدَيْهِ مَسَحَ وَجْهَهٗ بِيَدَيْهِ۔ (۹)

ترجمہ: حضرت سائب بن یزید اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ دعا مانگتے تھے تو اپنے ہاتھ اٹھا کر مانگتے تھے اور دعا ختم کر کے اپنے منہ پر ہاتھ پھیر لیتے تھے۔

تشریح: انہوں نے یہ نہیں بتایا کہ ہاتھ اٹھاتے کس طرح تھے۔ انہوں نے یہ بتایا ہے کہ آپ کا طریقہ یہ تھا کہ دعا کے لیے ہاتھ اٹھا کر جب دعا مانگنے سے فارغ ہوتے تھے تو ہاتھ یونہی نہیں رکھ لیتے تھے بلکہ منہ پر پھیر کر پھر رکھ لیتے تھے۔

تین صورتوں میں سے کسی ایک صورت میں قبولیت دعا

۲۵۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے روایت کی ہے کہ:

مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَدْعُوْ بِدَعْوَةٍ لَيْسَ فِيْهَا اِثْمٌ وَلَا قَطِيْعَةُ رَحِمٍ اِلَّا اَعْطَاهُ اللّٰهُ اِحْدٰى ثَلٰثٍ، اِمَّا اَنْ يُعَجِّلَ لَهٗ دَعْوَتَهٗ وَ اِمَّا اَنْ يَّدَّخِرَهَا فِى الْاٰخِرَةِ وَ اِمَّا اَنْ يُّصْرَفَ عَنْهُ مِنَ السُّوْءِ مِثْلَهَا۔

(مسند احمد)

''آپؐ کا ارشاد ہے کہ ایک مسلمان جب بھی کوئی دعا مانگتا ہے، بشرطے کہ وہ کسی گناہ یا قطع رحمی کی دعا نہ ہو، تو اللہ تعالیٰ اسے تین صورتوں میں سے کسی ایک صورت میں قبول فرماتا ہے۔ یا تو اس کی وہ دعا اسی دنیا میں قبول کر لی جاتی ہے، یا اسے آخرت میں اجر دینے کے لیے محفوظ کر لیا جاتا ہے یا اسی درجہ کی کسی آفت کو اس پر آنے سے روک دیا جاتا ہے۔''

تخریج: (ا) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، حَدَّثَنِىْ اَبِىْ، ثَنَا اَبُوْ عَامِرٍ، ثَنَا عَلِيٌّ عَنْ اَبِى الْمُتَوَكِّلِ عَنْ اَبِىْ

سَعِيدٍ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَدْعُوْ بِدَعْوَةٍ لَيْسَ فِيْهَا اِثْمٌ وَلاَ قَطِيْعَةُ رَحِمٍ اِلاَّ اَعْطَاهُ اللّٰهُ بِهَا اِحْدٰى ثَلاَثٍ. اِمَّا تَعَجَّلَ لَهُ دَعْوَتَهُ وَ اِمَّا اَنْ يَّدَّخِرَهَا لَهُ فِى الْاٰخِرَةِ وَ اِمَّا اَنْ يُّصْرَفَ عَنْهُ مِنَ السُّوْءِ مِثْلَهَا قَالُوْا اِذَا نُكْثِرُ قَالَ اللّٰهُ اَكْثَرُ۔ (۱۰)

ترمذی نے عبادہ بن صامت سے ایک روایت نقل کی ہے:

﴿۲﴾ اَنَّ عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ حَدَّثَهُمْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: مَا عَلَى الْاَرْضِ مُسْلِمٌ يَدْعُو اللّٰهَ تَعَالٰى بِدَعْوَةٍ اِلاَّ اٰتَاهُ اللّٰهُ اِيَّاهَا وَ صَرَفَ عَنْهُ مِنَ السُّوْءِ مِثْلَهَا مَالَمْ يَدْعُ بِاِثْمٍ اَوْ قَطِيْعَةِ رَحِمٍ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ: اِذَا نُكْثِرُ قَالَ: اَللّٰهُ اَكْثَرُ۔ (۱۱)

ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامت نے ان کو بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ’’روئے زمین پر کوئی مسلمان ایسا نہیں جو اللہ تعالیٰ سے کوئی دعا کرتا ہے مگر اللہ تعالیٰ اسے وہی دیتا ہے اور اس سے اتنا گناہ پھیر دیتا ہے بشرطے کہ اس نے گناہ اور قطع رحمی کی دعا نہ کی ہو۔ ایک آدمی نے اٹھ کر عرض کیا جب ہم بکثرت دعا کریں تو فرمایا اللہ تعالیٰ بکثرت عطا فرمائے گا۔

﴿۳﴾ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا مِنْ رَجُلٍ يَّدْعُو اللّٰهَ بِدُعَآءٍ اِلاَّ اُسْتُجِيْبَ لَهُ، فَاَمَّا اَنْ يُّعَجَّلَ لَهُ فِى الدُّنْيَا وَ اِمَّا اَنْ يُّدَّخَرَ لَهُ فِى الْاٰخِرَةِ. وَ اِمَّا اَنْ يُّكَفَّرَ عَنْهُ مِنْ ذُنُوْبِهٖ بِقَدْرِ مَا دَعَا مَالَمْ يَدْعُ بِاِثْمٍ اَوْ قَطِيْعَةِ رَحِمٍ اَوْ يَسْتَعْجِلُ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ كَيْفَ يَسْتَعْجِلُ؟ قَالَ: يَقُوْلُ دَعَوْتُ رَبِّىْ فَمَا اسْتَجَابَ لِىْ۔ (۱۲)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی آدمی بھی اللہ تعالیٰ سے کوئی دعا مانگتا ہے تو اس کی دعا قبول کی جاتی ہے۔ یا تو جلدی کر کے اس دنیا ہی میں پوری کر دی جاتی ہے یا پھر آخرت کے لیے ذخیرہ کر دی جاتی ہے یا پھر بقدر دعا اس کے گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں بشرطے کہ وہ گناہ اور قطع رحمی کی دعا نہ ہو۔ یا پھر جلد بازی نہ دکھائے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! جلد بازی سے کیا مراد ہے؟ آپؐ نے فرمایا دعا کرنے والا کہتا ہے میں نے اپنے رب سے دعا کی تھی مگر قبول نہیں ہوئی۔

﴿۴﴾ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَا مِنْ عَبْدٍ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَتّٰى يَبْدُوْ اِبْطُهٗ يَسْأَلُ اللّٰهَ مَسْاَلَةً اِلاَّ اٰتَاهُ اِيَّاهَا مَالَمْ يُعَجِّلْ۔ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَ كَيْفَ عُجْلَتُهٗ قَالَ يَقُوْلُ: قَدْ سَأَلْتُ وَ سَأَلْتُ فَلَمْ اُعْطَ شَيْئًا۔ (۱۳)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو آدمی اپنے دونوں ہاتھ اتنے اونچے اٹھا کر دعا کرتا ہے کہ اس کی بغلیں نمایاں ہو جاتی ہیں اور اللہ تعالیٰ سے کوئی جو کچھ مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے وہی چیز عطا فرما دیتا ہے بشرطے کہ وہ جلد بازی سے کام نہ لے۔ صحابہؓ نے عرض کیا اس کا جلد جلدی مچانا سے کیا مراد ہے؟ فرمایا اس کا یہ کہنا کہ میں نے مانگا پھر مانگا مگر کچھ دیا تو گیا نہیں۔

تشریح: یعنی اس کی دعا بہ ہر حال رد نہیں ہوتی۔ اس سے پہلے احادیث میں آ چکا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بڑا باحیا اور کریم ہے تو اس کو شرم آتی ہے اس بات سے کہ کوئی اس کے آگے ہاتھ پھیلائے اور وہ اس کو خالی ہاتھ واپس کرے۔ تو دعا تو قبول کی جاتی ہے مگر تین مختلف شکلوں میں سے کسی ایک شکل میں کی جاتی ہے بشرطے کہ گناہ کے لیے دعا نہ کی جائے مثلاً آدمی یہ دعا نہ کرے یا اللہ میں چوری کے لیے جا رہا ہوں کامیاب ہو جاؤں یا جیب کاٹنے جا رہا ہوں اور جیب کاٹ سکوں۔ گویا یہ کہ گناہ کے لیے دعا نہ مانگی جائے۔ دوسرے قطع رحمی کی دعا نہ مانگی جائے۔ یعنی باپ بیٹے کے لیے بد دعا کر رہا ہے۔ ماں بیٹی کے لیے بد دعا کر رہی ہے یا بھائی بھائی کے لیے بد دعا کر رہا ہے تو یہ بد دعا اپنے رشتے داروں اور اپنے عزیزوں اور قریبیوں کے خلاف نہ ہو۔ اگر اس طرح کی دعا نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ بھلائی کی جو دعا انسان کرتا ہے اس کو تین شکلوں میں سے کسی ایک شکل میں پورا کرتا ہے۔ ایک یہ ہے کہ اس کی دعا کو اسی دنیا میں قبول کر لیا جائے جس شکل میں وہ دعا مانگ رہا ہے یہ ضروری نہیں ہے کہ ادھر اس نے دعا مانگی اور فوراً دے دیا جائے۔ مدعا یہ ہے کہ عاجلہ (دنیا) میں دے دی جائے۔ یہ دنیا کی زندگی اس کے اندر اس کی دعا اسی شکل میں پوری کر دی جائے جس شکل میں اس نے دعا مانگی۔ یا پھر اس دعا کو اس کے لیے آخرت کے واسطے اٹھا رکھا جائے یعنی اگر اللہ تعالیٰ کی مصلحت یہ نہیں ہے اور اس کی اسکیم کے یہ بات خلاف ہے کہ اس کی وہ دعا قبول کر لی جائے تو اس کے بعد ایسا نہیں ہے کہ وہ دعا ضائع ہوگئی۔ وہ ایک نیکی ہے جو اس کے حق میں لکھ لی گئی اور اس نیکی کا اجر اس کو آخرت میں ملے گا۔ جس وقت آدمی اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتا ہے تو ایک بہت بڑا نیک کام کرتا ہے کیوں کہ دعا نہ صرف یہ کہ عبادت ہے بلکہ عبادت کی جان ہے۔ قرآن کریم میں دعا کی جو حیثیت بیان کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ دعا اور عبادت مختلف مقامات پر دونوں ہم معنی استعمال ہوئے ہیں آپ دیکھ لیجیے کہیں دعا ایک چیز کو کہا گیا ہے اور کہیں اسی چیز کو عبادت کہا گیا ہے حدیث میں دعا کو جان عبادت کہا گیا ہے تو اس وجہ سے کہ چوں کہ دعا ایک عبادت ہے اس لیے دنیا میں پورا کرنا اللہ تعالیٰ کی مصلحت کے مطابق نہیں ہے تو وہ ضائع نہیں ہوتی بلکہ وہ ایک نیکی کے طور پر لکھی جاتی ہے اور اس کا اجر آخرت میں دیا جاتا ہے اور اس کو کہا جاتا ہے کہ دنیا میں تجھے ایک چیز نہیں دی گئی تھی لے اب آخرت میں اس سے بڑھ کر لے۔ یا اگر وہ چیز نہ دینی ہو تو کوئی اور برائی یا کوئی اور مصیبت جو اس پر آنے والی تھی اس کو ہٹا دیا جاتا ہے یعنی بجائے اس کے کہ وہ چیز اس کو دی جائے اگر وہ مصلحت کے مطابق نہیں ہے جس کے لیے اس نے دعا کی ہے تو اس کے بدلے میں ایسی مصیبت کہ جو آنے والی تھی روک دیا جاتا ہے صحابہ کرام نے جب یہ بات سنی تو انہوں نے کہا کہ پھر تو ہم بہت دعا مانگا کریں گے رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ کے پاس اس سے بہت زیادہ ہے جتنی تم دعا مانگ سکتے ہو یعنی اللہ تعالیٰ کا ہاتھ تنگ نہیں ہے جتنا مانگو۔ مانگتے چلو جتنی تم دعا مانگو گے اس سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی دولت ہے۔

ماٰخذ

(۱) ابو داؤد کتاب الصلوٰۃ باب الدعاء☆ ترمذی ابواب الدعوات۔ باب رفع الایدی فی الدعاء۔

(۲) مسند احمد ج ۵ ص ۴۳۸ سلمان فارسی☆ المستدرک ج ۱ کتاب الدعاء باب ان اللّٰہ حی کریم یستحی من

عبدہ ان یبسط الیہ یدیہ ثم یردھا خائبتین☆ کنز العمال ج۲ لفظی زیادتی کے ساتھ☆ مشکوٰۃ بحوالہ بیہقی فی الدعوات الکبیر۔

(۳) ترمذی ابواب الدعوات باب ماجاء فی رفع الایدی عند الدعاء☆ المستدرک ج۱ کتاب الصلوٰۃ مسح الوجہ بالیدین بعد الدعاء☆مستدرک نے کان اذا مد یدیہ فی الدعاء الخ☆ مشکوٰۃ کتاب الدعوات۔ الفصل الثانی۔ ھذا حدیث غریب لا نعرفہ الا من حدیث حماد بن عیسی و قد تفرد بہ و ھو قلیل الحدیث و قد حدث عنہ الناس۔ و حنظلۃ بن ابی سفیان الجمحی ثقۃ۔ وثقہ یحیی بن سعید القطان۔

(٤) مسند احمد ج۲ ص ٦١ عبد اللّٰہ بن عمر☆ مشکوٰۃ کتاب الدعوات...

(٥) ابو داؤد ج۲ کتاب الصلوٰۃ باب الدعاء☆ کنز العمال ج۲ عن ابن عباس☆ مشکوٰۃ کتاب الدعوات۔ فصل ثالث۔ عن عکرمۃ۔

(٦) ابو داؤد ج۲ کتاب الصلوٰۃ، باب الدعاء☆ کنز العمال ج۲☆ مشکوٰۃ کتاب الدعوات۔ عن مالک بن یسار۔

(۷) المستدرک ج۱ کتاب الدعاء۔ السوال عن اللّٰہ ببطن الاکف☆ کنز العمال ج۲ عن ابن عباس۔☆مشکوٰۃ کتاب الدعوات الفصل الثانی۔ عن ابن عباس۔

(۸) مسلم ج۱ کتاب صلاۃ الاستسقاء باب رفع الیدین بالدعاء...

(۹) مشکوٰۃ کتاب الدعوات، فصل ثالث بحوالہ البیہقی الکبیر فی الدعوات۔☆ابو داؤد کتاب الصلوٰۃ باب الدعاء۔

(۱۰) مسند احمد ج۳ ص۱۸ ابو سعید خدری☆ المستدرک ج۱ کتاب الدعاء☆ الادب المفرد للبخاری باب ما یدخر للداعی من الاجر والثواب☆ مشکوٰۃ کتاب الدعوات باب ذکر اللّٰہ عزوجل من الاجر والثواب۔

(۱۱) ترمذی ابواب الدعوات۔ باب فی انتظار الفرج و غیر ذلک☆ شعب الایمان ج ۲ عن ابی سعید خدری۔ ھذا حدیث حسن غریب صحیح من ھذا الوجہ۔

(۱۲) مشکوٰۃ کتاب الدعوات☆ ترمذی ابواب الدعوات باب فی انتظار الفرج وغیر ذلک...☆مجمع الزوائد ج ۱۰عن ابی ھریرۃ (قدرے لفظی اختلاف)

(۱۳) مشکوٰۃ کتاب الدعوات ترمذی ابواب الدعوات باب...☆مجمع الزوائد ج ۱۰ عن ابی ھریرۃ (قدرے لفظی اختلاف)

فصل: ۳۰

دعا میں وسیلہ

دعا میں بزرگوں کی حرمت وجاہ سے توسل

۲۶-اَللّٰهُمَّ اِنِّیۡ اَسۡئَلُکَ وَ اَتَوَجَّهُ اِلَیۡکَ بِنَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ نَبِیِّ الرَّحۡمَةِ۔ اِنِّیۡ تَوَجَّهۡتُ بِکَ اِلٰی رَبِّیۡ فِیۡ حَاجَتِیۡ هٰذِهٖ لِتَقۡضِیَ لِیۡ۔ اَللّٰهُمَّ فَشَفِّعۡهُ فِیَّ۔ (رواه ترمذی۔ ابواب الدعوات)

''خدایا میں تیرے نبی محمدؐ نبی رحمت کے ذریعہ سے تجھ سے دعا کرتا ہوں اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں۔ میں نے اپنی اس حاجت کے لیے اے پروردگار تیری طرف توجہ کی ہے تاکہ تو میری حاجت پوری کرے۔ پس اے اللہ! میرے حق میں محمد ﷺ کی شفاعت قبول فرما۔''

تخریج: حَدَّثَنَا مَحۡمُوۡدُ بۡنُ غَیۡلَانَ، نَا عُثۡمَانُ بۡنُ عُمَرَ، نَا شُعۡبَةُ عَنۡ اَبِیۡ جَعۡفَرٍ، عَنۡ عُمَارَةَ بۡنِ خُزَیۡمَةَ بۡنِ ثَابِتٍ، عَنۡ عُثۡمَانَ بۡنِ حُنَیۡفٍ، اَنَّ رَجُلًا ضَرِیۡرَ الۡبَصَرِ اَتَی النَّبِیَّ ﷺ فَقَالَ اُدۡعُ اللّٰهَ اَنۡ یُّعَافِیَنِیۡ قَالَ: اِنۡ شِئۡتَ دَعَوۡتُ وَ اِنۡ شِئۡتَ صَبَرۡتَ فَهُوَ خَیۡرٌ لَّکَ قَالَ: فَادۡعُهُ قَالَ: فَاَمَرَهٗ اَنۡ یَّتَوَضَّأَ فَیُحۡسِنَ وُضُوۡءَهٗ وَ یَدۡعُوَ بِهٰذَا الدُّعَآءِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیۡ اَسۡاَلُکَ وَ اَتَوَجَّهُ اِلَیۡکَ بِنَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ نَبِیِّ الرَّحۡمَةِ اِنِّیۡ تَوَجَّهۡتُ بِکَ اِلٰی رَبِّیۡ فِیۡ حَاجَتِیۡ هٰذِهٖ لِتَقۡضِیَ لِیۡ اَللّٰهُمَّ فَشَفِّعۡهُ فِیَّ۔ (۱)

ترجمہ: عثمان بن حنیف بیان کرتے ہیں کہ ایک نابینا آدمی نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ عرض کیا کہ حضور ﷺ میرے لیے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے (اس نابینا پن) سے عافیت دے۔ آپؐ نے فرمایا ''اگر تو چاہتا ہے تو میں دعا کرتا ہوں اور اگر چاہو تو صبر کرلو یہ تمہارے حق میں بہت بہتر ہے۔ اس نے عرض کیا آپؐ دعا فرمائیں۔ راوی کا بیان ہے کہ آپؐ نے اسے وضو کرنے کا حکم دیا کہ اچھی طرح وضو بنالے اور یہ دعا کرکے اللہ سے عافیت کی استدعا کرے اے خدایا! میں تیرے نبی محمد نبی رحمت کے ذریعہ سے تجھ سے دعا کرتا ہوں اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں، میں نے اپنی حاجت کے لیے اے پروردگار تیری طرف توجہ کی ہے تاکہ تو میری حاجت پوری کرے۔ پس اے اللہ! میرے حق میں محمد ﷺ کی شفاعت قبول فرما۔

پس منظر: ترمذی شریف کے ابواب الدعوات میں ایک حسن صحیح غریب حدیث مروی ہے کہ ایک نابینا شخص نبی کریم ﷺ

کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آپؐ اللہ سے دعا کریں کہ وہ میری تکلیف کو دور کردے۔ آپؐ نے فرمایا اگر تم چاہو تو میں دعا کروں اور اگر صبر کر سکتے ہو تو صبر کرو۔ صبر تمہارے لیے بہتر ہے اس نے عرض کیا آپؐ دعا فرمائیں۔ آپؐ نے اسے اچھی طرح وضو کرنے کا حکم دیا اور یہ دعا پڑھنے کی ہدایت فرمائی۔

تشریح: (اس حدیث) کا مضمون تو آپ ہی بتا رہا ہے کہ استدعا نبی ﷺ سے کی گئی تھی کہ آپؐ دعا فرمائیں اور آپؐ نے ہدایت فرمائی کہ اچھا تو اللہ سے دعا کر کہ" خدایا میں تیرے نبیؐ کے واسطے سے تیرے حضور اپنی حاجت لے کر آیا ہوں تو میرے حق میں اپنے (نبی ﷺ) کی سفارش قبول کر" اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ نبی ﷺ نے خود بھی اس کے حق میں دعا فرمائی اور اس سے بھی فرمایا کہ میرے واسطے سے تو بھی اپنی حاجت طلب کر اور میری سفارش قبول کیے جانے کی بھی دعا مانگ۔ یہ تو دعا کی بالکل ایک فطری صورت ہے۔ اس کی مثال بالکل ایسی ہے کہ جیسے کوئی شخص مجھ سے کہے کہ فلاں حاکم کے پاس چل کر میری سفارش کرو۔ اور میں سفارش کرنے کے ساتھ ساتھ اس شخص سے بھی کہوں کہ تو خود بھی حاکم سے عرض کر کہ میں انہیں سفارشی بنا کر لایا ہوں آپ ان کی سفارش قبول کر کے میری حاجت پوری کردیں۔ یہ معاملہ اور ہے اس کے برعکس یہ ایک بالکل دوسرا طریق معاملہ ہے کہ کوئی شخص مجھ سے اجازت لیے بغیر خود ہی حاکم کے پاس پہنچ جائے اور اپنی جو حاجت بھی چاہے میرا واسطہ دے کر پیش کردے۔ اس دوسری صورت کو آخر پہلی صورت پہ کیسے قیاس کیا جاسکتا ہے؟ دلیل پہلی صورت کی پیش کرنا اور اس سے جواز دوسری صورت کا نکالنا کسی طرح درست نہیں۔ دوسری صورت کا جواز ثابت کرنے کے لیے تو حضور ﷺ کا کوئی ایسا قول ملنا چاہیے جس میں آپ نے اپنے تمام نام لیواؤں کو عام اجازت مرحمت فرمائی ہو کہ جس کا جی چاہے اپنی ہر حاجت میرا واسطہ دے کر اللہ سے طلب کرلے۔ (رسائل ومسائل حصہ دوم، دعا میں بزرگوں کی حرمت وجاہ سے توسل)

دعا میں اللہ تعالیٰ کو کسی کے جاہ وحرمت کا واسطہ دینا وہ طریقہ نہیں ہے جو اللہ اور اس کے رسول پاک ﷺ نے ہم کو سکھایا ہے۔ قرآن تو اس تخیل سے بالکل خالی ہے۔ حدیث میں بھی اس کی کوئی بنیاد میرے علم میں نہیں ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے بھی کسی کے متعلق میں نہیں جانتا کہ انہوں نے یہ طریقہ خود اختیار کیا ہو یا دوسروں کو اس کی تعلیم دی ہو۔ معلوم نہیں کہ مسلمانوں میں یہ تخیل کہاں سے آگیا کہ رب العالمین کے حضور دعا مانگتے وقت اسے کسی بندہ کی جاہ و حرمت کا حوالہ دیں یا اس سے یہ عرض کریں کہ اپنے فلاں بندے کے طفیل میری حاجت پوری کردے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ ایسا کرنا ممنوع ہے۔ میں صرف دو باتیں کہتا ہوں۔ ایک یہ کہ ایسا کرنا اس طریقہ کے مطابق نہیں ہے جو رب العالمین نے خود ہمیں دعا مانگنے کے لیے سکھایا ہے۔ اور اس طریق دعا سے بھی مطابقت نہیں رکھتا جو نبی ﷺ نے اور تمام انبیاء علیہم السلام آخر یہی بتانے کے لیے تو آئے تھے کہ خدا اور بندوں کے درمیان ربط وتعلق کی صحیح صورت کیا ہے، اور جب انہوں نے اس کی یہ صورت نہ خود اختیار کی، نہ کسی کو سکھائی، تو جو شخص بھی اسے اختیار کرے گا، وہ معتبر چیز کو چھوڑ کر غیر معتبر چیز اختیار کرے گا۔

دوسری بات میں یہ کہتا ہوں کہ مجھے تو اس طریق دعا میں بڑی کراہیت محسوس ہوتی ہے۔ یہ بات الگ ہے کہ کوئی دوسرا شخص اس کے معنی سے صرف نظر کرے۔ اور اس میں کراہیت کا وہ پہلو محسوس نہ کرے جو مجھے نظر آتا ہے۔ میں جب اس طرز کے مضمرات پر غور کرتا ہوں تو میرے سامنے کچھ ایسی تصویر آتی ہے کہ جیسے ایک بہت بڑی سخی داتا ہستی ہے، جس کے

دروازہ سے ہر کہ ودمہ کی حاجتیں پوری ہوتی ہیں۔ جس کا فیض عام ہے، جس کا دربار کھلا ہے، جس سے ہر مانگنے والا مانگ سکتا ہے، اور کسی پر اس کی عطا و بخشش بند نہیں ہے۔

ایسی ہستی کے حضور ایک شخص آتا ہے اور اس سے سیدھی طرح یہ نہیں کہتا کہ اے کریم و رحیم! میری مدد کر۔ بلکہ یہ کہتا ہے کہ اپنے فلاں دوست کی خاطر میری حاجت پوری کر دے۔ مانگنے کے اس انداز میں یہ بدگمانی پوشیدہ ہے کہ وہ اپنی صفت رحم و کرم کی وجہ سے کسی کی دستگیری کرنے والا نہیں ہے۔ بلکہ اپنے دوستوں اور چہیتوں اور مقربوں کی خاطر احسان کر دیا کرتا ہے۔ ان کا واسطہ نہ دیا جائے تو آپ اس کے ہاں سے کچھ پانے کی امید نہیں رکھتے اور بجائے فلاں کہہ کر مانگنے میں تو معاملہ بدگمانی سے بھی آگے نکل جاتا ہے۔ اس کے معنی تو یہ ہیں کہ گویا آپ اس پر دباؤ ڈال رہے ہیں کہ میں فلاں بڑے آدمی کا متوسل آیا ہوں، میری درخواست کو کسی بے وسیلہ آدمی کی سی درخواست سمجھ کر نہ ٹال دیجیے گا۔ اگر یہ اس طرز دعا کے مضمرات نہ ہوں تو مجھے سمجھا دیا جائے۔ بڑی خوشی ہوگی کہ میرے دل کی کھٹک اس معاملہ میں نکل جائے گی۔ لیکن اگر اس کے واقعی مضمرات یہی ہوں تو میں نہیں سمجھتا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی صفات کاملہ کا صحیح تصور رکھتا ہو وہ ایسا طرز دعا اختیار کرنے کا خیال بھی کیسے کر سکتا ہے۔

اس طرح کے مضمرات کو پیش نظر رکھتے ہوئے فقہاء نے بھی اس طریق دعا کو مکروہ قرار دیا ہے۔ چناں چہ فقہ حنفی کی مشہور کتاب ہدایہ میں یہ قول موجود ہے۔

و یکرہ ان یقول الرجل فی دعائہ بحق فلان او بحق انبیاء ک و رسلک لانہ لا حق للمخلوق علی الخالق۔ (کتاب الکراهیة، مسائل متفرقه) اور یہ مکروہ ہے کہ آدمی اپنی دعا میں بحق فلاں، بحق انبیاء و رسل کہے، کیوں کہ مخلوق کا خالق پر کوئی حق نہیں ہے۔[1] (رسائل و مسائل حصہ سوم، بزرگوں کی حرمت...)

اصحاب قبور سے درخواستِ دعا

کسی بزرگ سے اپنے حق میں دعائے خیر کی درخواست کرنا بجائے خود تو کوئی قابل اعتراض چیز نہیں ہے۔ آدمی خود بھی اللہ سے دعا مانگ سکتا ہے اور دوسروں سے بھی کہہ سکتا ہے کہ میرے لیے دعا کرو۔ لیکن وفات یافتہ بزرگوں کی قبروں پر جا کر یہ درخواست پیش کرنا معاملے کی نوعیت کو بالکل ہی بدل دیتا ہے۔ قبر پر یہ بات کہنے کی دو ہی صورتیں ممکن ہیں۔ ایک یہ آپ اپنے دل میں یا چپکے چپکے ایسا کہیں۔ اس کے معنی یہ ہوں گے کہ آپ ان بزرگوں کی سماعت کی شان وہی کچھ سمجھ رہے ہیں جو اللہ کی ہے کہ:

وَ اَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ۔ (الملک: ۱۳)

''تم اپنی بات آہستہ سے کہو یا زور سے، وہ تو دلوں کا حال بھی جانتا ہے۔''

دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ آپ زور زور سے ان ولی اللہ کو پکار کر یہ بات کہیں۔ اس صورت میں اعتقاد کی خرابی

---

(۱) نوٹ: محولہ حوالہ مجھے ہدایہ میں نہیں ملا۔ (مرتب)

تو لازم نہ آئے گی مگر یہ اندھیرے میں تیر چلانا ہوگا۔ ہوسکتا ہے کہ آپ پکار رہے ہوں اور وہ نہ سن رہے ہوں۔ کیوں کہ سماع موتی کا مسئلہ مختلف فیہ ہے۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان کا سماع تو ممکن ہو، مگر ان کی روح اس وقت وہاں تشریف نہ رکھتی ہو، اور آپ خواہ مخواہ خالی مکان پر آوازیں دے رہے ہوں۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان کی روح تشریف فرما تو ہو، مگر وہ اپنے رب کی طرف مشغول ہوں، اور آپ اپنی غرض کے لیے چیخ چیخ کر ان کو الٹی اذیت دیں۔ دنیا میں کسی نیک آدمی سے دعا کرانے کے لیے آپ جاتے ہیں تو مہذب طریقہ سے پہلے ملاقات ہوتی ہے پھر آپ عرض مدعا کرتے ہیں۔ یہ تو نہیں کرتے کہ مکان کے باہر کھڑے ہو کر بس چیخنا شروع کر دیا۔ کچھ پتہ نہیں کہ اندر ہیں یا نہیں ہیں۔ ہیں تو آرام میں ہیں یا کسی کام میں مشغول ہیں، یا آپ کی بات سننے کے لیے خالی بیٹھے ہیں۔

اب غور کیجیے کہ وفات یافتہ بزرگوں کے معاملے میں جب ہمارے لیے ان کے احوال معلوم کرنے اور ان سے بالمشافہ ملاقات کرنے کا کوئی موقع نہیں ہے تو ان کے مکانوں پر جا کر اندھا دھند چیخ پکار شروع کر دینا آخر کس معقول آدمی کا کام ہوسکتا ہے۔ دعا کروانے کا یہ طریقہ اگر قرآن وحدیث میں سکھایا گیا ہوتا، یا اس کا کوئی ثبوت موجود ہوتا کہ صحابہ کے عہد میں یہ رائج تھا، تب تو بات صاف تھی۔ بڑے اطمینان کے ساتھ یہ کام کیا جاسکتا تھا۔ لیکن جب وہاں اس کا کوئی پتہ نشان نہیں ملتا تو آخر ایسا طریقہ کیوں اختیار کیا جائے، جس کی ایک صورت تو صریحاً صفات الٰہی کے تصور سے ٹکراتی ہے اور دوسری صورت علانیہ غیر معقول نظر آتی ہے۔ (رسائل ومسائل حصہ سوم، اصحاب قبور سے درخواستِ دعا)

ماخذ

(۱) ترمذی ابواب الدعوات۔ باب ۱۱۸ هذا حديث حسن صحيح غريب لا نعرفه الا من هذا الوجه من حديث ابی جعفر و هو غير الخطمی۔ و عثمان بن حنيف هو اخو سهل بن حنيف۔ ☆ المستدرك للحاكم ج ۱ كتاب الدعاء دعاء رد البصر ☆ ابن ماجه كتاب اقامة الصلوٰة والسنة فيها۔ باب ۱۸۹ ۔ ماجاء فی صلوٰة الحاجة ☆ مشكوٰة كتاب الدعوات، باب جامع الدعاء۔ عن عثمان بن حنيف ☆ مسند احمد ج ٤ ص ۱۳۸ عثمان بن حنيف۔

فصل: ۴

ایصالِ ثواب

ایصال ثواب اور اس کی حیثیت

قرآن و حدیث سے عام قاعدہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر شخص کا اپنا عمل ہی اس کے لیے مفید ہے، ایک شخص کا عمل دوسرے کے لیے آخرت میں مفید نہ ہوگا۔ لیکن بعض احادیث سے یہ استثناء کی صورت بھی معلوم ہوتی ہے کہ ایصال ثواب کیا جاسکتا ہے۔ اس طرح کی جتنی احادیث بھی ہمیں ملی ہیں ان سب میں کسی خالص بدنی عبادت کا ذکر نہیں ہے۔ بلکہ ایسی عبادت کا ذکر ہے جو یا تو صرف مالی عبادت ہے جیسے صدقہ یا مالی و بدنی عبادت ملی جلی ہے، جیسے حج، اسی بنا پر فقہاء میں اختلاف ہوا ہے۔ ایک گروہ اسے مالی اور بدنی عبادات دونوں میں جاری کرتا ہے اور دوسرا گروہ اس کو ان عبادات کے لیے مخصوص کرتا ہے جو یا تو خالص مالی عبادات ہیں یا جن میں بدنی عبادت مالی عبادت کے ساتھ ملی ہوئی ہے۔ میرے نزدیک یہ دوسرا مسلک اس لیے مرجح ہے کہ قاعدۂ کلیہ میں اگر کوئی استثناء کسی حکم سے نکلتا ہو تو اس استثناء کو اسی حد تک محدود رکھنا چاہیے جس حد تک وہ حکم سے نکلتا ہے۔ اسے عام کرنا میری رائے میں درست نہیں ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص پہلے گروہ کے مسلک پر عمل کرتا ہے تو اسے ملامت نہیں کی جاسکتی۔ کیوں کہ شریعت میں اس کی گنجائش بھی پائی جاتی ہے۔ زیادہ سے زیادہ اختلاف صرف ترجیح کا ہے۔

رہی یہ بات کہ ایصال ثواب کا میت کے لیے نافع ہونا یا نہ ہونا اللہ کی مرضی پر موقوف ہے، تو اس کا سبب دراصل یہ ہے کہ ایصال ثواب کی نوعیت محض ایک دعا کی ہے۔ یعنی ہم اللہ سے یہ دعا کرتے ہیں کہ یہ نیک عمل جو ہم نے تیری رضا کے لیے کیا ہے اس کا ثواب فلاں مرحوم کو دیا جائے۔ اس دعا کی حیثیت ہماری دوسری دعاؤں سے مختلف نہیں ہے۔ اور ہماری سب دعائیں اللہ کی مرضی پر موقوف ہیں۔ وہ مختار ہے کہ جس دعا کو چاہے قبول فرمائے اور جسے چاہے قبول نہ فرمائے۔ ہوسکتا ہے کہ ہم کسی ایسے شخص کے لیے ایصال ثواب کریں جو اللہ کی نگاہ میں مومن ہی نہ ہو، یا سخت مجرم ہو اور اللہ اسے کسی ثواب کا مستحق نہ سمجھے۔

ایصال ثواب کرنے والے نے اگر واقعی کوئی نیک عمل کیا ہو تو اس کا اجر بہ ہر حال ضائع نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اگر متوفی کو ثواب نہ پہنچائے تو نیکی کرنے والے کے حساب میں اس کا اجر ضرور شامل کرے گا۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے آپ کسی شخص کے نام منی آرڈر بھیجیں۔ اگر وہ منی آرڈر اس کو نہ دیا گیا ہو تو لازماً آپ کی رقم آپ کو واپس ملے گی۔ یا مثلاً آپ جیل میں کسی قیدی کو کھانا بھیجیں۔ اگر حکومت یہ مناسب نہیں سمجھتی کہ ایک ظالم مجرم کو نفیس کھانے کھلائے جائیں تو وہ آپ کا بھیجا ہوا کھانا پھینک نہیں دے گی، بلکہ آپ کو واپس کر دے گی۔

ایصال ثواب ہر ایک کے لیے کیا جاسکتا ہے، خواہ متوفی سے کوئی قرابت ہو یا نہ ہو اور خواہ متوفی کا کوئی حصہ آدمی کی تربیت میں ہو یا نہ ہو۔ جس طرح دعا ہر ایک شخص کے لیے کی جاسکتی ہے اسی طرح ایصال ثواب بھی ہر ایک کے لیے کیا جاسکتا ہے۔ (رسائل و مسائل حصہ سوم، ایصال ثواب)

ایصالِ ثواب کے چند واقعات

۲۷- ''مسلم، بخاری، مسند احمد، ابوداؤد، نسائی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ میری ماں کا اچانک انتقال ہوگیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اگر انہیں بات کرنے کا موقع ملتا تو وہ ضرور صدقہ کرنے کے لیے کہتیں۔ اب اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا ان کے لیے اجر ہے؟ فرمایا ہاں۔''

تخریج:﴿ا﴾ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ، ثَنِيْ مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ ﷺ اِنَّ اُمِّيْ اُفْتُلِتَتْ نَفْسُهَا وَ اُرَاهَا لَوْ تَكَلَّمَتْ تَصَدَّقَتْ اَفَا تَصَدَّقُ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ تَصَدَّقْ عَنْهَا۔ (۱)

۲۸- ''مسند احمد میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کی روایت ہے کہ ان کے دادا عاص بن وائل نے زمانۂ جاہلیت میں سو اونٹ ذبح کرنے کی نذر مانی تھی۔ ان کے چچا ہشام بن العاص نے اپنے حصے کے پچاس اونٹ ذبح کردیے۔ حضرت عمرو بن العاص نے رسول اللہؐ سے پوچھا کہ میں کیا کروں۔ حضور نے فرمایا اگر تمہارے باپ نے توحید کا اقرار کرلیا تھا تو تم ان کی طرف سے روزہ رکھو یا صدقہ کرو وہ ان کے لیے نافع ہوگا۔'' (تفہیم القرآن ج ۵، النجم حاشیہ: ۳۸)

تخریج:﴿ا﴾ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ الْعَاصَ بْنَ وَائِلٍ نَذَرَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ اَنْ يَّنْحَرَ مِائَةَ بَدَنَةٍ وَ اِنَّ هِشَامًا ابْنَهٗ نَحَرَ حِصَّتَهٗ خَمْسِيْنَ وَ اِنَّ عَمْرواً سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ اَمَّا اَبُوْكَ فَلَوْ كَانَ اَقَرَّ بِالتَّوْحِيْدِ فَصُمْتَ وَ تَصَدَّقْتَ عَنْهُ۔ نَفَعَهٗ ذٰلِكَ۔ (۲)

ابوداؤد میں منقول روایت ہے:

﴿۲﴾ اَنَّ الْعَاصَ بْنَ وَائِلٍ اَوْصٰى اَنْ يُّعْتَقَ عَنْهُ مِائَةَ رَقَبَةٍ فَاَعْتَقَ ابْنُهٗ هِشَامٌ خَمْسِيْنَ رَقَبَةً۔ فَاَرَادَ ابْنُهٗ عَمْرٌو اَنْ يُّعْتِقَ عَنْهُ الْخَمْسِيْنَ الْبَاقِيَةَ فَقَالَ: حَتّٰى اَسْأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَاَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اَبِيْ اَوْصٰى بِعِتْقِ مِائَةِ رَقَبَةٍ وَ اِنَّ هِشَامًا اَعْتَقَ عَنْهُ خَمْسِيْنَ وَ بَقِيَتْ عَلَيْهِ خَمْسُوْنَ رَقَبَةً اَفَاُعْتِقُ عَنْهُ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اِنَّهٗ لَوْ كَانَ مُسْلِمًا فَاَعْتَقْتُمْ عَنْهُ اَوْ تَصَدَّقْتُمْ عَنْهُ اَوْ حَجَجْتُمْ عَنْهُ بَلَغَهٗ ذٰلِكَ۔ (۳)

ترجمہ: عاص بن وائل نے وصیت کی تھی کہ اس کی طرف سے سو غلام آزاد کردیے جائیں۔ اس بنا پر اس کے بیٹے ہشام

نے پچاس غلام آزاد کردیئے۔ اب ان کے دوسرے بیٹے عمرو نے سوچا کہ وہ بھی اپنے والد کی طرف سے باقی پچاس غلام اپنے حصہ کے طور پر آزاد کرے۔ چناں چہ اس نے سوچا کہ پہلے اس بارے میں رسول اللہؐ سے دریافت کرلوں لہٰذا وہ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دریافت کیا کہ میرے والد نے سو غلام آزاد کرنے کی وصیت کی تھی ہشام نے پچاس غلام تو والد صاحب کی طرف سے آزاد کردیئے ہیں اب والد صاحب پر پچاس باقی رہ گئے ہیں تو کیا میں ان کی جانب سے آزاد کردوں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر وہ مسلمان تھا تو پھر تم اس کی جانب سے آزاد کردو یا صدقہ کرو یا اس کی طرف سے حج بدل کروا سے اس کا فائدہ پہنچے گا۔

۲۹۔ ''مسند احمد، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ میں حضرت حسن بصریؒ کی روایت ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ نے رسول اللہؐ سے پوچھا کہ میری والدہ کا انتقال ہوگیا ہے۔ کیا میں ان کی طرف سے صدقہ کروں؟ آپؐ نے فرمایا ہاں۔''

(اسی مضمون کی متعدد دوسری روایات بھی حضرت عائشہؓ، حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت ابن عباسؓ سے بخاری، مسلم، مسند احمد، نسائی، ترمذی، ابوداؤد اور ابن ماجہ وغیرہ میں موجود ہیں جن میں رسول اللہ نے میت کی طرف سے صدقہ کرنے کی اجازت دی ہے اور اسے میت کے لیے نافع بتایا ہے)

تخریج:〈۱〉 **حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ، ثَنَا مَخْلَدُ بْنُ يَزِيْدَ، اَخْبَرَنِی ابْنُ جُرَيْجٍ، اَخْبَرَنِیْ يَعْلٰى، اَنَّهٗ سَمِعَ عِكْرِمَةَ يَقُوْلُ: اَنْبَأَ ابْنُ عَبَّاسٍ، اَنَّ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ، تُوُفِّيَتْ اُمُّهٗ وَ هُوَ غَائِبٌ عَنْهَا، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اُمِّیْ تُوُفِّيَتْ وَ اَنَا غَائِبٌ عَنْهَا، اَيَنْفَعُهَا شَیْءٌ اِنْ تَصَدَّقْتُ بِهٖ عَنْهَا قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَاِنِّیْ اُشْهِدُكَ اَنَّ حَائِطِی الْمِخْرَافِ صَدَقَةٌ عَلَيْهَا۔** (٤)

ترجمہ: حضرت ابن عباس نے بیان کیا کہ سعد بن عبادہ کی والدہ کا ان کی عدم موجودگی میں انتقال ہوگیا سعد بن عبادہ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا یا رسول اللہ میری غیر حاضری میں میری والدہ کا انتقال ہوگیا ہے۔ اگر میں اس کی طرف سے کوئی چیز صدقہ کروں تو کیا یہ اس کے لیے نافع ہوگی۔ حضور ﷺ نے فرمایا ''ہاں'' یہ سن کر سعد نے کہا میں آپؐ کو گواہ بنا کر یہ اعلان کرتا ہوں کہ میرا المخراف کا باغ ان پر صدقہ ہے۔

نسائی نے اس روایت کو قدرے وضاحت سے نقل کیا ہے:

〈۲〉 **خَرَجَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ مَعَ النَّبِیِّ ﷺ فِیْ بَعْضِ مَغَازِيْهِ وَ حَضَرَتْ اُمَّهُ الْوَفَاةُ بِالْمَدِيْنَةِ فَقِيْلَ لَهَا اَوْصِیْ فَقَالَتْ: فِيْمَ اُوْصِی الْمَالُ مَالُ سَعْدٍ فَتُوُفِّيَتْ قَبْلَ اَنْ يَقْدَمَ سَعْدٌ فَلَمَّا قَدِمَ سَعْدٌ ذُكِرَ ذٰلِكَ لَهٗ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ يَنْفَعُهَا اَنْ اَتَصَدَّقَ عَنْهَا؟ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ: نَعَمْ، فَقَالَ سَعْدٌ: حَائِطُ كَذَا وَ كَذَا صَدَقَةٌ عَنْهَا۔ لِحَائِطٍ سَمَّاهُ۔** (٥)

ترجمہ: حضرت سعد نبیؐ کے ساتھ کسی غزوہ میں شریک تھے۔ مدینہ میں ان کی غیر حاضری میں ان کی ماں کی وفات کا وقت آن پہنچا۔ اس سے کہا گیا کچھ وصیت کردے تو وہ بولیں کس چیز میں وصیت کروں۔ مال ومتاع تو سعد کا ہے۔ چناں چہ سعد کی

واپسی سے پہلے وفات پا گئیں۔ جب سعد واپس پہنچے تو ان سے ذکر کیا گیا۔ سعد نے عرض کیا یا رسول اللہؐ کیا میرا صدقہ کرنا میری والدہ کو مفید رہے گا۔ آپؐ نے فرمایا ''ہاں''، تو سعد نے نام لے کر اعلان کیا کہ فلاں فلاں باغ والدہ کی طرف سے صدقہ ہیں۔

مسند احمد میں ہے:

﴿۳﴾ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ: سَمِعْتُ الْحَسَنَ، يُحَدِّثُ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ، اَنَّ اُمَّهُ مَاتَتْ فَقَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ اُمِّى مَاتَتْ اَفَا تَصَدَّقُ عَنْهَا؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَاَىُّ الصَّدَقَةِ اَفْضَلُ؟ قَالَ: سَقْىُ الْمَآءِ قَالَ: فَتِلْكَ سِقَايَةُ اٰلِ سَعْدٍ بِالْمَدِيْنَةِ قَالَ شُعْبَةُ: فَقُلْتُ لِقَتَادَةَ: مَنْ يَّقُوْلُ تِلْكَ سِقَايَةُ اٰلَ سَعْدٍ؟ قَالَ: الْحَسَنُ۔ (٦)

ترجمہ: حضرت سعد بن عبادہ سے روایت ہے کہ ان کی والدہ کا انتقال ہو گیا۔ انہوں نے رسول اللہ سے پوچھا کہ میری والدہ وفات پا گئیں ہیں کیا میں اس کی طرف سے صدقہ کر سکتا ہوں؟ فرمایا ''ہاں'' سعد نے پھر پوچھا کون سا صدقہ افضل ہے؟ فرمایا پانی پلانا راوی کا بیان ہے مدینہ میں سبیل آل سعد کی ہے۔ شعبہ کا بیان ہے کہ میں نے قتادہ سے دریافت کیا کہ کون ہے جو کہتا ہے کہ یہ آل سعد کی سبیل ہے۔ اس نے بتایا کہ حسن۔

﴿۴﴾ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَيُّوْبَ وَ قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَ عَلِىُّ بْنُ حُجْرٍ، قَالُوْا: نَا اِسْمَاعِيْلُ وَ هُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ، عَنِ الْعَلَاءِ عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ، اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِىِّ ﷺ: اِنَّ اَبِىْ مَاتَ وَ تَرَكَ مَالًا وَلَمْ يُوْصِ فَهَلْ يُكَفِّرُ عَنْهُ اِنْ تُصُدِّقَ عَنْهُ؟ قَالَ: نَعَمْ۔ (٧)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی ﷺ سے عرض کیا۔ میرا باپ فوت ہو گیا ہے اور اپنے پیچھے مال کافی چھوڑ گیا ہے کوئی وصیت بھی نہیں کی کیا اگر اس کی جانب سے صدقہ کیا جائے تو اس کا کفارہ بن جائے گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا ''ہاں''۔

﴿۵﴾ اَخْبَرَنَا مُوْسَى بْنُ سَعِيْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ، عَنِ الشَّرِيْدِ بْنِ سُوَيْدٍ الثَّقَفِىِّ، قَالَ: اَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقُلْتُ: اِنَّ اُمِّى اَوْصَتْ اَنْ تُعْتَقَ عَنْهَا رَقَبَةً وَ اِنَّ عِنْدِىْ جَارِيَةً نُوْبِيَّةً۔ اَفَيُجْزِىْ عَنِّىْ اَنْ اُعْتِقَهَا عَنْهَا؟ قَالَ: ائْتِنِىْ بِهَا۔ فَاَتَيْتُهُ بِهَا فَقَالَ لَهَا النَّبِىُّ ﷺ: مَنْ رَّبُّكِ؟ قَالَتْ: اَللّٰهُ قَالَ: مَنْ اَنَا؟ قَالَتْ: اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ، قَالَ: فَاَعْتِقْهَا فَاِنَّهَا مُؤْمِنَةٌ۔ (٨)

ترجمہ: حضرت شرید بن سوید نے بیان کیا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ عرض کیا کہ میری ماں نے یہ وصیت کی تھی کہ اس کی جانب سے ایک غلام آزاد کیا جائے میرے پاس اس کی بجائے ایک لونڈی ہے اگر میں اسے والدہ کی طرف سے آزاد کر دوں تو کیا یہ کفایت کر جائے گی۔ حضور ﷺ نے فرمایا اسے میرے پاس لے آؤ میں اسے آپؐ کی خدمت میں لے آیا۔ نبی ﷺ نے دریافت فرمایا تیرا رب کون ہے؟ اس نے جواب میں کہا اللہ، پھر آپؐ نے اس سے اپنے بارے میں

پوچھا کہ میں کون ہوں؟ اس نے جواب میں کہا آپؐ اللہ کے رسول ہیں، آپؐ نے فرمایا اسے آزاد کردو۔ یقیناً یہ مومنہ ہے۔

۳۰– دارقطنی میں ہے کہ ایک شخص نے حضور ﷺ سے عرض کیا میں اپنے والدین کی خدمت ان کی زندگی میں تو کرتا ہوں، ان کے مرنے کے بعد کیسے کروں؟ فرمایا ''یہ بھی ان کی خدمت ہی ہے کہ ان کے مرنے کے بعد تو اپنی نماز کے ساتھ ان کے لیے بھی نماز پڑھے اور اپنے روزوں کے ساتھ ان کے لیے بھی روزے رکھے۔'' (تفہیم القرآن ج ۵، النجم، حاشیہ: ۳۸)

تخریج: وَ اَخْرَجَ ابْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ عَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ دِیْنَارٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اِنَّ مِنَ الْبِرِّ بَعْدَ الْبِرِّ اَنْ تُصَلِّیَ عَلَیْهِمَا مَعَ صَلَاتِکَ وَ اَنْ تَصُوْمَ عَنْهُمَا مَعَ صِیَامِکَ وَ اَنْ تَصَدَّقَ عَنْهُمَا مَعَ صَدَقَتِکَ۔ (۹)

۳۱– ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ قبیلہ خثعم کی ایک عورت نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ میرے باپ کو فریضۂ حج کا حکم ایسی حالت میں پہنچا کہ وہ بہت بوڑھا ہو چکا ہے، اونٹ کی پیٹھ پر بیٹھ نہیں سکتا۔ آپؐ نے فرمایا **فحجی عنه** ''تو اس کی طرف سے توحج کرلے''۔ (بخاری، مسلم، احمد، ترمذی، نسائی) قریب قریب اسی مضمون کی روایت حضرت علیؓ نے بھی بیان کی ہے۔ (احمد، ترمذی)

تخریج: ⟨۱⟩ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَیْجٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سُلَیْمَانَ بْنِ یَسَارٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ، اَنَّ امْرَأَةً قَالَتْ: ح وَ ثَنَا مُوْسَی بْنُ اِسْمَاعِیْلَ، ثَنَا عَبْدُ الْعَزِیْزِ بْنُ اَبِیْ سَلَمَةَ، ثَنَا ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ سُلَیْمَانَ بْنِ یَسَارٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: جَآءَ تِ امْرَأَةٌ مِنْ خَثْعَمَ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ، فَقَالَتْ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنَّ فَرِیْضَةَ اللّٰهِ عَلٰی عِبَادِهٖ فِی الْحَجِّ اَدْرَکَتْ اَبِیْ شَیْخًا کَبِیْرًا لَا یَسْتَطِیْعُ اَنْ یَّسْتَوِیَ عَلَی الرَّاحِلَةِ، فَهَلْ یَقْضِیْ عَنْهُ اَنْ اَحُجَّ عَنْهُ؟ قَالَ: نَعَمْ۔ (۱۰)

ترجمہ: حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ حجۃ الوداع کے سال قبیلہ خثعم کی ایک عورت نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر موسم حج میں فریضۂ حج فرض کیا ہے مگر میرے باپ کو فریضہ حج کا حکم ایسی حالت میں پہنچا ہے کہ وہ بہت بوڑھا ہو چکا ہے، سواری پر بیٹھ نہیں سکتا تو کیا اگر اس کی جانب سے حج ادا کروں تو اس کی طرف سے پورا ہو جائے گا۔ آپؐ نے فرمایا: ''ہاں''۔

حضرت ابن عباسؓ نے اس روایت کو قدرے وضاحت سے بیان کیا ہے:

⟨۲⟩ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: کَانَ الْفَضْلُ رَدِیْفَ النَّبِیِّ ﷺ، فَجَآءَ تِ امْرَأَةٌ مِنْ خَثْعَمَ، فَجَعَلَ الْفَضْلُ یَنْظُرُ اِلَیْهَا، وَ تَنْظُرُ اِلَیْهِ، فَجَعَلَ النَّبِیُّ ﷺ یَصْرِفُ وَجْهَ الْفَضْلِ اِلَی الشِّقِّ الْاٰخَرِ، فَقَالَتْ: اِنَّ فَرِیْضَةَ اللّٰهِ اَدْرَکَتْ اَبِیْ شَیْخًا کَبِیْرًا لَا یَثْبُتُ عَلَی الرَّاحِلَةِ، اَفَاَحُجُّ عَنْهُ؟ قَالَ: نَعَمْ، وَ ذَالِکَ فِیْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ۔ (۱۱)

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ فضل ابن عباس سواری پر نبی ﷺ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے کہ قبیلہ خثعم کی ایک عورت آنکلی۔ فضل نے اس کی طرف دیکھنا شروع کیا اور اس نے فضل کی طرف۔ نبی ﷺ نے فضل کا چہرہ دوسری طرف پھیر دیا۔ اس نے عرض کیا میرے والد کو فریضۂ حج کا حکم ایسی حالت میں پہنچا ہے کہ وہ بہت بوڑھا ہو چکا ہے۔ سواری پر جم کر بیٹھ بھی نہیں سکتا۔ کیا میں اس کی طرف سے حج کر سکتی ہوں۔ آپؐ نے فرمایا ''ہاں''۔ یہ واقعہ حجۃ الوداع کے موقعہ کا ہے۔

﴿۳﴾ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ، قَالَ: ثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ، نَا ابْنُ جُرَيْجٍ، قَالَ اَخْبَرَنِی ابْنُ شِهَابٍ، قَالَ: حَدَّثَنِیْ سُلَيْمَانُ بْنُ يَسَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ، اَنَّ امْرَاَةً مِنْ خَثْعَمَ قَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنَّ اَبِیْ اَدْرَكَتْهُ فَرِيضَةُ اللّٰهِ فِی الْحَجِّ وَ هُوَ شَيْخٌ كَبِيْرٌ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يَسْتَوِیَ عَلٰی ظَهْرِ الْبَعِيْرِ قَالَ: حُجِّیْ عَنْهُ۔ (۱۲)

۳۲- اَرَأَيْتَ لَوْ كَانَ عَلٰی اَبِيْکَ دَيْنٌ فَقَضَيْتَهٗ عَنْهُ اَ كَانَ يَجْزِیْ ذَالِکَ عَنْهُ؟ قَالَ نَعَمْ۔ قَالَ فَاحْجُجْ عَنْهُ۔

حضرت عبداللہ بن زبیر قبیلۂ خثعم ہی کے ایک مرد کا ذکر کرتے ہیں کہ اس نے بھی اپنے بوڑھے باپ کے متعلق یہی سوال کیا تھا۔ حضور ﷺ نے پوچھا کیا تو اس کا سب سے بڑا لڑکا ہے؟ اس نے عرض کیا جی ہاں۔ فرمایا ''تیرا کیا خیال ہے، اگر تیرے باپ پر قرض ہو اور تو اس کو ادا کر دے تو وہ اس کی طرف سے ادا ہو جائے گا''؟ اس نے عرض کیا جی ہاں۔ فرمایا: ''بس اسی طرح تو اس کی طرف سے حج بھی کر لے۔'' (احمد نسائی)

تخریج:﴿۱﴾ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ، حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ يُوْسُفَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، قَالَ: جَآءَ رَجُلٌ مِنْ خَثْعَمَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: اِنَّ اَبِیْ اَدْرَكَهُ الْاِسْلَامُ، وَ هُوَ شَيْخٌ كَبِيْرٌ لَا يَسْتَطِيْعُ رُكُوْبَ الرَّحْلِ، وَالْحَجُّ، مَكْتُوْبٌ عَلَيْهِ، اَفَاَحُجُّ عَنْهُ؟ قَالَ: اَنْتَ اَكْبَرُ وَلَدِهٖ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: اَرَاَيْتَ لَوْ كَانَ عَلٰی اَبِيْکَ دَيْنٌ فَقَضَيْتَهٗ عَنْهُ؟ اَكَانَ ذٰلِکَ يَجْزِیْ عَنْهُ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَاحْجُجْ عَنْهُ۔ (۱۳)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن زبیر سے روایت ہے کہ قبیلۂ خثعم کا ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، عرض کیا میرے باپ کو اسلام ایسی حالت میں پہنچا ہے جب کہ وہ بہت بوڑھا ہو چکا ہے۔ سواری پر سوار تک نہیں ہو سکتا۔ حج اس پر فرض ہے۔ کیا میں اس کی جانب سے حج کر سکتا ہوں۔ آپؐ نے پوچھا تم اس کی اولاد میں سے سب سے بڑے ہو۔ اس نے عرض کیا ''جی ہاں'' آپؐ نے فرمایا یہ بتاؤ اگر تمہارے باپ پر قرض ہوتا اور تو اسے ادا کر دیتا تو وہ اس کی طرف سے ادا ہوتا یا نہ ہوتا۔ اس نے عرض کیا ''ہاں'' (اس کی طرف سے ادا ہو جاتا) آپؐ نے فرمایا تو پھر تم اس کی جانب سے حج کرو۔

﴿۲﴾ اَخْبَرَنَا اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ، قَالَ: اَنْبَاَنَا جَرِيْرٌ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ يُوْسُفَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، قَالَ جَآءَ رَجُلٌ مِنْ خَثْعَمَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: اِنَّ اَبِیْ شَيْخٌ كَبِيْرٌ لَا يَسْتَطِيْعُ الرُّكُوْبَ وَ اَدْرَكَتْهُ فَرِيْضَةُ اللّٰهِ فِی الْحَجِّ، فَهَلْ يُجْزِیْ اَنْ

اَحُجَّ عَنْهُ؟ قَالَ: اَنْتَ اَكْبَرُ وَلَدِهٖ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: اَرَأَيْتَ لَوْ كَانَ عَلَيْهِ دَيْنٌ اَكُنْتَ تَقْضِيَهٗ؟ قَالَ: نَعَمْ قَالَ فَحُجَّ عَنْهُ۔ (١٤)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن زبیر سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ قبیلہ خثعم کے ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا میرا باپ بہت بوڑھا ہو چکا ہے۔ سواری پر بیٹھنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ اسے اللہ کے فریضہ کا حکم بھی پہنچ چکا ہے۔ کیا میری طرف سے حج ادا کرنا اسے کفایت کر جائے گا۔ آپؐ نے اس سے پوچھا تو اس کی اولاد میں سب سے بڑا ہے؟ اس نے عرض کیا ''جی ہاں'' آپؐ نے فرمایا تمہارا کیا خیال ہے اگر تمہارے والد پر قرض ہوتا تو کیا تو اسے ادا کرتا۔ بولا ہاں ضرور کرتا۔ ''تو پھر تم اس کی جانب سے حج کرو۔''

۳۳۔ ''بخاری اور مسند احمد میں ایک دوسری روایت یہ ہے کہ ایک مرد نے آکر اپنی بہن کے بارے میں وہی سوال کیا جو اوپر مذکور ہوا ہے اور حضور ﷺ نے اس کو بھی یہی جواب دیا۔'' (تفہیم القرآن ج ۵، النجم، حاشیہ: ۳۸)

تخریج: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: اَتَى رَجُلٌ النَّبِيَّ ﷺ، فَقَالَ لَهٗ: اِنَّ اُخْتِيْ نَذَرَتْ لَاَنْ تَحُجَّ، وَ اَنَّهَا مَاتَتْ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: لَوْ كَانَ عَلَيْهَا دَيْنٌ اَكُنْتَ قَاضِيَهٗ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَحَقُّ اللّٰهِ اَحَقُّ بِالْقَضَآءِ۔ (١٥)

ترجمہ: حضرت ابن عباس سے مروی ہے انہوں نے بیان کیا کہ ایک شخص نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا میری بہن نے فریضۂ حج ادا کرنے کی نذر مانی تھی۔ مگر وہ نذر پوری کرنے سے پہلے وفات پا گئی۔ نبی ﷺ نے فرمایا۔ اگر اس کے ذمہ کوئی قرض ہوتا تو کیا تو اسے ادا کرتا۔ اس نے عرض کیا ہاں، آپؐ نے فرمایا تو پھر اللہ کا حق اس کا زیادہ استحقاق رکھتا ہے کہ اسے ادا کیا جائے۔

۳۴۔ ابن عباسؓ (کی روایت ہے) کہ قبیلۂ جہینہ کی ایک عورت نے حضور ﷺ سے پوچھا ''میری ماں نے روزے کی نذر مانی تھی اور وہ پوری کیے بغیر مرگئی، کیا میں اس کی طرف سے روزہ رکھ سکتی ہوں؟'' حضور ﷺ نے فرمایا: ''اس کی طرف سے روزہ رکھ لے۔'' (بخاری، مسلم، احمد، نسائی، ابوداؤد)

تخریج: ﴿ا﴾ حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ وَابْنُ اَبِيْ خَلَفٍ وَ عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ جَمِيْعًا عَنْ زَكَرِيَّا بْنِ عَدِيٍّ، قَالَ عَبْدٌ: حَدَّثَنِيْ زَكَرِيَّا بْنُ عَدِيٍّ، اَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو عَنْ زَيْدِ بْنِ اَبِيْ اُنَيْسَةَ، حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ عُتَيْبَةَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: جَآءَتِ امْرَاَةٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنَّ اُمِّيْ مَاتَتْ وَ عَلَيْهَا صَوْمُ نَذْرٍ اَفَاَصُوْمُ عَنْهَا؟ قَالَ: اَرَاَيْتِ لَوْ كَانَ عَلٰى اُمِّكِ دَيْنٌ فَقَضَيْتِهٖ؟ اَكَانَ يُؤَدِّيْ ذٰلِكِ عَنْهَا؟ قَالَتْ: نَعَمْ قَالَ: فَصُوْمِيْ عَنْ اُمِّكِ۔ (١٦)

ترجمہ: حضرت ابن عباس سے روایت ہے انہوں نے بتایا کہ ایک عورت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آکر عرض کرنے لگی یا رسول اللہ ﷺ! میری ماں وفات پا گئی ہے اس کے ذمہ نذر کے روزے تھے کیا میں اس کے بدلے روزے رکھ سکتی ہوں

فرمایا تمہیں معلوم ہے کہ اگر تیری ماں کے ذمہ قرض واجب الادا ہوتا تو اسے تو ادا کرتی آیا وہ اس کی جانب سے اداشدہ تصور ہوتا؟ اس نے عرض کیا ''ہاں'' فرمایا تو پھر تو اپنی ماں کے بدلے روزے رکھ۔

ابن ماجہ نے ابن عباسؓ سے مروی روایت مندرجہ ذیل نقل کی ہے:

﴿۲﴾ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: جَآءَ تِ امْرَأَةٌ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنَّ اُخْتِيْ مَاتَتْ وَ عَلَيْهَا صِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ قَالَ: اَرَأَيْتِ لَوْكَانَ عَلٰى اُخْتِكِ دَيْنٌ اَكُنْتِ تَقْضِيْنَهٗ؟ قَالَتْ: بَلٰى! قَالَ فَحَقُّ اللّٰهِ اَحَقُّ۔ (۱۷)

ترجمہ: حضرت ابن عباس کا بیان ہے کہ نبی ﷺ کے پاس ایک عورت آئی اور عرض کرنے لگی ''یارسول اللہؐ! میری بہن فوت ہوگئی ہے اس کے ذمہ مسلسل دو ماہ کے روزے تھے حضورؐ نے فرمایا (یہ بتاؤ) کہ ''اگر تمہاری بہن کے ذمہ قرض واجب الادا ہوتا تو تو اسے ادا کرتی؟ عرض کیا ''ہاں'' حضور ﷺ نے فرمایا تو پھر اللہ کا حق ادائے گی کا زیادہ حق دار ہے۔

﴿۳﴾ اَخْبَرَنَا بِشْرُ بْنُ خَالِدِ الْعَسْكَرِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ شُعْبَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ سُلَيْمَانَ يُحَدِّثُ عَنْ مُسْلِمِ الْبَطِيْنِ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: رَكِبَتِ امْرَأَةُ الْبَحْرَ، فَنَذَرَتْ اَنْ تَصُوْمَ شَهْرًا، فَمَاتَتْ قَبْلَ اَنْ تَصُوْمَ، فَاَتَتْ اُخْتُهَا النَّبِيَّ ﷺ وَ ذَكَرَتْ ذٰلِكَ لَهٗ، فَاَمَرَهَا اَنْ تَصُوْمَ عَنْهَا۔ (۱۸)

ترجمہ: حضرت ابن عباس کا یہ بھی بیان ہے کہ ایک عورت سمندری سفر پر روانہ ہوئی اور نذر مانی کہ وہ ایک ماہ کے روزے رکھے گی۔ مگر وہ روزے رکھنے سے پہلے ہی مرگئی۔ اس کی بہن نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس نے صورت واقعہ بیان کر کے اس بارے میں مسئلہ کی نوعیت دریافت کی۔ آپؐ نے اسے حکم دیا کہ وہ اس کے بدلے میں روزے رکھے۔

ابوداؤد نے قدرے وضاحت کے ساتھ روایت نقل کی ہے:

﴿۴﴾ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، اِنَّ امْرَأَةً رَكِبَتِ الْبَحْرَ، فَنَذَرَتْ اِنْ نَجَاهَا اللّٰهُ اَنْ تَصُوْمَ شَهْرًا، فَنَجَاهَا اللّٰهُ، فَلَمْ تَصُمْ حَتّٰى مَاتَتْ، فَجَآءَ تِ ابْنَتُهَا اَوْ اُخْتُهَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، اَمَرَهَا اَنْ تَصُوْمَ عَنْهَا۔ (۱۹)

ترجمہ: کہ ایک عورت نے سمندری سفر کا آغاز کیا اور ساتھ ہی منت مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اسے صحیح وسلامت رکھا تو وہ ایک مہینے کے روزے رکھے گی۔ چناں چہ اللہ تعالیٰ نے اسے ہر مصیبت سے نجات بخشی مگر روزے رکھنے سے پہلے ہی وفات پاگئی اس کی بہن یا اس کی بیٹی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی آپؐ نے فرمایا کہ وہ (آنے والی) اس کی جگہ روزے رکھے۔

۳۵- ''حضرت بریدہؓ کی یہ روایت ہے کہ ایک عورت نے اپنی ماں کے متعلق پوچھا کہ اس کے ذمہ ایک مہینے (یا دوسری روایت کے مطابق دو مہینے) کے روزے تھے، کیا میں یہ روزے ادا کردوں؟ آپؐ نے اس کو بھی اس کی اجازت دے دی۔''

(مسلم، احمد، ترمذی، ابوداؤد)

تخریج: ⟨۱⟩ حَدَّثَنِیْ عَلِیُّ بْنُ حُجرِ السَّعْدِیُّ، حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ مُسْهِرٍ اَبُو الْحَسَنِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَطَآءٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَیْدَةَ، عَنْ اَبِیْهِ، قَالَ: بَیْنَا اَنَا جَالِسٌ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اِذَا اَتَتْهُ امْرَأَةٌ فَقَالَتْ: اِنِّیْ تَصَدَّقْتُ عَلٰی اُمِّیْ بِجَارِیَةٍ، وَ اِنَّهَا مَاتَتْ قَالَ: فَقَالَ: وَجَبَ اَجْرُکِ وَ رَدَّهَا عَلَیْکِ الْمِیْرَاثُ، قَالَتْ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنَّهٗ کَانَ عَلَیْهَا صَوْمُ شَهْرٍ اَفَاَصُوْمُ عَنْهَا؟ قَالَ: صُوْمِیْ عَنْهَا، قَالَتْ: اِنَّهَا لَمْ تَحُجَّ قَطُّ أَ فَأَحُجُّ عَنْهَا؟ قَالَ: حُجِّیْ عَنْهَا۔(۲۰)

ترجمہ: حضرت بریدہ کا بیان ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک ایک عورت آئی اور حضور ﷺ سے پوچھنے لگی۔ میں نے اپنی ماں کو صدقہ میں ایک لونڈی دی تھی اب وہ فوت ہوگئی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اس کا اجر تیرے کھاتے میں درج ہوگیا اور اب وہ لونڈی میراث میں تجھے واپس مل جائے گی اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ تو کیا میں اس کے بدلے روزے رکھ سکتی ہوں حضورؐ نے فرمایا اس کے ذمہ تو ایک ماہ کے روزے تھے تم اس کے بدلے روزے رکھو پھر اس نے عرض کیا حضورؐ اس نے تو حج بھی نہیں کیا تھا کیا حج بھی اس کے بدلے میں کر سکتی ہوں فرمایا اس کے بدلے حج بھی کرو۔

⟨۲⟩ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِیْمِ، ثَنَا مُعَاوِیَةُ بْنُ عَمْرٍو، ثَنَا زَائِدَةُ، عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ مُسْلِمٍ الْبَطِیْنُ، عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: جَآءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنَّ اُمِّیْ مَاتَتْ، وَ عَلَیْهَا صَوْمُ شَهْرٍ، اَفَاَقْضِیْهِ عَنْهَا؟ قَالَ: نَعَمْ، فَدَیْنُ اللّٰهِ اَحَقُّ اَنْ یُقْضٰی۔(۲۱)

ترجمہ: حضرت ابن عباس سے یہ بھی مروی ہے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میری ماں فوت ہوگئی ہے اس کے ذمہ ایک مہینے کے روزے تھے۔ کیا میں اس کے بدلے روزے پورے کر سکتا ہوں فرمایا ''ہاں'' اللہ کا قرض! اس بات کا زیادہ حق دار ہے کہ اسے پورا کیا جائے۔''

۳۶- مَنْ مَاتَ وَ عَلَیْهِ صِیَامٌ صَامَ عَنْهُ وَلِیُّهٗ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص مر جائے اور اس کے ذمہ کچھ روزے ہوں تو اس کی طرف سے اس کا ولی وہ روزے رکھ لے۔'' (بخاری، مسلم، احمد)

(بزار کی روایت میں حضور ﷺ کے الفاظ یہ ہیں کہ **فَلْیَصُمْ عَنْهُ وَلِیُّهٗ اِنْ شَاءَ**۔ یعنی اس کا ولی اگر چاہے تو اس کی طرف سے یہ روزے رکھ لے)

تخریج: ⟨۱⟩ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ، ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُوْسَی بْنِ اَعْیَنَ، ثَنَا اَبِیْ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ عُبَیْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ جَعْفَرٍ، اَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ جَعْفَرٍ، حَدَّثَهٗ عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: مَنْ مَاتَ وَ عَلَیْهِ صِیَامٌ، صَامَ عَنْهُ وَلِیُّهٗ۔(۲۲)

ترجمہ: ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص مرجائے اور اس کے ذمہ کچھ روزے ہوں تو اس کی طرف سے اس کا ولی وہ روزے رکھ لے۔

﴿۲﴾ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ اِسْمَاعِيلَ، ثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ، عَنْ اَبِيْ بِشْرٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، اَنَّ امْرَاَةً مِنْ جُهَيْنَةَ جَآءَتْ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَتْ: اِنَّ اُمِّيْ نَذَرَتْ اَنْ تَحُجَّ، فَلَمْ تَحُجَّ، حَتّٰى مَاتَتْ اَفَاَحُجُّ عَنْهَا؟ قَالَ: حُجِّيْ عَنْهَا، لَوْكَانَ عَلٰى اُمِّكِ دَيْنٌ اَكُنْتِ قَاضِيَةً؟ اِقْضُوا اللّٰهَ فَاللّٰهُ اَحَقُّ بِالْوَفَآءِ۔ (۲۳)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ قبیلۂ جہینہ کی ایک عورت نے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر پوچھا کہ میری والدہ نے حج کی نذر مانی تھی مگر وہ حج کرنے سے پہلے ہی فوت ہوگئی آیا میں اس کے بدلے حج کرسکتی ہوں؟ آپؐ نے فرمایا ''ہاں'' تم اس کے بدلے حج کرسکتی ہو اگر اس پر قرض واجب الادا ہوتا تو کیا تو اسے ادا نہ کرتی؟ اللہ کے حقوق پورے کیا کرو۔ اللہ تعالیٰ زیادہ حق دار ہے کہ اس کے حقوق پورے کیے جائیں۔

تشریح: احادیث بالا سے واضح ہے کہ ایک شخص کی سعی کے کسی اور کے لیے نافع ہونے کی شکل یہ ہے کہ آدمی یا تو دوسرے کی خواہش اور ایماء کی بنا پر اس کے لیے کوئی نیک عمل کرے، یا اس کی خواہش اور ایماء کے بغیر اس کی طرف سے کوئی ایسا عمل کرے جو دراصل واجب تو اس کے ذمہ تھا مگر وہ خود اسے ادا نہ کرسکا۔ اس کے بارے میں فقہاء حنفیہ کہتے ہیں کہ عبادات کی تین قسمیں ہیں۔ ایک خالص بدنی، جیسے نماز۔ دوسری خالص مالی، جیسے زکوٰۃ اور تیسری مالی و بدنی مرکب، جیسے حج۔ ان میں سے پہلی قسم میں نیابت نہیں چل سکتی، مثلاً ایک شخص کی طرف سے دوسرا شخص نیابۃً ''نماز نہیں پڑھ سکتا۔ دوسری قسم میں نیابت ہوسکتی ہے، مثلاً بیوی کے زیورات کی زکوٰۃ شوہر دے سکتا ہے۔ تیسری قسم میں نیابت صرف اس حالت میں ہوسکتی ہے جب کہ اصل شخص جس کی طرف سے کوئی فعل کیا جارہا ہے، اپنا فریضہ خود ادا کرنے سے عارضی طور پر نہیں بلکہ مستقل طور پر عاجز ہو، مثلاً حج بدل ایسے شخص کی طرف سے ہوسکتا ہے جو خود حج کے لیے جانے پر قادر نہ ہو اور نہ یہ امید ہو کہ وہ کبھی اس کے قابل ہوسکے گا۔ مالکیہ اور شافعیہ بھی اس کے قائل ہیں۔ البتہ امام مالکؒ حج بدل کے لیے یہ شرط لگاتے ہیں کہ اگر باپ نے وصیت کی ہو کہ اس کا بیٹا اس کے بعد اس کی طرف سے حج کرے تو وہ حج بدل کرسکتا ہے ورنہ نہیں۔ مگر احادیث اس معاملے میں بالکل صاف ہیں کہ باپ کا ایما یا وصیت ہو یا نہ ہو، بیٹا اس کی طرف سے حج بدل کرسکتا ہے۔

احادیث بالا کی بنا پر اصحاب الحدیث اور امام اوزاعی اور ظاہریہ اس کے قائل ہیں کہ بدنی عبادات میں بھی نیابت جائز ہے۔ مگر امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ اور امام شافعیؒ اور امام زید بن علیؒ کا فتویٰ یہ ہے کہ میت کی طرف سے روزہ نہیں رکھا جاسکتا، اور امام احمدؒ، امام لیثؒ اور اسحاق بن راہویہؒ کہتے ہیں کہ صرف اس صورت میں ایسا کیا جاسکتا ہے جب کہ مرنے والے نے اس کی نذر مانی ہو اور وہ اسے پورا نہ کرسکا ہو۔ مانعین کا استدلال یہ ہے کہ جن احادیث سے اس کے جواز کا ثبوت ملتا ہے ان کے راویوں نے خود اس کے خلاف فتویٰ دیا ہے۔ ابن عباس کا فتویٰ نسائی نے ان الفاظ میں نقل کیا ہے کہ **لا یصل احد عن احد ولا یصم احد عن احد** ''کوئی شخص کسی کی طرف سے نہ نماز پڑھے اور نہ روزہ رکھے۔'' اور حضرت عائشہؓ کا فتویٰ عبدالرزاق کی روایت کے مطابق یہ ہے کہ **لاتصوموا عن موتکم و اطعموا عنھم** ''اپنے مردوں کی طرف سے روزہ

نہ رکھو بلکہ کھانا کھلاؤ۔‘‘ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے بھی عبدالرزاق نے یہی بات نقل کی ہے کہ میت کی طرف سے روزہ نہ رکھا جائے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتداءً بدنی عبادات میں نیابت کی اجازت تھی، مگر آخری حکم یہی قرار پایا کہ ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔ ورنہ کسی طرح ممکن تھا کہ جنھوں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ احادیث نقل کی ہیں وہ خود ان کے خلاف فتویٰ دیتے۔

اس سلسلے میں یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ نیابۃً ’’کسی فریضہ کی ادائے گی صرف انہی لوگوں کے حق میں مفید ہوسکتی ہے جو خود ادائے فرض کے خواہش مند ہوں اور معذوری کی وجہ سے قاصر رہ گئے ہوں۔ لیکن اگر کوئی شخص استطاعت کے باوجود قصداً حج سے مجتنب رہا اور اس کے دل میں اس فرض کا احساس تک نہ تھا، اس کے لیے خواہ کتنے ہی حج بدل کیے جائیں وہ اس کے حق میں مفید نہیں ہوسکتے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے ایک شخص نے کسی کا قرض جان بوجھ کر مار کھایا اور مرتے دم تک اس کا کوئی ارادہ قرض ادا کرنے کا نہ تھا۔ اس کی طرف سے خواہ بعد میں پائی پائی ادا کردی جائے، اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں وہ قرض مارنے والا ہی شمار ہوگا۔ دوسرے کے ادا کرنے سے سبک دوش صرف وہی شخص ہوسکتا ہے جو اپنی زندگی میں ادائے قرض کا خواہش مند ہو اور کسی مجبوری کی وجہ سے ادا نہ کرسکا ہو۔ (تفہیم القرآن ج ۵، النجم حاشیہ: ۳۸)

۳۷- ’’دارقطنی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جس میں وہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا جس شخص کا قبرستان پر گزر ہوا اور وہ گیارہ مرتبہ قل ھو اللہ احد پڑھ کر اس کا اجر مرنے والوں کو بخش دے تو جتنے مردے ہیں اتنا ہی اجر عطا کردیا جائے گا۔‘‘

تخریج: وَ اَخرَجَ اَبُوْ مُحَمَّدٍ السَّمَرْقَنْدِیُّ فِیْ فَضَائِلِ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ عَنْ عَلِیٍّ مَرْفُوْعًا مَنْ مَرَّ عَلَی الْمَقَابِرِ وَ قَرَأَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اَحَدَ عَشَرَ مَرَّةً۔ ثُمَّ وَهَبَ اَجْرَهٗ لِلْاَمْوَاتِ اُعْطِیَ مِنَ الْاَجْرِ بِعَدَدِ الْاَمْوَاتِ۔ (۲۴)

ترجمہ: ابومحمد سمرقندی نے فضائل **قل ھو اللّٰہ احد** کے بارے میں حضرت علیؓ سے ایک مرفوع روایت نقل کی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ’’جس شخص کا قبرستان پر گزر ہوا اور وہ گیارہ مرتبہ **قل ھو اللّٰہ احد** پڑھ کر اس کا اجر مرنے والوں کو بخش دے تو جتنے مردے ہیں اتنا ہی اجر عطا کردیا جائے گا۔

تشریح: ایصال ثواب یہ ہے کہ ایک شخص کوئی نیک عمل کرکے اللہ سے دعا کرے کہ اس کا اجر و ثواب کسی دوسرے شخص کو عطا فرمادیا جائے۔

یہ کثیر روایات جو ایک دوسرے کی تائید کررہی ہیں، اس امر کی تصریح کرتی ہیں کہ ایصال ثواب نہ صرف ممکن ہے، بلکہ ہر طرح کی عبادات اور نیکیوں کے ثواب کا ایصال ہوسکتا ہے اور اس میں کسی خاص نوعیت کے اعمال کی تخصیص نہیں ہے۔ مگر اس سلسلے میں چار باتیں اچھی طرح سمجھ لینی چاہئیں۔

ایک یہ کہ ایصال اسی عمل کے ثواب کا ہوسکتا ہے جو خالصتاً اللہ کے لیے اور قواعد شریعت کے مطابق کیا گیا ہو، ورنہ ظاہر ہے کہ غیر اللہ کے لیے یا شریعت کے خلاف جو عمل کیا جائے اس پر خود عمل کرنے والے ہی کو کسی قسم کا ثواب نہیں مل سکتا، کجا کہ وہ کسی دوسرے کی طرف منتقل ہوسکے۔

دوسری بات یہ ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ہاں صالحین کی حیثیت سے مہمان ہیں ان کو تو ثواب کا ہدیہ یقیناً پہنچے گا۔ مگر جو وہاں مجرم کی حیثیت سے حوالات میں بند ہیں انہیں کوئی ثواب پہنچنا متوقع نہیں ہے۔ اللہ کے مہمانوں کو ہدیہ تو پہنچ سکتا ہے، مگر امید نہیں کہ اللہ کے مجرم کو تحفہ پہنچ سکے۔ اس کے لیے اگر کوئی شخص کسی غلط فہمی کی بنا پر ایصال ثواب کرے گا تو اس کا ثواب ضائع نہ ہوگا بلکہ مجرم کو پہنچنے کے بجائے اصل عامل ہی کی طرف پلٹ آئے گا۔ جیسے منی آرڈر اگر مرسل الیہ کو نہ پہنچے تو مرسل کو واپس مل جاتا ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ ایصال ثواب تو ممکن ہے مگر ایصال عذاب ممکن نہیں ہے۔ یعنی یہ تو ہوسکتا ہے کہ آدمی نیکی کر کے کسی دوسرے کے لیے اجر بخش دے اور وہ اس کو پہنچ جائے، مگر یہ نہیں ہوسکتا کہ آدمی گناہ کر کے اس کا عذاب کسی کو بخشے اور وہ اسے پہنچ جائے۔

اور چوتھی بات یہ ہے کہ نیک عمل کے دو فائدے ہیں۔ ایک اس کے وہ نتائج جو عمل کرنے والے کی اپنی روح اور اس کے اخلاق پر مترتب ہوتے ہیں اور جن کی بنا پر وہ اللہ کے ہاں بھی جزا کا مستحق ہوتا ہے۔ دوسرے اس کا وہ اجر جو اللہ تعالیٰ بطور انعام اسے دیتا ہے۔ ایصال ثواب کا تعلق پہلی چیز سے نہیں ہے بلکہ صرف دوسری چیز سے ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص ورزش کر کے کشتی کے فن میں مہارت حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس سے جو طاقت اور مہارت اس میں پیدا ہوتی ہے وہ بہ ہر حال اس کی ذات ہی کے لیے مخصوص ہے۔ دوسرے کی طرف وہ منتقل نہیں ہوسکتی۔ اسی طرح اگر وہ کسی دربار کا ملازم ہے اور پہلوان کی حیثیت سے اس کے لیے ایک تنخواہ مقرر ہے تو وہ بھی اسی کو ملے گی، کسی اور کو نہ دے دی جائے گی۔ البتہ جو انعامات اس کی کارکردگی پر خوش ہو کر اس کا سرپرست اسے دے اس کے حق میں وہ درخواست کرسکتا ہے کہ وہ اس کے استاد یا ماں باپ، یا دوسرے محسنوں کو اس کی طرف سے دے دیئے جائیں۔ ایسا ہی معاملہ اعمال حسنہ کا ہے کہ ان کے روحانی فوائد قابل انتقال نہیں ہیں اور ان کی جزا بھی کسی کو منتقل نہیں ہوسکتی مگر ان کے اجر و ثواب کے متعلق وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرسکتا ہے کہ وہ اس کے کسی عزیز قریب یا اس کے کسی محسن کو عطا کر دیا جائے۔ اسی لیے اس کو ایصال جزا نہیں بلکہ ایصال ثواب کہا جاتا ہے۔ (تفہیم القرآن ج ۵، النجم حاشیہ: ۳۸)

ماٰخذ

(۱) بخاری ج ۱ کتاب الوصایا باب ما یستحب لمن توفی فجأۃ ان یتصدقوا عنه و قضاء النذر عن المیت☆ بخاری ج ۱ کتاب الجنائز☆ مسلم کتاب الوصایا باب وصول ثواب الصدقات الی المیت☆ مسلم کتاب الجنائز۔ قدرے لفظی فرق کے ساتھ یہ حدیث مندرجہ ذیل کتب میں بھی منقول ہے۔ ☆نسائی ج ٦ کتاب الوصایا۔ باب اذا مات الفجاءۃ هل یستحب لاهله ان یتصدقوا عنه☆ ابو داؤد ج ۳ کتاب الوصایا باب ماجاء فیمن مات عن غیر وصیة یتصدق عنه☆ ابن ماجه کتاب الوصایا باب من مات ولم یوص

هل يتصدق عنه☆ مسند احمد ج٦ص ٥١ عائشة رضى الله عنها☆ تفسير روح المعانى پ ٢٧۔ سورة النجم عن عائشة رضى الله عنها۔

(٢) مسند احمد ج٢ ص ١٨٢ عمرو بن شعيب☆ ابو داؤد ج٣ كتاب الوصايا باب ماجاء فى وصية الحربى يسلم وليه ايلزمه ان ينفذها؟☆ تفسير روح المعانى جز پ ٢٧النجم۔

(٣) ابو داؤد ج٣ كتاب الوصايا باب ما جاء فى وصية الحربى۔ الخ

(٤) بخارى ج ١ كتاب الوصايا باب اذا قال ارضى او بستانى صدقة لله عن امى فهو جائز۔ اور باب الاشهاد فى الوقف والصدقة والوصية☆ مسلم ج ١ كتاب الزكوٰة☆ ابو داؤد ج٣ كتاب الوصايا، باب ماجاء فيمن، مات عن غير وصية يتصدق عنه☆ نسائى كتاب الوصايا، باب فضل الصدقة عن الميت☆ ترمذى ابواب الزكوٰة ☆مسند احمد ج ١ ص ٣٣٣ عن ابن عباس۔

(٥) نسائى ج٦ كتاب الوصايا باب اذا مات الفجاء ة۔ هل يستحب لاهله ان يتصدقوا عنه۔☆ مؤطا امام مالك كتاب الاقضية صدقة الحى عن الميت۔

(٦) مسند احمد ج٦ ص٧ سعد بن عبادة☆ نسائى ج٦ كتاب الوصايا۔

(٧) مسلم كتاب الوصايا باب وصول ثواب الصدقات الى الميت☆نسائى ج٦ كتاب الوصايا باب فضل الصدقة عن الميت☆ ابن ماجه كتاب الوصايا باب من مات ولم يوص هل يتصدق عنه☆مسند احمد ج٢ص ٣٧١ ابو هريرة۔

(٨) نسائى ج٦، كتاب الوصايا باب فضل الصدقة عن الميت۔

(٩) شرح الصدور للسيوطى طبع الٰهى بخش جلال الدين لاهور؟☆نوٹ دار قطنی میں یہ روایت مجھے نہیں ملی۔ (مرتب)

(١٠) بخارى ج ١ كتاب المناسك ابواب العمرة باب الحج عمن لا يستطيع الثبوت على الراحلة☆ مسلم ج ١ كتاب الحج باب الحج عن العاجز لزمانة و هرم الخ☆ نسائى كتاب مناسك الحج باب حج المرأة عن الرجل ☆ابن ماجه كتاب المناسك باب الحج عن الحى اذا لم يستطع☆ كنز العمال ج ٥☆ ابن جرير بحواله كنز العمال ج٥☆ مسند احمد ج١ ص ٢١٩ عن ابن عباس۔

(١١) بخارى ج ١ كتاب المناسك ابواب العمرة باب حج المرأة عن الرجل☆ مسلم ج ١ كتاب الحج باب الحج عن العاجز، لزمانة و هرم☆ ابو داؤد كتاب المناسك باب الرجل يحج عن غيره☆ نسائى كتاب الحج۔ باب حج المرأة عن الرجل☆ ابن ماجه كتاب المناسك باب الحج عن الحى اذا لم يستطع☆ ابن جرير بحواله كنز العمال ج ٥☆ مسند احمد ج١ص ٢٥١ عن ابن عباس۔

(١٢) ترمذى ابواب الحج، باب ماجاء فى الحج عن الشيخ الكبير والميت۔ و فى الباب۔ عن على و بريدة و حصين بن عوف و ابى رزين العقيلى و سودة و ابن عباس۔

قال ابو عيسى۔ حديث الفضل بن عباس حديث حسن صحيح۔ و روى عن ابن عباس عن سنان بن عبد الله الجهنى عن عمته عن النبى ﷺ ورو ى عن النبى ﷺ قال محمد و يحتمل ان يكون ابن عباس سمعه من الفضل وغيره عن النبى ﷺ ثم روى هذا فارسله ولم يذكر الذى سمعه منه۔

قال ابو عيسى۔ و قد صح عن النبى ﷺ فى هذا الباب غير حديث... والعمل على هذا عند اهل العلم من اصحاب النبى ﷺ وغيرهم و به يقول الثورى وابن المبارك والشافعى و احمد و اسحاق يرون ان يحج عن

المیت۔ و قال مالك اذا اوصٰی ان یحج عنه و قد رخص بعضهم ان یحج عن الحی اذا كان كبیرا و بحال لا یقدر ان یحج۔ و هو قول ابن المبارك والشافعی۔

(۱۳) مسند احمد ج ٤ ص ٥ عبد اللّٰه بن الزبیر☆كنز العمال ج ٥☆ابن جریر بحواله كنز العمال ج ٥۔

(۱٤) نسائی ج ٥ كتاب مناسك الحج باب تشبیه قضاء الحج بقضاء الدین☆ ترمذی ابواب الحج باب منه،☆نسائی ج ٥ كتاب مناسك الحج باب العمرة عن الرجل الذی لا یستطیع،☆ دار قطنی ج ۲ كتاب الحج☆ ابن ماجه كتاب المناسك باب الحج عن الحی اذا لم یستطع کے تحت ابو رزین عقیلی کی روایت منقول ھے اس میں ھے ان ابی شیخ كبیر لا تستطیع الحج والعمرة ولا الظعن ھے۔

(۱٥) بخاری كتاب الایمان والنذور باب من مات و علیه نذر الخ☆مسند احمد ج ۱ ص ۲۳۷ عن ابن عباس۔

(۱٦) مسلم ج ۱ كتاب الصیام۔ باب قضاء الصوم عن المیت۔

(۱۷) ابن ماجه كتاب الصیام۔ باب من مات و علیه صیام من نذر☆ ترمذی ابواب الصوم۔ عن ابن عباس۔

(۱۸) نسائی ج ۷ كتاب الایمان والنذور، باب من نذر ان یصوم ثم مات قبل ان یصوم۔

(۱۹) ابو داؤد ج ۳ كتاب الایمان والنذور باب فی قضاء النذر عن المیت۔

(۲۰) مسلم ج ۱، كتاب الصیام۔ باب قضاء الصوم عن المیت☆ابو داؤد ج ۳ كتاب الایمان والنذور☆ ترمذی ج ۱ ابواب الحج باب منه۔☆ ابن ماجه كتاب الصیام باب من مات و علیه صیام من نذر☆ مسند احمدج ٥ ص ۳٤۹ بریده اسلمی۔

(۲۱) بخاری ج ۱، كتاب الصوم باب من مات و علیه صوم الخ☆ مسلم ج ۱ كتاب الصیام باب قضاء الصوم عن المیت ☆ابو داؤد ج ۳ كتاب الایمان والنذور باب ماجاء فیمن مات و علیه صیام صام عنه ولیه☆ مسند احمد ج ۱ ص ۲۲۷ عن ابن عباس۔

(۲۲) بخاری ج ۱ كتاب الصوم باب من مات و علیه صوم قال الحسن و ان صام عنه ثلاثون رجلا یوما واحدا جاز ☆مسلم ج ۱ كتاب الصیام باب قضاء الصوم عن المیت☆ ابو داؤد كتاب الصوم باب فیمن مات و علیه صیام ☆ابن ماجه كتاب الصیام☆ مسند احمد ج٦ ص ٦۹ روایت عائشة رضی اللّٰه عنها☆ دار قطنی ج ۱ كتاب الصیام۔

ابو داؤد میں ابن عباس کا یہ فتویٰ بھی منقول ھے:

اذا مرض الرجل فی رمضان ثم مات ولم یصم اطعم عنه ولم یكن علیه قضاء و ان كان علیه نذر قضی عنه ولیه۔

(۲۳) بخاری ج ۱ كتاب المناسك ابواب العمرة باب الحج والنذر عن المیت والرجل یحج عن المرأة☆بخاری كتاب الصید، كتاب التوحید☆ مسلم كتاب الصیام☆ ترمذی ابواب الحج باب منه☆ نسائی كتاب الحج ☆دارمی كتاب الصوم والنذور☆مسند احمد ج ۱☆ دار قطنی كتاب الصیام ج ۱☆ ابن جریر بحواله كنز العمال ج ٥۔

(۲٤) شرح الصدور للسیوطی ص ۲۳۹، ۲۷۹، ۳٤٥۔ نوٹ دار قطنی میں یہ روایت نہیں ملی۔ (مرتب)

ذکر اللہ

ذکر اللہ کی فضیلت واہمیت

۳۸- عَنْ مُعَاذِ بْنِ اَنَسِ الْجُهَنِيِّ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ رَجُلًا سَأَلَهٗ اَیُّ الْمُجَاهِدِيْنَ اَعْظَمُ اَجْراً يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: اَكْثَرُهُمْ لِلّٰهِ تَعَالٰى ذِكْراً۔ قَالَ اَیُّ الصَّائِمِيْنَ اَكْثَرُ اَجْراً؟ قَالَ اَكْثَرُهُمْ لِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ ذِكْراً۔ ثُمَّ ذَكَرَ الصَّلٰوةَ وَالزَّكٰوةَ وَالْحَجَّ وَالصَّدَقَةَ كُلُّ ذٰلِكَ يَقُوْلُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَكْثَرُهُمْ لِلّٰهِ ذِكْراً۔ (مسند احمد)

معاذ بن انس جہنی روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ جہاد کرنے والوں میں سب سے بڑھ کر اجر پانے والا کون ہے؟ فرمایا جو ان میں اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ یاد کرنے والا ہے۔ اس نے عرض کیا روزہ رکھنے والوں میں سب سے زیادہ اجر کون پائے گا؟ فرمایا جو ان میں سب سے زیادہ اللہ کو یاد کرنے والا ہو۔ پھر اس شخص نے اسی طرح نماز، زکوٰۃ، حج اور صدقہ ادا کرنے والوں کے متعلق پوچھا اور حضورؐ نے ہر ایک کا یہی جواب دیا کہ "جو اللہ کو سب سے زیادہ یاد رکھنے والا ہو۔"

تخریج: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، حَدَّثَنِیْ اَبِیْ، ثَنَا حَسَنٌ، ثنا ابْنُ لَهِيعَةَ، ثَنَا زَبَّانٌ، عَنْ سَهْلِ بْنِ مُعَاذٍ، عَنْ اَبِيهِ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَنَّ رَجُلًا سَأَلَهٗ فَقَالَ: اَیُّ الْجِهَادِ اَعْظَمُ اَجْرًا؟ قَالَ: اَكْثَرُهُمْ لِلّٰهِ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى ذِكْرًا، قَالَ: فَاَیُّ الصَّائِمِيْنَ اَعْظَمُ اَجْرًا؟ قَالَ: اَكْثَرُهُمْ لِلّٰهِ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى ذِكْرًا۔ ثُمَّ ذَكَرَ لَنَا الصَّلٰوةَ، وَالزَّكٰوةَ، وَالْحَجَّ، وَالصَّدَقَةَ، كُلُّ ذَالِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: اَكْثَرُهُمْ لِلّٰهِ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى ذِكْرًا، فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ لِعُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، يَا اَبَا حَفْصٍ! ذَهَبَ الذَّاكِرُوْنَ بِكُلِّ خَيْرٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اَجَلْ۔ (۱)

تشریح: اللہ کو کثرت سے یاد کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کی زبان پر ہر وقت زندگی کے ہر معاملے میں کسی نہ کسی طرح خدا کا نام آتا رہے۔ یہ کیفیت آدمی پر اس وقت تک طاری نہیں ہوتی جب تک اس کے دل میں خدا کا خیال بس کر نہ رہ گیا ہو۔

انسان کے شعور سے گزر کر اس کے تحت الشعور اور لاشعور تک میں جب یہ خیال گہرا اتر جاتا ہے تب ہی اس کا یہ حال ہوتا ہے کہ جو کام اور جو بات بھی وہ کرے گا اس میں خدا کا نام ضرور آئے گا۔ کھائے گا تو بسم اللہ کہہ کر کھائے گا۔ فارغ ہو گا تو الحمدللہ کہے گا۔ سوئے گا تو اللہ کو یاد کر کے اور اٹھے گا تو اللہ ہی کا نام لیتے ہوئے۔ بات چیت میں بار بار اس کی زبان سے بسم اللہ، الحمدللہ، ان شاء اللہ، ماشاء اللہ اور اسی طرح کے دوسرے کلمات نکلتے رہیں گے اپنے ہر معاملے میں اللہ سے مدد مانگے گا۔ ہر برائی کا موقع سامنے آنے پر اس کا شکر ادا کرے گا۔ ہر آفت آنے پر اس کی رحمت کا طلب گار ہو گا۔ ہر مشکل میں اس سے رجوع کرے گا۔ ہر برائی کا موقع سامنے آنے پر اس سے ڈرے گا۔ ہر قصور سرزد ہو جانے پر اس سے معافی چاہے گا۔ ہر حاجت پیش آ جانے پر اس سے دعا مانگے گا۔ غرض اٹھتے بیٹھتے اور دنیا کے سارے کام کاج کرتے ہوئے اس کا وظیفہ خدا ہی کا ذکر ہو گا۔ یہ چیز درحقیقت اسلامی زندگی کی جان ہے۔ دوسری جتنی بھی عبادات ہیں ان کے لیے بہ ہر حال کوئی وقت ہوتا ہے جب وہ ادا کی جاتی ہیں اور انہیں ادا کر چکنے کے بعد آدمی فارغ ہو جاتا ہے۔ لیکن یہ وہ عبادت ہے جو ہر وقت جاری رہتی ہے اور یہی انسان کی زندگی کا مستقل رشتہ اللہ اور اس کی بندگی کے ساتھ جوڑے رکھتی ہے۔ خود عبادات اور تمام دینی کاموں میں بھی جان اسی چیز سے پڑتی ہے کہ آدمی کا دل محض ان خاص اعمال کے وقت ہی نہیں بلکہ ہمہ وقت خدا کی طرف راغب ہو اور اس کی زبان دائماً اس کے ذکر سے تر رہے یہ حالت انسان کی ہو تو اس کی زندگی میں عبادات اور دینی کام ٹھیک اسی طرح پروان چڑھتے اور نشو و نما پاتے ہیں جس طرح ایک پودا ٹھیک اپنے مزاج کے مطابق آب و ہوا میں لگا ہوا ہو۔ اس کے برعکس جو زندگی اس دائمی ذکر خدا سے خالی ہو اس میں محض مخصوص اوقات میں یا مخصوص مواقع پر ادا کی جانے والی عبادات اور دینی خدمات کی مثال اس پودے کی سی ہے جو اپنے مزاج سے مختلف آب و ہوا میں لگایا گیا ہو اور محض باغبان کی خاص خبر گیری کی وجہ سے پل رہا ہو۔

(تفہیم القرآن ج ۴، الاحزاب حاشیہ: ۶۳)

ذکر اللہ کی فضیلت

۳۹۔ ''رسول اکرمؐ نے فرمایا کہ ابھی جبرئیل نے آ کر مجھے بتایا ہے کہ تم یہاں بیٹھے ہوئے اس کا ذکر کر رہے ہو اور وہاں اللہ تعالیٰ فخر کے ساتھ اپنے فرشتوں کے سامنے تمہارا ذکر کر رہا ہے کہ یہ ایسے بندے ہیں یہ نیک کام کر رہے ہیں۔''

تخریج:(۱) حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ، نَا مَرْحُوْمُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ، عَنْ اَبِىْ نَعَامَةَ السَّعْدِيِّ، عَنْ اَبِىْ عُثْمَانَ، عَنْ اَبِىْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: خَرَجَ مُعَاوِيَةُ عَلٰى حَلْقَةٍ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ: مَا اَجْلَسَكُمْ؟ قَالُوْا: جَلَسْنَا نَذْكُرُوا اللّٰهَ، قَالَ: آللّٰهِ مَا اَجْلَسَكُمْ اِلَّا ذَاكَ؟ قَالُوْا: وَاللّٰهِ مَا اَجْلَسَنَا اِلَّا ذٰلِكَ، قَالَ: اَمَا اِنِّىْ لَمْ اَسْتَحْلِفُكُمْ تُهَمَةً لَّكُمْ، وَمَا كَانَ اَحَدٌ بِمَنْزِلَتِىْ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَقَلَّ عَنْهُ حَدِيْثًا مِنِّىْ، وَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ خَرَجَ عَلٰى حَلْقَةٍ مِنْ اَصْحَابِهٖ، فَقَالَ: مَا اَجْلَسَكُمْ؟ قَالُوْا: جَلَسْنَا نَذْكُرُوا اللّٰهَ وَ نَحْمَدُهٗ عَلٰى مَا هَدَانَا لِلْاِسْلَامِ وَ مَنَّ بِهٖ عَلَيْنَا۔ قَالَ: آللّٰهِ مَا اَجْلَسَكُمْ اِلَّا ذَاكَ؟ قَالَ: اَمَا اِنِّىْ لَمْ

اَسۡتَحۡلِفُکُمۡ تُهۡمَةً لَّکُمۡ وَ لٰکِنَّهٗ اَتَانِیۡ جِبۡرَائِیۡلَ، فَاَخۡبَرَنِیۡ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ یُبَاهِیۡ بِکُمُ الۡمَلَائِکَةَ۔ (۲)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں کہ ایک روز معاویہؓ مسجد میں آئے تو دیکھا کہ ایک حلقہ سا لوگوں کا بیٹھا ہوا ہے حضرت معاویہؓ نے لوگوں سے پوچھا کہ کس چیز کے لیے تم لوگ بیٹھے ہو؟ لوگوں نے کہا: ہم لوگ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے لیے بیٹھے ہوئے ہیں۔ حضرت معاویہؓ نے کہا: خدا کی قسم یہی بات ہے کہ تم کو اس مقصد کے سوا کسی اور چیز نے نہیں بٹھایا (یعنی واقعی اسی مقصد کے لیے بیٹھے ہو) انہوں نے کہا: ہاں خدا کی قسم اس مقصد کے سوا کسی اور مقصد کے لیے ہم نہیں بیٹھے۔ حضرت معاویہؓ نے کہا: میں نے تم سے قسم دے کر یہ بات اس وجہ سے نہیں پوچھی کہ مجھے تمہارے اوپر کوئی شک وشبہ تھا تہمت کے طور پر میں نے یہ قسم نہیں لی (اصل بات یہ ہے) کہ میری عادت رسول اللہ ﷺ سے زیادہ حدیثیں روایت کرنے کی نہیں ہے جتنے لوگ رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں بیٹھتے تھے ان میں میرے درجے کا کوئی ایسا آدمی نہیں ہے کہ جس نے حضور ﷺ سے میری نسبت روایات کم بیان کی ہوں (یعنی میں حدیثیں بہت کم روایت کرنے کا عادی ہوں یہ حدیث مجھے اچھی طرح یاد ہے اس وجہ سے اسے بیان کر رہا ہوں) پھر انہوں نے بیان کیا کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ اپنے مکان مبارک سے باہر نکل کر ایک گروہ کے پاس آئے تو ان سے آپؐ نے پوچھا: بھئی کیسے بیٹھے ہو؟ کس کام کے لیے بیٹھے ہو؟ انہوں نے عرض کیا: ہم اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہے ہیں اور اس کی حمد کر رہے ہیں اور اس بات پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر رہے ہیں کہ اس نے ہمیں اسلام کی ہدایت فرمائی اور آپؐ کے ذریعے سے ہمارے اوپر احسان کیا کہ ہمیں سیدھا راستہ دکھایا۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: کیا واقعی خدا کی قسم کھا کر تم کہتے ہو کہ تم اسی غرض کے لیے بیٹھے ہو؟ انہوں نے جواب دیا: خدا کی قسم اس غرض کے سوا اور کسی غرض کے لیے نہیں بیٹھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے جو قسم دے کر تم سے پوچھا ہے تو کچھ اس وجہ سے نہیں کہ مجھے تمہارے اوپر شک تھا بلکہ اصل بات یہ تھی کہ میرے پاس جبرئیل آئے اور انہوں نے آکر مجھے خبر دی کہ اللہ تعالیٰ اپنے ملائکہ کے سامنے تمہارے اوپر فخر کر رہا ہے۔

﴿۲﴾ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بۡنُ مُثَنّٰی وَابۡنُ بَشَّارٍ، قَالَا: نَا مُحَمَّدُ بۡنُ جَعۡفَرٍ، نَا شُعۡبَةُ، قَالَ: سَمِعۡتُ اَبَا اِسۡحَاقَ یُحَدِّثُ عَنِ الۡاَغَرِّ اَبِیۡ مُسۡلِمٍ اَنَّهٗ قَالَ: اَشۡهَدُ عَلٰی اَبِیۡ هُرَیۡرَةَ وَ اَبِیۡ سَعِیۡدِ الۡخُدۡرِیِّ اَنَّهُمَا شَهِدَا عَلَی النَّبِیِّ ﷺ اَنَّهٗ قَالَ لَا یَقۡعُدُ قَوۡمٌ یَذۡکُرُوۡنَ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ اِلَّا حَفَّتۡهُمُ الۡمَلَائِکَةُ وَ غَشِیَتۡهُمُ الرَّحۡمَةُ وَ نَزَلَتۡ عَلَیۡهِمُ السَّکِیۡنَةُ وَ ذَکَرَهُمُ اللّٰهُ فِیۡمَنۡ عِنۡدَهٗ۔ (۳)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوسعید خدری دونوں کی یہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب کبھی کچھ لوگ بیٹھ کر اللہ کا ذکر کرتے ہیں تو ملائکہ ان کا ذکر سننے کے لیے ہجوم کرتے ہیں اور ان کے اوپر رحمت چھا جاتی ہے اور ان کے اوپر سکون قلب اور اطمینان قلب نازل کیا جاتا ہے۔ اور اللہ ان کا ذکر اپنے پاس جو فرشتے ہیں ان کے سامنے کرتا ہے۔

تشریح: یعنی ملائکہ سے کہہ رہا ہے کہ دیکھو میرے یہ کیسے بندے ہیں۔ ملائکہ کے سامنے فخر کیوں کیا جاتا ہے اس کی وجہ

دراصل یہ ہے کہ ملائکہ تو ہیں بے اختیار وہ تو پیدا ہی اطاعت کے لیے ہوئے ہیں۔ ملائکہ اطاعت کرتے ہیں تو اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اطاعت ہی کے لیے پیدا کیا ہے ان کے اندر برامیلان سرے سے نہیں ہے ان کو کوئی اس طرح کی آزادی حاصل نہیں ہے کہ خدا کی اطاعت کرنا چاہیں تو کریں نہ کرنا چاہیں تو نہ کریں خدا کا انکار کرنا چاہیں تو کر دیں یہ آزادی ان کو حاصل نہیں ہے اس کے برخلاف انسان جس کو آزادی دی گئی ہے اس لیے کہ یہ چاہے تو ایمان لائے، چاہے تو کفر کرے، چاہے اللہ کی بندگی کرے۔ چاہے نافرمانی کرے چاہے اللہ کا ذکر کرے چاہے اس کو بھول جائے چاہے اللہ کی بجائے شیطان کا ذکر کرنے لگے اس کو آزادی حاصل ہے تو اللہ تعالیٰ ملائکہ کے سامنے اپنے بندوں کے اوپر فخر فرماتا ہے کہ جو یہ آزادی رکھتے ہوئے پھر اس کو یاد کرتے ہیں یہ آزادی رکھتے ہوئے اس کا ذکر کرتے ہیں، یہ آزادی رکھتے ہوئے نافرمانی نہیں کرتے اطاعت کرتے ہیں اور اس بات کو بھی نگاہ میں رکھتے ہیں کہ جب انسان کو اللہ تعالیٰ پیدا کرنے لگا تھا تو فرشتوں نے کہا تھا نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَ نُقَدِّسُ لَكَ۔ (البقرہ:۳۰) تو گویا اللہ تعالیٰ ان کو یاد دلاتا ہے کہ تمہارا یہ خیال تھا دیکھو یہ کتنی بڑی خیر برآمد ہوئی ہے کہ ایک ایسی مخلوق زمین پر پائی جاتی ہے کہ جس کو ہم نے اختیار دیا ہے فرماں برداری اور نافرمانی کا پھر فرمان برداری اختیار کی جس کو ہم نے آزادی دی ہے اطاعت کرنے یا نہ کرنے کی ایمان لانے یا نہ لانے کی پھر وہ اپنے اختیار سے ایمان لائی ہے۔ بجائے اس کے کہ اپنے اس وقت کو عیاشیوں میں جا کر صرف کر رہی ہو بجائے اس کے کہ اس وقت کو گپیں ہانکنے میں صرف کر رہی ہو بجائے اس کے کہ اس وقت کو جھوٹ بولنے اور غیبتیں کرنے میں صرف کر رہی ہو، یہ اللہ کی حمد، اس کا ذکر، اور اس کے احسانات کو گنانے اور یاد کرنے میں لگی ہوئی ہے تو اس بات کے اوپر اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے فخر کرتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ جو قسم دے کر پوچھا اسی لیے بیٹھے ہو صرف اس غرض کے لیے کہ لوگوں کی پوری توجہ اس بات کی طرف ہو جو آگے آپ بیان فرمانے والے ہیں اگر پہلے کہہ دیا جاتا تو اتنی اہمیت کے ساتھ نگاہ میں نہ آتی پہلے پوچھا کیوں بھئی خدا کی قسم کھا کر کہتے ہو اسی لیے بیٹھے ہو پھر فرمایا کہ ابھی جبرئیل نے آکر مجھے بتایا ہے کہ تم یہاں بیٹھے ہوئے اس کا ذکر کر رہے ہو اور وہاں اللہ تعالیٰ فخر کے ساتھ اپنے فرشتوں کے سامنے تمہارا ذکر کر رہا ہے کہ یہ ایسے بندے ہیں یہ نیک کام کر رہے ہیں۔

ذکر اللہ سے کیا مراد ہے

ذکر کے متعلق پہلے ہی اس بات کو سمجھ لیجیے کہ ذکر کے معنی ہیں یاد کرنا یا یاد دلانا اور یہ غفلت یا نسیان کے مقابلے میں بولا جاتا ہے غفلت اس چیز کو کہتے ہیں کہ آدمی جان بوجھ کر کسی چیز سے بے پروائی برتے اور نسیان اس چیز کا نام ہے کہ آدمی کسی دوسری چیز میں ایسا مشغول ہو کہ بھول جائے۔ ذکر اس کے مقابلے میں یاد رکھنے اور یاد کرنے کے معنی میں بولا جاتا ہے تو اللہ کا ذکر ایک وہ ہے جو آدمی زبان سے کرے اور اس کو بھی ذکر کہتے ہیں کہ آدمی دل میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرے اور اس کو یاد رکھے اس کو بھی ذکر کہتے ہیں۔

اللہ کے ذکر سے مراد اس جگہ ہر وہ چیز ہے جس میں اللہ کا ذکر ہو یہ درس قرآن آپ سن رہے یا حدیثیں سن رہے ہیں یہ سب بھی اللہ کے ذکر میں شامل ہیں۔ صرف اس چیز کا نام ذکر نہیں کہ آپ تسبیح لے کر ذکر کریں۔ جس طرح بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر ہو رہا ہو اگر کوئی محفل وعظ ہے کہ جس کے اندر لوگوں کو خدا کی راہ کی طرف بلایا جا رہا ہے خدا سے ڈرایا جا رہا ہے تو یہ بھی ذکر

ہے قرآن مجید آپ پڑھ رہے ہوں یہ بھی ذکر ہے پڑھ کر لوگوں کو سنا رہے ہوں یہ بھی ذکر ہے تو ذکر کی بے شمار شکلیں ہیں فرمایا گیا کہ جب کبھی کچھ لوگ بیٹھ کر اللہ کا ذکر کریں خواہ اللہ کے احکام کو یاد کریں اس کو بیان کریں خواہ اللہ کے کلام کو پڑھیں خواہ رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کو آپ کی حیات طیبہ کا ذکر کریں یہ سب اللہ ہی کے ذکر میں شامل ہے تو جب کبھی لوگ بیٹھ کر ایسا کرتے ہیں تو اس کے نتائج کیا ہوتے ہیں۔ پہلی چیز یہ ہے کہ ملائکہ اس مجلس کی طرف لپکتے ہیں تو اس کا پہلا فائدہ تو یہ ہوتا ہے کہ اس محفل کے اندر شیاطین نہیں آتے دوسرا نتیجہ اس کا یہ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی رحمت اس مجلس پر چھا جاتی ہے۔ وہ مجلس ایسی نہیں ہوتی جو خدا کے غضب کو دعوت دینے والی ہو وہ مجلس ایسی ہوتی ہے جو اللہ کی رحمت کو دعوت دینے والی ہوتی ہے جو لوگ اللہ سے ڈرنے والے ہیں اور اللہ سے ڈر کر اس کا ذکر کرنے والے ہیں تو ان کی طرف اللہ تعالیٰ کی رحمت متوجہ ہوتی ہے۔ اور ان پر چھا جاتی ہے۔ تیسری چیز فرمائی کہ ان پر سکینت نازل ہوتی ہے۔ سکینہ کے معنی ہیں اطمینان قلب سکون قلب بالفاظ دیگر اضطراب رفع ہو جائے۔ تردد اور تذبذب اور شک کی کیفیت رفع ہو جائے اور آدمی ٹھنڈے دل سے اس راہ حق پر مطمئن ہو جائے جس پر وہ چل رہا ہے تو جب ایمان کے ساتھ اللہ کا ذکر کیا جا رہا ہو تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آدمی کے دل کا شک اضطراب اور تردد دور ہو جاتا ہے۔ اور سکون قلب اور اطمینان قلب اس کو حاصل ہوتا ہے۔ اسی بات کو قرآن مجید میں فرمایا اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبِ۔ (الرعد:۲۸) ’’اللہ کا ذکر وہ چیز ہے جو آدمی کے دل میں ٹھنڈک اور اطمینان پیدا کرتا ہے۔‘‘ اس کے بعد فرمایا کہ آخری اور سب سے بڑی نعمت جو ان کو حاصل ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ جب وہ بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے جو مقرب فرشتے ہیں ان کے سامنے ان کا ذکر کرتے ہیں اب اس سے بڑی نعمت انسان کے لیے اور کوئی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کا ذکر کرے اور یہ نتیجہ ہے اس چیز کا کہ آدمی اللہ کا بندہ بن جائے۔ آدمی اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کو یاد کرتا ہے آپ دل میں اللہ کو یاد کریں تو اللہ تعالیٰ آپ کو یاد کرے گا آپ زبان سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں تو اللہ تعالیٰ آپ کا ذکر کرے گا۔

زبان ذکر الٰہی سے ہر وقت تر رہنی چاہیے

۴۰۔ ’’حضرت عبداللہ بن بسر کہتے ہیں کہ ایک شخص نے آکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ اسلام کے احکام تو بہت ہیں آپ مجھے کوئی ایسی چیز بتائیے جس کا میں التزام کرلوں یعنی جو ایک کاٹے کی بات ہو جو اصل چیز ہے وہ مجھے بتا دیں تا کہ میں اس کو پکڑ لوں آپ نے فرمایا کہ بس تیری زبان اللہ کے ذکر سے تر رہے۔‘‘ (یہ ہے جان ساری شرائع کی بس۔ اس چیز کا تو التزام کر)

تخریج:〈ا〉 حَدَّثَنَا اَبُوْ کُرَیْبٍ، نَا زَیْدُ بْنُ حُبَابٍ، عَنْ مُعَاوِیَۃَ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ قَیْسٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ بُسْرٍ اَنَّ رَجُلاً قَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ شَرَائِعَ الْاِسْلَامِ قَدْ کَثُرَتْ عَلَیَّ، فَاَخْبِرْنِیْ بِشَیْءٍ اَتَشَبَّثُ بِہٖ، قَالَ: لَا یَزَالُ لِسَانُکَ رَطْبًا مِنْ ذِکْرِ اللّٰہِ۔ (٤)

ترجمہ: عبداللہ بن بسر سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے عرض کیا اے اللہ کے رسول شرائع اسلام تو مجھ پر بہت زیادہ ہیں۔ پس آپؐ مجھے ایسی چیز ارشاد فرمائیں کہ میں اس پر ہمیشہ چمٹا رہوں۔ آپؐ نے فرمایا تیری زبان ذکر اللہ سے (ہر وقت) تر رہے۔

﴿۲﴾ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ، حَدَّثَنِیْ اَبِیْ، ثَنا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَھْدِیّ، عَنْ مُعَاوِیَۃَ یعنی ابْنِ صَالِحٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ قَیْسٍ، قَالَ: (سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ بُسْرٍ یَقُوْلُ: جَآءَ اَعْرَابِیَانِ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ! فَقَالَ اَحَدُھُمَا: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَیُّ النَّاسِ خَیْرٌ؟ قَالَ: مَنْ طَالَ عُمُرُہٗ، وَ حَسُنَ عَمَلُہٗ۔ وَ قَالَ الْاٰخَرُ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَنَّ شَرَائِعَ الْاِسْلَامِ قَدْ کَثُرَتْ عَلَیَّ، فَمُرْنِیْ بِاَمْرٍ اَتَثَبَّتُ بِہٖ، فَقَالَ: لَا یَزَالُ لِسَانُکَ رَطْبًا بِذِکْرِ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ۔ (۵)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن بسر کہتے ہیں دو اعرابی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان میں سے ایک نے پوچھا: یارسول اللہ سب سے بہتر انسان کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا: جس کی عمر دراز ہو اور جس کا عمل اچھا ہو۔ دوسرے نے عرض کیا یارسول اللہ شرائع اسلام تو مجھ پر بہت زیادہ ہیں پس آپؐ مجھے ایسا ارشاد فرمادیں کہ میں اس پر مداومت کرسکوں۔ آپؐ نے فرمایا تیری زبان ذکر اللہ سے ہر وقت تر رہے۔

ترمذی نے عبداللہ بن قیس سے روایت نقل کی ہے:

﴿۳﴾ اَنَّ اَعْرَابِیًا، قَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَنْ خَیْرُ النَّاسِ؟ قَالَ: مَنْ طَالَ عُمُرُہٗ وَ حَسُنَ عَمَلُہٗ۔ (۶)

ترجمہ: ایک بدو نے عرض کیا یارسول اللہ لوگوں میں سب سے بہتر انسان کون ہے؟ فرمایا! جس کی عمر دراز ہو اور جس کا عمل اچھا ہو۔

ترمذی نے ابوبکرہ سے بھی ایک باایں الفاظ روایت کی ہے:

﴿۴﴾ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ بَکْرَۃَ عَنْ اَبِیْہِ۔ اَنَّ رَجُلاً، قَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَیُّ النَّاسِ خَیْرٌ؟ قَالَ: مَنْ طَالَ عُمُرُہٗ وَ حَسُنَ عَمَلُہٗ۔ قَالَ: اَیُّ النَّاسِ شَرٌّ؟ قَالَ: مَنْ طَالَ عُمُرُہٗ وَ سَآءَ عَمَلُہٗ۔ (۷)

ترجمہ: حضرت ابوبکرہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے کہا یارسول اللہؐ! لوگوں میں سب سے بہتر انسان کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا جس کی عمر دراز ہو اور جس کا عمل اچھا ہو۔ اس نے مزید پوچھا لوگوں میں سب سے برا انسان کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا: جس کی عمر دراز ہو اور عمل برا ہو۔

﴿۵﴾ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، قَالَ: آخِرُ کَلَامٍ فَارَقْتُ عَلَیْہِ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ اَنْ قُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَیُّ الْعَمَلِ خَیْرٌ وَ اَقْرَبُ اِلَی اللّٰہِ؟ قَالَ: اَنْ تُمْسِیَ وَ تُصْبِحَ وَ لِسَانُکَ رَطْبٌ مِّنْ ذِکْرِ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ۔ (۸)

ترجمہ: معاذ بن جبل سے روایت ہے۔ آخری کلام جس پر میں رسول اللہ ﷺ سے جدا ہوا یہ کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول کون سا عمل بہتر ہے اور اللہ کے زیادہ قریب کرنے والا ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ یہ کہ تو صبح وشام اپنی زبان کو اللہ کے ذکر سے تر رکھے۔

تشریح: دیکھیے مختصر بات ہے لیکن اس میں کتنی اہم بات فرمائی۔ عمر دراز ہونا بجائے خود کوئی بھلائی نہیں ہے اگر آدمی کی عمر دراز ہو اس حالت میں کہ اس کا عمل نیک ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ جتنی لمبی وہ عمر پائے گا اتنی زیادہ نیکیاں کمائے گا اس لحاظ سے فرمایا کہ بڑا خوش نصیب ہے وہ آدمی کہ جس کو جتنا دنیا میں کام کرنے کے لیے لمبا وقت ملے اور پھر وہ اس وقت کو بھلے کام کرنے میں نیک کام کرنے میں صرف کرے اس غرض کے لیے جس آدمی کی عمر جتنی زیادہ لمبی ہو۔ اور وہ اگر برائیاں کرنے والا آدمی ہے تو جتنی لمبی اس کو عمر ملے گی اتنا ہی زیادہ اپنے نامۂ اعمال کو برائیوں سے بھرتا چلا جائے گا تو بدنصیب ہوتا چلا جائے گا۔ اس سے بہتر ہے کہ کم عمر میں مر جائے اگر عمر دراز پائے آدمی اور اس کے ساتھ ساتھ نیکیاں کرے تب اس سے بڑی کوئی خوش نصیبی نہیں۔ پھر اس نے پوچھا یا رسول اللہ تمام اعمال میں سب سے زیادہ افضل کون سا عمل ہے فرمایا: سب سے افضل عمل یہ ہے کہ تو دنیا سے اس حالت میں رخصت ہو کہ تیری زبان اللہ کے ذکر سے تر ہو یعنی مرتے دم تک جس کو قرآن مجید میں فرمایا گیا کہ (وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ۔ البقرہ:۱۳۲) تمہیں موت نہ آئے کہ مگر اس حالت میں کہ تم مسلم ہو تو آدمی کا سب سے افضل عمل یہ ہے کہ مرتے وقت تک وہ اللہ کا ذکر کرے۔ اللہ کی یاد سے کبھی خالی نہ رہے موت کا وقت جب آرہا ہو اس وقت بھی اس کو اللہ کی یاد ہو یعنی آدمی کا جو خاتمہ ہے وہ بالخیر اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ اس کی یاد کے ساتھ وہ مرا ہو اگر اللہ سے غفلت کی حالت میں مرا ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اس کا خاتمہ بالخیر نہیں ہے۔

''حضرت عبداللہ بن بسر کہتے ہیں کہ ایک شخص نے آکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ اسلام کے احکام تو بہت ہیں آپ مجھے کوئی ایسی چیز بتائیے جس کا میں التزام کرلوں یعنی جو ایک کاٹے کی بات ہو جو اصل چیز ہے وہ مجھے بتا دیں تاکہ میں اس کو پکڑلوں آپ نے فرمایا کہ بس تیری زبان اللہ کے ذکر سے تر رہے۔'' (یہ ہے جان ساری شرائع کی بس۔ اس چیز کا تو التزام کر)

یہ اصل میں جڑ ہے تمام نیکیوں کی اگر آدمی ہر وقت اللہ تعالیٰ کو ذہن میں حاضر نہ رکھے ہر وقت اللہ تعالیٰ کا خیال نہ رہے تو ظاہر بات ہے کہ وہ کبھی نیکی کے راستے پر چل نہیں سکتا کیوں کہ زندگی میں آدمی کے لیے آزمائشیں پیش آتی ہیں کوئی قدم ایسا نہیں ہے جس میں انسان کے لیے آزمائشیں نہ پیش آتی ہوں کوئی لمحہ ایسا نہیں جو آزمائشوں سے خالی ہو اور ہر آزمائش کے موقع پر جو چیز آدمی کو صحیح راستے پر قائم رکھتی ہے وہ اللہ کی یاد ہے اللہ کو بھولا اور صحیح راستے سے بھٹکا اس وجہ سے اللہ کی یاد جب دل میں ہوتی ہے تو پھر آدمی کی زبان پر بھی ذکر آتا ہے اگر اللہ کی یاد سے آدمی کا دل غافل ہو تو اگر زبان پر ذکر آئے گا بھی تو وہ بطور مشق کے آئے گا۔ چوں کہ آدمی نے مشق کر کے عادت ڈال لی ہے اس لیے تسبیح تو گرتی رہے گی اور دل پڑا رہے گا نامعلوم کن کن چیزوں میں وہ تو کسی کام کی چیز نہیں۔ اصل کام کی چیز یہ ہے کہ آدمی کے دل میں خدا بسا ہوا ہو جب دل میں خدا بسا ہوتا ہے اور دل کے اوپر ہر وقت اس کا خیال طاری رہتا ہے تو بات بات میں اللہ کا نام زبان پر آتا ہے۔ کوئی بات پیش آجائے کبھی الحمدللہ کہے گا کبھی ان شاء اللہ کہے گا کبھی ماشاء اللہ کہے گا کبھی بسم اللہ کہے گا غرض یہ کہ اس کی زبان پر کسی نہ کسی طرح سے اللہ کا ذکر آتا رہے گا۔ یہ ہے اصل چیز اصل جڑ اس کو تھام لو اس کے بعد باقی معاملات سارے یہ سنبھال لے گا جب اللہ کا ذکر آدمی کے دل میں بسا ہوا ہو گا تو اس کی زبان اللہ کے ذکر سے تر ہو گی تو اس کے بعد جتنے شرائع اسلام ہیں جن کو تو کہہ رہا ہے کہ یہ بہت سارے ہیں میرے لیے بہت زیادہ ہیں۔ ان سارے شرائع اسلام کو تو آپ سے آپ کرتا چلا جائے گا یہ

بہت نہیں ہوں گے تھوڑے ہوں گے۔ اگر آدمی اللہ کے ذکر سے خالی ہو اللہ سے غافل ہو تو اسلام کے احکام اس کو اتنے پہاڑ نظر آتے ہیں کہ بھئی کس کس چیز کو سنبھالوں یہ بھی حکم ہے اور یہ بھی حکم ہے اور یہ بھی فریضہ ہے اور اس کی بھی تعمیل کروں تو آدمی کو وہ پہاڑ نظر آتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ دل میں بسا ہوا ہو تو یہ سارا پہاڑ اس کے لیے ہلکی چیز بن جاتا ہے وہ بہت ساری چیز نہیں رہتی بہت ہلکی چیز ہو جاتی ہے۔

۴۱۔ ''ذاکر، اللہ کے نزدیک سب سے افضل اور بلند درجہ انسان ہے۔''

تخریج: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، نَا ابْنُ لَهِيعَةَ، عَنْ دَرَّاجٍ، عَنْ أَبِي الْهَيْثَمِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ سُئِلَ أَيُّ الْعِبَادِ أَفْضَلُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟ قَالَ: الذَّاكِرُونَ اللّٰهَ كَثِيرًا، وَالذَّاكِرَاتُ قَالَ قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَ مِنَ الْغَازِي فِي سَبِيلِ اللّٰهِ، قَالَ: لَوْ ضَرَبَ بِسَيْفِهِ فِي الْكُفَّارِ وَالْمُشْرِكِينَ حَتّٰى يَنْكَسِرَ وَ يَخْتَضِبَ دَمًا لَكَانَ الذَّاكِرُونَ اللّٰهَ كَثِيرًا أَفْضَلَ مِنْهُ دَرَجَةً۔ (۹)

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ بندوں میں سب سے افضل اور سب سے بلند درجہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قیامت کے روز کون شخص ہوگا؟ آپؐ نے فرمایا ''کہ وہ مرد اور عورتیں جو کثرت سے اللہ تعالیٰ کو یاد کریں'' پوچھا گیا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے نمازی سے بھی بڑھ کر افضل ہیں؟ آپؐ نے فرمایا ''ایک آدمی اپنی تلوار سے کفار و مشرکین سے لڑے یہاں تک کہ اس کی تلوار ٹوٹ جائے اور وہ خون میں لتھڑ جائے یعنی وہ آدمی شہید ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کی یاد کرنے والا آدمی اس سے بھی زیادہ افضل ہے۔

تشریح: اللہ کی یاد جس کی بنا پر آدمی شہادت فی سبیل اللہ سے بھی بلند درجہ حاصل کرتا ہے اس سے مراد کیا ہے؟ ظاہر بات ہے کہ اگر اللہ کی یاد سے مراد صرف اتنی بات ہو کہ آپ حجرہ بنا کر بیٹھ کر لا الہ الا اللہ کا ورد کر رہے ہیں یا تسبیح لے کر آپ سبحان اللہ، سبحان اللہ پڑھ رہے ہیں محض یہ چیز اور اس کے مقابلے میں اللہ کی راہ میں جا کر لڑنا اور جان دینا، اگر اس کے مقابلے میں چیز افضل ہو تو پھر تو بے وقوف ہے وہ آدمی جو جا کر جنگ میں خدا کے دشمنوں سے لڑے اور جان دے پھر تو بیٹھا ہوا اپنے حجرے کے اندر تسبیح لے کر اللہ کا ورد کرتا رہے تو اس وجہ سے اس کا مقصود یہ نہیں ہے اس کا مقصود یہ ہے کہ کوئی نیکی بھی ہو اس کی جو اصل روح ہے وہ اللہ کی یاد ہے یعنی ایک ہوتا ہے نیکی کا ظاہری قالب جس کو دیکھ کر آپ کہتے ہیں کہ یہ نیکی ہے نیکی کا ظاہری قالب یہ ہے کہ آپ نماز پڑھ رہے ہیں یہ شکل ہے نیکی کی۔ روح اس کی کیا ہے اللہ کی یاد۔ اگر دل میں اللہ کی یاد نہیں ہے، دل میں خدا کا خیال نہیں ہے، خدا کی طرف آپ متوجہ نہیں ہیں تو آپ خالی رکوع وسجود کر رہے ہیں خالی آپ کی زبان سے چند رٹی ہوئی عبارتیں نکل رہی ہیں۔ یہ فعل کی ظاہری شکل موجود ہے لیکن اس کی جان غائب ہے اس کے اندر خدا کی یاد سے ہی دل غافل ہے اور ظاہر فعل ہو رہا ہے اسی طرح سے دنیا میں جتنے بھی اعمال ہیں ایک ہے ان کا ظاہری قالب آپ نے خدا کی راہ میں لڑنے کے لیے تیاری کی آپ گئے جا کر کفار سے لڑے لڑ کر شہید بھی ہو گئے اب یہ ہے فعل کی ظاہری شکل اس کو جو چیز شہادت بناتی ہے وہ کیا چیز ہے؟ آپ کا اس ارادے سے لڑنا کہ میں اللہ کے دین کا کلمہ بلند کرنے کے لیے لڑوں اگر آپ اللہ کے دین

کا کلمہ بلند کرنے کے لیے نہیں لڑ رہے ہیں اگر آپ اللہ کے دین کی حمایت کے لیے نہیں لڑ رہے ہیں اللہ کی خاطر جان نہیں دے رہے تو چاہے آدمی ظاہر میں شہید ہوا ہو اور دنیا کہے بھی یہ شہید ہوا ہے۔ لیکن اگر وہ وطن کے لیے لڑا ہے تو وطن کا شہید ہے وطن والوں سے اپنا اجر مانگ لے، خدا سے کیوں مانگتا ہے، قوم کے لیے لڑ رہا ہے تو قوم سے اجر مانگ لے خدا سے کسی اجر کا مستحق نہیں ہے۔ خدا سے اجر کا مستحق وہ ہے جو خدا کی خاطر لڑے۔ تو خدا کے خیال سے اگر آدمی کا دل غافل ہے اور خدا کے سوا کسی اور چیز کا خیال رکھتا ہے تو ایسی نیکی، نیکی ہی نہیں اس کی نیکی کے اندر جان اللہ کی یاد ہی سے پیدا ہو گی تو اس وجہ سے محض خدا کی راہ میں جا کر لڑنا، لڑ کر شہید ہو جانا یہ کوئی بلند درجہ نہیں ہے۔ اس کو اگر کوئی چیز بلند درجہ عطا کرتی ہے تو وہ اللہ کی یاد ہے۔

اللہ کی یاد ہی انسان کو راہِ راست پر قائم رکھ سکتی ہے

۴۲- ''رسول اللہ ﷺ بیان فرماتے ہیں کہ شیطان ہر وقت آدمی کے دل کے ساتھ لگا ہوا ہے۔''

تخریج: **عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اَلشَّيْطَانُ جَاثِمٌ عَلٰى قَلْبِ ابْنِ آدَمَ، فَاِذَا ذَكَرَ اللّٰهَ خَنَسَ وَ اِذَا غَفَلَ وَسْوَسَ۔** (۱۰)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''کہ شیطان ابن آدم کے ساتھ لگا رہتا ہے۔ جہاں آدمی نے اللہ تعالیٰ کو یاد کیا شیطان ہٹ جاتا ہے، جہاں آدمی اللہ تعالیٰ سے غافل ہوا، شیطان آ کر پھر وسوسہ ڈال دیتا ہے۔

تشریح: اتنی بڑی حقیقت اس میں بیان کی گئی ہے آپ دیکھیے کہ جو چیز انسان کو صحیح راستے پر قائم رکھتی ہے وہ اللہ کی یاد یہ خیال رکھیے کہ شیطان سے مراد وہ ابلیس نہیں ہے شیطان سے مراد وہ ہے جو ہر ایک آدمی کے ساتھ جو شیطان لگا ہوا ہے یہ مت خیال کر لیجیے کہ وہی ایک ابلیس تمام انسانوں کے دل کے ساتھ لگا ہوا ہے۔ نہیں اس ابلیس کی بہت بڑی ذریت ہے ہر آدمی کے ساتھ ایک شیطان ہے ہر آدمی کے اوپر جو شیطان مسلط ہے وہ اس کے دل کے پاس لگا رہتا ہے اور جہاں آدمی کو خدا کا خیال آیا اور شیطان ہٹ گیا کیوں کہ خدا کا خیال آنے کے بعد پھر شیطان کے لیے ممکن نہیں رہتا کہ آدمی کو بہکا دے۔ بہکاتا وہ کس وقت ہے۔ ادھر خدا سے غافل ہوا اور شیطان نے آ کر بہکایا۔ قرآن مجید میں جو آتا ہے **وسواس الخناس** یہ اسی معنی میں آتا ہے کہ کبھی وہ ہٹتا ہے کبھی آ کر وسوسہ ڈالتا ہے اسی حقیقت کو رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا ہے کہ ہٹتا کس وقت ہے اور وسوسہ کس وقت ڈالتا ہے۔ آدمی کا خیال آیا اس نے اللہ کو یاد کیا اور شیطان ہٹا اور اللہ سے غافل ہوا پھر آ کر اس نے وسوسہ ڈالنا شروع کیا۔

۴۳- ''بکثرت ذکر کرنے والے سبقت لے جاتے ہیں۔''

تخریج: **حَدَّثَنَا اُمَيَّةُ بْنُ بِسْطَامِ الْعَيْشِيُّ، نَا يَزِيْدُ يعنى ابْنُ زُرَيْعٍ، نَا رَوْحُ بْنُ الْقَاسِمِ عَنِ الْعَلَاءِ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَسِيْرُ فِىْ طَرِيْقِ مَكَّةَ، فَمَرَّ عَلٰى جَبَلٍ يُقَالُ لَهٗ جُمْدَانُ، فَقَالَ: سِيْرُوْا هٰذَا جُمْدَانُ، سَبَقَ الْمُفَرِّدُوْنَ، قَالُوْا: وَمَا الْمُفَرِّدُوْنَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: اَلذَّاكِرُوْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَالذَّاكِرَاتُ۔** (۱۱)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ ؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک دفعہ مکہ کے راستے میں سفر کر رہے تھے یعنی مدینے سے مکہ کی طرف تشریف لے جا رہے تھے۔ ایک پہاڑ کے قریب آپ کا گزر ہوا جس کا نام جمدان ہے (یہ پہاڑ مکہ کے راستہ پر مدینے سے ایک رات کی مسافت پر ہے) آپؐ نے اس مقام پر فرمایا چلو: یہ جمدان نامی پہاڑ ہے۔ مفردون کون ہیں یا رسول اللہؐ؟ ارشاد فرمایا۔ جو بکثرت اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں اور یاد کرتی ہیں۔

تشریح: فرد کہتے ہیں اکیلے کو یکتا و تنہا کو۔ مفردون کا مطلب یہ ہے کہ ہر دوسری چیز کا خیال ترک کر کے جن کو اللہ کا خیال ہو، ہر دوسری چیز کی یاد ترک کر کے جن کے دل پر اللہ کی یاد غالب ہوگئی ہو، ہر دوسری چیز یا ذکر چھوڑ کر اللہ کا ذکر جن کی زبان پر جاری رہتا ہو۔ وہ لوگ سب پر سبقت لے جاتے ہیں۔ جو دنیا کی فکر میں پڑے رہتے ہیں۔ وہ پیچھے رہ گئے اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے لیے خود کو خالص کر لیا جو ذکر کرتے ہیں تو اللہ کا ذکر کرتے ہیں، بندگی کرتے ہیں تو اس کی کرتے ہیں جو اطاعت کرتے ہیں تو اس کی کرتے ہیں وہ لوگ ہر ایک پر سبقت لے گئے۔ کثرت سے اللہ کو یاد کرنے کا مطلب ہے۔ قرآن مجید میں بھی اس بات کو کثرت سے فرمایا گیا ہے۔ اور حدیث میں بھی بیان فرمایا گیا ہے کثرت سے ذکر کرنے کا مطلب دراصل یہ ہے کہ آدمی کے دماغ پر جس چیز کا خیال چھا جاتا ہے کسی نہ کسی طرح سے اس کا نام اس کا ذکر بار بار اس کی زبان پر آتا ہے کوئی کس قسم کا بھی آرام کوئی لذت دینے والی چیز اگر ان کو ملے تو الحمدللہ کہیں گے۔ ٹھنڈا پانی بھی پئیں گے تو الحمدللہ کہیں گے۔ ٹھنڈی ہوا چل جائے گی تو الحمدللہ کہیں گے۔ کسی چیز کے متعلق کہیں کہ میں یہ کرنے والا ہوں اس کے کہنے سے پہلے ان شاء اللہ کہیں گے کوئی کام شروع کر رہے ہوں بسم اللہ سے شروع کریں گے یعنی ہر وقت ایک آدمی کے دماغ پر جب اللہ تعالیٰ کا خیال مسلط رہے گا تو کسی نہ کسی طرح زندگی کے ہر مرحلے پر ہر موقع کے اوپر اس کا نام جاری رہے گا۔ ضرورت سے اگر بیٹھے ہوں تو بجائے اس کے کہ اول فول بکتے رہیں اللہ تعالیٰ ہی کا ذکر کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کے احکام کے متعلق بات کریں گے۔ اللہ کے انعامات کے متعلق بات کریں گے جو چیزیں اللہ کی صفات کے متعلق ہیں ان کے متعلق بات کریں گے۔ جو چیزیں اللہ کو ناپسند ہیں ان کے متعلق ناپسندیدگی کا اظہار کریں گے جو اس کو پسند ہیں ان کو پسند کا اظہار کریں گے اس طرح سے ہر وقت کا جو ذکر ہے اس کے لیے ضروری نہیں ہے کہ آدمی ہر وقت تسبیح لے کر سبحان اللہ ہی پڑھتا رہے۔ ہر وقت کا جو ذکر ہے وہ زندگی کے ہر معاملے میں آدمی کی زبان پر رہے۔ ذرا سی کوئی حاجت پیش آئے کوئی تکلیف پیش آئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا شروع کر دے گا۔ چاہے دل میں کرے چاہے زبان سے کرے۔ تو یہ ہر وقت کا ذکر جو ہے اس کی کوئی ایک خاص شکل نہیں ہے۔ یہ ایک ایسی چیز ہے کہ جس آدمی کے دماغ پر اللہ کا خیال مسلط ہوگا وہ کسی نہ کسی طرح سے کسی نہ کسی شکل میں برابر آدمی کی زبان پر آئے گی اور اس کے دل میں آئے گی۔

غافل لوگوں میں اللہ کو یاد رکھنے والا

۴۴۔ ''وہ غازی کہ جو پھر بھی میدان جنگ میں ڈٹا ہوا ہے اور وہ غازی کہ جو برابر ان کے بھاگ جانے کے بعد بھی لڑے جا رہا ہے اس کے مانند ہے وہ شخص جو غافل لوگوں کے درمیان اللہ کو یاد کرتا ہے۔''

تخریج: عَنْ مَالِكٍ، قَالَ: بَلَغَنِي أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَقُولُ: ذَاكِرُ اللّٰهِ فِي الْغَافِلِينَ كَالْمُقَاتِلِ خَلْفَ الْفَارِّينَ وَ ذَاكِرُ اللّٰهِ فِي الْغَافِلِينَ كَغُصْنٍ أَخْضَرَ فِي شَجَرٍ يَابِسٍ۔ (۱۲)

ترجمہ: امام مالک کہتے ہیں کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ رسول اللہ فرمایا کرتے تھے کہ غافل لوگوں کے درمیان اللہ کو یاد رکھنے والا گویا ایسا شخص ہے جیسے بھاگنے والوں کے پیچھے رہ جانے والا غازی۔ اور غافل لوگوں کے درمیان اللہ کو یاد رکھنے والا شخص ایسا ہے جیسے خشک درخت میں سرسبز شاخ۔

۴۵۔ ''ذکر الٰہی کرنے والا زندہ اور نہ کرنے والا مردہ کی طرح ہے۔''

تخریج: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، قَالَ: حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ، عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ، عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ مَثَلُ الَّذِيْ يَذْكُرُ رَبَّهُ، وَالَّذِيْ لَا يَذْكُرُ مَثَلُ الْحَيِّ وَالْمَيِّتِ۔ (۱۳)

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ جو آدمی اپنے رب کو یاد کرتا ہے اور جو آدمی اپنے رب کو یاد نہیں کرتا ان دونوں کی مثال ایسے ہے جیسے ایک مردہ ہے ایک زندہ۔

تشریح: جو آدمی اپنے رب کو یاد کرتا ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ اس کا ضمیر زندہ ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ اس کی روح زندہ ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ اس کی انسانیت زندہ ہے جو آدمی اپنے رب سے غافل ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ اس کا ضمیر مر چکا ہے اس کے اندر کوئی روحانی زندگی باقی نہیں رہی اس کی انسانیت تمام ہوگئی اب وہ دو پاؤں پر چلنے والا جانور ہے۔ عقل رکھنے والا جانور ہے وہ جانور ہے کہ جو ٹینک ایجاد کرتا ہے اور ہوائی جہاز ایجاد کرتا ہے اور ایٹم بم بناتا ہے تو یہ ایک عاقل جانور تو ہے لیکن حقیقت میں انسان نہیں۔ انسان صرف وہ ہے جو خدا سے ڈرنے والا ہے خدا کا خوف اس کے دل میں سے نکلا اس کے بعد اس سے زیادہ خطرناک جانور دنیا میں کوئی نہیں۔ شیر خطرناک ہے مگر اس حد تک کہ اس کے پنجے تیز ہیں۔ یا اس کے دانت تیز ہیں اتنا خطرناک تو نہیں کہ وہ ٹینک بناتا ہو اور ہوائی جہاز بنا کر اوپر سے بم برساتا ہو تو یہ سب سے زیادہ خطرناک جانور ہے اگر خدا سے بے خوف ہو تو فرمایا کہ ان دونوں کے درمیان فرق ہے زندہ اور مردے کا۔ ایک کے اندر انسانیت زندہ ہے ضمیر زندہ ہے اس کے اندر روحانی حیات موجود ہے دوسرا آدمی جو ہے اس کے اندر جیو لیکل لائف ہو تو ہو انسانی زندگی اس کے اندر نہیں ہے حیوانی زندگی بلاشبہ اس کے اندر ہے۔ مگر انسانی زندگی سے خالی ہے۔

اللہ اپنے بندے کے حق میں ویسا ہی ہے جیسا وہ اسے گمان کرتا ہے

۴۶۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اس طرح کی حدیث کو حدیث قدسی کہتے ہیں جس میں رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کا کوئی ارشاد نقل کریں اور فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ یوں فرماتے ہیں۔

حدیث قدسی اور قرآن مجید میں جو فرق ہے وہ یہ ہے کہ قرآن مجید لفظاً لفظاً اللہ کا کلام ہے رسول اللہ ﷺ اس کو بیان کرتے ہیں لیکن اصل میں پورا کلام لفظ بلفظ اللہ تعالیٰ کا ہے۔ حدیث قدسی میں معنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتے ہیں اور الفاظ رسول اللہ ﷺ کے۔ معنی اللہ آپ کے دل میں ڈالتا ہے اور حضورؐ اپنے الفاظ میں ان معنوں کو بیان کرتے ہیں تو ''آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرا بندہ جیسا مجھ کو سمجھے ویسا ہی میں اس کے ساتھ معاملہ کرتا ہوں میں اس کے ساتھ ہوتا

ہوں جب وہ مجھے یاد کرتا ہے اگر وہ اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں اپنے دل میں اس کو یاد کرتا ہوں اور اگر وہ ایک گروہ کے سامنے یاد کرتا ہے تو میں ایک ایسے گروہ کے سامنے اس کا ذکر کرتا ہوں جو اس گروہ سے زیادہ بہتر ہے جس کے سامنے اس نے میرا ذکر کیا۔''

تخریج: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا اَبِیْ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ، قَالَ: سَمِعْتُ اَبَا صَالِحٍ، عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ اللّٰهُ: اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ، وَ اَنَا مَعَهٗ اِذَا ذَكَرَنِیْ، فَاِنْ ذَكَرَنِیْ فِیْ نَفْسِهٖ ذَكَرْتُهٗ فِیْ نَفْسِیْ، وَ اِنْ ذَكَرَنِیْ فِیْ مَلَاءٍ ذَكَرْتُهٗ فِیْ مَلَاءٍ خَیْرٍ مِّنْهُمْ، وَ اِنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ بِشِبْرٍ تَقَرَّبْتُ اِلَیْهِ ذِرَاعًا، وَ اِنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ اِلَیْهِ بَاعًا، وَ مَنْ اَتَانِیْ یَمْشِیْ اَتَیْتُهٗ هَرْوَلَةً۔(١٤)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرا بندہ جیسا مجھ کو سمجھے ویسا ہی میں اس کے ساتھ معاملہ کرتا ہوں۔ میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ مجھے یاد کرتا ہے۔ اگر وہ اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں اپنے دل میں اس کو یاد کرتا ہوں اور اگر وہ ایک گروہ کے سامنے یاد کرتا ہے تو میں ایک ایسے گروہ کے سامنے اس کا ذکر کرتا ہوں جو اس گروہ سے زیادہ بہتر ہے۔ اگر وہ ایک بالشت میرے قریب آتا ہے تو میں ایک ہاتھ برابر اس کے قریب آتا ہوں اور اگر وہ ایک ہاتھ بھر قریب آتا ہے تو میں ایک گز قریب آتا ہوں اور اگر وہ تیز چل کر آتا ہے تو میں لپک کر آتا ہوں۔''

محفل ذکر میں شرکت کی فضیلت

تخریج:⟨۱⟩ حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ بْنُ سَعِیْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِیْرٌ عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ، عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِكَةً یَطُوْفُوْنَ فِی الطُّرُقِ یَلْتَمِسُوْنَ اَهْلَ الذِّكْرِ، فَاِذَا وَجَدُوْا قَوْمًا یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ تَنَادَوْا هَلُمُّوْا اِلٰی حَاجَتِكُمْ، فَیَحُفُّوْنَهُمْ بِاَجْنِحَتِهِمْ اِلَی السَّمَآءِ الدُّنْیَا، قَالَ: فَیَسْئَلُهُمْ رَبُّهُمْ وَ هُوَ اَعْلَمُ مِنْهُمْ مَا یَقُوْلُ عِبَادِیْ؟ قَالَ: یَقُوْلُ یُسَبِّحُوْنَكَ وَ یُكَبِّرُوْنَكَ وَ یَحْمَدُوْنَكَ وَ یُمَجِّدُوْنَكَ، قَالَ: فَیَقُوْلُ هَلْ رَاَوْنِیْ؟ قَالَ: فَیَقُوْلُوْنَ: لَا، وَاللّٰهِ! مَا رَاَوْكَ، قَالَ: فَیَقُوْلُ كَیْفَ لَوْ رَاَوْنِیْ؟ قَالَ: یَقُوْلُوْنَ: لَوْ رَاَوْكَ، كَانُوْا اَشَدَّ لَكَ عِبَادَةً، وَ اَشَدَّ لَكَ تَمْجِیْدًا، وَ اَكْثَرَ لَكَ تَسْبِیْحًا۔ قَالَ: یَقُوْلُ فَمَا یَسْئَلُوْنَ؟ قَالُوْا یَسْئَلُوْنَكَ الْجَنَّةَ۔ قَالَ: یَقُوْلُ: وَ هَلْ رَاَوْهَا؟ قَالَ: یَقُوْلُوْنَ: لَا، وَاللّٰهِ یَا رَبِّ مَا رَاَوْهَا۔ قَالَ: یَقُوْلُ فَكَیْفَ لَوْ اَنَّهُمْ رَاَوْهَا؟ قَالَ: یَقُوْلُوْنَ: لَوْ اَنَّهُمْ رَاَوْهَا كَانُوْا اَشَدَّ عَلَیْهَا حِرْصًا، وَ اَشَدَّ لَهَا طَلَبًا، وَ اَعْظَمَ فِیْهَا رَغْبَةً۔ قَالَ: فَمِمَّ یَتَعَوَّذُوْنَ؟ قَالَ:

يَقُوْلُوْنَ: مِنَ النَّارِ۔ قَالَ: يَقُوْلُ وَ هَلْ رَاَوْهَا؟ قَالَ: يَقُوْلُوْنَ: لَا، وَاللّٰهِ يَا رَبِّ مَا رَاَوْهَا۔ قَالَ: يَقُوْلُ فَكَيْفَ لَوْ رَاَوْهَا؟ قَالَ: فَيَقُوْلُوْنَ: لَوْ رَاَوْهَا كَانُوْا اَشَدَّ مِنْهَا فِرَارًا، وَ اَشَدَّ لَهَا مَخَافَةً۔ قَالَ: فَيَقُوْلُ اِنِّیْ اُشْهِدُكُمْ اَنِّیْ قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ۔ قَالَ: يَقُوْلُ مَلَكٌ مِنَ الْمَلَائِكَةِ فِيْهِمْ فُلَانٌ، لَيْسَ مِنْهُمْ اِنَّمَا جَآءَ لِحَاجَةٍ۔ قَالَ: هُمُ الْجُلَسَاءُ، لَا يَشْقٰی جَلِيْسُهُمْ۔ (۱۵)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ہیں جو راستوں میں پھرتے رہتے ہیں ان لوگوں کی تلاش کرتے رہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی یاد کرنے والے ہیں۔ پس جب وہ کچھ لوگوں کو اس حالت میں پالیتے ہیں کہ وہ بیٹھے اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہے ہیں تو وہ ایک دوسرے کو پکارتے ہیں کہ آؤ تمہارے مطلب کی چیز یہاں ہے پھر فرشتوں کا آسمان دنیا تک ایک جمگھٹا اور ہجوم ہو جاتا ہے۔ (یہ ذکر سننے کے بعد فرشتے اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوتے ہیں) تو ان کا رب ان سے پوچھتا ہے حالاں کہ خود اللہ تعالیٰ ان سے زیادہ جانتا ہے۔ مگر پھر بھی پوچھتا ہے کہ میرے بندے کیا کہہ رہے ہیں؟ وہ عرض کرتے ہیں کہ وہ آپ کی تسبیح کر رہے ہیں، آپ کی بڑائی بیان کر رہے ہیں، آپ کی تعریف کر رہے ہیں، آپ کی بزرگی کا ذکر کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان فرشتوں سے پوچھتا ہے کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں اے رب کریم انہوں نے آپ کو دیکھا نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر کہیں انہوں نے مجھے دیکھا ہوتا تو ان کا کیا حال ہوتا۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ اگر کہیں انہوں نے آپ کو دیکھا ہوتا تو اس سے بہت زیادہ آپ کی عبادت کرتے، بہت زیادہ آپ کی بزرگی بیان کرتے، بہت زیادہ آپ کی تسبیح کرتے۔ پھر اللہ تعالیٰ ان سے پوچھے گا کہ یہ چاہتے کیا ہیں؟ وہ عرض کریں گے کہ یہ آپ کی جنت کے طالب ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتا ہے کیا انہوں نے جنت کو دیکھا ہے۔ فرشتے جواب دیتے ہیں اے ہمارے رب انہوں نے اس جنت کو نہیں دیکھا ہے۔ (یعنی بے دیکھے اس کے طالب ہیں) اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتا ہے کہ اگر کہیں انہوں نے اس کو دیکھ لیا ہوتا تو پھر ان کا کیا حال ہوتا؟ فرشتے عرض کریں گے کہ اگر کہیں انہوں نے اس جنت کو دیکھ لیا ہوتا تو وہ اور زیادہ شدت کے ساتھ اس کے طالب ہوتے اور زیادہ اس کی طلب کی کوشش کرتے اور اس کی طلب میں زیادہ دلچسپی رکھتے۔ پھر اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتا ہے کہ یہ بچنا کس چیز سے چاہتے ہیں؟ وہ عرض کرتے ہیں یہ آپ کی دوزخ سے بچنا چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ پھر ان سے پوچھتا ہے کیا دوزخ کو انہوں نے دیکھا ہے؟ وہ جواب دیتے ہیں کہ اے رب کریم انہوں نے اس کو دیکھا نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتا ہے کہ اگر انہوں نے دوزخ کو دیکھ لیا ہوتا تو ان کا رویہ کیا ہوتا؟ وہ عرض کرتے ہیں کہ اگر کہیں اس کو انہوں نے دیکھ لیا ہوتا تو وہ اس سے اور زیادہ شدت کے ساتھ بھاگتے اور زیادہ اس سے بچنے کی کوشش کرتے۔ اللہ تعالیٰ ان سے فرماتا ہے کہ اچھا تو میں تمہیں گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میں نے ان کو بخش دیا۔ ان میں سے ایک فرشتہ عرض کرتا ہے کہ اے پروردگار ان میں ایک ایسا شخص تھا کہ یونہی اپنے کسی کام کے لیے آیا تھا، اس ذکر کی خاطر نہیں آیا تھا اللہ تعالیٰ فرمائے گا وہ چوں کہ ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھے تھے ان کے ساتھ بیٹھنے والا بدبختی میں مبتلا نہیں ہو سکتا۔

اوپر والی روایت بخاری کی روایت ہے جو ابو ذر سے مروی ہے۔ مسلم کی روایت کے الفاظ مضمون تقریباً ایک ہی ہیں لیکن مسلم کی روایت کے الفاظ ذرا مختلف ہیں۔ اس میں ہے کہ:

〈۲〉 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ مَيْمُوْنٍ، نَا بَهْزٌ، نَا وُهَيْبٌ، نَا سُهَيْلٌ عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم، قَالَ: اِنَّ لِلّٰهِ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى مَلٰئِكَةً سَيَّارَةً فُضُلًا يَبْتَغُوْنَ مَجَالِسَ الذِّكْرِ، فَاِذَا وَجَدُوْا مَجْلِسًا فِيْهِ ذِكْرٌ، قَعَدُوْا مَعَهُمْ، وَ حَفَّ بَعْضُهُمْ بَعْضًا بِاَجْنِحَتِهِمْ حَتّٰى يَمْلَؤُا مَا بَيْنَهُمْ وَ بَيْنَ السَّمَآءِ الدُّنْيَا، فَاِذَا تَفَرَّقُوْا عَرَجُوْا وَ صَعِدُوْا اِلَى السَّمَآءِ. قَالَ: فَيَسْئَلُهُمُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِهِمْ، مِنْ اَيْنَ جِئْتُمْ؟ فَيَقُوْلُوْنَ: جِئْنَا مِنْ عِنْدِ عِبَادٍ لَّكَ فِي الْاَرْضِ يُسَبِّحُوْنَكَ وَ يُكَبِّرُوْنَكَ وَ يُهَلِّلُوْنَكَ وَ يُحَمِّدُوْنَ وَ يَسْئَلُوْنَكَ. قَالَ: وَ مَاذَا يَسْاَلُوْنَنِيْ؟ قَالُوْا: يَسْئَلُوْنَكَ جَنَّتَكَ قَالَ: وَ هَلْ رَاَوْ جَنَّتِيْ؟ قَالُوْا: وَ لَا، اَيْ رَبِّ. قَالَ: فَكَيْفَ لَوْ رَاَوْ جَنَّتِيْ؟ قَالُوْا: وَ يَسْتَجِيْرُوْنَكَ، قَالَ: وَ عَمَّا يَسْتَجِيْرُوْنِيْ؟ قَالُوْا: مِنْ نَّارِكَ يَا رَبِّ. قَالَ: وَ هَلْ رَاَوْ نَارِيْ؟ قَالُوْا: لَا، قَالَ: فَكَيْفَ لَوْ رَاَوْ نَارِيْ؟ قَالُوْا: وَ يَسْتَغْفِرُوْنَكَ. قَالَ: فَيَقُوْلُ قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ وَ اَعْطَيْتُهُمْ مَا سَاَلُوْا، وَ اَجَرْتُهُمْ عَمَّا اسْتَجَارُوْا. قَالَ: يَقُوْلُوْنَ: رَبِّ فِيْهِمْ فُلَانٌ عَبْدٌ خَطَّاءٌ. اِنَّمَا مَرَّ، فَجَلَسَ مَعَهُمْ. قَالَ: فَيَقُوْلُ وَلَهٗ غَفَرْتُ. هُمُ الْقَوْمُ، لَا يَشْقٰى بِهِمْ جَلِيْسُهُمْ۔ (۱۶)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ایسے ہیں جو اصل اسٹاف سے زائد ہیں، گھومتے پھرتے ہیں۔ جب وہ دیکھتے ہیں کہ کسی مجلس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہو رہا ہے تو وہاں وہ بیٹھ جاتے ہیں اور ایک دوسرے پر ان کا ایسا ہجوم ہوتا ہے کہ زمین سے آسمان تک بھر جاتے ہیں۔ جب وہ مجلس ختم ہوتی ہے تو یہ فرشتے آسمان کی طرف عالم بالا میں چڑھ جاتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، پھر اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتا ہے حالاں کہ وہ خود ان سے زیادہ جانتا ہے (کہ کیا ماجرا ہے؟ کیا ہو رہا ہے؟) اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتا ہے کہ کہاں سے آ رہے ہو؟ وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم زمین سے آ رہے ہیں، آپ کے ایسے بندوں کے پاس سے جو آپ کی تسبیح کر رہے ہیں تکبیر کہہ رہے ہیں (یعنی بڑائی بیان کر رہے ہیں) آپ کی تعریف کر رہے ہیں، آپ کی حمد کر رہے ہیں، اور آپ سے کچھ مانگ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتا ہے وہ مجھ سے کیا مانگ رہے ہیں؟ وہ عرض کرتے ہیں، وہ آپ کی جنت کے طلب گار ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتا ہے کیا انہوں نے میری جنت دیکھی ہے؟ وہ جواب دیتے ہیں کہ نہیں، اے ہمارے رب۔ انہوں نے اسے دیکھا نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کہ کیا حال ہوتا ان کا اگر یہ کہیں میری جنت کو دیکھ لیتے! فرشتے پھر عرض کرتے ہیں: وہ آپ سے پناہ مانگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتا ہے: وہ کس چیز سے میری پناہ مانگتے ہیں؟ وہ عرض کرتے ہیں: کہ آپ کی آگ (یعنی جہنم) سے بچنا چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتا ہے کیا میری دوزخ کو انہوں نے دیکھا ہے؟ وہ جواب دیتے ہیں کہ نہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کہ ان کا کیا حال ہوتا اگر کہیں میری دوزخ کو انہوں نے دیکھ لیا ہوتا۔ (تو کس قدر اس سے بچنے کی کوشش کرتے) فرشتے عرض کرتے ہیں کہ وہ آپ سے مغفرت چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے ان کو معاف کیا اور جو کچھ وہ چاہتے ہیں وہ ان کو دیا جس چیز سے بچنے کے لیے پناہ مانگتے ہیں اس سے ان کو پناہ دی۔ وہ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ ان میں ایک آدمی ایسا بھی ہے

جو خطاوار ہے اور وہ یونہی بغیر کسی خاص ارادے کے ان میں آ بیٹھا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس کو بھی میں نے معاف کیا۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کے پاس بیٹھنے والا بد بخت نہیں ہوسکتا۔(۱)

تشریح: اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ سب کس چیز کا نتیجہ ہے؟ حقیقت میں ایمان بالغیب کا نتیجہ ہے یہ پوری حدیث یہ بتا رہی ہے کہ ایمان بالغیب کا نتیجہ ہے کہ نبی کے بیان کی بنا پر اللہ تعالیٰ کی ہستی کو ماننا اور ویسا ماننا جیسے نبی نے بیان کیا ہے۔ بغیر اس کے کہ آدمی دیکھے۔ نبی ﷺ کے بیان کی بنا پر جنت کو آخرت کو دوزخ کو۔ ہر چیز کو ماننا اور تسلیم کرنا اور اس کو تسلیم کرنے کے بعد اس کے جو تقاضے ہیں ان کے مطابق عمل کرنا۔ یہ سب اس چیز کا نتیجہ ہے اور اس بات کو واضح طور پر بیان کیا گیا کہ جب یہ لوگ ایسے ہیں کہ ایمان بالغیب کی بنا پر اللہ کی تحمید و تسبیح کر رہے ہیں ایمان بالغیب کی بنا پر جنت کو حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ایمان بالغیب کی بنا پر دوزخ سے بچنے کی کوشش کر رہے ہیں اگر کہیں اللہ کو دیکھا ہوتا، جنت کو دیکھا ہوتا، دوزخ کو دیکھا ہوتا تو اس کے بعد کوئی سوال ان کے نافرمانی کرنے کا پیدا ہی نہیں ہوسکتا تھا۔ اس وجہ سے یہ مغفرت کے مستحق ہیں اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ میں تمہیں گواہ کرتا ہوں کہ یہ بندے میری مغفرت کے مستحق ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کوئی فرشتہ ان میں سے عرض کرتا ہے کہ اے پروردگار ان میں ایک آدمی ایسا تھا کہ جو اپنے یونہی کسی کام کے لیے آیا تھا کوئی اس ذکر کی خاطر نہیں آیا تھا۔ اللہ تعالیٰ جواب دیتا ہے وہ چوں کہ ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھے تھے ان کے ساتھ بیٹھنے والا بدبختی میں مبتلا نہیں ہوسکتا۔ گویا یہ صحبت کی برکت ہے۔ ایک آدمی خود جو نیکی کر رہا ہے اس نیکی کرنے والے کے ساتھ جو ساتھ ہے اس کے لیے اس کے ساتھ ہونا بھی نافع ہے۔ جس طرح سے بدی کرنے والے کے ساتھ ہونا آدمی کے لیے نقصان دہ ہے اس طرح سے نیکی کرنے والے کے ساتھ ہونا یہ اس کے لیے نافع ہے۔ تو فرمایا کہ ان کے ساتھ بیٹھنے والا بھی بشرطے کہ منکر نہ ہو۔ یہ ذکر نہیں ہے کہ وہ انکار کرنے والا ہو۔ یہ ہے کہ وہ اس ذکر کی طلب میں نہیں آیا تھا دیکھا کہ کچھ لوگ بیٹھے ہوئے ہیں وہ بھی آ بیٹھا نکلا تھا اپنی کسی اور حاجت کے لیے اس غرض کے لیے نہیں نکلا تھا کہ اس ذکر کی محفل میں وہ شریک ہو تو فرمایا کہ وہ ایک جگہ بیٹھے ہوئے تھے ان کے ساتھ بیٹھنے والا بھی بد بخت نہیں ہوسکتا۔

محفل رسالت مآب اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

تخریج: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّيْمِيُّ وَ قَطَنُ بْنُ نُسَيْرٍ وَاللَّفْظُ لِيَحْيٰى. اَخْبَرَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اِيَاسٍ الْجُرَيْرِيُّ، عَنْ اَبِيْ عُثْمَانَ النَّهْدِيّ، عَنْ حَنْظَلَةَ الْاُسَيْدِيُّ. قَالَ وَ كَانَ مِنْ كُتَّابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: لَقِيَنِيْ اَبُوْ بَكْرٍ فَقَالَ: كَيْفَ اَنْتَ؟ يَا حَنْظَلَةُ! قَالَ: قُلْتُ: نَافَقَ حَنْظَلَةُ. قَالَ: سُبْحَانَ اللّٰهِ! مَا تَقُوْلُ؟ قَالَ قُلْتُ: نَكُوْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يُذَكِّرُنَا بِالنَّارِ وَالْجَنَّةِ حَتّٰى كَاَنَّا رَاْىُ عَيْنٍ. فَاِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِ

(۱) یہ مطلب نہیں ہے کہ مخبری کرنے کے لیے آ بیٹھا ہو مراد یہ ہے کہ آدمی خطا کار تھا۔ کوئی بڑا نیکوکار آدمی نہیں تھا۔ گزر رہا تھا۔ دیکھا کہ اللہ کا ذکر ہو رہا ہے آ بیٹھا حالاں کہ اپنے گھر سے اس غرض کے لیے نکلا نہیں تھا کہ اللہ کے ذکر میں شریک ہو۔ یہ مراد ہے یہ مراد نہیں ہے کہ ایک آدمی بد نیتی کے ساتھ آ کر اس مجلس میں بیٹھا ہو۔ اس غرض کے لیے بیٹھا ہو کہ کچھ فتنے کا سامان تلاش کر کے لے جائے اور جا کر فتنہ پردازی کرے۔

رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ عَافَسْنَا الْاَزْوَاجَ وَالْاَوْلَادَ وَالضَّيْعَاتِ۔ فَنَسِيْنَا كَثِيْرًا۔ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ: فَوَاللّٰهِ! اِنَّا لَنَلْقٰى مِثْلَ هٰذَا۔ فَانْطَلَقْتُ اَنَا وَ اَبُوْ بَكْرٍ، حَتّٰى دَخَلْنَا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ۔ قُلْتُ :نَافَقَ حَنْظَلَةُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: وَمَا ذَاكَ؟ قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! نَكُوْنُ عِنْدَكَ. تُذَكِّرُنَا بِالنَّارِ وَالْجَنَّةِ حَتّٰى كَاَنَّا رَاْىُ عَيْنٍ۔ فَاِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِكَ عَافَسْنَا الْاَزْوَاجَ وَالْاَوْلَادَ وَالضَّيْعَاتِ۔ نَسِيْنَا كَثِيْرًا۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ اِنْ لَوْ تَدُوْمُوْنَ عَلٰى مَا تَكُوْنُوْنَ عِنْدِىْ، وَ فِى الذِّكْرِ، لَصَافَحَتْكُمُ الْمَلٰئِكَةُ عَلٰى فُرُشِكُمْ، وَ فِىْ طُرُقِكُمْ وَ لٰكِنْ، يَا حَنْظَلَةُ! سَاعَةً وَ سَاعَةً ثَلَاثَ مَرَّاتٍ۔ (۱۷)

ترجمہ: حضرت حنظلہ کہتے ہیں (یہ رسول اللہ ﷺ کے کاتبوں میں سے تھے) کہ راستہ میں حضرت ابوبکرؓ سے میری ملاقات ہوئی۔ انہوں نے پوچھا حنظلہ کیسے ہو؟ میں نے کہا حنظلہ تو منافق ہوگیا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا سبحان اللہ! کیا کہہ رہے ہو (یعنی حنظلہ منافق ہوجائے یہ کیسی بات کررہے ہو) حضرت حنظلہ نے جواب دیا کہ جب ہم رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں بیٹھے ہوتے ہیں اور آپ ہمیں دوزخ اور جنت کی یاددہانی فرمارہے ہوتے ہیں تو اس وقت ہمیں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے ہم اپنی آنکھوں سے ان کو دیکھ رہے ہیں۔ پھر جب ہم آپ کے پاس سے نکل جاتے ہیں اور جاکر اپنے بال بچوں اور اپنی جائدادوں کے معاملات میں پھنس جاتے ہیں اور اکثر باتیں بھول جاتے ہیں یعنی وہ کیفیت نہیں رہتی جو آپ کی مجلس میں ہوتے ہوئے ہوتی ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا خدا کی قسم ہمارا بھی یہی حال ہے (پھر حضرت حنظلہ کہتے ہیں) میں اور ابوبکرؓ دونوں جاکر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ میں نے جاتے ہی عرض کیا یارسول اللہ ﷺ کی حنظلہ تو منافق ہوگیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا معاملہ ہے؟ میں نے عرض کیا یارسول اللہ جب ہم آپ کی مجلس میں حاضر ہوتے ہیں اور آپ ہمیں دوزخ و جنت کی یاددہانی کرواتے ہیں تو اس وقت ہمیں ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے ہم اپنی آنکھوں سے ان چیزوں کا ملاحظہ کررہے ہیں۔ اور جب ہم آپ کے پاس سے اٹھ کر چلے جاتے ہیں اور اپنے بال بچوں کے دھیان اور اپنی جائدادوں کی دیکھ بھال میں مشغول ہوجاتے ہیں تو اکثر باتیں فراموش کر بیٹھتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اگر تم پر وہی حالت و کیفیت طاری رہتی جو میرے پاس ہوتے وقت رہتی ہے تو ملائکہ تم سے تمہارے بستروں پر اور تمہارے راستوں میں مصافحہ کرتے۔ مگر اے حنظلہ گھڑی گھڑی کی بات ہوتی ہے۔ یہ فقرہ آپ نے تین مرتبہ ارشاد فرمایا۔

تشریح: آپ کا مطلب یہ تھا کہ یہ حالت ہر ایک پر ہر وقت طاری نہیں رہ سکتی۔ کسی وقت آدمی کے اوپر حالت ایسی گہری طاری ہوتی ہے کسی وقت نہیں ہوتی۔ یہ منافقت نہیں ہے منافقت یہ ہے کہ تم جنت دوزخ اور آخرت اور خدا اور رسول سب کو بھول کر اور وہ طرزِ عمل اختیار کرنا شروع کردو کہ جو غفلت میں مبتلا انسان کیا کرتے ہیں یا منکر انسان کرتا ہے۔ یا بالکل بھول جانے والا انسان کرتا ہے۔ وہ تو ہے منافقت کی کیفیت لیکن یہ بات کہ تم پر ہر وقت وہی کیفیت طاری رہے جو میری مجلس میں ہوتی ہے تو یہ بات ہوتی تو فرشتے تم سے راستوں میں ملا کرتے۔ آپ نے ان کو یہ اطمینان دلایا کہ اس کا مطلب یہ نہیں ہے

کہ اگر آدمی کے اوپر ذکر کی کبھی شدید کیفیت طاری ہو اور کبھی وہ شدید کیفیت نہ رہے لیکن آدمی بالکل غافل بھی نہیں رہتا تو اس صورت میں وہ منافق نہیں ہے۔

سب سے زیادہ نجات دلانے والی چیز

۴۷- ”رسول اللہ ﷺ یہ فرماتے ہیں کہ تمام اعمال جو دنیا میں ان میں سب سے زیادہ اچھا عمل سب سے زیادہ انسان کے درجے بڑھانے والا عمل اللہ کی نگاہ میں سب سے زیادہ پاکیزہ عمل سونے چاندی کی خیرات سے بھی بڑھا ہوا عمل حتیٰ کہ خدا کی راہ میں لڑ کر جان دینے اور جان لینے کے عمل سے بھی بلند مرتبہ عمل اللہ کا ذکر ہے۔“

تخریج: حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ، اَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوْسٰى، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَعِيْدٍ هُوَ ابْنُ اَبِىْ هِنْدٍ، عَنْ زِيَادٍ مَوْلٰى ابْنِ عَيَّاشٍ عَنْ اَبِىْ بَحْرِيَّةَ، عَنْ اَبِى الدَّرْدَاءِ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، اَلَا اُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرِ اَعْمَالِكُمْ وَ اَزْكٰهَا عِنْدَ مَلِيْكِكُمْ وَ اَرْفَعِهَا فِىْ دَرَجَاتِكُمْ وَ خَيْرٍ لَّكُمْ مِنْ اِنْفَاقِ الذَّهَبِ وَالْوَرِقِ وَ خَيْرٌ لَّكُمْ مِنْ اَنْ تَلْقَوْا عَدُوَّكُمْ فَتَضْرِبُوْا اَعْنَاقَهُمْ وَ يَضْرِبُوْا اَعْنَاقَكُمْ. قَالُوْا: بَلٰى، قَالَ: ذِكْرُ اللّٰهِ قَالَ مُعَاذٌ: مَا شَىْءٌ اَنْجٰى مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ ذِكْرِ اللّٰهِ. (۱۸)

ترجمہ: حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں تمہیں تمہارے بہترین اعمال نہ بتاؤں کہ کون سا تمہارا عمل تمہارے بادشاہ کے نزدیک سب سے بہتر ہے سب سے پاکیزہ ہے اور سب سے بڑھ کر تمہارے درجے بڑھانے والا ہے جو سونے اور چاندی کے خرچ کرنے سے زیادہ بڑھا ہوا ہے اور بہتر ہے اور اس بات سے بہتر ہے کہ تم اپنے دشمن سے لڑو اور اس کی گردن مارو یا وہ تمہاری گردنیں مارے۔ صحابہ نے عرض کیا ضرور فرمائیے۔ آں جناب ﷺ نے فرمایا ذکر اللہ۔ اللہ کا ذکر۔ حضرت معاذ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ذکر اللہ سے زیادہ نجات دلانے والی کوئی اور چیز نہیں ہے۔

تشریح: اس پر آپ غور کریں گے تو یہی بات قرآن مجید میں بھی مختلف طریقوں سے بتائی گئی ہے اس پر آپ غور کریں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ اس کو اس وجہ سے تمام اعمال سے بلند مرتبہ عمل اس لیے کہا گیا ہے کہ جتنی بھی نیکیاں آدمی کی ہیں ان کی اصل جان اور اصل روح اللہ کی یاد ہے محض یہ بات کہ ایک آدمی اللہ کی راہ میں لڑنے گیا اور اس نے جہاد کیا اور مارا گیا یہ ایک ظاہری عمل ہے۔ یہ عمل اللہ کے ہاں اس صورت میں مقبول تب ہوگا جب کہ وہ اللہ کی خاطر لڑا ہو یعنی محض لڑ کر جان دے دینا یہ محض شہادت نہیں ہے۔ لڑ کر جان دینے کو جو چیز شہادت بناتی ہے وہ کیا ہے وہ اللہ کی یاد ہے اگر آدمی اس بات سے خالی ہے کہ میں اللہ کے لیے لڑ رہا ہوں تو وطن کے لیے لڑے تو شہید نہیں ہے قوم کے لیے لڑے تو شہید نہیں ہے ناموری کے لیے لڑے تو شہید نہیں ہے مال و دولت کے لیے لڑے تو شہید نہیں ہے۔ اس غرض کے لیے لڑے کہ دشمن کے ملک میں جا کر اچھی اچھی عورتیں اس کے حصے میں آئیں گی تو شہید نہیں ہے۔ شہید کیا چیز بناتی ہے وہ صرف اللہ کی یاد بناتی ہے اسی طرح سے آدمی مال اپنا خرچ کرتا ہے آپ تو یہی دیکھتے ہیں کہ روپیہ اپنا خرچ کر رہا ہے اللہ کی راہ میں لیکن جو چیز اس کو حقیقت میں نیکی بناتی ہے وہ

اللہ کی یاد ہے اگر آدمی کروڑوں روپیہ اپنا خرچ کر ڈالے لیکن اس کے خرچ کرنے کا جو اصل محرک ہے وہ اللہ کی یاد نہ ہو کوئی اور چیز ہو قومی بھلائی کے لیے خرچ کر رہا ہے وہ انفاق فی سبیل اللہ نہیں ہے اپنے وطن کی ترقی کے لیے صرف کر رہا ہے۔ انفاق فی سبیل کی تعریف میں وہ نہیں آتا۔ نہ ناموری کے لیے خرچ کر رہا اپنے ذاتی اثرات بڑھانے کے لیے خرچ کر رہا ہے۔ وہ حقیقت میں انفاق فی سبیل اللہ نہیں ہے جو چیز اس کو انفاق فی سبیل اللہ بناتی ہے اللہ کی یاد ہے تو معلوم ہوا کہ تمام نیکیوں کی جڑ جو ہے وہ اللہ کی یاد ہے اگر آدمی اللہ کی یاد سے خالی ہے تو اس کا کوئی عمل عمل نیکی نہیں اور جتنی زیادہ اللہ کی یاد ہوگی اتنا ہی زیادہ وہ عمل نیک ہوگا۔ خود نماز ہے نماز میں اگر آپ اللہ کی یاد نہیں رکھتے ہیں تو نماز لاشہ بے جان ہے اگر نماز اللہ کی خاطر نہیں پڑھ رہے تو وہ نماز نماز ہی نہیں۔ بظاہر پورا کا پورا عمل آپ نے نماز کا کیا لیکن حقیقت میں وہ نماز تو ہوگی اس وقت جب اس کی روح اللہ کی یاد ہوگی تو یہ چیز حضور ﷺ نے ذہن نشین کرانے کے لیے پہلے پوچھا کہ بتاؤں میں تمہیں نہ بتاؤں کہ وہ عمل کہ جو اصل میں تمام عملوں سے زیادہ بڑا عمل ہے تمام عملوں سے زیادہ بہتر عمل ہے جب لوگ متوجہ ہو گئے اور انہوں نے کہا کہ حضور فرمائیے کہ ایسا وہ کون سا عمل ہے جو شہادت سے بھی بلند درجے کا ہے اللہ کی راہ میں سونا چاندی لٹانے سے بھی زیادہ بلند درجے کا ہے تب حضور ﷺ نے یہ مختصر سا فقرہ فرمایا کہ ذکر اللہ، اللہ کا ذکر۔ اس سے حضور ﷺ کے طریق تعلیم کو سمجھنا چاہیے کہ آپ کا طریقہ لوگوں کو سمجھانے کا کیا تھا۔ سوال اس انداز سے کرتے تھے کہ لوگ پوری طرح سے متوجہ ہوں صحابہ کرامؓ کا قاعدہ یہ تھا کہ جب رسول اللہ ﷺ کوئی سوال کرتے تھے تو لوگ فوراً متوجہ ہو جاتے تھے کہ اب اس کے بعد کوئی بڑا عمل ہم کو دیا جانے والا ہے اور اس کے بعد حضور ﷺ وہ بات فرمایا کرتے تھے اور بالعموم مختصر بات فرمایا کرتے تھے تاکہ فوراً دل میں بیٹھ جائے وہ لمبی چوڑی بات نہیں ہوتی تھی بڑی مختصر بات ہوتی تھی تاکہ فوراً آدمی کے ذہن نشین ہو جائے۔

ریاض الجنہ یعنی جنت کے باغوں سے کیا مراد ہے

۴۸۔ ''ان باغوں سے کچھ پھول حاصل کرو اس سے کچھ کھاؤ پیو۔ لوگوں نے پوچھا کہ ریاض الجنہ سے کیا مراد ہے؟ آپؐ نے فرمایا'' کہ وہ حلقے جہاں اللہ کا ذکر کیا جا رہا ہے۔''

تخریج:〈۱〉 **حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ بْنِ عَبْدِ الْوَارِثِ، قَالَ: ثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ ثَابِتٍ هُوَ الْبُنَانِیُّ، ثَنِیْ اَبِیْ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: اِذَا مَرَرْتُمْ بِرِیَاضِ الْجَنَّةِ فَارْتَعُوْا، قَالُوْا: وَمَا رِیَاضُ الْجَنَّةِ؟ قَالَ: حِلَقُ الذِّکْرِ۔** (۱۹)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم جنت کے باغوں میں سے گزرو، تو ان باغوں سے چرو چگو۔ صحابہؓ نے پوچھا کہ ریاض الجنہ سے کیا مراد ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ''وہ حلقے جہاں اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جا رہا ہو۔''

ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے ایک غریب روایت بایں الفاظ بھی نقل کی ہے:

〈۲〉 **عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، اِذَا مَرَرْتُمْ بِرِیَاضِ الْجَنَّةِ، فَارْتَعُوْا قُلْتُ:**

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ مَا رِيَاضُ الْجَنَّةِ؟ قَالَ: اَلْمَسَاجِدُ. قُلْتُ: وَمَا الرَّتْعُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ۔(۲۰)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم جنت کے باغوں میں سے گزرو، تو ان باغوں سے چرو چگو۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ریاض الجنہ سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا: ''مساجد'' میں نے عرض کیا چرنے چگنے سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: ''سبحان اللّٰہ، والحمد للّٰہ و لاالہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر۔

تشریح: یعنی مطلب یہ ہے کہ دنیا میں جہاں بیٹھ کر اللہ کا ذکر کیا جارہا ہو جہاں قرآن پڑھا جارہا ہو قرآن کی تشریح کی جارہی ہو حدیث پڑھی جارہی ہو جہاں لوگوں کو خدا کی یاد دلائی جارہی ہو کوئی ایسی محفل ہو کہ جس کے اندر کسی نہ کسی طرح سے اللہ کا ذکر کیا جارہا ہے اللہ کی یاد کیے جارہے ہوں وہ گویا یہیں جنت کے باغ ہیں یہیں سے گویا جنت میں باغ لگانے کی تیاری کی جارہی ہے فرمایا کہ جب ایسے باغوں میں تم پہنچو تو کچھ نہ کچھ خود بھی حاصل کرو۔ ایسا نہ ہو کہ ایسے باغوں میں تم پہنچو تو تمہارے پلے کچھ نہ پڑے باغ تو وہاں لگے ہوئے ہیں پھل بھی ہیں پھول بھی ہیں مگر تمہارے پلے کچھ نہیں تو اس طرح کی محفلوں میں جب جاؤ تو کچھ فائدہ اٹھا کر جاؤ کچھ وہاں سے پھل پھول چن کر جاؤ۔

اللہ کی یاد سے خالی مجلس مردہ گدھے کی لاش ہے

۴۹۔ ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس طرح کی مجلسیں ایسی ہیں کہ جیسے کوئی دعوت تھی کہ جس کے اندر گدھے کی مری ہوئی لاش رکھی ہوئی تھی اور اس کے اوپر بیٹھے ہوئے وہ ریاضت کرتے رہے اور وہاں سے اٹھ کر چلے آئے۔''

تخریج:〈۱〉 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّازُ، ثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ زَكَرِيَّا، عَنْ سُهَيْلِ بْنِ اَبِىْ صَالِحٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، مَا مِنْ قَوْمٍ يَقُوْمُوْنَ مِنْ مَجْلِسٍ لَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ فِيْهِ اِلَّا قَامُوْا عَنْ مِثْلِ جِيْفَةِ حِمَارٍ وَ كَانَ لَهُمْ حَسْرَةً۔(۲۱)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا: ''کہ کچھ لوگ کسی مجلس میں بیٹھے ہوں اور اس مجلس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کیا جائے تو وہ اس مجلس سے ایسے کھڑے ہوں گے جیسے مرے ہوئے گدھے کی لاش سے اٹھ کر آئے ہوں یہ ان کے لیے حسرت کا موجب ہوگی۔

مستدرک نے مندرجہ ذیل الفاظ نقل کیے ہیں:

〈۲〉 مَا مِنْ قَوْمٍ جَلَسُوْا مَجْلِسًا وَ تَفَرَّقُوْا مِنْهُ لَمْ يَذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْهِ اِلَّا كَاَنَّمَا تَفَرَّقُوْا عَنْ جِيْفَةِ حِمَارٍ، وَ كَانَ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔(۲۲)

ترجمہ: کچھ لوگ کسی مجلس میں بیٹھیں اور اللہ کا ذکر کیے بغیر اس سے اٹھ کر چلے جائیں تو ان کی حالت ایسی ہے جیسے مرے ہوئے گدھے کی لاش سے اٹھ کر آئے ہوں۔ اور یہ مجلس قیامت کے روز ان کے لیے باعث حسرت و پشیمان ہوگی۔

مسند احمد کی عبارت یوں ہے:

﴿۳﴾ مَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فَتَفَرَّقُوْا عَنْ غَيْرِ ذِكْرِ اللّٰهِ اِلَّا كَأَنَّمَا تَفَرَّقُوْا عَنْ جِيفَةِ حِمَارٍ وَكَانَ ذٰلِكَ الْمَجْلِسُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً۔ (۲۳)

ترجمہ: کچھ لوگ ایک اجتماع گاہ میں اکٹھے ہوں اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کیے بغیر وہاں سے منتشر ہو گئے ہوں تو وہ اس مجلس سے ایسے کھڑے ہوئے جیسا کہ ایک مرے ہوئے گدھے کی لاش سے اٹھ کر آئے ہوں، یہ مجلس ان کے لیے باعث حسرت ہوگی۔

تشریح: ہمارے اس معاشرے میں بے شمار مجلسیں ہوتی ہیں۔ جلسے ہوتے ہیں تو بڑے بڑے مقررین جو مسلمانوں کے لیڈر تک ہوتے ہیں وہ اللہ کا نام لیے بغیر اپنی تقریریں شروع کرتے ہیں۔ حالاں کہ آپ کا ارشاد مسلم معاشرے کا امتیاز تھا کہ جب کلام شروع کرو تو اللہ کی حمد سے شروع کرو وہ امتیاز ہی رخصت ہو گیا۔ تقریریں سنیے تو ان میں سب کچھ ہوگا مگر اللہ کا نام اس کے دین کا ذکر اس کے رسول کا ذکر اس کے دین کی تعلیمات ان کا کوئی سوال ہی نہیں ہوتا۔ مجلسوں میں بیٹھیں گے بڑی بڑی مجلسیں جن میں بڑے بڑے قومی معاملات پر بحثیں کی جاتی ہیں ان کے اندر سب مسائل زیر بحث آئیں گے مگر نہ آئے گا تو یہ مسئلہ کہ بھئی آپ کا یہ ملک بنا کا ہے کے لیے تھا کیا تھا اس کا مقصد۔ نہ آئے گی تو یہی بات نہیں آئے گی کہ اس ملک کو اللہ کے دین کا گہوارہ بننا ہے دنیا بھر کے مسائل زیر بحث آئیں گے مگر خدا اور اس کا دین اور اس کے رسول کی تعلیمات یہی زیر بحث نہیں آئیں گی کاروبار میں بیٹھیں گے تو معلوم ہوگا کہ اس مجلس میں کوئی آدمی ایسا نہیں ہے جس کے دماغ میں یہ خیال ہو کہ کوئی خدا بھی ہے جس کے سامنے جانا ہے بالکل اپنے کاروبار میں غرق اور اس کے اندر خدا کے نام کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔ یہ بحث ہی پیدا نہیں ہوتی کہ یہ معاملات جو ہم کرنے جا رہے ہیں یہ خدا کی شریعت کی رو سے جائز بھی ہیں یا نہیں۔ مجلسیں گھنٹوں جمتی ہیں اور وہ خدا کے ذکر سے خالی ہوتی ہیں۔ اس نوعیت کی مجلسوں کے متعلق کہ گدھے کی لاش پر ریاضت کرتے ہوئے چلے آئے ایسی مجلسیں ان لوگوں کے لیے خدا کے ہاں حسرت کی موجب بنیں گی وہاں جا کر معلوم ہوگا وہاں جا کر ان کو اس بات پر پشیمانی لاحق ہوگی کہ ہم دنیا میں کیسی مجلسیں برپا کرتے ہوئے چلے آ رہے ہیں۔

۵۰- ”کسی محفل میں بیٹھتے اور بستر پر لیٹتے وقت اللہ کا ذکر نہ کرنا باعث حسرت ہے۔“

تخریج: ﴿۱﴾ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، ثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَنَّهُ قَالَ: مَنْ قَعَدَ مَقْعَدًا لَمْ يَذْكُرِ اللّٰهَ فِيهِ كَانَتْ عَلَيْهِ مِنَ اللّٰهِ تِرَةً، وَمَنِ اضْطَجَعَ مَضْجَعًا لَا يَذْكُرُ اللّٰهَ فِيهِ كَانَتْ عَلَيْهِ مِنَ اللّٰهِ تِرَةً۔ (۲۴)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص کسی محفل میں بیٹھا اور اللہ تعالیٰ کا ذکر اس نے نہیں کیا وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے لیے حسرت اور پشیمانی کا موقعہ ہے اور جو شخص کسی بستر پر لیٹا اور اللہ تعالیٰ کا ذکر اس نے نہیں کیا تو یہ لیٹنا بھی اس کے لیے اللہ کے ہاں ایک پشیمانی اور حسرت کا سبب بن گیا۔

مسند احمد ج ۲ ص ۴۶۳ اور ۴۹۵ پر بھی انہی سے مروی روایت ہے:

﴿۲﴾ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ، عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: مَا قَعَدَ قَوْمٌ مَقْعَدًا لَا یَذْکُرُوْنَ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ وَ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم اِلَّا کَانَ عَلَیْهِمْ حَسْرَةً یَوْمَ الْقِیَامَةِ۔ الخ (۲۵)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔ جو لوگ کسی محفل میں بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کرتے اور نبی ﷺ پر درود نہیں بھیجتے قیامت کے روز یہ ان کے خلاف حسرت و پشیمانی کا موجب ہوگی۔

مسند کے ص ۴۹۵ پر ان ہی سے مروی روایت ہے:

﴿۳﴾ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اِذَا قَعَدَ الْقَوْمُ فِی الْمَجْلِسِ ثُمَّ قَامُوْا وَلَمْ یَذْکُرُوا اللّٰهَ فِیْهِ کَانَتْ عَلَیْهِمْ فِیْهِ حَسْرَةً یَوْمَ الْقِیَامَةِ۔ (۲۶)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب لوگ محفل میں بیٹھیں اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کیے بغیر وہاں سے اٹھ کھڑے ہوں تو قیامت کے روز یہ ان کے لیے باعث حسرت و پشیمانی ہوگی۔

۵۱— ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے حضور ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ لَهُ الْمُلْکُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَ هُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاللّٰهُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔

(مسند احمد، بخاری بروایت عبادہ بن صامت)

تخریج: حَدَّثَنَا صَدَقَةُ، قَالَ: اَخْبَرَنَا الْوَلِیْدُ هُوَ ابْنُ مُسْلِمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْاَوْزَاعِیُّ، قَالَ: حَدَّثَنِیْ عُمَیْرُ بْنُ هَانِیءٍ، قَالَ: حَدَّثَنِیْ جُنَادَةُ بْنُ اَبِیْ اُمَیَّةَ، قَالَ: حَدَّثَنِیْ عُبَادَةُ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: مَنْ تَعَارَّ مِنَ اللَّیْلِ، فَقَالَ: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْکُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَ هُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ثُمَّ قَالَ: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ اَوْ دَعَا اسْتُجِیْبَ لَهٗ، فَاِنْ تَوَضَّاَ قُبِلَتْ صَلَاتُهٗ۔ (۲۷)

ترجمہ: عبادہ نے نبی ﷺ سے روایت بیان کی کہ آپؐ نے فرمایا جو شخص رات میں کسی وقت بیدار ہو تو وہ کہے **لا اله الا اللّٰه وحده لا شریک لهٗ له الملک و له الحمد و هو علی کل شیء قدیر۔ الحمد للّٰه و سبحان اللّٰه واللّٰه اکبر۔ ولا حول ولا قوة الا باللّٰه۔** اس کے بعد کہے اے اللہ مجھے بخش دے یا کوئی دعا مانگے تو وہ قبول کی جائے گی اور اگر باوضو ہو کر نماز ادا کرے تو اس کی نماز شرف قبولیت سے ہم کنار ہوگی۔

تشریح: حضور ﷺ نے اپنے اصحاب کو یہ تعلیم اور خود بھی اس پر عمل کیا کہ جب نیند سے بیدار ہوں تو یہ الفاظ کہا کریں۔

(تفہیم القرآن ج ۵، الطور حاشیہ: ۴۰)

اس کا مطلب یہ ہے کہ جہاں بیٹھو اللہ کا ذکر کرو جب بستر پر لیٹو اللہ کا ذکر کرتے ہوئے سوؤ اگر کوئی شخص نہ آرام لیتے وقت اللہ کا ذکر کرتا ہے نہ دنیا میں کہیں بیٹھ کر کسی مجلس میں کسی جگہ بیٹھ کر اللہ کا ذکر کرتا ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ آخرت میں جا کر اس کو حسرت اور پشیمانی لاحق ہوگی کہ میں اللہ کی طرف سے کس طرح غفلت کی زندگی بسر کر کے یہاں آیا ہوں۔ حسرت کا سبب بننا یہ اس میں معنی میں ہے کہ آخرت میں جا کر آدمی کو معلوم ہوگا کہ دنیا میں کتنے مواقع مجھے ایسے ملے تھے کہ جن میں اپنا انجام بہتر کر سکتا تھا لیکن سارے مواقع کو میں کھو کر آیا ہوں کہیں بیٹھا تھا تو اللہ کی یاد کیے بغیر بیٹھا تھا کہیں سویا تو اللہ کی یاد کے بغیر سویا۔

۵۲- ''اللہ کی یاد اور درود وسلام کے بغیر محفل موجب حسرت ہوگی۔''

تخریج:⟨۱⟩ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِیّ، نَا سُفْیَانُ، عَنْ صَالِحٍ مَوْلَی التَّوْاَمَةِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ، عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: مَا جَلَسَ قَوْمٌ مَجْلِسًا لَمْ یَذْكُرُوا اللّٰهَ وَلَمْ یُصَلُّوْا عَلٰی نَبِیِّهِمْ اِلَّا كَانَ عَلَیْهِمْ تِرَةً فَاِنْ شَآءَ عَذَّبَهُمْ وَ اِنْ شَآءَ غَفَرَلَهُمْ۔ (۲۸)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کبھی ایسا نہیں ہوتا کہ کچھ لوگ ایسی مجلس میں بیٹھے ہوں جس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کیا گیا ہو اور نہ انہوں نے اپنے نبی پر درود بھیجا ہو مگر وہ مجلس ان لوگوں کے لیے حسرت اور پشیمانی کا موجب ہوگی۔ اللہ چاہے تو ان کو معاف کر دے اور چاہے تو ان کو عذاب دے۔''

⟨۲⟩ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، حَدَّثَنِیْ اَبِیْ، حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ، عَنْ لَیْثٍ، قَالَ حَدَّثَنِیْ بُكَیْرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ سُلَیْمَانَ بْنِ یَسَارٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ، اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ: مَا جَلَسَ قَوْمٌ مَجْلِسًا لَمْ یَذْكُرُوا اللّٰهَ فِیْهِ وَلَمْ یُصَلُّوْا عَلٰی نَبِیِّهِمْ اِلَّا كَانَ عَلَیْهِمْ تِرَةً۔ (۲۹)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''کبھی ایسا نہیں ہوتا کہ کچھ لوگ کسی ایسی مجلس میں بیٹھے ہوں جس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کیا گیا ہو اور نہ انہوں نے اپنے نبی پر درود بھیجا ہو مگر وہ مجلس ان لوگوں کے لیے حسرت و پشیمانی کا موجب ہوگی۔''

⟨۳⟩ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، حَدَّثَنِیْ اَبِیْ، ثَنَا یَحْیٰی عَنِ ابْنِ اَبِیْ ذِئْبٍ، قَالَ: ثَنَا سَعِیْدُ بْنِ اَبِیْ سَعِیْدٍ، عَنْ اِسْحَاقَ، عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَا جَلَسَ قَوْمٌ مَجْلِسًا فَلَمْ یَذْكُرُوا اللّٰهَ فِیْهِ اِلَّا كَانَ عَلَیْهِمْ تِرَةً، وَمَا مِنْ رَجُلٍ مَشٰی طَرِیْقًا فَلَمْ یَذْكُرُ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ اِلَّا كَانَ عَلَیْهِ تِرَةً، وَمَا مِنْ رَجُلٍ اَوٰی اِلٰی فِرَاشِهٖ فَلَمْ یَذْكُرِ اللّٰهَ اِلَّا كَانَ عَلَیْهِ تِرَةً الخ۔ (۳۰)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ کچھ لوگ کسی ایسی مجلس میں بیٹھے ہوں جس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کیا ہو تو یہ مجلس ان کے لیے موجب نقصان ہوگی۔ الخ

﴿۴﴾ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِیْ مَجْلِسٍ فَتَفَرَّقُوْا وَلَمْ يَذْكُرُوا اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ وَلَمْ يُصَلُّوْا عَلَى النَّبِيِّ ﷺ اِلَّا كَانَ مَجْلِسُهُمْ تِرَةً عَلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ (۳۱)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کبھی ایسا نہیں ہوتا کہ کچھ لوگ کسی مجلس میں اکٹھے ہوئے ہوں پھر جدا ہوئے ہوں اور انہوں نے اس مجلس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کیا ہو اور نہ نبی ﷺ پر درود بھیجا ہو یہ مجلس ان کے لیے قیامت کے روز باعث پشیمانی ہوگی۔''

مستدرک میں حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بایں الفاظ بھی ایک روایت نقل کی ہے:

﴿۵﴾ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا جَلَسَ قَوْمٌ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ لَمْ يُصَلُّوْا عَلٰى نَبِيِّهِمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِلَّا كَانَ ذٰلِكَ الْمَجْلِسُ عَلَيْهِمْ تِرَةً وَلَا قَعَدَ قَوْمٌ لَمْ يَذْكُرُوا اللّٰهَ اِلَّا كَانَ ذٰلِكَ عَلَيْهِمْ تِرَةً۔ (۳۲)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ کچھ لوگ بیٹھے ہوں اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کا ذکر تو کیا ہو مگر اپنے نبی ﷺ پر درود نہ بھیجا ہو تو یہ مجلس ان کے لیے باعث حسرت و پشیمان ہوگی۔ اور ایسا بھی کبھی نہیں ہوا کہ کچھ لوگ بیٹھے ہوں اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کیا ہو تو ایسی مجلس بھی ان کے لیے باعث حسرت ہوگی۔''

تشریح: یعنی یہ بات موجب مواخذہ ہے کہ کوئی مجلس ہو اور اس میں اللہ کا ذکر نہ ہو کوئی مجلس ہو اور اس کے اندر یہ بات کبھی زیر بحث نہ آئے کہ رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کیا ہیں کوئی مجلس ہو اور اس میں رسول اللہ ﷺ کا نام آئے اور کسی کی زبان پر درود تک نہ نکلے تو اس طرح کی مجلسیں جو ہیں یہ حقیقت میں آدمی کے لیے خدا کے ہاں پشیمانی کی موجب ہوں گی اب یہ خدا کو اختیار ہے کہ ان پر مواخذہ کر کے عذاب دے یا درگزر فرمائے لیکن یہ ہے قابل مواخذہ جرم۔

۵۳– ''زبان سے نکلی ہوئی ہر بات کی جواب دہی۔''

تخریج: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَ غَيْرُ وَاحِدٍ، قَالُوْا: نَا مُحَمَّدُ بْنُ يَزِيْدَ بْنِ خُنَيْسٍ الْمَكِّيُّ، قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيْدَ بْنَ حَسَّانَ الْمَخْزُوْمِيَّ، قَالَ: حَدَّثَتْنِیْ اُمُّ صَالِحٍ، عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ، عَنْ اُمِّ حَبِيْبَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: كُلُّ كَلَامِ بْنِ آدَمَ عَلَيْهِ لَا لَهٗ اِلَّا اَمْرٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ نَهْیٌ عَنِ الْمُنْكَرِ اَوْ ذِكْرُ اللّٰهِ۔ (۳۳)

ترجمہ: حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ہر بات جو آدمی کی زبان سے نکلتی ہے اس کی اس کو جواب دہی کرنی ہوگی الا یہ کہ وہ بھلائی کا لوگوں کا حکم دے یا کسی برائی سے لوگوں کو روکے یا اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے۔''

تشریح: یہ تو خالص وہ چیز ہے کہ جو آدمی کے حق میں جاتی ہے باقی جتنی باتیں بھی آدمی کرتا ہے ان کی اس کو جواب دہی کرنا ہوگی یعنی ان کے بارے میں یہ دیکھا جائے گا یہ حق تھی کہ نہ تھی لیکن امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور اللہ تعالیٰ کا ذکر یہ تین چیزیں ایسی ہیں کہ جو سراسر آدمی کے حق میں جاتی ہیں اس کے اندر یہ سوال نہیں پیدا ہوتا کہ اس کی آدمی کو جواب دہی کرنی ہے اس پر مواخذہ کرنا ہے اس پر پوچھا جانا ہے کہ تو نے اپنی زبان ٹھیک طور پر استعمال کی تھی کہ نہ کی تھی اور تمام باتوں میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے لیکن امر بالمعروف ونہی المنکر اور ذکر اللہ یہ تین چیزیں ایسی ہیں کہ جن کے بارے میں یہ سوال نہیں پیدا ہوتا کہ یہ حق تھیں یا نہ تھیں یہ تو ہیں ہی سراسر حق یہ پوری پوری آدمی کے لیے نافع ہیں۔

ذکر الٰہی کے علاوہ کثرتِ گفتگو قساوتِ قلبی کا موجب ہے

۵۴- ”آدمی کے دل میں نرمی اگر پیدا ہوتی ہے تو اللہ کی یاد اور اس کے ذکر سے ہوتی ہے۔“

تخریج:〈۱〉 حَدَّثَنَا اَبُوْ عَبْدِ اللّٰہِ مُحَمَّدُ بْنُ اَبِی الثَّلْجِ الْبَغْدَادِیُّ صَاحِبُ اَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ، ثَنَا عَلِیُّ بْنُ حَفْصٍ، نَا اِبْرَاھِیْمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ حَاطِبٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ دِیْنَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ، لَا تُکْثِرُ الْکَلَامِ بِغَیْرِ ذِکْرِ اللّٰہِ، فَاِنَّ کَثْرَۃَ الْکَلَامِ بِغَیْرِ ذِکْرِ اللّٰہِ قَسْوَۃٌ لِلْقَلْبِ وَ اِنَّ اَبْعَدَ النَّاسِ مِنَ اللّٰہِ الْقَلْبُ الْقَاسِیُّ۔ (۳۴)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ کے ذکر کے بغیر بہت زیادہ باتیں نہ کیا کرو کیوں کہ ذکر اللہ کے بغیر کثرتِ کلام دل کو سخت کرنے والی بات ہے اور اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ دور وہ آدمی ہے جس کا دل سخت ہے۔“

مؤطا امام مالک میں مروی روایت ہے:

〈۲〉 حَدَّثَنِیْ مَالِکٌ اَنَّہٗ بَلَغَہٗ اَنَّ عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ کَانَ یَقُوْلُ: لَا تُکْثِرُوْا الْکَلَامَ بِغَیْرِ ذِکْرِ اللّٰہِ فَتَقْسُوَ قُلُوْبُکُمْ، فَاِنَّ الْقَلْبَ الْقَاسِیَّ بَعِیْدٌ مِنَ اللّٰہِ وَ لٰکِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ وَلَا تَنْظُرُوْا فِیْ ذُنُوْبِ النَّاسِ کَاَنَّکُمْ اَرْبَابٌ، وَانْظُرُوْا فِیْ ذُنُوْبِکُمْ کَاَنَّکُمْ عَبِیْدٌ۔ الخ (۳۵)

ترجمہ: امام مالکؒ کہتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت عیسیٰؑ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے بغیر بہت زیادہ باتیں نہ کیا کرو کیوں کہ ذکر اللہ کے بغیر کثرتِ کلام دل کو سخت کر دینے والی بات ہے اور اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ دور وہ آدمی ہے جس کا دل سخت ہے لیکن تمہیں اس کی خبر نہیں۔ اور لوگوں کے گناہوں کو آقاؤں کی طرح نہ دیکھو بلکہ اپنے گناہوں کو غلاموں کی طرح دیکھو۔

تشریح: اگر ایک آدمی کا دل اللہ کے ذکر سے خالی ہے تو جتنی زیادہ وہ باتیں بنائے گا اتنا ہی زیادہ اس کا دل اور سخت ہوتا چلا جائے گا اور دل کا سخت ہونا یہی چیز آدمی کو اللہ سے دور کرنے والی ہے جتنا زیادہ آدمی کا دل سخت ہوگا اتنا ہی زیادہ وہ خدا سے دور ہوگا۔

۵۵۔ ’’بہترین مال ذکر الٰہی ہے۔‘‘

تخریج:〈۱〉 حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَیْدٍ، نَا عُبَیْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰی، عَنْ اِسْرَائِیْلَ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِی الْجَعْدِ، عَنْ ثَوْبَانَ، قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ وَالَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ، قَالَ کُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِیْ بَعْضِ اَسْفَارِهٖ، فَقَالَ بَعْضُ اَصْحَابِهٖ: اُنْزِلَتْ فِی الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ، لَوْ عَلِمْنَا اَیُّ الْمَالِ خَیْرٌ؟ فَنَتَّخِذَهٗ، فَقَالَ اَفْضَلُهٗ لِسَانٌ ذَاکِرٌ وَ قَلْبٌ شَاکِرٌ وَ زَوْجَةٌ مُؤْمِنَةٌ تُعِیْنُهٗ عَلٰی اِیْمَانِهٖ۔

سَأَلْتُ مُحَمَّدَ بْنَ اِسْمَاعِیْلَ، فَقُلْتُ لَهٗ: سَالِمُ بْنُ اَبِی الْجَعْدِ سَمِعَ مِنْ ثَوْبَانَ، فَقَالَ لَا، قُلْتُ لَهٗ: مِمَّنْ سَمِعَ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ ﷺ، فَقَالَ: سَمِعَ مِنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ وَ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ ذَکَرَ غَیْرَ وَاحِدٍ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ ﷺ۔ (۳۶)

ترجمہ: حضرت ثوبان کہتے ہیں کہ جب آیت والذین یکنزون الذهب والفضة (توبہ:۳۴) نازل ہوئی تو اس وقت ہم ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے یعنی دوران سفر یہ آیت نازل ہوئی۔ آپؐ کے بعض صحابہ نے عرض کیا حضورؐ سونے اور چاندی کے متعلق تو یہ آیت نازل ہوئی ہے کاش ہمیں یہ معلوم ہوتا کہ وہ کون سا مال ہے کہ جس کا جمع کرنا زیادہ بہتر ہے تو ہم اس کو جمع کریں۔ آپؐ نے فرمایا ’’کہ بہترین مال اللہ کا ذکر کرنے والی زبان، شکر گزار دل اور مومنہ بیوی ہے۔ جو آدمی کو ایمان کی زندگی بسر کرنے میں مدد دے۔‘‘

〈۲〉 عَنْ ثَوْبَانَ، قَالَ: لَمَّا نَزَلَ فِی الْفِضَّةِ وَالذَّهَبِ مَا نَزَلَ، قَالُوْا: فَاَیُّ الْمَالِ نَتَّخِذُ؟ قَالَ عُمَرُ: فَاَنَا اَعْلَمُ لَکُمْ ذٰلِکَ فَاَوْضَعَ عَلٰی بَعِیْرِهٖ، فَاَدْرَکَ النَّبِیَّ ﷺ وَ اَنَا فِیْ اَثَرِهٖ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اَیُّ الْمَالِ نَتَّخِذُ؟ فَقَالَ لِیَتَّخِذْ اَحَدُکُمْ قَلْبًا شَاکِرًا، وَ لِسَانًا ذَاکِرًا، وَ زَوْجَةً مُؤْمِنَةً تُعِیْنُ اَحَدَکُمْ عَلٰی اَمْرِ الْاٰخِرَةِ۔ (۳۷)

ترجمہ: حضرت ثوبان سے مروی ہے کہ جب سونے چاندی کے بارے میں جو کچھ نازل ہونا تھا وہ ہو چکا تو صحابہ نے عرض کیا کہ کون سا وہ مال ہے جسے ہم جمع کریں۔ تو حضرت عمرؓ بولے مجھے اس بارے میں تمہارے لیے منافع بخش چیز کا زیادہ علم ہے یہ کہہ کر اپنی سواری کو سرپٹ دوڑایا اور نبی ﷺ کو جالیا۔ میں ان کے پیچھے پیچھے تھا۔ جاتے ہی عرض کیا یا رسول اللہؐ کون سا وہ مال ہے جسے ہم جمع کریں؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے ہر ایک کو چاہیے کہ وہ اپنے دل کو شکر گزار بنائے اور زبان کو یاد کرنے والی بنائے اور مومنہ بیوی حاصل کرے جو تمہارے آخرت کے معاملہ میں مدد کرے۔

تشریح: یہ تین مال ہیں جو تمہارے لیے بہترین اور صالح ہیں لسان ذاکر یعنی اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والی زبان جس کو حاصل ہے اس کو بہت بڑا مال حاصل ہے دوسرے قلب شاکر جو کچھ خدا نے دیا ہے اس کا شکر کرنے والا دل آدمی بجائے

اس کے کہ اس کو جو کچھ خدا نے دیا ہے اس پر شکر نہ کرے اور جو کچھ نہیں دیا اس کے پیچھے دوڑتا پھرے اس سے بہتر یہ ہے کہ آدمی قلب شاکر رکھتا ہو اللہ نے جو کچھ دیا ہے شکر ادا کرے اور اس کے بعد جو کچھ بھی آدمی کے پاس اوقات بچتے ہیں جو کچھ بھی آدمی کے پاس اس کے مال میں سے بچتا ہے اس کو دنیا میں نیکیاں کمانے کے لیے صرف کرے بجائے اس کے کہ آدمی ہر وقت تکاثر میں مبتلا رہے کہ اور زیادہ سمیٹوں اور زیادہ سمیٹوں اس کے بجائے جو اللہ نے دیا ہے شکر کرے۔ اگر اللہ نے کروڑ دیا ہے تو شکر کرے دو پیسے دیئے ہیں تو شکر کرے۔ اور تیسرے وہ بیوی خدا کی سب سے بڑی نعمت ہے جو آدمی کو ایمانی زندگی بسر کرنے میں مدد دیتی ہے۔ ایک بیوی وہ ہے کہ جو آدمی کے پیچھے اس بات کے لیے پڑی ہوتی ہے کہ مجھے زیور چاہیے مجھے موٹر چاہیے مجھے عیش کی زندگی چاہیے اور چاہے تم حرام کا کما کر لاؤ چاہے حلال کا کما کر لاؤ اس سے بحث نہیں۔ ایسی بیوی ایک مومن کے لیے حقیقت میں عذاب ہے چاہے وہ حور کی مانند ہو۔ ایسی بیوی بڑی نعمت ہے کہ جو ایمان کی زندگی بسر کرنے میں اس کے لیے مددگار ہو جو ایسی نہ ہو کہ ادھر تو اس کا شوہر نیکی کمانے کی فکر میں لگا ہوا اور ادھر اس کی بیوی جو ہے وہ اس کی زندگی کو عذاب بنائے ہوئے ہے کہ یہ تو کیا بلا مول لے رکھی ہے تو اس وجہ سے اس کا ایمانی زندگی میں مددگار ہونا یہ بہت بڑا مال ہے جو آدمی کو حاصل ہے۔

نوافل ذریعۂ تقرب الٰہی

۵۶۔ ''ارشاد باری تعالیٰ کا معنی یہ ہے کہ جن چیزوں کے ذریعے سے بندہ میرا تقرب حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے ان میں سب سے بڑھ کر محبوب مجھے فرائض ہیں جو میں نے اس پر عائد کر دیئے اور نوافل کے ذریعے سے میرا بندہ برابر مجھ سے قریب ہوتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔''

تخریج: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شَرِيْکُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ نَمِرٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم، اِنَّ اللّٰهَ قَالَ: مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِيًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ وَمَا تَقَرَّبَ اِلَیَّ عَبْدِیْ بِشَیْءٍ اَحَبَّ اِلَیَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ، وَلَا يَزَالُ عَبْدِیْ يَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اَحْبَبْتُهٗ فَكُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِیْ يَسْمَعُ بِهٖ، وَ بَصَرَهُ الَّذِیْ يُبْصِرُ بِهٖ، وَ يَدَهُ الَّتِیْ يَبْطِشُ بِهَا، وَ رِجْلَهُ الَّتِیْ يَمْشِیْ بِهَا، وَ اِنْ سَاَلَنِیْ لَاُعْطِيَنَّهٗ وَ لَئِنْ اسْتَعَاذَنِیْ لَاُعِيْذَنَّهٗ وَمَا تَرَدَّدْتُ عَنْ شَیْءٍ اَنَا فَاعِلُهٗ تَرَدُّدِیْ عَنْ نَفْسِ الْمُؤْمِنِ يَكْرَهُ الْمَوْتَ وَ اَنَا اَكْرَهُ مَسَاءَ تَهٗ۔ (۳۸)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جس نے میرے کسی دوست سے دشمنی کی میری طرف سے اس کو اعلان جنگ ہے اور مجھے اپنے بندے کی محبوب ترین چیز اس کا وہ فعل ہے جو میں نے اس کے اوپر فرض کیا ہے۔ اور نوافل کے ذریعہ سے میرا بندہ برابر مجھ سے قریب ہوتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں تو نوبت یہ آجاتی ہے کہ میں ہی اس کی سماعت بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور میں ہی اس کی بینائی بن

جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور میں ہی اس کا وہ ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ مارتا ہے یا پکڑتا ہے اور میں ہی اس کا وہ پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ وہ مجھ سے مانگے گا تو میں اس کو دوں گا اور مجھ سے پناہ مانگے گا تو میں اس کو پناہ دوں گا۔ اور کوئی کام کرتے ہوئے مجھے کوئی تردد نہیں ہوتا مگر مومن کو موت دیتے ہوئے جب کہ موت سے اس کو تکلیف ہو رہی ہو اس کو تکلیف دینا میں پسند نہیں کرتا۔

تشریح: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ایک حدیث قدسی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جس نے میرے کسی دوست سے دشمنی کی میری طرف سے اس کو اعلان جنگ ہے یہ پہلی بات فرمائی۔ ولی سے کیا مراد ہے؟ یہ سمجھ لیجیے اس غلط فہمی میں نہ رہیے کہ ولی کے معنی کسی صاحب کرامت ہستی کے ہوتے ہیں۔ ولی بس وہ ہے کہ جو آپ کے دل کی بات آپ کو بتا دے اور ہوا پر اڑے۔ اور کوئی کام فطری طریقے سے اس کا ہوتا ہی نہ ہو۔ ہر وقت اس سے کرامتیں صادر ہوتی رہیں۔ یہ معنی ولی کے نہیں ہیں قرآن مجید کو آپ پڑھیے تو معلوم ہوتا ہے کہ ایک مخلص مومن جو اللہ تعالیٰ کی ٹھیک ٹھیک بندگی کرتا ہے اور صالح زندگی بسر کرتا ہو وہ خدا کا ولی ہے ہر صالح آدمی جو اخلاص کے ساتھ مومن ہے اور پاک زندگی بسر کرتا ہے وہ ولی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کے ارشاد ''کہ جو شخص میرے کسی ولی کے ساتھ دشمنی کرے میری طرف سے اعلان جنگ ہے'' کا مطلب یہ ہے کہ میرے دوست کا دشمن میرا دشمن ہے۔ سیدھے الفاظ میں وہ محض میرے دوست کا دشمن نہیں ہے بلکہ میرے ساتھ دشمنی ہے۔

اللہ کے ولی کے ساتھ دشمنی کی دو شکلیں ہیں۔ ایک شکل یہ ہے کہ ایک آدمی اس کے دین اور اس کے فلاح اور اس کی پاکیزگی کی وجہ سے اس کا دشمن ہے۔ اس وجہ سے اس کا دشمن ہے کہ یہ کم بخت سچا مومن کیوں ہے یہ صالح زندگی کیوں بسر کرتا ہے یہ تقویٰ سے کیوں کام لیتا ہے۔ یہ میری خاطر جھوٹی شہادت دینے کیوں نہیں جا رہا۔ یہ میری خاطر بے ایمانی کیوں نہیں کرتا۔ یہ میری سازشوں میں کیوں نہیں شریک ہوتا۔ جس جس طرح سے میں اپنا ایمان بیچتا ہوں یہ بھی کیوں نہیں بیچتا۔ ایک تو ہے دشمنی اس بنا پر یعنی اس کے ایمان اس کے فلاح اور تقویٰ کی بنا پر اس سے دشمنی۔ دوسری شکل اس کے ساتھ دشمنی کی یہ ہو سکتی ہے کہ آدمی کے حقوق مارنا چاہتا ہے اس وجہ سے اس کا دشمن ہو گیا اس کو اپنی ذاتی اغراض کے لیے تکلیف دینا چاہتا ہے دونوں شکلوں میں جو شخص بھی اللہ کے کسی دوست کے ساتھ یعنی ایک سچے اور صالح مسلمان کے ساتھ دشمنی کرتا ہے تو وہ دشمنی صرف اس شخص سے ہی نہیں کرتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دشمنی کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کو اعلان جنگ ہے یہ اصولی اور سیدھی بات ہے کہ آپ اگر کسی کے واقعی مخلص دوست ہیں تو جو آپ کے دوست کا دشمن ہے اس سے آپ کی بھی دشمنی ہے اور مجھے اگر کوئی چیز محبوب ہے تو میرے بندے کا وہ فعل ہے جو میں نے اس کے اوپر فرض کیا ہے اس سے زیادہ میرے ساتھ تقرب کا ذریعہ اور کوئی نہیں۔ یعنی بندہ میرے ساتھ تقرب حاصل کرنے کے لیے جتنے نیک کام کرتا ہے ان میں سب سے زیادہ محبوب مجھے وہ کام ہیں کہ جو میں نے اس پر فرض کر دیئے ہیں۔ اب یہاں بعض لوگ غلطی سے فرض کو محض فرض نماز کے معنی میں لے لیتے ہیں حالاں کہ فرض نماز بھی ان فرائض میں سے ہے جو اللہ تعالیٰ نے کسی کے اوپر لازم کیے ہیں۔ روزہ بھی فرض ہے حج بھی فرض ہے زکوٰۃ بھی فرض ہے۔ اسی طرح اور جو فرائض اللہ تعالیٰ نے انسان پر عائد کیے ہیں ہر وہ چیز جس کا اللہ

نے حکم دیا ہے کہ تم یہ کرو وہ فرض ہے، تو جن چیزوں کو میں نے آدمی کے اوپر فرض کر دیا ہے ان سے بڑھ کر مجھ سے قریب ہونے کا ذریعہ اور کوئی نہیں۔ یعنی آپ نوافل کتنے ہی چاہے ادا کرتے رہیں لیکن فرائض سے اگر آپ غافل ہیں تو اللہ سے قرب کا امکان نہیں۔ تو گویا پہلی چیز فرائض ہے اگر بندہ فرائض ہی نہ ادا کر رہا ہو تو پھر اللہ تعالیٰ سے نوافل کے ساتھ تقرب کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ مجھے سب سے زیادہ محبوب فرائض ہیں۔ ظاہر بات ہے اگر فرائض سب سے اہم نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ ان کو فرض کیسے کرتا اور جو بندہ فرض ادا نہیں کر رہا ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ اس کے اندر حقیقت میں بندگی موجود نہیں ہے اگر نوافل ادا کر رہا ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ اپنی مرضی کا بندہ ہے اگر خدا کا بندہ ہوتا تو جس چیز کو اس نے فرض کیا ہے اس کو پہلے ادا کرتا ارشاد باری تعالیٰ کا معنی یہ ہے کہ جن چیزوں کے ذریعے سے بندہ میرا تقرب حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے ان میں سب سے بڑھ کر محبوب مجھے فرائض ہیں جو میں نے اس پر عائد کر دیئے اور نوافل کے ذریعے سے میرا بندہ برابر مجھ سے قریب ہوتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔

نوافل کو بھی لوگ غلطی سے صرف نفل نمازوں کے معنی میں لیتے ہیں اور عام طور پر قرب نوافل کا مفہوم بھی یہ لیا جاتا ہے کہ نفل نمازیں پڑھ کر قرب حاصل کرنا۔ حالاں کہ نوافل اصل میں ان تمام نیکیوں کو کہتے ہیں جو فرض سے زائد ہیں اور بندہ اپنی رضا مندی اور رضا و رغبت سے خود کرے مثلاً ایک ہے زکوٰۃ جو آپ پر فرض ہے۔ وہ آپ باقاعدگی سے نکال دیتے ہیں۔ فرض ادا کر دیا۔ اس کے بعد اگر کوئی دین کے کام کے لیے ضرورت پیش آئے یا مصیبت زدہ بندہ آپ کے سامنے آجائے، کوئی حاجت مند ہو کوئی رشتے دار غریب ہو یا کوئی محلے کا آدمی غریب ہو کوئی مصیبت زدہ ہو اور اس وقت بھی آپ اپنا روپیہ نکال کر اس کو دے دیں۔ تو یہ نوافل ہیں فرض آپ ادا کر چکے زکوٰۃ آپ نے دے دی اس کے بعد آپ جو بھی خیرات کریں گے سب نوافل ہیں فرض روزے رمضان میں ادا کر لیے اس کے بعد جو روزے بھی آپ رکھیں گے سب نوافل ہیں تو فرمایا گیا فرض تو وہ چیز ہے جو مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے اسی لیے میں نے ان کو فرض کیا ان کو اس کے بعد بندہ جب اپنی رضا و رغبت سے فرض سے زائد نیکی کرتا ہے تو جتنی وہ نیکی کرتا جاتا ہے مجھ سے قریب ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ میرا محبوب بن جاتا ہے۔

پھر فرمایا کہ جب میں اس کو محبوب بنا لیتا ہوں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں تو نوبت یہ آجاتی ہے کہ میں ہی اس کی سماعت بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور میں ہی اس کی بینائی بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور میں ہی اس کا وہ ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ مارتا ہے کسی کو یا کسی کے اوپر ضرب لگتا ہے اور میں ہی اس کا وہ پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے کیا مطلب ہے اس کا؟ یہ وہی چیز ہے جس کے لیے صوفیا فنافی اللہ کا لفظ استعمال کرتے ہیں یعنی اس کا مطلب یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اتنا گہرا جذبہ اور اتنا قوی جذبہ اس آدمی کے دل میں پیدا ہو جاتا ہے کہ جتنی جتنی چیزوں کو بھی اللہ پسند کرتا ہے جن نیکیوں کو وہ بغیر اس کے کہ فرض ہوں اپنے دل کی رضا و رغبت سے نیکیاں کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ سے اس کا تعلق ایسا گہرا ہو جاتا ہے کہ اب اس کے بعد اللہ ہی اس کی سماعت اور اللہ ہی اس کی بینائی بن جاتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس کے بعد اس کے کان وہی چیزیں سنتے ہیں جو میں چاہتا ہوں کہ وہ سنیں۔ کوئی ایسی چیز جو مجھے ناپسند

ہے اس کے کان وہ سننے کے لیے تیار نہیں۔ مجھے گانا ناپسند ہے تو وہ گانا سننے نہیں جائے گا۔ مجھے گالیاں ناپسند ہیں وہ گالیاں رغبت سے نہیں سنے گا۔ اگر گالی کان میں پڑ بھی جائے گی تو اس کے دل میں اس قدر شدید نفرت اس بات کے لیے پیدا ہوگی کہ یہ کیا میرے کان میں پڑ رہا ہے تو اس کو وہی چیز پسند ہوگی جو مجھے پسند ہے وہی سننا پسند کرے گا جو مجھے پسند ہیں جو چیز مجھے ناپسند ہے اس کو سننا وہ پسند نہیں کرے گا اسی طرح سے میں بینائی بن جاؤں گا یعنی میری نگاہوں سے وہ ہر چیز دیکھے گا۔ میری نگاہ میں اگر کوئی چیز بری ہے تو اس کی نگاہ میں بھی وہ بری ہوگی۔ میری نگاہ میں کوئی چیز اچھی ہے تو اس کی نگاہ میں بھی وہ اچھی ہے اور جس آدمی کو وہ چیز مرغوب ہے جو اللہ کو ناپسند ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ اس کی اللہ تعالیٰ سے ضد ہے جسے اللہ پسند کرتا ہے وہ اسے ناپسند کرتا ہے۔ جسے اللہ ناپسند کرتا ہے اسے وہ ناپسند ہے۔ اس کے برعکس جو اللہ کو ناپسند ہے وہ اسے پسند ہے جو اللہ کو ناپسند ہے وہ اسے ناپسند ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ اس کی نگاہ اور اللہ کی نگاہ یکساں نہیں ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ میں ہی اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ ضرب لگا رہا ہے دوسرے الفاظ میں مطلب یہ ہے کہ جب وہ لڑے گا تو حق کے لیے لڑے گا اس وقت اس کا ہاتھ نہیں مار رہا ہوگا میرا ہاتھ مار رہا ہوگا اور میں ہی اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے یعنی جب بھی وہ چلے گا راہِ حق میں چلے گا۔ یہ ممکن نہیں کہ اس کا قدم کبھی راہِ باطل میں اٹھ جائے۔ کیوں کہ اب اس کے قدم جو ہیں وہ میرے قدم ہیں اب وہ اسی راستے میں چلے گا جو مجھے پسند ہے۔ وہ چلے گا تو راہِ حق میں چلے گا لڑے گا تو راہِ حق میں لڑے گا دیکھے گا تو حق کی نگاہ سے دیکھے گا سنے گا تو حق سنے گا باطل نہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ وہ مجھ سے مانگے گا تو میں اس کو دوں گا اور مجھ سے پناہ مانگے گا تو میں اس کو پناہ دوں گا پھر فرمایا کہ اور کوئی کام کرتے ہوئے مجھے تردد نہیں ہوتا مگر مومن کو موت دیتے ہوئے جب کہ موت سے اس کو تکلیف ہو رہی ہو۔ میں اس کو تکلیف دینا پسند نہیں کرتا مگر موت دیئے بغیر چارہ نہیں۔ چوں کہ اس دنیا میں انسان کو جو پیدا کیا گیا ہے وہ ہمیشہ کی زندگی کے لیے پیدا نہیں کیا گیا اور اس مومن کے لیے ہمیشہ کی زندگی چوں کہ آخرت میں ہے اور وہاں اس کا لے جانا ضروری ہے اس وجہ سے موت تو میں دیتا ہوں مگر مجھے اپنے مومن بندے کو تکلیف دینا پسند نہیں۔ اس لیے کوئی کام ایسا نہیں جس کے کرنے میں مجھے تردد ہو مگر مومن کو موت دیتے ہوئے مجھے تردد ہے یہ گویا اللہ تعالیٰ کی محبت کی انتہا ہے جو ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے ان میں یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے قریب ہونے کے ذرائع کیا ہیں اور قریب ہونے کے ذرائع کو جس جس طرح سے وہ استعمال کرتا ہے تو قرب کی نوبت پہنچتی ہے اور جب بندہ اللہ تعالیٰ کا محبوب ہو جاتا ہے تو پھر اس کی کیفیت کیا ہوتی ہے۔

ہر نیکی کا دس گنا اجر

۵۷۔ ’’جو نیکی لے کر آئے گا اس کو دس گنا اجر دیا جائے گا اور میں اس سے بھی زیادہ دوں گا۔‘‘

تخریج: حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ، نَا وَكِیْعٌ، نَا الْاَعْمَشُ عَنِ الْمَعْرُوْرِ بْنِ سُوَیْدٍ، عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ (مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا) وَ اَزِیْدُ، وَ مَنْ جَآءَ بِالسَّیِّئَةِ فَجَزَاءُهٗ سَیِّئَةٌ مِثْلُهَا اَوْ اَغْفِرُ، وَ مَنْ تَقَرَّبَ مِنِّیْ شِبْرًا

تَقَرَّبْتُ مِنهُ ذِرَاعًا، وَ مَنْ تَقَرَّبَ مِنِّی ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ مِنهُ بَاعًا، وَ مَنْ اَتَانِی یَمْشِی اَتَیْتُهُ هَرْوَلَةً، وَ مَنْ لَقِیَنِی بِقُرَابِ الْاَرْضِ خَطِیْئَةً لَا یُشْرِکُ بِی شَیْئًا لَقِیْتُهُ بِمِثْلِهَا مَغْفِرَةً۔ (۳۹)

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جو شخص نیکی لے کر آئے گا اس کو اس سے دس گنا اجر دیا جائے گا اور میں اور بھی زیادہ دوں گا اور جو شخص بدی لے کر آئے گا تو بدی کی سزا اتنی ہے جتنی بدی اس نے کی ہے یا میں معاف کر دوں گا۔ اگر کوئی شخص مجھ سے بالشت بھر قریب ہوتا ہے تو میں ہاتھ بھر اس کے قریب ہوتا ہوں اور جو ہاتھ بھر مجھ سے قریب ہونے کی کوشش کرتا ہے تو میں اس کے قریب ہوتا ہوں پورا ہاتھ یعنی شانے تک۔ جو میری طرف چلتا ہوا آتا ہے میں اس کی طرف دوڑ کر جاتا ہوں۔ جو مجھ سے زمین بھر گناہوں کے ساتھ ملتا ہے بشرطے کہ اس نے شرک نہ کیا ہو تو میں اتنی ہی مغفرت کے ساتھ اس سے ملوں گا۔

تشریح: نیکی اور بدی کے معاملے میں اللہ تعالیٰ کا قانون مختلف ہے نیکی کے معاملے میں اللہ تعالیٰ کا قانون یہ ہے کہ آدمی کو جتنی نیکی اس نے کی ہے صرف اتنی ہی جزا نہیں دی جائے گی بلکہ اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے بڑھا کر اس کو دے گا۔ اللہ تعالیٰ فیاض ہے اور اس کے ہاں نعمتوں کی کمی نہیں ہے۔ اس کی برکت لامتناہی ہے۔ جو آدمی نیکی کرتا ہے اس کی نیکی کا اجر صرف اتنا ہی نہیں دیا جاتا جتنی اس نے نیکی کی بلکہ اس لحاظ سے اس کو اور زیادہ اجر دیا جاتا ہے کہ اس نے اس رب کی خاطر نیکی کی جس کو اس نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ ان طاقتوں کے مقابلے میں نیکی کی جن کو وہ دیکھ رہا تھا پولس کو دیکھ رہا تھا، حکومتوں کے نظام کو دیکھ رہا تھا دولت مندوں کو دیکھ رہا تھا، غنڈوں اور بدمعاشوں کو۔ غرض ہر چیز دنیا میں جو برائی کی طرف لے جانے والی تھی وہ سب تو اس کو نظر آ رہی تھیں مگر اپنے رب کو اس نے نہیں دیکھا تھا۔ اس کو اس نے عقل سے اور دل سے پہچانا تھا۔ آنکھوں سے نہیں دیکھا تھا۔ تو جو مادی طاقتیں اس کو برائی کی طرف بلانے والی تھیں ان مادی طاقتوں کی طرف اس نے پروا نہیں کی اور ان دیکھی طاقت پر یقین کر کے اس نے نیکی کی ہے تو اس وجہ سے وہ صرف نیکی کے برابر اجر کا مستحق نہیں ہے بلکہ کئی گنا زیادہ بڑھ کر اجر کا مستحق ہے۔ اب اس کے اندر جتنا زیادہ خلوص ہوگا اتنا زیادہ اجر دیا جائے گا کوئی حد اس کی نہیں ہے اس وجہ سے فرمایا کہ کم سے کم اس کا جو اجر ہے وہ تو دس گنا ہے جتنی نیکی اس نے کی ہے اور میں اس سے بھی زیادہ دیتا ہوں اور اب جو اس سے زیادہ دیتا ہے وہ ان حالات پر موقوف ہے کہ وہ آدمی خود کن حالات میں تھا فرض کیجیے خود تنگ دست تھا۔ خود تکلیف میں تھا اس حالت میں اس نے نکال کر اللہ کی راہ میں دیا تو ظاہر بات ہے چاہے اس کے پانچ پیسے ہوں جو اس نے نکال کر دیئے ہیں لیکن وہ ایک کروڑ پتی کی بخشش سے زیادہ قیمتی ہے کیوں کہ اس نے اپنی تنگ حالی اور تنگ دستی میں دیئے کن حالات میں دیا ہے کس جذبے کے ساتھ دیا ہے کتنا خلوص اس کے اندر تھا۔ کس قدر ریا سے پاک ہو کر اس نے دیا ہے اس مزید اضافی پر ان چیزوں کا انحصار ہے۔ اب جتنے خلوص کے ساتھ، جتنے زیادہ سخت حالات میں کسی نے نیکی کا کام کیا ہے اتنا ہی زیادہ اضافہ اس کے اجر میں کیا جائے گا اور اس کی کوئی حد بیان نہیں کی گئی۔

یہاں تک کہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ کوئی آدمی ایک کھجور اگر اللہ کی راہ میں دے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو اتنا بڑھائے

گا کہ وہ احد پہاڑ کے برابر ہو جائے گا۔ ایک کھجور اور احد پہاڑ کے درمیان کیا نسبت ہے؟ تو معلوم ہوا کہ اجر دینے کے معاملے میں کوئی حد نہیں ہے جتنا چاہے اللہ تعالیٰ دے اور اس پر کسی کو اعتراض کرنے کا حق نہیں ہے اس لیے کہ ہماری جیب سے تو نہیں جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے پاس سے دے رہا ہے۔ اس کے برعکس بدی کے معاملے میں اللہ تعالیٰ کا جو قانون ہے وہ ان الفاظ میں فرمایا وَ مَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَجَزَآءُهٗ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَآ اَوْ اَغْفِرُ۔ کہ جو برائی لے کر آئے تو اس کے معاملے میں دو شکلوں میں سے کوئی ایک چیز پیش آئے گی تو اتنی سزا دی جائے گی تو اتنی سزا جتنی برائی کی یا معاف کر دیا جائے گا۔ یعنی اللہ تعالیٰ اس بات کا بھی پابند نہیں ہے کہ ضرور ہر اس آدمی کو سزا دے جس آدمی سے برائی کا ارتکاب ہوا ہے اگر توبہ کرے تب تو ویسے ہی معافی ہے فرض کیجیے کہ توبہ کرنے کا موقع بھی اس کو نہیں ملا۔ تب بھی اس کا امکان ہے کہ معاف کر دیا جائے گا۔ اس بھروسے پر نہ رہیے کہ ضرور معاف کر دیا جائے گا۔ لیکن فرمایا گیا کہ بدی کے معاملے میں جو ہمارا طریقہ ہے وہ یہ ہے کہ یا ہم سزا دیں گے تو اتنی دیں گے جتنی بدی ہے اور یا معاف کر دیں گے۔ اس کے بعد فرمایا کہ جو شخص ایک بالشت بھر مجھ سے قریب ہونے کی کوشش کرتا ہے میں اس کی طرف ایک ہاتھ بھر بڑھتا ہوں۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ ناپ تول کا یہ حساب ہوتا ہے مدعا یہ تصور دلانا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ بے انتہا رحیمی کا برتاؤ کرتا ہے اگر بندہ اس کی طرف بڑھتا ہے تو جتنا وہ خدا کی طرف بڑھتا ہے اس سے زیادہ وہ بندے کی طرف بڑھتا ہے۔ مثال کے طور پر آپ دیکھیں کہ باپ کا اور اولاد کا تعلق ہے۔ باپ کے اور اولاد کے تعلق میں لازماً شفقت شامل ہے باپ پیدائشی طور پر اولاد کے لیے شفیق ہوتا ہے اولاد اگر شرارت بھی کرتی ہے تو باپ اس کو نظر شفقت کی بنا پر نظر انداز کر دے گا۔ اولاد اگر اس سے دور بھی جا رہی ہوگی تو باپ کی خواہش ہوگی کہ قریب آ جائے اور وہ جتنی اس سے قریب ہوگی باپ اس سے زیادہ اس کے ساتھ قریب ہوگا۔ اب باپ کے تعلق اور اولاد کے تعلق میں اور رب کے تعلق اور بندوں کے تعلق میں کوئی نسبت ہی نہیں ہے اس وجہ سے کہ باپ اور ماں کے دل میں اولاد کے پالنے کے لیے جو شفقت پیدا کی ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہے۔ ورنہ باپ اور ماں سے زیادہ اولاد کا دشمن کوئی نہیں ہو سکتا تھا۔ کیوں کہ وہ سب سے زیادہ ان کو تنگ کرنے والے ہوتے ہیں۔ پیدا ہوتے ہی تنگ کرنا شروع کرتے ہیں بلکہ بچہ تو ماں کے پیٹ میں ہی تنگ کرنا شروع کر دیتا ہے تو ان سے زیادہ ان کا دشمن کوئی نہیں ہو سکتا تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں یہ محبت پیدا کی۔ جو اللہ تعالیٰ اس محبت کا پیدا کرنے والا ہے خود اس کے دل میں ان بندوں کے لیے کتنی محبت ہوگی۔ اس کا تصور آپ نہیں کر سکتے اس تصور کو بیان کرنے کے لیے اس چیز کو ارشاد فرمایا کہ بندہ اگر بالشت بھر قریب آئے گا تو خدا اس کی طرف ایک ہاتھ بھر بڑھ جاتا ہے۔ اور بندہ ایک ہاتھ بھر بڑھتا ہے تو خدا اس کی طرف ایک بازو بھر۔ اس کے بعد فرمایا کہ میری طرف جو چلتا ہوا آتا ہے میں دوڑتا ہوا اس کی طرف جاتا ہوں اور جو زمین بھر کر مجھ سے خطاؤں کے ساتھ ملے میں مغفرت کے ساتھ اس سے ملتا ہوں بشرطے کہ شرک نہ کرے یہ سب سے بڑی شرط ہے یعنی یوں سمجھیے کہ مغفرت کی امید اگر ہے تو مومن کے لیے جو توحید کا قائل ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ بغاوت کا رویہ جس کا نہیں ہے۔ لیکن جس آدمی کا رویہ اللہ سے بغاوت کا ہے جو شرک کرتا ہے اس کے لیے کسی مغفرت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا قرآن مجید میں اس بات کو واضح طور سے بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز

معاف کرتا ہے مگر شرک معاف نہیں کرتا۔ ظاہر بات ہے اگر ہر بات معاف کرتا ہے مگر شرک معاف نہیں کرتا اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر شرک سے توبہ نہ کرے ورنہ شرک سے توبہ کر کے مسلمان ہو جائے تو وہ بھی معاف۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ شرک کر کے اگر بغیر توبہ کیے کوئی شخص مرجائے تو اس کی معافی کا کوئی امکان نہیں ہے۔ باقی گناہوں کی معافی کا امکان ہے چاہے توبہ بھی نہ کی ہو۔ لیکن اصل میں جو مومن اگر ایمان سے خالی ہے اور شرک دل کے اندر بھرا ہوا ہے تب تو کسی مغفرت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

ماٰخذ

(۱) مسند احمد ج۳ ص ٤٣٨ عن حديث معاذ بن انس الجهنى۔

(۲) مسلم ج۲ كتاب الذكر والدعاء۔ ابو سعيد خدرى☆ ترمذى ج۲ ابواب الدعوات باب ماجاء فى القوم يجلسون فيذكرون الله مالهم من الفضل۔ ترمذی نے ما اجلسكم کی جگه ما يجلسكم نقل كيا هے۔ اورهذا حديث حسن غريب لا نعرفه الا من هذا الوجه کیا هے۔☆ نسائى ج۸ كتاب آداب القضاة باب كيف يستحلف الحاكم۔ نسائی میں هدانا لدينه هے۔ اور نذكر الله کی جگه ندعو الله هے☆ مسند احمد ج٤ ص۹۲ معاويه بن ابى سفيان ☆رياض الصالحين ابو سعيد خدرى☆ مشكوٰة كتاب الدعوات، باب ذكر الله عزوجل والتقرب اليه۔ عن ابى سعيد خدرى۔

(۳) مسلم ج۲ كتاب الذكر☆ ابو داؤد كتاب الصلوٰة وتر۔☆ ابن ماجه كتاب الادب باب فى فضل الذكر☆رياض الصالحين☆ مسند احمد ج۳ ص ۳۳ ابو سعيد خدرى مشكوٰة كتاب الدعوات باب ذكر الله عزوجل۔

(٤) ترمذى ج۲ ابواب الدعوات۔ باب ماجاء فى فضل الذكر☆ ابن ماجه كتاب الادب باب۵۳۔ فضل الذكر ☆مسند احمد ج٤ ص ۱۹۰ عبد الله بن بُسر☆المستدرك ج۱ كتاب الدعاء باب مداومة الذكر۔ عبد الله بن بُسر ☆رياض الصالحين عبد الله بن بسر☆ مشكوٰة كتاب الدعوات، باب ذكر الله عزوجل والتقرب اليه۔ عن عبد الله بن بسر۔

نوٹ: صاحب مشكوٰة نے اس حدیث کے جن دو اصل ماخذ کا حواله دیا هے وهاں بعينه ان الفاظ میں یه حدیث منقول نهیں۔ جو متن متذکره کتابوں میں ملا هے اسے نقل کردیا هے۔ (مرتب) هذا حديث حسن غريب۔

(۵) مسند احمد ج٤ ص ۱۹۰ عبد الله بن بُسر☆ مسند حمد ج٤ ص ۱۸۸ انهى سے مروى روايت میں يا رسول الله اى الناس خير؟ کی جگه من خير الرجال يا محمد؟ اور قد كثرت على کی جگه قد كثرت علينا اور فمرنى بامر اتشبت به کی جگه فباب نتمسك به جامع هے۔☆ ترمذيج ۲ ابواب الدعوات باب ۲ ماجاء فى فضل الذكر اس نے يا رسول الله ان شرائع الاسلام سے آخر تك نقل كيا هے۔ قال ابو عيسىٰ: هذا حديث حسن غريب من هذا الوجه۔ ابن ماجه۔ كتاب الادب باب ۵۳ فضل الذكر اس نے بهى آخر حصه میں عبد الله بن بسر کے حواله سے نقل كيا اس نے اتشبث نقل كيا هے☆رياض الصالحين عبد الله بن بسر☆ المستدرك للحاكم ج۱ كتاب الدعاء۔

باب مداومة الذکر۔ عبد اللّٰہ بن بُسر۔ ھذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ۔

(٦) ترمذی ج ٢ ابواب الزھد باب ماجاء فی طول العمر للمؤمن☆ مجمع الزوائد ج ١٠ عن ابی بکرة ان رجلا قال یا رسول اللّٰہ ای الناس خیر قال من طال عمرہ الخ۔ ھذا حدیث غریب من ھذا الوجہ۔

(٧) ترمذی ج ٢ ابواب الزھد ج ٢ باب ماجاء فی طول العمر للمؤمن☆ دارمی کتاب الرقاق باب ٣٠۔ ای المومنین خیر ☆ مسند احمد ج ٤ ص ١٨٨، ١٩٠، ج ٥ ص ٤٠، ٤٣، ٤٤، ٤٧، ٤٨، ٤٩، ٥٠۔ ھذا حدیث حسن صحیح۔

(٨) ابن النجار بحوالہ کنز العمال ج ٢☆ ابن شاھین بحوالہ کنز ج ٢☆ مجمع الزوائد ج ١٠۔

(٩) ترمذی ج ٢ ابواب الدعوات باب منہ حدیث غریب۔ انما نعرفہ من حدیث دراج۔☆ مسند احمد ج ٣ ص ٧٥ ابو سعید خدری۔ دونوں کتابوں میں والذاکرات نہیں ہے۔☆ مشکوٰۃ کتاب الدعوات باب ذکر اللّٰہ عزوجل والتقریب الیہ۔ عن ابی سعید خدری۔ حدیث غریب۔ انما نعرفہ من حدیث دراج۔

(١٠) بخاری تعلیقا۔ بحوالہ مشکوٰۃ ج ١ کتاب الدعوات باب ذکر اللّٰہ عزول والتقرب الیہ۔

(١١) مسلم ج ٢ کتاب الذکر والدعاء☆ ترمذی ج ٢ ابواب الدعوات، باب... ترمذی نے وما المفردون کے بعد قال المستھترون فی ذکر اللّٰہ یصنع الذکر عنھم اتقالھم فیاتون یوم القیامة خفافا۔ ھذا حدیث حسن غریب☆ریاض الصالحین عن ابی ھریرة☆ المستدرك للحاکم ج ١ کتاب الدعاء سبق المفردون☆ کنز العمال ج ٢ عن ابی الدرداء اس نے بھی وما المفردون قال: الذین یستھترون الخ بھی نقل کیا ہے۔ نیز ابن شاھین نے الترغیب میں الذکر کے تحت بھی اسے نقل کیا ہے۔☆ مجمع الزوائد ج ١٠ عن ابی ھریرة☆ مشکوٰۃ کتاب الدعوات باب ذکر اللّٰہ عزوجل الفصل الاول۔

(١٢) مشکوٰۃ ج ١ کتاب الدعوات، باب ذکر اللّٰہ عزوجل والتقرب الیہ۔

(١٣) بخاری ج ٢ کتاب الدعوات۔ باب فضل ذکر اللّٰہ تعالیٰ☆ ریاض الصالحین عن ابی موسیٰ اشعری☆مشکوٰۃ کتاب الدعوات، باب ذکر اللّٰہ عزوجل الفصل الاول۔ عن ابی موسیٰ۔

(١٤) بخاری ج ٢ کتاب الرد علی الجھمیة و غیرھم التوحید۔ باب قول اللّٰہ و یحذرکم اللّٰہ نفسہ و قولہ تعالیٰ ما فی نفسی ولا اعلم ما فی نفسك☆ مسلم ج ٢ کتاب الذکر والدعاء۔ باب الحث علی ذکر اللّٰہ☆ابن ماجہ کتاب الادب باب ٥٨۔ فضل العمل۔ ابو ھریرة☆ ترمذی ج ٢ ابواب الدعوات باب...☆ ریاض الصالحین عن ابی ھریرة☆ مسند احمد ج ٢ ص ٢٥١، ٤٠٥☆ مجمع الزوائد ج ٢ صرف اتنا حصہ ہے یقول اللّٰہ عزوجل انا عند ظن عبدی بی فلیظن بی ماشاء۔ ان ظن خیرا فلہ و ان ظن شرا فلہ☆ مجمع الزوائد ج ١٠ عن انس۔ (قدرے لفظی اختلاف) ☆مجمع الزوائد ج ١٠ عن ابی سعید خدری☆ مشکوٰۃ کتاب الدعوات، باب ذکر اللّٰہ عزوجل عن ابی ھریرة۔

(١٥) بخاری ج ٢ کتاب الدعوات، باب ذکر اللّٰہ تعالیٰ☆ ریاض الصالحین عن ابی ھریرة☆ مشکوٰۃ کتاب الدعوات، باب ذکر اللّٰہ عزوجل والتقرب الیہ۔ عن ابی ھریرة۔ رواہ شعبة عن الاعمش ولم یرفعہ۔ و رواہ سھیل عن ابیہ عن ابی ھریرة عن النبی ﷺ۔

(١٦) مسلم ج ٢ کتاب الذکر والدعاء۔ باب فضل مجالس الذکر☆ ترمذی ج ٢ ابواب الدعوات۔ باب...☆ریاض الصالحین عن ابی ھریرة☆ المستدرك للحاکم ج ١ کتاب الدعاء۔ باب فضیلة مجالس الذکر۔

(١٧) مسلم ج ٢ کتاب التوبة۔ باب فضل دوام الذکر والفکر فی امور الآخرة۔ الخ☆ ترمذی ج ٢ ابواب صفة القیامة

☆مجمع الزوائد ج ۱۰ عن انس۔ اس صفحہ پر یہ روایت مختصر ھے اور ص ۳۱۰۔ پر طویل۔ ☆کنز العمال ج ۱ روایت کا آخری حصہ قدرے لفظی اختلاف کے ساتھ ☆مشکوٰۃ کتاب الدعوات، باب ذکر اللّٰہ عزوجل والتقرب الیہ۔

(۱۸) ترمذی ج ۲ ابواب الدعوات۔ باب ماجاء فی فضل الذکر کے تحت باب منہ۔☆ابن ماجہ کتاب الادب باب ۵۳۔ باب فضل الذکر☆ ابن ماجہ میں انفاق الذھب کی جگہ اعطاء الذھب الخ ھے۔☆ مسند احمد ج ۶ ص ۴۴۷ عن ابی الدرداء۔ مسند احمد نے بھی اعطاء الذھب الخ نقل کیا ھے۔☆ المستدرك للحاکم ج ۱ کتاب الدعاء باب ما عمل آدمی من عمل انجی لہ من عذاب اللّٰہ من ذکر اللّٰہ عزوجل☆ ریاض الصالحین عن ابی الدرداء ☆مجمع الزوائد ج ۱۰ کتاب الاذکار۔ باب فضل ذکر اللّٰہ تعالیٰ☆ مشکوٰۃ کتاب الدعوات، باب ذکر اللّٰہ عزوجل والتقرب الیہ۔ عن ابی الدرداء۔ و قد روی بعضھم ھذا الحدیث عن عبد اللّٰہ بن سعید مثل ھذا بھذا الاسناد و روی بعضھم منہ فارسلہ۔

(۱۹) ترمذی ج ۲ ابواب الدعوات باب ۸۲☆مسند احمد ج ۳ ص ۱۵۰ انس بن مالك☆ مشکوٰۃ کتاب الدعوات، باب ذکر اللّٰہ عزوجل والتقرب الیہ۔ ھذا حدیث حسن غریب من ھذا الوجہ من حدیث ثابت عن انس۔

(۲۰) ترمذی ج ۲ ابواب الدعوات۔ عن ابی ہریرۃ۔

(۲۱) ابو داؤد ج ۴ کتاب الادب باب کراھیۃ ان یقوم الرجل من مجلسہ ولا یذکر اللّٰہ☆ مسند احمد ج ۲ ص ۳۸۹، ۴۹۴☆ مشکوٰۃ کتاب الدعوات، مشکوٰۃ میں کان علیھم حسرۃ ھے۔

(۲۲) مستدرك حاکم ج ۱ کتاب الدعاء۔

(۲۳) مسند احمد ج ۲ ص ۳۸۹۔

(۲۴) ابو داؤد ج ۴ کتاب الادب باب کراھیۃ ان یقوم الرجل من مجلس ولا یذکر اللّٰہ☆ ابو داؤد کتاب الادب باب ما یقال عند النوم اس مقام پر پھلے من اضطجع مضجعا الخ ھے۔☆ مشکوٰۃ کتاب الدعوات باب ذکر اللّٰہ عزوجل والتقرب الیہ۔

(۲۵) مسند احمد ج ۲ ص ۴۶۳☆ مشکوٰۃ کتاب الدعوات☆ مستدرك ج ۱ کتاب الدعاء☆ مجمع الزوائد ج ۱۰۔

(۲۶) مسند احمد ج ۲ ص ۴۹۵۔

(۲۷) بخاری ج ۱ کتاب التہجد باب فضل من تعارض اللیل فصلی۔

(۲۸) ترمذی ج ۲ ابواب الدعوات باب ماجاء فی القوم یجلسون ولا یذکرون اللّٰہ☆ مستدرك ج ۱ کتاب الدعاء۔ ما عمل آدمی من عمل انجی لہ من عذاب اللّٰہ من ذکر اللّٰہ عزوجل اس میں ایما قوم جلسوا، فاطال الجلوس، ثم تفرقوا قبل ان یذکروا اللّٰہ او یصلوا علی نبیہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم الا کانت علیھم من اللّٰہ ترۃ ان شاء اللّٰہ عذبھم و ان شاء غفرلھم۔ ھذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ و صالح لیس بالساقط☆ مشکوٰۃ کتاب الدعوات باب ذکر اللّٰہ عزوجل والتقرب الیہ۔ ھذا حدیث حسن و قد روی عن ابی ہریرۃ عن النبی ﷺ من غیر وجہ۔

(۲۹) مسند احمد ج ۲ ص ۴۵۳ ابو ہریرۃ☆ مشکوٰۃ کتاب الدعوات باب ذکر اللّٰہ عزوجل والتقرب الیہ۔☆ مسند احمد ج ۲ ص ۴۸۴ پر حضرت ابو ہریرۃؓ سے مروی روایت میں الا کان علیھم ترۃ یوم القیامۃ ان شاء آخذھم بہ و ان شاء عفا عنھم بھی منقول ھے۔

(۳۰) مسند احمد ج ۲ ص ۴۳۲۔

(۳۱) مسند احمد ج ۲ ص ٤٤٦۔

(۳۲) مستدرك للحاكم ج ۱ كتاب الدعاء ما جلس قوم يذكرون الله ولم يصلوا كان المجلس ترة عليهم۔ هذا حديث صحيح على شرط البخارى ولم يخرجاه۔

(۳۳) ترمذی ج ۲ ابواب الزهد۔ باب ماجاء فی حفظ اللسان۔☆ مشكوٰة كتاب الدعوات باب ذكر الله عزوجل والتقرب اليه۔ هذا حديث غريب لا نعرفه الا من حديث محمد بن يزيد بن خنيس۔

(۳٤) ترمذی ج ۲ ابواب الزهد باب ماجاء فی حفظ اللسان☆ مشكوٰة كتاب الدعوات باب ذكر الله عزوجل والتقرب اليه☆ رياض الصالحين عن ابن عمر۔

(۳۵) مؤطا امام مالك ج ۲ كتاب الكلام باب ما يكره من الكلام بغير ذكر الله۔

(۳٦) ترمذی ج ۲ كتاب التفسير☆ باب و من سورة التوبة☆ ابن ماجه كتاب النكاح باب...☆مسند احمد ج ٥ ص ۲۷۸، ۲۸۲، ۳٦٦☆مشكوٰة كتاب الدعوات، باب ذكر الله عزوجل والتقرب اليه۔ عن ثوبان۔ هذا حديث حسن۔

(۳۷) ابن ماجه كتاب النكاح باب ٥ افضل النساء☆ فی الزوائد: عبد الله بن عمرو بن مرة ضعفه☆ النسائى و وثقه الحاكم وابن حبان و قال ابن معين لا بأس به۔ فقال: روى الترمذى، فی التفسير المرفوع منه دون قول عمر۔ قال: حسن۔

(۳۸) بخاری ج ۲ كتاب الرقاق۔ باب التواضع☆ مجمع الزوائد ج ۲ عن عائشة اور عن ابو امامة۔ بخاری کی روایت سے کمی، بیشی اور الفاظ کے تقدم و تاخر قدرے مختلف ھے۔☆ مشكوٰة كتاب الدعوات، باب ذكر الله عزوجل۔ عن ابى هريرة۔

(۳۹) مسلم ج ۲ كتاب الذكر والدعاء۔ باب فضل الذكر والدعاء والتقرب الى الله☆ ابن ماجه كتاب الادب باب ۵۸۔ فضل العمل☆ مسند احمد ج ٥ ص ۱۵۳، ۱٦۹ابو ذر غفاری☆ مجمع الزوائد ج ۱۰ ابو ذر غفاری ☆مشكوٰة كتاب الدعوات، باب ذكر الله عزوجل والتقرب اليه۔

فصل ۶:

حضور ﷺ کی چند مخصوص دعائیں

اللہ سے دعا کہ مجھ پر کسی فاجر و فاسق کا احسان نہ ہونے دے

۵۸- دیلمی نے حضرت معاذ کی روایت سے رسول اللہ ﷺ کی یہ دعا نقل کی ہے کہ:

اَللّٰھُمَّ لَا تَجعَلْ لِفَاجِرٍ (وَ فِیْ رِوَایَةٍ لِفَاسِقٍ) عَلَیَّ یَداً وَلَا نِعمَةً فَیُوَدُّہٗ قَلْبِیْ فَاِنِّیْ وَجَدْتُّ فِیمَا اَوْحَیْت اِلَیَّ لَا تَجِدُ قَوْمًا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ۔

"خدایا، کسی فاجر (اور ایک روایت میں فاسق) کا میرے اوپر کوئی احسان نہ ہونے دے کہ میرے دل میں اس کے لیے کوئی محبت پیدا ہو۔ کیوں کہ تیری نازل کردہ وحی میں یہ بات بھی میں نے پائی ہے کہ اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھنے والوں کو تم اللہ اور رسول کے مخالفوں سے محبت کرتے نہ پاؤ گے۔"

تخریج: وَ اَخْرَجَ الدَّیْلَمِیُّ مِنْ طَرِیْقِ الْحَسَنِ عَنْ مُعَاذٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: اَللّٰھُمَّ لَا تَجعَلْ لِفَاجِرٍ وَ فِیْ رِوَایَةٍ: وَلَا لِفَاسِقٍ عَلَیَّ یَدًا وَلَا نِعْمَةً فَیُوَدُّہٗ قَلْبِیْ، فَاِنِّیْ وَجَدْتُّ فِیْمَا اَوْحَیْتَ اِلَیَّ لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ۔ (المجادلة: ۲۱) (۱)

تشریح: (اس حدیث سے واضح ہے کہ) دین حق پر ایمان اور اعدائے دین کی محبت، دو بالکل متضاد چیزیں ہیں جن کا ایک جگہ اجتماع کسی طرح قابل تصور نہیں ہے۔ یہ بات قطعی ناممکن ہے کہ ایمان اور دشمنان خدا اور رسول کی محبت ایک دل میں جمع ہو جائیں، بالکل اسی طرح جیسے ایک آدمی کے دل میں اپنی ذات کی محبت اور اپنے دشمن کی محبت بیک وقت جمع نہیں ہوسکتی۔ لہٰذا اگر تم کسی شخص کو دیکھو کہ وہ ایمان کا دعویٰ بھی کرتا ہے اور ساتھ ساتھ اس نے ایسے لوگوں سے محبت کا رشتہ بھی جوڑ رکھا ہے جو اسلام کے مخالف ہیں تو یہ غلط فہمی ہمیں ہرگز لاحق نہ ہونی چاہیے کہ شاید وہ اپنی اس روش کے باوجود ایمان کے دعوے میں سچا ہو۔ اسی طرح جن لوگوں نے اسلام اور مخالفین اسلام سے بیک وقت رشتہ جوڑ رکھا ہے وہ خود بھی اپنی پوزیشن پر اچھی طرح غور کرلیں کہ وہ فی الواقع کیا ہیں، مومن ہیں یا منافق؟ اور فی الواقع کیا ہونا چاہتے ہیں، مومن بن کر رہنا چاہتے ہیں یا منافق؟ اگر ان کے اندر کچھ بھی راست بازی موجود ہے اور وہ کچھ بھی یہ احساس اپنے اندر رکھتے ہیں کہ اخلاقی حیثیت سے منافقت انسان کے لیے ذلیل ترین رویہ ہے، تو انہیں بیک وقت دو کشتیوں میں سوار ہونے کی کوشش چھوڑ دینی چاہیے۔ ایمان تو ان

سے دوٹوک فیصلہ چاہتا ہے۔ مومن رہنا چاہتے ہیں تو ہر اس رشتے اور تعلق کو قربان کر دیں جو اسلام کے ساتھ ان کے تعلق سے متصادم ہوتا ہو۔ اسلام کے رشتے سے کسی اور رشتے کو عزیز تر رکھتے ہیں تو بہتر ہے کہ ایمان کا جھوٹا دعویٰ چھوڑ دیں۔

جو لوگ سچے مومن تھے انہوں نے فی الواقع سب کی آنکھوں کے سامنے تمام ان رشتوں کو کاٹ پھینکا جو اللہ کے دین کے ساتھ ان کے تعلق میں حائل ہوئے۔ یہ ایک ایسا واقعہ تھا جو بدر و احد کے معرکوں میں سارا عرب دیکھ چکا تھا۔ مکہ سے جو صحابۂ کرام ہجرت کر کے آئے تھے وہ صرف خدا اور اس کے دین کی خاطر خود اپنے قبیلے اور اپنے قریب ترین رشتہ داروں سے لڑ گئے تھے۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے اپنے باپ عبداللہ بن جراح کو قتل کیا۔ حضرت مصعب بن عمیرؓ نے اپنے بھائی عبید بن عمیر کو قتل کیا۔ حضرت عمرؓ نے اپنے ماموں عاص بن ہشام بن مغیرہ کو قتل کیا۔ حضرت ابوبکرؓ اپنے بیٹے عبدالرحمٰن سے لڑنے کے لیے تیار ہو گئے۔ حضرت علیؓ، حضرت حمزہؓ اور حضرت عبیدہ بن الحارثؓ نے عتبہ، شیبہ اور ولید بن عتبہ کو قتل کیا جو ان کے قریبی رشتہ دار تھے۔ حضرت عمرؓ نے اسیران جنگ بدر کے معاملہ میں رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ ان سب کو قتل کر دیا جائے اور ہم میں سے ہر ایک اپنے رشتہ دار کو قتل کرے۔ اسی جنگ بدر میں حضرت مصعب بن عمیرؓ کے سگے بھائی ابوعزیز بن عمیر کو ایک انصاری پکڑ کر باندھ رہا تھا۔ حضرت مصعبؓ نے دیکھا تو پکار کر کہا "ذرا مضبوط باندھنا، اس کی ماں بڑی مالدار ہے، اس کی رہائی کے لیے وہ تمہیں بہت سا فدیہ دے گی۔" ابوعزیز نے کہا "تم بھائی ہو کر یہ بات کہہ رہے ہو؟" حضرت مصعب نے جواب دیا "اس وقت تم میرے بھائی نہیں ہو بلکہ یہ انصاری میرا بھائی ہے جو تمہیں گرفتار کر رہا ہے۔" اسی جنگ بدر میں خود نبی ﷺ کے داماد ابوالعاص گرفتار ہو کر آئے اور ان کے ساتھ رسول کی دامادی کی بنا پر قطعاً کوئی امتیازی سلوک نہ کیا گیا جو دوسرے قیدیوں سے کچھ بھی مختلف ہوتا۔

اس طرح عالم واقعہ میں دنیا کو یہ دیکھایا جا چکا تھا کہ مخلص مسلمان کیسے ہوتے ہیں اور اللہ اور اس کے دین کے ساتھ ان کا تعلق کیسا ہوا کرتا ہے۔ (تفہیم القرآن ج ۵، المجادلہ حاشیہ: ۳۷)

اللہ سے طلب رحمت کی درخواست

۵۹- حضور ﷺ نے دعا فرمائی کہ:

اَللّٰھُمَّ رَحْمَتَکَ اَرْجُوْ فَلَا تَکِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ طَرْفَةَ عَیْنٍ۔

"خدایا میں تیری رحمت کا امیدوار ہوں۔ پس مجھے ایک لمحہ کے لیے بھی میرے نفس کے حوالے نہ کر۔"

تخریج: حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِیْمِ وَ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی، قَالَا: ثَنَا عَبْدُ الْمَلِکِ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ عَبْدِ الْجَلِیْلِ بْنِ عَطِیَّةَ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مَیْمُوْنٍ، قَالَ: حَدَّثَنِیْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ بَکْرَةَ اَنَّهٗ قَالَ لِاَبِیْهِ یَا اَبَتِ اِنِّیْ اَسْمَعُکَ تَدْعُوْ کُلَّ غَدَاةٍ اَللّٰھُمَّ عَافِنِیْ فِیْ بَدَنِیْ اَللّٰھُمَّ عَافِنِیْ فِیْ سَمْعِیْ اَللّٰھُمَّ عَافِنِیْ فِیْ بَصَرِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ تُعِیْدُھَا ثَلَاثًا حِیْنَ تُصْبِحُ وَ ثَلَاثًا حِیْنَ تُمْسِیْ فَقَالَ اِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَدْعُوْ بِھِنَّ فَاَنَا اُحِبُّ اَنْ اَسْتَنَّ بِسُنَّتِهٖ قَالَ عَبَّاسٌ فِیْهِ وَ تَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْکُفْرِ وَ الْفَقْرِ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ۔ تُعِیْدُھَا ثَلَاثًا حِیْنَ تُصْبِحُ وَ ثَلَاثًا حِیْنَ تُمْسِیْ فَتَدْعُوْ

بِهِنَّ فَاُحِبُّ اَنْ اَسْتَنَّ بِسُنَّتِهٖ قَالَ: وَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ دَعَوَاتُ الْمَكْرُوْبِ اَللّٰهُمَّ رَحْمَتَكَ اَرْجُوْ فَلَا تَكِلْنِيْ اِلٰى نَفْسِيْ طَرْفَةَ عَيْنٍ وَ اَصْلِحْ لِيْ شَانِيْ كُلَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ۔(۲)

ترجمہ: عبدالرحمٰن اپنے والد ابوبکرہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے ان سے پوچھا ابا جان میں سنتا ہوں آپ صبح وشام بلاناغہ تین تین بار یہ دعا کرتے ہیں۔ خدایا! میرے بدن میں عافیت دے، میری سماعت میں عافیت دے، میری بصارت میں عافیت دے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تو انہوں نے بیان کیا کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کو سنا ہے کہ آپ ان کلمات سے دعا کیا کرتے تھے۔ میں بھی سنت کی اتباع کی غرض سے ایسا کرنا پسند کرتا ہوں۔ حضرت عباس نے بیان کیا کہ حضورؐ بھی اس کلمے کو تین تین بار پڑھتے تھے۔ خدایا میں تجھ سے کفر اور فقر سے پناہ مانگتا ہوں اور عذاب قبر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ چناں چہ میں سنت نبوی کی اتباع میں پڑھنا پسند کرتا ہوں۔ اور حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ مصیبت زدہ کی دعا یہ ہے۔ ”خدایا! میں تیری رحمت کا امیدوار ہوں پس مجھے ایک لمحہ کے لیے بھی میرے نفس کے حوالہ نہ کر اور میرے سارے حالات کی اصلاح فرما دے تیرے سوا کوئی نہیں جو معبود بننے کا استحقاق رکھتا ہو۔

ناسازگار و مشکل حالات میں دعا

۶۰- اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِيْ نُحُوْرِهِمْ وَ نَعُوْذُبِكَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ۔

”اے اللہ! ہم تجھی کو ان کی گردنوں پر مسلط کرتے ہیں۔ اور تجھی سے ان کی شرارتوں کے بالمقابل پناہ طلب کرتے ہیں۔“

تخریج: ⟨۱⟩ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى، ثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ، حَدَّثَنِيْ اَبِيْ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، اَنَّ اَبَاهُ حَدَّثَهٗ، اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ اِذَا خَافَ قَوْمًا قَالَ: اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِيْ نُحُوْرِهِمْ وَ نَعُوْذُبِكَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ۔(۳)

مسند احمد میں حضرت ابوموسیٰ اشعری سے مروی روایت ہے:

⟨۲⟩ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ اِذَا خَافَ مِنْ رَجُلٍ اَوْ مِنْ قَوْمٍ قَالَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَجْعَلُكَ فِيْ نُحُوْرِهِمْ وَ نَعُوْذُبِكَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ۔(٤)

تشریح: یہ دعا بہت مختصر اور جامع ہے۔ احادیث سے یہ ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ مشکل و ناسازگار حالات میں جہاں دوسری تدابیر اختیار فرماتے وہاں اللہ تعالیٰ سے کثرت کے ساتھ دعا بھی کیا کرتے تھے۔ جس زمانے میں اعدائے اسلام کا بظاہر بڑا زور دکھائی دیتا تھا، اس زمانے میں آں حضور ﷺ بالخصوص (مندرجہ بالا) دعا پڑھا کرتے تھے۔ (اس لیے) کہ اس کارزار حیات میں اللہ رب العالمین سے دعا مانگنا ایک بندہ مومن کا بہترین ہتھیار ہے جو لوگ محض نفسانیت اور تعصب اور حسد کی بنا پر ہمارے خلاف طرح طرح کے فتنے اٹھا رہے ہیں اور محض اپنے ذاتی کینے کی وجہ سے اس خیر کا راستہ روکنا چاہتے ہیں جس کے لیے ہم کوشش کر رہے ہیں ان کے شر سے ہم خدا کی پناہ مانگتے ہیں اور خدا ہی سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ ان سے نمٹ لے۔ (رسائل ومسائل حصہ دوم، چند اور موشگافیاں)

سواری پر سوار ہونے کی دعا

۶۱- سُبحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا ھٰذَا وَمَا کُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ فِیْ سَفَرِیْ ھٰذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوٰی، وَ مِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضٰی، اَللّٰھُمَّ ھَوِّنْ لَنَا السَّفَرَ وَاطْوِلَنَا الْبَعِیْدَ، اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِی السَّفَرِ، وَالْخَلِیْفَةُ فِی الْاَھْلِ، اَللّٰھُمَّ اَصْحِبْنَا فِیْ سَفَرِنَا وَ اخْلُفْنَا فِیْ اَھْلِنَا۔ (مسند احمد، مسلم، ابو داؤد، نسائی، دارمی، ترمذی)

تخریج: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، حَدَّثَنِیْ اَبِیْ، ثَنَا اَبُوْ کَامِلٍ، ثَنَا حَمَّادٌ یعنی ابْنُ سَلَمَةَ، عَنْ اَبِی الزُّبَیْرِ، عَنْ عَلِیِّ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْبَارِقِیِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم کَانَ اِذَا رَکِبَ رَاحِلَتَهٗ کَبَّرَ ثَلَاثًا، ثُمَّ قَالَ: سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا ھٰذَا وَمَا کُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ وَ اِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ثُمَّ یَقُوْلُ: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ فِیْ سَفَرِیْ ھٰذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوٰی وَ مِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضٰی۔ اَللّٰھُمَّ ھَوِّنْ عَلَیْنَا السَّفَرَ وَ اَطْوِلَنَا الْبَعِیْدَ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِی السَّفَرِ وَالْخَلِیْفَةُ فِی الْاَھْلِ۔ اَللّٰھُمَّ اَصْحِبْنَا فِیْ سَفَرِنَا وَ اخْلُفْنَا فِیْ اَھْلِنَا۔ الخ (۵)

”حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر پر جانے کے لیے سواری پر بیٹھتے تو تین مرتبہ اللہ اکبر کہتے، پھر یہ آیت پڑھتے کہ پاک ہے وہ جس نے ہمارے لیے ان چیزوں کو مسخر کر دیا ورنہ ہم انہیں قابو میں لانے کی طاقت نہ رکھتے تھے۔ اور اس کے بعد یہ دعا مانگا کرتے تھے: ”خدایا! میں تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ میرے اس سفر میں مجھے نیکی اور تقویٰ اور ایسے عمل کی توفیق دے جو تجھے پسند ہو۔ خدایا ہمارے لیے سفر کو آسان کر دے اور لمبی مسافت کو لپیٹ دے، خدایا تو ہی سفر کا ساتھی اور ہمارے پیچھے ہمارے اہل وعیال کا نگہبان ہے، خدایا ہمارے سفر میں ہمارے ساتھ اور پیچھے ہمارے گھر والوں کی خبر گیری فرما۔“

۶۲- اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَلَنَا ھٰذَا وَمَا کُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ، ثُمَّ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ثَلَاثًا، ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُ اَکْبَرُ ثَلَاثًا، ثُمَّ قَالَ سُبْحَانَکَ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ، قَدْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ۔

(حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بسم اللہ کہہ کر رکاب میں پاؤں رکھا پھر سوار ہونے کے بعد فرمایا) ”سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے، پاک ہے وہ ذات جس نے ہمارے لیے ان چیزوں کو مسخر کیا ہے ورنہ ہم انہیں قابو میں لانے کی طاقت نہ رکھتے تھے پھر تین مرتبہ الحمد للہ کہا اور تین دفعہ اللہ اکبر کہا پھر فرمایا تو پاک ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، میں نے اپنی ذات پر ظلم کیا ہے پس تو مجھے بخش دے۔“ (اس کے بعد آپؐ ہنس دیئے۔ میں نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہنسے کس بات پر؟ فرمایا، بندہ جب رب اغفر لی کہتا ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ کو اس کی یہ بات بڑی پسند آتی ہے۔ وہ فرماتا ہے کہ میرا یہ بندہ جانتا ہے کہ میرے سوا مغفرت کرنے والا کوئی اور نہیں ہے۔) (احمد، ابوداؤد، ترمذی، نسائی وغیرہ)

تخریج: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، ثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ، ثَنَا اَبُوْ اِسْحَاقَ الْھَمْدَانِیُّ، عَنْ عَلِیِّ بْنِ رَبِیْعَةَ قَالَ: شَھِدْتُ عَلِیًّا رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ۔ وَ اُتِیَ بِدَابَّةٍ لِیَرْکَبَھَا۔ فَلَمَّا وَضَعَ رِجْلَهٗ فِی الرِّکَابِ

قَالَ: بِسْمِ اللّٰهِ، فَلَمَّا اسْتَوٰی عَلٰی ظَهْرِهَا قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ثُمَّ قَالَ: سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ وَ اِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ثُمَّ قَالَ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ قَالَ اللّٰهُ اَكْبَرُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ قَالَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ فَاِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ ثُمَّ ضَحِكَ فَقِيْلَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَیِّ شَیْءٍ ضَحِكْتَ؟ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِیَّ ﷺ فَعَلَ كَمَا فَعَلْتُ ثُمَّ ضَحِكَ فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مِنْ اَیِّ شَیْءٍ ضَحِكْتَ؟ قَالَ اِنَّ رَبَّكَ يُعْجِبُ مِنْ عَبْدِهٖ اِذَا قَالَ اغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ يَعْلَمُ اَنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ غَيْرِیْ۔(۶)

ترجمہ: علی بن ربیعہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت علیؓ کے پاس گیا۔ ان کی سواری کے لیے ایک چوپایہ جانور لایا گیا۔ جب انہوں نے اپنا پاؤں رکاب میں رکھا تو **سبحان الذی سخرلنا هذا وما كنا له مقرنين و انا الی ربنا لمنقلبون** پڑھا۔ یعنی سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے، پاک ہے وہ ذات جس نے ہمارے لیے ان چیزوں کو مسخر کیا ہے۔ ورنہ ہم انہیں قابو میں لانے کی طاقت نہ رکھتے تھے۔ پھر تین مرتبہ الحمد للہ کہا اور تین مرتبہ اللہ اکبر کہا۔ پھر فرمایا تو پاک ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، میں نے اپنی ذات پر ظلم کیا پس تو مجھے بخش دے۔ اس کے بعد آپ ہنس دیئے پوچھا گیا اے امیر المومنین آپ ہنسے کس بات پر؟ فرمایا میں نے نبی ﷺ کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے جس طرح میں نے کیا ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کس بات پر ہنسے ہیں؟ فرمایا بندہ جب اغفرلی کہتا ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ کو اس کی یہ بات بہت پسند آتی ہے اور وہ فرماتا ہے میرا بندہ جانتا ہے کہ میرے سوا مغفرت کرنے والا کوئی اور نہیں ہے۔

۶۳- ’’ایک صاحب ابومجلز بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں جانور پر سوار ہوا اور میں نے آیت **سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا** پڑھی۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا اس طرح کرنے کا تمہیں حکم دیا گیا ہے؟ میں نے عرض کیا پھر کیا کہوں؟ فرمایا یوں کہو کہ شکر ہے اس خدا کا جس نے ہمیں اسلام کی ہدایت دی۔ شکر ہے اس کا کہ اس نے محمد ﷺ کو بھیج کر ہم پر احسان فرمایا، شکر ہے اس کا کہ اس نے ہمیں اس بہترین امت میں داخل کیا جو خلق خدا کے لیے نکالی گئی ہے، اس کے بعد یہ آیت پڑھو۔‘‘
(ابن جریر، احکام القرآن للجصاص)

تخریج: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ وَ عُبَيْدُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ الْهَبَارِیُّ، قَالَا: ثَنَا الْمُحَارِبِیُّ، عَنْ عَاصِمٍ الْاَحْوَلِ، عَنْ اَبِیْ هَاشِمٍ، عَنْ اَبِیْ مِجْلَزٍ، قَالَ: رَكِبْتُ دَآبَّةً فَقُلْتُ: سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ، فَسَمِعَنِیْ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ الْبَيْتِ، قَالَ اَبُوْ كُرَيْبٍ وَالْهَبَارِیُّ: قَالَ الْمُحَارِبِیُّ: فَسَمِعْتُ سُفْيَانَ يَقُوْلُ: هُوَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِیٍّ رِضْوَانُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَيْهِمَا، فَقَالَ: اَهٰكَذَا اُمِرْتَ؟ قَالَ: قُلْتُ: كَيْفَ اَقُوْلُ؟ قَالَ: تَقُوْلُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدَانَا لِلْاِسْلَامِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ مَنَّ عَلَيْنَا بِمُحَمَّدٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَنَا فِیْ خَيْرِ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ، فَاِذَا اَنْتَ قَدْ ذَكَرْتَ نِعَمًا عِظَامًا، ثُمَّ تَقُوْلُ بَعْدَ ذٰلِكَ سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ وَ اِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ۔(۷)

تشریح: (احادیث بالا سے اس بات کی وضاحت ہوتی ہے کہ) زمین کی تمام مخلوقات میں سے تنہا انسان کو کشتیاں اور جہاز

چلانے اور سواری کے لیے جانور استعمال کرنے کی یہ مقدرت اللہ تعالیٰ نے اس لیے تو نہیں دی تھی کہ وہ غلے کی بوریوں کی طرح ان پر لد جائے اور کبھی نہ سوچے کہ آخر وہ کون ہے جس نے ہمارے لیے بحر ذخار میں کشتیاں دوڑانے کے امکانات پیدا کیے، اور جس نے جانوروں کی بے شمار اقسام میں سے بعض کو اس طرح پیدا کیا کہ وہ ہم سے بدر جہا زیادہ طاقتور ہونے کے باوجود ہمارے تابع فرمان بن جاتے ہیں اور ہم ان پر سوار ہو کر جدھر چاہتے ہیں انہیں لیے پھرتے ہیں۔ ان نعمتوں سے فائدہ اٹھانا اور نعمت دینے والے کو فراموش کر دینا، دل کے مردہ اور عقل و ضمیر کے بے حس ہونے کی علامت ہے۔ ایک زندہ اور حساس قلب و ضمیر رکھنے والا انسان تو ان سواریوں پر جب بیٹھے گا تو اس کا دل احساس نعمت اور شکر نعمت کے جذبے سے لبریز ہو جائے گا۔ وہ پکار اٹھے گا کہ پاک ہے وہ ذات جس نے میرے لیے ان چیزوں کو مسخر کیا۔ پاک ہے اس سے کہ اس کی ذات وصفات اور اختیارات میں کوئی اس کا شریک ہو۔ پاک ہے اس کمزوری سے کہ اپنی خدائی کا کام خود چلانے سے وہ عاجز ہو اور دوسرے مددگار خداؤں کی اسے حاجت پیش آئے۔ پاک ہے اس سے کہ میں ان نعمتوں کا شکریہ ادا کرنے میں اس کے ساتھ کسی اور کو شریک کروں۔

یہاں ذرا اس تعلیم کے اخلاقی نتائج کا بھی اندازہ کر لیجیے۔ کیا آپ یہ تصور کر سکتے ہیں کہ جو شخص کسی سواری پر بیٹھتے وقت سمجھ بوجھ کر پورے شعور کے ساتھ اس طرح اللہ کو اور اس کے حضور اپنی واپسی اور جواب دہی کو یاد کر کے چلا ہو وہ آگے جا کر کسی فسق و فجور یا کسی ظلم وستم کا مرتکب ہوگا؟ کیا کسی فاحشہ سے ملاقات کے لیے، یا کسی کلب میں شراب خوری، قمار بازی کے لیے جاتے وقت بھی کوئی شخص یہ کلمات زبان سے نکال سکتا ہے یا ان کا خیال کر سکتا ہے؟ کیا کوئی حاکم، یا سرکاری افسر، یا تاجر، جو یہ کچھ سوچ کر اپنے منہ سے کہہ کر گھر سے چلا ہو، اپنی جائے عمل پر پہنچ کر لوگوں کے حق مار سکتا ہے؟ کیا کوئی سپاہی بے گناہوں کا خون بہانے اور کمزوروں کی آزادی پر ڈاکہ مارنے کے لیے جاتے وقت بھی اپنے ہوائی جہاز یا ٹینک پر قدم رکھتے ہوئے یہ الفاظ زبان پر لا سکتا ہے؟ اگر نہیں، تو یہی ایک چیز ہر اس نقل و حرکت پر بند باندھ دینے کے لیے کافی ہے جو معصیت کے لیے ہو۔ (تفہیم القرآن ج ۴، الزخرف حاشیہ ۱۳، ۱۴)

حضور ﷺ کا ہر روز سو مرتبہ استغفار

٦٤— (ابوداؤد، نسائی اور مسند احمد کی روایت میں حضور ﷺ کا یہ ارشاد منقول ہے کہ) ''میں ہر روز سو بار اللہ سے استغفار کرتا ہوں۔''

تخریج:⟨۱⟩ حَدَّثَنَا يَحْيٰى وَ قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَ اَبُو الرَّبِيعِ الْعَتَكِيُّ جَمِيعًا عَنْ حَمَّادٍ، قَالَ يَحْيٰى: نَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ اَبِى بُرْدَةَ، عَنِ الْاَغَرِّ الْمُزَنِىِّ، وَ كَانَتْ لَهُ صُحْبَةٌ. اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: اِنَّهُ لَيُغَانُ عَلٰى قَلْبِىْ وَ اِنِّىْ لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ فِى الْيَوْمِ مِائَةَ مَرَّةٍ۔

ترجمہ: حضرت اغر مزنی جو حضور ﷺ سے صحبت یافتہ تھے سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا شان یہ ہے کہ میرے دل پر خواہشات کا غلبہ ہو جاتا ہے تو میں دن میں سو بار اللہ سے استغفار کرتا ہوں۔

ابن عمرؓ کی روایت میں ہے:

قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ تُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ فَاِنِّىْ اَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ فِى الْيَوْمِ مِائَةَ مَرَّةٍ۔ (۸)

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''لوگو! اللہ کی جانب رجوع کرو (یعنی توبہ کرو) میں خود دن میں سو بار اللہ سے توبہ کرتا ہوں۔''

ابن عمرؓ سے ایک اور روایت ہے:

﴿۲﴾ عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: اِنَّ کُنَّا لَنَعُدُّ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فِی الْمَجْلِسِ یَقُوْلُ: رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَ تُبْ عَلَیَّ اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ مِائَةَ مَرَّةٍ۔ (۹)

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم آپؐ کی مجلس میں بیٹھے رسول اللہ ﷺ کا استغفار شمار کرتے رہتے تھے آپ سو بار اللہ سے عرض کرتے میرے پروردگار! مجھے معاف فرمادے اور میری جانب توجہ فرما (توبہ قبول کر) بے شک تو ہی سب سے بڑھ کر توبہ قبول کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

سنن دارمی میں ہے:

﴿۳﴾ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ کُلَّ یَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ وَ اَتُوْبُ اِلَیْہِ۔ (۱۰)

ترجمہ: میں دن میں سو بار اللہ سے استغفار کرتا ہوں اور اس سے توبہ کرتا ہوں۔

﴿۴﴾ حَدَّثَنَا اَبُو الْیَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَیْبٌ عَنِ الزُّھْرِیِّ قَالَ اَخْبَرَنِیْ اَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ: قَالَ اَبُوْ ھُرَیْرَةَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ: وَاللّٰہِ اِنِّیْ لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ وَ اَتُوْبُ اِلَیْہِ فِی الْیَوْمِ اَکْثَرَ مِنْ سَبْعِیْنَ مَرَّةً۔ (۱۱)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے خود رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے۔ بخدا میں دن میں ستر بار سے زیادہ مرتبہ اللہ سے استغفار کرتا ہوں اور اس کی جناب میں توبہ کرتا ہوں۔

تشریح: اسلام نے جو اخلاق انسان کو سکھائے ہیں، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بندہ اپنے رب کی بندگی وعبادت بجا لانے میں، اور اس کے دین کی خاطر جان لڑانے میں، خواہ اپنی حد تک کتنی ہی کوشش کرتا رہا ہو، اس کو کبھی اس زعم میں مبتلا نہ ہونا چاہیے کہ جو کچھ مجھے کرنا چاہیے تھا وہ میں نے کر دیا ہے، بلکہ اسے ہمیشہ یہی سمجھتے رہنا چاہیے کہ میرے مالک کا مجھ پر جو حق تھا وہ میں ادا نہیں کر سکا ہوں، اور ہر وقت اپنے قصور کا اعتراف کر کے اللہ سے یہی دعا کرتے رہنا چاہیے کہ تیری خدمت میں جو کچھ بھی کوتاہی مجھ سے ہوئی ہے اس سے درگزر فرما۔ نبی کریم ﷺ کے اس قدر استغفار کرنے کی بھی اصل حقیقت یہی ہے۔

(حضور ﷺ کے) استغفار کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ معاذ اللہ، نبی ﷺ نے فی الواقع جان بوجھ کر کوئی قصور کیا تھا۔ بلکہ اس کا صحیح مطلب یہ ہے کہ تمام بندگان خدا سے بڑھ کر جو بندہ اپنے رب کی بندگی بجالانے والا تھا اس کا منصب بھی یہ نہ تھا کہ اپنے کارنامے پر فخر کا شائبہ تک اس کے دل میں راہ پائے، بلکہ اس کا مقام بھی یہ تھا کہ اپنی ساری عظیم القدر خدمات کے باوجود اپنے رب کے حضور اعتراف قصور ہی کرتا رہے۔ اسی کیفیت کا اثر تھا جس کے تحت رسول اللہ ﷺ ہمیشہ بکثرت استغفار فرماتے رہتے تھے۔ (تفہیم القرآن ج ۵، محمد حاشیہ: ۳۱)

ماٰخذ

(۱) روح المعانی جز ۲۸/۳۰، المجادلۃ: ۲۱

(۲) ابو داؤد ج ٤ کتاب الادب باب ما یقول اذا اصبح☆ مسند احمد ج ٥ ص ٤٢ عبد الرحمن بن ابی بکرہ☆الادب المفرد للبخاری باب الدعاء عند الکرب☆ ابن حبان فی صحیحه بحوالہ کنز العمال ج۲☆ مجمع الزوائد ج ١٠۔ عن ابی بکرۃ۔ الزوائد میں صرف کلمات المکروب اللّٰھم رحمتك ارجوا فلا تکلنی الی نفسی طرفة عین اصلح لی شأنی کله ھے۔☆ مشکوٰۃ کتاب الدعوات، باب الدعوات فی الاوقات۔ عن ابی بکرۃ۔

(۳) ابو داؤد ج ۲ کتاب الصلوٰۃ باب ما یقول الرجل اذا خاف قوماً☆ مسند احمد ج ٤ ص ٤١٤۔ ٤١٥☆ المستدرك ج ۲ کتاب قسم الفئی، دعاء ہ ﷺ اذا خاف قوماً☆ مشکوٰۃ کتاب الدعوات۔ باب الدعوات فی الاوقاف۔

(٤) مسند احمد ج ٤ ص ٤١٤☆ السنن الکبریٰ ج ٥ کتاب الحج باب ما یقول اذا خاف قوماً۔

(٥) مسند احمد ج۲ص ١٤٤☆ ترمذی ابواب الدعوات، باب ماجاء ما یقول اذا رکب دابة☆ ابو داؤد۔ کتاب الاستیذان، باب فی الدعاء اذا سفر☆ دارمی کتاب الاستیذان، باب فی الدعاء اذا سفر☆ مؤطا امام مالك کتاب الحج ☆مشکوٰۃ کتاب الا دعوات، باب الدعوات فی الاوقات☆ مسند احمد ج۲ص٥، ١٠، ١٥، ٢١-ج ٤ ص ٢٨١☆مسلم ج ١ کتاب الحج باب استحباب الذکر اذا رکب دابته الخ۔ مسلم نے جمع کے صیغه سے روایت نقل کی ھے۔

(٦) ابو داؤد کتاب الجهاد باب ما یقول الرجل اذا رکب☆ ترمذی ج ۲ابواب الدعوات باب ماجاء ما یقول اذا رکب دابة☆ شمائل نبوی میں بھی ھے ھذا حدیث حسن صحیح۔ ترمذی نے آخر میں لا یغفر الذنوب غیرك نقل کیا ھے☆ احکام القرآن للجصاص ج ٥، الزخرف فی تسمیة عند الرکوب☆مسند احمد ج١ص٩٧ عن علی ☆مشکوٰۃ کتاب الدعوات باب الدعوات فی الاوقات☆ احکام القرآن میں غیری کے بجائے الا ھو ھے۔

(۷) تفسیر ابن جریر ج ۲۵، الزخرف ۱۲۔

(۸) مسلم ج ۲، کتاب الذکر باب استحباب الاستغفار والاستکثار☆ ابو داؤد کتاب الصلوٰۃ باب فی الاستغفار اور الوتر☆ ترمذی کتاب التفسیر محمد اور ابواب الدعوات☆ مسند احمد ج ٤، ص ۲۱۱الاغر المزنی☆ ابن ماجه کتاب الادب۔ باب فی الاستغفار۔ انی لاستغفر اللّٰہ و اتوب الیه فی الیوم مائة مرة۔ میں دن میں سو بار اللّٰہ سے استغفار اور سو بار توبه کرتا ھوں۔ ☆ ریاض الصالحین عن اغر بن یسار مزنی☆ مشکوٰۃ کتاب الدعوات، باب الاستغفار☆ کنز العمال ج ۱ بحوالہ ابن ابی شیبه، وابن السنی عن ابی ھریرۃ، طبرانی عن ابی موسیٰ۔

(۹) ابن ماجه کتاب الادب باب فی الاستغفار☆ ابو داؤد کتاب الصلوٰۃ باب فی الاستغفار☆ مشکوٰۃ باب الاستغفار والتوبة۔

(۱۰) دارمی کتاب الرقاق باب فی الاستغفار☆ مسند احمد ج ۲ ص ٤٥-ج ٥ ص ٣٩٤، ٣٩٦۔ فانی اتوب الی اللّٰہ واستغفرہ فی کل یوم مائة مرة۔ بے شك میں اللّٰہ سے توبه کرتا ھوں اور دن میں سو بار اس سے استغفار کرتا ھوں۔ ☆مستدرك حاکم ج ۲، کتاب التفسیر۔

(۱۱) بخاری ج ۲، کتاب الدعوات باب استغفار النبی ﷺ فی الیوم واللیلة☆ ترمذی ابواب التفسیر☆ ابن ماجه کتاب الادب باب فی الاستغفار☆ مسند احمد ج ۲ ص ۲۸۲،۳٤١☆ریاض الصالحین☆ مشکوٰۃ کتاب الدعوات باب الاستغفار☆ کنز العمال ج ۱ عن ابی موسیٰ۔